رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، فضائل، اطاعت، محبت، محبت کے اسباب، تقاضے اور فوائد، معجزات، اہل بیت کی
اہمیت وفضیلت، مقام ومراتب، حکم تعظیم، فضائل وکمالات، کرامات، احکام ومسائل اور آداب جیسے بے شمار موضوعات پر
مشتمل الشیخ جلیل محسن فواس ناصر الزبیدی کی کتاب محبة النبی واھل بیتہ کی دو جلدوں کا
مکمل اردو ترجمہ

محبتِ رسول واہلِ بیت
اور
اس کے تقاضے

مصنف
الشیخ جلیل محسن فواس ناصر الزبیدی

ترجمہ
علامہ مفتی محمد وسیم اکرم القادری

Marfat.com

محبة النبی و اهل بیته

محبت رسولؐ واہل بیت

اوراس کے تقاضے

(جلددوم)

اس کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، فضائل، اطاعت، محبت، محبت کے اسباب، تقاضے اورفوائد، معجزات، اہل بیت کی اہمیت وفضیلت، مقام ومراتب، حکم تعظیم، فضائلِ وکمالات، کرامات، احکام ومسائل اورآداب جیسے بے شمار موضوعات پر مشتمل ''الشیخ جلیل محسن وناس ناصرالزبیدی'' کی کتاب ''محبة النبی و اهل بیته'' کی دوجلدوں کامکمل اردوترجمہ پیش کیاجارہاہے۔

مصنف

الشیخ جلیل محسن وناس ناصرالزبیدی

ترجمہ وترتیب

مفتی محمدوسیم اکرمُ القادری (ایم اے۔ایم فل)

DATA ENTERED

مشتاق بک کارنر

الکریم مارکیٹ اُردوبازار لاہور

Marfat.com

297-9921
م 18 ن
124544 جلد ۲

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ......☆ محبة النبيﷺ واهل بيته (جلد دوم)
محبت رسولؐ واہل بیت اور اس کے تقاضے

مصنف ......☆ الشیخ جلیل محسن وناس ناصر الزبیدی

ترجمہ وترتیب ......☆ مفتی محمد وسیم اکرم القادری

ناشر ......☆ مشتاق احمد

باہتمام ......☆ سلمان منیر

کمپوزنگ ......☆ گُل گرافکس

پرنٹرز ......☆ ناصر شہزاد پرنٹرز لاہور

قیمت ......☆ روپے

استدعا

انسانی طاقت اور بساط میں جو کچھ ہے اس کے مطابق اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ادارہ نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ نسخہ ہذا میں کسی قسم کی کوئی غلطی نہ رہ جائے پھر بھی انسان خطا کا پتلا ہے اگر دوران طباعت کوئی زیر۔ زبر۔ نقطہ۔ شد یا مد ٹوٹ جائے تو اسے غلطی نہیں کہتے۔ کثیر تعداد میں چھپنے والی مطبوعات میں باوجود ہر امکانی کوشش کے ایسی خفیف نادانستہ لغزش قابل گرفت نہیں ہوتی بلکہ قابل معافی ہوتی ہے۔ کوئی مسلمان جان بوجھ کر دیدہ دانستہ تو طباعت میں ذرا سی غفلت بھی نہیں کر سکتا۔ پھر بھی آپ سے استدعا ہے کہ اگر قرآن پاک پڑھنے کے دوران اس قسم کی کسی غلطی کا شبہ ہو تو ہمیں مطلع فرما کر مشکور فرمائیے۔ ان شاء اللہ آئندہ طباعت میں درست کر دی جائے گی۔ ادارہ

Marfat.com

فہرست (جلد دوم)

الجلد الثانی	7
الجزء الاول	7
اہل بیت کون ہیں؟ ان سے محبت کا فرض ہونا	8
باب نمبر 1	8
اہلِ بیت (مطالب و معانی اور پہچان قرآن و حدیث کی روشنی میں)	8
باب نمبر 2	22
فضیلت اہل بیت	22
الجزء الثانی	28
اہل بیت کی سیرت، فضیلت اور اقوال	28
باب نمبر 1	28
ازواج النبی	28
فصل نمبر 1	28
ابتدائی معلومات	28
فصل نمبر 2	32
کثرتِ ازواج کی حکمتیں	32
فصل نمبر 3	35
سیدہ خدیجۃ الکبریٰ	35
فصل نمبر 4	47
ام المومنین سیدہ سودۃ بنت زمعۃ رضی اللہ عنہا	47
فصل نمبر 5	53
السیدہ عائشہ بنت الصدیق	53
فصل نمبر 6	67
السیدۃ العابدۃ حفصہ بنت عمر	67
فصل نمبر 7	74
ام المساکین السیدہ زینب بنت خزیمہ	74
فصل نمبر 8	76
اُمُّ المومنین سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا	76
فصل نمبر 9	90
سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہ	90
فصل نمبر 10	104
السیدۃ جویریۃ بنت الحارث المصطلقیۃ رضی اللہ عنہا	104
فصل نمبر 11	110
السیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا	110
فصل نمبر 12	122
اُمُّ المومنین سیدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا	122
فصل نمبر 13	131
اُمُّ المومنین سیدہ ریحانہ بنت شمعون رضی اللہ عنہا	131

Marfat.com

فصل نمبر 14	134
اُمّ المومنین سیّدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا	134
فصل نمبر 15	151
ازواج مطہرات کی تعداد اور کفار کے اعتراضات...... مدلل جوابات	151
فصل نمبر 16	154
رسول اللہ ﷺ کا طرزِ معاشرت	154
باب نمبر 2	158
اولادُ النبی	158
فصل نمبر 1	158
رحمتِ عالم ﷺ بحیثیت باپ	158
فصل نمبر 2	160
سیدہ رقیہ اور ام کلثوم	160
فصل نمبر 3	164
سیدہ زینب	164
فصل نمبر 4	167
حضرت قاسم اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما	167
فصل نمبر 5	167
حضرت ابراہیم، آنکھوں کی ٹھنڈک	167
فصل نمبر 6	171
سیرت سیدہ فاطمۃ الزہرا	171
سیدہ کی خصوصیات	193
فصل نمبر 7	229
الامام علی کرم اللہ وجہہ	229
فصل نمبر 8	281
الامام ابو محمد الحسن بن علی بن ابی طالب	281
فصل نمبر 9	305
سیدنا امام حسین بن علی بن ابی طالب	305
سیدنا حضرت حسین کی شہادت	321
اقوال سیدنا امام حسین	365
فصل نمبر 10	377
حضرت زین العابدین	377
اقوال زین العابدین	394
فصل نمبر 11	397
حضرت محمد بن علی بن حسین	397
فصل نمبر 12	404
حضرت امام جعفر صادق	404
فصل نمبر 13	412
حضرت موسیٰ کاظم	412
فصل نمبر 14	416
امام علی رضا کاظم	416
فصل نمبر 15	427
امام ابو جعفر تقی	427

Marfat.com

فصل نمبر 16	430	آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام	500
امام ابوالحسن عسکری	430	الجزء الثالث	502
فصل نمبر 17	433	اہل بیت نبی سے متعلق مسائل واحکام	502
امام ابومحمد حسین زکی	433	باب نمبر 1	502
فصل نمبر 18	436	سادات کے القاب......سید وشریف	502
سیدنا امام مہدی	436	باب نمبر 2	508
باب نمبر 3	465	کیا اہل بیت کیلئے صدقہ حلال ہے	508
رسول اللہ کے دیگر رشتہ دار	465	فصل نمبر 1	509
فصل نمبر 1	465	فرضی صدقات لینا اہل بیت کے لیے حرام ہیں	509
خلفائے اربعہ......رسول اللہ کے سسر اور دامادوں کے		فصل نمبر 2	510
فضائل	465	نفلی صدقات اور اہل بیت	510
فصل نمبر 2	489	باب نمبر 3	513
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچے	489	اہل اسلام اہل بیت کی برائی کا بدلہ بھی اچھائی سے	
شیر بہادر حمزہ بن عبدالمطلب	490	دیں......ان کی نسبت دیکھیں	513
العباس بن عبد المطلب......جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم		باب نمبر 4	520
کے عم محترم	493	اہل بیت کی ذمہ داریاں	520
فصل نمبر 3	498	فصل نمبر 1	520
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھیاں	498	اہل بیت کی ذمہ داری......دنیا اور دنیا داروں سے	
فصل نمبر 4	500	پرہیز، خواہشات اور حرام کاموں اور حرام رزق سے	
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لونڈیاں اور غلام	500	نفرت	520
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لونڈیاں	500	فصل نمبر 2	521
		اہل بیت اور نیکی کا اجر اور برائی کا گناہ	521

Marfat.com

فصل نمبر 3 521

اہل بیت کی ذمہ داری...... کتاب اللہ اور سنت رسول پر عمل پیرا ہونا 521

فصل نمبر 4 522

اہل بیت کی ذمہ داری...... شرف کو قائم رکھنا 523

فصل نمبر 5 523

ایک ذمہ داری...... خاندان سے وفاداری 523

فصل نمبر 6 523

ایک ذمہ داری...... لوگوں کے لیے نمونہ 523

اسوۂ ازواج مطہرات 525

فصل نمبر 7 526

سادات کے لیے اہل بیت کی زندگیوں میں نمونے 526

فصل نمبر 8 527

اہل بیت سے مصنف کی اپیلیں 527

باب نمبر 5 527

اہل بیت کے لیے تنبیہات...... چند التجائیں 527

فصل نمبر 1 527

اہل بیت اہل سنت سے محبت کریں اور اپنے چھپے ہوئے دشمنوں سے ہوشیار رہیں 527

فصل نمبر 2 529

اہل بیت جان لیں کہ صحابہ کرام محب رسول واہل بیت تھے...... اہل بیت صحابہ کی محبت کا جواب محبت سے دیں 529

فصل نمبر 3 533

تزکیۂ نفس اور تقویٰ کو اختیار کرنا اہل بیت کے لیے ناگزیر ہے 533

فصل نمبر 4 535

اہل بیت اپنی نسبت پر بھروسہ نہ کر بیٹھیں...... اہل بیت نیک اعمال کی طرف توجہ دیں 535

اختتام جلد دوم 536

☆☆☆☆

Marfat.com

الجلد الثانی

☆ **الجزء الاول:** اہل بیت کون ہیں۔؟ ان سے محبت کا فرض ہونا۔
☆ **الجزء الثانی:** اہل بیت کی سیرت، فضیلت اور اقوال۔
☆ **الجزء الثالث:** اہل بیت نبی کے متعلق احکام ومسائل۔

Marfat.com

الجزء الاول:

اہل بیت کون ہیں؟ ان سے محبت کا فرض ہونا۔

باب نمبر 1: اہل بیت (مطالب ومعانی اور پہچان قرآن وحدیث کی روشنی میں)

باب نمبر 2: فضیلت اہل بیت۔

باب نمبر 1:

اہلِ بیت (مطالب ومعانی اور پہچان قرآن وحدیث کی روشنی میں)

آل واہل کا معنی:

لفظ ''آل'' اصل میں ''اہل'' تھا۔ ''ھا'' کو ہمزہ میں تبدیل کیا تو بنا ''األ'' علم صرف کا یہ قاعدہ وقانون ہے کہ جب دو ہمزے اکٹھے ہوں تو ایک ہمزہ کو الف میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ اس لیے جب دو ہمزے اکٹھے ہوئے تو دوسرے ہمزہ کو الف میں تبدیل کر دیا گیا اس طرح یہ بن گیا ''آل''

اہل لغت کہتے ہیں:

''اٰلُ الرَّجُلِ اَهْلُهٗ''

''آدمی کی آل سے مراد اس کے اہل ہیں۔''

اور ''اہل'' کے متعلق صاحب لسان العرب علامہ ابن منظور رقم طراز ہیں!

''اَهْلُ الرَّجُلِ عَشِيْرَتُهٗ وَذَوُوْ قُرْبَاهٗ''

''آدمی کی اہل سے مراد اس کے کنبہ والے افراد اور اس کے نسبی اقرباء ہیں۔''

''وَاَهْلُ الْبَيْتِ سَكَّانُهٗ''

''اور اہل بیت سے مراد گھر میں رہنے والے ہیں۔''

''وَاَهْلُ بَيْتِ النَّبِيِّ ﷺ اَزْوَاجُهٗ وَبَنَاتُهٗ وَصِهْرُهٗ''

(لسان العرب، جلد نمبر 11)

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے مراد آپ کی ازواج مطہرات، آپ کی صاحبزادیاں اور آپ کے داماد ہیں۔''

اسی طرح موجودہ دور کی سب سے مستند ڈکشنری ''المنجد'' میں بھی اسی طرح لکھا ہے!

''اٰلُ الرَّجُلِ اَهْلُهٗ وَلَا يُسْتَعْمَلُ اِلَّا فِيْ مَافِيْهِ شَرْفٌ''

''آدمی کی آل سے مراد اس کے اہل ہیں اور لفظِ آل صرف اصحابِ شرف کیلئے استعمال ہوتا ہے۔''

Marfat.com

نبی کریم کے اہل بیت اور قرآن مجید:

اب ہم قرآن مجید سے چند آیات بیان کرتے ہیں جن سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اہل بیت میں شامل ہیں۔

سورتِ نمل میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی حضرت صفورہ رضی اللہ عنہا کو آپ کی اہل فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا" (القرآن المجید، پارہ نمبر 19، سورۃ النمل، آیت نمبر 7)

"جب موسیٰ نے اپنی گھر والی سے فرمایا کہ مجھے ایک آگ نظر آئی ہے۔"

اس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل بیت فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِیْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 4 سورۃ آل عمران، آیت نمبر 121)

"اور یاد کیجئے! جب آپ صبح کو اپنے گھر والوں (حضرت عائشہ کے گھر) سے برآمد ہوئے مسلمانوں کو لڑائی کے مورچوں پر قائم کرتے۔"

اور اسی طرح قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو بھی اہلِ بیت فرمایا ہے:

"قَالُوْٓا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 12، سورۃ ہود، آیت نمبر 73)

"فرشتے بولے کیا اللہ تعالیٰ کے کام کا تعجب کرتی ہو اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں تم پر ہوں اے نبی کے گھر والو۔"

ان آیات سے یہ اظہر من الشمس ہو گیا کہ ازواجِ مطہرات سلام اللہ علیہن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں شامل ہیں۔

اب ان لوگوں کے رد میں چند آیات پیش ہیں جو آلِ رسول یعنی اولادِ رسول اور داماد رسول کو اہل بیت میں داخل نہیں جانتے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

"اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 22، سورۃ احزاب، آیت نمبر 33)

"اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھر والو! کہ تم سے دور کر دے ہر قسم کی ناپاکی کو اور تمہیں پوری طرح پاک وصاف کر دے۔"

"رجس" کے معنی گندی چیز کے ہیں۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر ناپسندیدہ چیز کو "رجس" کہتے ہیں، خواہ وہ عمل ہو یا غیر عمل اور اکثر علماء کرام نے اس سے گناہ مراد لیا ہے۔ اسی لئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

"اَنَا وَاَھْلُ بَیْتِیْ مُطَھَّرُوْنَ مِنَ الذُّنُوْبِ"

(روح المعانی، جلد نمبر 22، صفحہ نمبر 12)

''میں اور میرے اہل بیت گناہوں سے پاک ہیں۔''

اس آیت تطہیر کے شانِ نزول کے بارے میں اُمُّ المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں اپنے گھر کے دروازے کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ مین نے عرض کیا:

"یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! اَلَسْتُ مِنْ اَھْلِ الْبَیْتِ"

''اے اللہ کے نبی! کیا میں آپ کے اہل بیت سے نہیں؟''

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا!

"اِنَّکَ اِلٰی خَیْرٍ اَنْتَ مِنْ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ"

''یقیناً آپ بھلائی پر اور نبی کی ازواج میں سے ہیں۔''

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

''میرے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ حضرت علی، حضرت فاطمۃ الزہرا اور حضرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہم موجود تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اپنی کالی دھاری دار چادر ڈال دی اور عرض کیا!

"اَللّٰھُمَّ ھٰٓؤُلَاءِ اَھْلُ بَیْتِیْ فَاذْھَبْ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَطَھِّرْھُمْ تَطْھِیْرًا"

(تفسیر خازن، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 449)

''اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں تو ان سے رجس کو دور فرمادے اور انہیں خوب پاک فرمادے۔''

حضرت ابوسعید خذری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد چالیس دن صبح فجر کے وقت حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے دروازے پر تشریف لا کر فرماتے:

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکٰتُہٗ اَلصَّلٰوۃُ رَحِمَکُمُ اللّٰہُ"

(اشرف المؤبد لآل محمد، صفحہ نمبر 8، مطبوعہ مصر)

''اے اہل بیت! تم پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی، رحمت اور برکت ہو۔ نماز پڑھو۔ اللہ تم پر رحم فرمائے۔''

اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس آیت مبارکہ کے نزول کے بعد چھ ماہ تک اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بقول سات ماہ تک جب بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کیلئے حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر کے دوازے کے پاس سے گزرتے تو آپ بلند آواز سے فرماتے:

"یٰٓاَھْلَ الْبَیْتِ اَلصَّلٰوۃُ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا"

(تفسیر درمنشور، از امام جلال الدین سیوطی، جلد نمبر 5، صفحہ نمبر 189)

''اے اہل بیت! نماز کا وقت ہے، نماز پڑھو، اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھر والو! تم سے دور کردے ہر قسم کی ناپاکی اور اچھی طرح تمہیں پاک صاف کردے۔''

اسی طرح امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الصواعق المحرقہ، صفحہ نمبر 144 میں اس آیت تطہیر کے ضمن میں فرماتے ہیں:

Marfat.com

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کے بعد دعا فرمائی اور پھر فرمایا!

"اَنَا حَرْبٌ لِّمَنْ حَارَبَهُمْ وَسَلْمٌ لِّمَنْ سَالَمَهُمْ وَعَدُوٌّ لِّمَنْ عَادَاهُمْ"

"جوان (اہل بیت) سے جنگ کریں گے میں ان سے جنگ کروں گا اور جوان سے صلح کریں گے میں ان سے صلح کروں گا اور جوان سے دشمنی کریں گے میں ان سے دشمنی کروں گا۔"

پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نفوس قدسیہ پہ اپنی چادر ڈال کر عرض کیا:

"اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اٰلُ مُحَمَّدٍ فَاجْعَلْ صَلٰوٰتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ"

(صواعق محرقہ ،صفحہ نمبر 144)

"اے اللہ! یہ آل محمد ہیں! پس تو اپنی صلوٰۃ و برکات آل محمد پر نازل فرما۔ بے شک تو ہی تعریف کیا گیا اور بزرگی والا ہے۔"

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

"قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى"

"اے نبی! فرما دیجئے میں (اس دعوتِ حق پر) کوئی معاوضہ نہیں مانگتا سوائے اپنے قرابت داروں کی محبت کے۔"

اس آیت کریمہ کے شانِ نزول کے بارے میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو انصارِ مدینہ نے دیکھا کہ آپ علیہ السلام پر مصارف بہت زیادہ ہیں اور مال وغیرہ کچھ بھی نہیں تو انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق واحسانات یاد کر کے بہت سا مال واسباب جمع کیا، سب کا سب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کر دیا اور عرض کیا:

"یارسول اللہ! ہم آپ کی وجہ سے گمراہی سے ہدایت کی طرف آئے۔ آپ کی وجہ سے ہی ہمیں خداشناسی ملی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کے اخراجات بہت زیادہ ہیں اور آمدن کچھ بھی نہیں، اس لیے یہ مال و دولت آپ کی بارگاہ میں ہدیہ کرتے ہیں، قبول فرمائیں۔"

اس وقت مندرجہ بالا آیت کریمہ نازل ہوئی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مال واسباب واپس کر دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا!

"یارسول اللہ! آپ کے قرابت داروں سے کون مراد ہے؟"

تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا!

"عَلِیٌّ وَّفَاطِمَةُ وَابْنَاهُمَا"

"علی، فاطمہ اوران کے دونوں بیٹے۔" (تفسیر مظہری، از قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 318)

علامہ عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں اس آیت کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا:

"يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَنْ قَرَابَتُكَ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ وَجَبَتْ عَلَيْنَا مَوَدَّتُهُمْ"

"یارسول اللہ! آپ کے وہ قریبی کون ہیں جن کی محبت ہم مسلمانوں پر واجب ہے؟"

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

Marfat.com

"عَلِیٌّ وَّفَاطِمَةُ وَابْنَاهُمَا"

"وہ علی، فاطمہ اوران کے دونوں بیٹے حسن وحسین ہیں۔"

(تفسیر روح المعانی، جلد نمبر 25 صفحہ نمبر 31) (تفسیر روح البیان، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 311)

اسی آیت کی تفسیر میں حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب آیت مودت نازل ہوئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا!

"اے اللہ کے رسول وہ کون سے قریبی ہیں جن کی محبت قرآن کے حکم سے ہم پر واجب ہے؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"علی، فاطمہ، حسن، حسین اوران دونوں کی اولاد"

حضرت ابن عربی مزید لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اس شخص پر جنت حرام کردی گئی جس نے میرے اہل بیت پر ظلم کیا اور مجھے میری عزت کے بارے میں تکلیف دی۔ جس نے عبدالمطلب کے کسی بیٹے کے ساتھ احسان کیا اور وہ اس کا بدلہ نہ دے سکا تو اس کے احسان کا بدلہ کل قیامت کے دن میں دوں گا جب وہ مجھے ملے گا۔"

(تفسیر ابن عربی، ازامام محی الدین ابن عربی جلد ثانی، صفحہ نمبر 433 مطبوعہ بیروت) (تفسیر روح البیان، ازعلامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 311)

مذکورہ بالا آیات واحادیث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت علی، حضرت فاطمۃ الزہرا، حضرت امام حسن وحسین، ان کی اولادیں اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات وباندیاں بھی شامل ہیں۔

اہل بیت اوراحادیث:

اہل بیت رسول سلام اللہ علیہم کی عظمت وشان میں بے شمار فرامین رسول علیہ السلام موجود ہیں جن میں سے چنداحادیث پیش کی جاتی ہیں۔

1: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر میدان عرفات میں عرفہ کے دن اپنی اونٹنی قصواء پر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا:

"یَآاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّی تَرَکْتُ فِیْکُمْ مَنْ اَنْ اَخَذْ تُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا کِتَابُ اللّٰهِ وَعِتْرَتِیْ اَهْلِ بَیْتِیْ"

(سنن ترمذی، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 219)

"اے لوگو! میں نے تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اسے پکڑے رکھو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) اوردوسرے میرے گھر والے اورعترت۔"

گویا کہ ارشاد فرمایا:

"جولوگ قرآن مجید پرعمل کرتے رہیں گے اور میرے اہل بیت سے محبت کرتے رہیں گے وہ ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہوں گے۔"

2: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کاارشاد کیا خوب ہے:

Marfat.com

یَآاَھْلُ بَیْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ حُبُّکُمْ فَرْضٌ مِّنَ اللّٰہِ فِی الْقُرْاٰنِ اَنْزَلَہٗ
کَفَاکُمْ مِنْ عَظِیْمِ الْقَدْرِ اَنَّکُمْ مَنْ لَّمْ یَصِلْ عَلَیْکُمْ لَاصَلٰوۃَ لَہٗ

''اے اہل بیت رسول! تمہاری محبت اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب قرآن مجید میں فرض قرار دی گئی ہے۔ تمہارے عظیم المرتبت ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ جو کوئی بھی نماز میں تم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔''

3: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اَحِبُّوْا اللّٰہَ لِمَا یَغْذُوْکُمْ مِنْ نِّعَمِہٖ وَاَحِبُّوْنِیْ بِحُبِّ اللّٰہِ وَاَحِبُّوْا اَھْلَ بَیْتِیْ بِحُبِّیْ''

(جامع ترمذی، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 219)

''اللہ تعالیٰ سے محبت کرو کہ وہ تمہیں نعمتوں سے غذا عطا فرماتا ہے اور مجھ سے اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرو اور میرے اہل بیت سے میرے سبب سے محبت کرو۔''

5: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کعبہ شریف کا دروازہ پکڑ کر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''اَلَا اِنَّ مِثْلَ اَھْلِ بَیْتِیْ فِیْکُمْ مِثْلَ سَفِیْنَۃِ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَھَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا ھَلَکَ''

(مشکوٰۃ المصابیح، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 595)

''خبردار کہ تم میں میرے اہل بیت کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے، جو اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ ہلاک ہو گیا۔''

اس حدیث شریف کی اہمیت کا اندازہ ایک تو اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس حدیث کو بیان کرنے والے صحابی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیت اللہ شریف کا دروازہ پکڑ کر اسے بیان کر رہے ہیں تاکہ کسی کو بھی اس کی صحت و اہمیت پر شک نہ رہے۔ وہ ابوذر غفاری جن کے تقویٰ کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زہد عیسیٰ علیہ السلام کا نام دیا۔

دوسرا یہ کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء اس بات کا اعلان فرما رہے ہیں کہ جس کسی کے ہاتھ سے بھی میری اہل بیت کی محبت کا دامن چھوٹ گیا، وہ اس دنیا میں بھی اور قیامت کے دن بھی تباہ و برباد ہو گیا۔

5: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی شان ہے:

''اَھْلُ بَیْتِیْ اَمَانٌ لِّاَھْلِ الْاَرْضِ فَاِذَا ھَلَکَ اَھْلُ بَیْتِیْ جَاءَ اَھْلَ الْاَرْضِ مِنَ الْاٰیَاتِ مَا کَانُوْا یُوْعَدُوْنَ''

''میرے اہل بیت اہل زمین کیلئے امان ہیں۔ جب میرے اہل بیت ہلاک ہو جائیں گے تو اہل زمین کے پاس وہ نشانیاں آئیں گی جن سے انہیں ڈرایا گیا ہے۔''

6: ایک اور ارشاد مبارک ہے:

''میرے اہل بیت سارے اہل زمین کیلئے غرق ہونے سے امان ہیں اور میرے اہل بیت میرے امت کے اختلاف کی امان ہیں۔ پس جب عربوں میں سے کوئی قبیلہ ان کی مخالفت کرتا ہے تو وہ اختلاف کر کے شیطان کا ٹولہ بن جاتا ہے۔''

Marfat.com

(الصواعق المحرقہ، صفحہ نمبر 125)

ان احادیث سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جائے امان تھی جو کوئی بھی اس میں سوار ہوگیا وہ بچ گیا اور جو کوئی اس میں سوار نہ ہوا وہ تباہ و برباد ہوگیا۔ اسی طرح جو کوئی بھی اہل بیت کی محبت سے سرشار ہوگیا وہ کامیاب ہوا اور جو کوئی بغض و عناد اہل بیت کی آگ میں جل گیا وہ نامرد ہوا۔

7: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"اِجْعَلُوْا اَهْلَ بَيْتِیْ مِنكُمْ مَكَانَ الرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ وَمَكَانَ الْعَيْنِ مِنَ الرَّأْسِ وَلَا تَهْتَدِی الرَّأْسُ اِلَّا بِالْعَيْنَيْنِ"

(اشرف المؤبد لآل محمد، صفحہ نمبر 28)

"میرے اہل بیت کو اپنے درمیان وہ مقام دو جو جسم میں سر کا اور سر میں آنکھوں کا ہے اور سر تو فقط آنکھوں کے ذریعے ہدایت پاتا ہے۔"

8: حضرت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"کوئی بندہ کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک مجھے اپنی جان سے اور میری اولاد کو اپنی اولاد سے اور میرے اہل کو اپنے اہل سے اور میری ذات کو اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہ جانے۔"

(اشرف المويد لآل محمد، صفحہ نمبر 85)

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ علیہ السلام سے نسبت والی ہر چیز کو مومن اپنی جان، اولاد، مال، اپنے اعزاء و اقرباء، بلکہ ہر چیز سے زیادہ محبوب رکھتا ہے۔

اس حدیث سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ حُبِ اہلِ بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بغیر ایمان نامکمل ہے اور جس کا ایمان مکمل نہیں اسے عبادات کا ڈھیر بھی کیا فائدہ دے گا۔

9: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

"وَعَدَنِیْ رَبِّیْ فِیْ بَيْتِیْ مَنْ اَقَرَّ مِنْهُمْ بِالتَّوْحِيْدِ وَلِیْ بِالْبَلَاغِ اَنْ لَّا يُعَذِّبَهُمْ"

"میرے رب نے میرے گھرانے کے بارے میں مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ جو بھی ان میں سے توحید و رسالت کا اقرار کرے گا میں اسے عذاب نہیں دوں گا۔"

10: یہ تو اہل بیت کا معاملہ ہے، اب ذرا اس عاشق کے متعلق بھی فرمانِ مصطفیٰ کریم علیہ السلام سنئے جو ان سے محبت کرتا ہے۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا!

"اَرْبَعَةٌ اَنَا لَهُمْ مُشَفِّعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُكْرِمُ لِذُرِّيَّتِیْ وَالْقَاضِیْ لَهُمْ حَوَائِجَهُمْ وَالسَّاعِیْ لَهُمْ فِیْ اُمُوْرِهِمْ عِنْدَمَا اضْطُرُّوْا اِلَيْهِ وَالْمُحِبُّ لَهُمْ بِقَلْبِهٖ وَلِسَانِهٖ"

"قیامت کے دن میں چار آدمیوں کی سفارش کروں گا۔ ایک وہ جو میری اولاد کی عزت کرنے والا ہوگا، دوسرا وہ جو ان کی ضروریات کو پورا کرنے والا ہوگا، تیسرا وہ کہ جب اہل بیت مجبوری کی حالت میں اس کے پاس آئیں تو وہ ان کے معاملات نپٹانے میں کوشش کرنے والا ہوگا اور چوتھا وہ جو دل اور زبان سے ان سے محبت کرنے والا ہوگا۔"

Marfat.com

11: مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ارشاد عالی شان ہے!

"مَنْ صَلّٰی صَلَاۃً وَلَمْ یُصَلِّ فِیْھَا عَلَیَّ وَعَلٰی اَھْلِ بَیْتِیْ لَمْ تُقْبَلْ مِنْہُ"

(الصواعق المحرقہ، صفحہ نمبر 233)

"جس کسی شخص نے بھی نماز پڑھی اور اس میں مجھ پر اور میرے اہل بیت پر درود نہ پڑھا تو اس کی نماز قبول نہ کی جائے گی۔"

12: حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"کُلُّ دُعَاءٍ مَحْجُوْبٌ حَتّٰی یُصَلّٰی عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ"

"ہر دعا کو روک دیا جاتا ہے یہاں تک کہ محمد اور محمد کی آل پر درود نہ پڑھ لیا جائے۔"

(فیض القدیر، جلد نمبر 5 صفحہ نمبر 19)

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ دعا کو اس وقت تک قبول نہیں فرماتا جب تک محمد اور محمد کے اہل بیت اطہار پر درود نہ پڑھ لیا جائے۔"

ان احادیث سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ اگرچہ کوئی خدا تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا بھی اقرار کرتا ہے مگر اہل بیت اطہار کے ساتھ بغض و عناد رکھتا ہے اس کی کوئی بھی عبادت قبول نہیں۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا!

یا اھلبیت رسول اللہ حبکم فرض من اللہ فی القرآن انزلہ

کفا کم من عظیم القدر انکم من لم یصلی علیکم لا صلاۃ لہ

"اے رسول اللہ کے اہل بیت! تمہاری محبت اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب قرآن مجید میں فرض قرار دی گئی ہے اور تمہارے عظیم المرتبت ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ جو تم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔"

13: حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ لَّمْ یُعْرِفْ عِتْرَتِیْ وَالْاَنْصَارَ فَھُوَ لِاَحَدٍ ثَلَاثٍ اِمَّا مُنَافِقٌ وَّاِمَّا لِزَانِیَۃٍ وَاِمَّا لِغَیْرِ طُھْرٍ یَعْنِیْ حَمَلَتْہُ اُمُّہٗ عَلٰی غَیْرِ طُھْرٍ" (اشرف المؤید لآل محمد، صفحہ نمبر 92)

"جو شخص میری عترت اور انصار کو نہیں پہچانتا (ان کی تعظیم نہیں کرتا) تو اس میں تین میں سے ایک ضرور نقص ہوگا۔ یا تو وہ منافق ہوگا یا وہ حرامی بچہ یا جب اس کی ماہ اس سے حاملہ ہوئی ہوگی تو وہ پاک نہ ہوگی (یعنی حیض و نفاس والی ہوگی)۔"

اس حدیث پر وہ لوگ خاص طور پر غور کریں جن کے دل میں اہل بیت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بغض ہے۔

14: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مخبر صادق علیہ السلام نے فرمایا!

"اے لوگو! جو شخص اہل بیت کے ساتھ بغض رکھے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا حشر یہودیوں کے ساتھ کرے گا۔"

15: وہ خوش قسمت جن کے دل میں عشق اہل بیت موجزن ہے قیامت کے دن ان کی شان دیکھنے والی ہوگی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

Marfat.com

''میرے اہل بیت اور میرے وہ امتی جوان سے محبت رکھتے ہیں قیامت کے دن حوض کوثر پر ان دو انگلیوں کی طرح (آپ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی [illegible] اشارہ کیا) وارد ہوں گے۔''

16: حضور رحمت عالم علیہ السلام کا ارشاد عالی شان ہے:

''میں اور میرے اہل بیت جنت کے درخت ہیں اور ان کی شاخیں دنیا میں ہیں تو جوان شاخوں کو محبت وعقیدت کے ساتھ تھامے وہ اپنے رب کی طرف سے راستہ پائے گا۔'' (ذخائر العقبیٰ، صفحہ نمبر 16، مطبوعہ مصر)

17: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا یُحِبُّ نَا وَ اَھْلَ الْبَیْتِ اِلَّا مُؤْمِنٌ تَقِیٌّ وَّلَا یَبْغَضُنَا اِلَّا مُنَافِقٌ شَقِیٌّ))

(الصواعق المحرقہ، صفحہ نمبر 232)

''مجھ سے اور اہل بیت سے مومن اور متقی محبت رکھتا ہے اور منافق اور شقی ہم سے بغض رکھتا ہے۔''

اس حدیث مبارکہ سے مومن اور متقی اور منافق وشقی کی پہچان ہوگئی کہ جس کا دل محبت وعظمت اہل بیت اطہار سے سرشار ہے وہ مومن بھی ہے اور متقی بھی اور جس کے ماتھے پر عظمت وشان رسول واہل بیت سن کر بل پڑ جائیں اور جس کا سینہ بغض و عناد سے جل رہا ہو وہ منافق بھی ہے اور بدبخت بھی۔

18: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ اَبْغَضَ اَھْلَ الْبَیْتِ فَھُوَ مُنَافِقٌ))

''جو اہل بیت کے ساتھ بغض رکھتا ہے وہ منافق ہے۔''

19: علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الشرف المؤبد لآل محمد'' میں امام حاکم اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہما کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

''اگر کوئی شخص بیت اللہ کے ایک کونے اور مقام ابراہیم کے درمیان چلا جائے اور نماز پڑھے اور روزے رکھے پھر وہ اہل بیت محمد کی دشمنی پر مرجائے تو دوزخ میں جائے گا۔''

غور طلب مقام ہے کہ بیت اللہ شریف اس دنیا میں افضل ترین مقام ہے جہاں پر ایک نماز پڑھنے کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ملتا ہے اور پھر اس گھر میں بیت اللہ شریف کے بعد افضل ترین جگہ مقام ابراہیم ہے تو جس کے دل میں اہل بیت اطہار کی عداوت ہے اس کو ان مقدس ترین مقامات پر بھی عبادات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں اور اس کی تمام مشقت بے کار ہے۔

نتیجہ کلام:

گزشتہ بالا سطور کا حاصل یہ ہے کہ اہل بیت اطہار سلام اللہ علیہم اجمعین کے مقام کا اندازہ کرنے کی نہ کسی قلم میں سکت ہے اور نہ کسی زبان میں طاقت۔ اگر ایک صحابی کی عظمت تک ساری امت کے اولیاء، اغواث، اقطاب، ابدال واوتاد نہیں پہنچ سکتے تو جو اہل بیت ہیں ان کی گردِ پا تک کون پہنچ سکتا ہے۔؟ اب گستاخوں اور بے ادبوں میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو اپنے مقاصد کیلئے کبھی اولاد علی رضی اللہ عنہ کو اہل بیت سے نکالنے کی کوشش کرتا ہے تو کبھی ازواج رسول سلام اللہ علیہن اجمعین کو۔

Marfat.com

مذکورہ بالا تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات سلام اللہ علیھن اجمعین، تمام بیٹیاں، تمام داماد اور حضرت فاطمہ کی اولاد کی اولاد بھی اہل بیت رسول رضی اللہ عنہم میں شامل ہیں۔

ملا عمر خاطر مدنی لکھتے ہیں:

اہل بیت وہ ہیں جو جناب نبی کریم ﷺ کے قریبی ہیں اور ہم ان کے احترام، ان کی توقیر اور ان کی محبت کے زیادہ لائق وحقدار ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی ناپاکی دور کردی ہے اور انہیں خوب ستھرا کیا ہے۔ اسی ضمن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهر کم تطهیرا))

''اللہ تو یہ چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو! تم سے ہر ناپاکی دور فرمائے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے''

(الاحزاب ۳۳)

اور یہ وہ لوگ ہیں جن کی پیروی کرنے اور جن کے روشن طریق کو اپنانے کا رسول کریم ﷺ نے ہمیں حکم دیتے ہوئے فرمایا

((انی تارك فیکم الثقلین کتاب الله واهل بیتی))

(اس حدیث کو مسلم، احمد، نسائی اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔)

''میں تمہارے اندر دو بھاری چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ایک اللہ کی کتاب اور دوسرے میرے گھر والے۔''

ایک دوسری روایت یوں ہے:

((انی تارك فیکم الثقلین کتاب الله و عترتی وانهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض فانظر واکیف تخلفونی فیهما))

''میں تمہارے اندر دو عظیم الشان چیزیں چھوڑ چلا ہوں: کتاب اللہ اور میری اولاد، یہ دونوں آپس میں جڑواں ہیں، ایک دوسرے سے اس وقت تک جدا نہیں ہوں گے جب تک میرے پاس حوض پر نہ پہنچ جائیں۔ پس غور وفکر کرو کہ ان دونوں کے حق میں تم میری کیسی نیابت کرتے ہو (یعنی کیا سچے اور اچھے وارث ثابت ہوتے ہو یا برے۔)''

(مسلم نے اس حدیث کو حضرت زید بن ارقم کی حدیث سے کتاب فضائل الصحابہ، باب ''فضائل علی بن ابی طالب میں ذکر کیا ہے۔ جلد ۴، صفحہ ۱۸۷۳، ترمذی نے اس کو نمبر ۳۷۸۶، ۳۷۸۸ کے تحت نقل کیا ہے، امام احمد اس کو مسند میں اپنی حدیث اور دیگر واسطوں سے لائے ہیں۔)

اہل بیت وہ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے مال فے اور خمس میں حصہ مقرر فرمادیا ہے۔

جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے:

((ما آفاء الله علی رسوله من اهل القری فلله و للرسول ولذی لقربی و الیتامی والمساکین وابن السبیل))

''جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے وہ اللہ اور رسول کی ہے اور رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کیلئے ہے۔'' (الحشر ۷)

((واعلموا انما غنمتم من شیء فان لله خمسه وللرسول ولذی القربی والیتامی والمساکین

Marfat.com

و ابن السبیل))(الانفال ۴۱)

''اور جان لو کہ جو کچھ غنیمت لو تو اس کا پانچواں حصہ خاص اللہ اور رسول اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کا ہے۔''

اہل بیت وہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے صدقہ اور زکوٰۃ وغیرہ سے مبرّا قرار دیا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

((انا آل محمد لا تحل لنا الصدقة))

''ہم آل محمد ﷺ ہیں ہمارے لئے صدقہ حلال نہیں۔''

اور یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز بخشا ہے کہ ہر نماز میں ان پر درود بھیجنا لازم قرار دیا ہے۔

ترمذی، حاکم اور دیگر محدثین نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت فقل تعالوا ندع ابنائنا وابنا کم و نساء نا و نساء کم نازل فرمائی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت فاطمہ اور حضرت حسین و حسین رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بلا بھیجا اور فرمایا:

(("اللهم هولاء اهل بيتي"))

''اے اللہ یہ میرے گھر والے ہیں۔''

(یہ حدیث صحیح بخاری میں ۱۷۱،۳۰ کے تحت زکوٰۃ کے اس باب جس کا عنوان ہے: جو نبی کریم ﷺ کیلئے صدقہ کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے، وارد ہوئی ہے اور کتاب جہاد کے اس باب (جس نے فارسی زبان اور عجمی زبان میں گفتگو کی) نقل کی گئی۔ فتح الباری ۳/۲۱۲،۶۱۴/۶ صحیح مسلم میں نمبر ۱۰۶۹ کے تحت کتاب الزکوٰۃ کے باب (جناب رسول اللہ اور اہل بیت پر صدقہ کی حرمت) میں وارد ہوئی۔ ج ۳ ص ۴۶، ابوداؤد (نمبر ۱۰۶۹) زکوٰۃ میں (بنی ہاشم پر صدقہ کے باب میں) پہلے لائے ہیں۔ نسائی ۳/۲۲۸، ابن ماجہ نمبر ۱۷۸ اور احمد المسند (۱،۲۰۰،۲،۴۰۹،۴۴۴ اور ۴۷۶ میں اسے لائے ہیں۔)

امام احمد اور ترمذی نے حضرت ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا یہ قول:

(("انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهر كم تطهيرا"))(الاحزاب ۳۳)

نازل ہوا تو جناب نبی کریم ﷺ نے حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم اجمعین کو جمع فرمایا:

(("اللهم هولاء اهل بيتي فاذهب عنهم الرجس و طهر هم تطهيرا"))

''اے اللہ! یہ میرے گھر والے ہیں۔ ان سے ناپاکی دور کر اور انہیں خوب ستھرا کر دے۔''

امام مسلم نے اپنی ''صحیح'' میں حضرت زید بن ارقم سے درج ذیل حدیث روایت کی۔ حضرت زید بن ارقم نے فرمایا:

((خطبنا رسول الله ﷺ بماء يدعى خمابين مكة والمدينة فحمد الله واثنى عليه ووعظ و ذكر ثم قال "اما بعد الا ايها الناس فانما انا بشر يوشك ان ياتي رسول ربي فاجيب وانا تارك فيكم ثقلين اولهما كتاب الله فيه الهدى والنور فخذوايكتاب الله واستمسكوابه))

(امام احمد اپنی مسند میں اس حدیث کو لائے ہیں، ج ۱، ص ۳۳۱ ج ۳، ص ۲۵۹۔ ۲۹۲،۶۸۵۔ ۳۰۴، امام ترمذی تفسیر کے باب (ومن سورة الاحزاب) حدیث ۳۲۰۵، ۳،۳۸۸۶ اور مناقب میں باب (مناقب اہل بیت النبی ﷺ ۵/۳۲۸۔ ۶۲۱ اور ۳۸۷۰ نمبر کے تحت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کے باب میں اس حدیث مذکورہ بالا کو لائے ہیں اور کہا ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے۔ حاکم نے اپنی مستدرک ۳/۱۴۶ میں اسے نقل کیا ہے۔ اسی طرح طبرانی کئی واسطوں سے ''الکبیر'' میں ۲۶۶۳/۲۶۷۳ نمبر کے تحت اسے لاتے ہیں۔ ۳/۴۶۔ ۵۱)

Marfat.com

''ہمیں جناب رسول اللہ ﷺ نے پانی کے ایک چشمے کے پاس جوخم، کے نام سے معروف ہے اور مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے خطاب فرمایا۔ آپ نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور ہمیں پند وموعظت فرمائی، پھر فرمایا: اے لوگو! سنو! میں ایک انسان ہوں، قریب ہے کہ میرے رب تعالیٰ کا رسول (عزرائیل علیہ السلام) اللہ کا حکم لے کر میرے پاس آئے اور میں اپنے رب کے حکم پر لبیک کہوں (یعنی میرا وصال ہو جائے) تو سنو میں تمہارے اندر دو عظیم الشان چیزیں چھوڑنے والا ہوں۔ ان میں سے ایک تو اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، جس میں ہدایت اور نور ہے، تم اسے ہاتھوں ہاتھ لے لینا اور اسے مضبوطی سے پکڑ لینا۔''

آپ نے اپنے اس قول سے کتاب اللہ کو اپنانے اور اس پر عمل پیرا ہونے پر ابھارا اور اس کی طرف ترغیب دلائی۔''

بعد ازاں فرمایا:

((واهل بيتي اذكركم الله في اهل بيتي، اذكركم الله في اهل بيتي اذكركم الله في اهل بيتي))

''اور میرے اہل بیت، اپنے اہل بیت کے بارے میں، میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں۔ اپنے اہل بیت کے بارے میں، میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں۔ اپنے اہل بیت کے بارے میں، میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں۔''

یہ کلمہ آپ نے تین دفعہ دہرایا یعنی تم ان کے حقوق کا خیال رکھنا اور ان کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔

((فقال له حصين ومن اهل بيته يا زيد اليس نساؤه من اهل بيته قال نسائوه من اهل بيته، ولكن اهل بيته من حرم عليهم الصدقة بعده قال من هم قال هم آل علي و آل عقيل، وال جعفر و آل عباس قال كل هولاء عليهم الصدقة حرام، قال نعم))

(مسلم نے یہ حدیث ۲۴۰۸ کتاب فضائل الصحابہ کے باب (من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں نقل کی ہے۔ ۱۸۷۳/۴ اور احمد مسند میں ۱۱۴/۴،۲/۳۲۶،۴/۳۶۷۔۳۷۰،۳۸۲،۳۰۳۷۰ اور ''الفضائل'' میں نمبر ۱۲۶۷ میں اور طبرانی نے بہت سارے واسطوں اور متعدد سندوں کے ساتھ جو حضرت زید بن ارقم تک پہنچتی ہیں اس حدیث کو معجم الکبر میں روایت کیا ہے۔ ۱۸۵/۵)

''حضرت حصین نے حضرت زید سے پوچھا: اے زید! رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت کون کون لوگ ہیں؟ کیا آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کا شمار اہل بیت میں نہیں؟ انہوں نے کہا: آپ کی ازواج آپ کے اہل بیت میں سے ہیں، مگر آپ کے اہل بیت وہ ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ کا مال حرام ہے۔ انہوں نے پوچھا: وہ کون لوگ ہیں جن کیلئے صدقہ حرام ہے۔ انہوں نے جواب دیا وہ اولاد علی، اولاد عقیل، اولاد جعفر اور اولاد عباس ہیں، پھر انہوں نے پوچھا۔ کیا ان سب پر صدقہ کا مال حرام ہے۔ کہا: ہاں۔''

((وفي الصحيح اللهم صلى الله على محمد و ازواجه و ذريته))

(بخاری میں حدیث مذکورہ بالا نمبر ۳۳۶۹، ۶۳۶۰ کتاب الانبیاء کے باب: ھل یصلی علی غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور کتاب الدعوات کے باب (قولہ تعالیٰ وصل علیھم ان صلاتک سکن لھم) میں منقول ہے۔ ج ۶ ص ۴۰۷، و ۱۲۰/۱۶۹، امام مسلم نے اس حدیث کو کتاب الصلاۃ کے (باب التشہد'' میں نقل کیا ہے۔ ۳۰۶/۱ امام مالک موطا میں کتاب السفر میں اسے لائے ہیں۔ ۱/۱۶۵ ابن ماجہ نے (۹۰۵) اور نسائی نے السہو کے باب (کیف الصلوۃ علی النبی ﷺ) میں اسے روایت کیا ہے۔ ۳/۴۹ اور امام احمد نے اپنی مسند میں اسے نقل کیا ہے ۱/۱۶۲/۳،۴۷/۴،۱۱۸،۲۲۱،۵/۲۷۴،۴۲۴۔)

''صحیح میں ہے: اے اللہ! درود بھیج حضرت محمد ﷺ پر، آپ کی ازواج پر اور آپ کی اولاد پر۔''

اور ایسے ہی ہمیں رسول کریم ﷺ نے سکھایا ہے کہ ہم یوں کہیں:

((اللهم صل على محمد و على آل محمد كما صليت على ابراهيم و على آل ابراهيم انك

Marfat.com

حميد مجيد، و بارك على محمد و على آل محمد كما باركت على ابراهيم و على آل ابراهيم انك حميد مجيد))

''اے اللہ! درود بھیج حضرت محمد پر اور اولاد محمد پر جیسا کہ تو نے درود بھیجا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور درود ابراہیم پر۔ بے شک تو سب خوبیوں والا اور بزرگ و برتر ہے۔''

(امام بخاری حدیث مذکورہ بالا نمبر ۶۳۵۷ کو کتاب الدعوت کے باب (الصلوۃ علی النبی ﷺ) اور سورۃ انبیاء میں اللہ تعالیٰ کے اس قول ''واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا کی تفسیر اور سورۃ الاحزاب میں اللہ تعالیٰ کے اس قول ان الله و الملائكته يصلون على النبى کی تفسیر کے دوران لائے ہیں۔ فتح الباری ۱۱/۱۵۳ مسلم اس حدیث کو نمبر ۴۰۶ کے تحت کتاب الصلوۃ کے باب (''الصلوۃ علی النبی ﷺ بعد التشہد'') میں لائے ہیں، صحیح مسلم، ۱/۳۰۵ امام ترمذی نے اس کو ۴۸۳ نمبر کے تحت کتاب الصلوۃ کے باب (ماجاء فی صفۃ الصلاۃ علی النبی ﷺ) میں اسے نقل کیا ہے، ابوداود میں نمبر ۹۷۶ کے تحت کتاب الصلوۃ میں (تشہد کے بعد جناب نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنے) کے باب میں وارد ہوتی ہے، ابن ماجہ نمبر ۹۰۴ اقامۃ الصلاۃ کے باب (الصلوۃ علی النبی ﷺ) میں اسے لائے اور احمد نے مسند میں نقل کی ہے۔ ۴/۲۴۱،۲۴۳،۲۴۴)

اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اہل بیت حضرت فاطمہ، علی، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں، نص حدیث یعنی حدیث ''الکساء'' اور حدیث المباہلۃ کی رو سے یہی چادر والے ہیں۔ اور بے شک آیت کریمہ کے عموم اور الفاظ حدیث الصلاۃ علیہ وعلی ازواجہ وذریاتہ کی رو سے آپ کی ازواج مطہرات بھی آپ کے اہل بیت میں سے ہیں اور یہ کہ آل علی، آل جعفر، آل عقیل اور آل عباس رضی اللہ عنہم اجمعین ہی وہ حضرات ہیں جن پر درج ذیل حدیث:

((انا آل محمد لا تحل لنا الصدقه))

''ہم آل محمد ہیں ہمارے لئے صدقے کا مال حلال نہیں۔''

کے اقتضاء کے مطابق اللہ تعالیٰ نے صدقے کا مال حرام قرار دیا ہے۔ رشتہ داری اور قرب کی کئی منزلیں ہوتی ہیں، باوجود اس کے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ جناب نبی کریم ﷺ کے عم محترم اور آپ کے قریب ترین رشتہ دار ہیں مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اجماع امت کی رو سے بلحاظ رشتہ داری ان پر سبقت حاصل ہے۔ فی الحقیقت قربت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قرابت کو مستحکم بنایا۔ ہم مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ ہم اہل بیت سے محبت ومودت رکھیں، ان کی تعظیم اور عزت افزائی کریں، ان کی قدر کو پہچانیں، ان کی اتباع اور ان کی پیروی کریں، ان پر درود وسلام کو اللہ تعالیٰ نے ہماری عبادت قرار دیا ہے۔ یہ درود وسلام اسلام کا جزو ہے اور جناب رسول اللہ ﷺ صلوٰۃ وسلام کے ساتھ مربوط ومتصل ہے۔ یہ صرف اور صرف ان کے شرف اور ان کی عظمت کے تاج سید الاولین والآخرین حضرت محمد ﷺ کے وسیلہ سے ہے۔

ہم صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی بھی تعظیم وتوقیر کرتے ہیں، ان سے بھی محبت رکھتے ہیں، ان کی بھی فضیلت کے قائل ہیں۔ اس حقیقت کے پیش نظر اہل بیت اصل، فرع، خاندان اور سسرال سب کچھ ہوئے، ان کا اصل شریف اور ان کا مجد قدیم سید العالمین ﷺ رسول اعظم اور آپ کی اولین زوجہ کاملہ مطہرہ ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ ہیں، ان دونوں حضرات سے جو اولاد ہوئی وہ کچھ تو بچپن میں ہی فوت ہوئی مگر کچھ وہ بھی تھی جو بقید حیات رہی۔ انہوں نے شادیاں کیں، پھلے پھولے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر یہ تھی کہ اس عظیم گھرانہ نبوی کی ساری کی ساری اولاد حضرت فاطمۃ الزہرا کے بطن پاک اور امام کریم علی الکرار کرم اللہ وجہہ پشت سے ہی ہو۔ چنانچہ اس فیصلہ الٰہی کا ظہور دو جلیل القدر اماموں اور دو پاکیزہ پھولوں سیدنا حسن اور سیدنا

Marfat.com

حسین اور ان کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے جوان کی پاکیزہ نسل پھیلائی میں ہوا۔ پھر اس مبارک وعظیم شجر نبوی کا سایہ پھیلتا چلا جاتا ہے اور ساری کی ساری ازواج النبی ﷺ ذی وقار اور پاک دامن امہات المومنین کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ چنانچہ بنی جعفر، بنی عقیل اور بنی عباس بھی آپ کی آل اس میں شامل ہو جاتی ہے۔ ہر ایک کی الگ اپنی اپنی قدرومنزلت ہے اور جناب رسول اللہ ﷺ سے قربت ہے اور ان میں سے ہر ایک جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نسبت رکھتا ہے۔

آگے آنے والے صفحات میں ہم ازواج النبی، اولاد النبی، رسول اللہ کے سسر، رسول اللہ کے چچا اور پھوپھیوں، حضرت علی اور ان کی اولاد حضرت حسن، حسین، زینب، ام کلثوم اور علی زین العابدین رضی اللہ عنہم اجمعین اس نسب مبارک کی بڑی بڑی شخصیات پر ہم روشنی ڈالیں گے اور عنقریب میں یہ کوشش کروں گا کہ اسے نہایت سادہ اور سہل انداز میں پیش کروں تاکہ ہم اس معطر سیرت اور اس مبارک نسب کو اپنی نوجوان نسل اور تمام مسلمانوں کے ذہن نشین کرا سکیں۔ ان کے لئے اپنی اس محبت پر ہم اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتے ہیں جیسا کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ کیلئے اپنی محبت پر اسے گواہ ٹھہراتے ہیں اور اپنی اس محبت کی غلو کی ضلالتوں اور لغزشوں کی طرف اپنا قدم نہیں بڑھاتے اور انہیں ان کے مرتبے سے نہیں بڑھاتے۔ وہ سارے کے سارے معزز بندے تھے۔ ہمیں ان کی محبت اور تعظیم کا حکم دیا گیا ہے۔ ہم نے اس حکم کو بغور سنا اور اطاعت کی۔ ایک عقلمند مومن یہ بات اچھی طرح سمجھتا ہے کہ اہل بیت کی عزت واکرام میں مبالغہ نہ کرنا۔ ان کے مرتبے سے انہیں نہ بڑھانا اور وہ چیزیں ان کی طرف منسوب نہ کرنا جو ان میں نہیں پائی جاتیں، ان کے ساتھ احسان و بھلائی ہے۔

بے شک ان کا مرتبہ بہت بلند ہے (اس پر ہم اللہ تعالیٰ کی حمد بجالاتے ہیں) ان کی منزلت بہت عالی ہے والحمد للہ۔!

ان کا نسب پاکیزہ ہے، عالی ہے، اور ان کی اصل بہت عمدہ اور لائق تعریف ہے۔

ان کی سیرت معطر ہے، اور ان کے افعال لائق ستائش ہیں۔ پس ہم پر جو لازم ہے وہ یہ ہے کہ ہم ان کے ساتھ ادب کا معاملہ کریں ان کے حقوق ادا کریں، ان سے محبت رکھیں جیسا کہ ہمیں اللہ عزوجل نے حکم دیا ہے اور ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ نے ہمیں وصیت فرمائی ہے اور اس انداز میں ان سے محبت کریں جس انداز میں صحابہ نے ان سے محبت کی تھی۔ ہم اللہ سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی محبت، اپنے رسول کی محبت، آپ کے اہل بیت کرام کی محبت اور آپ کے چمکتے ہوئے چہروں والے کریم الافعال اور بابرکت صحابہ کی محبت و مودت میں ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر2:

فضیلت اہل بیت

اہل بیت نبی ﷺ کی فضیلت پر اور ان کی پکی اور سچی محبت کے وجوب پر قطع دلالت کرنے والی بہت ساری احادیث وارد ہوئی ہیں۔ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

((وعن زيد بن ارقم ان النبي ﷺ قال لعلي و فاطمة و حسين و حسين ان حرب لمن حارتم وسلم لمن سالمتم))

''حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت حسن و حسین سے فرمایا: جو تم سے جنگ کرے میری اس کے ساتھ جنگ ہے اور جو تمہارے ساتھ صلح کرے میری بھی اس سے صلح ہے۔''

((واخرج احمد والترمذی عن علی رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال: من احب هذين يعني الحسن والحسين واباهما، وامها كان معي في درجتي يوم القيامة))

''احمد اور ترمذی دونوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے ان دونوں یعنی حسین اور حسن اور ان دونوں کے باپ اور ان دونوں کی والدہ ماجدہ سے محبت رکھی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے ہی طبقہ میں ہوگا۔''

((وعن ابی سعید الخذری، رضی الله عنه، ان رسول الله ﷺ قال لفاطمة انی وایاك وهذا لراقد، یعنی علیا والحسن والحسین یوم القیامة لفی مکان واحد))

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ سے فرمایا: بے شک میں، تو اور یہ سونے والا (یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حسن اور حسین قیامت کے دن ایک جگہ میں ہوں گے۔''

((وعن علی رضی الله عنه انه دخل علی النبی ﷺ وقد بسط شملة فجلس علیها هو و علی و فاطمة والحسن والحسین ثم قال "اللهم ارض عنهم کما انا عنهم راض))

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے اپنی چادر مبارک بچھائی، اس پر آپ، علی، فاطمہ اور حسن و حسین تشریف فرما ہوئے۔ پھر آپ نے ان کیلئے یوں دعا فرمائی: اے اللہ! تو ان سے راضی ہو جا جیسا کہ میں ان سے راضی ہوں۔''

امام احمد نے اس کو مسند میں روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے ''تحفۃ'' ۱۰/۲۲۷ میں ''مناقب علی بن ابی طالب میں اس کو لائے

١٢٥٦٢٢

Marfat.com

ہیں اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے، ہم اس کو جعفر بن محمد کی حدیث سے صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں۔

((واخرج الترمذی من حدیث انس قال :(کان رسول الله ﷺ حین نزلت هذه الایة (انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت) یمرbباب فاطمة اذا خرج للصلاة قریباً من ستة اشهر فیقول "الصلاة اهل البیت" انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهر کم تطهیراً))

"ترمذی نے حضرت انس کی حدیث سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ پر جب یہ آیت (انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت) نازل ہوئی تو تقریباً چھ ماہ جب بھی آپ نماز کیلئے نکلتے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے قریب سے گزرتے اور فرماتے: اے گھر والو! تم پر درود ہو! بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے بارے یہ ارادہ رکھتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی کو دور کردے اور تمہیں خوب ستھرا بنادے۔"

اس حدیث کو طبرانی نے اسناد کے ساتھ "الاوسط" میں روایت کیا ہے اس کے رجال "صحیح" والے رجال ہیں۔ سوائے عبید بن طفیل کے اور وہ ثقہ ہیں، مجمع الزوائد ۹/۱۶۹۔

((مارواه البخاری عن عبد الله بن عمق رضی الله عنهما ان ابا بکر رضی الله عنه قال "اکرموا محمد ﷺ فی اهل بیته))

"ان میں سے ایک وہ حدیث ہے جو امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت محمد ﷺ کا احترام یہ ہے کہ ان کے اہل بیت کا احترام کیا جائے۔"

(البخاری، حدیث ۳۷۱۳، ۳۷۵۱ فضائل الصحابہ باب مناقب قرابۃ رسول اللہ ﷺ میں وارد ہوئی ہے۔ فتح الباری ۷/۷۸۔)

((وروی البخاری ایضا عن ابی بکر رضی الله عنه قال "والذی نفسی بیده القرابة رسول الله ﷺ احب الی ان اصل من قرابتی))

"امام بخاری نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انہوں نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ مجھے جناب رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں کے ساتھ تعلق جوڑنا اپنے رشتہ داروں کے ساتھ تعلق استوار کرنے کی بہ نسبت بہت زیادہ محبوب ہے۔"

(امام بخاری نے حدیث نمبر ۳۴۱۲ کو فضائل الصحابۃ کے باب "مناقب قرابۃ رسول اللہ ﷺ میں روایت کیا ہے۔ فتح الباری ۷/۷۸۔)

((وعن ابی جمیلة ان الحسن بن علی حین قتل علی استخلف، فبینما هو یصلی بالناس اذوثب الیه رجل فطعنه بخنجر فی ورکه فتمرض منها شراً ثم قام فخطب علی المنبر فقال یا اهل العراق اتوا الله فینا فانا امراؤ کم وضیفانکم، ونحن اهل البیت الذین قال عزوجل : (انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهر کم تطهیر) فماز ال یومئذ یتکلم حتی مانری فی المسجد الا باکیا"))

"ابو جمیلہ سے روایت ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوئی اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنائے

Marfat.com

گئے۔ دریں اثنا جب آپ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے، ایک شخص نے آپ پر حملہ کر کے آپ کے سرین مبارک میں خنجر گھونپ دیا۔ اس سے آپ تقریباً ایک مہینہ بیمار رہے۔ پھر آپ منبر پر خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے عراقیو! ہمارے معاملہ میں اللہ سے ڈرو! ہم تمہارے امیر اور تمہارے مہمان ہیں اور ہم وہ اہل بیت ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا ہے:

((انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل لبیت ویطھر کم تطھیراً))

''اے اہل بیت! اللہ تو تمہارے حق میں بس یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی کو دور کردے اور تمہیں خوب ستھرا بنا دے۔''
اس دن سے لے کر ہمیشہ جب بھی آپ گفتگو فرماتے، ہم مسجد میں آپ کو روتا ہوا دیکھتے۔

(ترمذی باب التفسیر میں سورۃ الاحزاب کی تفسیر کے دوران اس حدیث کو لائے ہیں اور اسے حسن کہا ہے۔ ۹/۱۶۸ اس کی تفسیر فتح القدیر ۷/۲۷۸ میں دیکھے۔)

((عن ثوبان مولی رسول اللہ ﷺ دعا لاھلہ، فذکر علیاً و فاطمۃ و غیر ھما، فقلت یا رسول اللہ و انا من اھل البیت، قال "نعم مالم تقم علی باب سدۃ او تاتی امیر تسالہ))

''ثوبان جو رسول اللہ ﷺ کے غلام ہیں، سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر والوں کے لئے دعا فرمائی، اس دعا میں آپ ﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ اور ان کے علاوہ دیگر حضرات کا بھی ذکر فرمایا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں بھی گھر والوں میں سے ہوں (میرے لئے بھی دعا فرمایئے) آپ نے فرمایا: ہاں! مگر اس شرط پر کہ تو اپنے دروازے پر چبوترہ نہیں بناتا یا کسی امیر سے مانگنے نہیں جاتا۔''

امام طبرانی نے ''الاوسط'' میں اسناد کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے ان کے رجال ثقہ ہیں، اور الہیثمی نے ''مجمع الزوائد'' ۹/۱۷۳ میں اس کی روایت کی ہے۔ طبرانی نے الکبیر میں مختلف اسناد کے ساتھ اس کی روایت کی ہے۔ اس کے رجال ثقہ ہیں اور الہیثمی نے ''مجمع الزوائد'' ۹/۱۷۲ میں اسے روایت کیا ہے۔

((واخرج الحاکم و صحح عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال وھو اخذ بباب الکعبۃ "من عرفنی فقد عرفنی، و من انکرنی فانا ابو ذر سمعت رسول اللہ ﷺ یقول الا ان مثل اھل بیتی فیکم مثل سفینۃ نوح من قومہ من رکبھا نجا و من تخلف عنھا غرق))

''حاکم نے اس حدیث کی روایت کی اور حضرت ابوذر غفاری سے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ حضرت ابوذر نے اس حال میں کہ وہ کعبہ کے دروازے کو پکڑے ہوئے تھے فرمایا: جس نے مجھے پہچانا سو اس نے مجھے پہچانا اور جس نے مجھے نہیں پہچانا وہ جان لے کہ میں ابوذر ہوں۔ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: سنو لوگو! بے شک تمہارے اندر میرے اہل بیت ایسے ہیں جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں ان کی کشتی جو اس میں سوار ہو گیا، نجات پا گیا اور جو پیچھے رہا غرق ہو گیا۔''

(المستدرک ۳/۱۵۰۔۱۵۱ اور ذھبی نے کہا کہ مفصل کمزور ہیں، امام حاکم نے بھی اس حدیث کی روایت ہے۔ ۲/۳۴۳ اور مسلم کی شرط پر اسے صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے اس قول کے ساتھ اس کا پیچھا کیا ہے۔ مفصل خرج لہ الترمذی وقد ضعفوہ۔ ترمذی نے مفصل سے روایت کی ہے۔ محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور ان کیلئے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے شاہد ہے۔ ابو نعیم نے اس کو الحلیۃ میں روایت کیا ہے۔ (۳۰۶:۸) اور ان کے اسناد میں الحسن بن ابی جعفر ہیں اور حضرت عبداللہ بن زبیر کی روایت سے بھی موجود ہے۔ اس کو مجمع الزوائد میں ذکر کیا ہے۔ ۹/۱۶۸ھ اور البراز کی

Marfat.com

طرف اس کی نسبت کی ہے۔)

((واخرج الطبرانی فی "الکبیر" عن ابن عباس رضی الله عنهما۔ ان رسول الله ﷺ قال "کل سبب و نسب منقطع یوم القیامة الا سببی و نسبی))

"طبرانی نے "الکبیر" میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
ہر وسیلہ اور ہر رشتہ قیامت کے دن ٹوٹنے والا ہے۔ سوائے میرے وسیلہ اور میرے رشتہ کے۔"

(الطبرانی نے "الکبیر" ۳/۳۶ میں اسناد کے ساتھ اس حدیث نمبر ۲۶۳۳، کی روایت کی ہے۔ ان کے رجال ثقہ ہیں اور عبدالرزاق نے اپنی "مصنف" (۱۰۳۵۴) میں۔ مجمع الزوائد ۲۶۲۵ الزوائد ۹/۱۷۳)

((وروی الطبرانی عن محمد بن علی بن الحسین، ان النبی صلی الله علیه وسلم بایع الحسن، والحسین، وعبد الله بن عباس، وعبد الله بن جعفر ولم یبقلوا ولم یبلغوا، ولم یبایع صغیراً الامنا))

"طبرانی نے محمد بن علی بن الحسین سے روایت کی کہ جناب نبی کریم ﷺ نے حسن، حسین، عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن جعفر کی بیعت کی، حالانکہ ابھی تک نہ تو ان کی داڑھی پھوٹی تھی اور نہ ہی وہ سن بلوغت کو پہنچے تھے۔ پھر فرمایا: حضور ﷺ نے سوائے ہم لوگوں کے کبھی بھی کسی کم سن کی بیعت نہیں لی۔"

((وروی ابویعلی عن ابی هریرة قال: قال رسول الله ﷺ، خیر کم خیر کم لاهلی من بعدی))

"میرے بعد تم سب میں بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ بہتر ہے۔"

(ہیثمی اس حدیث کو مجمع الزوائد ۹/۱۷۴ میں لائے ہیں اور کہا کہ اس کو ابویعلی نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔)

((وروی الحاکم عن عبد الرحمن بن ابی لیلی قال: لقینی کعب بن عجرة فقال: الا اهدی لك هدیة سمعتها من النبی ﷺ قلت بلی فاهدها التی قال سالنا رسول الله ﷺ فقلنا یا رسول الله کیف الصلاة علیکم واهل البیت؟ قال قولو اللهم صلی محمد و علی آل محمد کما صلی علی ابراهم و علی ال ابراهیم انك حمید مجید، اللهم بارك علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی ابراهیم و علی آل ابراهیم انك حمید مجید))

"حاکم نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: کعب بن عجرۃ مجھے ملے اور فرمایا: کیا میں وہ کلمہ تجھے بطور ہدیہ پیش نہ کروں! جو میں نے جناب نبی کریم ﷺ سے سنا ہے میں نے کہا: ہاں! کیوں نہیں، مجھے ضرورت بطور تحفہ دیجئے۔ فرمایا: ہم نے جناب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ کے اہل بیت پر درود کیسے پڑھا جائے۔؟ فرمایا: کہو، اے اللہ درود بھیج حضرت محمد پر اور آل محمد پر جیسا کہ تو نے درود بھیجا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور اولاد ابراہیم پر، بے شک تو سب خوبیوں والا اور بزرگ و برتر ہے۔ اے اللہ! برکت نازل فرما حضرت محمد ﷺ پر اور آل محمد پر جیسا کہ تو نے برکت نازل فرمائی حضرت ابراہیم پر اور اولاد ابراہیم پر، بے شک تو ستودہ اور بزرگ و برتر ہے۔"

(اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد حاکم نے مستدرک میں کہا کہ اس حدیث کو امام محمد بن اسماعیل البخاری نے موسیٰ بن اسماعیل کی روایت

Marfat.com

سے اپنی "الجامع الصحیح" میں حرف بہ حرف ان کے اسناد اور الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے اور بخاری کی روایت اس طرح ہے۔ "کہو "اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید اللھم بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی آل ابراہیم انک حمید مجید"

((وروی احمد فی مسنده عن زید بن ثابت رضی الله عنه قال :قال رسول الله ﷺ "انی تارك فیكم خلیفتین كتاب الله عزوجل۔ ممدود مابین السماء الارض، اومابین السماء والارض و عترتی اهل بیتی، وانهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض))

"امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت زید بن ثابت سے روایت کی ہے۔ زید نے کہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تم میں اپنے دو نائب چھوڑ چلا ہوں (وہ دونوں گویا جڑواں ہیں) ایک اللہ عزوجل کی کتاب جو آسمان وزمین کے درمیان یا آسمان سے لے کر زمین تک پھیلی ہوئی ہے۔ (جس کو پکڑ کر تم اللہ تعالیٰ تک پہنچ سکتے ہو اور اس کا قرب حاصل کر سکتے ہو) دوسری میری اولاد جو میری اہل بیت ہے، اور یہ دونوں مقامات قیامت میں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔ تاوقتیکہ میرے پاس حوض کوثر پر نہ پہنچ جائیں۔"

(مسند احمد ۵/۱۸۲ اور الہیثمی نے "المجمع" ۹/۱۶۲ میں کہا کہ اس کو امام احمد نے روایت کیا اور ان کے اسناد عمدہ ہیں۔)

((وروی الحاکم عن ابی سعید الخدری رضی الله تعالیٰ عنه قال :قال رسول الله ﷺ : والذی نفسی بیده لا یبغضنا اهل البیت احد الادخله الله النار))

"حاکم نے حضرت ابوسعید الخدری سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! کوئی بھی شخص جو ہم اہل بیت سے بغض رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل کرے گا۔"

المستدرک ۳/۱۵۰ اور کہا کہ یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور ان دونوں نے اس کی تخریج نہیں کی۔ امام ذہبی اس سے خاموش ہے۔

((وعن ابن عباس، رضی الله عنهما، قال قال رسول الله ﷺ احبو الله لما یغذو کم به من نعمه، واحبونی بحب الله واحبوا اهل بیتی لحبی))

"حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے محبت کرو کیونکہ وہ اپنی نعمتوں سے تمہاری پرورش فرماتا ہے اور اللہ کی محبت کیلئے مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کے پیش نظر میرے اہل بیت سے محبت کرو۔ (محبوب کا محبوب بھی محبوب ہوتا ہے)"

(امام ترمذی نے مناقب میں باب (فی مناقب اہل بیت النبی ﷺ) میں اس حدیث کو روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے، اس طریق سے ہم اس کو پہچانتے ہیں۔ ۵/۶۶۴ اور امام حاکم نے اس کو المستدرک ۳/۱۵۰ میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہیں۔ امام بخاری اور مسلم نے اس کی روایت نہیں کی۔ امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔)

((وروی الطبرانی عن جابر رضی الله عنه انه سمع عمر بن الخطاب رضی الله عنه یقول للناس حین تزوج ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب رضی الله عنه الا تهنونی؟ سمعت رسول الله ﷺ یقول ینقطع یوم القیامة کل سبب و نسب الا سببی و نسبی))

"طبرانی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ حضرت جابر نے حضرت عمر بن الخطاب کو جب انہوں نے ام کلثوم

Marfat.com

بنت علی سے شادی کی، یہ فرماتے سنا: تم لوگ مجھے مبارکباد کیوں نہیں دیتے؟ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ہر وسیلہ اور ہر رشتہ قیامت کے دن سوائے میرے وسیلہ اور میرے رشتہ کے منقطع ہو جائے گا۔''

(الہیثمی اس حدیث کو مجمع الزوائد ۱۷۳/۹ میں لائے ہیں اور انہوں نے کہا کہ امام طبرانی نے اس کو ''الاوسط'' اور ''الکبیر'' میں روایت کیا ہے اور ان دونوں کے رجال صحیح والے رجال ہیں سوائے حسن بن سہیل کے حالانکہ وہ ثقہ ہے۔)

((وروى مسلم عن زيد بن ارقم قال، قال رسول الله ﷺ "الا ايها الناس اما انا بشر يوشك ان ياتي رسول ربي فاجيب واني تارك فيكم ثقلين، اولهما كتاب الله فيه الهدى والنور فخذوا بكتاب الله واستمسكوا به" فحث على كتاب الله و رغب فيه ثم قال فاهل بيتي، اذكركم الله في اهل بيتي، اذكركم الله في اهل بيتي ، اذكركم الله في اهل بيتي"))

''امام مسلم نے حضرت زید بن ارقم سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سنو! اے لوگو! میں بھی تو ایک انسان ہی ہوں۔ قریب ہے کہ میرے پاس رب تعالیٰ کا بھیجا ہوا (عزرائیل) آئے اور میں رب تعالیٰ کے حکم پر لبیک کہوں (یعنی میرا وصال ہو جائے) تو لہٰذا میں تم میں دو ذی شان و ذی عظمت چیزیں چھوڑ چلا ہوں، ان میں سے پہلی کتاب اللہ ہے جس میں ہدایت و نور ہے، کتاب اللہ کو پکڑ لو اور اسے مضبوطی سے تھام لو۔''

آپ ﷺ نے کتاب اللہ کو لازم پکڑنے پر ابھارا اور اس میں رغبت دلائی، پھر فرمایا ''اور میرے گھر والے'' میں ان کے بارے میں بھی تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں (میرے بعد تم ان کا خیال رکھنا) ان کے بارے میں اللہ سے ڈرنا، انہیں تکلیف نہ دینا ان کی حفاظت کرنا۔ یہ کلمہ آپ نے تین دفعہ دہرایا۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت، اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کی محبت اور آپ کے پیارے اور پاک اہل بیت کی محبت عطا فرما اور ہمیں پہلوں اور پچھلوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے جھنڈے تلے ان کیساتھ اٹھا اور ہمیں صالحین، انبیاء کرام علیہم السلام، صدیقین، شہداء اور نیک لوگوں کی معیت میں جنت میں داخل فرما۔ اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

الجزء الثانی:

اہل بیت کی سیرت، فضیلت اور اقوال

باب نمبر 1: ازواج النبی/امہات المومنین۔
باب نمبر 2: اولاد النبی۔
باب نمبر 3: رسول اللہ کے دیگر رشتہ دار۔

باب نمبر 1:

ازواج النبی

فصل نمبر 1:

ابتدائی معلومات

تعداد ازواج مطہرات

ازواجِ مطہرات کی تعداد کے بارہ میں مختلف اقوال ہیں۔ان میں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ ان کی تعداد پندرہ تھی۔ چنانچہ ابوطاہر نے سیف بن عمر کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ سیدنا انس بن مالک اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ عورتوں سے شادی کی ان میں سے تیرہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دخول فرمایا اور گیارہ ایک وقت میں آپ کے پاس رہیں اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو اس وقت نو زندہ تھیں۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر، قسم لاسیرۃ، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 135) (دلائل النبوۃ، از امام بیہقی، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 288)

علامہ ابن کثیر نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالہ سے بھی یہ روایت نقل کی ہے۔

(البدایہ والنھایہ، از علامہ ابن کثیر، جلد نمبر 5، صفحہ نمبر 255)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات مختلف قبائل سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں جو زیادہ مشہور تھیں اور تمام مورخین ان پر متفق ہیں۔ حسب ذیل تھیں۔

قریشی ازواجِ مطہرات

1: ام المومنین حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بن خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن

Marfat.com

غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ۔

2: ام المومنین سیدہ عائشہ بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما ابن ابی قحافہ (عثمان) بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ بن کعب بن لوی۔

3: ام المومنین سیدہ حفصہ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما ابن نفیل بن عبد العزی بن ریاح بن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی۔

4: ام المومنین سیدہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما ابن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب۔

5: ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بنت ابی امیہ ھند بن سہیل بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب۔

6: ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی بن غالب۔

غیر قریشی ازواج مطہرات:

7: ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش بن رباب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ۔

8: ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بنت الحارث بن حزن بن بجیر بن الھزم بن رویبہ بن عبد اللہ بن ھلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس ھیلان۔

9: ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بن خزیمہ بن الحارث بن عبد اللہ بن عمرو بن عبد مناف بن ھلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن تکبر بن ھوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس عیلانی۔

10: ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا بنت الحارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک بن ضزیمہ بن سعد بن کعب بن عمرو بن ربعیہ بن حارثہ بن عمرو بن عامر۔

غیر عربی زوجہ محترمہ:

11: ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بن حیی بن اخطب بن ستیہ بن تغلب بن عامر بن عبید بن کعب بن الخزرج بن حبیب بن النفیر۔

اس زوجہ محترمہ کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا۔

بوقتِ انتقالِ نبی:

یہ ہیں وہ مشہور ازواج مطہرات سلام اللہ علیھن جن پر تمام مورخین متفق ہیں اور کسی نے ان کے بارے میں اختلاف نہیں کیا۔ ان ازواج مطہرات میں سے دو کا انتقال سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ہی میں ہو گیا۔ ان میں ایک ام

Marfat.com

المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد تھیں اور دوسری سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت حزیمہ۔

جس وقت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا اس وقت نو (۹) ازواج مطہرات زندہ تھیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

1: ام المومنین سیدہ عائشہ بنت صدیق اکبر بن قحافہ رضی اللہ عنہم۔

2: ام المومنین سیدہ حفصہ بنت عمر فاروق رضی اللہ عنہما۔

3: ام المومنین سیدہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما۔

4: ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ۔

5: ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بنت ابی امیہ۔

6: ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بنت الحارث۔

7: ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش۔

8: ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا بنت الحارث۔

9: ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حیی بن اخطب۔ (التلقیح نھرم اھل الاثر، لابن الجوزی، صفحہ نمبر 30)

وہ خواتین جو حرم نبوی کی زینت نہ بن سکیں:

مذکور ازواج مطہرات کے علاوہ حضور نبی کریم علیہ السلام نے دوسری خواتین کے ساتھ بھی نکاح فرمایا مگر وہ کسی نہ کسی عارضہ کی وجہ سے حرم نبوی کی زینت نہ بن سکی۔ ان میں سے بعض خواتین یہ ہیں:

1: سیدہ فاطمہ بنت شریح رضی اللہ عنہا
2: سیدہ اسماء بنت نعمان رضی اللہ عنہا
3: سیدہ لیلیٰ بنت الخطیم رضی اللہ عنہا
4: سیدہ نشاۃ بنت رفاعہ رضی اللہ عنہا
5: عالیہ بنت ظبیان
6: قتیلہ بنت قیس
7: شنباء بنت عمر الغفاریہ
8: خولہ بنت الہذیل

ترتیب نکاح:

اس امر میں کسی مورخ اور محدث کو کوئی اختلاف نہیں کہ ازواج مطہرات میں سب سے پہلے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حبالہ عقد میں آئیں اور جب تک حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اور عورت سے نکاح نہیں کیا۔ یہ بھی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت ہے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن خواتین سے نکاح فرمایا ان کی ترتیب میں اختلاف ہے:

1: عبداللہ بن محمد بن عقیل رضی اللہ عنہم (جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی عقیل رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کے پوتے تھے اور ان کی والدہ کا نام زینب بنت علی بنت ابی طالب تھا۔ عبداللہ کا انتقال 42 ہجری میں ہوا) فرماتے ہیں!

''سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین سیدہ عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ

Marfat.com

عنہما سے نکاح فرمایا، پھر ام المومنین سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے، پھر ام المومنین سیدہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا سے، پھر ام المومنین سیدہ حفصہ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما سے، پھر ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے، پھر ام المومنین سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے، پھر ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے، پھر ام المومنین سیدہ میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے، پھر ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا بنت الحارث سے اور پھر ام المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے۔"

2: مشہور محدث و مفسر حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا، پھر سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا، پھر سیدہ عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما، پھر سیدہ ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہما، پھر سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا، پھر سیدہ حفصہ بنت عمر فاروق رضی اللہ عنہما، پھر سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا، پھر سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا، پھر سیدہ میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا، پھر سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا اور پھر سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔"

3: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں فرماتے ہے!

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ ہجرت فرما گئے تو آپ کے حبالہ عقد میں اس وقت سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا تھیں، پھر مدینہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے حرم میں داخل ہوئیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن تین اور چار ہجری میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا، سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا، پھر پانچویں سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا، پھر چھٹے سال سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سے، پھر ساتویں سال سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا، پھر سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اور پھر سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 450)

نفقہ و حق مہر:

نکاح کے لئے حق مہر نہایت ضروری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی ازواج مطہرات کا حق مہر مقرر فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مہر کی مقدار کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔

1: چنانچہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

"اِنَّ صَدَاقَهٗ ﷺ لِاَكْثَرِ اَزْوَاجِ اَرْبَعُ مِاَةِ دِرْهَمٍ"

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر ازواج مطہرات کا حق مہر چار سو درہم تھا۔"

(اخرجہ البسوی فی التاریخ، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 338، بسند صحیح) (السیرۃ النبویہ، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 644) (اخرجہ البیہقی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 460)

2: یہ تو محمد ابن اسحاق کی روایت ہے جس میں ازواج مطہرات کی اکثریت کے حق مہر کا ذکر ہے لیکن صحیح مسلم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا حق مہر بارہ اوقیہ اور نش تھا۔"

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 2:

کثرتِ ازواج کی حکمتیں

یہاں پر ہم کثرت ازواج کی چند حکمتیں بیان کرتے ہیں جن سے قارئین کرام کو اس کے فوائد و ثمرات سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

اہتمامِ تعلیم و تربیت:

1: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد نکاح فرمانے کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ عورتوں کیلئے کئی معلمات تیار کی جائیں جو انہیں شرعی احکام سکھائیں۔ اس لیے کہ عورتوں پر مردوں کے مقابلے میں بہت سی تکالیف ڈالی گئی ہیں اور اکثر عورتیں بعض امور شرعیہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے میں حیاء کرتی تھیں۔ خاص کر خواتین حیض، نفاس، جنابت اور حقوقِ زوجیت وغیرہ کے بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے میں شرماتی تھیں اور جب بھی ان مسائل میں سے کسی کے بارے میں سوال کرنے کا کوئی ارادہ کرتیں تو ان پر شرم وحیاء غالب آجاتی تھی جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق میں کامل حیاء شامل تھی جس کے بارے میں احادیث وسنن کی کتابیں روایت کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کنوری لڑکی جو اپنی چادر میں ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ حیاء والے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی طرف سے پیش کیے گئے ہر سوال کا صراحت ووضاحت کے ساتھ جواب نہ دیتے بلکہ بعض اوقات کنایات استعمال فرماتے تھے اور سائلہ کبھی کنایہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد کو نہ سمجھتی۔

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ طاہرہ طیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انصار کی ایک خاتون نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حیض کے غسل کے متعلق سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کا طریقہ سمجھایا پھر اسے فرمایا!

''ایک خوشبودار کپڑا لے کر اس کے ساتھ پاکی حاصل کرو!''

اس نے عرض کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس کے ساتھ کیسے طہارت حاصل کروں؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''پس تم طہارت حاصل کرو۔''

اس نے پھر عرض کیا!

''میں کیسے پاکیزگی حاصل کروں۔''

وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کنایہ کو نہیں سمجھ رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''سبحان اللہ! اس کے ساتھ پاکی حاصل کرو۔''

Marfat.com

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

''میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور اسے کہا کہ اس کپڑے کو فلاں جگہ (شرمگاہ) پر رکھو اور خون کے اثر کو اس کے ساتھ صاف کرو۔ میں نے صراحت کے ساتھ اس جگہ کا ذکر کیا جہاں پر اس نے کپڑے کو رکھنا تھا یعنی شرمگاہ۔''

جاہلیت کی ناپسندیدہ رسوم کا قلعہ قمع:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد شادیاں زمانۂ جاہلیت کی بعض ناپسندیدہ عادات ختم کرنے کیلئے کیں تھیں۔ مثلاً کسی کو منہ بولا بیٹا بنانے کی بدعت کہ عرب اسلام سے قبل ایسا کرتے تھے۔ کوئی شخص کسی کو اپنا متبنی بنالیتا تھا جو کہ اس کی پشت سے نہیں تھا اور اسے صلبی بیٹے کے حکم میں رکھتا تھا اور جیسا کہ نسبی بیٹوں کے احکام ہوتے ہیں (مثلاً میراث، طلاق، شادی رضاعی محرمات اور نکاح کے ساتھ حرام ہونے والی اشیاء وغیرہ) متبنی کو بھی اسی طرح حقیقی بیٹا بنالیتے تھے اور تمام احوال میں نسبی بیٹے کی طرح احکام جاری کرتے تھے اور یہ تقلیدی دین تھا جس کی جاہلیت میں پیروی کی جاتی تھی۔ ان میں سے کوئی غیر کے بیٹے کو بیٹا بنا کر کہتا تھا تو میرا بیٹا ہے میں تمہارا وارث ہوں اور تم میرے وارث ہو اور اسلام کے لائق یہ بات نہیں تھی کہ وہ باطل کا قلعہ قمع نہ کرے اور نہ ہی یہ بات لائق تھی کہ لوگ جہالت کے اندھیروں میں بھٹکتے رہیں۔

پیاروں کی دلجوئی:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں سب سے محبوب اور قدر و منزلت میں سب سے بلند شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نورِ نظر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے میں لوگوں پر سبقت کی، اپنا جسم، روح، مال اللہ کے دین کی نصرت کے راستے میں وقف کر دیا اور اسلام کے راستے میں اذیتیں برداشت کیں۔ یہاں تک کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا!

''ہم نے ہر ایک آدمی کے احسان کا پورا پورا بدلہ دیا ہے سوائے ابوبکر صدیق کے۔ بیشک ان کا ہمارے پاس احسان ہے جس کا بدلہ انہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ خود عطا فرمائے گا اور کسی کے مال نے مجھے کبھی بھی اتنا فائدہ نہیں دیا جتنا فائدہ ابوبکر کے مال نے دیا ہے اور میں نے کسی پر بھی اسلام پیش نہیں کیا مگر اس نے ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا مگر ابوبکر کہ انہوں نے ذرا بھی تاخیر نہیں کی۔ اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ابوبکر کو دوست بناتا اور خبردار! سن لو! تمہارا ساتھی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کا خلیل (دوست) ہے۔''

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بدلہ اس کے سوا نہ پایا کہ ان کی آنکھوں کو ان کی بیٹی کے ساتھ شادی کر کے ٹھنڈا کریں اور ان کے درمیان رشتہ اور قرابت پیدا ہو جائے جو ان دونوں کی صداقت اور مضبوط ربط کو زیادہ کرے۔ جیسا کہ آپ علیہ السلام نے حضرت حفصہ بنت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے شادی فرمائی جو کہ ان کے باپ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام، صدق، اخلاص اور اس دین کے راستے میں فنا ہو جانے پر ان کی آنکھوں پر ٹھنڈک بن گئی۔ پس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے ساتھ مصاہرت کا طریقہ ان کے اسلام کے راستے میں دوسرے لوگوں پر مقدم ہونے کا بہترین بدلہ تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مصاہرت کے شرف میں دونوں وزیروں (سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما) کے درمیان مساوات اختیار فرمائی اور ان دونوں کی بیٹیوں کے ساتھ شادی۔ یہ ان دونوں کیلئے نہ

Marfat.com

صرف بہت بڑا شرف تھا بلکہ عظیم بدلہ، احسان بھی تھا اوراس زندگی میں اس سے بڑھ کران دونوں کو بدلہ دینا ممکن نہ تھا۔

امن عامہ کے لئے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض عورتوں کے ساتھ شادی ان پر تالیف قلب کے سبب اوراسلام کی سربلندی کے لیے کی۔ یہ تسلیم شدہ بات ہے کہ انسان جب کسی قبیلہ یا خاندان میں سے شادی کرتا ہے تو ان کے درمیان قرابت پیدا ہوجاتی ہے اور یہ بات طبعی طور پر ان لوگوں کو اس شخص کی نصرت اور حمایت کی طرف بلاتی ہے۔

بوجہِ خدمتِ اسلام:

بعض کو خدمتِ اسلام کی وجہ سے شرف زوجیت سے مشرف کیا گیا۔ مثلاً: حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنے خاونداور والدہ کے ساتھ حبشہ ہجرت کی وہاں اُن کے خاوند کا انتقال ہوگیا۔ انہی دنوں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوگیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قربانیوں کا لحاظ کرتے ہوئے اوران کے مصائب ختم کرنے کے لئے انہیں اپنے نکاح میں لیا۔

اہل وعیال کو سہارا دینا:

بعض جانثاروں اورراہ خدامیں قربانیاں پیش کرنیوالوں کے اہل وعیال کو سہارا دینے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیوگان سے نکاح کیا۔ یہ کسی قائد کا اہم فریضہ ہوتا ہے کہ وہ تحریک سے وابستہ افراد کی ہر معاملہ میں حوصلہ افزائی کرے۔

1: حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے تھالیکن وہ غزوۂ احد میں شہید ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شہادت کی وجہ سے پیدا ہونیوالی بے سہارگی کا مداوا کرنے کیلئے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو عقد کا شرف بخشا۔

2: حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رضائی بھائی اور گیارہویں مسلمان تھے۔ انہوں نے حبشہ اور مدینہ دونوں طرف ہجرت کی۔ جب یہ ہجرتِ مدینہ کیلئے روانہ ہوئے تو ان کے بیوی اور بچے خاندان والوں نے ان سے زبردستی چھین لیے۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہانے اس کے باوجود عزمِ ہجرت کو پورا کیا۔ حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہ ہرروز شام کواس مقام پرآکر رویا کرتی تھیں جہاں ان کوان کے شوہر سے چھینا گیا تھا۔ ایک سال کا عرصہ اسی طرح روتے ہوئے گزاردیا مگر ترکِ اسلام کا کبھی خیال تک بھی دل میں نہ لائیں۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ غزوۂ اُحد میں زخمی ہوئے اور جانبر نہ ہوسکے۔ وفات کے وقت ان کے دو چھوٹے لڑکے عمرو اور سلمہ اور دو لڑکیاں زیب اور درہ تھیں۔ آخری وقت انہوں نے یہ دعا کی!

"اَللّٰهُمَّ اخْلِفْنِیْ فِیْ اَهْلِیْ بِخَیْرٍ"

"اے اللہ! میرے اہل کی بہترین نگہداشت فرما۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسلمہ اور ام سلمٰی رضی اللہ عنہا کی ان قربانیوں کا صلہ دینے کے لیے اوران معصوم بچوں کو کفالت کو احسن طور پر نبھاتے کیلئے حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمالیا۔

Marfat.com

فصل نمبر 3:

سیدہ خدیجۃ الکبریٰ

رسول اللہ ﷺ کی ازواج میں سے پہلی زوجہ ان میں سب سے افضل اور دونوں جہاں کی چار کامل عورتوں میں سے ایک ہیں۔ کیونکہ آپ پاک گھرانہ نبوی کی تمام شاخوں کی اصل ہیں اور آپ ہی وہ اکیلی خاتون ہیں، جن کے ہوتے ہوئے آپ ﷺ نے کوئی دوسری شادی نہیں کی۔ آپ ہی وہ منفرد و یکتا عورت تھیں جنھوں نے کبھی بھی جناب نبی کریم ﷺ کو ناراض نہیں کیا۔ آپ ہی کے بطن سے آپ ﷺ کی ساری کی ساری اولاد ہوئی۔ سوائے حضرت ابراہیم کے جو حضرت ماریہ کے بطن سے ہوئے۔

ہاں یہی تو وہ خدیجہ ہیں جنھیں اسلام قبول کرنے میں اپنے زمانہ کی ساری عورتوں پر سبقت حاصل ہے، یہی تو وہ ہیں جنھوں نے دعوت و تبلیغ کے ابتدائی مراحل کی سختیاں اور مشکل برداشت کیں، یہ وہ ہیں جو جناب رسول اللہ ﷺ کے حرم محترم ہونے کی حیثیت سے شعب ابو طالب میں محصورر ہیں۔ یہی وہ خدیجہ ہیں کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام حضور ﷺ پر وحی لے کر اترتے تو ان کے رب تعالیٰ کی طرف سے انہیں سلام پہنچاتے۔

یہی وہ منفرد خاتون ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک ایسے گھر کی خوشخبری سنائی جو سونے سے بنایا گیا تھا۔ اس میں نہ کوئی شور ہوگا اور نہ کسی قسم کی مشقت۔ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے یہی وہ واحد خاتون ہیں جنھیں مکہ معظمہ میں سپرد کیا گیا۔ انہوں نے ہمیشہ حضور ﷺ کی اپنی ذات، اپنی حیثیت اور اپنے مال سے ڈھارس بندھوائی، آپ کی مدد کی اور آپ ﷺ کی غمگساری کی۔

ام المومنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا عام الفیل سے پندرہ سال قبل 555 عیسوی کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا نام ''خدیجہ''، لقب ''طاہرہ'' اور کنیت ''ام ہند'' تھی۔

ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا عرب کے شریف اور معزز ترین خاندان قریش سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا بچپن سے ہی نہایت شریف النفس اور نیک طبع تھیں، آپ جب بڑی ہوئیں تو اپنے اعلیٰ کردار، پاکیزہ اخلاق اور فہم و فراست کی وجہ سے ''طاہرہ'' کے لقب سے مشہور ہوئیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ذہانت و فطانت کے ساتھ ساتھ عفت و عصمت کی صفاتِ جمیلہ سے بھی نوازا تھا۔

(اصابہ، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 60)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آنے سے پیشتر آپ رضی اللہ عنہا کی دو شادیاں ہو چکی تھیں۔ چونکہ آپ رضی اللہ عنہا ایک سردار کی بیٹی تھیں، بڑے ناز و نعم میں پلی بڑھی تھیں اور مال و دولت کی بھی فراوانی تھی اس لیے آپ رضی اللہ عنہا کے

Marfat.com

لئے ایک سے بڑھ کر ایک رشتہ آیا مگر آپ کے والد نے اپنی بیٹی کی فہم وفراست کے پیش نظر ان کے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کا انتخاب کیا جو کہ تورات کے بہت بڑے عالم تھے۔ لیکن بعد میں نامعلوم وجوہات کی بنا پر یہ رشتہ نہ ہوسکا اس طرح آپ رضی اللہ عنہا کی پہلی شادی ابو ہالہ بن بناش تمیمی سے ہوگئی۔ اس کا تعلق بنی اسد بن عمرو سے تھا۔ بعض مورخین نے اس کا نام ونسب ابوھالہ ھند بن ذدارة بن بناش تمیمی لکھا ہے۔ اکثر تواریخ میں اس کا نام ہند بھی آیا ہے۔

(اسد الغابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 79)(فتح الباری، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 167)

ابو ہالہ سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دولڑکے ہوئے۔ ایک کا نام ہالہ اور دوسرے کا نام ہند تھا۔ بعض روایات کے مطابق ہالہ زمانہ جاہلیت میں ہی فوت ہوگیا اور ھند کو شرف صحابیت حاصل ہوا۔

شادی کے تھوڑے عرصہ بعد ہی ابو ہالہ فوت ہوگیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا دوسرا نکاح عتیق بن عابد بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم المخذ ومی سے ہوگیا۔ اس سے آپ کے ہاں ایک بیٹی ہوئی جس کا نام ہند رکھا گیا۔ اس زمانے میں ہند نام لڑکے اور لڑکی دونوں کیلئے رکھا جاتا تھا۔

(عیون الاثر، جلد 1، صفحہ نمبر 109)

بعض مورخین نے کہا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا عتیق بن عابد مخزومی سے پہلے نکاح ہوا اور ابو ہالہ سے بعد میں۔ بہر حال اس بات پر تمام متفق ہیں کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آنے سے پہلے دو شادیاں کر چکی تھیں اور دونوں خاوند فوت ہو چکے تھے۔

حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اپنے دوسرے خاوند کے فوت ہو جانے کے بعد زیادہ وقت خلوت گزینی میں گزارتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا اپنا کچھ وقت خانہ کعبہ میں گزارتی اور کچھ زمانے کے مشہور کاہنہ عورتوں میں صرف کرتیں۔ قریش کے بڑے بڑے سرداروں نے آپ رضی اللہ عنہا کو پیغامِ نکاح دیا مگر آپ رضی اللہ عنہا نے سب کو رد کر دیا اور پردہ نشین اور باعزت زندگی بسر کی۔

(تاریخ الرسل والملوک، از امام طبری، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 161-160)(التاریخ از یعقوب بن سفیان، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 267 تا 269)(الدلائل النبوۃ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 283)(المسیرہ، از ابن اسحاق، صفحہ نمبر 245)(مجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 253)

اُمُّ المومنین سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے چونکہ والد اور دونوں خاوند انتقال کر چکے تھے اس لیے انہیں اپنے والد کے پیشہ تجارت کی خود نگرانی کرنی پڑی۔ آپ رضی اللہ عنہا میں فہم وفراست، معاملہ فہمی اور عقل و دانش تو عطیہ خداوندی تھی۔ اس لیے آپ رضی اللہ عنہا نے اس کاروبار کو بہت احسن طریقے سے چلایا۔ جس سے آپ رضی اللہ عنہا کا مال تجارت دن بدن بڑھتا ہی رہا۔ آپ رضی اللہ عنہا چونکہ خود پردہ نشین تھیں اس لیے آپ رضی اللہ عنہا نے اپنا کاروبار تجارت چلانے کیلئے بہت سا عملہ رکھا ہوا تھا جو کہ عرب یہود وعیسائیوں پر مشتمل تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا کے روابط شام ویمن میں تھے۔ چونکہ آپ رضی اللہ عنہا کا مال تجارت ان ملازموں کے رحم وکرم پر تھا جو شام ویمن قافلے کے ساتھ جاتے تھے۔ ان تمام کی نگرانی کیلئے آپ رضی اللہ عنہا کو ایک ایسے شخص کی تلاش تھی جو فہم فہراست اور عقلمندی میں بے مثال ہو اور دیانت وامانت اس کی صفات ہوں۔

یہ وہ دور تھا جب مکہ کے ہر گھر میں اور ہر مجلس میں عبداللہ رضی اللہ عنہ کے چاند، معزز اور امانت دار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا چرچا تھا۔ جن کی امانت و دیانت کا ہر کوئی گواہ تھا۔ جن کی فہم وفراست کا یہ عالم تھا کہ قریش میں جب بھی کسی معاملہ پر

Marfat.com

اختلافات پیدا ہو جاتے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے، باوجودیکہ آپ علیہ السلام ابھی نوعمر تھے مگر پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ان کیلئے آخری اور حتمی ہوتا۔

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اوصاف کی خبر سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا تک بھی پہنچی تو آپ رضی اللہ عنہا کی دلی خواہش ہوئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرا مال لے کر شام جائیں۔ انہی دنوں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تجارتی قافلہ شام کیلئے تیار تھا۔ اس کی خبر مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کو پہنچی تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر کہا!

''تجارتی قافلہ شام کی طرف جا رہا ہے میری خواہش ہے کہ تم بھی اس قافلے کے ساتھ تجارت لے کر جاؤ مگر پاس سرمایہ نہیں ہے کہ آپ کو سامان تجارت لے کر دے سکوں اس لیے آپ خدیجہ سے مل لیں اور ان کا سامان لے کر قافلے کے ساتھ جائیں۔''

(التاریخ از یعقوب بن سفیان، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 267 تا 269)

ابو طالب کی اس گفتگو کا پتہ جب سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کو ہوا تو انہوں نے خود ہی مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام دیا کہ آپ میرا مال تجارت لے کر جائیں۔ جتنا معاوضہ میں دوسروں کو دیتی ہوں اس سے دوگنا آپ کو دوں گی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو قبول فرمایا۔ حضرت سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذہانت و امانت کو دیکھ کر اس مرتبہ پہلے سے دوگنا مال تجارت دے کر آپ علیہ السلام کے سپرد کیا اور چلتے وقت اپنا ایک خاص غلام ''میسرہ'' بھی آپ علیہ السلام کے ساتھ کر دیا اور اسے کہا!

''محمد کو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہونی چاہیے اور راستے میں تم جو حالات و واقعات دیکھو وہ مجھے بتانا۔''

چنانچہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور میسرہ نے قافلے کے ساتھ کوچ کیا تو میسرہ نے باریک بینی کے ساتھ صادق و امین نبی علیہ السلام کے اقوال و افعال کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ ہر دن میسرہ صادق اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت، امانت، کرامت، حسنِ سلوک اور معاملہ فہمی کے انوکھے واقعات دیکھتا رہا۔ اس نے کھانے پینے کی چیزوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت کے عجائبات اور خرید و فروخت میں خیر و برکت کو دیکھا اور اس نے وہ بادل بھی دیکھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ چلتا تھا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کر دیتا تھا۔ اس نے درخت کا بھی معائنہ کیا جو اپنے تنے سمیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھک گیا اور اپنا سایہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیر دیا اور راہب کی اس حیرت کا بھی مشاہدہ کیا جس نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر کہا تھا!

''مَا نَزَلَ تَحْتَ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّا نَبِيٌّ''

''اس درخت کے نیچے کبھی بھی نبی کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں بیٹھا۔''

کیونکہ یہ راہب تورات و زبور کا عالم تھا اور اس نے پہلی ہی نظر میں مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تورات و زبور میں موجود نشانیوں سے پہچان لیا اور یہ کیوں نہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

''يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَ هُمْ''

''یہ اہل کتاب نبی علیہ السلام کو ایسے پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنی اولاد کو۔''

میسرہ نے یہ بھی دیکھا کہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مال تجارت کو بیچنے کیلئے لات و عزیٰ وغیرہ کی قسمیں نہیں کھاتے جو کہ اہل عرب کا خاصہ تھا۔ جو بھی ایک مرتبہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیتا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی گرویدہ ہو جاتا۔ مصطفیٰ

Marfat.com

آپ علیہ السلام سالار قافلہ تھے۔ اس کے باوجود آپ علیہ السلام کا تمام قافلے والوں سے حسنِ سلوک اتنا مشفقانہ اور پیار بھرا تھا ہر کوئی آپ علیہ السلام کی رحمت وشفقت کے موتیوں سے اپنا دامن بھر رہا تھا۔

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے نہ صرف حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سارا سامان پہلے سے کئی گنا منافع پر فروخت ہوا بلکہ تمام قافلے والوں کو بھی پہلے سے کئی گنا زیادہ منافع حاصل ہوا۔ جب یہ قافلہ کامیابی کے ساتھ واپس ہوا تو حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا پہلے آپ علیہ السلام کے استقبال کیلئے اپنی ہم جولیوں کے ساتھ اپنے بالا خانے میں موجود تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا غلام میسرہ جلدی جلدی اپنی مالکہ کے پاس پہنچ گیا اور سفر میں ہونے والے تمام واقعات اور کئی گنا منافع کا حال بیان کیا اور مصطفیٰ کریم علیہ السلام کی وہ نعت بیان کی کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ علیہ السلام کی عظمت وشان کی قائل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گرویدہ ہو گئیں۔ جب قافلے میں سید کونین علیہ السلام پر ان کی نظر پڑی تو انہوں نے دیکھا کہ سخت دھوپ ہے لیکن مصطفیٰ کریم علیہ السلام پر بادل نے سایہ کیا ہوا ہے۔

جب حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچے تو انہوں نے بڑی گرم جوشی کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے باوقار انداز میں سفر کے حالات اور نفعِ تجارت کے بارے میں آگاہ کیا اور حساب وکتاب دینے کے بعد واپس تشریف لے آئے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کارگزاری پر بہت خوش ہوئیں اور جتنی رقم کا وعدہ ہوا تھا اس سے زیادہ رقم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی۔

(دلائل النبوۃ، للبیہقی، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 62) (دلائل النبوۃ، لابی نعیم اصفہانی، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 54) (سیرت ابن ہشام، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 111) (الروض الانف، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 236) (طبقات ابن سعد، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 82) (خصائص الکبریٰ، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 91) (الحلبیۃ الاولیاء، جلد نمبر 10، صفحہ نمبر 135) (تاریخ طبری، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 280) (عیون الاثر، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 62) (مصحف عبدالرزاق، جلد نمبر 5، صفحہ نمبر 320) (ازواج النبی، لابن زبالہ، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 24)

حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفرِ شام سے واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار ہو چکی تھیں اور آپ رضی اللہ عنہا کے دل میں یہ خواہش جڑ پکڑ چکی تھی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کیا جائے۔ سفر شام کے تمام حالات کا ذکر سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل سے کیا جو کہ تورات وزبور کے بہت بڑے عالم تھے تو انہوں نے کہا کہ اگر یہ واقعات سچے اور صحیح بیان کئے ہیں تو پھر محمد اس امت کے نبی ہیں اور میں خوب جانتا ہوں کہ اس امت میں ایک نبی آنے والے ہیں اور جن کے آنے کا زمانہ بہت قریب ہے۔

(عیون الاثر، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 120)

ورقہ بن نوفل کے اس بیان کو سن کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دل میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کا شوق مزید بڑھ گیا۔

حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا کہ آسمانی سورج آپ کے گھر میں اتر آیا ہے اور اس کا نور آپ کے گھر سے ہر طرف پھیل رہا ہے یہاں تک کہ مکہ کوئی گھر بھی ایسا نہیں جہاں تک یہ نور نہ پہنچا ہو۔ جب آپ بیدار ہوئیں تو اپنا خواب اپنا چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کو سنایا تو انہوں نے اس کی تعبیر یہ بیان کی کہ نبی آخر زماں صلی اللہ علیہ وسلم عنقریب آپ سے نکاح کریں گے۔ چنانچہ حضرت خدیجہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفرشام کے واپسی کے دو ماہ اور پچیس دن

Marfat.com

بعد اپنی چچازاد بہن نفیسہ بنت منیہ کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغامِ نکاح بھیجتیں ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچاؤں کے مشورہ سے قبول فرمالیتے ہیں۔

(مسند امام احمد، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 312)(مصف عبد الرزاق، جلد نمبر 5، صفحہ نمبر 320)(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 310)(المستدرک للحاکم، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 182)(المعجم الکبری للطبرانی، جلد نمبر 12، صفحہ نمبر 182)(دلائل النبوۃ للبیہقی، جلد نمبر 11، صفحہ نمبر 190)(ازواج النبی، لابن زبالہ، صفحہ نمبر 25)(مجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 220)(السیر والمغازی، لابن اسحاق، صفحہ نمبر 82-81)

اُم المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شادی کے وقت عمر چالیس سال تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت عمر مبارک پچیس سال تھی۔ حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا حق مہر ساڑھے بارہ اوقیہ جو کہ پانچ سو طلائی درہم بنتا ہے مقرر ہوا۔

بعض مورخین نے چار سو مثقال حق مہر بیان کیا ہے اور کچھ نے بیس اونٹ ذکر کیا ہے۔ یہ شادی اعلانِ نبوت سے پندرہ سال قبل ہوئی۔

(طبقات ابن سعد، جلد اول، صفحہ نمبر 84)(دلائل النبوۃ للبیہقی، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 424)(سیرۃ النبوۃ، لابن کثیر، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 267)(سیرۃ ابن ہشام، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 189)(مجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 221)(عیون الاثر، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 64)(مصف عبد الرزاق، جلد نمبر 5، صفحہ نمبر 320)(ازواج النبی، صفحہ نمبر 25)(تہذیب فی نووی، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 346)

اُمّ المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا حضور رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنے کے پہلے دن سے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری میں اپنی جان و مال کے ساتھ ایسی مستغرق ہوئیں جیسے کہ ایک لونڈی اپنے آقا کے لیے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اپنا سارا مال و اسباب مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈھیر کر دیا جس کی وجہ سے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فکر معاش سے نجات مل گئی۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ساری زندگی مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی خدمت کی کہ ساری زندگی کبھی ایسا موقعہ نہیں آیا جس سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذرا برابر بھی رنج پہنچا ہو۔ بلاشبہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس ذی عظمت خاتون نے اپنے اثر ورسوخ کی بنا پر اور اپنی مالی خوشحالی کی بنا پر دشمنوں کو مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچنے دیا۔ انہوں نے عام گھریلو عورتوں کی طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف اپنی ذات میں ہی نہیں لگائے رکھا بلکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلوت گزینی سے واپس تشریف لاتے تو بڑی خندہ پیشانی اور پیار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کرتیں اور جس قدر توشہ کی ضرورت ہوتی تیار کرتیں اور کبھی بھی گلہ نہ کرتیں کہ آپ مجھے کم وقت دیتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنے سے قبل ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دو نکاح ہو چکے تھے اور ان سے اولادیں بھی ہوئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے پہلے نکاح سے لڑکی پیدا ہوئی جن کا نام ہندر کھا گیا۔ دوسرے نکاح سے آپ کے ہاں دولڑکے پیدا ہوئے ان میں سے ایک کا نام ہالہ دوسرے کا نام ہند تھا۔ جیسا کہ پہلے کیا جاچکا ہے کہ اس زمانے میں ''ہند'' عورت اور مرد دونوں کا نام رکھا جاسکتا تھا۔

(الاستیاب، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 1549)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولادیں حضرت خدیجہ سے ہی ہوئیں سوائے حضرت ابراہیم کے، کہ وہ حضرت ماریہؓ

Marfat.com

قبطیہ کے بطن پاک سے پیدا ہوئے۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ کی طرح زمانہ جاہلیت میں ہی بت پرستی ترک کردی تھی اور ان سے بے زار ہو گئیں تھیں۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا!

''بخدا! میں کبھی بھی لات وعزیٰ کی پرستش نہ کروں گا۔''

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

''لات کو جانے دیجئے۔ عزیٰ کو جانے دیجئے، آپ ان کا نام بھی نہ لیں۔''

(مسند امام احمد، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 222)

2: سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی ایمان لانے والی پہلی خاتون تھیں۔

3: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''خَيْرُ نِسَآئِهَا مَرْيَمُ بِنْتِ عِمْرَانَ وَخَيْرُ نِسَآئِهَا خَدِيْجَةُ بِنِ خَوَيْلَدٍ

(صحیح مسلم، جلد نمبر 2، کتاب الفضائل، صفحہ نمبر 284)

''مریم بنت عمران اور خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہما تمام عورتوں میں سب سے افضل ہیں۔''

4: سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار خط رقم فرمائے۔

پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا!

''تم جانتے ہو یہ خط کیا ہیں؟''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حسبِ معمول عرض کیا!

'' وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ''

''اللہ اور اللہ کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔''

اس پر آپ علیہ السلام نے فرمایا!

''اَفْضَلُ نِسَآءِ اَهْلِ جَنَّةٍ خَدِيْجَةُ بِنْتِ خُوَيْلَدٍ وَّفَاطِمَةُ بِنْتِ مُحَمَّدٍ وَّمَرْيَمَ بِنْتِ عِمْرَانَ وَاٰسِيَةُ بِنْتِ مَزَاحِمَ اِمْرَأَةِ فِرْعَوْنَ

(مسند امام احمد، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 293) (مسند ابویعلی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 159) (مستدرک حاکم، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 160) (نسائی فی فضائل صحابہ، صفحہ نمبر 252) (المعجم الکبیر للطبرانی، جلد نمبر 11، صفحہ نمبر 336) (مجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 223)

''جنت کی عورتوں میں سب سے افضل چار عورتیں ہیں۔ پہلی خدیجہ بنت خویلد، دوسری فاطمہ بنت محمد، تیسری مریم بنت عمران اور چوتھی آسیہ بنت مزاحم فرعون کی بیوی۔''

5: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ!

جبرائیل علیہ السلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خدیجہ آرہی ہیں، ان کے پاس ایک برتن ہے جس میں شوربا، کھانا اور پانی ہے، جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو انہیں ان کے رب کی طرف سے سلام کہیے اور میری طرف سے بھی اور انہیں جنت میں ایسے گھر کی خوشخبری

Marfat.com

سنائیں جو کھوکھلے موتی کا بنا ہوا ہے جس میں نہ کسی قسم کا شور ہوگا اور نہ کوئی تھکان۔''

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جبرائیل علیہ السلام کا پیغام سنایا تو وہ کہنے لگیں!

''اللہ ہی سلام ہے (یعنی وہ خود بھی سلامت ہے اور دوسروں کو بھی سلامت رکھنے والا ہے) اور اسی کی طرف سے سلامتی ہے اور جبرائیل علیہ السلام پر سلام ہو۔''

(صحیح البخاری، مناقب الانصار، باب تزویج النبی خدیجۃ وفضلھا، حدیث نمبر 3821) (فتح الباری شرح صحیح بخاری، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 133) (الصحیح المسلم، فضائل صحابہ، باب فضائل خدیجہ، حدیث نمبر 1887) (السنن الترمذی، باب فضل خدیجہ، حدیث نمبر 3876) (السنن النسائی، باب فضائل صحابہ، حدیث حضرت انس) (مسند امام احمد، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 205) (الطبرانی، جلد نمبر 13، صفحہ نمبر 11) (مسند امام احمد، فضائل صحابہ، حدیث نمبر 1586) (المستدرک للحاکم، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 185) (اسمط الثمین للطبری صفحہ نمبر 24) (مجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 223) (کنز العمال، جلد نمبر 12، صفحہ نمبر 130)

یہ ایک ایسی فضیلت ہے جو کسی دوسری خاتون کے حصے میں نہیں آئی۔

6: یہ بات بھی ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے خصائص میں شامل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا چوبیس سال اور کچھ ماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں رہیں اور اس دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری شادی نہ کی، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت تھی اور آپ رضی اللہ عنہا کو بھی۔

(صحیح المسلم، حدیث نمبر 2436) (المعجم الکبیر، جلد نمبر 22، صفحہ نمبر 450) (طبرانی فی عبدالرزاق، جلد نمبر 7، صفحہ 493) (مجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 220)

7: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد سوائے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے ہوئی۔

8: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد ان کی بہت زیادہ تعریف فرمایا کرتے تھے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتیں ہیں!

''میں اتنا رشک کسی دوسری عورت پر نہ کرتی جتنا جنابہ خدیجہ رضی اللہ عنہا پر کرتی، حالانکہ میں نے انہیں دیکھا بھی نہیں۔ رشک کرنے کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کرتے کرتے اور آپ رضی اللہ عنہا کے لیے استغفار کرتے کرتے تھکتے ہی نہ تھے۔ چنانچہ ایک دن حسب معمول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا تو مجھے غیرت نے ابھارا۔ میں نے عرض کیا!

''اللہ تعالیٰ نے میری صورت میں ایک عمر رسیدہ کا بدل آپ کو دیا ہے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت غضب ناک ہو گئے جس سے میری ہمت جواب دے گئی تو میں نے کہا!

''اے اللہ! اگر تو اپنے رسول کا غصہ مجھ سے دور کر دے تو جب تک میں زندہ رہوں گی کبھی بھی خدیجہ کا ذکر برائی کے ساتھ نہیں کروں گی۔''

Marfat.com

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری حالت دیکھی تو فرمایا!

''تو نے یہ کس طرح کہہ دیا؟ بخدا! وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا۔ جب لوگوں نے میرا انکار کیا تو انہوں نے مجھے پناہ دی۔ ان سے مجھے اولاد عطا کی گئی جبکہ تم اس سے محروم کردی گئیں۔

(صحیح البخاری، حدیث نمبر 3821)(الصحیح المسلم، حدیث نمبر 2437)(مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 117)(المعجم الکبیر، جلد نمبر 23، صفحہ نمبر 13)(البدایہ والنھایہ، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 162)(الاستیعاب، لابن عبدالبر، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 1824)(مجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 234)(الاربعین، لابن عساکر، صفحہ نمبر 18)(الاصابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 605)(تاریخ دمشق، لابن عساکر، صفحہ نمبر 161،١٦١)

9: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد بہت دیر تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول رہا کہ اس وقت تک گھر سے باہر نہ جاتے جب تک سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خوب تعریف اور ان کیلئے استغفار نہ کر لیتے اور جب گھر میں داخل ہوتے تو بھی ایسا ہی کرتے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جانور ذبح فرماتے اور اس کا گوشت حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو بھیجتے۔

10: جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی چیز لائی جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے:

''اس کو فلاں کے گھر بھیج دو کیونکہ وہ خدیجہ سے محبت کرتی تھیں۔''

حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

ایک مرتبہ حسانہ مزینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملنے کے لئے آئیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بڑی مہربانی کے ساتھ ان سے پیش آئے اور ان کا حال احوال پوچھا۔ جب وہ چلی گئیں تو میں نے پوچھا!

''یارسول اللہ! یہ بڑھیا کون تھی جس کے ساتھ آپ اتنی شفقت کے ساتھ پیش آئے؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''یہ خدیجہ کی سہیلی ہے جو خدیجہ کے ساتھ بہت محبت کرتی تھی۔''

دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''اے عائشہ! یہ خدیجہ کی زندگی میں ہمارے پاس آیا کرتی تھی اور محبت کی تکریم بھی ایمان کا جز ہے۔''

(شعب الایمان، للبیہقی، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 517، حدیث نمبر 9122)(مستدرک حاکم، جلد نمبر 1، صفحہ 15)(اسد الغابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 64)(المعجم الکبیر، جلد نمبر 23، صفحہ نمبر 14)(الاصابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 580)(المقاصد الحسنہ، حدیث نمبر 1198)

ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

''جوں جوں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چالیس کے قریب پہنچ رہی تھیں۔ توں توں آپ کو خلوت اور تنہائی محبوب بنا دی گئی تھی۔ آپ کئی کئی دن تک غار حرا میں جا کر خلوت گزیں رہتے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر واپس آتے تو میں بڑے پیار و محبت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کرتی اور جس قدر توشہ کی ضرورت ہوتی آپ کو تیار کر کے دیتی۔ حسب معمول ایک مرتبہ حضور رحمت دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں معتکف تھے کہ ایک فرشتہ (جبرئیل علیہ السلام) غار حرا میں داخل ہوئے اور آپ کو سلام کیا اور پھر کہا!

Marfat.com

" اقراء"

"پڑھیے!"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

" مَا اَنَا بِقَارِئٍ "

"میں کسی سے پڑھا ہوا نہیں ہوں۔"

فرشتے نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معانقہ کیا اور اتنا دبایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مشقت کی انتہا نہ رہی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر کہا!

" اقراء"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر یہی جواب دیا۔ اس نے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے زیادہ زور سے دبایا اور چھوڑ کر کہ تیسری بار بھی ایسا کیا اور کہا!

"اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ o خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ o اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ o الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ o عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ o"

(القرآن المجید، پارہ 30، سورۃ العلق، آیت 1 تا 5)

"آپ اپنے پروردگار کے نام کی مدد کے ساتھ پڑھیں، جو خالق ہے o جس نے انسان کو لوتھڑے سے بنایا o پڑھیے آپ کا پروردگار بہت کرم والا ہے o جس نے انسان کو قلم سے علم سکھایا o انسان کو وہ چیزیں سکھائیں جو وہ نہیں جانتا تھا o"

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کا حکم سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پہ بھی یہی کلمے جاری ہو گئے۔ بعد ازاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے۔ پہلی وحی کے نزول کے حیرت انگیز واقعے کا آپ کی طبیعت پر شدید اثر ہوا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا سے فرمایا!

"زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ"

"مجھے پر چادر اڑھادو۔ مجھ پر چادر اڑھادو۔"

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حکم کی تعمیل کی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت کچھ سنبھلی تو ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا!

"آپ کہاں تھے؟ میں بہت فکر مند تھی اور کئی آدمیوں کو آپ کی تلاش میں بھیج چکی تھیں؟"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام واقعہ آپ کو سنا دیا تو اس پر سیدہ خدیجہ طیبہ طاہر رضی اللہ عنہا نے اپنے وہ مشہور الفاظ کہے!

"كَلَّا اَبْشِرْ فَوَاللّٰهِ لَا یُخْزِیْكَ اللّٰهُ اَبَدًا اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ تَصْدُقُ الْحَدِیْثَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِی الضَّیْفَ وَتُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ"

(صحیح بخاری، باب بدا اذا الوحی، حدیث نمبر 3) (الصحیح المسلم، باب بدا اذا الوحی برسول صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر 160) (ترمذی شریف، باب نمبر 13، باب المناقب، حدیث نمبر 3636)

Marfat.com

''خوش ہو جایئے! اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بھی اکیلا نہ چھوڑے گا۔ آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں، آپ ہمیشہ سچ بولتے ہیں، لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ناداروں کی خبر گیری کرتے ہیں، آپ امین ہیں، مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں اور حق بجانب امور میں آپ ہمیشہ معین و مددگار رہتے ہیں۔''

روایت کے مطابق ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے کہا!

''مبارک ہو! اور آپ کو بشارت ہو! بخدا! اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ سوائے خیر اور بھلائی کے کچھ نہ کرے گا۔ جو منصب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے پاس آیا ہے اسے قبول کیجئے۔ وہ بلا شبہ حق ہے اور آپ کو خوشخبری ہو کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول برحق ہیں۔'' (الفتح الباری، جلد نمبر 12، صفحہ نمبر 315)

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو تسلی دی اور کہا!

''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے قدرت میں خدیجہ کی جان ہے۔! میں قوی امید رکھتی ہوں کہ آپ اس اُمت کے نبی ہوں گے۔'' (السیر ہ النبویہ، لابن ہشام، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 81)

اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لانے والی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ کوئی مرد ایمان لایا اور نہ کوئی عورت۔ اس بات پر سب علماء اور محدثین کا اتفاق ہے۔

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ طبرانی شریف میں روایت کرتے ہیں!

''سب سے پہلے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں۔''

(المعجم الکبیر، جلد نمبر 22، صفحہ نمبر 452) (مجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ 2204)

ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

''سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا تمام مسلمانوں کے اجماع کی رو سے اللہ کی مخلوق میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں میں سب سے اول ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا سے پہلے نہ کوئی مرد ایمان لایا اور نہ کوئی عورت۔''

(اسد الغابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 78)

علامہ ابن شہاب الزہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں!

''سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نماز کے واجب ہونے سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے والوں میں سب سے پہلی ہیں۔''

(عن الزھری، احزجہ البسوی فی تشریح، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 320) (السمط الثمین للحب، للطبری، صفحہ نمبر 9)

حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا وہ عالی مرتبہ خاتون ہیں جنہوں نے ہر موقع پر مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دل جوئی کی۔ ہر طرح کے مصائب و آلام کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور رحمت دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت و جان نثاری کا حق ادا کر دیا۔ باوجودیکہ آپ رضی اللہ عنہا بہت مالدار اور خوشحال خاتون تھیں اور اپنی ساری زندگی بڑی پر آسائش گزاری تھی اور آپ کا اثر و نفوذ بھی بہت تھا لیکن پھر بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آنے کے بعد آپ نے کفار کے طرح طرح کے مظالم برداشت کیے اور اپنی پر آسائش زندگی کو خیر باد کہا۔ اپنا تن من دھن سب کچھ مصطفیٰ کریم صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیا۔ یہ ام المومنین کا اثر و نفوذ ہی تھا جس کی وجہ سے اعلانِ نبوت کے بعد کفار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو تنگ کرنے سے ڈرتے تھے۔

جب محبوبِ خدا علیہ السلام نے اعلانِ نبوت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلقین میں بھی اسلام کی تڑپ پیدا ہوئی۔ اس لیے سب سے پہلے مردوں میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا، بچوں میں آپ کے چچازاد حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور غلاموں میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ آہستہ آہستہ دوسرے سعید الفطرت لوگ بھی اسلام میں داخل ہو کر صحابی رسول ہونے کا اعزاز حاصل کرنے لگے۔ جوں جوں اسلام وسعت اختیار کرتا جاتا توں توں حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا مسرور ہوتی جاتیں۔ آپ رضی اللہ عنہا اپنے غیر مسلم اعزاء و اقرباء کی طعن و تشنیع برداشت کرتیں، لوگوں کی درشت باتوں کو سنتیں، مسلمانوں پر کفار کے مظالم دیکھتیں اور سنتیں مگر آپ رضی اللہ عنہا کے ایمان میں ذرا برابر بھی لغزش نہ آئی۔ بلکہ آپ رضی اللہ عنہا نے تبلیغِ دین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست و بازو ہونے کا حق ادا کر دیا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کفار کی بیہودہ اور لایعنی باتوں سے کبیدہ خاطر ہوتے تو حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا عرض کرتیں!

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان کفار کی باتوں سے دل برداشتہ مت ہوئیں۔ آج تک کوئی ایسا رسول بھی آیا ہے جس کا لوگوں نے تمسخر نہ اڑایا ہو، اس کو تنگ نہ کیا ہو؟ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔“

اسی طرح کی باتوں سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دل جوئی فرماتیں جس کی وجہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غم کم ہو جاتا۔

حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں!

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین کی تردید یا تکذیب سے جو کچھ بھی صدمہ ہوتا وہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاس آ کر دور ہو جاتا تھا، کیونکہ آپ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کی تصدیق کرتی تھیں اور مشرکین کی باتوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہلکا کر کے پیش کرتی تھیں۔“

(ابن ہشام، صفحہ نمبر 240) (عیون الاثر، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 178)

اعلانِ نبوت کے دسویں سال شعب ابی طالب کا محاصرہ تین سال جاری رہنے کے بعد ختم ہوا۔ اس محاصرے کی سختی سے ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نڈھال ہو گئیں اور اکثر بیمار رہنے لگیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت علاج معالجہ کروایا مگر صحت دن بدن خراب ہوتی گئی۔

جب سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا!

”یا رسول اللہ! کچھ دیر میرے سامنے تشریف فرما ہوں۔“

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے تو انہوں نے عرض کیا!

”یا رسول اللہ! میں نے اپنی ساری زندگی آپ کی خدمت میں بسر کی ہے اور اب قاصدِ اجل آنے والا ہے، میں آپ سے التماس کرتی ہوں کہ قیامت کے دن بھی مجھے اپنے ساتھ رکھیں، اللہ تعالیٰ سے میری سفارش فرمائیں اور اگر خدمت میں کوئی کمی کوتاہی

Marfat.com

ہوگئی ہو تو مجھے معاف فرمائیں۔ میری چھوٹی بیٹی فاطمہ کا خاص خیال رکھیں۔ نیز میں آپ سے ایک بڑی بات کہنا چاہتی ہوں مگر آپ کے سامنے عرض کرنے کی ہمت نہیں رکھتی۔ اس لیے وہ بات میں فاطمہ کو بتا دیتی ہوں وہ آپ کو بتا دے گی۔''

چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آپ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیا۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا!

''بیٹی! اپنے والد گرامی کی خدمت میں میری یہ آخری خواہش پیش کرنا کہ آپ اپنی وہ چادر جو نزولِ وحی کے وقت اوڑھا کرتے ہیں میرے کفن کیلئے عطا فرمائیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی والدہ کی یہ آرزو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وہ چادر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیتے ہوئے ارشاد فرمایا!

''بیٹی! جاؤ اور یہ چادر اپنی والدہ کو دکھا آؤ تا کہ وہ خوش ہو جائیں۔''

اسی اثنا میں حضرت جبرائیل امین علیہ السلام خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا!

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ آپ اپنی چادر واپس لے لیں۔ خدیجہ نے اپنا سب کچھ ہمارے لیے قربان کر دیا اس لیے اس کا کفن ہمارے ذمہ ہے۔ ہم اسے اپنے کرم کی پوشاک عطا کریں گے اور اس کیلئے جنت سے پاکیزہ تر کفن بھیجتے ہیں۔'' (روضۃ الشھداء، صفحہ نمبر 78)

11 رمضان المبارک، اعلانِ نبوت کے دسویں سال ہجرت مدینہ سے تین سال قبل اور جناب ابو طالب کی وفات کے تین یا پانچ دن بعد، پچیس سال حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں رہنے کے بعد، چونسٹھ سال چھ ماہ کی عمر مبارک میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اس دار فانی سے دار باقی کی طرف انتقال فرما گئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں ہستیوں کے وصال کا اتنا غم تھا کہ اس سال کا نام ہی ''عام الحزن'' پڑ گیا۔ چونکہ اس وقت نماز جنازہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اس لیے حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اللہ کا عطا کردہ کفن پہنایا گیا اور جنت المعلیٰ میں قبر مبارک بنائی گئی۔ قبر میں پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اترے اور پھر اپنی غمگسار بیوی کی تدفین فرمائی۔

(بخاری شریف، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 551) (دلائل النبوۃ، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 352) (زرقانی، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 291) (تفسیر ابن ہشام، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 416) (المعارف، لابن قتیبہ، صفحہ نمبر 133) (عیون الاثر، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 327) (تفسیر قرطبی، جلد نمبر 14، صفحہ نمبر 164) (نووی فی تھذیب، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 342) (الاصابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 605) (روضۃ الشھداء، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 77) (تذکار صحابیات، صفحہ نمبر 36) (آل رسول، صفحہ نمبر 145)

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 4:

ام المومنین سیدہ سودۃ بنت زمعۃ رضی اللہ عنہا

آپ رضی اللہ عنہا کا نام سودہ تھا۔قریش کے مشہور قبیلۂ عامر بن لوی سے آپ رضی اللہ عنہا کا تعلق تھا۔آپ رضی اللہ عنہا کی کنیت ام الاسود تھی۔

ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے اعلانِ نبوت کے تھوڑے عرصہ بعد ہی اسلام قبول کرلیا تھا۔پھران کی ترغیب سے ان کے شوہر سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام قبول کرلیا۔اس طرح انہیں قدیم الاسلام ہونے کا شرف حاصل ہے۔ہجرت ِحبشہ اولیٰ تک یہ دونوں میاں بیوی بھی دوسرے مسلمانوں کے ساتھ کفار کی سختیاں برداشت کرتے رہے لیکن جب کفار کی زیادتیاں حد سے تجاوز کر گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرجانے کی اجازت عطا فرمائی۔86 مردوں اور 17 عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی ان میں یہ دونوں میاں بیوی بھی شامل تھے۔

ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح ان کے والد کے چچازاد بھائی سکران بن عمرو بن عبدالشمس بن عبدود رضی اللہ عنہ سے ہوا۔سکران رضی اللہ عنہ اوران کے بھائی سہیل، حاطب اور سلیط رضی اللہ عنہم سب صحابی رسول تھے۔شادی کے کچھ عرصہ بعد ان دونوں میاں بیوی نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔کئی سال کے بعد جب یہ لوگ واپس مکہ آئے تو حضرت سکران رضی اللہ عنہ کا کچھ دیر بعد وصال ہوگیا۔

ایک مرتبہ سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا کہ آسمان سے چاند ان کی جھولی میں آ گیا ہے۔انہوں نے جب یہ خواب اپنے شوہر سکران رضی اللہ عنہ کو سنایا تو انہوں نے کہا!

''اس کی تعبیر یہ ہے کہ عنقریب میں فوت ہو جاؤں گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہارا نکاح ہو جائے گا۔''

ام المومنین سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے خواب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے سے تشریف لا رہے ہیں اور انہوں نے آ کر میری گردن کو چھوا ہے۔یہ خواب جب میں نے اپنے شوہر سکران کو بتایا تو انہوں نے کہا!

''اگر تیرا خواب سچا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ بہت جلد میرا انتقال ہو جائے گا اور تمہارا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو جائے گا۔''

چنانچہ تھوڑے عرصہ بعد حضرت سکران رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے،اسی بیماری میں ان کا وصال ہو گیا اور سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو یہ سال غم والا سال کہلایا،اسی وجہ سے جناب رسول اللہ ﷺ کے صحابہ آپ کی تنہائی آپ ﷺ کی محبوبہ اور آپ کے بچوں کی ماں سے آپ کی جدائی پر خوف کھانے لگے اور بہت ہی فکرمند ہوئے۔

Marfat.com

چنانچہ خولہ بنت حکیم نے جناب رسول اللہ ﷺ کی حالت اور جو مصیبت جناب پر ٹوٹی تھی اس کا مشاہدہ کیا اور آپ ﷺ کی یہ غمخواری انہیں اس نوبت تک لے گئی کہ انہوں نے اس موضوع پر آپ ﷺ سے گفتگو شروع کر دی اور آپ ﷺ سے یہ عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! میں یوں محسوس کرتی ہوں کہ حضرت خدیجہ کے کھو جانے کے باعث آپ ﷺ ایک طرح کی کمی محسوس کر رہے ہیں۔ آپ نے غم بھرے لہجے میں جواب دیا: ہاں کچھ ایسا ہی ہے، کیونکہ وہ میرے بچوں کی ماں اور گھر کی مالکہ تھیں۔ تب وہ آپ ﷺ سے پوچھنے لگیں: تو پھر آپ ﷺ دوسری شادی کیوں نہیں کر لیتے؟ آپ ﷺ یہ سن کر قدرے متعجب ہوئے اور پھر اس عورت کے بارے میں ان سے پوچھنے لگ گئے جس کے ساتھ حضرت خدیجہ کے بعد آپ ﷺ شادی کر سکتے ہیں۔ خولہ نے جھٹ جواب دیا کہ دو عورتیں ہیں، ایک ان دونوں میں سے باکرہ ہے اور دوسری ثیبہ ہے۔ باکرہ (کنواری) تو سب لوگوں سے بڑھ کر آپ کی محبوب شخصیت کی بیٹی ہیں۔ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ وہ تو ابھی چھوٹی ہیں۔ خولہ نے عرض کی آپ ﷺ ان سے منگنی کر لیں، پھر ان کے سن بلوغ تک پہنچ جانے کا انتظار کریں۔ وہ جو ثیبہ ہیں، وہ سودہ بنت زمعہ بنت قیس بن عبد شمس عامریہ قرشیہ ہیں۔ ان کی والدہ خولہ کی نسل سے ہیں، جس کے دادا حضرت عبدالمطلب ہیں، ان کی والدہ شموس بنت قیس بن زید بن عمر النجاریۃ ہیں۔ خولہ نے جو تجویز آپ ﷺ کے سامنے رکھی۔ آپ نے اس سے اتفاق کیا، چنانچہ آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صداقت اور آزمائشوں کو یاد کیا اور اس بات کو پسند فرمایا کہ آپ ﷺ انہیں ان کا داماد ہونے کا شرف بخشیں۔ اس طرح سودہ کی اسلام میں سبقت، حبشہ کی طرف اپنے خاوند کے ساتھ ان کی ہجرت اور اپنے خاوند اور چچا زاد مسلم مہاجر سکران بن عمرو بن عبد شمس بن عبد ود العامری کی وفات کے بعد ان کے بیوہ پن کو آپ نے یاد فرمایا۔ بہر حال حضرت سودہ تو ایک عمر رسیدہ اور زیور صبر سے آراستہ بیوہ تھیں، کیونکہ ان کی عمر میں ان کے بیوہ ہو جانے کے بعد کسی شخص کے انہیں اپنے حبالہ عقد میں لینے کی کوئی امید ہی باقی نہیں رہی تھی، اس شکستہ دل اور صابر خاتون کے زخموں کا علاج سوائے نبی کریم ﷺ کے اور کوئی کر سکتا تھا اور سوائے آپ ﷺ کے اس وحشت میں ان کا مونس اور غمخوار اور کون ہو سکتا تھا۔؟ آپ ﷺ دیگر لوگوں کی طرح شادی نہیں کرتے تھے، بلکہ آپ ﷺ کی شادیاں تو رشتوں کو ملانے کیلئے، ٹوٹے ہوؤں کو جوڑنے کیلئے ہوتی تھیں اور غمزدوں کیلئے رحمت کی نوید تھیں۔ حضرت سودہ کی رسم منگنی اور شادی دونوں بڑی آسانی اور سادہ طریقے سے طے پا گئیں۔ وہ خوشی سے پھولے نہیں سماتی تھیں۔ بڑھاپے کی درشتی یکسر بھول گئیں۔ وہ کیوں نہ خوش ہوتیں، کیوں نہ سرور و نشاط محسوس کرتیں وہ تو سب مخلوق سے بڑھ کر معزز و مکرم اور قریش کی سربرآوردہ ہستی اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی بیوی بننے والی تھیں۔ وہ تو اس نبی محترم ﷺ کا حرم بننے والی تھیں جن پر وہ ہر نماز میں درود و سلام پڑھا کرتی تھیں، وہ محمد ﷺ جن کے مقام و مرتبہ کے سامنے گردنیں اٹھے بغیر ہی جھک جاتی ہیں۔ جناب نبی کریم ﷺ نے بحیثیت بیوی کے انہیں پسند فرما لیا، ان کا اکرام و احترام کیا۔ چنانچہ وہ مکہ معظمہ میں آپ ﷺ کے دولت کدہ میں منتقل ہو گئیں۔ وہ بڑی خوش طبع اور بھاری بھرکم جسم والی خاتون تھیں۔ جناب نبی کریم ﷺ جب ان کو اس حالت میں چلتے پھرتے دیکھتے تو ان کے ہنسی مذاق کیا کرتے۔

حضرت عائشہ اور آپ ﷺ کی دیگر زوجات کریمات کے آپ ﷺ کے دولت خانہ میں تشریف لانے کے بعد انہوں نے محسوس کیا کہ وہ ساری کی ساری جوانی، حسن و جمال، پھرتی اور سبک رفتاری کے لحاظ سے ان سے بڑھ کر ہیں، مگر قربانؓ جائیے اس رحمت والے نبی کے، کہ اس سب کچھ کے باوجود انہوں نے دیکھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ باری کے لحاظ سے کس

Marfat.com

طرح ان کیساتھ مساویانہ سلوک کرتے ہیں۔ ہاں مگر انہوں نے ایک تجربہ کار عورت کا سا شعور رکھنے کی وجہ سے بھانپ لیا تھا کہ اس کے باوجود آپ ﷺ کا میلان انہیں ازواج مطہرات کی طرف زیادہ ہے۔ یہ سوچ کر وہ خوفزدہ سی ہوگئیں کہ کہیں جناب رسول اللہ ﷺ انہیں طلاق نہ دے دیں۔

بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ واقعی جناب رسول اللہ ﷺ ان کو طلاق دینے والے ہی تھے کہ وہ آپ ﷺ کے حضور یوں درخواست گزار ہوئیں:

((امسكني والله ما بي الى الازواج من حرص، والكنني احب ان يبعثني الله يوم القيامه، زوجالك واهب ليلتي لعائشه، واني لا اريد ماتريد النساء))

''مجھے اپنے پاس رکھئے! بخدا مجھے خاوندوں کا کوئی حرص نہیں۔ میں تو بس یہی چاہتی ہوں کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ مجھے اس حالت میں اٹھائے کہ میرا نام آپ کی ازواج مطہرات کی فہرست میں شامل ہو۔ میں اپنی باری حضرت عائشہ کو بخشتی ہوں، میں وہ نہیں چاہتی جو عورتیں عموماً چاہتی ہیں۔''

ابتداء میں تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کی رائے سے اتفاق کیا اور ان کی باری حضرت عائشہ کو دے دی تاکہ انہیں یہ احساس دلائیں کہ ان کا یہ ہبہ اور ان کی یہ پیشکش قبول کر لی گئی ہے مگر بعد از اں دیگر ازواج کی طرح ان کی باری ان کو واپس دے دی تاکہ انہیں یہ جتائیں کہ آپ ﷺ ان کے ساتھ ظلم نہیں کر رہے اور نہ ہی ان سے بے اعتنائی برت رہے ہیں۔ انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ آخری حج بھی کیا۔ وہ اپنے جیسے دیگر کمزور لوگوں کی طرح امت پر بہت سارے اعمال حج کو آسان بنانے کا سبب بھی بنیں مثلاً مزدلفہ سے جلدی نکلنا، فجر سے پہلے کنکریاں مارنا اور مکہ واپس لوٹنا وغیرہ وغیرہ۔

آپ ﷺ کی خدمت میں انہوں نے بحیثیت ایک فرمانبردار بیوی اور بحیثیت ام المومنین کے زندگی گزاری یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی۔ حضور ﷺ کے بعد آپ کافی دیر زندہ رہیں، حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری زمانہ میں ان کی وفات ہوئی۔ اللہ تعالیٰ حضرت سودہ پر رحم فرمائے۔ کس حد تک انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری کی اور کس قدر وہ آپ ﷺ کی محبت اور قربت پر حریص تھیں اور کیسے وہ آپ ﷺ کی خواہشات پر مرمٹنے کیلئے ہمہ وقت تیار رہتی تھیں۔

ام المومنین سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری زوجہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد آپ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

''سودہ بنت زمعا تنے پاکیزہ اخلاق کی مالکہ تھیں کہ سوائے سودہ کے کسی عورت کو دیکھ کر میرے دل میں یہ خواہش پیدا نہ ہوئی کہ اس کے جسم میں میری روح ہوتی۔''

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو گھروں میں رہنے کا حکم دیا تو یہ ہمیشہ گھر میں ہی رہیں جبکہ دوسری ازواج نے حج وغیرہ کئے لیکن یہ فرمایا کرتیں!

Marfat.com

''میں نے حج کرلیا ہے، اس لیے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے بعد اپنی جگہ سے نہیں ہلیں گی۔''

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا دستکار تھیں اور طائف کی کھالیں بنایا کرتی تھیں، اس سے جو بھی آمدن ہوتی تمام کی تمام راہ خدا میں خرچ کر دیتی تھیں۔

آپ رضی اللہ عنہا بے حد فیاض اور سخی تھیں۔ جو مال و دولت بھی ان کے پاس آتا وہ غرباء اور ضرورت مندوں میں تقسیم فرما دیتیں۔ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے درہموں سے بھری ہوئی تھیلی آپ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ہدیہ بھیجی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے پوچھا!

''اس میں کیا ہے؟''

لوگوں نے بتایا!

''درہم ہیں!''

فرمانے لگیں!

''تھیلی میں کھجوروں کی طرح۔''

یہ کہہ کر تمام درہم ضرورت مندوں میں اس طرح تقسیم کر دیئے جیسے کھجوریں تقسیم کی جاتی ہیں۔

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کی طبیعت میں ظرافت تھی جس کی وجہ سے وہ اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسا دیا کرتی تھیں۔

ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے ہی آیتِ حجاب نازل ہوئی۔ جس میں خواتین کے لیے پردہ کا حکم نازل ہوا۔

امت کی یہ ماں امت کیلئے بہت سے اعمالِ حج آسان بنانے کا سبب بنیں۔ جیسے مزدلفہ سے نکلنا، فجر سے پہلے کنکریاں مارنا اور جلدی مکہ واپس لوٹنا وغیرہ۔

ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کی ایثار و قربانی کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے اپنی باری سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بخش دی۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

''میں نے سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی عورت کے دل کو حسد سے خالی نہیں دیکھا۔''

ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا دراز قامت، فربہ جسم، عمر رسیدہ، سلیقہ شعار اور پاکباز خاتون تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے مزاج میں کچھ تیزی بھی تھی مگر طبیعت میں ظرافت کا پاکیزہ مزاح بھی تھا، جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر محظوظ ہوتے۔ آپ رضی اللہ عنہا کبھی کبھار جان بوجھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بے ڈھنگے انداز میں چلتیں جس کو دیکھ کر آپ علیہ السلام تبسم فرماتے۔

ایک مرتبہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کل رات میں نے آپ علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ نے اتنا طویل رکوع فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں میری نکسیر ہی نہ پھوٹ پڑے۔ اس لیے میں نے دیر تک اپنی ناک پکڑے رکھی۔''

Marfat.com

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے۔

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 54)(الاصابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 721)

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا ہمیں ملنے لئے آئیں۔ جب وہ بیٹھ گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم دونوں کے درمیان بیٹھ گئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک پاؤں میری طرف تھا اور ایک سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کی طرف۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حریرہ (حلوہ) بنا رکھا تھا۔ جو میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تناول فرمایا۔ میں نے سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو بھی کھانے کی دعوت دی لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ میں نے کہا!

''یا تو آپ حریرہ کھائیں وگرنہ میں اسے آپ کے منہ پر مل دوں گی۔''

لیکن سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے پھر بھی کھانے سے انکار کیا۔ چنانچہ میں نے پلیٹ سے تھوڑا سا حریرہ لے کر ان کے منہ پر مل دیا تو انہوں نے بھی تھوڑا سا میرے منہ پر مل دیا۔ یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہنسے۔

(السنن النسائی، فی عشرۃ النساء، حدیث نمبر 31)(مجمع الزوائد، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 316)(مسند ابو یعلی، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 285)(کتاب العیال، لاابی الدنیا، حدیث نمبر 567)

ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کی بہت اچھے طریقے سے پرورش فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تیرہ سال ازدواجی رفاقت میں رہیں اور ہمیشہ اسی کوشش میں رہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ممکن خدمت کی جائے۔ ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ علیہ السلام نے فرمایا!

''اے میری بیویو! میرے بعد اپنے گھروں میں بیٹھنا۔''

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا اس ارشاد کی وجہ سے ہمیشہ گھر میں ہی رہیں حتیٰ کہ حج وعمرہ وغیرہ کے لئے بھی گھر سے نہ نکلیں۔ جبکہ دیگر ازواج مطہرات حج وعمرہ کیلئے اس حکم میں رخصت کی قائل تھیں۔ حضرت سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں!

''بخدا! میں نے حج وعمرہ ادا کرلیا ہے اور اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق گھر میں بیٹھوں گی۔''

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق سب ازواج مطہرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال فرما جانے کے بعد حج کیے مگر سیدہ زینب بنت جحش اور سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی حج نہ کیا بلکہ برابر گھر میں ہی بیٹھی رہیں اور یہ دونوں ازواج مطہرات فرمایا کرتیں تھیں!

''بخدا! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اپنی جگہ سے نہیں ہلیں گی۔''

(مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 324)(مسند ابو یعلی، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 340)

آیت حجاب سے قبل اکثر مسلمان عورتیں قضائے حاجت کے لئے کھیتوں وغیرہ میں جایا کرتی تھیں۔ ان میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی شامل تھیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ ازواج مطہرات بھی گھر سے باہر نکلیں۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض بھی کر چکے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی۔ ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا چونکہ لمبے قد اور فربہ جسم والی تھیں اس لیے

Marfat.com

فوراً پہچان لی جاتی تھیں۔ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہا قضائے حاجت کیلئے باہر جارہی تھیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ کر پہچان لیا اور کہا!

''سودہ! ہم نے تمہیں پہچان لیا ہے۔''

ام المومنین رضی اللہ عنہا کو یہ فقرہ بہت ناگوار گزرا۔ اس پر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شکایت کی۔ اس واقعہ کے بعد آیتِ حجاب نازل ہوئی اور عورتوں کو پردے کا حکم دیا گیا۔

(صحیح بخاری، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 26)

ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے سن 10 ہجری کو سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا۔ چونکہ آپ رضی اللہ عنہا دراز قد اور بھرے ہوئے جسم والی ہونے کی وجہ سے بھیڑ کے ساتھ تیزی سے چل پھر نہیں سکتیں تھیں، اس لیے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ لوگوں کے مزدلفہ روانہ ہونے سے قبل ان کو جانے کی اجازت دی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت عطا فرمائی اور یہ لوگوں سے قبل ہی مزدلفہ روانہ ہوگئیں۔

(صحیح البخاری، حدیث نمبر 1680) (الصحیح المسلم، حدیث نمبر 1290) (السنن النسائی، جلد نمبر 5، صفحہ نمبر 262)

ام المومنین سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر حضرت سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ایک لڑکا تھا جن کا نام عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ تھا۔ یہ صحابی تھے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جنگ فارس میں شریک ہوئے اور اسی جنگ میں جان شہادت نوش کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ہاں کوئی اولاد نہیں تھی۔

ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سے پانچ احادیث مروی ہیں۔ ایک حدیث صحیح بخاری شریف میں اور چار دیگر کتب حدیث میں۔ آپ رضی اللہ عنہا سے سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا عبداللہ بن زبیر، سیدنا یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن اسعد رضی اللہ عنہم نے روایات بیان کی ہیں۔

ایک مرتبہ تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بیٹھی تھیں کہ انہوں نے سوال کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے پہلے کس کا وصال ہوگا؟

غیب دان نبی علیہ السلام نے فرمایا!

''اس کا جس کے ہاتھ سب سے زیادہ لمبے ہیں۔''

تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے اپنے اپنے ہاتھ ماپے تو سب سے لمبے ہاتھ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے تھے، لیکن جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو انہیں معلوم ہوا کہ لمبے ہاتھ سے مراد ظاہری لمبائی نہ تھی، بلکہ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد سخاوت و فیاضی اور کثرتِ صدقات تھے جو کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا امتیازی وصف تھا۔

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے سنِ وصال میں اختلاف ہے۔ اکثر علماء و مفسرین کی رائے کے مطابق آپ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہا کے آخری زمانے میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 5:

السیدہ عائشہ بنت الصدیق

آپ سیدہ عائشہ بنت ابی بکر بن ابی قحافۃ بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر ہیں۔
ہم یہ پہلے جان چکے ہیں کہ حضرت سیدہ خدیجہ کی وفات کے بعد جنہوں نے جناب نبی کریم ﷺ کی منگنی کا معاملہ طے کیا تھا وہ خولہ بنت حکیم تھیں۔ اس سلسلے میں حضرت عائشہ کی والدہ ماجدہ ام رومان کے پاس آئیں اور حضرت عائشہ کی منگنی کے بارے جناب رسول اللہ ﷺ کی خواہش کا ان سے ذکر کیا۔ انہوں نے اپنے خاوند کے آنے تک ان سے مہلت مانگی۔ چنانچہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو حضرت خولہ نے سارے معاملے کے بارے میں انہیں بتایا، حضرت ابو بکر نے یہ گمان کیا، جناب رسول اللہ ﷺ اور وہ آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ممکن ہے یہ بھاری چارہ اس راہ میں رکاوٹ بنے۔ اسی وجہ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ پوچھا کہ کیا عائشہ حضرت محمد ﷺ کے لیے جائز ہے؟ وہ تو آپ کے بھائی کی بیٹی ہیں۔

یہ سن کر خولہ جناب رسول اللہ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوئیں اور جو کچھ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تھا اس سے آپ ﷺ کو آگاہ کیا۔ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ وہ ان سے کہیں کہ تم اسلام میں میرے بھائی ہو اور میں اسلام میں تمہارا بھائی ہوں۔ لہٰذا آپ کی بیٹی سے میرا نکاح جائز ہے۔ چنانچہ وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس دوبارہ گئیں اور حضور ﷺ کا فرمان انہیں پہنچایا۔ چنانچہ وہ گھر سے نکل پڑے، خولہ کو پتہ نہ چلا کہ وہ کہاں گئے ہیں، مگر جاتے وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں اپنی واپسی تک انتظار کرنے کو کہا، لیکن ام رومان نے خولہ کو کہا کہ مطعم بن عدی نے اپنے بیٹے جبیر کے ساتھ عائشہ کی منگنی کی خواہش کی تھی اور بخدا حضرت ابو بکر جو وعدہ کرتے ہیں اس کی خلاف ورزی بالکل نہیں کرتے۔ ان کے اس وقت گھر سے نکل جانے میں یہی راز پوشیدہ ہے کہ وہ مطعم کے پاس اس لئے گئے ہیں کہ ان کی بیوی ام جبیر بھی اس کے پاس موجود ہے تاکہ اس وعدہ سے اپنی خلاصی کرائیں۔ یہ دونوں میاں بیوی مشرک تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے بیٹے کی حضرت عائشہ کے ساتھ شادی کی جو انہوں نے خواہش کی تھی، اس بارے میں ان سے استفسار کیا۔ عورت فوراً بول اٹھی:

> ”اے قحافہ کے بیٹے! اگر ہم اپنے بیٹے کی شادی تمہاری بیٹی سے کر دیں تو ممکن ہے وہ اسے بے دین بنا دے اور اس دین میں داخل کر دے جس پر تم ہو۔“

یہ سن کر ابو بکر نے کوئی جواب نہ دیا اور مطعم بن عدی سے کہا:

> ”سنا ہے یہ کیا کہہ رہی ہے؟“

Marfat.com

اس پر مطعم نے جواب دیا، جو وہ کہہ رہی ہے آپ نے بھی سن لیا ہے۔ اپنے اس وعدہ سے چھٹکارا حاصل کرنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جلدی خوش خوش واپس آ گئے۔ گھر پہنچتے ہی خولہ سے کہا:

((اذھبی الی رسول اللہ ﷺ و قولی له مرحبا و اھلاً))

''جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جایئے اور انہیں ہماری طرف سے خوش آمدید کہیے۔ ان کی یہ پیشکش ہمارے سر آنکھوں پر۔''

یہ خوشخبری لے کر خولہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ چنانچہ آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے۔ حضرت عائشہ کے ساتھ آپ ﷺ کا نکاح ہو گیا۔

راویان حدیث جن میں امام بخاری اور امام مسلم بھی شامل ہیں۔ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ فرشتہ ریشمی کپڑے کے ایک ٹکڑے میں حضرت عائشہ کی تصویر اٹھائے ہوئے ہے اور کہہ رہا ہے کہ یہ آپ ﷺ کی ہونے والی بیوی ہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو اسے عملی جامہ پہنایئے۔

ترمذی کی روایت ہے کہ جبریل علیہ السلام حضرت عائشہ کی تصویر سبز رنگ کے ریشم کے کپڑے کے ایک ٹکڑے میں جناب نبی کریم ﷺ کے پاس لائے اور عرض کی:

((ھذہ زوجتك فی الدنیا والاخرۃ))

''یہ دنیا اور آخرت میں آپ ﷺ کی بیوی ہیں۔''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جناب رسول کریم ﷺ کے دولت کدہ میں اپنے قیام کے دوران علم دین اور ادب دنیا میں سے ایک وافر حصہ حاصل کر لیا۔ آپ زمانہ صحابہ میں تمام عورتوں سے بڑھ کر فقیہ تھیں اور باوجود اپنے ناز و انداز، لاڈ و پیار اور غیرت کے آپ بڑی ذکی شاگرد اور بیدار مغز معلّمہ تھیں۔ آپ کے اور آپ کی دیگر زوجات کے حق میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پورا ہوا:

((واذکرن مایتلی فی بیوتکن من آیات اللہ والحکمة))

''اور یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں اللہ کی آیتیں اور حکمت۔''

سیدہ عائشہ جناب نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد تک کافی عرصہ زندہ رہیں، اس میں حکمت الٰہیہ یہ تھی کہ تعلیم سنت کے سلسلہ میں آپ مرجع خلائق بنیں اور اسلام میں پہلی فقیہ ہوں۔ امام زہری نے فرمایا ہے کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علم اور تمام ازواج النبی ﷺ اور تمام دنیا کی عورتوں کے علم کو جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ کا علم ان سب سے افضل و فائق ہو گا۔

علماء صحابہ اور تابعین کے بڑے بڑے علماء آپ سے مسائل پوچھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں لمبی زندگی عطا فرمائی۔ آخر کار ماہ رمضان سنہ ۵۷ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت ابو ہریرہ نے پڑھائی کیونکہ اس وقت وہی امیر مدینہ تھے۔ رات کے وقت انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

آپ رضی اللہ عنہا کا نام عائشہ تھا۔ لقب صدیقہ اور ام المومنین تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنتِ صدیق اور حمیرا

Marfat.com

لقب سے بھی خطاب فرمایا۔
عرب میں کنیت رکھنا شرافت کا نشان سمجھا جاتا تھا۔ اس لیے ہر مرد وعورت اپنی کنیت ضرور رکھتا تھا۔ چونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں کوئی اولاد نہیں تھی اس لیے آپ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اپنے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے نام پر اپنی کنیت ام عبداللہ رکھی۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

''جب عبداللہ بن زبیر پیدا ہوئے تو میں انہیں اپنی گود میں اٹھا کر مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب وہ پہلی چیز تھی جو عبداللہ بن زبیر کے پیٹ میں گئی۔ اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''یہ عبداللہ ہے اور تو ام عبداللہ!

ایک روایت کے مطابق ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری تمام سہیلیوں کی کنیتیں ہیں۔ آپ میری بھی کوئی کنیت مقرر فرمائیں۔

اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''تم بھی اپنے بیٹے عبداللہ بن زبیر کے نام پر اپنی کنیت رکھ لو۔

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا نے اپنی کنیت ام عبداللہ رکھ لی۔

(مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 107) (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 4970) (مسند ابویعلی، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 294) (طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 63) (طبرانی، جلد نمبر 23، صفحہ نمبر 18) (المستدرک للحاکم، جلد نمبر 4،، صفحہ نمبر 278) (صفۃ الصفوۃ، لابن جوزی، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 15) (السنن البیہقی، حدیث نمبر 218) (الاصابہ، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 18) (البدایہ والنھایہ، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 95) (القول البدیع صفحہ نمبر 118) (المدارج النبوۃ، اردو صفحہ نمبر 803)

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تاریخ وسن ولادت پر تاریخ وسیر کی کتابیں خاموش ہیں۔ البتہ یہ باتیں متفقہ طور پر ثابت ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ ہجرت مدینہ سے تین برس قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں، اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر تقریباً 16 سال کی تھی، شوال یکم ہجری میں 19 سال کی عمر میں آپ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے پردہ فرمایا یعنی ربیع الاول 11 ہجری کو آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک 28 سال کی تھی۔ اس حساب سے آپ رضی اللہ عنہا کی ولادت کی صحیح تاریخ اعلانِ نبوت سے پانچ سال قبل ہوئی بمطابق جولائی 604 عیسوی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو وائل کی بیوی نے دودھ پلایا۔ وائل کی کنیت ابوالنقیع یا ابوالقیس تھی۔ وائل کے بھائی افلح یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضائی چچا اور رضائی بھائی بھی کبھی کبھی آپ رضی اللہ عنہا سے ملنے آیا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں کہ ان کا مہر بارہ اوقیہ اور ایک نش تھا جو کہ پانچ سو درہم کے قریب ہے۔ اکثر ازواج مطہرات کا مہر اتنا ہی تھا۔ اس حساب سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے ایک ماہ بعد ہجرت سے تین سال قبل شوال کے مہینے میں ہوا جو بمطابق مئی 620 عیسوی بنتا ہے۔

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کرنے کا ایک تو مقصد نبوت اور خلافت کے

Marfat.com

درمیان تعلقات کو مضبوط کرنا تھا تو دوسری طرف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قربانیوں کا اعتراف کرتے ہوئے ان کو اس عظیم اعزاز سے سرفراز کرنا بھی تھا۔ چونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا غضب کی ذہین اور ممتاز ترین ہستیوں میں سے تھیں، اس لیے نگاہ نبوت نے یہ دیکھ لیا کہ میری امت کے پچاس فیصد حصے کی تربیت اور اس تک میرے اقوال و افعال پہنچانے کے لئے یہ موزوں ترین ہستی ہیں اور ہوا بھی ایسا ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نہ صرف خواتین کی تربیت کی بلکہ امت کے ممتاز ترین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی ان سے کسب فیض حاصل کرتے ہوئے نظر آئے۔ جتنی زیادہ تشریح اور تعریف ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کی کی کسی اور نے نہ کی۔ آپ رضی اللہ عنہا ایسی ذہین تھیں کہ اپنے بچپن کے واقعات اور ہجرت مدینہ کی تمام روداد آپ کو جزیہ جزیاد تھی۔

یہاں پر یہ بات بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ نکاح کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال نہیں بلکہ سولہ سال تھی اور رخصتی کے وقت عمر نو سال نہیں بلکہ انیس سال تھی۔ جس حدیث میں نکاح کے وقت چھ سال اور رخصتی کے وقت نو سال عمر بیان کی گئی ہے وہاں پر راوی عشرہ کا لفظ بیان کرنا بھول گیا ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بڑی بہن حضرت اسماء بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تقریباً دس سال بڑی تھیں اور ہجرت کے وقت ان کی عمر تقریباً 28 سال تھی اور وفات جو کہ تہتر ہجری میں ہوئی اس وقت ان کی عمر سو سال تھی۔ اس حساب سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نکاح کے وقت سولہ سترہ سال کی اور رخصتی کے وقت انیس بیس سال کی تھی۔

(الاصابہ، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 225) (البدایہ و النھایہ، تذکرہ عبد اللہ بن زبیر) السیرۃ النبویۃ، لابن ہشام، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 354) (المواہب الدنیہ، لاامام قسطلانی، صفحہ نمبر 46) (اکمال فی اسماء الرجال، صفحہ نمبر 558) (سیرۃ اعلام النبلاء، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 152)

ہجرت سے تین سال قبل ماہ شوال میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا اور ہجرت کے ایک سال بعد اسی ماہ شوال میں ہی رخصتی ہوئی۔ ماہ شوال میں نکاح اور رخصتی کی حکمت یہ تھی کہ اہل عرب شوال کے مہینے کو منحوس خیال کرتے تھے اور اس میں کسی قسم کی خوشی وغیرہ نہ کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک مرتبہ شوال کے مہینے میں عرب میں طاعون کی وباء پھیلی تھی جس سے ہزاروں لوگ ہلاک ہو گئے تھے جس کی وجہ سے اہل عرب اس مہینے کو منحوس سمجھنے لگ گئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس مہینے میں نکاح کرنے اور اسی مہینے میں رخصتی کرنے سے مقصود اس مہینے کی نحوست کا وہم لوگوں سے ختم کرنا تھا جو کہ اس واقعہ کے بعد آہستہ آہستہ ختم ہو گیا اور اہل عرب شوال میں بھی خوشی کرنے لگے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کے تین سال بعد تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں رہے۔ جوں جوں مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا کفار کے مظالم بھی بڑھتے جاتے۔ بالآخر جب کفار کے مظالم حد سے تجاوز کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ مسلمان ایک ایک دو دو کر کے چھپتے چھپاتے مدینہ طیبہ جانے لگے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کی اجازت چاہی تو رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا!

”آپ انتظار کریں ہم ایک رات چلیں گے۔“

Marfat.com

اسی دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سفر کی تیاریاں شروع کر دیں اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہنچے ابھی دستک دینا ہی چاہتے ہیں کہ اندر سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی آواز آئی۔!

"لبیك یا رسول الله ﷺ"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"صدیق! ابھی میں نے دستک دی نہیں تمہیں کیسے پتہ چل گیا کہ میں آیا ہوں؟"

تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا!

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں تو اسی دن سے انتظار میں تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "ہم ایک رات چلیں گے" اور یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس رات سے سویا ہی نہیں کیونکہ مجھ پتا نہیں تھا کہ کس رات آپ تشریف لائیں گے۔"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل وعیال کو اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل وعیال کو مکہ میں ہی چھوڑا اور مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ جس دن یثرب کو مدینہ بننے کا شرف حاصل ہوا اس دن بارہ ربیع الاول کی تاریخ اور اعلان نبوت کا چودھواں سال تھا۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں کچھ دن گزار چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور اپنے غلام ابورافع کو اپنے اہل وعیال لانے کے لیے مکہ بھیجا۔ ان کے ساتھ ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی عبداللہ بن اریقط کو اپنے اہل وعیال لانے کے لیے بھیجا اور ان حضرات کو دو اونٹ اور پانچ سو درہم بھی زادِراہ کے طور پر دیئے۔ اس طرح حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ ام المومنین سیدہ سودہ بنت زمعہ، سیدہ فاطمۃ الزہرا، سیدہ ام کلثوم اور ام ایمن رضی اللہ عنہن تھیں اور عبداللہ بن اریقط کے ساتھ ام رومان، عبداللہ بن ابوبکر، سیدہ عائشہ اور اسماء بنت ابوبکر رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔ جب یہ قافلہ مدینہ منورہ پہنچا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی کے ساتھ حجرے تعمیر کروا رہے تھے۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال ان حجروں میں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال بنو حارث بن خزرج کے محلے میں اپنے عزیز واقارب کے پاس اترے۔ جب مہاجرین ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئے تو اکثر کو مدینہ منورہ کی آب وہوا موافق نہ آئی جس کی وجہ سے اکثر مہاجرین بیمار پڑ گئے، ان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی تیمارداری میں لگ گئیں اور جب یہ صحت یاب ہوئے تو سیدہ رضی اللہ عنہا خود بیمار ہو گئیں۔ ان کو اتنا شدید بخار ہوا کہ ان کے سر کے بہت زیادہ بال گر گئے، آپ رضی اللہ عنہ ایک ماہ تک بیمار رہیں اور جب صحت یاب ہوئیں تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا!

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اپنی اہلیہ عائشہ کو اپنے گھر لے آئیں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"میرے پاس حق مہر کی رقم نہیں ہے۔"

اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پانچ سو درہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کر دیئے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیئے، جب حق مہر کی رقم ادا کر دی گئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند انصاری عورتوں کو دلہن لینے کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر بھیجا۔ جب یہ خواتین وہاں پہنچی تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کو کپڑے پہنا کر اس کمرے میں بٹھا دیا جہاں

Marfat.com

انصاری خواتین دلہن کے انتظار میں بیٹھیں تھیں۔انہوں نے دلہن کا استقبال ان الفاظ میں کیا!

"عَلَى الْخَيْرِ وَالْبَرَكَتِهِ وَعَلٰى خَيْرِ طَائِرٍ"

"یہ شادی خیر و برکت اور اچھا شگون ثابت ہو"

سادگی کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رخصت ہوئیں کہ نہ کوئی رسم ادا کی گئی اور نہ ہی کوئی ضیافت تیار کی گئی۔

(صحیح البخاری، حدیث نمبر 3894)(الصحیح المسلم، حدیث نمبر 1422)(صحیح ابن حبان، حدیث نمبر 7055)(مسند احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 210)(السنن الکبریٰ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 129)(الفتح الباری شرح صحیح البخاری، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 266)(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 61)(المجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 225)(المعجم الکبیر، جلد نمبر 3، مسند اسماء بنت یزید، صفحہ نمبر 458)(المعجم الصغیر، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 23)(مسند حمیدی، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 438)(اعلام النبلاء، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 173)

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری بیوی ہیں۔آپ رضی اللہ عنہا وہ واحد خاتون ہیں جو کنواری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں۔آپ رضی اللہ عنہا علم اور فضل واجتہاد میں بے مثل و بے مثال تھیں۔ آپ ریاضت ومجاہدہ، تقویٰ وطہارت اور عبادت وریاضت میں بلند ترین مقام پر فائز تھیں۔آپ پیدائشی مسلمان تھیں کیونکہ آپ کے والدین ابتدائی زمانہ میں ہی دولت ایمان سے اپنی جھولیوں کو بھر چکے تھے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں!

"جب میں نے اپنے والدین کو پہچانا (یعنی سمجھ بوجھ حاصل ہوئی) تو انہیں مسلمان پایا۔

مدینہ طیبہ میں ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کے ساتھ چھوٹے چھوٹے حجرے بنائے اور ان میں اپنے اہل وعیال کو رکھا۔جب ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رخصت ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ رضی اللہ عنہا کو وہ حجرہ ملا جو مسجد نبوی کی مشرقی جانب تھا اور ایک دروازہ مسجد کے اندر مغرب کے رخ اس طرح واقع تھا گویا مسجد نبوی اس کا صحن بن گئی تھی۔مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی دروازے سے ہو کر مسجد میں داخل ہوتے تھے۔ اس حجرے کی وسعت چھ سات ہاتھ سے زیادہ نہ تھی۔دیواریں مٹی کی اور چھت کھجور کے پتوں اور ٹہنیوں کی تھی اور اس کے اوپر ایک کمبل ڈال دیا گیا تھا تا کہ بارش وغیرہ سے بچاؤ ہو سکے۔بلندی اتنی کہ اگر آدمی کھڑا ہو تو چھت کو لگ جائے۔دروازے میں ایک پٹ کا کواڑ تھا لیکن وہ ہمیشہ کھلا ہی رہتا تھا اور پردے کیلئے اس کے آگے ایک کمبل پڑا رہتا تھا۔گھر کا کل سامان ایک چارپائی، ایک چٹائی، ایک بستر، ایک تکیہ جس میں چھال بھری ہوئی تھی، آٹا اور کھجور رکھنے کیلئے ایک ایک برتن، پانی کا ایک برتن اور پانی پینے کیلئے ایک پیالہ تھا۔اس حجرے کے ساتھ ایک بالا خانہ بھی تھا جس کو مشربہ کہتے تھے۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری کے ایام اسی بالا خانے میں گزارے تھے، یہی وفات پائی اور یہی مدفون ہوئے۔آج جو گنبد خضریٰ ہے یہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مبارکہ تھا۔

اس حجرے میں صرف دو افراد رہتے تھے ایک مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسری حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔تھوڑے دنوں بعد بریرہ نامی ایک لونڈی کا بھی اضافہ ہو گیا۔جب تک ام المومنین سیدہ سودہ اور ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دو بیویاں تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے پاس اور ایک دن سیدہ

Marfat.com

عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہتے۔ جیسے جیسے ازواج مطہرات عقد میں آتیں گئیں ویسے ویسے ہر کسی کیلئے دن مخصوص ہوتے رہے۔ جب ازواج مطہرات کی تعداد نو ہوگئی تو آٹھ دن کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری آتی جوان پر بہت شاق تھی۔ چنانچہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے کبیرسنی کی وجہ سے اپنا دن بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا، اس طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو دن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے بعد تمام ازواج مطہرات کیلئے سالانہ مصارف کیلئے وظائف مقرر کردیئے تھے جو اسی وسق چھواروں اور بیس وسق جو پر مشتمل تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خانگی انتظام حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا ہوا تھا۔ وہی سال بھر کر غلہ تقسیم کیا کرتے تھے اور اگر ضرورت پڑتی تو باہر سے قرض لاکران مصارف کو پورا کرتے تھے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

''گھر میں کئی کئی دن تک آگ نہیں جلتی تھی۔ مہینہ مہینہ چھوہاروں اور پانی پر گزارہ ہوتا تھا۔ کبھی بھی تین دن متصل ایسے نہیں گزرے کہ خاندان نبوت نے سیر ہو کر کھانا کھایا ہو۔''

چونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دوسری ازواج کے اعتبار سے کم عمر تھیں اس لیے وہ دوسری ازواج کی طرح اچھا کھانا نہیں پکاتی تھیں۔ آٹا گوندھ کر رکھتی اور خود سو جاتیں کہ بکری آتی اور سارا آٹا کھا جاتی۔ اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت فرماتے تھے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی محبت فرماتی تھیں۔ اس کا اندازہ اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نو سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں مگر سوائے واقعہ ایلاء کے کوئی اور کشیدگی کا واقعہ پیش نہیں آیا۔ چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو بھی پتہ تھا کہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ اس لیے وہ قصداً ہدیے اور تحفے اس دن بھیجتے جس دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں قیام پذیر ہوتے۔ دیگر ازواج مطہرات کو اس کا ملال ہوتا۔ ایک مرتبہ تمام ازواج مطہرات نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پیغام دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے تمام بات بتائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''اے لخت جگر! جس کو میں چاہوں گا کیا تم اس کو نہ چاہو گی؟''

یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا واپس تشریف لے آئیں۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے پھر بھیجنا چاہا مگر آپ رضی اللہ عنہا راضی نہ ہوئیں تو انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو درمیان میں ڈالا۔ انہوں نے موقع دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''مجھے عائشہ کے معاملے میں تنگ نہ کرو۔ کیونکہ عائشہ کے علاوہ کسی اور بیوی کے لحاف میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔''

حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ جب غزوۂ سلاسل سے واپس آئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا!

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ دنیا میں سے زیادہ کس کو محبوب رکھتے ہیں؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''عائشہ کو!''

عرض کیا!

Marfat.com

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مردوں کی نسبت سوال ہے۔''
تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ کے والد (صدیق اکبر) کو۔'' (صحیح البخاری، مناقب ابوبکر)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کرتے تھے!
''الٰہی! جو چیز میرے امکان میں ہے (یعنی ازواج میں معاشرت اور لین دین کی برابری) میں اس میں عدل سے باز نہیں آتا لیکن جو میرے امکان سے باہر ہے (یعنی عائشہ کی قدر و قیمت) اس کو معاف فرما۔''

گھر میں اگرچہ بریرہ خادمہ رضی اللہ عنہا موجود تھیں مگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام کام خود کیا کرتیں تھیں۔ آٹا خود پیستی تھیں، خود گوندھتی تھیں اور کھانا بھی خود ہی پکاتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بستر خود اپنے ہاتھ سے بچھاتی تھیں، وضو کا پانی خود لا کر رکھتی تھیں، قربانی کے اونٹوں کا قلادہ خود بٹتی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں تیل لگاتی اور کنگھا کرتی تھیں۔ کپڑے خود دھوتی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں کو خوشبو لگاتی تھیں، سونے سے قبل مسواک اور پانی سرہانے رکھتی تھیں اور دیگر امور جن کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتا خود ہی انجام دیتیں۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فطری طور پر نہایت بہادر، نڈر اور دلیر تھیں۔ رات کے وقت اکثر قبرستان چلی جاتی تھیں۔ غزوۂ خندق میں بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں اور قلعہ سے باہر نکل کر نقشۂ جنگ دیکھا کرتی تھیں۔ ان کی بہادری کی ایک مثال پیش خدمت ہے کہ جب غزوۂ احد پیش آیا تو مسلمانوں کی اتفاقی غلطی کی وجہ سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور جیتی ہوئی جنگ ہاتھ سے نکل گئی۔ اور یہ خبر مشہور ہوگئی کہ معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ تو ام المومنین سیدہ عائشہ، سیدہ صفیہ اور سیدہ فاطمہ اور چند دیگر خواتین رضی اللہ عنہن دیوانہ وار میدان جنگ کی طرف دوڑیں۔ جب میدان جنگ میں پہنچیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح مگر زخمی دیکھا۔ دیگر مسلمان ادھر ادھر منتشر تھے۔ ان خواتین نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں کو دھویا اور مشکیزے اپنے کندھے پر ڈالے اور زخمیوں کو پانی پلانا شروع کیا۔ جب مسلمانوں نے اپنی ان معزز خواتین کو میدان کارزار میں دیکھا تو وہ بھی حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہونا شروع ہو گئے۔ جب مسلمان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو گئے تو یہ خواتین واپس تشریف لے آئیں۔ یاد رہے اس وقت ابھی پردہ کے احکامات نازل نہیں ہوئے تھے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حیاتِ مبارکہ کے چار واقعات ایسے ہیں جو بہت مشہور ہیں۔ (1) واقعہ افک (2) واقعہ تحریم (3) واقعہ تخییر (4) واقعہ ایلاء۔

ایک سفر میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گلے میں ہار تھا جو ٹوٹ کر گر پڑا۔ پہلے واقعہ (واقعہ افک) سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تنبیہ ہو چکی تھی، لہٰذا فوراً سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کیا گیا۔ صبح قریب تھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلہ کو پڑاؤ کا حکم فرمایا اور ایک شخص کو ہار ڈھونڈنے کے لیے دوڑایا۔ اتفاق یہ کہ جہاں فوج نے پڑاؤ ڈالا وہاں مطلق پانی نہ تھا۔ اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا۔ لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگے!
''ام المومنین عائشہ نے فوج کو کس مصیبت میں ڈال رکھا ہے؟''
سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدھے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔ دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے زانو پر سر رکھے آرام فرما رہے ہیں۔ نہایت غصے سے فرمایا!

Marfat.com

''بیٹی! ہر روز تم ہی سب کیلئے مصیبت کا باعث بنتی ہو۔''

آپ رضی اللہ عنہ بہت غصہ میں تھے۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم نازل فرمائی۔

(مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 372)

اس آیت میں مسلمانوں کو بتایا گیا کہ پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کر کے نماز ادا کر لیا کرو۔ تیمم کی سہولت نازل ہونے سے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خاص مسرت حاصل ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر تین مرتبہ فرمایا!

''اِنَّکَ لَمُبَارِکَۃٌ اِنَّکِ لَمُبَارِکَۃٌ اِنَّکِ لَمُبَارِکَۃٌ''

''بیٹی! بلاشک تو بڑی مبارک ہے۔ بیشک تو مبارک ہے۔ بیشک تو برکت والی ہے۔''

(مسند احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 373)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے تیمم کر کے نماز صبح ادا کی اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس سہولت پر بہت خوش ہوئے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حجۃ الوداع کے موقع پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ جب مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھنے کا ارادہ فرمایا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کو خوشبو لگائی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام سرف میں پہنچے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو حیض شروع ہو گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے تو وہ رو رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تسلی دی اور فرمایا!

''اس چیز کو تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی تمام بیٹیوں کے مقدر میں کر دیا ہے، اس لیے اس میں پریشانی والی کوئی بات نہیں۔ تم وہی سب کام کرو جو حاجی کرتے ہیں لیکن جب تک پاک نہ ہو جاؤ اس وقت تک طواف نہ کرنا۔''

اس طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے تمام مناسک حج ادا کیے اور جب منی پہنچی تو پاک ہو گئیں لہٰذا انہوں نے طواف کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہی وسیلہ سے عورتوں کو ایسی حالت میں حج کے احکام معلوم ہوئے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل، مناقب، عظمت اور شان کتب احادیث میں اس کثرت سے موجود ہیں جو کہ کسی دوسری خاتون کیلئے نہیں ہے۔ چند ایک فضائل ملاحظہ فرمائیں!

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کنواری خاتون سے نکاح نہ کیا اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے محبوب ترین زوجہ ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت عمر بن عاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا!

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو دنیا میں سب سے زیادہ کون عزیز ہے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''عائشہ!''

پھر پوچھا!

''مردوں میں۔''

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

Marfat.com

''عائشہ کے والد۔''

(مسند احمد، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 203)(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 67)(المعجم الکبیر، جلد نمبر 23، صفحہ نمبر 43)(الصحیح البخاری، حدیث نمبر 3663)(الصحیح المسلم، حدیث نمبر 2384)(السنن الترمذی، حدیث نمبر 3880)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''مردوں میں بہت سے افراد کامل ہوئے ہیں لیکن عورتوں میں مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون کے سوا کوئی کامل نہیں اور پھر فرمایا!

''وَفَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَآءِ كَفَضْلِ الثُّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ''

''اور عائشہ کو تمام عورتوں پر ایسے فضیلت ہے جیسے ثرید کو تمام کھانوں پر۔''

(صحیح البخاری، حدیث نمبر 3773)(صحیح المسلم، حدیث نمبر 2446)(السنن الترمذی، حدیث نمبر 3881)(السنن النسائی، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 262)(سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 2381)(مسند احمد، جلد نمبر 2، صفحہ 159)(المعجم الکبیر، جلد نمبر 19، صفحہ نمبر 28)(المجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 243)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ آپ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دُنیا و آخرت میں بیوی ہیں۔ چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا تو میں نے عرض کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ فاطمہ کا ذکر تو فرمارہے ہیں میرے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟''

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ تو دنیا و آخرت میں میری بیوی ہے؟''

(السنن الترمذی، باب فضل عائشہ، حدیث نمبر 3772)(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 66)(المعجم الکبیر للطبرانی، جلد نمبر 23، صفحہ نمبر 39)(المستدرک للحاکم، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 10)(الاحسان، بترتیب صحیح ابن حبان، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 53)(ابن ابی شیبہ، جلد نمبر 12، صفحہ نمبر 128، حدیث نمبر 12325)(ابن عساکر، فی اربعین، باب مناقب امہات المومنین، حدیث نمبر 227)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کی برکت سے تیمم کا حکم نازل ہوا۔ سیدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے اس وقت جوش مسرت میں فرمایا!

''اے آل ابی بکر! یہ تیمم کا حکم نازل ہونا تمہاری پہلی برکت نہیں بلکہ تمہاری برکت سے اور بھی بہت سی آسانیاں ہو چکی ہیں اور کئی سہولتوں کے احکام نازل ہو چکے ہیں۔''

(صحیح البخاری، شریف حدیث نمبر 334-3773)(صحیح المسلم، حدیث نمبر 367)

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہا کو سلام کیا۔ چنانچہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھوڑے کی گردن پر ہاتھ رکھے ہوئے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ سے باتیں کرتے ہوئے دیکھا۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

Marfat.com

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ کو دحیہ کلبی کے گھوڑے کی گردن پر ہاتھ رکھے، ان سے باتیں کرتے ہوئے دیکھا ہے۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''کیا تو نے اسے دیکھا؟''

عرض کیا!

''ہاں! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''وہ دحیہ کلبی نہیں تھے بلکہ جبرائیل علیہ السلام تھے اور وہ تمہیں سلام کہتے ہیں۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں عرض کیا!

''وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اللہ تعالیٰ انہیں اچھی جزا دے۔ میزبان بھی بہترین ہے اور مہمان بھی بہترین ہے۔''

(صحیح البخاری، باب ذکر الملائکہ، حدیث نمبر 3217) (الصحیح المسلم، باب فضل عائشہ، حدیث نمبر 2447) (مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 84، باب فضائل صحابہ، حدیث نمبر 1635) (المعجم الکبیر، للطبرانی، جلد نمبر 23، صفحہ نمبر 34) (مسند حمیدی، حدیث نمبر 277) (صفۃ الصفوۃ، لابن الجوزی، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 20) (المجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 243)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ظاہری زندگی کے آخری ایام ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گزارے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات پر فخر کیا کرتی تھیں۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کے حجرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اسی حجرے میں قیامت تک آرام فرما ہوئے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

''جب بھی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسرت وخوشی کی حالت میں دیکھتی تو میں عرض کرتی! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے بارگاہ رب العزت میں دعا فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے دعا فرماتے:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ عَائِشَةَ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهَا وَمَا تَأَخَّرَ وَمَا اَسَرَّ وَمَا اَعْلَنَتْ))

''یااللہ! عائشہ کی اگلی اور پچھلی مخفی اور ظاہری تمام خطائیں معاف فرمادے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا سنتیں تو مارے خوشی کے بہت زیادہ ہنستیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے!

''عائشہ میری دعا نے تمہیں خوش کردیا۔''

تو آپ رضی اللہ عنہا عرض کرتیں!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی دعا مجھے کیوں خوش نہیں کرے گی؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے!

''بخدا! میں ہر نماز کے بعد ایسی ہی دعا اپنی امت کے لئے کرتا ہوں۔''

Marfat.com

(المستدرک للحاکم، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 11) (صحیح ابن حبان، حدیث نمبر 7067) (جمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 243) (کشف الاستار، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 238)

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

''اللہ تعالیٰ نے مجھے دیگر ازواج مطہرات پر دس باتوں سے فضیلت عطا کی ہے۔''

- ☆ میرے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج میں سے کوئی کنواری نہ تھی۔
- ☆ میرے سوا کسی اور زوجہ کے والدین مہاجر نہ تھے۔
- ☆ جبرائیل امین علیہ السلام ریشم کے ایک کپڑے میں میری تصویر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے اور کہا ان سے شادی کریں۔
- ☆ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے میری برأت نازل فرمائی۔
- ☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میں ایک ہی برتن سے کر غسل کیا کرتے۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اور بیوی کے ساتھ تو اس طرح غسل نہیں فرمایا۔
- ☆ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے بستر پر آرام فرما ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی۔
- ☆ جب مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر میری گود میں تھا۔
- ☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہوتے اور میں آپ کے آگے لیٹی ہوئی ہوتی۔
- ☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات وصال فرمایا جس رات میری باری تھی۔
- ☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرے میں وصال کے بعد آرام فرما ہوئے۔

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 63) (اربعین لابن عساکر، صفحہ نمبر 32) (المعجم الکبیر، جلد نمبر 23، صفحہ نمبر 29) (المجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 241) (المستدرک للحاکم، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 10) (مسند ابی یعلی، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 336) (سیر اعلام النبلاء، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 141)

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا وہ عظیم خاتون ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں دس سال گزارے اور شارح قرآن اور صاحب حدیث کے ہر ہر قول و فعل کا مشاہدہ کیا اور اس کو پوری دنیا تک پہنچایا۔ چونکہ آپ رضی اللہ عنہا کی یادداشت بڑی پختہ تھی اس لیے آپ رضی اللہ عنہا کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا یاد تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا کے فضل و کمال علم کا اندازہ کرنے کے لئے چند ایک دلائل پیش خدمت ہیں!

صحابی رسول حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں!

''ہم صحابیوں کو کوئی مشکل بات ایسی پیش نہیں آئی کہ جس کے بارے میں ہم نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا ہو اور ان کے پاس سے ہمیں معلومات نہ ملیں ہوں۔''

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ جو کہ تابعین کے پیشوا ہیں، فرماتے ہیں!

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عالم تھیں۔ بڑے بڑے صحابہ ان سے دقیق و مشکل مسائل پوچھا

Marfat.com

کرتے تھے۔''

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 26)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں!

''میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کوئی بھی ایسی شخصیت نہیں دیکھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو جاننے والی ہو، صاحب رائے ہو، زیادہ فقیہ ہو، آیتوں کے شان نزول اور فرائض کے مسائل کا واقف ہو۔''

عطا بن ابی الرباح تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سب سے زیادہ فقیہ، سب سے زیادہ صاحب علم اور عوام میں سب سے زیادہ اچھی رائے والی تھیں۔''

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے!

''میں نے حلال وحرام، علم وشاعری اور طب میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو عالم نہیں دیکھا۔''

(زرقانی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 227)

محمود بن لبید کا قول ہے:

''ازواج مطہرات کو بہت سی احادیث زبانی یاد تھیں لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ان سب سے بڑھ کر تھیں۔'' (طبقات ابن سعد، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 126)

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

''اگر تمام مردوں اور امہات المومنین کا علم ایک جگہ جمع کیا جاتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم پھر بھی ان سب سے وسیع ہوتا۔''

ایک مرتبہ حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تربیت یافتہ تھے) سے پوچھا گیا!

''کیا ام المومنین فرائض کا علم جانتی تھیں؟''

تو انہوں نے جواب دیا!

''خدا کی قسم! میں نے بڑے بڑے صحابہ کو ان سے فرائض کے مسائل دریافت کرتے دیکھا ہے۔''

علم حدیث میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو نہ صرف دیگر امہات المومنین رضی اللہ عنہن پر بلکہ دیگر اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھی فوقیت حاصل تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ رضی اللہ عنہا اڑتالیس سال زندہ رہیں۔ اس عرصہ میں آپ رضی اللہ عنہا تمام عالم اسلام کے لئے رشد وہدایت اور علم وفضل کا مرکز بنی رہیں اور خواتین صحابہ کے علاوہ مرد حضرات بھی ام المومنین سے فیض حاصل کرتے رہے۔ آپ رضی اللہ عنہا کے مشہور ترین تلامذہ کے نام درج ذیل ہیں!

حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عمرو بن العاص، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت بریرہ، عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد بن ابی بکر، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، سروق بن اجدع، معاذہ بنت عبداللہ العدویہ، صفیہ بنت شیبہ، عمرہ بنت عبدالرحمٰن اور عائشہ بنت طلحہ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا شمار مجتہدین صحابہ میں ہوتا ہے۔ اس حیثیت سے ان کا مقام اس قدر بلند ہے کہ ان کا نام

Marfat.com

حضرت عمر فاروق، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ لیا جاتا ہے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فقہی مقام یہ تھا کہ آپ رضی اللہ عنہا خلفاء راشدین کے دور میں فتوے دیا کرتی تھیں اور جس بات پر آپ کا فتویٰ موجود ہوتا دیگر کسی رائے کی ضرورت نہ رہتی۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم وفضل کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ موجودہ کتب احادیث میں ان سے دو ہزار دو سو دس (2210) احادیث مروی ہیں اور احکام شرعیہ کا ایک چوتھائی حصہ ان سے منقول ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 6:

السیدۃ العابدۃ حفصہ بنت عمر

آپ حفصہ بنت عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن عبداللہ بن قرط بن رباح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ زینب بنت مظعون بن حبیب بن وھب بن حزافتہ بن جمع ہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ سے پیشتر انہوں نے خنیس بن حزافہ بن قیس بن عدی السہمی رضی اللہ عنہ سے شادی کی تھی۔ خنیس جنگ احد میں زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے شہید ہو گئے۔ جب حضرت حفصہ کی عدت ختم ہوئی تو ان کے والد ماجد حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور حضرت حفصہ ان پر پیش کیں۔ حضرت ابوبکر خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ چلے گئے، مگر ان کے دل میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خاموشی کی وجہ سے کچھ نہ کچھ خلش ضرور پیدا ہوئی۔ اب انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا رخ کیا۔ ان کی گھر والی حضرت سیدہ رقیہ بنت النبی ﷺ وصال پا چکی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنی صاحبزادی سے شادی کرنے کی پیشکش کی، مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ کہتے ہوئے عذرخواہی کی کہ میں ان دنوں شادی کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے دل میں قدر رنجش محسوس کی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خاموشی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انکار سے جو تکلیف انہیں پہنچی تھی اس کی شکایت لے کر جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جناب نبی کریم ﷺ نے مسکراتے ہوئے انہیں تسلی دی اور فرمایا:

((یتزوج حفصة من هو خیر من عثمان ویتزوج عثمان من هو خیر من حفصة))

''حفصہ سے شادی وہ کریں گے جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان سے شادی کریں گے جو حفصہ سے بہتر ہیں۔''

چنانچہ جناب نبی کریم ﷺ نے اپنی دوسری بیٹی ام کلثوم کی شادی بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کردی اور خود حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے شادی کرلی۔ جب بعدازاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملے تو یہ کہتے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے معذرت کی:

((ولا تجد علی یا عمر فان رسول اللہ ﷺ ذکر حفصة فلم اکن لافشی سر رسول اللہ ﷺ ولو ترکها لتزوجتها))

''اے عمر! مجھ پر ناراض نہ ہونا، بے شک جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ کا ذکر فرمایا تھا۔ میرے لئے مناسب نہیں تھا کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کے راز کو افشاء کرتا۔ اگر جناب رسول اللہ ﷺ ان سے شادی نہ کرتے تو میں ان سے ضروری

Marfat.com

شادی کر دو۔"

حضرت حفصہ پیسوں کی تحصیل کرتی تھیں کہ حضرت عائشہ کی ہم عمر اور ان کی ہم پلہ تھیں۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کی بیویوں میں سے حضرت حفصہ مجھے تکلیف دیتی تھیں۔ مگر جب حضرت حفصہ کی شادی کے بعد حضور ﷺ نے دوسری ازواج سے شادی کی تو حضرت حفصہ حضرت عائشہ کے گروہ میں شامل ہو گئیں۔ سیدہ سودہ اور سیدہ صفیہ بنت حیی بھی ان کے ساتھ تھیں۔ باقی ازواج حضرت ام سلمہ اور زینب بنت جحش کے ساتھ دوسرے گروہ میں تھیں۔ اسی کی وجہ سے حضرت ماریہ قبطیہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ماریہ کے تھے کہ عشق ہے وہ یوں ہے کہ ایک بار سیدہ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اس وقت آپ ﷺ حضرت حفصہ کے گھر موجود تھے۔ حضرت حفصہ اس وقت گھر میں نہیں تھیں۔ جب تشریف لائیں تو آپ کے گھر میں حضرت ماریہ حضور ﷺ کے ساتھ تھیں۔ پردہ ہیا چھوڑا ہوا تھا۔ وہ غصہ کی حالت میں انتظار کرتی رہیں۔ جب حضرت ماریہ چلی گئیں تو انہوں نے روتے ہوئے جناب نبی کریم ﷺ سے اپنی ناراضگی کا اظہار یوں کیا۔ وہ کہہ رہی تھیں:

"یہ میرے گھر میں میری باری میں میرے بستر پر؟"

جناب نبی کریم ﷺ نے انہیں راضی کر لیا اور خفیہ طور پر انہیں بتایا کہ آپ ﷺ نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے اور یہ بھی بتایا کہ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد ان کے باپ کی خلافت کی انہیں خبر دی مگر سارا معاملہ انہیں پوشیدہ رکھنے کو کہا۔ جناب رسول اللہ ﷺ سے حضرت ماریہ کا حمل بھی دیگر ازواج کی غیرت کا محرک بن گیا۔ خاص طور پر حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کی غیرت کا، کیونکہ دیگر ازواج ان کی مانند حاملہ نہ ہوئیں۔ جب نبی کریم ﷺ کے حضرت ماریہ کو اپنے اوپر حرام قرار دے دینے سے حضرت حفصہ کو بہت خوشی ہوئی۔ انہوں نے جو بات حضور ﷺ نے ان کو بتائی تھی اس کی خبر حضرت عائشہ کو دے دی مگر انہیں اسے مخفی رکھنے کا حکم دیا۔

بعض راویوں نے جناب نبی کریم ﷺ کے حضرت حفصہ کو طلاق دینے کا تذکرہ بھی کیا ہے اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا پتہ چلا تو وہ روئے اور اپنے سر پر مٹی ڈالی اور یہ فرماتے تھے:

"ما یعبا للہ بعمر وابنته بعدها"

"اللہ تعالیٰ اب اس کے بعد عمر اور ان کی بیٹی کی کچھ پروا نہیں کریں گے۔"

اور یہ بھی منقول ہے کہ حضرت جبرئیل نے جب آپ ﷺ سے یہ کہا کہ ان سے رجوع کر لیجیے، کیونکہ وہ بہت روزہ دار اور بہت قیام کرنے والی ہیں اور جنت میں آپ کی بیوی ہوں گی تو آپ ﷺ نے ان سے رجعت فرمائی۔ بعض علماء طلاق کی خبر نقل کرتے ہیں مگر صحیح اور مشہور بات یہی ہے کہ آپ ﷺ نے مہینہ بھر اپنی بیویوں سے مفارقت اختیار فرمائی تھی۔

جناب نبی کریم ﷺ نے اپنی وفات کے وقت حضرت حفصہ اور دیگر ازواج اپنے پیچھے چھوڑیں۔ حضرت حفصہ مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہیں۔ بہت عبادت کرنے والی اور اطاعت گزار تھیں۔ صحیح قول کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت سنہ ۳۸ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچویں زوجہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ آپ کردار، گفتار، عبادات و ریاضت اور شب بیداری میں اعلیٰ درجہ پر فائز تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے مزاج میں ذرا سی تیزی تھی مگر آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

Marfat.com

گزاری میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ ہر وقت خوشنودی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں مصروف رہتیں۔ آپ رضی اللہ عنہا بلند ہمت، حق گو، سخاوت شعار، حاضر جواب اور بہت زیادہ سمجھدار تھیں۔ آپ اکثر روزے سے ہوتیں۔ تلاوت قرآن پاک آپ کا خاص مشغلہ تھا۔ آپ اعلانِ نبوت سے پانچ سال قبل مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں یہ وہ وقت تھا جب قریش کعبہ شریف کی تعمیر میں مصروف تھے۔

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے والد گرامی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ تو السابقون الاولون یعنی ابتداء میں ہی قبول اسلام کا شرف حاصل کرنے والے تھے جیسے ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا آپ کی بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی مشرف با اسلام ہو گئیں اور ساتھ ہی آپ کے دیگر گھر والے بھی مسلمان ہو گئے۔ جب سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے ہوش سنبھالا تو اس وقت ان کے تمام گھر والے مسلمان تھے۔

ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا جب حرم نبوی میں داخل ہوئیں اس وقت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں دو ازواج حضرت سیدہ سودہ بنت زمعہ اور حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا موجود تھیں۔ حضرت سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سن رسیدہ تھیں اور حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما ہم پلہ اور ہم عمر تھیں۔

حضرت ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کیونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں اس لیے ان کے مزاج میں اپنے والد کی طرح تیزی تھی۔ اس تیزی کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گفتگو بھی کر لیتی تھیں۔ چنانچہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں!

"ہم لوگ زمانۂ جہالت میں عورتوں کو ذرا برابر بھی اہمیت نہ دیتے تھے لیکن اسلام کی برکت سے ان کی عظمت و شان بہت زیادہ ہوئی اور جب خواتین کے بارے میں آیات نازل ہوئیں تو ان کی قدر و عظمت اور زیادہ ہوئی۔ ایک مرتبہ میری بیوی نے مجھے کسی معاملے میں رائے دی تو میں نے اس سے کہا!

"تم کو رائے اور مشورے سے کیا تعلق؟"

اس نے جواب دیا!

"اے ابن خطاب! تم کو میری ذراسی بات بھی برداشت نہیں ہوئی حالانکہ تمہاری بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برابر گفتگو کر لیتی ہے؟"

میں یہ سن کر فوراً اٹھا اور حفصہ کے پاس گیا اور ان سے کہا!

"بیٹی! یہ میں نے کیا سنا ہے کہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برابر کا جواب دیتی ہے؟"

وہ بولیں!

"ہاں! ہم ایسا کرتی ہیں۔"

میں نے کہا!

"خبردار! میں تمہیں عذاب الٰہی سے ڈراتا ہوں۔ تم اس خاتون (عائشہ) کی ریس نہ کرو جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے اپنے حسن پر ناز ہے۔"

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے مزاج کی تیزی کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر

Marfat.com

میں تشریف لائے ۔ دیکھا تو ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا رو رہی تھیں ۔ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے رونے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے عرض کیا!

''مجھے حفصہ نے تانہ دیا ہے کہ تم ایک یہودی کی بیٹی ہو۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''حفصہ خدا سے ڈرو۔''

پھر سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا!

''صفیہ! تم نبی کی بیٹی ہو، تمہارا چچا پیغمبر ہے اور تم پیغمبر کے نکاح میں ہو۔ حفصہ تم پر کس بات میں فخر کر سکتی ہے؟''

ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو علم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا اس لیے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی تعلیم کا خاص اہتمام فرماتے ۔ مسند امام احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق حضرت شفا بنت عبد اللہ عدویہ رضی اللہ عنہا نے ان کو لکھنا سکھایا اور ان کو چیونٹی کے کاٹنے کا دم بھی سکھایا۔ بعض اہل سیرت و مورخین کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے تمام کتابت شدہ اجزاء اکٹھے کر کے ان کو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رکھوا دیا اور یہ اجزاء تا زندگی ان کے پاس رہے ۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سرکاری طور پر قرآن مجید کا نسخہ تیار کروایا تو ان اجزاء کو سامنے رکھتے ہوئے اس کو ترتیب دیا۔ اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب قرآن مجید کی نقول تیار کروانے کے لئے اور سرکاری اخراجات سے عوام کو قرآن مجید مہیا کرنے کیلئے نسخے تیار کروائے تو جس نسخے کو بطورِ نمونہ سامنے رکھا گیا وہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا نسخہ تھا۔ اس کی نقول کی تیاری کرنے کے بعد وہ ان کو واپس کر دیا گیا۔ ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو دین میں تفقہ کا بھی ایک خاص ملکہ حاصل تھا۔ وہ مختلف آیات پر غور و فکر کرتیں اور ان سے مختلف نکات نکالتیں رہتیں ۔ چونکہ آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مزاج شناس تھیں اس لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا موڈ دیکھ کر بے باکی کے ساتھ سوالات پوچھ لیا کرتی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کا جواب بھی مفصل دے دیا کرتیں تھیں ۔ ام مبشر انصاریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہیں موجود تھے ۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''میں امید کرتا ہوں کہ اصحاب حدیبیہ جہنم میں داخل نہیں کئے جائیں گے۔''

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ سن کر عرض کیا کہ قرآن مجید میں تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے!

''تم میں سے ہر شخص جہنم میں سے گزرنے والا ہے۔ یہ تیرے رب کا لازم کیا ہوا ہے جو پورا ہو کے رہے گا۔''

(القران الکریم، سورۃ تحریم، آیت نمبر 7)

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''ہاں! اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ بھی تو ارشاد فرمایا ہے!''

''پھر ہم ان لوگوں کو بچا لیں گے جو ڈرتے تھے اور ظالموں کو اس میں گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔''

(مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 285)

ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے بہت سے جلیل القدر صحابہ کرام و تابعین کرام نے تعلیم حاصل کی ۔ ان میں سے

Marfat.com

چند کے نام درج ذیل ہیں!

حضرت عبداللہ بن عمر، حمزہ بن عبداللہ، مطلب بن ابی وداعہ، عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام، عبداللہ بن صفوان بن امیہ، عبد الرحمٰن تیتر بن شکل، صفیہ بنت ابی عبیدہ (زوجہ عبداللہ بن عمر) حارثہ بن وہب، ام بشر انصاریہ رضوان اللہ علیہم۔

تدوینِ حدیث میں بھی ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا بڑا ہاتھ ہے۔ حضرت عمرو بن رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ام المومنین کیلئے مصحف لکھا کرتا تھا۔

کتب احادیث میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے ساٹھ احادیث مروی ہیں، چار متفق علیہ ہیں، چھ مسلم شریف میں ہیں اور باقی دیگر کتب احادیث میں موجود ہیں۔

ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے کروایا۔ چنانچہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بے التفاتی کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''اللہ تعالیٰ نے عثمان کا نکاح تیری بیٹی سے زیادہ اچھی عورت سے کر دیا ہے اور تیری بیٹی کا نکاح عثمان سے زیادہ اچھے آدمی سے کر دیا ہے۔''

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا دنیا و آخرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں۔ چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو پیغام دے کر بھیجا!

''میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ دو کہ اس طلاق سے رجوع کر لیں کیونکہ حفصہ رضی اللہ عنہا جنت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہوں گی۔''

دُنیا میں اور جنت میں مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہونا بہت بڑی فضیلت ہے۔

ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے خاندان کے سات آدمیوں نے جنگ بدر میں شرکت کی یہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔ وہ سات افراد یہ ہیں!

آپ رضی اللہ عنہا کے والد گرامی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، آپ کے چچا حضرت زیاد رضی اللہ عنہ، آپ کے شوہر حضرت حنیس رضی اللہ عنہ، آپ کے تین ماموں حضرت عثمان بن مظعون، حضرت عبداللہ بن مظعون، حضرت قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہم اور ان کے ماموں کے بیٹے حضرت سائب بن عثمان بن مغظون رضی اللہ عنہ۔

ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی طویل نماوں کی گواہی اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے دی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام دیا!

''اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ حفصہ سے رجوع فرمالیں کیونکہ وہ بہت زیادہ روزے رکھنے والی، بہت زیادہ نماز پڑھنے والی اور بہت زیادہ پرہیزگار خاتون ہے۔''

وصال کے وقت بھی حضرت ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا روزے کی حالت میں تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے اجزاء کو جمع کر کے حضرت ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رکھوا دیا۔ جو تا زندگی آپ رضی اللہ عنہا کے پاس رہے۔ یہ وہ اعزاز ہے جو کسی اور زوجہ کے حصے میں نہیں آیا۔

Marfat.com

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی جو نقلیں تیار کروائیں وہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے نسخہ کو دیکھ کر تیار کی گئیں ۔ ہمارے پاس جو قرآن پاک کے نسخے ہیں وہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے نسخے کے عین مطابق ہیں۔

ام المومنین حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بہت بڑی علامہ اور فقیہہ تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی تعلیم کا خود انتظام فرمایا اور حضرت شفاء بنت عبداللہ عدویہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ ان کو لکھنا پڑھنا سکھائیں۔

اللہ تعالیٰ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو بھی صریح مخاطب فرمایا ہے۔ یہ اعزاز کسی اور خاتون کو حاصل نہیں ہے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرماتی ہیں۔!

''جس طرح آپ کے والد گرامی حضرت عمر فاروق مضبوط ارادے کے مالک ہیں ویسی ہی ان کی صاحبزادی حضرت سیدہ حفصہ بھی مضبوط ارادے کی مالکہ ہیں۔''

ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا دینی مسائل پوچھنے اور بات کرنے میں بہت جری تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا قرآنِ مجید کی آیات سے نکات نکالتی رہتیں اور جس بات میں کچھ مشکل محسوس کرتیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا جھجک پوچھ لیتیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو خبر دے دی تھی کہ میرے بعد حضرت ابو بکر اور ان کے بعد تمہارے والد عمر فاروق لوگوں کے امیر ہوں گے۔

ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے وصال سے قبل اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو وصیت کی کہ میری تمام جائیداد فروخت کر کے اللہ کی راہ میں تقسیم کر دینا۔ (عیون الاثر، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 396)

ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو امت میں اختلاف سے سخت نفرت تھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ مبارکہ میں جب جنگِ صفین کا واقعہ پیش آیا اور اس کا خاتمہ تحکیم پر ہوا تو آپ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس کو فتنہ سمجھ کر گوشہ نشین ہونا چاہتے تھے۔ کیونکہ قاتلانِ عثمان سے قصاص لینے کے سلسلہ میں حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی گفتگو منافقین کے ہنگامے کی نظر ہو گئی تھی۔ ایک دن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی بہن حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور کہا!

''آپ دیکھ رہی ہیں کہ لوگوں کا کیا حال ہے۔؟ اس لیے میں اس معاملے سے گوشہ نشیں ہونا چاہتا ہوں۔''

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا!

''گو کہ اس شرکت میں تمہارا کوئی فائدہ نہیں ہے تاہم اس کوشش میں تمہیں شریک رہنا چاہیے کیونکہ لوگوں کو تمہاری رائے کا انتظار ہو گا اور مجھے ڈر ہے کہ تمہارے نہ جانے سے اور گوشہ نشینی اختیار کرنے سے ان میں اختلاف پیدا ہو جائے گا۔''

چنانچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے سمجھانے پر اس معاملہ کی اصلاح میں شریک رہے۔

(صحیح بخاری، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 589)

مدینہ طیبہ میں صیاد نامی ایک شخص تھا اس میں دجال کی بہت سی علامات پائی جاتی تھیں۔ یہاں تک کہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کے متعلق کچھ شک تھا۔ ایک دن اس کی حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سرِ راہ ملاقات ہو گئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھنا بھی گوارا نہ کیا لیکن وہ آپ کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے

Marfat.com

اسے سخت سست کہا۔اس پر وہ اس قدر پھولا کہ سارا راستہ بند ہو گیا۔آپ رضی اللہ عنہ چونکہ بہت بہادر اور زاہد تھے اس لیے اس کو مارنا شروع کر دیا۔اس بات کی خبر جب سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی ابن عمر رضی اللہ عنہا سے فرمایا!

''تمہیں اس سے کیا غرض۔؟اس کو چھوڑ دو۔!تمہیں پتہ نہیں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دجال کے خروج کا محرک اس کا غصہ ہوگا۔''(مسند امام احمد،جلد نمبر 6،صفحہ نمبر 283)

ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اور ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان بہت زیادہ پیار تھا اور یہ ہر کام باہمی مشاورت سے کرتی تھیں لیکن مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں زیادہ حصہ حاصل کرنے کیلئے ان میں کبھی کبھار رشک و رقابت کا اظہار ہو جاتا تھا۔ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا دونوں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں شریک تھیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کے ساتھ ساتھ چلتے اور ان سے باتیں کرتے رہتے۔ایک روز سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا!

''آج رات میں تمہارے اونٹ پر اور تم میرے اونٹ پر سوار ہو گی۔''

اس پر وہ راضی ہو گئیں۔چنانچہ ان دونوں نے اپنے اپنے اونٹ بدل لیے۔جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا کہ اس میں عائشہ رضی اللہ عنہا نہیں بلکہ حفصہ رضی اللہ عنہا ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے باتیں کرنے لگے۔جب یہ قافلہ منزل پر پہنچا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا تو اپنے پاؤں کو اذخر (یہ ایک قسم کی گھاس ہوتی ہے) کے درمیان لٹکا کر کہنے لگیں!

''اے اللہ! کسی سانپ یا بچھو کو مقرر کر کہ وہ مجھے ڈس جائے۔''

حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے شعبان 45 ہجری میں مدینہ طیبہ میں تریسٹھ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہا کا دور خلافت تھا۔مدینہ کے گورنر مروان بن الحکم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور کچھ دیر تک جنازے کو کندھا بھی دیا۔پھر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جنازے کو قبر تک لے گئے۔سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور ابن عمر کے صاحبزادوں حضرت عاصر،حضرت سالم،حضرت عبداللہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو قبر میں اتارا۔

(طبقات ابن سعد،جلد نمبر 8،صفحہ نمبر 86)(المستدرک للحاکم،جلد نمبر 4،صفحہ نمبر 15)(العیون الاثر،جلد نمبر 2،صفحہ نمبر 296)(اسد الغابہ،جلد نمبر 7،صفحہ نمبر 67)(الاستیعاب،جلد نمبر 4،صفحہ نمبر 1812)(تہذیب الاسماء والصفات للنووی،جلد نمبر 2،صفحہ نمبر 339)

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 7:

ام المساکین السیدہ زینب بنت خزیمہ

آپ ام المومنین السیدہ زینب بنت خزیمہ بن الحارث بن عبداللہ بن عمرو بن مناف بن نہلال بن عامرہ بن صعصعہ ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ ہند بنت عوف بن الحارث بن حماطہ الحمریہ تھیں۔اس طرح آپ ماں کی طرف سے ام المومنین سیدہ میمونہ کی بہن ہیں۔ جناب رسول کریم ﷺ سے پہلے انہوں نے اپنے چچا حارث بن عبدالمطلب کے دو بیٹوں سے شادی کی۔ پہلے طفیل بن حارث سے، جب اس نے ان کو طلاق دے دی تو پھر اس کے بھائی عبیدہ بن الحارث نے ان سے شادی کر لی۔ کہا گیا ہے کہ اس میں بہت سارے اقوال ہیں ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ عبداللہ بن جحش نے جناب رسول اللہ ﷺ کے انہیں اپنی زوجیت میں لینے سے پہلے ان کے ساتھ شادی کی تھی۔ وہ ان کی زوجیت میں رہیں۔حتیٰ کہ جنگ احد میں وہ شہید ہو گئے۔ پہلی روایت کے مطابق مشہور یہ ہے کہ عبیدہ بن الحارث نے ان سے نکاح کیا تھا۔ وہ جنگ بدر کے سورماؤں میں ایک تھے اور وہی پہلے شخص تھے جنہیں جنگ بدر میں زخم لگے۔ زخمی ہونے کی حالت میں صحابہ ان کو اٹھا کر جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لے گئے۔ انہوں نے ان کا سر جناب نبی کریم ﷺ کی ران مبارک پر رکھ دیا۔ میدان بدر سے مسلمانوں کی واپسی کے وقت وہ شہادت کی موت سے سرفراز ہوئے۔ جناب نبی کریم ﷺ نے سیدہ زینب سے سن تین ہجری میں شادی کی۔ وہ آپ کے حرم میں تقریباً آٹھ ماہ رہیں اور سن چار ہجری میں ماہ ربیع الآخر میں ان کی وفات ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً بتیس سال تھی۔ مساکین کی کثرت کے ساتھ کھانا کھلانے اور ان کی نگہداشت کرنے کے باعث ان کا نام ام المساکین رکھا گیا۔

ام المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا مصطفیٰ کریم علیہ السلام کی ازواج میں ساتویں نمبر پر ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا بہت دریا دل، غریب پرور، سخی اور مساکین کی خبر گیری کرنے والی خاتون تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا بھوکوں کو نہایت فیاضی کے ساتھ کھانا کھلایا کرتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا زمانہ جاہلیت میں ہی ''ام المساکین'' (مسکینوں کی ماں) کے لقب سے پکاری جاتی تھیں۔

ام المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا اعلانِ نبوت سے چودہ سال قبل مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا خاندان بنو ہلال مکہ کا ایک بہت معزز خاندان تھا جو کہ قبیلہ بنو عامر کی ایک شاخ تھے اور یہ شاخ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھی۔

ام المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد دس ماہ تک بیوہ رہیں۔ ایام بیوگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پیغامِ نکاح بھیجا تو انہوں نے عرض کیا!

Marfat.com

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ میرے معاملے میں خودمختار ہیں۔''
چنانچہ ابتدائے رمضان 3 ہجری کو مصطفیٰ کریم علیہ السلام نے ان کو اپنے حبالہ عقد لے لیا۔ان کا حق مہر ساڑھے بارہ اوقیہ (پانچ سو درہم) مقرر ہوا۔
اس وقت حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت سیدہ سودہ بنت زمعہ، حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہم اجمعین موجود تھیں۔ جبکہ حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا چھ سال قبل وصال ہو چکا تھا۔ام المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آنے کے بعد صرف آٹھ ماہ تک زندہ رہیں۔
آپ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ سخی اور فیاض تھیں اور ہر وقت ضرورت مندوں کی ضروریات پورا کرنے میں لگی رہتی تھیں۔
آپ رضی اللہ عنہا کو ام المساکین اس لیے کہا جاتا تھا کہ آپ مساکین کو کھانا کھلانے میں بہت فیاض تھیں اور زمانہ جاہلیت میں ہی ام المساکین کے لقب سے مشہور ہوگئیں تھیں۔آپ رضی اللہ عنہا کا یہ لقب آپ کے اسلام قبول کرنے کے بعد بھی قائم رہا۔ یقیناً آپ رضی اللہ عنہا ساری عمر غرباء اور مساکین کی دادرسی میں مصروف رہیں۔
آپ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں وصال فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اپنا آخری سفر طے کیا۔
آپ رضی اللہ عنہا مہاجرین میں سے تھیں۔آپ رضی اللہ عنہا نے بھی مکہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی۔
ام المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کے ایک خاوند عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں شہید ہوئے اور ایک خاوند حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ جنگِ اُحد میں۔
ام المومنین سیدہ زینب بنت خذیمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آنے کے بعد صرف آٹھ ماہ حیات رہیں۔ایک روایت کے مطابق تیس (۳۰) سال اور دوسری روایت کے مطابق بتیس (۳۲) سال کی عمر میں عین وقت شباب آپ رضی اللہ عنہا نے ماہ ربیع الثانی 4 ہجری میں اس دار فانی سے انتقال فرمایا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کا نماز جنازہ پڑھایا اور جنت البقیع میں دفن فرمایا۔ جنت البقیع میں ایک قبہ تھا جس کو ''قبہ ازواج النبی'' کہا جاتا تھا۔یہاں پر ازواج مطہرات اسودہ خاک تھیں۔ابن سعود نجدی نے اس قبہ کو شہد کر دیا اور تمام مزارات کے نام ونشان تک ختم کر دیئے۔دنیا والے اپنے ورثہ کی حفاظت کرتے ہیں لیکن ان بدبختوں کا یہ حال ہے کہ جس چیز کو بھی مصطفیٰ کریم علیہ السلام کے ساتھ کچھ بھی نسبت ہے اس کا نام ونشان بھی مٹا دینا چاہتے ہیں۔
ام المومنین سیدہ زینب حضرت ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد وہ واحد زوجہ ہیں جنہوں نے مصطفیٰ کریم علیہ السلام کی ظاہری زندگی میں وصال فرمایا اور حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں دفن ہوئیں۔
(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 116) (عیون الاثر، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 396) (الاستیعاب، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 212) (جوامع السیرۃ، صفحہ نمبر 33) (کتاب المعرفۃ والتدریج الفسوی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 322) (مرشد المختار، صفحہ نمبر 262)

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 8:

اُمُّ المومنین سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا ازواج مطہرات میں چوتھا نمبر ہے۔آپ رضی اللہ عنہا عقل وفہم، علم وعمل، کردار و گفتار اور فقہی مسائل میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد تمام امہات سے ممتاز تھیں۔آپ قدیم الاسلام تھیں یعنی ان ابتدائی چند لوگوں میں سے تھیں جنھوں نے اعلانِ نبوت کے ابتدائی زمانہ میں ہی اسلام کی دولت سمیٹ لی تھی۔آپ رضی اللہ عنہا چونکہ ابتدائی زمانہ میں ہی مسلمان ہوگئی تھیں، اس لیے آپ رضی اللہ عنہا نے کفارِ مکہ کی بہت زیادہ تکالیف اور مصائب و آلام برداشت کیے۔آپ رضی اللہ عنہا صبر وتحمل، بردباری اور صاف گوئی میں اپنی مثال آپ تھیں۔آپ رضی اللہ عنہا شرافت وسیادت اور امارت وآسائش کی گود میں پلی بڑھی تھیں۔چونکہ آپ رضی اللہ عنہا کے والد گرامی عرب کے مشہورترین رئیس تھے اس لیے مال ودولت کی فراوانی تھی اور ہر قسم کی آسائش میسر تھی۔

آپ رضی اللہ عنہا کا اصل نام ہند اور کنیت ام سلمہ تھی۔آپ رضی اللہ عنہا کی کنیت اتنی مشہور ہوئی کہ اصل نام کی بجائے اس کنیت سے ہی پکاری جانے لگیں۔

آپ رضی اللہ عنہا کے والد کا نام ابوامیہ سہیل تھا۔بعض روایات میں ابوامیہ خذیفہ بھی آیا ہے۔والد کی طرف سے آپ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب یوں ہے!

ام سلمہ بنت ابوامیہ سہیل یا خذیفہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم بن یقظ بن کعب۔

اس طرح کعب پر جا کر آپ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل جاتا ہے۔آپ رضی اللہ عنہا قریش کے مشہور خاندان بنومخزوم سے تعلق رکھتی تھیں۔

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام عاتکہ تھا۔والدہ کی طرف سے آپ رضی اللہ عنہا کا سلسلۂ نسب یوں آتا ہے!

ام سلمہ بنت عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ بن مالک بن خذیمہ (یا جذیمہ) بن علقمہ بن جذل الطعان بن فراس بن غنم بن مالک بن کنانہ۔

بعض حضرات نے عاتکہ سے عاتکہ بنت عبدالمطلب سمجھا ہے اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کی بیٹی سمجھا ہے، لیکن یہ غلط ہے ان کا نام ہند ہے۔

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 86)(الاصابہ، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 221)(جمرۃ انساب العرب، صفحہ نمبر 146)(الاستیعاب، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 1920)(نسب قریش للزبیری، صفحہ نمبر 300)(انساب الاشراف، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 1429)(اسد الغابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 289)

Marfat.com

روایات کے مطابق حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے والد ابوامیہ مکہ مکرمہ کے مشہور ترین اور مخیر ترین سرداروں میں سے تھے۔ان کی فیاضی کا یہ عالم تھا کہ بیسیوں افراد ان کے دستر خوان پر پلتے تھے۔ان کی دریا دلی، دولت اور سخاوت کے چرچے ہر طرف تھے۔ان کی ایک صفت یہ بھی تھی کہ جب کبھی سفر کرتے جتنے بھی قافلے والے ساتھ ہوتے ان کے زادراہ، قیام وطعام اور دوسری ضروریاتِ سفر یہ پوری کرتے۔اس لیے ان کو لوگوں نے ''زاد الراکب'' یعنی سواروں کے زادراہ کا لقب دے رکھا تھا۔اس وجہ سے جو بھی ان کے ساتھ سفر کرتا وہ سفری اخراجات سے غنی ہو جاتا۔

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت سے آٹھ سال قبل مکہ مکرمہ میں قبیلہ مخزوم کے رئیس ابوامیہ کے ہاں پیدا ہوئیں۔چونکہ آپ رضی اللہ عنہا کا والد رئیس اور شرفاء مکہ میں سے تھا، اس لیے یہ کہنا بجا ہوگا کہ آپ رضی اللہ عنہا نے ساری زندگی کبھی بھی بدحالی اور پریشانی نہیں دیکھی۔آپ رضی اللہ عنہا نے بڑے ناز ونعم سے پرورش پائی۔جب جوان ہوئیں تو اپنے ہم پلہ اپنے چچا زاد بھائی عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم کے ساتھ شادی ہوگئی۔آپ رضی اللہ عنہ بھی اپنے اصل نام کی بجائے اپنی کنیت ابوسلمہ سے مشہور ہوئے۔حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ اور مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابولہب کی لونڈی ثوبیہ کا دودھ پیا تھا، گویا کہ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رضاعی بھائی تھے۔حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ ویسے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھی تھے۔ان کی والدہ برہ بنت عبدالمطلب تھیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت فرمایا تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور آپ کے شوہر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ ان خوش قسمت ترین افراد میں سے تھے جنہوں نے ابتدائی زمانہ میں ہی اسلام قبول کرلیا تھا اور اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ ہونے کا شرف حاصل کیا۔چونکہ یہ دونوں ہستیاں رئیس زادی تھیں اس لیے ان کے قبائل نے ان کے اسلام قبول کرنے پر بہت سخت ردعمل ظاہر کیا اور ہر طرح سے ان پر مصائب وآلام کے پہاڑ توڑ دیئے۔جوں جوں مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا کفار ویسے ویسے ہی اپنے ظلم وزیادتی میں اضافہ کرتے جاتے۔

جب کفارِ مکہ کا ظلم وتشدد حد سے تجاوز کر گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اجازت دی کہ جو کوئی مسلمان اپنے دین اور جان کی حفاظت کرنا چاہتا ہے وہ حبشہ کی طرف ہجرت کر جائے۔چنانچہ امام نووی نے التہذیب، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 362 پر لکھا ہے کہ حضرت ام سلمہ اور حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہما نے سب سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

طبقات ابن سعد، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 203 پر موجود ہے کہ ان دونوں میاں بیوی نے حبشہ کی دونوں ہجرتوں میں شرکت کی۔حبشہ میں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد جب یہ واپس مکہ آئے تو پھر کفار کے مظالم کا نشانہ بن گئے۔چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی۔اس ہجرت میں بھی ان کو یہ فضیلت حاصل ہوئی کہ اہل سیر اور مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا پہلی خاتون ہیں جو ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائیں۔

(الاصابہ، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 223)(الاستیعاب، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 1921)(سیر اعلام النبلاء، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 206)(نسب قریش، صفحہ نمبر 337)

اسی طرح اہل سیر اور مورخین نے یہ بات بھی بیان کی ہے کہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جو ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئے۔

Marfat.com

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی مدینہ کی طرف ہجرت کا واقعہ بھی بڑا دردناک ہے۔ جب ان حضرات نے ہجرت کا قصد کیا تو ان کے پاس صرف ایک ہی اونٹ تھا۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس پر اپنی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ اور اپنے بیٹے سلمہ رضی اللہ عنہ کو سوار کیا اور خود نکیل پکڑ کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب ان کی روانگی کا پتہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے خاندان بنو مغیرہ کو چلا تو وہ اکٹھے ہو کر آئے اور حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم تو جا سکتے ہو لیکن اس حالت میں ہم اپنی لڑکی کو تمہارے ساتھ نہیں بھیج سکتے۔ چنانچہ انہوں نے زبردستی ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے اونٹ کی نکیل پکڑ لی۔ جب اس بات کا پتہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے خاندان بنو عبدالاسد کو چلا تو وہ جمع ہو کر آئے اور بنو مغیرہ سے کہا کہ اگر تم اپنی لڑکی کو ہمارے لڑکے کے ساتھ نہیں جانے دیتے تو ہمارے لڑکے کا لڑکا بھی تمہارے پاس نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کو دونوں قبائل کے لوگ اپنی اپنی طرف کھینچنے لگے۔ اس کھینچا تانی کے نتیجہ میں حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کا بازو اپنی جگہ سے ہل گیا۔ بالآخر بنو اسد جناب سلمہ رضی اللہ عنہ کو چھین کر لے گئے۔ اس طرح حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ، اور حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کے درمیان تفریق ڈال دی گئی۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ تو ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ان کے خاندان والوں نے روک لیا اور حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کو ان کے ددھیال والے لے گئے۔ اس جدائی میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا برا حال تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا روزانہ صبح سویرے گھر سے نکلتیں اور وادیِ ابطح کے ایک بلند ٹیلے پر بیٹھ جاتیں اور سارا سارا دن روتی رہتیں۔ اسی طرح پورا ایک سال گزر گیا۔ آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میری یہ حالت دیکھ کر میرے خاندان کے ایک شخص کو مجھ پر رحم آ گیا۔ اس نے اپنے قبیلے والوں کو اکٹھا کر کے ان سے کہا!

''یہ لڑکی ہمارا ہی خون ہے ہم کب تک اس بے کس کو اس کے خاوند اور بچے سے جدا رکھیں گے۔ اے بنو مغیرہ! بخدا! ہمارا قبیلہ بڑا شریف اور شجاع ہے جو ظلم کو دوست نہیں رکھتا۔''

اس نیک دل آدمی کی تقریر سن کر دوسرے لوگوں کو بھی رحم آ گیا۔ چنانچہ انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اجازت دے دی کہ وہ مدینہ جا سکتیں ہیں۔ جب بنو عبدالاسد نے یہ واقعہ سنا تو انہوں نے بھی حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کو واپس کر دیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بچے کو گود میں لیا اور تنِ تنہا مدینہ کی طرف چل پڑیں۔ جب آپ رضی اللہ عنہا مکہ سے باہر نکلیں تو ایک شریف النفس آدمی حضرت عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ انہیں ملے۔ یہ ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے مگر تھے بڑے شریف النفس اور کعبۃ اللہ کے کلید بردار۔

عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کی چونکہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے بہت دوستی تھی اس لیے وہ اکثر ان کے گھر آیا جایا کرتے تھے۔

جب انہوں نے آپ کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا تو پہچان کر پوچھا!

''کدھر کا ارادہ ہے؟''

ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

''مدینہ اپنے خاوند کے پاس جا رہی ہوں؟''

انہوں نے پوچھا!

''آپ کے ساتھ کوئی مرد نہیں ہے؟''

Marfat.com

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا!

''نہیں! صرف میرا اللہ ہے اور یہ بچہ ہے۔''

اس پر حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا!

''مردانگی سے بعید ہے کہ قریش کی ایک عورت تنہا سفر کرے اور میں اس کی مدد نہ کروں۔''

یہ کہہ کر عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کی نکیل پکڑ لی اور ان کے ساتھ ہو لیے۔ یہ تین افراد کا قافلہ منزل بہ منزل سفر طے کرتے ہوئے جب مدینہ پہنچا اور قبا کی وادی نظر آئی تو عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ جاؤ تمہارے خاوند اسی بستی میں مقیم ہیں اور خود واپس چلے گئے۔

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے پوری زندگی میں عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ جیسا شریف آدمی نہیں دیکھا۔ دورانِ سفر جہاں کہیں بھی پڑاؤ ہوتا تو یہ اونٹ بٹھا کر خود دور چلے جاتے اور جب میں اتر جاتی تو یہ اونٹ کہیں باندھ دیتے اور خود کہیں دور علیحدہ سو جاتے اور جب صبح روانگی کا وقت ہوتا تو اونٹ پر کجاوہ رکھ کر دور ہٹ کر کھڑے ہو جاتے اور جب میں اطمینان کے ساتھ بیٹھ جاتی تو یہ اونٹ کی مہار پکڑ کر چلنے لگ پڑتے۔ (زرقانی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 272-273)

جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچیں تو انہوں نے اپنی بیوی بچے کو پا کر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا جب قبا پہنچیں تو لوگ ان کا حال دریافت کرتے اور یہ پوچھتے کہ وہ کن کی بیٹی ہیں۔ جب سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے والد کا نام بتاتیں تو لوگوں کو یقین نہ ہوتا کیونکہ ایک تو آپ نے تنہا سفر کیا تھا اور لوگ یہ ماننے کیلئے تیار نہ تھے کہ اتنے بڑے رئیس کی بیٹی تنِ تنہا اتنا دشوار گزار سفر طے کرے اور دوسرا آپ کے پاس ساز و سامان نہ تھا۔ اس پر سیدہ خاموش ہو جاتیں لیکن جب کچھ عرصہ بعد لوگ حج بیت اللہ کے ارادہ سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے تو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایک رقعہ اپنی خیر خیریت کا اپنے والد کو بھجوایا تب لوگوں کو یقین آیا کہ واقعی آپ ابوامیہ کی بیٹی ہیں۔ پھر لوگوں کی نظروں میں آپ رضی اللہ عنہا کی قدر و منزلت مزید بڑھ گئی۔ (مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 300)

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا جب کبھی ہجرت کا ذکر کرتیں تو فرماتیں!

''میں نہیں جانتی کہ اہل بیت میں سے کسی نے وہ مصائب اٹھائے ہوں جو اسلام کی خاطر خاندان ابوسلمہ کو برداشت کرنا پڑے۔''

حضرت عبداللہ جو کہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا کی کنیت سے مشہور تھے، بڑے بہادر، جی دار اور ماہرِ حرب تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے 2 ہجری میں جنگِ بدر میں شرکت کی اور اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔ پھر 3 ہجری میں جنگِ اُحد میں شرکت کی اور بڑی دلیری کے ساتھ لڑے۔ اسی جنگ میں ابواسامہ جشمی نے ایک زہر آلود تیر ان کو مارا جو ان کے بازو میں لگا، ایک ماہ کے مسلسل علاج سے زخم بظاہر مندمل ہو گیا لیکن زہر اندر ہی اندر اپنا کام کرتا رہا۔ جنگِ احد کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ طلحہ اور اسد بن خولید وادی قطن میں لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کیلئے ابھار رہے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سازش کو ابتداء میں ہی ختم کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اس لیے آپ نے محرم الحرام کے اوائل میں حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ڈیڑھ سو مجاہدین ان کی سرکوبی کیلئے بھیجے۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے بڑی حکمت کے ساتھ ان سازشیوں کی جمعیت کو ختم کیا اور بہت سی بھیڑ بکریاں اور اونٹ وغیرہ مالِ غنیمت لے کر کامیاب واپس لوٹے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس مہم کو 39 دنوں میں سر کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کامیاب واپسی کے تھوڑے دن بعد ہی آپ رضی اللہ عنہ کا جنگِ اُحد والا

Marfat.com

زخم پھر تازہ ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ تھوڑے دن بیمار رہے اور جمادی الآخر 4 ہجری میں وصال فرما گئے۔ وصال کے وقت ان کی زبان پر یہ الفاظ تھے!

"اے اللہ! میرے اہل وعیال کی اچھی طرح نگہداشت فرمانا۔"

روایت کے مطابق حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے خود جا کر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے وصال کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی۔ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو پورے گھر میں صف ماتم بچھی ہوئی تھی۔ خواتین پردے کے پیچھے آہ وفغاں میں لگی ہوئی تھیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بار بار یہ کہتی!

"ہائے! غربت میں یہ کیسی موت آئی۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دلاسہ دیا اور فرمایا!

"ان کے لئے دعائے مغفرت کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَلَهٗ وَاعْقِبْنِيْ مِنْهُ عُقْبٰى حَسَنَةً"

"اے اللہ! مجھے اور انہیں بخش دے اور مجھے ان کے بعد اچھا نعم البدل عطا فرما۔"

دوسری روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے آخری وقت ان کی عیادت کے لئے آئے لیکن جیسے ہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوئے تو ان کی روح پرواز کر گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ان کی دونوں آنکھوں کو بند کیا اور فرمایا:

"انسان کی روح جس وقت اٹھائی جاتی ہے تو اس کی دونوں آنکھیں اس کو دیکھنے کے لئے کھل جاتی ہیں۔"

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 172)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ خود بڑے اہتمام کے ساتھ پڑھائی اور اس میں نو تکبیریں کہیں۔ جنازہ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا!

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ زائد تکبیریں سہواً تھیں؟ اگر نہیں تو اس میں راز کیا ہے؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"یہ سہواً نہیں تھیں بلکہ یہ تو ہزار تکبیروں کے مستحق تھے۔"

(مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 289) (زرقانی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 275)

حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن میرے شوہر بارگاہ نبوی سے واپس آئے تو بہت خوش تھے۔ میں نے وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد سنا ہے کہ جس کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے تو وہ یہ دعا مانگے!

"اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاخْلُفْ لِيْ خَيْرًا مِّنْهَا"

"اے اللہ! میری مصیبت میں میرا اجر قائم فرما اور اس سے بہتر میرے لیے اس کا قائم مقام بنا۔"

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میرے خاوند حضرت ابوسلمہ فوت ہوئے تو مجھ پر مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ چنانچہ اس دعا کو میں نے اپنا معمول بنا لیا۔ جب میں دعا پڑھتی اور اس جگہ پہنچتی کہ "میرے لیے اس سے بہتر قائم مقام بنا" تو

Marfat.com

میں سوچتی کہ ابوسلمہ سے بہتر مسلمان کون ہوسکتا ہے؟ لیکن چونکہ یہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا اس لیے میں اس دعا کو کثرت کے ساتھ پڑھتی رہی۔

ایک اور روایت کے مطابق حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا!

''میں نے سنا ہے کہ اگر کسی عورت کا شوہر اس کی زندگی میں فوت ہو جائے اور وہ عورت اس کے بعد شادی نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی مرد کی بیوی فوت ہو جائے اور وہ اس کے بعد دوسری شادی نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس مرد کو جنت میں داخل کرتا ہے۔ اس لیے آؤ ہم دونوں یہ عہد کریں کہ ہم میں سے جو بھی پہلے فوت ہو جائے تو دوسرا اس کے بعد شادی نہیں کرے گا۔''

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا!

''تم میرا کہا مانو گی؟''

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا!

''کیوں نہیں! اس سے بڑھ کر میرے لیے اور سعادت کی کون سی بات ہو سکتی ہے۔؟''

تو حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا!

''اگر میں پہلے فوت ہو جاؤں تو تم ضرور شادی کر لینا۔''

اس کے بعد حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے یہ دعا مانگی!

''یا اللہ! اگر میں ام سلمہ کی زندگی میں انتقال کر جاؤں تو تو اسے مجھ سے بہتر شخص عطا فرمانا۔''

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 88) (سیر اعلام النبلاء، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 203)

جب حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا اس وقت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حاملہ تھیں۔ وضعِ حمل کے بعد جب عدت گزر گئی تو انہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے نکاح کا پیغام دیا جو انہوں نے مسترد کر دیا۔ پھر آپ کے ماموں زاد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پیغامِ نکاح بھیجا تو انہوں نے یہ بھی مسترد کر دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام نکاح بھیجا تو انہوں نے کہا!

''مَرْحَبًا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ''

کیونکہ ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کی سعادت نصیب ہو جائے گی۔ انہوں نے پیغام نکاح قبول کر لیا لیکن تین عذر پیش کیے!

1: میں بہت زیادہ غیرت والی عورت ہوں سوکنوں کو برداشت نہ کرسکوں گی۔

2: میں بچوں والی عورت ہوں، بچوں کی کفالت و نگہداشت میرے ذمہ ہے۔

3: میں ایسی عورت ہوں جس کا یہاں کوئی وارث موجود نہیں ہے جو میری شادی کا اہتمام کر سکے اور بعض روایات کے مطابق تیسرا عذر بیان کیا کہ میری عمر زیادہ ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے یہ عذر سنے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کے گھر تشریف لائے اور فرمایا!

''اپنی جس غیرت کا تم نے ذکر کیا ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ تم سے دور کر دے۔ جن بچوں کا تم نے ذکر

Marfat.com

کیا ہے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کیلئے کافی ہوگا اور تیسری بات جو تم نے بیان کی ہے کہ تمہارا کوئی وارث اس وقت موجود نہیں ہے تو تمہارا نہ تو کوئی موجودہ وارث اور نہ کوئی غائب وارث ایسا ہو سکتا ہے جو مجھے ناپسند کرے۔"

چنانچہ ان کی شادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شوال 4 ہجری کی آخری تاریخوں میں ہوگئی۔

(مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 296) (تفسیر الطبری، جلد نمبر 22، صفحہ نمبر 7) (تفسیر القرطبی، جلد نمبر 14، صفحہ نمبر 182) (الثمین، صفحہ نمبر 20) (الاستیعاب، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 1921) (دلائل النبوۃ للبیہقی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 463) (تہذیب للنووی، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 362)

روایات کے مطابق چونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی غریب الوطنی، اسلام کے لئے برداشت کی گئی تکالیف، غربت اور بے سہارگی کا بے حد احساس تھا اس لیے یکے بعد دیگرے ان کو نکاح کا پیغام دیتے رہے۔ ان میں سے کسی کی بھی خواہش دنیاوی نہ تھی۔ ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

"جب میں اپنے شوہر حضرت ام سلمہ کے وصال کے بعد دعا مانگتی تو جب میں یہاں تک پہنچی کہ مجھے اس سے اچھا نعم البدل عطا فرما تو میں سوچتی کہ ابوسلمہ سے زیادہ اچھا مسلمان اور کون ہو سکتا ہے لیکن پھر بھی میں یہ دعا کرتی رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ابوسلمہ سے بہتر نعم البدل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں مجھے عطا فرمایا۔"

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شادی ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حضرت سیدہ زینب بنت خذیمہ رضی اللہ عنہا (جن کا وصال ہو چکا تھا) کے گھر میں ٹھہرایا۔ اس گھر کا کل اثاثہ دو چکیاں، ایک گھڑا جس میں جو رکھے ہوئے تھے، چمڑے کا ایک تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور ایک ہانڈی اور چند برتن تھے۔ جس دن آپ رضی اللہ عنہا رخصت ہو کر مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آئیں اسی دن آپ رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھوں سے جو پیسے، روٹیاں تیار کیں، ان پر گھی لگایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیں۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ ولیمہ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ تین دن تک رہے اور جب جانے لگے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑ لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"تم اپنے شوہر کی نظر میں کم نہیں ہو۔ اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاس سات دن قیام کروں اور پھر باقی ازواج کے ہاں بھی سات سات دن رہوں؟"

اس پر سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

"حضور! تین دن ہی ٹھیک ہیں کیونکہ میں اتنی زیادہ جدائی برداشت نہ کرسکوں گی۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوا اور وہ رخصت ہو کر آئیں تو ان کا طریقہ زندگی ایسا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ ان کا مزاج دوسری ازواج کے ساتھ ملتا ہی نہیں لیکن چند ہی دنوں میں وہ دوسری ازواج کی طرح زندگی گزارنے لگیں۔

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 93) (مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 295) (مسند امام شافعی، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 26) (مسند ابو یعلی، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 244) (الفتح الباری شرح صحیح البخاری، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 81) (المطالب العالیہ، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 133) (سیر اعلام النبلاء، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 205) (الاصابہ، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 223)

کتب احادیث میں یہ بات موجود ہے کہ ازواج مطہرات کے دو گروہ تھے ایک گروہ میں حضرت سیدہ عائشہ، حضرت سیدہ حفصہ،

Marfat.com

حضرت سیدہ صفیہ اور حضرت سیدہ سودہ رضی اللہ عنہن تھیں اس گروہ کی لیڈر حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ دوسرے گروہ میں حضرت سیدہ ام سلمہ، حضرت سیدہ زینب بنت جحش اور دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن شامل تھیں۔ اس گروہ کی لیڈر حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبت تھی اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ان کی باری میں تحفے تحائف بھیجتے تھے۔ دوسری ازواج اس بات کو محسوس کرتی تھیں۔ چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو یہ مسئلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ آپ رضی اللہ عنہا چونکہ فہم وفراست میں درجۂ کمال پر تھیں اس لیے انہوں نے موقع دیکھ کر مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا۔ چند دن بعد پھر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بات کی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر جواب نہ دیا بلکہ خاموشی اختیار کی۔ جب تیسری مرتبہ بھی یہی بات کہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''ام سلمہ! عائشہ کے بارے میں مجھے اذیت نہ پہناؤ کیونکہ سوائے اس کے لحاف کے تم میں سے کوئی بھی ایسی نہیں ہے جس کے ہاں وحی نازل ہوتی ہو۔''

اس پر سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

''میں آپ کو اذیت پہنچانے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتی ہوں۔'' (صحیح بخاری، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 532)

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا جب حرم نبوی میں داخل ہوئیں تو ان کے ساتھ ان کے پہلے شوہر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے چار بچے تھے۔ انہوں نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا مجھے ان بچوں کی پرورش کا اجر ملے گا؟''

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''ہاں!''

فضائل ومناقب: حضرت ام سلمہ کو بے شمار فضائل عطا کیے گئے:

1: علم وفضل میں ویسے تو تمام ازواج مطہرات بلند ترین مرتبہ پر فائز تھیں لیکن ان میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا لاجواب تھیں۔

2: ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے 387 احادیث مروی ہیں۔ اس لیے وہ محدثین صحابہ رضی اللہ عنہم کے تیسرے طبقہ میں شامل ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کو حدیث کی سماع کا بہت شوق تھا جب بھی مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوتے اور آپ کے کانوں میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پہنچتی تو آپ رضی اللہ عنہا ہر کام چھوڑ کر مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سننے لگ جاتیں۔

3: آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرز پر قرآن مجید کی تلاوت فرماتی تھیں، جب کوئی پوچھتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح تلاوت فرماتے تھے تو خود ویسی تلاوت کر کے سائل کو بتادیتیں۔

4: علم قرآن، علم حدیث کے ساتھ ساتھ ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بہت بڑی فقیہ بھی تھیں۔ آپ آیات قرآنی پر غور کرتی رہتیں اور ان سے مسائل نکالتیں رہتیں۔ جب کسی آیت میں کچھ ابہام پاتیں فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ

Marfat.com

لیتیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے فتاویٰ کو جمع کیا جائے تو ایک مکمل کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ اس اعتبار سے آپ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ تمام ازواج مطہرات میں اعلیٰ ترین مقام رکھتی ہیں۔

5: ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس علم کے ساتھ ساتھ اسے لوگوں کو سمجھانے کا ملکہ بھی تھا۔ جب تک سائل مکمل طور پر مطمئن نہ ہو جاتا آپ رضی اللہ عنہا اسے مسئلے کی جزیات بیان کرتی رہتیں اور جب اس کی تسلی و تشفی ہو جاتی تو مطمئن ہوتیں۔

6: آپ رضی اللہ عنہا علم حدیث وفقہ میں تو مکمل دسترس رکھتی تھیں اس کے ساتھ ساتھ آپ علم اسرار سے بھی کافی آشنا تھیں۔ یہ وہ علم تھا جس میں اس وقت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اتھارٹی تصور کیے جاتے تھے۔

7: آپ رضی اللہ عنہا کے تقویٰ اور پرہیز گاری کا یہ عالم تھا کہ فرائض وسنت کی ادائیگی کے علاوہ آپ ہر پیر، جمعرات اور جمعہ کو روزہ رکھتی تھیں۔

8: ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت کرتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اپنے غلام سفینہ کو اس شرط پر آزاد کیا کہ ساری زندگی مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کریں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی محبت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہا نے سونے کی آمیزش والا ہار پہنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ناپسند کیا تو فوراً اسے توڑ دیا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایامِ مرض میں طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو فرطِ غم سے آپ رضی اللہ عنہا کی چیخ نکل گئی۔

9: آیتِ تطہیر سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ہی نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے استفسار پر انہیں بتایا کہ تم اور تمہاری بیٹی بھی اہلِ بیت میں شامل ہو۔

10: ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد تمام ازواج مطہرات کے حجروں کا دورہ فرماتے تو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرے سے شروع کرتے چونکہ وہ سب سے بڑی تھیں۔

11: ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا شریعتِ اسلامیہ کی سختی سے پابند تھیں۔ نہ خود اس کی خلاف ورزی کرتی تھیں اور نہ دوسروں سے اس کی خلاف ورزی برداشت کرتی تھیں۔

12: ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہا مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں کہ جبرائیل علیہ السلام آئے اور آپ علیہ السلام سے باتیں کرتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب وہ چلے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا!

''جانتی ہو کہ یہ کون تھے؟''

تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

''یہ دحیہ کلبی تھے!''

لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات دوسرے لوگوں کو بتائی تو پتہ چلا کہ وہ دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ جبرائیل علیہ السلام تھے۔

Marfat.com

13: ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے زمانے کی بہت حسین وجمیل خاتون تھیں۔آپ رضی اللہ عنہا کے بال نہایت گھنے تھے عقل شعور، فہم وفراست، چال ڈھال، علم وعمل میں اپنی مثال آپ تھیں۔
(الاصابہ، جلدنمبر 7، صفحہ نمبر 672)(مسند امام احمد، جلدنمبر 6، صفحہ نمبر 289)

14: ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا السابقون الاولون میں سے تھیں۔یعنی آپ رضی اللہ عنہا ابتدائی زمانے میں ہی اسلام کی دولت سے مالا مال ہونے والوں میں سے تھیں۔

15: ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اسلام کیلئے بہت تکالیف برداشت کیں۔اپنے گھربار، والدین، شوہر اور بچے کی بھی جدائی برداشت کی۔آپ رضی اللہ عنہا جب ہجرت کا ذکر کرتیں تو فرماتیں!
''میں نہیں جانتی کہ اہل بیت میں سے کسی نے وہ مصائب اٹھائے ہوں جو اسلام کی خاطر خاندانِ ابوسلمہ کو برداشت کرنے پڑے۔''

16: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو حجۃ الوداع کے موقع پر ان کی بیماری کی وجہ سے اونٹ پرسوار ہوکر بیت اللہ شریف کا طواف کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔

17: ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا لوگوں کی فطرت شناس اور صائب الرائے خاتون تھیں۔صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ رضی اللہ عنہا کے دیئے گئے مشورہ سے آپ کی فہم وفراست اور فطرت شناسی کا پتہ چلتا ہے۔امام زرقانی اور علامہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں!
''صنف نازک کی پوری تاریخ میں اصابتِ رائے کی ایسی عظیم الشان مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کامل العقل اور صائب الرائے خاتون تھیں۔''

18: ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بہت فیاض تھیں۔سائل کبھی بھی آپ کے گھر سے خالی ہاتھ نہ گیا۔اگر کچھ اور نہ ہوتا تو کھجور ہی اسے عطا فرمادیتیں تھیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کنبہ ہی ایسا ہے کہ خود تو بھوکا رہ سکتا ہے لیکن دوسرے کو بھوکا پیاسا نہیں دیکھ سکتا۔چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاس مال وزر نہیں رکھتے تھے جو آتا اسی وقت تقسیم کردیا، اسی وجہ سے تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا بھی یہی طریقہ تھا۔ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا چونکہ ایک سخی باپ کی بیٹی تھیں اس لیے سخاوت انہیں ورثہ میں ملی تھی۔اس لیے جو بھی سائل گھر میں آتا اسے کچھ نہ کچھ ضرور عطا کرتی تھیں۔ایک مرتبہ چند مساکین (جن میں عورتیں بھی شامل تھیں) سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آئے اور بڑی لجاجت اور سوز کے ساتھ سوال کیا۔آپ رضی اللہ عنہا کے پاس ام الحسین بیٹھیں ہوئی تھیں انہوں نے ان کو ڈانٹا اور سخت الفاظ استعمال کیے۔حضرت سیدہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کو منع کیا اور فرمایا!
''ہمیں اس کا حکم نہیں ہے۔''
چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا نے اپنی خادمہ کو حکم دیا کہ ان کو کچھ نہ کچھ دو اور خالی ہاتھ نہ جانے دو۔اگر گھر میں کچھ نہ ہو تو ایک ایک کھجور ہی ان کے ہاتھ میں رکھ دو۔

Marfat.com

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا خود تو فیاض تھی ہی لیکن آپ دوسروں کو بھی اس طرف مائل فرماتی تھیں۔ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عوف رضی اللہ عنہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا!

''میرے پاس بہت مال جمع ہو گیا ہے کہ اب مجھے اس کی بربادی کا ڈر ہے۔''

سیدہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

''اسے خرچ کر دو! کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے کچھ صحابہ ایسے بھی ہیں جو میرے وصال کے بعد مجھے کبھی نہ دیکھیں گے۔'' (مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 1)

10 ہجری میں مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار شمع رسالت کے پروانوں کے ساتھ 25 ذیقعد بروز ہفتہ حج کیلئے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی تھیں۔یہی وہ حج ہے جس کو حجۃ الوداع کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔اس مبارک موقع پر تمام ازواج مطہرات کے ساتھ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں لیکن وہ بیمار تھیں اور پیدل طواف نہیں کر سکتی تھیں۔انہوں نے اپنا عذر بارگاہ رسالت میں پیش کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''جب نماز فجر کھڑی ہو جائے تو آپ اونٹ پر سوار ہو کر ہی طواف کر لینا۔''

چنانچہ ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا۔(صحیح بخاری، جلد نمبر 1، صفحہ 219)

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ رب العزت نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی کربلا میں کلمہ پڑھنے والوں کے ہاتھوں ہی شہادت کی خبر دے دی تھی اور کربلا کی خاک بھی ایک بوتل میں ڈال کر دے دی تھی اور کہا تھا کہ جب یہ خاک خون ہو جائے تو یہ وہ وقت ہوگا جب حسین اور ان کے ساتھی شہید کر دیئے جائیں گے۔

چنانچہ غیب دان نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ لیا کہ اس وقت میری ازواج میں سے صرف ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہی موجود ہوں گی اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ خاک سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو دے دی اور فرمایا!

''جب یہ خاک خون میں تبدیل ہو جائے تو سمجھ لینا کہ میرے نواسے حسین کو کربلا میں شہید کر دیا گیا ہے۔''

چنانچہ جس وقت حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اور ان کے جانثار میدانِ کربلا میں یزیدی فوج سے برسر پیکار تھے اس وقت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر اور داڑھی مبارک غبار آلود ہے۔لباس سے سفر کے آثار نظر آ رہے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت غمگین اور افسردہ ہیں۔حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کیا حال ہے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''میں حسین کے مقتل سے آ رہا ہوں۔میرا ہی کلمہ پڑھنے والوں نے میرے نواسے کو بھوکا اور پیاسا شہید کر دیا ہے۔''

جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ کھلی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور آپ فرما رہی تھیں کہ اہل عراق نے حسین کو قتل کر دیا، خدا ان کو قتل کرے، انہوں نے حسین کی تذلیل کی، خدا انہیں ذلیل کرے اور ان پر لعنت کرے۔جب آپ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کی ہوئی کربلا کی مٹی دیکھی تو وہ خون ہو چکی تھی۔

Marfat.com

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تھے کہ آیتِ تطہیر نازل ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک ران پر حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو اور دوسری ران پر حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ بٹھایا اور ان پر اپنی چادر اوڑھ کر فرمایا!

''رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ''

''اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں تم پر نازل ہوں اے میرے اہل بیت! بے شک اللہ بڑی تعریف والا اور بڑی شان والا ہے۔''

حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ میں اور میری والدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا پاس ہی بیٹھی ہوئی تھیں۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا یہ دیکھ کر رو پڑیں۔ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے رونے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے عرض کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے انہیں مخصوص کر دیا اور مجھے اور میری بیٹی کو چھوڑ دیا؟''

اس پر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''بیشک تم اور تیری بیٹی اہل بیت میں سے ہیں۔''

(معجم کبیر، جلد نمبر 24، صفحہ نمبر 281)(السمط الثمین، صفحہ نمبر 106)(تاریخ دمشق، لابن عساکر، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 172)(المجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 171)

آیتِ حجاب نازل ہونے سے پہلے خواتین پردہ کی پابند نہ تھیں لیکن پھر بھی پردہ عزت کی علامت ہے۔ جتنے بھی روسا ہوتے وہ اپنی خواتین کو پردے میں رکھتے اور کسی غیر کے سامنے لانے میں شرم محسوس کرتے۔ جو خواتین جتنی باپردہ ہوتی ان کی عزت و شرافت اتنی ہی زیادہ ہوتی۔ چونکہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن معزز ترین اور پاکیزہ ترین خواتین تھیں اس لیے وہ آیت حجاب نازل ہونے سے قبل بھی سوائے قضائے حاجت کے باہر نہ جاتی اور اپنے قریبی عزیزوں کے سوا کم ہی کسی سے ملتی تھیں لیکن جب آیتِ حجاب نازل ہوئی تو اب صرف ذی محرم لوگوں سے ملنے کی اجازت ہوئی۔

سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا صحابی تھے اور مسجد نبوی کے موذن بھی تھے۔ چونکہ وہ نابینا تھے اس لیے ازواج مطہرات کے حجروں میں آجایا کرتے تھے۔ جب آیتِ حجاب نازل ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج کو ان سے پردہ کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے عرض کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تو نابینا ہیں ہمیں تو دیکھ بھی نہیں سکتے۔''

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''تم تو ان کو دیکھتی ہو۔'' (مسند امام احمد، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 296)

حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کا غلام نبہان بھی تھا جس نے اونٹ کی مہار پکڑی ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''جب غلام مکاتبت کرلے اور اس کے پاس اتنا مال ہو جائے کہ جس کو ادا کر کے وہ آزادی حاصل کر سکتا ہو تو اس سے پردہ ضروری ہو جاتا ہے۔''

Marfat.com

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو حدیث کے سماع کا بہت شوق تھا اس لیے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو بھی قول اور فعل دیکھتیں تو اسے محفوظ کرلیتیں اور جس بات کی سمجھ نہ آتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتیں۔علمی لحاظ سے اگرچہ تمام ازواج مطہرات بہت بلند مرتبہ پر فائز ہیں لیکن ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ اور ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہما کا کوئی جواب نہ تھا۔طبقات ابن سعد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج حدیث کا خزانہ تھیں تاہم حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کا ان میں کوئی حریف ومقابل نہ تھا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا قرآن مجید کی تلاوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کرتی تھیں۔آپ کی طرز اور لہجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز اور لہجے سے بہت ملتا تھا۔ایک مرتبہ کسی نے آپ سے پوچھا!

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح قرآن مجید کی تلاوت فرماتے ہیں؟"

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہر آیت الگ الگ کر کے تلاوت فرماتے تھے اور پھر خود اس طرح تلاوت کر کے سنائی۔

علم قرآن کے علاوہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا حدیث اور فقہ میں بھی اپنی مثال آپ تھی۔سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں ان کا کوئی حریف نہ تھا۔آپ رضی اللہ عنہا سے 387 احادیث مروی ہیں۔آپ رضی اللہ عنہا نہ صرف عالمہ تھیں بلکہ فصاحت وبلاغت اور سائل کو مطمئن کرنا بھی آپ کا ایک فن تھا۔بعض حضرات میں علم تو بہت ہوتا ہے لیکن وہ سائل کو مطمئن نہیں کر سکتے جس کی وجہ سے سائل در بدر سوال پوچھتا رہتا ہے۔جب بھی کوئی سائل آپ رضی اللہ عنہا سے کوئی مسئلہ پوچھتا تو آپ اس وقت تک مطمئن نہ ہوتیں جب تک اس کی تشفیع نہ ہو جاتی۔

آپ رضی اللہ عنہا کی علمی ثقاہت وفقاہت کا اندازہ ابن قیم کے اس بیان سے لگایا جاسکتا ہے کہ اگر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے فتاوی کو جمع کیا جائے تو ایک مکمل کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

آپ رضی اللہ عنہا کے فتاوی بالعموم متفق علیہ ہیں۔اگر آپ کے علمی مقام کا اندازہ کرنا ہو تو ان کے شاگردوں پر نظر ڈالیں جس میں بہت سے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی نظر آتے ہیں۔آپ رضی اللہ عنہا کے مشہور شاگردوں کے نام یہ ہیں!

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر، اسامہ بن زید، مصعب بن عبداللہ، عبداللہ بن رافع، سلمان بن یسار، ابوعثمان النہدی، سعید بن المسیب، ابووائل، عبدالرحمٰن بن حارث، ابوبکر بن عبدالرحمٰن، عثمان بن عبداللہ، عروبن زبیر، نافع، شعبہ، کریب مولا ابن عباس، نافع مولیٰ ابن عمر، ہند بنت حارث، سفیہ بنت شیبہ، زینت بنت ابوسلمہ، خیرۃ ام حسن بصریؒ، صفیہ بن محصن، وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور مروان بن حکم اکثر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔مروان تو یہ بھی کہتے تھے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ہوتے ہوئے ہم دوسروں سے کیوں مسائل دریافت کریں؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ تابعین کی ایک بہت بڑی جماعت نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے علم وفضل کے خزانے حاصل کیے۔علم وفضل کے علاوہ حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا زہد وتقویٰ میں بھی بے مثال تھیں۔فرائض وسنت کی

Marfat.com

ادائیگی تو ایک طرف آپ نفلی عبادات کی بہت کثرت فرماتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا ہر ہفتے میں پیر، جمعرات اور جمعہ کو روزہ رکھتیں تھیں۔ آپ شریعت مطاہرہ کی سختی سے پابند تھیں اور اگر کوئی اس کی خلاف ورزی کرتا تو فوراً اسے ٹوک دیتیں۔ اس کی مثال کیلئے اتنا بیان کرنا ہی کافی ہے کہ بعض امراء نے نماز کے مستحب اوقات کو چھوڑ دیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے ان کو تنبیہہ فرمائی اور کہا!

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر کو ٹھنڈ کر کے پڑھا کرتے تھے اور تم جلدی پڑھتے ہو؟''

(مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 28)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا اور سب سے آخر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا۔ وصال کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر چوراسی سال تھی اور آپ کا وصال یزید کے دور حکومت میں واقعہ حرا کے بعد ہوا۔ واقعہ حرا 63 ہجری میں پیش آیا۔ آپ رضی اللہ عنہا کا نماز جنازہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہا نے پڑھایا اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر9:

سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہ

آپ ام المومنین ہونے کی حیثیت سے اپنی اور ولی نکاح ہونے کے اعتبار سے جناب نبی کریم ﷺ کی تمام عورتوں سے زیادہ معزز ہیں۔ وہ آپ ﷺ سے آپ ﷺ کی دیگر ازواج کے بارے میں کہا کرتی تھیں،

((لیست امر آۃ منھن الازوجھا ابوھا اواخوھا او اھلھا غیری زوجنی اللہ من السما))

''میرے علاوہ ان میں سے کوئی بھی عورت ایسی نہیں مگر اس کی شادی یا تو اس کے باپ یا اس کے بھائی یا اہل خاندان نے کی مگر میری شادی کا آسمان سے خود اللہ تعالیٰ نے بلاواسطہ اہتمام فرمایا۔''

آپ سیدہ زینب بنت جحش بن راب بن یعمر بن صبرۃ بن مرۃ بن کثیر بن غسم بن دودان بن اسد بن خزیمہ۔ امہات المومنین میں سے اور جناب نبی کریم ﷺ کی پھوپھی زاد ہیں، ان کی والدہ امیمۃ بنت عبدالمطلب جناب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پھوپھی تھیں۔ جناب نبی کریم ﷺ نے اس وقت ان کے ساتھ شادی کی جب آپ ﷺ کے مولی اور متبنّی بیٹے زید بن حارثہ نے ان کو طلاق دی۔ یہ شادی آپ ﷺ نے خدا تعالیٰ کے حکم سے متبنّی بیٹوں والی اس رسم کو باطل کرنے کیلئے کی جس کی رو سے متبنّیٰ کی بیوی اس کے باپ پر حرام ہوا کرتی تھی۔ اس کے خاوند زید بن حارثہ کا ایک خوبصورت قصہ ہے۔

حضرت عائشہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد جب ہم اکٹھی ہوتیں تو دیوار میں اپنے بازو پھیلا دیتیں، انہیں لمبا کرتیں تاکہ لمبی لگیں، ہم ہمیشہ ایسا ہی کرتی رہیں۔ حتیٰ کہ حضرت زینب کی وفات ہوگئی، حالانکہ وہ چھوٹے قد کی عورت تھیں (اور اللہ ان پر رحم فرمائے ہم سے زیادہ لمبی نہیں تھیں۔) بس ہم سمجھ گئے کہ لمبے ہاتھ سے آپ ﷺ کی مراد صدقہ تھا۔ آپ اپنے ہاتھ سے کام کرتی تھیں، رنگ اور سلائی کا کام بھی کرتیں اور ان سے جو آمدنی ہوتی تھی وہ صدقہ کردیتی تھیں۔

محدثین نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کا وظیفہ انہیں بھیجا جو تقریباً بارہ ہزار درہم تھے۔ انہوں نے ان کو کپڑے میں ڈھانپ دیا پھر برزہ بنت رافع سے فرمایا:

((''ادخلی یدک فاقبضی منہ قبضۃ فاذھبی الی آل فلان و آل فلان من ایتامھا و ذوی رحمھا''))

''اپنا ہاتھ ان میں ڈالئے، اس میں سے مٹھی بھر لیجئے۔ پس فلاں کی یتیم آل اور فلاں کی یتیم اولاد اور ان کے رشتہ داروں کے پاس اسے لے جائیے۔''

انہوں نے پھر جب ان کے حکم کے مطابق ان کو تقسیم کردیا۔ ان میں سے کچھ درہم بچ رہے تو برزہ نے ان سے عرض کی: اللہ تعالیٰ تمہاری بخشش فرمائے۔! بخدا ہمارا بھی اس میں حصہ ہے۔

Marfat.com

حضرت زینب نے ان سے فرمایا: جو کپڑے کے نیچے ہے وہ تمہارا۔ برزہ کہتی ہیں: ہم نے کپڑا اٹھایا تو ہم نے دیکھا کہ تقریباً پچاسی درہم کے لگ بھگ ہیں۔ پھر زینب نے دعا مانگنے کیلئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کی:

((اللهم لا يدر كني عطا لعمر بعد عامي هذا))

''اے اللہ! اس سال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کوئی وظیفہ مجھے نہ پہنچے۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالی اور اسی سال سن بیس ہجری میں ان کی وفات ہوگئی، ان کی وفات پر سب سے زیادہ پسندیدہ مرثیہ وہ ہے جو ان کی ہم مثل اور ان کی سوکن حضرت عائشہ نے کہا، جس کا مطلع یوں ہے:

((''لقد ذهبت حميده متعبده مغزع اليتامى والا رامل))

''آپ اس حال میں دنیا سے رخصت ہوئیں کہ آپ عبادت گزار اور یتیموں اور بیواؤں کا ملجا و ماویٰ تھیں۔''

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

((كانت زينب بنت جحش تساميني في المنزلة عند رسول الله ﷺ، ولم آر امراة قط خير في الدين من زينب واتقى لله، واصدق حديثاً واوصل للرحم، واعظم صدقة واشد ابتذلا لنفسها في العمل، والذى تصدق به و تتقربه الى الله تعالىٰ))

''حضرت زینب بنت جحش جناب رسول اللہ ﷺ کے ہاں مقام و مرتبہ حاصل کرنے میں میرے ساتھ مقابلہ کیا کرتی تھیں۔ میں نے ہرگز کوئی عورت دینداری، اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والی، بات کے لحاظ سے سب سے زیادہ سچی، رشتوں کو بہت زیادہ جوڑنے والی، بہت زیادہ صدقہ کرنے والی اور اپنے آپ کو کام میں بہت زیادہ لگانے والی (جو صدقہ دے اور اس سے اس کا مقصود قرب الٰہی ہو) حضرت زینب سے بڑھ کر نہیں دیکھی۔''

ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں چھٹا نمبر ہے۔ آپ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد تھیں۔ آپ خود اپنے نکاح کے ولی ہونے کے اعتبار سے تمام ازواج مطہرات میں ممتاز ہیں۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر ازواج سے کہا کرتیں!

''لَيْسَتِ امْرَأَةٌ مِّنْهُنَّ اِلَّا زَوَّجَهَا اَبُوْهَا اَوْاَخُوْهَا اَوْاَهْلِهَا غَيْرِىْ زَوَّجَنِىَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ''

''میری علاوہ تم میں سے ایسی کوئی بھی عورت نہیں مگر اس کی شادی یا تو اس کے باپ یا اس کے بھائی یا خاندان نے کی مگر میری شادی کا آسمان سے خود اللہ تعالیٰ نے بلاواسطہ اہتمام فرمایا۔''

حضرت سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا وہ عظیم المرتبت خاتون ہیں جن کی وجہ سے اسلام سے دو ایسی رسموں کا قلع قمع ہوا جو اسلامی مزاج کے سخت خلاف تھیں۔ ان میں ایک تو غلام اور آزاد، غریب اور مالدار، صاحب نسب اور غلام کے درمیان تمیز کا خاتمہ کر کے سب کو مساوی حقوق عطا کرنا اور دوسرا اپنے متبنّیٰ بیٹے کی بیوی سے بعد از طلاق نکاح کرنا شامل تھا۔ جس کو عرب بہت برا خیال کرتے تھے۔

ام المومنین کا پہلا نام برہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تبدیل کر کے زینب رکھا۔ آپ کی کنیت ام الحکم تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا قریش کے خاندان اسد بن خذیمہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا اعلان نبوت سے سترہ سال قبل مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں۔

Marfat.com

آپ رضی اللہ عنہا کے والد کا نام جحش بن راب تھا۔ والد کی طرف سے آپ رضی اللہ عنہا کا نسب نامہ کچھ یوں ہے!
زینب بنت جحش بن راب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کثیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خذیمہ۔
آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام امیمہ تھا جو جناب عبدالمطلب کی صاحبزادی تھیں۔ اس طرح آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سگی پھوپھی کی بیٹی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد محترم حضرت عبداللہ اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی والدہ امیمہ دونوں جناب عبدالمطلب کی بیوی فاطمہ بنت عمرو مخزومی کے بطن سے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ امیمہ کے اسلام لانے میں اختلاف ہے۔

(صحیح المسلم، حدیث نمبر 2142) (الصحیح البخاری، باب الارب الالمفرد، حدیث نمبر 821)

ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا قریش کے معزز ترین خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کو اسلام کے ابتدائی زمانہ میں دولت اسلام سے مالا مال ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا دین داری، پرہیز گاری، زہد وتقویٰ اور حق گوئی میں ممتاز مقام رکھتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی تھے۔ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام اور متبنیٰ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔

جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی عمر تقریباً سات سال تھی تو ان کی والدہ ان کو ساتھ لے کر اپنے میکے ملنے جا رہی تھیں کہ راستے میں ڈاکوؤں نے قافلے کو لوٹ لیا اور سب مال واسباب کے ساتھ ساتھ لوگوں کو بھی غلام بنا لیا۔ ان میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ ڈاکوؤں نے آپ رضی اللہ عنہ کو مکہ میں آکر فروخت کر دیا۔ آپ کو حضرت ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے حکیم بن خزام نے چار سو درہم میں خرید لیا اور پھر اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پیش کر دیا۔ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تو انہوں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کر دیا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا والد ایک شاعر تھا اور اپنی قوم بنی کلب کے اشراف میں سے تھا۔ وہ اپنے چچا کے ساتھ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو تلاش کرتا ہوا مکہ پہنچ گیا اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کی مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجودگی سے آگاہ ہو گیا۔ جب وہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا!

"يَا ابْنَ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ يَا ابْنَ سَيِّدَ قَوْمِهِ أَنْتُمْ جِيرَانُ اللّٰهِ تُفَكِّوْنَ الْعَانِيَ، وَتُطْعِمُوْنَ الْجَائِعَ، وَقَدْ جِئْنَاكَ فِي ابْنِنَا فَتُحْسِنُ إِلَيْنَا فِي فِدَائِهِ"

''اے عبدالمطلب کے بیٹے! اپنی قوم کے سردار! تم خدا کے پڑوسی ہو! تم قیدیوں کو چھڑاتے ہو! بھوکوں کو کھلاتے ہو! ہم اپنے بیٹے لیے حاضر ہوئے ہیں!''

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''میں اسے بلاتا ہوں اور اسے اختیار دیتا ہوں اگر وہ تمہیں اختیار کر لے تو تمہارا اور اگر مجھے اختیار کر لے تو میرا اور جو مجھے اختیار کر لے تو میں اس پر ہرگز کسی کو اختیار نہیں دیتا۔''

انہوں نے اس بات کو قبول کر لیا جب حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اور انہیں اختیار دیا گیا تو انہوں نے اپنے والدین کی

Marfat.com

بجائے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کیا۔ اس وقت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کے سامنے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو آزاد کر دیا اور اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا۔ اس دن سے آپ رضی اللہ عنہ زید بن حارثہ کی جگہ زید بن محمد کے نام سے مشہور ہو گئے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک سیاہ فام غلام سے سفید فام اور عرب لوگوں کا سردار بنا دیا اور جب مواخات قائم فرمائیں تو حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا۔ یہ ظلم و جبر کی پستی ہوئی اس مخلوق پر اتنا بڑا احسان ہے جس کی مثال دینے سے تاریخ عالم قاصر ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا نکاح اپنی پھوپھی زاد حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کر دیا تاکہ غلام اور آقا، امیر اور غریب، اعلیٰ نسب اور ادنیٰ نسب وغیرہ کی تمام تمیزات ختم ہو جائیں۔
جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بالغ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح اپنی باندی برکہ (ام ایمن) سے کر دیا۔ ام ایمن حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی ملکیت تھیں۔ ان کے وصال کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں آئیں۔ یہ ابتدائی دور میں ہی اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئیں۔ مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت بھی کی۔ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی قدر و منزلت اور بڑی عزت و احترام فرمایا کرتی تھیں۔ ان کے بطن سے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے جو کہ بہت جلیل القدر صحابی تھے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے دوسرے نکاح کا پیغام اپنی پھوپھی زاد حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کیلئے بھیجا لیکن انہوں نے اور ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے صاف انکار کر دیا کہ ایک اعلیٰ نسب کا نکاح ایک آزاد کردہ غلام سے کیونکر ہو سکتا ہے؟
عرب کا یہ دستور تھا کہ غلام سے مناکحت کو اپنے لیے ننگ و عار سمجھا جاتا تھا۔ چونکہ اسلام بڑے اور چھوٹے، اعلیٰ نسب اور غلام کے درمیان تفریق کو ختم کرنا چاہتا تھا اس لیے اس نکاح کو مثال بنانا مقصود تھا۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے یہ آیت نازل فرمادی!

”وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝“

(القرآن الجید، پارہ 22، سورۃ احزاب، آیت نمبر 36)

”کسی بھی مومن مرد یا عورت کیلئے یہ گنجائش نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دیں پھر ان کو اس کام میں کوئی اختیار باقی رہے، جو اللہ اور اس کے حکم سے روگردانی کرے وہ کھلم کھلا گمراہی میں جا پڑا۔“

جب اس آیت مبارکہ کی خبر حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو وہ فوراً اس نکاح کے لیے تیار ہو گئے۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کر دیا اور ان کا مہر دس دینار، ساٹھ درہم، چار کپڑے، پچاس مد غلہ اور تیس صاع کھجوریں مقرر کیا۔ نکاح کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہنے لگیں۔ چونکہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اس نکاح کو پسند نہیں کرتی تھیں اور اپنے اعلیٰ نسب ہونے کا اظہار کرتی تھیں اس لیے ابتدائی دنوں سے ہی دونوں میاں بیوی کے درمیان رنجش شروع ہو گئی۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت زینب رضی اللہ

Marfat.com

عنہا کی بے اعتنائی کا شکوہ کیا کرتے اور اکثر کہتے کہ میں نے زینب کو چھوڑ دینا ہے ،لیکن مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم طلاق دینے سے منع کرتے اور فرماتے!

''تم نے میری خاطر اس تعلق کو قبول کیا ہے اس لیے اسے چھوڑنے سے مجھے ندامت ہوگی۔''

المختصر! بار بار کی لڑائی سے تنگ آ کر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کے باوجود حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔ یہ شادی بمشکل ایک سال قائم رہ سکی۔ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی اس وقت آپ کی عمر 34 سال اور طلاق کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر 35 سال تھی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بار بار طلاق دینے سے منع فرماتے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید فرقان حمید فرماتا ہے!

((''وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ''))

(القرآن المجید، پارہ نمبر 22، سورۃ احزاب، آیت نمبر 37)

''اور جب تم اس شخص سے جس پر خدا نے اور تم نے احسان کیا تھا تم یہ کہتے تھے کہ اپنی بیوی کو نکاح میں لیے رہو اور خدا سے ڈرتے رہو۔''

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تو کچھ عرصہ بعد مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا نکاح ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا سے کر دیا۔ ان سے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک لڑکی رقیہ رضی اللہ عنہا اور ایک لڑکا زید بن زید رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی اور ان کی عدت پوری ہو چکی تو اللہ تعالیٰ نے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ زینب سے نکاح فرما لیں۔ چونکہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کو اپنا منہ بولا بیٹا بنایا ہوا تھا اس لیے آپ علیہ السلام منافقین کی باتوں سے پس و پیچ فرما رہے تھے۔ عرب میں یہ رواج تھا کہ جس طرح حقیقی بیٹے کی بیوی سے نکاح نہیں ہو سکتا ویسے ہی منہ بولے بیٹے کی بیوی سے بھی نکاح نہیں ہو سکتا تھا اور سگے بیٹے کی طرح وہ بھی جائیداد اور دیگر معاملات میں وارث ہوتا۔ اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار اور خاص کر منافقین کی باتوں کی وجہ سے اس نکاح میں دیر فرما رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کا دوسرا حصہ نازل فرمایا!

''وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ''

(القرآن المجید، پارہ 22، سورۃ احزاب، آیت 37)

''اور آپ مخفی رکھے ہوئے تھے اپنے دل میں وہ بات جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر فرمانے والا تھا اور آپ کو اندیشہ تھا لوگوں (کے طعن و تشنیع) کا حالانکہ اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس سے ڈریں۔''

امام زین العابدین بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم اجمعین فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی وجہ سے جس بات کو چھپا رہے تھے وہ یہ تھی!

''مَا اَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى بِهٖ اِلَيْهِ اَنْ زَيْنَبَ سَيُطَلِّقُهَا زَيْدٌ وَيَتَزَوَّجُهَا عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ''

(تفسیر روح المعانی، جلد نمبر 22، صفحہ نمبر 24)

Marfat.com

''اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی فرمائی کہ حضرت زید حضرت زینب کو طلاق دے دیں گے اور آپ ان سے نکاح فرمائیں گے۔''

دوسری بات جو مفسرین نے بیان کی ہے وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منافقین اور کفار کی طعن تشنیع کی وجہ سے یہ نکاح نہیں فرما رہے تھے کہ وہ کیا کہیں گے کہ محمد نے اپنے متبنیٰ کی بیوی سے نکاح کر لیا، لیکن جب آیت کا یہ حصہ نازل ہوا تو مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام نکاح کیلئے حضرت زید رضی اللہ عنہ کا ہی انتخاب کیا۔ اس انتخاب میں ایک حکمت تو یہ تھی کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اپنی مرضی سے طلاق دی ہے۔ چنانچہ حضرت زید رضی اللہ عنہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے گھر گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انہیں پیغام نکاح دیا تو انہوں نے اسی وقت کہا!

''میں اس وقت تک کچھ نہیں کہہ سکتی جب تک میں اپنے پروردگار سے مشورہ (استخارہ) نہ کرلوں۔''

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا استخارہ کیلئے مصلیٰ پر کھڑی ہو گئیں۔ علماء فرماتے ہیں چونکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اس بارے میں اپنے عزیز یا رشتہ دار سے مشورہ طلب نہیں کیا تھا بلکہ براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے رجوع کیا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص ولایت سے فرشتوں کی موجودگی میں آپ کا نکاح مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیا اور تمام آسمانوں پر اس کا اعلان بھی فرما دیا۔ اب باری زمین پر اس نکاح کے اعلان کی تھی چنانچہ اللہ رب العزت نے یہ آیت مبارکہ نازل فرما دی!

''فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا○''

(القرآن المجید، سورۃ احزاب، پارہ نمبر 22، آیت نمبر 37)

''پھر جب پوری کر لی زید نے اسے طلاق دینے کی خواہش تو ہم نے اس سے آپ کا نکاح کر دیا تاکہ ایمان والوں پر کوئی حرج نہ ہو اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں، جب وہ طلاق دے دیں اور اللہ کا حکم تو ہر حال میں ہو کر رہتا ہے۔''

جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم متبسم ہوئے اور فرمایا!

''کون ہے جو حضرت زینب کے پاس جائے اور انہیں بشارت دے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر ان کا نکاح مجھ سے کر دیا ہے۔''

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا بھاگی ہوئی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچی اور انہیں یہ خوشخبری سنائی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اتنا خوش ہوئیں کہ اپنا سارا زیور جو اس وقت آپ نے پہن رکھا تھا سلمہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا، سجدہ شکر ادا کیا اور یہ منت مانی کہ اس نعمت کے ملنے پر دو ماہ کے روزے رکھوں گی۔ (الاصابہ، رواہ ابن سعد عن ابن عباس، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 313)

نکاح کے بعد اللہ رب العزت نے فرمایا!

''مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا○''

''اور محمد تم مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔''

(پارہ 22، سورۃ احزاب، آیت 40)

اور ساتھ ہی ساتھ یہ حکم بھی دے دیا کہ ''اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ'' کہ لوگوں کو ان کے حقیقی باپ کی نسبت سے پکارا کرو۔ اس کے بعد حضرت زید رضی اللہ عنہ کو زید بن محمد نہیں بلکہ زید بن حارثہ کے نام سے پکارا جانے لگا۔

Marfat.com

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح ہو جانے کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور بغیر اجازت کے گھر میں داخل ہو گئے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے بغیر خطبہ اور بغیر گواہ کے میرے ساتھ نکاح فرمالیا ہے؟''

تو مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

''تیرے ساتھ میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر کر دیا ہے اور جبرائیل اور دوسرے فرشتے اس نکاح کے گواہ ہیں۔''

(صحیح مسلم، حدیث نمبر 1428)(السنن النسائی، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 79)(مسند امام احمد، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 195)

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی تو مجھے خیال ہوا کہ زینب بنت جحش میں حسن و جمال تو پہلے سے موجود ہے اب وہ اس بات پر بھی فخر کریں گی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نکاح آسمانوں پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہے۔ (الاصابہ، ترجمہ زینب، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 313)

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہونے کے بعد مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا!

''تمہارا نام کیا ہے؟''

سیدہ نے جواب دیا!

''میرا نام برہ ہے۔''

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا کا نام تبدیل کر کے زینب رکھ دیا۔

(صحیح مسلم، حدیث نمبر 2142)(للبیہقی، فی الاداب، حدیث نمبر 611)

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ آسمانوں پر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح اللہ رب العزت نے فرمایا اور زمین پر آپ رضی اللہ عنہا کا خطبہ نکاح آپ کے بھائی ابواحمد بن جحش نے پڑھا۔

ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح تین، چار یا پانچ ہجری میں ہوا۔ (ابن عبدالبر فی الاستیعاب، جلد نمبر، صفحہ نمبر 1849)(بیہقی فی دلائل النبوہ، جلد نمبر، صفحہ نمبر 467)

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا حق مہر چار سو درہم مقرر فرمایا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تو میری والدہ ام سلیم (جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ میں خالہ لگتی تھیں) نے مالیدہ بنایا اور اس کو ایک طشت میں رکھ کر مجھے کہا!

''انس! اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤ اور عرض کرنا میری والدہ نے بھیجا ہے، وہ آپ کو سلام کہتیں ہیں اور عرض کرتی ہیں کہ یہ ہماری طرف سے ایک قلیل سا ھدیہ ہے قبول فرمائیں۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں!

''میں وہ مالیدہ لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اپنی والدہ کی طرف سے سلام پیش کیا اور اس قلیل سے ھدیہ کو قبول کرنے کی درخواست کی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول کیا اور فرمایا!

Marfat.com

''اسے یہاں رکھ دو۔فلاں فلاں کو لے آؤ اور راستے میں جو بھی ملے اسے بھی بلا لانا۔''
چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا کہ جن جن کے نام لیے گئے تھے انہیں بھی اور جو کوئی راستہ میں ملا میں اسے بھی بلا لایا۔ جب وہ سب آ گئے تو صفہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حجرہ بھر گیا۔''
راوی نے پوچھا ان کی تعداد کتنی تھی تو حضرت انس رضی اللہ عنہا نے بتایا!
''تمیں سو یعنی تین ہزار۔''
پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!
''انس! وہ طشت لاؤ۔''
پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!
''دس دس کا حلقہ بنالو اور ہر شخص اپنے سامنے سے کھائے۔''
چنانچہ تمام لوگوں نے کھانا شروع کیا اور سب سیر ہو گئے۔ایک گروہ داخل ہوتا اور سیر ہو کر باہر نکلتا پھر دوسرا، پھر تیسرا، یہاں تک کہ سب نے سیر ہو کر کھایا۔پھر محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا!
''انس! اب طشت کو اٹھالو۔''
جب میں نے اس کو اٹھایا تو میں نہیں سمجھتا کہ جب میں نے اسے رکھا تھا اس وقت وہ مالیدہ زیادہ تھا یا جب میں نے اسے واپس اٹھایا اس وقت۔'' (بخاری شریف حدیث نمبر ۵۱۶۳، مسلم شریف حدیث نمبر ۱۴۲۸، نسائی شریف جلد ۶ صفحہ ۱۳۶)
حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کا ولیمہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے اہتمام کے ساتھ فرمایا کہ ایسا ولیمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی کسی زوجہ کا نہیں ہوا تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بیوی کے ولیمہ میں اس قدر اہتمام نہیں فرمایا۔آپ نے ایک بکری کو ذبح کیا اور لوگوں کو پیٹ بھر کر گوشت روٹی کھلائی۔لوگ کھانا کھا کر چلے گئے لیکن تین اشخاص وہیں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شدید حیا کی وجہ انہیں تو کچھ نہیں کہا لیکن خود مجلس سے اٹھ کر ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں چلے گئے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نکاح کی مبارک باد دی۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پھر واپس تشریف لائے تو یہ تینوں ابھی بھی بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔اسی حجرے میں امیر المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بھی دیوار کی طرف منہ کر کے بیٹھی ہوئی تھیں۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پھر باہر تشریف لے گئے اور باری باری تمام ازواج کے پاس تشریف لے گئے۔تمام ازواج مطہرات نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبارکباد دی۔جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو تب یہ تینوں واپس چلے گئے تو اللہ رب العزت نے آیتِ حجاب نازل فرمائی!

''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ''
(القرآن الکریم، پارہ نمبر 22، سورۃ احزاب، آیت نمبر 53)

Marfat.com

''اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں بلا اجازت نہ چلے آیا کرو اور نہ کھانے کا وقت تاکتے ہو، اگر تمہیں کھانے پر بلایا جائے تو ضرور آؤ پھر جب کھانا کھا چکو تو چلے جاؤ اور باتوں میں نہ لگ جاؤ کیونکہ اس بات سے نبی کو تکلیف پہنچتی ہے۔سو وہ تمہارے لحاظ میں کچھ نہیں کہتے مگر اللہ تعالیٰ کو حق بات کہنے میں کوئی شرم نہیں اور جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کی آڑ سے مانگو۔''

(صحیح بخاری، حدیث نمبر 4791)(الصحیح المسلم، حدیث نمبر 1428)(السنن الترمذی، حدیث نمبر 3215)

آیت حجاب ذی قعدہ 5 ہجری میں نازل ہوئی اس حساب سے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذیقعدہ 5 ہجری میں ہوا۔نکاح کے وقت سیدہ رضی اللہ عنہا کی عمر 35 سال تھی۔آیت حجاب کے نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ازواج مطہرات کے حجروں میں پردے ڈلوادیئے۔

ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا جب حرم نبوی میں داخل ہوئیں تو دیگر ازواج کی طرح مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لگ گئیں۔آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی محبت فرماتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ رضی اللہ عنہا کی بڑی خاطر داری فرماتے تھے۔

ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتیں تھیں۔!

''مجھے تین باتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ناز ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی اور بیوی اس بارے میں ناز نہیں کرسکتی۔

1: میرے جدامجد اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد ایک ہیں۔

2: میرا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر کیا۔

3: میرے معاملے میں سفیر جبرائیل امین علیہ السلام تھے۔

(خصائص النبوۃ للسیوطی، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 246)(تفسیر طبری، جلد نمبر 22، صفحہ نمبر 14)

ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی سب سے بڑی فضیلت تو یہ ہے کہ ان کا نکاح مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خود اللہ رب العزت نے اپنی خاص ولایت سے آسمانوں پر فرمایا اور اس نکاح کے گواہ حضرت جبرائیل اور دیگر فرشتے علیہم السلام تھے۔

آپ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی وجہ سے زمانۂ جاہلیت کی ایک قدیم اور بری متبنیٰ کی رسم مٹ گئی اور اللہ رب العزت نے حکم فرمایا کہ لوگوں کو ان کے اصل باپ کی نسبت پکارا جائے۔

آپ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے ظلم وستم اور ذلت میں گری ہوئی قوم غلام کو ایک آزاد اور صاحبِ نسب وحشمت انسان کے برابر درجہ عطا کردیا گیا اور غلام و آقا کے درمیان تمام تمیزات کا خاتمہ کردیا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بعد شاندار ولیمہ کا اہتمام کیا اور کم وبیش تین سو افراد کو گوشت روٹی اور مالیدہ سے پیٹ بھر کر کھانا کھلایا جو کہ کسی اور زوجہ محترمہ کیلئے نہ تھا۔

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ رضی اللہ عنہا کے جدامجد ایک تھے یعنی جناب عبدالمطلب رضی اللہ عنہ۔

سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے نکاح کے موقع پر پردہ کا حکم نازل ہوا۔

صدقہ وخیرات میں آپ رضی اللہ عنہا بے مثال تھیں۔اسی وجہ سے آپ کا گھر ''ماوی المساکین'' کے نام سے مشہور تھا۔

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں! ''مرتبہ و مقام میں زینب بنت جحش میرا مقابلہ کرتی تھیں اور مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک میری ہم پلہ تھیں۔''

سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا زہد و تقویٰ کا ایک پہاڑ تھیں اس کا اعلان مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انہیں ''اواہ'' کہہ کر فرمایا۔

ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو عبادت و ریاضت کا خاص ذوق تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا بڑے خشوع و خضوع کے ساتھ رب تعالیٰ کی عبادت کیا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنے گھر میں تشریف لائے تو سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو نماز اور دعا میں مشغول پایا۔ اس پر مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ''یہ بڑی نرم دل ہے۔'' اسی طرح جب حضرت زید رضی اللہ عنہا آپ رضی اللہ عنہا کے پاس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام نکاح لے کر آئے تو آپ رضی اللہ عنہا استخارہ کرنے میں مشغول ہوگئیں۔

ام المومنین سیدہ ام سلمہ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرماتی ہیں! ''بے شک وہ بڑی نیک، بڑی روزے رکھنے والی، بڑی تہجد گزار اور بڑی کمانے والی تھیں۔ جو کماتی تھیں سارے کا سارا مساکین پر صدقہ کر دیتی تھیں۔''

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتی ہیں!

''میں نے کوئی عورت زینب سے زیادہ دیندار، زیادہ پرہیزگار، زیادہ راست گفتار، زیادہ فیاض، زیادہ سخی، زیادہ مخیر اور خدا تعالیٰ کی رضا جوئی میں زیادہ سرگرم نہیں دیکھی۔ صرف مزاج میں ذرا تیزی تھی جس پر ان کو بہت جلد ندامت بھی ہوتی تھی۔''

ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے زہد اور تقویٰ کی گواہی ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یوں دی کہ جب واقعہ افک کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا سے میرے (سیدہ عائشہ) کے بارے میں پوچھا تو سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنی آنکھوں اور کانوں کو بچاتی ہوں۔ اللہ کی قسم! میں سوائے بھلائی کہ عائشہ کے متعلق کچھ نہیں جانتی۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے زہد اور تقویٰ نے انہیں میرے عیب (میری تہمت) کرنے سے بچالیا۔

ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے زہد اور تقویٰ کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حضرت زید رضی اللہ عنہا کیلئے نکاح کا پیغام دیا تو انہوں نے انکار کر دیا کیونکہ وہ انہیں پسند نہیں کرتی تھیں اور اپنے اعلیٰ نسب اور ان کے غلام ہونے کا بھی خیال کرتی تھیں۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ایک سیاہ فام تھے اور آپ رضی اللہ عنہ بہت حسین و جمیل تھیں لیکن جیسے ہی آیت مبارکہ نازل ہوئی فوراً آپ رضی اللہ عنہا نے اپنی ناپسندیدگی کے باوجود اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرماتی ہیں!

''زینب بنت جحش مرتبہ میں میرا مقابلہ کرتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک وہ میری ہم پلہ تھیں۔ میں ان سے بڑھ کر کسی عورت کو دیندار، خدا سے ڈرنے والی، سب زیادہ سچ بولنے والی، سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والی اور سب سے زیادہ

Marfat.com

صدقہ وخیرات کرنے والی نہیں دیکھی۔''
(صحیح مسلم، حدیث نمبر 2442)(السنن النسائی، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 46)(مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 101)

ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

''ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین میں مال تقسیم فرمارہے تھے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اس معاملے میں بول پڑیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہانے انہیں جھڑک دیا۔اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''اے عمر! انہیں کچھ مت کہو کیونکہ یہ بڑی ''اواہ'' ہیں۔''

ایک شخص نے عرض کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اواہ کے کیا معنی ہیں؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''اواہ'' کے معنی خاشع اور متضرع ہیں۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی!

''وَاِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ'' (القرآن المجید، سورۃ ھود، آیت نمبر 75)

''بے شک ابراہیم بڑے بردبار، نرم دل اور خدا کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔''
(عیون الاثر، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 398)(اسد الغابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 127)

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرماتی ہیں!

''زینب بنت جحش بڑی نیک، بڑی روزے رکھنے والی، بڑی تہجد گزار تھیں اور بڑی کمانے والی تھیں اور جو کماتی تھیں سب کا سب مساکین میں صدقہ کردیتی تھیں۔'' (الاصابہ، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 313)

ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا چمڑے اور کپڑے پر دستکاری کرتیں اور چمڑا پکا کر مال حاصل کرتی اور راہ خدا میں صرف کردیتیں۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

''میں نے زینب بنت جحش سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والی، سب سے زیادہ صدقہ خیرات کرنے والی، سب سے زیادہ محنت کر کے صدقہ کرنے والی اور اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے والی عورت نہیں دیکھی۔''
(اسد الغابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 126)(الاستیعاب، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 1850)

ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اتنی فیاض تھیں کہ ہر وقت غرباء اور مساکین کی سرپرستی فرماتی رہتی تھیں۔ آپ جو کچھ بھی پاتیں سب کچھ غرباء اور مساکین میں تقسیم فرمادیتیں۔اسی وجہ سے آپ کا گھر ''ماوی المساکین'' (مسکینوں کا ٹھکانہ) کہلانے لگا۔

آپ رضی اللہ عنہا کی سخاوت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''اَسْرَعُكُنَّ لَحَاقًا بِیْ اَطْوَالُكُنَّ يَدًا''

''تم میں سے جو سب سے لمبے ہاتھ والی ہے وہ مجھ سے سب سے پہلے ملے گی۔''
(صحیح بخاری، حدیث نمبر 1420)(الصحیح المسلم، حدیث نمبر 2452)

Marfat.com

برزہ بنت رافع کہتی ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہا نے جب پہلی مرتبہ سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو وظیفہ بھیجا تو یہ سمجھیں کہ یہ سب ازواج کا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

''اللہ عمر کی مغفرت کرے! میری نسبت وہ اسے تقسیم کرنے پر زیادہ قادر ہیں۔''

لوگوں نے بتایا!

''یہ سب آپ کا ہے۔''

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

''سبحان اللہ!''

پھر اپنے اور اس مال کے درمیان پردہ ڈال دیا۔ پھر مال لانے والے سے فرمایا!

''اسے یہاں ڈھیر کردو اور اس پر کپڑا ڈال دو۔''

پھر مجھے (برزہ بنت رافع راوی حدیث) کو فرمایا!

''اپنا ہاتھ اس کپڑے کے نیچے لے جا اور جتنا ہاتھ میں آئے اسے فلاں بن فلاں کو دے آؤ۔''

آپ رضی اللہ عنہا اسی طرح فرماتی رہیں کہ یہ مال فلاں یتیم کو فلاں مسکین کو دے آ۔ جب برائے نام مال رہ گیا تو میں نے (برزہ) عرض کیا!

''اے ام المومنین! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے! اس مال میں آخر ہمارا بھی کچھ حق ہے۔''

اس پر ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

''اچھا جو کچھ بھی اس کپڑے کے نیچے ہے وہ تم لے لو۔''

جب آپ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھیجا ہوا تمام وظیفہ اسی وقت تقسیم کر دیا تو اس کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی ہوگئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار درہم اور روانہ کیے اور پیغام دیا!

''ام المومنین! یہ ایک ہزار درہم میری طرف سے قبول کریں۔ بارہ ہزار تو آپ نے تقسیم کر دیئے یہ ایک ہزار تو کم از کم اپنی ضروریات کیلئے قبول فرمائیں۔''

اس پیغام کے باوجود حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے وہ ایک ہزار بھی اسی وقت اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیئے۔

جب سارا مال تقسیم ہو چکا تو آپ رضی اللہ عنہا نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر عرض کیا!

''اَللّٰهُمَّ لَا يُدْرِكُنِيْ عَطَاءُ عُمَرَ بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا''

''اے اللہ! اس سال کے بعد عمر کا وظیفہ مجھے نہ پائے۔''

چنانچہ سال گزرنے سے پہلے پہلے آپ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوگیا۔

(صفۃ الصفوۃ، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 48) (حلیۃ الاولیاء، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 54) (اصابہ، ترجمہ برزہ بنت رافع، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 254)

جب ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان الفاظ میں آپ کو خراج تحسین پیش کیا!

''لَقَدْ ذَهَبَتْ حَمِيْدَةٌ مُتَعَبِّدَةٌ مُفْزِعُ الْيَتَامٰى وَالْاَرَامِلَ''

Marfat.com

''آپ اس حال میں دنیا سے رخصت ہوئیں کہ آپ عبادت گزار اور یتیموں اور بیوگان کی ملجا ماوٰی تھیں۔''

ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بہت کم روایت کرتی تھیں۔ اس لیے احادیث کی کتابوں میں آپ رضی اللہ عنہا سے صرف گیارہ احادیث مروی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا سے جن راویوں نے روایت کی ہیں ان کے نام یہ ہیں!

سیدہ ام حبیبہ، سیدہ زینب بنت ابی سلمہ، حضرت محمد بن عبداللہ بن جحش اور کلثوم بن طلق رضی اللہ عنہم۔

غیب دان نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا!

''میرے بعد تم ازواج میں سب سے پہلے مجھ سے وہ ملے گی جس کے ہاتھ سب سے لمبے ہیں۔''

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لمبے ہاتھ فرمانے سے مراد صدقہ وخیرات میں زیادتی تھی۔ چنانچہ سب سے زیادہ خیرات و صدقات کرنے والی ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا وصال سب سے پہلے ہوا۔ قاسم بن محمد کی روایت کے مطابق جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے وصال کا وقت آیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے وصیت کی کہ مجھے اس کفن میں دفنایا جائے جو کہ آپ نے خود اپنے لئے تیار کیا تھا اور پھر فرمایا!

''ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میرے لیے کفن بھیجیں تو اسے صدقہ کردینا۔''

چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کے وصال کے بعد پانچ کپڑے خوشبو لگا کر کفن کیلئے بھیجے جو آپ رضی اللہ عنہا کی وصیت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا کو بطور صدقہ دے دیئے گئے۔

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 115)

ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے یہ بھی وصیت کی تھی کہ مجھے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تابوت پر اٹھایا جائے۔ اس سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس تابوت پر اٹھایا جا چکا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا وہ پہلی خاتون تھیں جن کو مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تابوت پر اٹھایا گیا۔

سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا وصال 20 ہجری میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک 53 سال تھی۔ خلیفہ وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

روایات کے مطابق ام المومنین رضی اللہ عنہا کی تدفین کے لئے ایک خاص قسم کی کھاٹ بنائی گئی جس پر انہیں رکھا گیا اور کپڑے سے ڈھانپ دیا گیا۔ خلیفۃ المسلمین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب اس کھاٹ کو دیکھا تو فرمایا!

''یہ کتنی اچھی اور کتنی ستر پوش ہے۔''

آپ رضی اللہ عنہا پہلی خاتون تھیں جن کیلئے اس طرح کی کھاٹ بنائی گئی۔ ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی لحد تیار کی جا رہی تھی تو گرمی بہت زیادہ تھی اس لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس جگہ پر خیمہ لگوا دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ پہلا خیمہ تھا جو بقیع میں کسی قبر پر لگوایا گیا۔ جب جنازہ قبرستان میں لایا گیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا کو قبر میں خود اتارنے کا ارادہ ظاہر فرمایا لیکن جب دیگر ازواج مطہرات سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا!

''ان کو لحد میں وہی اتار سکتا ہے جو ان کا شرعی محرم ہے۔''

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا کو حضرت اسامہ بن زید، حضرت عبداللہ بن جحش، محمد بن عبداللہ بن جحش اور عبداللہ بن ابی احمد بن جحش رضی اللہ عنہم نے لحد میں اتارا۔

جب سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

Marfat.com

''افسوس! آج ایسی عورت گزر گئی جو بڑی پسندیدہ اوصاف والی، عبادت گزار اور یتیموں اور بیواؤں کی ملجاو ماوئی تھی۔''

(صحیح بخاری، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 191) (صحیح مسلم، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 341)

ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے سب کچھ اپنی زندگی میں ہی خیرات کر دیا تھا۔ صرف ایک مکان ہی آپ رضی اللہ عنہا کا ترکہ تھا جسے خلیفہ یزید بن عبدالملک نے پچاس ہزار درہم میں خرید کر مسجد نبوی شریف میں داخل کر دیا۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 10:

السیدۃ جویریۃ بنت الحارث المصطلقیۃ رضی اللہ عنہا

آپ ام المومنین جویریہ بنت الحارث بن ابی ضرار بن حبیب بن جزیمہ (جو مصطلق سے ہیں) بن عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو الخزاعیۃ المصطلقیۃ ہیں۔ جناب نبی کریم ﷺ سے پیشتر آپ مسافع بن صفوان جوان کا چچازاد تھا کی زوجیت میں تھیں۔ جنگ مریسیع واقع ہوئی۔ اس میں بنو المصطلق شکست کھانے کے بعد قیدی بنا لئے گئے، کیونکہ خزاعہ قبیلہ کی دیگر شاخوں کو چھوڑتے ہوئے صرف وہی تھے جو رسول اللہ ﷺ کے برخلاف قریش کی مدد کیا کرتے تھے۔ جناب نبی کریم کو خبر ملی کہ ان کا سردار حارث ابن ابی ضرار مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہا ہے تو جناب نبی کریم ﷺ نے اس سے پہل کر دی اور پانی کے ایک چشمہ جسے مریسیع کہا جاتا تھا کے پاس پہنچ کر اس پر حملہ کر دیا، جب انہیں شکست ہوئی تو جوان میں سے بچ گئے وہ بھاگ کھڑے ہوئے، ان کی عورتوں کو قیدی بنا لیا گیا۔ ان قیدیوں میں برۃ بنت الحارث بھی تھیں۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ ان کے والد ان کا فدیہ ادا کرنے کیلئے اونٹ لائے۔ جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو اپنے اونٹوں میں سے دو اونٹ انہیں بہت پسند آئے، وادی عقیق کی گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی میں ان دونوں کو چھپا لیا اور بقایا اونٹ لے کر جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے۔

جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ دو اونٹ کہاں ہیں جو وادی عقیق میں چھپائے ہیں۔؟ اس پر حارث نے کہا:

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ بخدا اس کی سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو خبر نہیں تھی۔''

اس وقت آپ ﷺ نے ان کی بیٹی برۃ سے منگنی کی اور ان کا نام جویریہ رکھا۔ ابوداؤد وغیرہ کی روایت بیان کرتی ہے کہ جب قیدی تقسیم کئے گئے تو حضرت جویریہ ثابت بن قیس بن شماس کے حصہ میں آئیں۔ اس نے ان سے اس پر مکاتبت (معاہدہ) کی کہ وہ نواوقیہ اپنی جان کا فدیہ دے کر آزادی حاصل کر لیں۔ چنانچہ وہ جناب نبی کریم کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوئیں کہ آپ ﷺ اس ادائیگی کے سلسلہ میں ان کی مدد فرمائیں۔ انہوں نے آپ ﷺ سے یہ گزارش کی کہ آپ ان کی طرف سے بطور مہر مطلوبہ رقم ادا فرما دیں، پھر آپ ان کے ساتھ شادی کر لیں۔ آپ نے اس کو قبول فرما لیا۔

مسلمانوں نے جناب نبی کریم ﷺ کے ساتھ ان کی شادی کی خبر سنی تو اس وقت ان کی قوم کے قیدی ان کے قبضے میں تھے وہ بولے یہ تو جناب رسول اللہ ﷺ کے سسرال والے ہیں) چنانچہ انہوں نے سب کو آزاد کر دیا۔ اسی وجہ سے سیدہ عائشہ فرماتی ہیں:

((''فما نعلم امراۃ کانت اعظم برکۃ علی قومھا منھا''))

Marfat.com

ہم کوئی عورت ایسی نہیں جانتے جوان سے بڑھ کر اپنی قوم کیلئے برکت والی ثابت ہوئی ہو۔"
نتیجہ یہ کہ ان کی ساری کی ساری قوم اسلام لے آئی۔
سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کا اصل نام برہ تھا۔ مصطفیٰ کریم علیہ السلام نے اسے تبدیل کر کے جویریہ رکھا۔ اس کے بعد آپ اسی نام سے مشہور ہوئیں۔

آپ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب یوں ہے!

جویریہ بنت الحارث بن عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو۔

ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کا ازواج مطہرات میں آٹھواں نمبر ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا بڑی عابدہ وزاہدہ اور حسنِ صورت وحسنِ سیرت کی مالکہ تھیں۔ ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا اعلانِ نبوت سے دو سال قبل رابغ اور جدہ کے درمیان علاقہ "قدید" میں قبیلہ "بنو مصطلق" کے سردار حارث بن ابی ضرار رضی اللہ عنہ کے ہاں پیدا ہوئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا میں تشریف آوری سے تقریباً پونے دوسو برس قبل ملکہ سبا کی قوم کا ایک شخص عمر بن عامر اپنے اہل وعیال کے ساتھ یمن سے ہجرت کر کے عرب کے شمالی علاقوں میں آباد ہوا۔ یہی حضرت سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کا جداعلیٰ تھا۔ اس کے تین بیٹے تھے۔ جفنہ، ثعلبہ، حارثہ۔

1: جفنہ کی اولاد شام کے علاقوں میں آباد ہوگئی اور غسان کے نام سے مشہور ہوئی۔ جب مصطفیٰ کریم علیہ السلام نے اعلانِ نبوت کیا تو یہ لوگ اسلام دشمنی پر قائم رہے اور اسلام کی مخالفت میں اپنا پورا کردار ادا کیا۔

2: ثعلبہ بھی جزیرہ نما عرب کے شمالی علاقوں میں آباد ہوا۔ اس کے دو بیٹے تھے اوس اور خزرج۔ ان دونوں کی اولادیں مدینہ طیبہ میں آباد ہوئیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت فرمایا تو ان دونوں قبیلوں اوس اور خزرج نے اسلام قبول کر لیا۔ جب نبی آخر الزماں علیہ السلام اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے آئے تو انہوں نے دل کھول کر اپنے ان مسلمان بھائیوں کی مدد کی یہاں تک کہ اپنی جائیدادوں کو بھی دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک حصہ خود رکھا اور دوسرا اپنے مہاجر بھائی کو دے دیا۔ انہوں نے ایثار وقربانی کا وہ عظیم الشان مظاہرہ کیا کہ جس کی مثال پوری دنیا کی تاریخ دینے سے قاصر ہے۔ مال و دولت تو ایک طرف اگر کسی انصاری کے پاس دو بیویاں تھیں اور مہاجر کے پاس ایک بھی نہیں تھی تو اس انصاری نے اپنی ایک بیوی کو طلاق دے کر اپنے مہاجر بھائی کے عقد میں دے دی۔

3: حارثہ کی اولاد سرزمین حجاز کی اس جگہ پر آباد ہوئی جسے تہامہ کہا جاتا ہے۔ اس کی اولاد بنوخزاعہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ اسی قبیلہ میں ایک شخص خزیمہ بن سعد گزرا ہے جو کہ مصطلق کے نام سے مشہور تھا اور اس کی اولاد بنو مصطلق کہلاتی تھی۔ یہ جدہ اور رابعہ کے درمیانی علاقے قدید میں آباد تھے۔ حضرت سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا اسی قبیلے سے تعلق رکھتی تھیں۔

چونکہ آپ رضی اللہ عنہا سردار قبیلہ کی بیٹی تھیں اس لیے بڑے ناز ونعم میں پلیں۔ جب آپ جوان ہوئیں تو آپ کا نکاح آپ کے چچازاد مسافع بن صفوان سے کر دیا گیا۔ مسافع سخت دشمن اسلام تھا۔ یہ حالت کفر میں ہی غزوہ بنی مصطلق میں مارا گیا۔

ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد حارث بن ابی ضرار کے قریش مکہ کے ساتھ بڑے دوستانہ تعلقات تھے، اس لیے جب مصطفیٰ کریم علیہ السلام نے اعلانِ نبوت فرمایا تو قریش کے ساتھ ساتھ بنو مصطلق بھی اسلام کے دشمن ہو گئے۔

Marfat.com

روایات کے مطابق سردارانِ قریش کے اُکسانے پر حارث رضی اللہ عنہ نے (اسلام لانے سے قبل) مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے اور مدینہ طیبہ پر حملہ کیلئے قریبی قبائل کی مدد حاصل کرنا شروع کی، جب اس جنگی تیاریوں کی خبر مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ علیہ السلام نے تحقیق کیلئے حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔ تحقیقِ احوال کے بعد حضرت بریدہ رضی اللہ عنہا نے اس خبر کی تصدیق کی۔ چنانچہ مصطفیٰ کریم علیہ السلام نے اس فتنہ کو ابتداء میں ہی ختم کرنے کا ارادہ فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے خلاف جہاد کا حکم دیا۔ یہ 2 شعبان سن 2 ہجری کا واقعہ ہے۔

جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بنو مصطلق کے خلاف خروج کا حکم دیا تو منافقین کی ایک بہت بڑی تعداد بھی مالِ غنیمت کی لالچ میں آپ علیہ السلام کے ساتھ ہوگئی۔ یہ وہ منافقین تھے جنہوں نے اس سے قبل کسی بھی غزوہ میں شرکت نہیں کی تھی۔ چونکہ اب انہیں فتح صاف نظر آ رہی تھی اس لیے مالِ غنیمت کے لالچ میں یہ بھی ساتھ ہو لیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام مقرر کیا اور بنو مصطلق کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔

تیز رفتاری کے ساتھ اسلامی لشکر منازل طے کرتا ہوا مریسیع (مریسیع ایک چشمے کا نام ہے جس کی وجہ سے یہ مقام ہی مریسیع کے نام سے مشہور ہوگیا) کے مقام پر پہنچ کر خیمہ زن ہوا۔ جب اسلامی لشکر کی آمد کی خبر بنو مصطلق کے سردار حارث کو ہوئی تو وہ اور اس کا لشکر سب ڈر کر بھاگ گئے مگر مریسیع کے باشندوں نے صف آرائی کی اور مسلمانوں کے مقابلے کیلئے تیار ہو گئے۔ انہوں نے مسلمانوں پر حملہ کیا جس کے جواب میں مسلمانوں نے یکبارگی ان پر حملہ کر دیا جس سے ان کے قدم اکھڑ گئے جس کے نتیجہ میں ان کے دس آدمی مارے گئے اور چھ سو گرفتار کر لیے گئے۔ مالِ غنیمت میں دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بھیڑ بکریاں ہاتھ آئیں۔ ان گرفتار شدگان میں بنو مصطلق کے سردار حارث کی بیٹی برہ (حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا) بھی تھیں۔

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 45) (تفسیر زرقانی، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 96)

حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے جب اپنی بیٹی سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کا فدیہ پیش کرنا چاہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ میں اس معاملے کو خود جویریہ کے اختیار اور مرضی پر چھوڑ دوں؟''

حارث رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے اس پر رضامندی کا اظہار کیا چونکہ وہ جانتے تھے کہ برہ (جویریہ رضی اللہ عنہا) کبھی بھی غلامی کی زندگی برداشت نہ کرے گی اور ہمارے ساتھ جانے کو ترجیح دے گی۔ چنانچہ حارث رضی اللہ عنہ جب اپنی بیٹی سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہ سے ملے اور انہیں تمام معاملہ بتایا اور کہا کہ تم ہمیں رسوا نہ کرنا۔ اس پر سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

''میں اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں۔''

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر فدیہ لیے انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شادی کے وقت سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کی عمر بیس سال تھی۔

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ 118) (المعجم الکبیر، جلد نمبر 24، صفحہ نمبر 59) (مصنف عبد الرزاق، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 271) (شرح معانی الآثار، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 20) (مجمع الزوائد، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 282)

ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے تین رات قبل خواب

Marfat.com

دیکھا کہ چاند یثرب (مدینہ) سے آرہا ہے اور میری آغوش میں آکر گر جاتا ہے۔ میں نے اپنا خواب لوگوں کو بتانا پسند نہ کیا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو مصطلق پر حملہ کر دیا۔ جب ہم قیدی بنا کر مدینہ لائے گئے تو میں نے اپنے اس خواب کی تعبیر کی امید لگائی۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے میرے خواب کی تعبیر یوں پوری فرمائی مصطفیٰ کریم علیہ السلام نے مجھے آزاد کر کے اپنی ازواج میں شامل فرمالیا۔

(المستدرک للحاکم، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 27) (دلائل النبوۃ، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 50) (مغازی للواقدی، جلد نمبر 411)

ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمالیا۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس نکاح کی خبر ہوئی تو انہوں نے بنی مصطلق کے تمام قیدی یہ کہتے ہوئے آزاد کر دیئے کہ اب یہ لوگ مصطفیٰ کریم علیہ السلام کے سسرالی رشتہ دار بن گئے ہیں۔ سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے بنو مصطلق کے ایک سو سے بھی زیادہ گھرانوں کو ایک ہی دن میں آزاد کر دیا گیا۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

"میں نے جویریہ سے زیادہ کسی عورت کو اپنی قوم کے حق میں بابرکت اور باعث رحمت نہیں دیکھا۔ جن کی وجہ سے ایک دن میں سو گھرانے آزاد ہوئے۔" (مسند امام احمد، جلد 6، صفحہ 277)

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقد کی برکت و رحمت کا اندازہ اس طرح لگایا جا سکتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا، آپ کے والد اور سو گھرانے جو قیدی بنا کر لائے گئے تھے سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ جب یہ لوگ واپس اپنے قبیلے میں گئے تو مسلمانوں کا ایثار اور محبت دیکھ کر اکثر دولت ایمان سے بہرہ افروز ہوئے۔ یہ سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے نکاح ہی کی برکت تھی کہ قبیلہ بنی مصطلق جو پہلے مسلمانوں کا دشمن تھا اب خود دائرۂ اسلام میں داخل ہو کر مسلمانوں کا معین و مددگار بن گیا۔ سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد حارث رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہو گئے اور انہوں نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے نکاح ہونے کے بارے سنا تو وہ مال و اسباب جو آپ رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے فدیہ کے لئے لائے تھے سب کا سب مدینہ کے غربا اور مساکین میں تقسیم کر دیا اور بہت خوشی و مسرت کا اظہار کیا۔

ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کی نہ پہلے خاوند مسافع سے اولاد تھی اور نہ ہی مصطفیٰ کریم علیہ السلام سے۔

ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

"جویریہ رضی اللہ عنہا خوب صورت اور خوب سیرت تھیں۔ ان میں حلاوت و ملاحت تھی جس کی وجہ سے جو بھی انہیں دیکھتا اپنے دل میں جگہ دینے پر مجبور ہو جاتا۔"

ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا بہت خود دار تھیں۔ اپنی عزتِ نفس کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ اپنی آزادی کے لئے آپ رضی اللہ عنہا کا جدوجہد کرنا اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کو غلامی کی حالت میں رہنا بہت شاق تھا۔

ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا بڑی عابدہ اور ذاکرہ تھیں۔ عبادت سے انہیں خاص شغف تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اکثر نفلی عبادات کرتے ہوئے پاتے۔ ایک مرتبہ مصطفیٰ کریم علیہ السلام نے انہیں صبح کے وقت اپنے مصلیٰ پر عبادت کرتے ہوئے دیکھا۔ دوپہر کے وقت جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر سے دوبارہ گزر ہوا تو آپ رضی اللہ

Marfat.com

عنہا ابھی بھی مصلیٰ پر بیٹھی عبادت کر رہی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا!

''کیا تم ہمیشہ ایسا ہی کرتی ہو؟''

حضرت سیدہ جویرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

''ہاں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!''

اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''یہ کلمات پڑھا کرو۔ ان کو تمہاری نفلی عبادات پر ترجیح حاصل ہے۔''

وہ کلمات یہ ہیں!

''سُبْحَانَ اللّٰہِ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ خَلْقِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ خَلْقِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ رَضٰی نَفْسِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ رَضٰی نَفْسِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ زِیْنَۃَ عَرْشِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ مَدَادَ کَلِمَاتِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ مَدَادَ کَلِمَاتِہٖ''

(السنن الترمذی، صفحہ نمبر 590)

دوسری روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ کلمات پڑھنے کیلئے بتائے۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ خَلْقِہٖ! (تین مرتبہ)

سُبْحَانَ اللّٰہِ زِیْنَۃَ عَرْشِہٖ (تین مرتبہ)

سُبْحَانَ اللّٰہِ رِضَا نَفْسِہٖ (تین مرتبہ)

سُبْحَانَ اللّٰہِ مَدَادَ کَلِمَاتِہٖ (تین مرتبہ)

(صحیح مسلم، حدیث نمبر 2726) (مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 324) (زرقانی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 255)

ایک مرتبہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔ یہ جمعہ کا دن تھا۔ اس دن سیدہ جویرہ رضی اللہ عنہا روزہ سے تھیں۔ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا!

''کیا تم نے کل روزہ رکھا تھا۔''

انہوں نے جواب دیا!

''نہیں!''

آپ علیہ السلام نے پوچھا!

''کیا کل روزہ رکھنے کا ارادہ ہے؟''

آپ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا!

''نہیں!''

اس پر مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''پھر تم روزہ افطار کرلو۔'' (صحیح بخاری، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 266)

علماء کرام نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ماہ میں کم از کم تین روزے لازمی رکھا کرتے تھے اور یہ مسلسل ہوتے اور ان میں سے ایک دن جمعہ کا لازمی ہوتا تھا۔ اس لیے صرف اکیلے جمعہ کے دن روزہ رکھنے میں

Marfat.com

اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک احتیاط اسی میں ہے کہ اکیلے جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھا جائے بلکہ اس کے ساتھ ایک اور روزے کا اضافہ کرلیا جائے۔

ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی محبت کرتی تھیں۔ دیگر ازواجِ مطہرات کی طرح یہ بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر مدارت میں لگی رہتی تھیں۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے تو فرمایا!

''کیا کچھ کھانے کو ہے؟''

تو انہوں نے عرض کیا!

''یا رسول اللہ! سوائے صدقہ کے گوشت کے کچھ بھی نہیں ہے۔''

اس پر مصطفیٰ کریم علیہ السلام نے فرمایا!

''وہ ہی لے آؤ۔ کیونکہ جس کو صدقہ دیا گیا تھا اس کو وہ پہنچ گیا ہے۔ (یعنی تمہارے لیے وہ صدقہ تھا میرے لیے تمہاری طرف سے تحفہ ہے۔)'' (صحیح مسلم، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 400)

ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا بڑے فضل والی تھیں۔ آپ نے مصطفیٰ کریم علیہ السلام سے چند احادیث بھی روایت کی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا سے جن حضرات نے احادیث روایت کیں ان کے نام یہ ہیں!

حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت جابر، ابوایوب المراغی، کلثوم بن المصطلق، عبداللہ بن شداد بن الہاد، حضرت عبید بن السباق طفیل، حضرت مجاہد، حضرت کریب، رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

ام المومنین سیدہ جویرہ رضی اللہ عنہا کے سنِ وصال کے میں اختلاف ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا ربیع الاول 50 ہجری میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فوت ہوئیں اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ وصال کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک 65 سال تھی۔ گورنر مدینہ مروان بن حکم نے آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 120) (عیون الاثر، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 399) (تہذیب النووی، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 336) (السیرۃ النبویہم لابن ہشام، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 289) (تاریخ خلیفہ بن خیاط، صفحہ نمبر 224) (زرقانی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 1253) (الاصابہ، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 265)

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 11:

السیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا

یدہ صفیہ بنت حیی بن اخطب بن سعنۃ بن ثعلبہ بن عبید بن کعب بن ابی حبیب بنی نضیر سے ہیں جو ہارون بن عمران کی اولاد سے ہیں، یہ یہود کی ایک سرکردہ شخصیت تھی۔آپ کی والدہ برہ بنت سموال تھیں۔آپ یہودی شاعر سلام بن مشکم کی بیوی تھیں، اس کے بعد انہوں نے کنانہ بن ابی الحقق سے شادی کی جو حصن القموص کا مالک تھا۔یہ خیبر کے قلعوں میں سے ایک محفوظ ترین قلعہ تھا۔کنانہ جنگ خیبر کے دن کام آیا، جناب نبی کریم ﷺ نے سات ہجری جنگ خیبر میں ان کے قید ہونے کے بعد ان سے شادی کی۔آپ دحیہ الکلبی کے حصہ میں آئی تھیں۔کہا جاتا ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے اپنی طرف سے ان کا معاوضہ ادا کر دیا۔آپ سے یہ عرض کی گئی کہ وہ قریظہ اور نضیر کی سردار ہیں اور صرف آپ ﷺ کے ہی لائق ہیں تو آپ نے ان کو آزاد کر دیا اور ان سے شادی کر لی۔

ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ وہ اپنی چچازاد بہن کے ہمراہ لائی گئیں جو حصن القموص کے قیدیوں میں سے تھی۔ان کی رہبری حضرت بلال رضی اللہ عنہ کر رہے تھے، جب مقتولین جنگ کے پاس سے اس کا گزر ہوا تو وہ رونے لگیں اور اپنا منہ پیٹنے لگیں۔جناب نبی کریم ﷺ نے صفیہ کو اپنے پیچھے سوار کرالیا اور انہیں کپڑے سے ڈھانپ دیا۔تب لوگوں نے معلوم کرلیا کہ جناب نبی کریم ﷺ نے انہیں اپنے لئے پسند فرمالیا ہے اور آپ ﷺ نے بلال سے فرمایا: جب تو دونوں عورتوں کو لے کر ان کے مقتولین کے پاس سے گزر رہا تھا تو تیرے دل سے رحمت کھینچ چلی گئی تھی۔

ام المومنین حضرت سیدہ صفیہ سلام اللہ علیہا کا ازواج مطہرات رسول اللہ علیہم اجمعین میں نواں نمبر ہے۔آپ رضی اللہ عنہا یہود کے قبیلہ نضیر کے سردار حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں۔آپ بہت زیادہ عقل مند، خوش خلق، بردبار، علم و فضل میں ممتاز، نہایت حلیم الطبع، کشادہ دل، سیر چشم اور صابر وشاکرہ خاتون تھیں۔

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا اصل نام زینت یا زینب تھا۔عرب میں مالِ غنیمت کے ایسے حصہ کو جو بادشاہ یا سالارِ جنگ کے لئے مخصوص ہوتا تھا ''صفیہ'' کہتے تھے۔چونکہ حضرت زینب غزوۂ خیبر میں خاص مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ میں آئیں اس لیے صفیہ کے نام سے پکاری جانے لگیں۔ابن ابی زبالہ نے المنتخب میں آپ رضی اللہ عنہا کا نام حبیبہ بیان کیا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہا اعلانِ نبوت کے دو سال بعد یہود کے مشہور قبیلہ بنو نضیر کے سردار حیی بن اخطب کے ہاں پیدا ہوئیں۔آپ کی کنیت ''ام یحیٰ'' تھی۔

آپ رضی اللہ عنہا کے والد کا نام حیی بن اخطب تھا۔والد کی طرف سے آپ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب کچھ یوں ہے!

Marfat.com

صفیہ (زینب یا حبیبہ) بنت حیی بن اخطب بن سعید بن ثعلبہ بن عبید بن کعب بن الخزرج بن ابی حبیب ابن النفیر بن النحام بن یحوم۔

ام المومنین رضی اللہ عنہا کا والد حیی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھا اور یہود کے مشہور قبیلہ بنو نضیر کا سردار تھا۔

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام ضرہ تھا۔ حافظ ابن سید الناس نے آپ کی والدہ کا نام برہ لکھا ہے۔ یہ شمویل کی بیٹی تھی اس کا بھائی رفاعہ بن شمویل القریظی یہود کے مشہور قبیلہ قریظہ کا رئیس تھا۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا ماں اور باپ دونوں کی طرف سے عالی نسب تھیں۔

(الفتح الباری شرح صحیح البخاری، حدیث نمبر 2035) (عیون الاثر، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 401)

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا چونکہ ماں اور باپ دونوں کی طرف سے رئیس زادی تھیں اس لیے آپ رضی اللہ عنہا نے ابتداء سے ہی خوشحالی دیکھی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے بڑے ناز ونعم میں پرورش پائی۔ جب آپ رضی اللہ عنہا کی عمر بارہ سال ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہا کی شادی بنو قریظہ کے مشہور شہسوار سلام بن مشکم سے کردی گئی لیکن دونوں میاں بیوی میں نباہ نہ ہوسکا جس کے نتیجہ میں مشکم نے آپ کو طلاق دے دی۔ طلاق کے بعد آپ کے والد نے آپ کا نکاح کنانہ بن ابی الحقیق سے کردیا جو خیبر کے رئیس اعظم ابورافع کا بھتیجا اور خیبر کے سب سے مضبوط قلعہ القموص کا حاکم تھا۔

یہودیوں نے چونکہ مدینہ سے نکلنے کے بعد خیبر کو اپنا مرکز بنالیا تھا اور روز بروز اپنی طاقت میں اضافہ کررہے تھے اور ان کا مقصد مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنا تھا۔ کئی سال کی مسلسل تیاری کے بعد اور سامانِ حرب جمع کر لینے کے بعد انہوں نے بنو غطفان اور بنو اسد کو اس شرط پر اپنے ساتھ ملالیا کہ مدینہ کی فتح کے بعد نصف نخلستان ان کو دے دیا جائے گا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہود کی جنگی تیاریوں کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر اس فتنہ کو ختم کرنے کیلئے خیبر روانہ ہوئے اور حضرت سباع بن عرفطہ غفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام مقرر کیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جانثاروں کے ساتھ خیبر کی طرف روانہ ہوئے تو منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی نے یہودیوں کو مسلمانوں کی روانگی کی خبر دے دی۔ چنانچہ وہ مکمل تیاری کے ساتھ میدان میں نکل آئے لیکن ان کے اندازے سے قبل ہی مسلمان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں خیبر پہنچ گئے جس کی وجہ سے یہود کے ہوش اڑ گئے اور انہوں نے میدان میں مقابلہ کے بجائے قلعہ بند ہوکر مسلمانوں پر تیروں اور پتھروں کی بارش کردی۔

جب خیبر فتح ہوگیا اور مال غنیمت اکٹھا کیا گیا تو ان میں چند عورتیں بھی تھیں جن میں حضرت صفیہ اور ان کی بہن بھی شامل تھیں۔ ان دونوں بہنوں کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ مدینہ لے کر آرہے تھے۔ راستے میں جب ان کے مقتولین کے پاس سے گزرے تو حضرت صفیہ کی بہن اپنے عزیز و اقارب کی لاشیں دیکھ کر چیخنے اور سینہ کوبی کرنے لگ پڑی مگر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے ایسا کوئی عمل نہ کیا۔ جب ان دونوں کو مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا گیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی اس عورت نے گریہ زاری اور ماتم شروع کردیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"اس شیطانہ کو میرے سامنے سے دور کردو۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لیے منتخب فرمایا۔

Marfat.com

(تاریخ طبری، جلد اول، صفحہ نمبر 361)

جب مال غنیمت تقسیم ہونے لگے تو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا!
''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے ایک لونڈی عطا فرمادیں۔''
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!
''جاؤ اور پسند کرلو۔''
حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لئے پسند کیا۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اعتراض کیا کہ حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا ماں اور باپ دونوں جانب سے عالی نسب ہیں اور سردار کی لڑکی اور سردار کی بیوی ہیں اور حسن و جمال میں بھی یکتا ہیں اس لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنے لئے مخصوص فرمالیں۔ اس طرح سے صفیہ رضی اللہ عنہا کی بھی دل جوئی ہوگی اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ بھی انصاف ہوگا کیونکہ دحیہ جیسے صحابہ تو بہت ہیں مگر صفیہ جیسی غنیمت میں کوئی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی نفسیات کا جائزہ لیتے ہوئے فرمایا!
''اچھا دحیہ اور لڑکی کو بلاؤ۔''
جب یہ حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کلبی رضی اللہ عنہ سے فرمایا!
''تم اور لونڈی لے لو۔''
پھر ان کی دلجوئی کے لئے سات لونڈیوں کے بدلے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو خرید لیا اور اپنے لئے مخصوص فرمالیا۔

(روض الانف، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 6)

مدارج النبوۃ میں یہ روایت موجود ہے کہ جب حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو بارگاہ رسالت میں پیش کیا گیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اصرار پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے لئے منتخب فرمالیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود خیمہ میں تشریف لے گئے۔ جب حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آتے دیکھا تو استقبال کے لئے کھڑی ہوئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وہ بستر بچھا دیا جو خیمہ میں تہہ کر کے رکھا تھا اور خود زمین پر بیٹھ گئیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اے صفیہ! تمہارے باپ نے ہمیشہ ہمارے ساتھ دشمنی اور عداوت رکھی یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا فرمادیا۔ تمہارے خاندان والوں نے ہمارے ساتھ یہ یہ کیا۔
حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!
''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حق تعالیٰ کسی بندے کو دوسرے کے گناہ کے بدلے نہیں پکڑتا۔''
اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!
''تمہیں اختیار ہے کہ اگر تم آزاد ہو کر اپنی قوم میں جانا چاہو تو جاسکتی ہو اور اگر اسلام قبول کرلو تو میں تمہیں آزاد کر کے اپنے عقد میں لے لیتا ہوں۔''
حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کرلیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح فرمالیا۔ آپ رضی اللہ عنہا کی آزادی ہی آپ کا مہر قرار پائی۔

(سنن ترمذی، حدیث نمبر 1097) (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 1915) (المجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 251) (تلخیص الخیر، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 220) (تحفۃ الاشرف، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 188)

Marfat.com

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

''جب میں قیدی بن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ناپسندیدہ انسان میری نگاہ میں کوئی دوسرا نہیں تھا کیونکہ میرے گمان میں میرا باپ، شوہر، بھائی اور دوسرے رشتہ دار قتل ہو چکے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تمہاری قوم والوں نے ہمارے ساتھ یہ یہ کیا تو یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت و کردار اور آپ کے اخلاق نے مجھ پر یہ اثر کیا۔ جب میں اپنی جگہ سے اٹھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب، پسندیدہ اور پیارا کوئی دوسرا میرے لئے نہیں تھا۔''

(مسند ابویعلی، حدیث نمبر 7078، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 324) (المطالب العالیہ، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 24)

جب سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آئیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھ میں سبز نشان دیکھا۔ آپ نے فرمایا!

''اے صفیہ! یہ کیسی سبزی ہے؟''

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز میں اپنے خاوند کی گود میں سر رکھ کر سو رہی تھی کہ میں نے خواب دیکھا کہ چاند میری گود میں آ گرا ہے۔ میں نے اپنا یہ خواب اپنے خاوند کو سنایا تو اس نے اس زور سے مجھے تھپڑ مارا جس کی وجہ سے میری آنکھ میں یہ نشان پڑ گیا۔ پھر اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا!

''کیا تو یثرب کے بادشاہ کی تمنا کرتی ہے؟''

(سیرت ابن حبان، حدیث غزوہ خیبر، صفحہ نمبر 1297) (سیرت ابن ھشام، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 257) (المجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 251) (البدایہ والنھایہ، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 198)

فتح خیبر کے بعد حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم مقام صہبا میں اترے جو کہ خیبر سے ایک منزل کے فاصلے پر ہے۔ یہاں پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے رسم عروسی ادا فرمائی اور یہاں پر تین دن ولیمہ کیا۔ اس وقت سیدہ کی عمر سترہ برس تھی۔ اس جگہ پر سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو دلہن بنایا۔ سیدہ کا ولیمہ بھی بڑی شان کا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہا بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب عروسی کے اگلے دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا!

''جس کے پاس جو کچھ ہے وہ لے آئے۔''

چمڑے کا دستر خوان بچھایا گیا تو کوئی کھجور لایا، کوئی ستو، کوئی پنیر اور کوئی گھی۔ ان تمام چیزوں کو ملایا گیا تو سب نے ملکر اسے کھایا۔ اس ولیمہ میں گوشت اور روٹی وغیرہ کچھ نہ تھا۔ یہ سلسلۂ دعوت تین یوم تک چلتا رہا۔

(المجمع الزوائد، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 49) (مسند ابویعلی، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 62)

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا حسن و جمال میں بے مثال تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا قد چھوٹا تھا مگر حسن ایسا تھا کہ جب آپ رضی اللہ عنہا مدینہ طیبہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دلہن بن کر آئیں تو مدینہ کی خواتین آپ کے حسن کا شہرہ سن کر آپ کو دیکھنے کیلئے آئیں۔ ان میں ازواج مطہرات میں سے سیدہ زینب بن جحش، سیدہ حفصہ، سیدہ جویریہ اور سیدہ

Marfat.com

عائشہ رضی اللہ عنہن بھی تھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نقاب اوڑھ کر آئیں اور جب سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر جانے لگیں تو مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پہچان لیا اور ان سے پوچھا!

''اے عائشہ! کیا دیکھا؟''

تو انہوں نے جواب دیا!

''ایک یہودیہ کو دیکھ کر آئی ہوں۔''

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''ایسامت کہو! وہ اسلام لے آئیں ہیں اور ان کا اسلام نہایت اچھا اور بہتر ہے۔''

(الاصابہ، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 347)

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے حسن کا شہرا سن کر سیدۃ النساء سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اپنی چند سہیلیوں کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہا کو دیکھنے کیلئے آئیں تو آپ رضی اللہ عنہا نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے کانوں کے جھمکے اتار کر دیئے اور ان کے ساتھ آنے والی لڑکیوں کو بھی کچھ نہ کچھ زیور دیا۔

دیگر ازواج مطہرات کی طرح سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بھی حرم نبوی میں داخلے کے ساتھ ہی مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اور دلجوئی میں لگ گئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کھانا بہت لذیذ پکاتی تھیں اور اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بھیجا کرتی تھیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

''میں نے صفیہ سے اچھا کھانا پکانے والا کسی کو نہیں دیکھا۔''

ایک مرتبہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے کھانا پکا کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بھیجا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ دیکھ کر غصہ آ گیا کہ میری باری کے دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی دوسری زوجہ کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھائیں۔ اس لئے آپ نے پیالے پر ہاتھ مارا جس سے پیالہ ٹوٹ گیا۔ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموشی کے ساتھ پیالے کے ٹکڑے اکٹھے کرنے لگے اور خادمہ سے فرمایا!

''تمہاری ماں کو غصہ آ گیا تھا۔''

اس پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی اپنے فعل پر ندامت ہوئی اور عرض کیا!

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس جرم کا کفارہ کیا ہے؟''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''ایسا ہی پیالہ اور ایسا ہی کھانا۔''

چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ویسا ہی نیا پیالہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو واپس کیا۔

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت کرتی تھیں۔ اس کی ایک مثال تو یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا قیدی بنا کر لائی گئیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد کر کے اپنے قبیلے والوں کے پاس جانے کا اختیار دیا مگر انہوں نے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کیا۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کا اندازہ اس طرح سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مرض میں مبتلا ہوئے تو تمام ازواج

Marfat.com

مطہرات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کے لئے آئیں۔سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے چین دیکھا تو عرض کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کاش آپ کی بیماری مجھے لگ جائے۔''

دوسری ازواج ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگ پڑیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''واللہ! یہ سچی ہیں۔صرف دکھاوے کیلئے نہیں کہہ رہیں بلکہ ان کو مجھ سے اتنی محبت ہے کہ یہ سچے دل کے ساتھ ایسا کہہ رہی ہیں۔''

(طبقات ابن سعد، جلدنمبر 8،صفحہ نمبر 128)(زرقانی، جلدنمبر 3،صفحہ نمبر 296)

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

''میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسنِ اخلاق کا مجسمہ کوئی اور نہیں دیکھا۔جب میں خیبر سے قیدی بنا کر لائی گئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ اونٹنی پر سوار تھے۔مجھے اونگھ آرہی تھی جس کی وجہ سے میں بار بار کجاوے کے ساتھ ٹکرا رہی تھی۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بار بار مجھے سنبھالتے تا کہ میں گر نہ جاؤں اور فرماتے!

''اے بنتِ حیی! تھوڑی دیر انتظار کرو۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے گئے یہاں تک کہ صہبا آ گیا۔

(مسند ابو یعلی، حدیث نمبر 7084)(المجمع الزوائد، جلدنمبر 9،صفحہ نمبر 252)

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ سیدہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کو کسی صورت بھی برداشت نہ کرتی تھیں۔ایک مرتبہ کسی وجہ سے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہو گئے تو سیدہ رضی اللہ عنہا کیلئے یہ وقت گزارنا بہت دشوار ہو گیا۔آپ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور ان سے جا کر کہا!

''آپ جانتی ہیں کہ میں اپنی باری کسی بھی قیمت پر کسی دوسری زوجہ کو دینے کیلئے تیار نہیں لیکن اگر آپ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ پر راضی کروا دیں تو میں اپنی باری آپ کو دینے کیلئے تیار ہوں۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس کام کیلئے تیار ہو گئیں۔آپ نے زعفران میں رنگی ہوئی ایک اوڑھنی لے کر اس پر پانی چھڑکا تا کہ اس کی خوشبو بڑھ جائے۔پھر آپ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''اے عائشہ! آج تمہاری باری کا دن تو نہیں ہے۔''

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔پھر تمام واقعہ سنایا جس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے راضی ہو گئے۔

حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم بھی سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بڑی محبت کرتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر موقع پر ان کی دل جوئی فرمایا کرتے تھے۔ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف کیلئے مسجد میں تھے کہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کیلئے آئیں۔تھوڑی دیر گفتگو کرنے کے بعد جب آپ رضی اللہ عنہا جانے لگیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں چھوڑنے کیلئے مسجد کے دروازے تک آئے۔اسی دوران دو انصاری مسجد میں داخل ہوئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''ٹھہرو اور دیکھ لو کہ یہ میری بیوی صفیہ بنت حیی ہے۔کہیں تم یہ نہ سمجھ لینا کہ میرے ساتھ رات کی تاریکی میں نہ جانے کون ہے۔''

Marfat.com

انصاری صحابیوں نے عرض کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم ایسا کیونکر سوچیں گے؟''

اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''شیطان انسان کے اندر خون کی طرح دوڑتا ہے۔ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ تمہارے دل کے اندر کوئی ایسی بات نہ ڈال دے۔''

(صحیح بخاری، حدیث نمبر 2035) (صحیح مسلم، حدیث نمبر 2175) (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 2470) (مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 237)

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ محبت کا پتہ اس بات سے بھی چلتا ہے کہ آپ اور دیگر ازواج مطہرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں شریک تھیں۔ اتفاق سے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ بیمار ہوگیا اور چلنے کے قابل نہ رہا۔ آپ رضی اللہ عنہا رونے لگیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اوران کی دل جوئی فرمائی۔ حضرت سیدہ زینب بن جحش رضی اللہ عنہا کے پاس ضرورت سے زیادہ اونٹ تھے اس لیے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا!

''زینب! ایک اونٹ صفیہ کو دے دو۔''

اس پر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے کہا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس یہودن کو اپنا اونٹ دے دوں؟''

یہ جملہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا ناگوار گزرا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافی عرصہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے بات نہ کی۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

''حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی نے مجھے قریب قریب ناامید کردیا تھا۔ میں نے عہد کرلیا کہ آئندہ کبھی بھی ایسی بات نہ کہوں گی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سفارش پر بڑی مشکل سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا قصور معاف فرمایا۔''

(سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 4602) (مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 131- 261- 337-338) (طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 126) (المجمع الزوائد، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 321) (الاصابہ، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 126) (تہذیب التہذیب، جلد نمبر 12، صفحہ نمبر 455) (الکاشف الذہبی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 473)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو پتہ چلا کہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے انہیں یہودی کی بیٹی کہا ہے تو آپ رضی اللہ عنہا رو پڑیں۔ اتنے میں آپ رضی اللہ عنہا کے ہاں مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے اور آپ کو روتا دیکھ کر فرمایا!

''مَايُبْكِيكِ''

''آپ کیوں رو رہی ہیں؟''

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حفصہ نے مجھے یہودی کی بیٹی کہا ہے۔ اس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

Marfat.com

"وَاِنَّكِ لَابْنَةِ نَبِيٍّ وَّاِنَّ عَمَّكَ لَنَبِيٍّ وَّاِنَّكَ لَتَحْتَ نَبِيٍّ فَفِيهِمْ تَفْخَرُ عَلَيْكِ"

"تم نبی کی بیٹی ہو، تمہارا چچا بھی نبی تھا اور تو ایک نبی کی بیوی ہو۔ وہ کس بات میں تم پر فخر کر سکتی ہے؟"

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا!

"اِتَّقِی اللّٰهَ يَاحَفْصَةُ"

"اے حفصہ! اللہ سے ڈرو۔"

(السنن الترمذی، حدیث نمبر 3891) (النسائی فی عشرۃ النساء، حدیث نمبر 33) (مسند امام احمد، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 135) (صحیح ابن حبان، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 170)

ایک مرتبہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو آپ رو رہی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رونے کی وجہ پوچھی تو آپ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عائشہ اور حفصہ مجھے چھیڑتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں زیادہ مکرم اور محترم ہیں کیونکہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہونے کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چچا کی بیٹیاں بھی ہیں۔"

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"تو نے یہ کیوں نہ کہہ دیا!"

"كَيْفَ تَكُنْ خَيْرًا مِّنِّيْ اَبِيْ هَارُوْنَ وَعَمِّيْ مُوْسٰى وَزَوْجَتِيْ مُحَمَّدٌ"

"تم مجھ سے کیسے بہتر ہو سکتی ہو کہ میرے باپ ہارون علیہ السلام، میرے چچا موسیٰ علیہ السلام اور میرے شوہر محمد ہیں۔"

(السنن الترمذی، حدیث نمبر 1890) (مستدرک للحاکم، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 29) (زرقانی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 259) (عیون الاثر، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 401) (الاصابہ، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 347)

ایک مرتبہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے قد و قامت کے بارے میں کوئی جملہ کہا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قطعی طور پر پسند نہ فرمایا، اپنی ناراضگی کا اظہار کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا!

"عائشہ! تو نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر سمندر میں چھوڑ دی جائے تو اس میں مل جائے (یعنی یہ بات بہت ناپسندیدہ ہے)۔"

(سنن ابی داؤد، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 193)

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

"حج کا سفر تھا میرے علاوہ دیگر ازواج مطہرات بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ راستے میں میرا اونٹ بیٹھ گیا اور میں سب سے پیچھے رہ گئی اس لئے میں نے رونا شروع کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو مجھے روتے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھوں اور اپنی رداء مبارکہ سے میرے آنسو پونچھنے لگے۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم میرے آنسو پونچھتے جاتے اور میں بے اختیار روتی جاتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار مجھے رونے سے روکتے لیکن آنسو بے اختیار میری آنکھوں سے جھلکتے جاتے۔ جب بار بار کے روکنے سے بھی میرے آنسو نہ تھمے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذرا سختی کے ساتھ منع فرمایا۔

(مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 337) (زرقانی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 296) (اسد الغابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 170)

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

Marfat.com

''ایامِ حج میں سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو حیض آ گیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں یہ مسئلہ پیش کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''کیا وہی ہمیں روکے رکھے گی؟''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا!

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ طواف زیارت کر چکی ہیں۔''

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''اب رکنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

(صحیح بخاری، حدیث نمبر 1757) (صحیح مسلم، حدیث نمبر 1211) (السنن الترمذی، حدیث نمبر 943) (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 2003) (السنن النسائی، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 194) (موطا امام مالک، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 412) (مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 38)

دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی طرح ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا گھر بھی علم و عرفان کا مرکز تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اکثر خواتین آپ رضی اللہ عنہا سے مسائل دریافت کرنے کیلئے آیا کرتی تھیں۔

روایات کے مطابق عراق کی رہنے والی صہیرہ بنت جیفر حج کرنے کے بعد سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آئیں تو انہوں نے آپ کے پاس بہت سی خواتین کو مسائل پوچھتے دیکھا۔ صہیرہ نے بھی اپنے مسائل دریافت کرنے کیلئے دیگر خواتین سے مختلف سوالات کروائے اور خود اپنے آپ کو ظاہر نہ کیا۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے تمام سوالات کے مفصل جوابات دیئے۔ ان میں سے ایک مسئلہ نبیذ کے بارے میں بھی تھا۔ جب اس مسئلے کی باری آئی تو سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے پس پردہ رہنے والی صہیرہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا!

''اہل عراق اس مسئلے کو اکثر پوچھتے ہیں۔'' (مسند امام احمد، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 337)

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے دس احادیث مروی ہیں جن میں سے ایک بخاری شریف میں اور باقی دیگر کتب احادیث میں موجود ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا سے جن اصحاب نے روایت کی ہے ان کے نام درجہ ذیل ہیں!

حضرت سیدنا امام زین العابدین، اسحاق بن عبداللہ، یزید بن مصعب، مسلم بن صفوان اور کنانہ رضوان اللہ علیہم۔

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا میں صبر و تحمل، کشادہ دلی اور سیر چشمی نمایاں اوصاف تھے۔ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آنے کے بعد اکثر آپ کو یہودی ہونے کا طعنہ سننا پڑتا مگر آپ صبر و تحمل سے سب برداشت کرتیں اور کسی کو بھی سخت جواب نہ دیتیں۔ غزوۂ خیبر سے واپسی پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا اور ان کی ایک بہن کو یہودیوں کے لاشوں کے پاس سے لے کر گزرے تو ان کی بہن اپنے عزیز و اقارب کی لاشوں کو دیکھ کر چیخیں مار کر رونے اور سینہ کوبی کرنے لگی مگر ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا جب اپنے شوہر، باپ اور بھائی کی لاشوں کے پاس سے گزریں تو آپ کی جبینِ تحمل پر کسی قسم کا شکن بھی نہیں آیا۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہا امیر المومنین بنے تو سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی ایک کنیز نے جا کر آپ کو شکایت کی کہ ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا میں ابھی تک یہودیت کی بو پائی جاتی ہے کیونکہ اب بھی وہ یوم السبت (ہفتہ کے دن) کو اچھا تصور کرتی ہیں اور یہودیوں سے دلی لگاؤ رکھتی ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تحقیق کیلئے خود آپ رضی اللہ عنہا کے

Marfat.com

پاس تشریف لائے۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں پوچھا تو ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا!

''جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہفتہ کے بدلے جمعہ کا دن عطا فرمایا تو ہفتے کے دن کو محبوب رکھنے کی کوئی ضرورت نہ رہی۔ البتہ یہودیوں سے میں ضرور لگاؤ رکھتی ہوں کیونکہ ان میں میرے عزیز واقارب ہیں اور مجھے صلہ رحمی کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کی حق گوئی سے بہت متاثر ہوئے اور واپس چلے گئے۔ اس کے بعد سیدہ صفیہ سلام اللہ علیہا نے اس لونڈی کو بلایا اور اس سے پوچھا کہ تجھے امیر المومنین کے سامنے میری شکایت کرنے پر کس چیز نے آمادہ کیا تو اس نے جواب دیا!

''شیطان نے۔''

اس پر سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

''جا! میں نے تجھے آزاد کیا۔''

(عیون الاثر، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 402) (الاستیعاب، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 1871) (الاصابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 74) (سیر اعلام النبلاء، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 222)

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بہت نرم دل، سیر چشم، حلیم الطبع، عاقلہ اور فاضلہ تھیں۔ چنانچہ امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں!

''كَانَتْ صَفِيَّةُ عَاقِلَةٌ حَلِيْمَةٌ وَفَاضِلَةٌ''

''سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا عاقلہ، فاضلہ اور حلیم الطبع تھیں۔'' (زرقانی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 296)

عیون الاثر اور اسد الغابہ میں ہے!

''كَانَتْ عَاقِلَةٌ مِّنْ عُقَلَاءِ النِّسَاءِ''

''وہ خواتین میں نہایت عقل مند تھیں۔'' (عیون الاثر، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 402) (الاستیعاب، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 1871)

جب سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا دلہن بن کر مدینہ طیبہ آئیں تو حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اپنی سہیلیوں کے ساتھ انہیں دیکھنے کے لیے آئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اپنے کانوں کے طلائی جھمکے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دے دیئے اور آپ کی ساتھی لڑکیوں کو بھی کچھ نہ کچھ زیور دیا۔

آپ رضی اللہ عنہا کی سخاوت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک مکان تھا جو آپ نے فروخت کر کے اس کی رقم صدقہ وخیرات کر دی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ایام محاصرہ میں سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے ان کی بڑی مدد کی۔ جب 35 ہجری میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا گیا اور ضرورت زندگی کی چیزیں بھی ان تک پہنچنے نہ دیں تو سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا خچر پر سوار ہو کر اپنے ایک غلام کے ساتھ آپ کی مدد کیلئے روانہ ہوئیں۔ مالک اشتر نے جب آپ کو آتے دیکھا تو آپ کے خچر کے منہ پر مارنے لگا جس سے خچر بدک گیا۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا وہاں سے واپس گھر آئیں اور حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس کھانا دینے کیلئے بھیجا۔ آپ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے کھانا وغیرہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچاتے۔

Marfat.com

ایک روایت کے مطابق حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے مکان اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان کے درمیان ایک لکڑی رکھ دی جس پر سے گزر کر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو کھانا پانی وغیرہ پہنچایا جاتا تھا۔

فضائل ومناقب:

1: سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نہایت حلیم الطبع، صابرہ وشاکرہ، کشادہ دل، سیر چشم عاقلہ وفاضلہ اور سخی تھیں۔

2: دوسروں کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا جس کی ایک مثال حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے محاصرے کے دوران آپ کی خدمات ہیں جو آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کیلئے کیں۔

3: مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو بے انتہا محبت تھی۔ جس کی ایک مثال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام مرض میں سیدہ صفیہ کا یہ فرمانا ہے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی بیماری مجھے لگ جائے ہے۔ اس کی تصدیق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی فرمائی یہ دکھلاوے کے لیے ایسا نہیں کہہ رہی بلکہ یہ سچے دل سے کہہ رہی ہے۔

4: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ہمیشہ دل جوئی فرمایا کرتے تھے۔ جب بھی کوئی انہیں یہودین ہونے کا طعنہ دیتا تو یہ رو پڑتیں اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ لیتے تو ان کے آنسو پونچھتے اور ان کی دل جوئی فرماتے۔

5: دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا ولیمہ ایک دن ہوا لیکن سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے ولیمہ کی دعوت تین دن ہوئی۔

6: سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بڑی علم وفضل والی تھیں۔ خواتین اکثر آپ رضی اللہ عنہا سے مسائل پوچھا کرتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا سے دس احادیث بھی مروی ہیں۔

7: حسن وجمال سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا امتیازی وصف تھا۔ جب آپ رضی اللہ عنہا مدینہ طیبہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دلہن بن کر آئیں تو مدینہ کی خواتین آپ کے حسن کا چرچہ سن کر آپ کو دیکھنے کیلئے آئیں۔

8: سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا ایک وصف یہ بھی ہے جو آپ کو دیگر ازواج سے ممتاز کرتا ہے کہ آپ کھانا بہت لذیذ پکاتی تھیں اور اکثر اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کرتی۔ چاہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی بھی زوجہ کے ہاں تشریف فرما ہوتے۔

9: سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے خواتین کیلئے ایک مشکل آسان ہوگئی کہ جب خواتین حج میں طوافِ زیارت کرلیں اور ان کو حیض ونفاس شروع ہوجائے تو انہیں رکنے کی ضرورت نہیں ہے۔

10: مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی بڑی تکریم فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ دورانِ اعتکاف آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے آئیں جب رخصت ہونے لگیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود انہیں دروازے تک چھوڑنے آئے۔

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 128) (الاصابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 742)

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا وصال 50 ہجری میں ساٹھ سال کی عمر میں مدینہ طیبہ میں ہوا۔ یہ حضرت معاویہ بن ابی

Marfat.com

سفیان رضی اللہ عنہما کا دور خلافت تھا۔آپ رضی اللہ عنہا جنت البقیع شریف میں اسودۂ خاک ہوئیں۔
(فتح الباری شرح حدیث نمبر ۲۰۳۵، طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۱۲۸، نووی فی التہذیب جلد ۲ صفحہ ۳۴۹، صفۃ الصفوۃ جلد ۲ صحہ ۵۲، انساب الاشراف جلد ا صفحہ ۴۴۴)

آپ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک مکان تھا جس کو آپ نے اپنی زندگی میں ہی خیرات کر دیا تھا۔البتہ آپ نے ایک لاکھ درہم جو کہ ایک قطعہ زمین کی قیمت کے تھے ترکہ چھوڑا آپ نے وصیت کی کہ ان میں سے ایک تہائی میرے بھانجے کو دیا جائے۔چونکہ آپ کا بھانجہ یہودی تھا اس لئے لوگوں نے آپ کی وصیت پوری کرنے میں تامل کیا۔جب اس بات کا پتہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو لگا تو آپ نے لوگوں کو پیغام بھیجا کہ اللہ سے ڈرو اور صفیہ کی وصیت پوری کرو۔چنانچہ مال کا ایک تہائی آپ بھانجے کو دے دیا گیا اور باقی صدقہ وخیرات کر دیا گیا۔آپ رضی اللہ عنہا کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔
(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 128) (زرقانی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 296) (عیون الاثر، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 401)

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 12:

اُمُّ المومنین سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا ازواج مطہرات میں دسواں نمبر ہے۔آپ بڑی نیک سیرت، نیک صورت اور بڑی راسخ العقیدہ خاتون تھیں۔آپ عالی نسب، عالی ہمت، سخی طبیعت اور پاکیزہ صفات کی مالکہ تھیں۔آپ کو قدیم الاسلام ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔حالانکہ آپ کے والد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ فتح مکہ تک مسلمانوں کے خلاف مشرکین کی قیادت کرتے رہے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہا کا نام ''رملہ'' یا ''ہند'' اور کنیت ''اُم حبیبہ'' ہے۔والد کی طرف سے سلسلہ نسب یوں ہے!

رملہ بنت ابوسفیان (ان کے اصل نام صخر تھا) بن حرب بن امیہ بن عبدالشمس بن عبد مناف۔

آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام صفیہ بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس ہے۔ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت سے 17 سال قبل مکہ میں مکہ کے رئیس حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر پیدا ہوئیں۔

(الاصابہ، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 84) (المستدرک للحاکم، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 20) (الانساب الاشراف، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 438) (التہذیب فی نووی، جلد نمبر 2، صفحہ 359)

ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا چونکہ رئیس قریش ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں اس لیے انہوں نے بڑے نازو نعم کے ساتھ پرورش پائی۔جب جوان ہوئیں تو اپنی قوم کے حلیف عبیداللہ بن جحش سے ان کا نکاح ہوا۔عبیداللہ اور سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ابتدائی زمانہ اسلام میں ہی اسلام قبول کر لیا۔جب کفار مکہ اور سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی اذیتیں حد سے تجاوز کر گئیں تو ان دونوں میاں بیوی نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔حبشہ میں ہی ان کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام حبیبہ رکھا گیا۔ام المومنین سیدہ رضی اللہ عنہا اسی وجہ سے ام حبیبہ کے نام سے مشہور ہوئی اور ان کا اصل نام کنیت کے نیچے دب گیا۔

ہجرت حبشہ کے تھوڑے عرصہ بعد ہی سیدہ رضی اللہ عنہا کا خاوند عبیداللہ بن جحش مرتد ہو گیا اور اس نے عیسائیت کو قبول کر لیا۔ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

''جس دن عبیداللہ مرتد ہوا اس سے پہلی رات میں نے اسے نہایت بری شکل اور بھیانک صورت میں دیکھا۔میں اس خواب سے بہت گھبرائی۔جب صبح بیدار ہوئی تو وہ اسلام سے منحرف ہو کر عیسائیت اختیار کر چکا تھا۔میں نے اس امید پر اسے اسلام کی دعوت دی کہ شاید وہ متنبہ ہو جائے اور اسلام کے دامن رحمت میں دوبارہ آجائے مگر وہ شراب و کباب میں ڈوبا رہا اور میرے کسی

Marfat.com

کہیں میں نہ آیا۔"
(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 97،)(المستدرک، للحاکم، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 20)(زرقانی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 242)(سیر اعلام النبلاء، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 221)

عبید اللہ نے ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا پر بھی عیسائیت اختیار کرنے کیلئے دباؤ ڈالا مگر آپ رضی اللہ عنہا اسلام پر سختی سے قائم رہیں۔ مذہب کے اختلاف کی وجہ سے دونوں میاں بیوی میں علیحدگی ہوگئی۔

اللہ رب العزت کی شان دیکھیئے کہ عبید اللہ نے جس بادشاہ نجاشی رضی اللہ عنہ سے متاثر ہوکر عیسائیت اختیار کی اللہ تعالیٰ نے اس بادشاہ نجاشی رضی اللہ عنہ کو ہی اسلام کی دولت سے مالا مال کر دیا۔ ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

"عبید اللہ شراب وشباب میں ڈوبا رہا۔ یہاں تک کہ کثرت شراب کی وجہ سے حالت کفر میں ہی مرگیا۔

ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اس جماعت میں شامل ہیں جنہوں نے ابتدائی زمانہ میں ہی اسلام قبول کرلیا تھا اور کفار ومشرکین کی اذیتیں برداشت کی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اسلام کی خاطر اپنے والدین، بہن، بھائی، عزیز واقارب اور وطن تک کو چھوڑ دیا تھا اور حبشہ میں آپ کا خاوند عبید اللہ آپ کا سہارا تھا لیکن وہ بھی مرتد ہوکر مرگیا۔

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر یہ واقعہ بڑا شاق گزرا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تالیفِ قلب کیلئے ان سے نکاح فرمانے کا ارادہ فرمایا۔ چنانچہ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی عدت ختم ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن امیہ فہری رضی اللہ عنہ کو اپنا وکیل بنا کر حضرت نجاشی رضی اللہ عنہا کے دربار میں بھیجا اور فرمایا!

"اگر ام حبیبہ اس پر راضی ہوں تو میرا نکاح خود میرے وکیل بن کر ان سے کر دینا۔"

جب حضور شفیع عالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے اپنی خاص ابرہہ نامی کنیز کو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام نکاح دینے کیلئے بھیجا اور کہا!

"اگر ام حبیبہ کو منظور ہوا تو اپنی طرف سے نکاح کیلئے کوئی وکیل مقرر کر دیں۔"

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو جب حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیغام نکاح ملا تو آپ رضی اللہ عنہا اتنی خوش ہوئیں کہ پیغامِ نکاح لانے والی لونڈی ابرہہ کو اپنے ہاتھوں کے دونوں کنگن، پیروں کی پازیب اور انگلیوں کے چھلے جو سب سونے کے تھے دے دیئے اور اپنے ماموں زاد حضرت خالد بن سعید بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو اپنا وکیل مقرر کیا۔

جب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے رضامندی ہوگئی اور ان کی طرف سے نکاح کا وکیل مقرر کر دیا گیا تو حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ نے تمام مہاجر مسلمانوں جن کے سردار حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ تھے کو اپنے دربار میں بلایا اور مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے وکیل ہونے کے سبب سے خطبۂ نکاح پڑھا۔ اس خطبہ کو تفاسیر میں یوں بیان کیا گیا ہے!

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ السَّلَامِ الْمُؤْمِنِ الْمُهَيْمِنِ الْعَزِيْزِ الْجَبَّارِ الْمُتَكَبِّرِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَنَّهُ الَّذِىْ بَشَّرَ بِهٖ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَتَبَ اِلَىَّ اَنْ اُزَوِّجَهٗ اُمَّ حَبِيْبَةَ بِنْتَ اَبِىْ سُفْيَانَ فَاَجَبْتُ اِلٰى مَادَعَا اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقَدْ اَصْدَقْتُهَا اَرْبَعَ مِائَةِ دِيْنَارٍ"

Marfat.com

''سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جو مالک ہے، پاک ہے، سلامتی دینے والا ہے، امن عطا کرنیوالا ہے، نگہبان ہے، سب پر غالب ہے، ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے والا اور متکبر ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ آپ وہ ہیں جن کی بشارت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے دی تھی۔ امابعد! بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف لکھا ہے کہ میں آپ کی طرف سے آپ کا نکاح ام حبیبہ بنت ابی سفیان سے کردوں، پس میں نے اسے پسند کیا جس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا اور چار سو دینار میں نے اپنی طرف سے ام حبیبہ کے حق مہر کے ادا کئے۔''

اس کے ساتھ ہی حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ نے چار سو دینار اپنی قوم کے سامنے رکھ دیئے۔ اس کے بعد حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے وکیل حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے خطبہ نکاح پڑھا!

''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَاسْتَعِيْنُهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا للّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ اَجَبْتُ مَادَعَا اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَزَوَّجْتُهٗ اُمَّ حَبِيْبَةَ بِنْتَ اَبِيْ سُفْيَانَ فَبَارَكَ اللّٰهُ رَسُوْلَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامِ''

''سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، میں اس کی تعریف کرتا ہوں، اس کی جناب میں استعانت کی درخواست کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ بیشک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے محبوب بندے اور رسول ہیں۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کردے اگرچہ یہ مشرکوں کو ناپسند ہے۔ امابعد! بیشک میں پسند کرتا ہوں اس چیز کو جس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا ہے۔ لہٰذا میں نے ام حبیبہ بنت ابی سفیان کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کردیا۔ پس اللہ رب العزت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر برکتیں نازل فرمائے۔''

جب نکاح کی تقریب مکمل ہوئی، لوگوں نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ نے ان سب کو بٹھا لیا اور فرمایا!

''حضرات انبیاء علیہم السلام کی یہ سنت ہے کہ نکاح کے بعد ولیمہ بھی ہوتا ہے چنانچہ سب احباب ولیمہ کی دعوت کھا کر جائیں۔''

چنانچہ حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ نے نہایت شاندار ضیافت کا اہتمام کیا۔ سب احباب دعوت ولیمہ سے فارغ ہو کر رخصت ہو گئے۔

جب سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوا تو اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر 36 یا 37 سال تھی۔ یہ نکاح 6 ہجری کے آخری ایام میں ہوا۔

(مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 742) (تہذیب فی النووی، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 309) (دلائل النبوۃ للبیہقی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 962)

ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح ہو جانے کے بعد حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ نے مہر کی رقم آپ رضی اللہ عنہا کے وکیل خالد بن سعد رضی اللہ عنہ کے حوالے کردی۔ جب مہر کی رقم سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا تک پہنچی تو آپ رضی اللہ عنہا نے پیغام نکاح لانے والی کنیز ابرہہ کو بلایا اور اسے اس رقم میں سے پچاس دینار دینے چاہے مگر اس نے یہ دینار اور پہلے لیا ہوا تمام زیور آپ کو واپس کردیا۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے جب وجہ پوچھی تو اس نے کہا!

''ایک تو بادشاہ نے مجھے تاکید کی ہے دوسرا یہ کہ میں مسلمان ہو گئی ہوں اور یہ کہ بادشاہ نے اپنی تمام بیگمات کو حکم دیا ہے خوشبوئیں

Marfat.com

اور عطر آپ کے پاس تحفہ بھیجیں۔''
چنانچہ دوسرے دن ابرہہ بہت ساعود اور عنبر وغیرہ ان بیگمات کی طرف سے تحفہ لے کر آئیں جو آپ نے رکھ لیا۔ تحائف دینے کے بعد ابرہہ نامی کنیز نے آپ رضی اللہ عنہا سے کہا!
''سیدہ! میری ایک درخواست ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں میرا سلام عرض کرنا اور یہ بھی بتانا کہ میں آپ کے دین کی پیرو ہو چکی ہوں۔''
ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!
''ابرہہ کا یہ حال تھا کہ جب بھی وہ میرے پاس آتی تو مجھے کہتی: دیکھو میری درخواست کو بھول نہ جانا اور میرا اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک ضرور پہنچانا۔ چنانچہ جب میں مدینہ پہنچی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام حالات وواقعات بتائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سن کر مسکراتے رہے اور جب میں نے ابراہہ کا سلام پہنچایا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں عَلَيۡهَا السَّلَامُ وَرَحۡمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ فرمایا۔''
(زرقانی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 243) (صفحۃ الصفوۃ، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 22)

حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ نے ام المومنین رضی اللہ عنہا کو شرجیل بن حسنہ کے ساتھ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ بھیج دیا۔ رخصتی کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کو بہت سا جہیز بھی اپنی طرف سے دیا۔
(السنن ابی داؤد، کتاب النکاح) (تاریخ طبری، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 353)

جب نکاح کی تمام رسومات ادا ہو چکیں تو حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام المومنین رضی اللہ عنہا کو بحری جہاز میں مدینہ طیبہ کی طرف روانہ کیا اور ساتھ بہت سی خوشبوئیں اور دیگر تحائف بھی دیئے۔ ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جب مدینہ پہنچیں تو اسی دن حضور رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خیبر سے فتح یاب ہو کر مدینہ تشریف لائے۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے ساتھ آنے والوں میں حضور نبی کریم کے چچا زاد اور آپ کے ہم شکل حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وفد کی آمد کی اطلاع ملی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے، حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھے، انہیں گلے سے لگایا اور فرمایا!
''تم صورت اور سیرت میں میرے مشابہ ہو۔ میں نہیں جانتا کہ میرے لیے زیادہ خوشی کی بات کون سی ہے فتح خیبر یا آمدِ جعفر۔''
یہ اوائل 7 ہجری کا واقعہ ہے۔ مدینہ واپسی کے بعد ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حرم نبوی میں داخل ہوئیں اور دیگر ازواج کی طرح مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لگ گئیں۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!
''حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آنے سے پہلے میں نے خواب دیکھا کہ ایک شخص مجھے ام المومنین کہہ رہا ہے۔ میں اس پر بڑی متعجب ہوئی اس خواب کی تعبیر میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شادی کی صورت میں ظاہر ہوئی۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں!
''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ہوا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی!
''عَسَى اللّٰهُ اَنۡ يَّجۡعَلَ بَيۡنَكُمۡ وَبَيۡنَ الَّذِيۡنَ عَادَيۡتُمۡ مِّنۡهُمۡ مَّوَدَّةً''
''عنقریب اللہ تعالیٰ آپ اور آپ کے دشمنوں میں دوستی کردے گا۔''

Marfat.com

پھر ہوا بھی اس آیت کے مطابق۔ جب حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو ان کے والد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ (جو کہ ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے بلکہ کفار مکہ کے سردار تھے اور اسلام دشمنی میں سب سے آگے آگے تھے) ٹھنڈے پڑ گئے۔ جب اس شادی کی خبر حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو انہوں نے اپنی شکست کو تسلیم کرتے ہوئے کہا!

"فَذَاكَ الْفَصْلُ لَا يَقْدِ هُهُ اَنْفُهٗ"

"آپ جوان مرد ہیں۔ آپ کی ناک نہیں کاٹی جاسکتی۔"

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 99) (الاستیعاب، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 1844)

فضائل ومناقب:

1: ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو "السابقون الاولون" ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ یعنی آپ رضی اللہ عنہا ابتدائی زمانے میں ہی اسلام کے دائرۂ رحمت میں شامل ہوگئیں تھیں۔

2: ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو اسلام کے ساتھ شدید محبت تھی۔ اس کا اندازہ اس طرح سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نے اپنا گھر بار، والدین اور وطن فقط اسلام کی خاطر چھوڑا۔ حبشہ میں اپنے خاوند کو عیسائی ہونے پر چھوڑ دیا مگر اسلام پر ثابت قدم رہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنے والد کو بھی اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر نہ بٹھایا کہ وہ مشرک اس وقت مشرک تھے۔

3: قرآن مجید کی یہ آیت: "عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً" سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے حق میں ہی نازل ہوئی۔

4: ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑی شدت سے عمل کرتی تھیں۔ اپنے والد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے وصال کے تین دن بعد خوشبو لگانا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق دن اور رات میں بارہ نفل پڑھنا اس کی روشن مثال ہے۔

5: ام المومنین رضی اللہ عنہا نہ صرف خود حدیث پر شدت سے عمل کرتی تھیں بلکہ دوسروں کو بھی تاکید کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ آپ کے بھانجے ابوسفیان بن سعید بن المعیز ہ نے ستو کھا کر کلی کی تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

"تم کو وضو کرنا چاہیے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شے کو آگ لگا دے اس کے استعمال سے وضو لازم ہوتا ہے۔"

یہ مسئلہ علمائے شافعیہ وغیرہ کی تائید میں ہے۔ حنفی مسلک اس کے خلاف ہے اور ہمارے حنفی علماء کے پاس احادیث وغیرہ سے بے شمار دلائل موجود ہیں۔

6: حضرت سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نہایت نیک فطرت تھیں۔ اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بہن کے ساتھ نکاح کرنے کی درخواست کی تھی۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ ایک دن آپ

Marfat.com

رضی اللہ عنہا نے حضور نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا!

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ میری بہن عزہ سے شادی کر لیں۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''کیا تم اسے پسند کرتی ہو؟''

آپ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

''میں اکیلی تو آپ کی بیوی نہیں ہوں۔ میں تو صرف یہ چاہتی ہوں کہ میری بہن بھی اس خیر وفضیلت میں شریک ہو جائے۔''

اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

(شریعت اسلامیہ میں ایک وقت میں دو بہنوں کے ساتھ نکاح نہیں کیا جا سکتا اس لیے)''وہ میرے لیے حلال نہیں!''

(صحیح بخاری، حدیث نمبر 5107)(صحیح مسلم، حدیث نمبر 1449)(شرح صحیح مسلم، جلد نمبر 16، صفحہ نمبر 63)(جلاء الافہام، صفحہ نمبر 187)(الفصول، صفحہ نمبر 248)

7: آپ رضی اللہ عنہا کی شرافت کا اندازہ وفات کے وقت ام المومنین سیدہ عائشہ اور ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے معافی کی درخواست سے بھی کیا جا سکتا ہے۔

چنانچہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

''سیدہ ام حبیبہ نے وفات کے وقت مجھے بلایا اور کہا کہ مجھ میں اور تم میں وہ تعلقات تھے جو باہم سوکنوں میں ہوتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ان سب چیزوں کو معاف فرمائے اور تم سے درگزر فرمائے۔ اس پر میں نے جواب دیا کہ تم نے مجھے خوش کیا ہے، خدا تعالیٰ تمہیں خوش رکھے۔ اسی طرح سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بھی بلا کر کہا۔

(طبقات ابن سعد، جلد 8، صفحہ نمبر 100)(المستدرک للحاکم، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 22)(صفۃ الصفوۃ، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 42)

8: ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بہت بڑی عالم حدیث بھی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا سے 65 احادیث مروی ہیں جنہیں جلیل القدر صحابہ وتابعین نے آپ سے روایت کیا ہے۔

9: ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا صورت اور سیرت میں خوبصورت تھیں اور آپ کے والد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ آپ کے حسن پر فخر کیا کرتے تھے۔

چنانچہ ایک حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا!

''عِنۡدِیۡ اَحۡسَنُ الۡعَرَبِ وَاَجۡمَلُهٗ اُمُّ حَبِیۡبَةِ''

''میرے نزدیک عرب کی حسین تر اور جمیل تر عورت ام حبیبہ ہے۔''

حسین ظاہری رنگ وصورت، نین نقش اور خدوخال کے متوازن ہونے کا نام ہے اور جمال سیرت وکردار، گفتار وافعال، عقل وفہم کی زیادتی کا نام ہے۔ یہ دونوں وصف حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا میں موجود تھے۔ اس لیے آپ حسین بھی تھیں اور جمیل بھی۔

10: یہ بھی حضرت سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ان کے والدین

Marfat.com

کے گھر کو ''دارالامن'' قرار دے دیا۔ جبکہ ابھی تک ان کے والدین ایمان نہیں لائے تھے۔

(حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور آپ کی زوجہ رضی اللہ عنہا نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا۔ لہٰذا اب ان شخصیات کے خلاف زبان درازی بہت بڑا گناہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا کے والدین صحابیت کے رتبے سے مشرف تھے اور آپ رضی اللہ عنہا کے والد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے خلفائے راشدین کے دور میں کئی اٹھنے والے فتنوں کے خلاف محاذ آرائی کی اور مسلمانوں کو کئی خطرناک حملوں سے بچایا۔ آپ رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین کے دور میں بطور جرنیل رہے، یہ آپ رضی اللہ عنہ کی عظمت جاننے کے لیے کافی ہے۔)

ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ہاں آپ کے پہلے شوہر عبیداللہ بن جحش سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ لڑکے کا نام عبداللہ تھا اور لڑکی کا نام حبیبہ تھا۔ حضرت حبیبہ رضی اللہ عنہا نے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش میں پرورش و تربیت پائی اور قبیلہ ثقیف کے رئیس کے بیٹے عروہ بن مسعود ثقفی کے ساتھ منسوب ہوئیں۔ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ رضی اللہ عنہا کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔

دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی طرح ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بھی علم وفضل کا خزینہ تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا چونکہ شارحِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ تھیں اس لیے آپ رضی اللہ عنہا نے بہت قریب سے مصطفیٰ کریم علیہ السلام کے قول وفعل کا مشاہدہ کیا، اسے یاد رکھا اور پھر امت مسلمہ تک پہنچایا۔

موجودہ کتب احادیث میں آپ سے 165 احادیث مروی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا سے جن جلیل القدر احباب نے روایت کی ہیں ان میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں!

آپ کے بھائی حضرت عتبہ، حضرت معاویہ بن سفیان، آپ کی بیٹی حضرت حبیبہ، عبداللہ بن عتبہ، ابوسفیان بن سعید ثقفی، سالم بن سوار، ابوالجراح، صفیہ بنت شیبہ، زینب بنت ابوسلمہ، عروہ بن زبیر، شہر بن حوشب اور ابو صالح السمان، رضوان اللہ علیہم۔

ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی محبت کرتی تھیں۔ اس کا روشن ثبوت یہ روایت ہے کہ جب فتح مکہ سے قبل آپ کے والد ابوسفیان رضی اللہ عنہ (جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) تجدید صلح کے لئے مکہ سے مدینہ روانہ ہوئے۔ مدینہ پہنچے ہی آپ رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ جب ابو سفیان رضی اللہ عنہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھنے لگے تو ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فوراً بستر اٹھا دیا۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے برہم ہو کر کہا!

''بیٹی! تو نے بستر کیوں لپیٹ دیا۔ کیا تو نے بستر کو میرے قابل نہ سمجھا یا مجھے بستر کے؟''

اس پر ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا!

''یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے اس لیے اس پر مشرک نہیں بیٹھ سکتا۔''

اس پر حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے غصہ سے کہا!

''میرے بعد تو برائی میں مبتلا ہو گئی ہے۔''

ام المومنین رضی اللہ عنہا نے جواب دیا!

''میں برائی میں نہیں بلکہ کفر کی ظلمت سے نکل کر اسلام کے نور میں داخل ہو گئی ہوں۔''

Marfat.com

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 99) (زرقانی، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 293) (صفۃ الصفوۃ، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 46) (تاریخ طبری، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 388)

مصطفیٰ کریم علیہ السلام بھی ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے بڑی محبت فرماتے تھے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی تھی کہ فتح مکہ کے دن آپ علیہ السلام نے ان کے والد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر کو دارالامان فرمایا اور اعلان فرمادیا کہ جوکوئی ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے لے گا اسے امان ہے۔

ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کا اندازہ اس طرح بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑی سختی سے پابندی کیا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''جوکوئی دن اور رات میں بارہ رکعات نفل ادا کرلے اس کیلئے اللہ تعالیٰ جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔''

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

''اس دن کے بعد سے میں نے کبھی بھی یہ نفل ترک نہیں کیے۔''

(صحیح مسلم، حدیث نمبر 728)

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کی اتنی پابند تھیں کہ جب ان کے والد ابوسفیان رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو تین دن بعد آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے کپڑوں اور جسم پر خوشبو ملی۔ پھر فرمایا!

''مجھے اس خوشبو کی کوئی حاجت نہ تھی لیکن میں نے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کسی عورت کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی فوتگی پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے البتہ! بیوی کو اپنے شوہر کے فوت ہونے پر چار ماہ اور دس دن سوگ کرنا چاہیے۔''

(صحیح بخاری، حدیث نمبر 1280) (صحیح مسلم، حدیث نمبر 1486) (جامع الاصول، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 149)

ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بڑے پختہ ایمان والی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اس وقت اسلام قبول کیا جب گنتی کے ہی چند افراد ہی دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اسلام کی خاطر سب رشتے چھوڑ دیئے حتیٰ کہ بھائی بہن، ماں باپ اور شوہر کو بھی چھوڑ دیا مگر اسلام کو نہیں۔ یہ آپ رضی اللہ عنہا جیسی بہادر اور مضبوط دل والی خاتون کا ہی طرۂ امتیاز تھا۔

ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے 73 سال کی عمر میں اپنے بھائی کاتب وحی حضرت امیر معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں 44 ہجری کو مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا۔

(استیعاب، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 1845) (اسد الغابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 116) (الانساب الاشراف، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 440) (عیون الاثر، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 401) (صفۃ الصفوۃ، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 46) (الاصابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 654) (التہذیب فی النووی، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 359) (المستدرک للحاکم، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 20) (اسد الغابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 316)

حضرت سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے مکان کا ایک گوشہ کھدوایا تو وہاں سے ایک کتبہ برآمد ہوا جس پر لکھا تھا!

''هٰذَا قَبْرُ رَمْلَهِ بِنْتِ صَخْرٍ''

''یہ رملہ (ام حبیبہ) بنت صخر (ابوسفیان) کی قبر ہے۔''

Marfat.com

چنانچہ میں نے وہ کتبہ وہیں پر رکھ دیا۔

(الاستیعاب، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 750)

اس روایت سے یہ ظاہر ہوا کہ ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی قبر مسجد نبوی کے قریب اسی جگہ تھی جہاں پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مکان تھا۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 13:

اُمّ المومنین سیّدہ ریحانہ بنت شمعون رضی اللہ عنہما

آپ رضی اللہ عنہا کا نام ''ریحانہ'' اور تعلق یہود کے مشہور قبیلے بنونضیر کے خاندان بنو قریضہ سے تھا۔ آپ کے والد کا نام شمعون بن زید بن حنانہ رضی اللہ عنہ تھا۔ ان کو صحابیت، سماع اور روایت کا شرف بھی حاصل ہے۔ بعض اہل تاریخ کے نزدیک سیدہ ریحانہ رضی اللہ عنہا کے والد کا نام زید بن عمرو بن ضبافہ بن شمعون بن زید تھا، لیکن پہلے نام پر اکثر مؤرخین کا اتفاق ہے۔

جب بنو قریظہ نے اپنے عہد سے روگردانی کی اور مسلمانوں کے ساتھ کیے ہوئے معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف سازشیں شروع کیں تو اللہ رب العزت نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے خلاف جنگ کا حکم دیا۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ خندق سے واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اپنے ہتھیار کھول دیئے۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے ہتھیار کھول دیئے ہیں جبکہ فرشتے ابھی تک مسلح ہیں۔ اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ بنو قریظہ کے خلاف نکلیں۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت زرہ منگوا کر پہنی اور مسلمانوں کو بنو قریظہ کے خلاف خروج کا حکم دیا اور فرمایا!

''تمام مسلمان بنو قریظہ جا کر عصر کی نماز ادا کریں۔''

حضرت جبرائیل علیہ السلام مسلمانوں سے پہلے بنو قریظہ میں مسلمانوں کا خوف پیدا کرنے کے لئے پہنچ گئے۔ جب مصطفیٰ کریم علیہ السلام بنی غنم کے پاس سے گزرے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا!

''کوئی یہاں آیا تھا؟''

انہوں نے جواب دیا!

''ہاں وحیہ کلبی یہاں آئے تھے۔''

وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی وضع قطع میں حضرت جبرئیل امین علیہ السلام انسانی صورت میں آیا کرتے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''وہ جبریل تھے!''

بنی قریظہ پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کے کھیتوں کو سیراب کرنے والے کنویں ''انا'' نامی کے پاس پڑاؤ کیا۔ مسلمان نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق عصر کی نماز ابھی تک نہیں پڑھی تھی اور عشاء کے بعد انہوں نے بنو قریظہ پہنچ کر عصر کی نماز پڑھی۔

Marfat.com

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کا ایک ماہ یا پچیس دن تک محاصرہ کیے رکھا، جب بنو قریظہ محاصرہ سے تنگ آ گئے تو صلح کیلئے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیج دیا۔ یہود نے ان سے مشورہ کیا تو انہوں نے اپنی گردن پر ہاتھ پھیر کر اشارہ کیا کہ اگر صلح کرو گے تو سب مارے جاؤ گے۔ اسی عرصہ میں حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو انہوں نے اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ستون کے ساتھ باندھ لیا۔ (اس واقعہ کی مکمل تفصیل حضرت ام سلمہ رضی اللہ نے ذیل میں موجود ہے) المختصر! بنو قریظہ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنا فیصلہ کرنے کیلئے مقرر کیا تو انہوں نے فیصلہ دیا کہ بنو قریظہ میں جو بھی لڑنے کے قابل مرد ہے اسے قتل کر دیا جائے، ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیا جائے اور ان کا مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ سن کر فرمایا!

''سعد! تو نے اللہ اور اس کے رسول کی منشاء کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔''

چنانچہ بنو قریظہ کی بدعہدی کے جرم کی سزا کے طور پر ان کے سات سے آٹھ سو مردوں کو قتل کیا گیا، بچوں اور عورتوں کو لونڈیاں اور غلام بنالیا گیا اور ان کی املاق کو تقسیم کر دیا گیا۔ حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا بنو قریظہ کی قیدی عورتوں میں سے تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے لئے مخصوص فرمایا۔

(تاریخ طبری، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 302)

حضرت ابن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ریحانہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لئے مخصوص کیا تو ان کو حضرت ام المنذر بنت قیس رضی اللہ عنہا کے گھر ٹھہرایا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور ان سے فرمایا!

''اگر چاہو تو اسلام قبول کر لو اور اگر چاہو تو اپنے مذہب یہودیت پر قائم رہو۔''

حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا نے اپنے مذہب یہودیت کو اختیار کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پھر فرمایا!

''اگر تم اسلام قبول کر لو تو ہم تمہیں اپنے لئے مخصوص کر لیں گے۔''

مگر پھر بھی انہوں نے یہودیت کو ہی اختیار کیا۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا مگر آپ علیہ السلام کو ان کے انکار اور رویہ پر بہت رنج ہوا۔

ایک دن مصطفیٰ کریم علیہ السلام اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی کے آنے کی آواز آئی۔ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا اور غیب دان نبی علیہ السلام نے فرمایا!

''یہ ثعلبہ بن شعبہ ہیں جو ریحانہ رضی اللہ عنہا کے قبول اسلام کی خوشخبری لے کر آئے ہیں۔''

جب ثعلبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچے تو انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں کچھ کہا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے فرمایا!

''یہ ریحانہ کے قبول اسلام کی خبر دے رہے ہیں۔''

دوسری روایت کے مطابق جب سیدہ ریحانہ رضی اللہ عنہا قیدی ہو کر آئیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے لئے مخصوص فرمایا۔ آپ علیہ السلام حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور فرمایا!

Marfat.com

''اگر تم اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کر لو تو میں تمہیں اپنے لئے خاص کر لوں گا۔''

انہوں نے عرض کیا!

''میں اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں۔''

یہ پانچ ہجری کے آخر کا واقعہ ہے۔

سیدہ ریحانہ رضی اللہ عنہا کی پہلی شادی ان کے چچا زاد عبد الحکیم سے ہوئی تھی جو غزوہ بنو قریظہ میں مارا گیا تھا۔ام المومنین سیدہ ریحانہ رضی اللہ عنہا کی دوسری شادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی۔

جب آپ رضی اللہ عنہا قیدی بن کر آئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی جو انہوں نے قبول کر لی پھر مصطفیٰ کریم علیہ السلام نے انہیں آزاد فرمایا اور ان سے نکاح فرمالیا۔

آپ رضی اللہ عنہا کا حق مہر بارہ اوقیہ سونا مقرر فرمایا گیا یا پھر بارہ اوقیہ چاندی اور عمدہ قسم کی خوشبوئیں بطور مہر دی گئی۔ رخصتی کے بعد حضرت ام المنذر بنت قیس رضی اللہ عنہ کے گھر میں ٹھہرائی گئیں۔دوسری ازواج مطہرات سلام اللہ علیہم اجمعین کی طرح ان کا بھی باری کا دن مقرر فرمایا اور ان کو بھی پردہ کروایا۔

آپ رضی اللہ عنہا کی مستقل رہائش دار قیس بن فہد میں صدقے کی کھجوروں کے درختوں کے پاس تھی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گاہے بگاہے وہاں پر قیلولہ (دوپہر کے وقت آرام) فرمانے کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ ریحانہ رضی اللہ عنہا سے بڑی محبت فرماتے تھے اور ان کی ہر فرمائش پوری کیا کرتے تھے۔ام المومنین سیدہ ریحانہ رضی اللہ عنہا حسنِ صورت کے ساتھ ساتھ نہایت پاکیزہ اخلاق کی مالکہ تھیں۔ان کو بھی مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت تھی۔جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ بڑے پیار اور خندہ پیشانی سے استقبال کرتیں۔

ام المومنین سیدہ ریحانہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے دس ماہ قبل مدینہ منورہ میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 14:

اُمُّ المومنین سیّدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

صلح حدیبیہ کی واپسی پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل عرب سے جنگ کا خطرہ نہ رہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے ملکوں کے بادشاہوں کے پاس وفد اور خطوط بھیجے اور ان کو اسلام کی دعوت دی۔ انہیں وفود میں سے ایک وفد ذیعقد میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں قبطیوں کے سردار اور اسکندریہ کے حاکم ''جریح بن مینا (جس کا لقب ''مقوقیس تھا) کے پاس بھیجا حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط بھی دیا۔ مقوقس کو ارسال شدہ خط کی اصل دریافت ہو چکی ہے جو اس وقت ترکی کے ''توپ کاپی میوزیم'' میں موجود ہے جو ترکی کے بادشاہ سلطان عبدالمجید نے تین سو اشرفیوں کے عوض خرید کر اپنے محل میں محفوظ کر لیا تھا۔ اس خط کا متن یہ ہے!

''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلٰی مُقَوقِسٍ عَظِیْمِ الْقِبْطِ سَلَامٌ عَلٰی مَنْ تَبِعَ الْهُدٰی اَمَّا بَعْدُ! فَاِنِّیْ اَدْعُوْكَ بِدِعَایَةِ الْاِسْلَامِ فَاَسْلِمْ تَسْلَمْ یُؤْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَیْنِ فَاِنْ تَوَلَّیْتَ فَعَلَیْكَ اِثْمُ الْقِبْطِo یٰاَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰی كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوْا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَo''

(مواھب اللدنیہ، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 247) (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی، صفحہ نمبر 150) (نقوش، رسول نمبر، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 235)

''اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی جانب سے مقوقس عظیم قبط کے نام۔ سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اما بعد! میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لے آؤ سلامت رہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں دو گنا اجر دے گا اور اگر روگردانی کرو گے تو قبطیوں کا عذاب تمہاری گردن پر ہو گا۔ اے اہل کتاب! اس کلمہ کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور نہ اس کا کسی کو شریک ٹھہرائیں گے اور نہ ہم میں سے کچھ لوگ کچھ لوگوں کو اللہ کے برابر بنائیں گے۔ اگر وہ روگردانی کریں تو تم گواہی دو کہ ہم مسلمان ہیں۔''

حضرت حاطب بن ابی بلتہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں!

''جب ہم مقوقس کے پاس گئے تو اس نے ہماری خوب خاطر مدارت کی اور اس سے ملاقات کے لئے ہمیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ جب ہم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ اسے پہنچایا تو اس نے اس کا بہت احترام کیا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بہت اچھے الفاظ کہے۔ اس نے اس خط کو پڑھا اور کہا کہ میں نے اس پر غور کیا ہے مزید غور و فکر کی مہلت چاہتا ہوں۔ پھر اس نے ایک ہاتھی کے دانت کی ڈبیہ میں اس خط کو رکھ کر سر بمہر کیا اور اپنی ایک خاص لونڈی کو دے دیا اور

Marfat.com

پھر اپنے کاتب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام جواب لکھوایا جو اس طرح ہے!

’’قَدْ عَلِمْتَ اَنَّ نَبِيًّا قَدْ بَقِيَ وَكُنْتُ اَظُنُّ اَنَّهٗ يَخْرُجُ بِالشَّامِ وَقَدْ اَكْرَمْتُ رَسُوْلَكَ وَبَعَثْتُ اِلَيْكَ بِجَارِيَتَيْنِ لَهُمَا مَكَانٌ فِي الْقِبْطِ عَظِيْمٌ وَقَدْ اَهْدَيْتُ لَكَ كِسْوَةً وَّبَغْلَةً تَرْكَبُهَا‘‘

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 260) (نقوش، رسول نمبر، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 224)

’’میں جانتا تھا کہ ایک نبی کی آمد ابھی باقی ہے مگر میں سمجھتا تھا کہ وہ شام میں ظہور کرے گا۔ میں نے آپ کے قاصد کا اکرام کیا ہے اور اس کے ہمراہ آپ کے لئے دو ایسی باندیاں بھیج رہا ہوں جنہیں قبطیوں میں ممتاز مقام حاصل ہے۔ میں نے آپ کے لئے لباس اور ایک خچر بھی بطور ہدیہ بھیجا ہے جس پر آپ سواری فرمائیں۔‘‘

حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم مقوقس کے پاس پانچ راتیں رہے اس دوران اس نے ہماری بہت خاطر مدارت کی لیکن اسلام قبول نہ کیا۔ جب ہم اس سے رخصت ہونے لگے تو اس نے ایک خط، دو تر کی باندیاں جن میں سے ایک حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا اور دوسری ان کی بہن سیرین رضی اللہ عنہا تھیں، ان کی خدمت کیلئے ایک خصی غلام، ایک خواجہ سرا، سواری کے لئے خاص گدھا جس کا نام عفیر یعفور تھا، ایک سفید خچر جس کا نام دلدل تھا پورے عرب میں اس وقت تک ایسا سفید خچر نہ تھا، ایک نیزہ، بیس لباس کا کپڑا اور ایک ہزار مثقال سونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تحفہ بھیجا اور مجھے ایک سو مثقال سونا اور پانچ کپڑے تحفے میں دیئے۔

ایک روایت کے مطابق راستے میں ہی حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے حضرت ماریہ اور حضرت سیرین رضی اللہ عنہما مسلمان ہوگئیں۔ دوسری روایت کے مطابق جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو ان دونوں بہنوں نے اسے قبول کیا اور مسلمان ہوگئیں۔ جب حضرت حاطب رضی اللہ عنہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ علیہ السلام نے فرمایا!

’’خبیث مقوقس نے اپنی بادشاہت کی وجہ سے بخیلی کی حالانکہ اس کی بادشاہت باقی نہ رہے گی۔‘‘

مقوقس نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔

مصطفیٰ کریم علیہ السلام نے مقوقس کے تحائف کو قبول فرمایا۔ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا جو سرخ و سفید رنگ اور گھنگھریالے بالوں والی خوبصورت خاتون تھیں کو اپنے لئے مخصوص فرمایا اور ان سے ملک یمین کے طور پر تصرف فرمایا۔ ان سے حضرت ابراہیمؑ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ ان کی بہن حضرت سیرین رضی اللہ عنہا کو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بخش دیا جن سے ان کے ہاں حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ دراز گوش پر حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی سواری فرماتے۔ اس گدھے یعفور نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں ایک کنویں میں ڈوب کر جان دے دی۔ خچر دلدل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری کیلئے خاص کر لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اس پر سواری فرمایا کرتے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ اس پر سواری فرمایا کرتے۔ شیر خدا رضی اللہ عنہ کے بعد اس پر حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے سواری کی۔ یہاں تک کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں یہ فوت ہوگیا۔

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 260) (کتاب الوفاء، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 717) (مدارج النبوۃ، اردو، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 389)

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو بالا خانے میں ٹھہرایا جس کا نام بعد میں ''مشربہ ام ابراہیم'' پڑ گیا۔ کیونکہ یہاں پر ہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تھے۔ مصطفیٰ کریم علیہ السلام سیدہ ماریہ سلام اللہ علیہا کے ساتھ ازواج مطہرات جیسا سلوک کرتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہا کو بھی پردہ کا حکم تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے!

''قبطیوں (مصر کے عیسائیوں) کے ساتھ حسن سلوک کرو کیونکہ ان سے عہد اور نسب دونوں کا تعلق ہے۔ عہد کا تعلق تو یہ ہے کہ ان سے معاہدہ ہو چکا ہے اور نسب کا تعلق یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ اور میرے فرزند ابراہیم رضی اللہ کی والدہ ماریہ رضی اللہ عنہا اسی قوم سے ہیں۔''

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

''جتنا رشک مجھے ماریہ پر آتا تھا اتنا مجھے کسی اور پر نہ آتا تھا۔ سیدہ ماریہ کو اللہ نے حسن صورت اور حسن سیرت دونوں سے نوازا تھا۔''

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ سیدہ ماریہ نہایت پاکباز اور نیک سیرت تھیں۔

مصطفیٰ کریم علیہ السلام سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کے پاس اکثر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ حضور نبی کریم نے ان کی خدمت کیلئے وہ خصی غلام جو ان کے ساتھ قبط سے آیا تھا معمور فرمایا تھا۔ وہ آپ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہی رہتا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک روز سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اپنے والد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے گھر گئی ہوئی تھیں کہ حضرت سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے صحبت فرمائی، چونکہ یہ دن حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی باری کا تھا اس لئے جب انہیں اس بات کا پتہ چلا تو انہوں نے بہت غیرت کھائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے آپ سے ایسی تکلیف دہ بات حاصل ہوئی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج میں سے کسی دوسری زوجہ کو نہیں دی۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا!

''اچھا تو اس پر راضی نہیں کہ میں اسے اپنے اوپر حرام کرلوں؟''

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہ نے کہا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں کیوں نہ راضی ہوں گی؟''

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اوپر حرام کرلیا اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا!

''اس بات کا ذکر کسی اور سے نہ کرنا۔''

مگر اس بات کا ذکر سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کردیا جس سے اللہ رب العزت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ فرمادیا اور یہ آیت نازل فرمائی!

''يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ''

''اے نبی! آپ اس چیز کو کیوں اپنے اوپر حرام کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے۔ آپ ایسا اس لیے

Marfat.com

کرتے ہیں تاکہ آپ کی ازواج خوش ہو جائیں؟"

اس آیت کے نزول کے بعد مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا سے مقاربت فرمائی اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا۔

(تفسیر طبری، جلد نمبر 28، صفحہ نمبر 167) (تفسیر ابن کثیر، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 412) (فتح الباری، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 525) (الدر المنثور، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 214)

ام المومنین سیدہ ماریہ قبطیہ کے فضائل میں سب سے روشن باب یہ ہے کہ آپ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ ہیں۔ حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی بیوی ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے تھی۔

لونڈی ہونے کے باوجود مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ازواج مطہرات جیسا سلوک کرتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہا کو وہی عزت و وقار حاصل تھا جو دیگر ازواج کا تھا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لئے حرام کر لیا تو اللہ رب العزت نے یہ آیت نازل فرمائی!

"يَآ أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ"

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مقاربت فرمائی اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا۔

ام المومنین رضی اللہ عنہا حسنِ صورت کے ساتھ ساتھ حسن سیرت سے بھی مالا مال تھیں۔ اس لئے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

"جتنا رشک مجھے ماریہ پر آتا ہے کسی اور پر نہیں آتا۔"

حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ "حضرت سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا نہایت پاکباز اور نیک سیرت خاتون تھیں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق آپ کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وجہ سے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا ملک یمین سے نکل گئیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وجہ سے آزاد ہو گئی تھیں۔

ام المومنین کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"قبطیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو کیونکہ ان سے ہمارا دوہرا تعلق ہے۔ ایک تو عہد کا اور دوسرا نسب کا۔ کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ اور میرے فرزند ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ کا تعلق اسی قوم سے ہے۔"

مقوقس نے حضرت سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سیرین رضی اللہ عنہا کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تحفہ بھیجتے وقت خط میں لکھا تھا کہ دونوں لڑکیاں اہل قبط میں بہت عزت و وقار والی ہیں اور بڑا مرتبہ رکھتی ہیں۔

روایات کے مطابق سیدہ ماریہ صابرہ، شاکرہ اور پاکباز خاتون تھیں۔

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے حضرت سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھی۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حضرت سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے۔ حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ ذی

Marfat.com

الحجہ 8 ہجری میں مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی دائیہ کے فرائض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آزاد کردہ لونڈی حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا نے ادا کیے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں۔ جب حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تو حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند حضرت ابورافع کو اس کی خبر دی۔ وہ خوشی خوشی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرزند کی پیدائش کی خوشخبری دی تو مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اتنے خوش ہوئے کہ انہیں انعام میں ایک غلام عطا کیا۔ دوسری روایت کے مطابق ان کو آزاد فرمادیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے اور اپنے فرزند ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور ان سے پیار کیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو حضرت جبریل امین علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور آپ کو ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَبَا اِبْرَاهِيْمَ'' کہہ کر سلام کیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت اپنے حرم سے باہر تشریف لائے اور فرمایا!

''آج رات میرے لڑکا پیدا ہوا ہے اور میں نے اپنے باپ کے نام پر اس کا نام ابراہیم رکھا ہے۔''

(طبقات ابن سعد، اردو، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 192) (مدارج النبوۃ، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 773)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہا پیدا ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''ابراہیم نے اپنی ماں کو آزاد کروادیا ہے۔''

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 192)

جب حضرت سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کے ہاں مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند حضرت ابرہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو دیگر ازواج ان پر رشک کرنے لگیں اور ان کو یہ بات بہت گراں گزری۔ حضرت ابوجعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دن حضرت سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف نہ لے گئے کیونکہ یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر ازواج پر گراں گزرتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں اس پر رشک کھاتی تھیں لیکن ان میں حضرت سیدہ عائشہ اور سیدہ حفصہ سلام اللہ علیہا کو سب سے زیادہ رشک تھا۔

(طبقات ابن سعد، اردو، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 192)

ساتویں دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا عقیقہ کیا، سر کے بال اتروائے، ان کے ہم وزن چاندی غرباء اور مساکین میں تقسیم کی اور ان بالوں کو زمین میں دفن کروایا۔

حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو انصار کی عورتوں میں یہ مقابلہ پیدا ہوگیا کہ کون حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دودھ پلائے گی کیونکہ ہر کوئی اس سعادت کو اپنے دامن میں سمیٹ لینا چاہتی تھی۔ لیکن یہ خوش بختی حضرت ام بردہ بنت المنذر بن زید بن لبید بن خواش بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار رضی اللہ عنہا کے حصے میں آئی۔ حضرت ام بردہ رضی اللہ عنہا حضرت براء رضی اللہ عنہ بن اوس بن خالد بن الجعد بن عوف بن مندول بن عمرو غنم بن عدی بن نجار کی بیوی تھیں۔ یہ ایک لوہار تھے اور ان کا لقب ہی قین یعنی لوہار مشہور تھا۔ ان کا گھر مدینہ

Marfat.com

منورہ سے تقریباً ایک میل دور تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ان کے ہاں حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دیکھنے جایا کرتے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام بردہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ہی دوپہر کے وقت قیلولہ فرماتے اور سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ سے پیار فرماتے۔

روایات کے مطابق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی دایہ کو ایک قطعہ نخلستان عطا فرمایا تھا جس کی آمدن سے ان کا بہت اچھا گزارہ ہوتا تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں!

"مَارَاَیْتُ اَحَدًا کَانَ اَرْحَمُ بِالْعَیَالِ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ"

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو بھی اپنے عیال پر مہربان نہیں پایا۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شریف لے چلے اور میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو گیا۔ یہاں تک کہ ہم ابوسیف کے گھر پہنچ گئے، وہ اس وقت اپنی دھونکی دھونک رہے تھے اور تمام گھر دھوئیں سے بھر گیا تھا۔ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ابوسیف کے پاس پہنچا اور ان سے کہا!

"ابوسیف! روک دے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے ہیں۔"

ابوسیف رک گئے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور سینے سے لایا اور جو خدا نے چاہا فرمایا۔

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 193)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کر اس نخلستان کی طرف چلے جہاں پر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہا اپنی دایہ کے ساتھ رہتے تھے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو حضرت ابرہیم رضی اللہ عنہا کا آخری وقت تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی آغوش میں لیا اور انہیں پیار کیا پھر مجھے دے دیا۔ جب سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آبدیدہ ہو گئے تو میں نے عرض کیا!

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ گریاں ہیں؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گریہ و بکا سے منع نہیں فرمایا۔"

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"میں نے نوحے کی ممانعت کی تھی، دو احمقانہ اور فاجرانہ آوازوں کی ممانعت کی تھی، ایک آواز وہ کہ عیش و نعمت کے وقت بلند ہو تو وہ لہو و لعب و مزامیر شیطان ہے اور دوسری وہ آواز کہ مصیبت کے وقت نکلے جس کے ساتھ چہروں کو خراشنا، جیب اور دامن پھاڑنا ہوتا ہے وہ شیطان کی جھنکار ہے۔

پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"اے ابراہیم! اگر یہ موت کا معاملہ امر حق نہ ہوتا، اگر یہ وعدہ صادق نہ ہوتا، اگر یہ ایسا راستہ نہ ہوتا جس پر سب ہی کو چلنا ہے اور ہم میں جو پیچھے رہ گئے ہیں وہ بھی اگلوں کے ساتھ عنقریب شامل ہو جانے والے ہیں تو ہم تجھ پر اس سے کہیں زیادہ سخت رنج کیے ہوتے اور حقیقت میں ہم تیرے واسطے رنجیدہ ہیں۔ آنکھ میں آنسو بھرے ہیں، دل رنج سے لبریز ہے، اس پر بھی ہم ایسی بات نہیں کہتے جو پروردگار عزوجل کو ناخوش کر دے۔"

Marfat.com

مکحول رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روتے ہوئے دیکھا تو عرض کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ بھی روتے ہیں؟ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے روکا ہے۔''

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''یہ تو فقط رحم کی بات ہے اور جو خود رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند حضرت ابراہیم علیہ السلام کی موت کا بہت زیادہ غم کیا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو گرے۔ اس پر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہا نے چیخ کر رونا اور آہ وزاری شروع کر دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں روک دیا۔ اسامہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے تو آپ کو روتے دیکھا اس لئے میں بھی نالہ کرنے لگا؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''رونا رحمت ہے اور چیخنا شیطان سے ہے۔'' (طبقات ابن سعد، اردو، جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 95-96)

جس دن حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا، اس دن سورج کو گرہن لگا۔ زمانۂ جاہلیت میں عربوں کا یہ خیال تھا کہ چاند اور سورج کو گرہن کسی بڑے آدمی کی موت یا کسی بڑے حادثے کی وجہ سے لگتا ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی یہ کہنا شروع کر دیا کہ سورج کو گرہن ابراہیم رضی اللہ عنہ کے وصال کی وجہ سے لگا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر جلوہ افروز ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور پھر فرمایا!

''اَمَّا بَعْدُ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَكْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ فَاِذَا رَاَيْتُمْ ذٰلِكَ فَافْزِعُوْا اِلَى الْمَسَاجِدِ''

''اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد! اے لوگو! واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں آفتاب و ماہتاب بھی ہیں۔ یہ نہ کسی کی موت سے گہناتے ہیں اور نہ کسی کی حیات سے لہٰذا جب تک تم یہ کیفیت دیکھو تو سہمے ہوئے مسجدوں کی جانب رجوع کرو۔''

یعنی جب تک گرہن نہ جائے تب تک اللہ رب العزت کی جناب میں دستِ دُعا ہو جاؤ۔ یہ کہتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ لوگوں نے عرض کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو خدا کے پیغمبر ہیں اس کے باوجود بھی روتے ہیں؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''آنکھ میں آنسو بھرے ہیں، دل میں خشوع ہے، اس کے باوجود میں ایسی بات نہیں کہتا جو پروردگار کو ناراض کر دے۔ خدا کی قسم اے ابراہیم! حقیقت میں ہم تیرے لئے رنجیدہ ہیں۔'' (طبقات ابن سعد، جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 200)

سائب بن مالک رضی اللہ عنہ، مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور محمود بن لبید سے بھی حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے وصال کے دن سورج گرہن کی روایات ہیں۔ (صحیح بخاری، جلد اول، باب الکسوف)

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے سولہ مہینے کی عمر میں وفات پائی۔

Marfat.com

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے سترہ اور اٹھارہ ماہ کی بھی روایات موجود ہیں۔حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ بیس ربیع الاول بروز منگل سن دس ہجری بمطابق جنوری 632 کو فوت ہوئے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"اِنَّ اِبْرَاهِیْمَ بَنِیْهِ وَاِنَّهٗ مَاتَ فِی الثُّدْیِ وَاِنَّ لَهٗ لَظِئْرَیْنِ لِکُمَلَانِ رَضَاعِهٖ فِی الْجَنَّةِ

(مشکوٰۃ شریف، باب فی اخلاقہ وشمائلہ،الفصل الثالث)

"میرا بیٹا ابراہیم شیر خوارگی میں وفات پا گیا اور اس کے لئے دودائیاں مقرر ہیں جو اس کی شیر خوارگی جنت میں پوری کریں گی۔"

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پر نماز پڑھی جو حضرت ماریہ قبطیہ سلام اللہ علیہا کے بطن سے تھے۔وفات کے وقت ان کی عمر سولہ ماہ تھی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"اس کیلئے ایک انا ہے جو بہشت میں اس کی شیر خوارگی کی مدت پوری کر رہی ہے اور وہ (ابراہیم رضی اللہ عنہ) صدیق ہے۔"

(طبقات ابن سعد،اردو،جلد نمبر 1،صفحہ نمبر 198)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم رضی اللہ عنہ کو ان کی دایہ حضرت ام بردہ رضی اللہ عنہ نے غسل دیا۔دوسرے قول کے مطابق حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں غسل دیا۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے پانی ڈالا۔ اس وقت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی پاس موجود تھے۔اس کے بعد کفن پہنا کر ان کو ایک چھوٹے تخت پر اٹھایا گیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں!

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس میں چار تکبیریں پڑھیں۔"

حضرت عابد رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی روایت کیا ہے۔محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بقیع میں سب سے پہلے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ دفن ہوئے پھر فرزند رسول حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ دفن ہوئے۔جب مٹی برابر ہو چکی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا اور قبر پر چھڑکا۔روایات کے مطابق یہ پہلی قبر ہے جس پر پانی چھڑکا گیا۔پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑا ڈھیلا لے کر قبر پر نشان لگایا۔اس سے پہلے صرف حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر پر ہی نشان لگایا گیا تھا۔حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ دوسری ہستی تھے جن کی قبر پر نشان لگایا گیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنی والدہ حضرت سیرین رضی اللہ عنہا (جو کہ حضرت ام المؤمنین حضرت سیدہ ماریہ قبطیہ سلام اللہ علیہا کی بہن ہیں) سے روایت کرتے ہیں کہ ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت میں موجود تھی۔میں نے دیکھا کہ جب جب میں اور میری بہن ماریہ چیختی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو اس وقت نہ روکتے تھے۔ ابراہیم رضی اللہ عنہ انتقال کر گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نالہ وفریاد سے منع فرمادیا۔فضل بن عباس نے غسل دیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عباس رضی اللہ عنہ پاس بیٹھے ہوئے تھے۔اس کے بعد جنازہ اٹھایا گیا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے کنارے تھے اور عباس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے۔قبر میں فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اور اسامہ بن زید اترے۔میں قبر کے پاس آرہی تھی مگر مجھے کوئی منع نہ کرتا تھا۔

Marfat.com

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 201)

جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فرمایا!

''اگر ابراہیم زندہ ہوتا تو اس کا کوئی ماموں غلام نہ ہوتا۔'' (یعنی قبطی قوم کے تمام لوگ ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وجہ سے آزاد ہو جاتے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''اگر ابراہیم رضی اللہ عنہ زندہ رہتے تو میں ہر قبطی سے جزیہ ساقط کر دیتا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے بڑا پیار فرماتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کے اعزاز اور اکرام کو برقرار رکھا۔ روایت کے مطابق سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں محرم الحرام کے مہینے میں 16 ہجری کو وصال فرمایا۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تمام اہل مدینہ کو جمع فرمایا اور خود نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں سپرد خاک کیا۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 14:

اُمُّ المومنین سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں آخری نمبر ہے۔آپ رضی اللہ عنہا کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی شادی نہیں۔آپ رضی اللہ عنہا نہایت متقی، پرہیز گار، سگھڑ اور صلہ رحمی کرنے والی خاتون تھیں۔آپ رضی اللہ عنہا اعلانِ نبوت سے سترہ (17) سال قبل مدینہ منورہ میں پیدا ہوئیں۔

آپ رضی اللہ عنہا کا اصل نام برہ تھا۔جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر میمونہ رکھا۔میمونہ یمن سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں برکت۔اسی طرح سے میمون اور میمونہ کے معنی ہوئے یعنی مبارک۔

ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا والد کی طرف سے جناب مضر پر مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے جا ملتی ہیں۔آپ کو الہلالیہ بھی کہتے ہیں۔آپ کا تعلق قبیلہ جہیر سے تھا۔ام المومنین کی آٹھ بہنیں تھیں چار سگی اور چار ماں کی طرف سے۔ان کے نام یہ ہیں!

ام الفضل لبابۃ الکبریٰ، لبابۃ صغریٰ، عصماء بنت الحارث اور عزہ بنت الحارث۔یہ خواتین حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی سگی بہنیں تھیں۔آپ رضی اللہ عنہا کی چار بہنیں صرف ماں کی طرف سے بھی تھیں۔ان کے نام یہ ہیں۔

اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا، سلمٰی بن عمیس، زینت بنت خذیمہ رضی اللہ عنہا اور سلامہ بنت عمیس۔

زینب بنت خذیمہ رضی اللہ عنہا ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی ماں شریک بہن تھیں۔ان کو بھی ام المومنین ہونے کا شرف حاصل ہوا۔آپ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہا سے ہوا،ان کی شہادت کے بعد طفیل بن حارث کے نکاح میں آئیں۔طفیل نے آپ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تو مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ بنیں۔

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 279)(انساب الاشراف، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 448)(ابن اثیر، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 15)(الاستیعاب، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 1861)(الاصابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 500)(مغازی للواقدی، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 738)

ابن قتیبہ نے بیان کیا ہے کہ ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ہند بنت عوف سے زیادہ اس روئے زمین پر کوئی عورت اپنے دامادوں کی وجہ سے خوش قسمت نہیں کیونکہ ان کے دامادوں میں درج ذیل شخصیات شامل ہیں۔

1: مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے داماد تھے۔ان کی دو بیٹیاں حضرت سیدہ زینب بنت خذیمہ اور حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا یکے بعد دیگرے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔

2: جضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے داماد تھے۔

Marfat.com

3: حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب بھی ان کے داماد تھے۔

4: حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ بھی ان کے داماد تھے۔

5: حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم بھی ان کے داماد تھے۔

6: حضرت سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما بھی ان کے داماد تھے۔

7: شداد بن الہاد بھی ان کے داماد تھے۔

درج ذیل تعارف سے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا خاندانی وقار ظاہر ہوتا ہے۔

ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے والد کا نام حارث تھا جو کہ قبیلہ قیس بن عیلان سے تعلق رکھتے تھے۔

(عیون الاثر، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 402) (التہذیب فی النووی، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 356)

ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے پہلے عقدوں میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک آپ کا پہلا نکاح مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفی سے ہوا لیکن باہمی نا اتفاقی کی وجہ سے جلد ہی طلاق ہوگئی۔ پھر ان کا نکاح ابورہم بن عبدالعزیٰ سے ہوگیا۔ بعض نے پہلا نکاح عمیر بن عمرو ثقفی سے لکھا ہے اور دوسرا ابوزبیر بن عبدالعزیٰ سے۔ بعض نے پہلا نکاح خویطب بن عبدالعزیٰ سے اور دوسرا ابورہم بن عبدالعزیٰ سے لکھا ہے۔ لیکن اس بات میں اکثریت متفق ہے کہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آنے سے قبل آپ رضی اللہ عنہا ابورہم بن عبدالعزیٰ بن ابی قیس بن عبدود بن نضر بن مالک کے نکاح میں تھیں۔ ابورہم کا سات ہجری میں انتقال ہوگیا اور حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہوگئیں۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر بیس سال تھی۔

(زرقانی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 388) (عیون الاثر، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 402) (الاستیعاب، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 1916) (انساب الاشراف، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 444) (المعارف، صفحہ نمبر 137) (اسد الغابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 272) (الاصابہ، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 126)

ذیعقدہ 7 ہجری میں مصطفیٰ کریم علیہ السلام عمرۃ القضاء کی نیت سے مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے تو مکہ سے دس میل کے فاصلے پر مقام سرف میں قیام کیا۔ حضرت سیدہ میمونہ یہیں پر مقیم تھیں۔ سیدہ کے چچا زاد اور بہنوئی حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما جو کہ سیدہ کے بیوہ ہو جانے پر بڑے متفکر تھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میمونہ بیوہ اور بے سہارا ہو چکی ہے اس لئے ان کے سہارا کے لئے اس سے عقد فرمالیں۔''

مصطفیٰ کریم علیہ السلام نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی دل جوئی کیلئے اسے قبول فرمایا۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو پیغام نکاح دے کر سیدہؓ میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا جسے انہوں نے اسی وقت قبول کرلیا۔

جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نکاح کا پیغام لے کر سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو وہ اونٹ پر سواری تھیں۔ انہوں نے جواب دیا!

''اَلْبَعِیْرَ وَمَا عَلَیْہِ لِلّٰہِ وَلِرَسُوْلِہٖ''

''اونٹ اور جو کچھ اونٹ پر ہے وہ سب اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔''

Marfat.com

(تفسیر روح المعانی، جلد نمبر 22، صفحہ نمبر 59)

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آپ کو مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہبہ کردیا تھا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا حق مہر پانچ سو درہم مقرر فرمایا۔ خطبۂ نکاح حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پڑھا۔ نکاح کے بعد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مناسب سمجھا کہ رخصتی عمرہ کی ادائیگی کے بعد ہو۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ساتھ عمرہ ادا کرنے مکہ مکرمہ چلے گئے۔

اس میں اختلاف ہے کہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح حالتِ احرام میں کیا یا غیر احرام میں۔ اس بارے میں دونوں طرح کی روایات موجود ہیں۔

1: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے تب نکاح فرمایا جب آپ عمرۃ القضاء کے موقع پر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ علیہ السلام نے احرم باندھا ہوا تھا کہ سیدہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آپ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کردیا پھر سیدہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی مدینہ طیبہ چلی گئیں۔

(السیرۃ النبویہ، لابن ھشام، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 646) (اسد الغابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 274) (الاصابہ، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 127) (الاستیعاب، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 1917)

2: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے حالتِ احرام میں نکاح کیا۔

(صحیح بخاری، حدیث نمبر 1837-4259) (صحیح مسلم، حدیث نمبر 1410) (السنن ابی داؤد، حدیث نمبر 1844) (السنن الترمذی، حدیث نمبر 842) (السنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 1965) (السنن النسائی، جلد نمبر 5، صفحہ نمبر 191) (مسند امام احمد بن حنبل، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 245-252)

اب وہ روایات بیان کی جاتی ہیں جن کی رو سے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہ سے غیر احرام میں نکاح فرمایا۔

1: حضرت ابوخثیمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح عمرۃ القضاء میں کیا۔ تفصیل اس کی یوں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کیلئے مکہ مکرمہ میں تین یوم قریش کے معاہدے کے مطابق ٹھہرے، جب تیسرا روز ہوا تو خویطب بن عبدالعزیٰ قریش کے چند آدمیوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا!

"آپ کی مدتِ قیام ختم ہو چکی ہے اس لئے آپ مکہ سے چلے جائیں۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

"اگر تم مجھے تھوڑا سا وقت اور دے دو تو میں تمہارے سامنے شادی کرلوں، تمہیں ولیمے کا کھانا بھی کھلاؤں اور تم بھی اس شادی میں شریک ہو جاؤ؟"

Marfat.com

خویطب اور اس نے ساتھیوں نے جواب دیتے ہوئے کہا!

''ہمیں آپ کے کھانے کی ضرورت نہیں لہٰذا آپ مکہ چھوڑ جائیں۔''

چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ اور سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ مکہ سے نکل آئے اور مقام سرف پر آپ علیہ السلام نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

(دلائل النبوہ، للبیہقی، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 133) (سیرۃ النبویہ، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 372)

2: ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں!

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے مقامِ سرف میں نکاح فرمایا۔ اس وقت ہم دونوں حلال تھے یعنی احرام کھول چکے تھے۔''

(السنن الترمذی، حدیث نمبر 845) (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 1843) (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 1964) (الصحیح المسلم، صفحہ نمبر 1411)

3: حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا اس حالت میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم احرام اتار چکے تھے۔ میں اس وقت ان دونوں کے درمیان سفیر کا فریضہ ادا کر رہا تھا۔

(السنن الترمذی، حدیث نمبر 841) (التمھید، لابن عبدالبر، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 152) (تحفۃ الاشرف، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 200)

ان دونوں طرح کی روایات میں تطبیق علماء کرام نے یوں فرمائی ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی عرض پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرۃ القضاء پر جاتے ہوئے مقام سرف میں حالتِ احرام میں سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیلئے رضا مندی ظاہر فرمائی اور عمرہ سے واپسی پر اسی مقام سرف میں احرام کھول کر آپ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمالیا۔

شادی کے وقت ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی عمر 35 یا 37 سال تھی۔ آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زوجہ محترمہ تھیں یعنی آپ رضی اللہ عنہا کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی اور نکاح نہیں فرمایا۔ واقدی نے لکھا ہے کہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ زوجہ محترمہ ہیں جنہوں نے تمام ازواج مطہرات میں سب سے آخر میں وصال فرمایا۔

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 132) (تفسیر القرطبی، جلد نمبر 14، صفحہ نمبر 167) (دارالمعاد، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 113) (الواقدی کمافی طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ 140) (الانساب الاشراف، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 446)

دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی طرح سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو بھی مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بڑی محبت تھی۔ اگر آپ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان دیکھتیں تو خود پریشان اور غم زدہ ہو جاتیں۔ ایک دن مصطفیٰ کریم علیہ السلام جب بیدار ہوئے تو خاموش خاموش اور پریشان تھے۔

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا وجہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح سے پریشان پریشان لگ رہے ہیں؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''آج رات جبرائیل علیہ السلام نے مجھ سے ملنے کا وعدہ کیا تھا مگر وہ نہیں آئے۔ نہ جانے کیا بات ہے۔ خدا کی قسم! انہوں نے کبھی بھی وعدہ خلافی نہیں کی۔''

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتے کے بچے کا خیال آیا جو رات کو پلنگ کے نیچے آ کر بیٹھ گیا تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم نے اسے فوراً باہر نکلوادیا تو اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہو گئے اور عرض کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم اس گھر میں نہیں جاتے جس گھر میں کتا یا تصویر ہو۔''

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا، سیدہ ام الفضل رضی اللہ عنہا، سیدہ سلمٰی رضی اللہ عنہا اور سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کو مومن بہنیں فرمایا ہے۔

علم وحدیث وفقہ میں آپکا مقام بہت بلند ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا سے چھہتر احادیث مروی ہیں جس سے آپ رضی اللہ عنہا کے علمی مقام اور فقاہت دانی کا پتہ چلتا ہے۔

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو غلام آزاد کرنے کا بہت شوق تھا۔ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہا نے ایک لونڈی کو آزاد کیا۔ جب مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا پتہ چلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور بڑے اجروثواب کی نوید سنائی۔

ام المومنین رضی اللہ عنہا بے حد سخی اور فیاض تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی فیاضی کی وجہ سے اکثر قرض لینے کی نوبت بھی آ جاتی مگر سائل کو در سے خالی نہ جانے دیتیں۔

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو مسواک سے خاص شغف تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا مسواک کا خاص اہتمام کرتی تھیں۔

امرونواہی اور دین کے معاملے میں آپ رضی اللہ عنہا بہت سخت تھیں۔ جب بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی دیکھتیں تو بلالحاظ اسے جھاڑ دیتیں اور سخت سرزنش فرماتیں۔

ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے حق میں یہ آیت کریمہ ''وامراۃ مومنۃ ان وھبت نفسا للنبی'' نازل ہوئی۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا!

''میمونہ ہم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والی اور صلح رحمی کرنے والی ہیں۔''

خاندانی شرافت کے لحاظ سے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا ایک ممتاز مقام ہے۔

ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آپ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہبہ کردیا مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی ان کا حق مہر مقرر فرمایا۔ حق مہر پانچ سو درہم تھا جو کہ اکثر ازواج کے مہر کے برابر تھا۔

ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے آخری زوجہ محترمہ تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور کوئی نکاح نہیں فرمایا۔

ام المومنین رضی اللہ عنہا کی مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شادی بھی مقام سرف (جو کہ مکہ سے دس میل کے فاصلے پر ہے) میں ہوئی، آپ رضی اللہ عنہا کا وصال بھی اسی جگہ پر ہوا اور آپ رضی اللہ عنہا وہیں مدفون ہیں۔

دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی طرح ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بھی بہت فیاض تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی فیاضی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کے در پر آیا ہوا سائل کبھی بھی خالی ہاتھ نہیں جاتا تھا، چاہے اس کا سوال پورا کرنے کیلئے قرض ہی کیوں نہ لینا پڑے۔ اس لئے آپ رضی اللہ عنہا اکثر قرض لیا کرتی تھیں جو کہ جلد ہی واپس کر دیتیں۔ ایک مرتبہ کچھ زیادہ ہی رقم قرض لے لیا تو کسی نے پوچھا!

Marfat.com

''آپ اس کو کس طرح ادا کریں گی؟''

تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو بندہ قرض ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا قرض ادا کرنے کے اسباب مہیا فرما دیتا ہے۔''(مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 332)

ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہا نے ایک لونڈی آزاد کیا تو مصطفیٰ کریم علیہ السلام نے انہیں بڑے اجر وثواب کی نوید سنائی۔

ام المومنین سیدہ میمونہ کو مسائل کو بہت ادراک تھا۔ آپ ہر مسئلے کی تہہ تک پہنچ کر اسے بیان فرماتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی فہم وفراست کا اندازہ اس طرح سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ سفر حج میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو نو دیں ذوالحجہ میں شک ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ سے ہیں یا نہیں۔ جب اس کا پتہ ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو چلا تو آپ رضی اللہ عنہا نے ایک پیالہ دودھ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دودھ کو پی لیا اس طرح لوگوں کو اس سوال کا جواب مل گیا۔

ایک مرتبہ حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے اور شاگرد حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس حالت میں ان کے پاس آئے کہ آپ کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے ان سے پوچھا!

''بیٹا! کیا بات ہے۔ تمہارے بال کیوں پراگندہ ہیں؟''

اس پر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا!

''میری بیوی ایام کی حالت میں ہے۔ وہ ہی میرے سر میں کنگھا کیا کرتی ہے۔ میں نے یہ مناسب نہیں سمجھا کہ اُس حالت میں اس سے یہ کام لوں۔''

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

بیٹا! کبھی ہاتھ بھی ناپاک ہوتے ہیں۔؟ ہم اسی حالت میں ہوتی تھیں اور مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری گود میں سر رکھ کر لیٹ جاتے تھے اور قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تھے اور ہم اسی (حیض کی) حالت میں (اپنے ہاتھوں سے) مصلیٰ اٹھا کر نماز پڑھنے کی جگہ رکھ آتیں تھیں (اگر ہاتھ پلید ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ضرور منع فرماتے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہ فرمایا۔) (مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 331)

ایک مرتبہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی کنیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے گھر گئی تو دیکھا کہ دونوں میاں بیوی کے بستر دور دور بچھے ہوئے ہیں۔ بدیہ نامی کنیز نے سوچا کہ شاید کوئی رنجش ہوگئی ہے جس کی وجہ سے یہ معاملہ ہے۔ جب اس نے وجہ دریافت کی تو پتہ چلا کہ رنجش تو کوئی نہیں البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما امراضِ نسوانی (حیض ونفاس) میں اپنا بستر الگ کر لیتے ہیں۔ بدیہ نے واپس آکر سارا معاملہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو بتایا تو آپ نے فرمایا!

''اسے جا کر کہو کہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے اس قدر اعراض کیوں ہے؟ جب ہم اس حالت میں ہوتیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ ہمارے بستروں میں آرام فرما ہوتے۔''(مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 332)

ایک مرتبہ ایک عورت بیمار ہوئی تو اس نے منت مانی کہ اگر وہ صحت یاب ہو جائے تو بیت المقدس جا کر نماز پڑھے گی۔ کچھ دنوں کے بعد وہ صحت یاب ہوگئی تو اپنی منت کے مطابق بیت المقدس جانے کی تیاریاں کرنے لگی۔ جب رخصت ہونے کے لئے

Marfat.com

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی تو آپ رضی اللہ عنہا نے اس سے فرمایا!

''مسجد نبوی میں نماز پڑھ لو کیونکہ اس مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب دوسری جگہ سے ہزار گنا زیادہ ہے۔تم یہیں نماز پڑھو کیونکہ یہ مقدس مسجد اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہے۔اس طرح تمہاری منت بھی پوری ہو جائے گی اور ثواب بھی زیادہ ملے گا۔'' (مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ 333)

ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا حرم نبوی میں داخلے کے ساتھ ہی علم دین کے حصول میں مشغول ہو گئیں۔آپ رضی اللہ عنہا تین سال کے قریب مصطفیٰ کریم علیہ السلام کی رفاقت میں رہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و افعال، سفر و قیام، کھانا پینا اور دیگر امور کا بغور مشاہدہ کرتی رہیں اور دیگر ازواج مطہرات کی طرح امت کی معلّمہ بن کر ان تمام واقعات و مسائل کو امت تک پہنچایا۔آپ رضی اللہ عنہا سے چھہتر احادیث مروی ہیں۔ان احادیث سے آپ رضی اللہ عنہا کی فقاہت اور علم و فضل کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔آپ رضی اللہ عنہا سے احادیث روایت کرنیوالوں میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن شداد بن الہاد، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن السائب، حضرت یزید بن اصم (یہ چاروں سیدہ کے بھانجے ہیں) عطا بن یسار، سلیمان بن یسار (یہ دونوں غلام تھے) ندبہ (یہ آپ کی کنیز تھیں)، عبیداللہ ابن خولانی (یہ آپ کے ربیب تھے) ابراہیم بن عبداللہ، کریب (ابن عباس کے غلام) عبیدہ بن سباق، عبیداللہ بن عتبہ اور عالیہ بنت سبیع وغیرہم رضوان اللہ علیہم شامل ہیں۔

ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا دین اور امر و نواہی کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہا کا ایک قریبی رشتہ دار آپ سے ملنے کیلئے آیا تو اس کے منہ سے شراب کی بو آ رہی تھی۔آپ رضی اللہ عنہا نے اسے بہت ڈانٹا اور آئندہ اپنے گھر میں اس کا داخلہ بند کر دیا۔

آپ رضی اللہ عنہا کے تقویٰ کے متعلق ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

''میمونہ ہم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والی اور صلہ رحمی کرنے والی تھیں۔''

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 138) (المستدرک للحاکم، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 32) (الاصابہ، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 128)

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

''سیدہ میمونہ، ام الفضل (حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ)، سلمیٰ (حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ) اور اسماء بنت عمیس (سیدہ میمونہ کی ماں شریک بہن) مومن بہنیں ہیں۔''

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 137) (السنن النسائی، فضائل صحابہ، حدیث نمبر 281) (المستدرک للحاکم، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 32) (المعجم الکبیر، جلد نمبر 11، صفحہ نمبر 414) (الاصابہ، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 128) (المجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 260)

ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو نماز سے خاص رغبت تھی۔آپ رضی اللہ عنہا گھر کے کام کاج سے فارغ ہو کر نماز میں مشغول ہو جاتیں۔آپ رضی اللہ عنہا کثرت کے ساتھ مسواک کیا کرتی تھیں۔

ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ میں مقیم تھیں کہ بیمار ہو گئیں۔جب بیماری کچھ زیادہ ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

''مجھے مکہ سے لے چلو کیونکہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا تھا کہ تجھے مکہ میں موت نہیں آئے گی۔''

Marfat.com

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا کو مکہ سے باہر مقام سرف پر لایا گیا جہاں پر آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے 51 ہجری کو اس جگہ وصال فرمایا جس جگہ رخصتی کے وقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمہ لگایا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جب تدفین کے لئے جنازہ کو اٹھایا گیا تو لوگ ذرا تیزی سے چلنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا!

''جنازے کو جھٹکے کے ساتھ مت اٹھاؤ، آہستہ آہستہ چلو اور ادب واحترام کا خیال رکھو کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں۔''

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو مقام سرف کی اسی جگہ پر دفن کیا گیا جس جگہ آپ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔

آپ رضی اللہ عنہا کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور عبداللہ خولانی رضی اللہ عنہ نے قبر میں اتارا۔ وصال کے وقت آپ کی عمر 81 سال تھی۔

جس طرح ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سب سے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج میں سب سے آخر میں آپ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا۔

(طبقات ابن سعد جلد 8، صفحہ نمبر 140)(الصحیح البخاری، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 211)(مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 333)(المجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 249)(المعجم الکبیر، جلد نمبر 23، صفحہ نمبر 442)(الاصابہ، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 128)(تاریخ خلیفہ بن خیاط، صفحہ نمبر 218)(التمہید، لابن عبدالبر، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 151)(التھذیب للنووی، جلد نمبر 2، صفحہ 356)(الانساب الاشراف، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 446)(بسوی، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 415)

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 15:

ازواج مطہرات کی تعداد اور کفار کے اعتراضات...... مدلل جوابات

یہ تھیں جناب رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات، امہات المومنین جن کی تعداد تقریباً گیارہ بنتی ہے۔ ان میں سے دو تو آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں ہی وفات پا گئی تھیں۔ ایک حضرت خدیجہ تھیں جو مکہ مکرمہ میں فوت ہوئیں۔ دوسری زینب بنت خزیمہ تھیں، جن کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی تو گویا آپ ﷺ کے وصال کے وقت تک آپ ﷺ کی نو بیویاں موجود تھیں۔ یہود و نصاریٰ میں سے اسلام پر طعن کرنے والے اور اسلام کے ساتھ کینہ رکھنے والے گمراہوں کو جناب نبی کریم ﷺ کی بیویوں کی اتنی تعداد پر طعن و اعتراض کا موقع ہاتھ آ گیا جس کو بنیاد بنا کر وہ مقام نبی ﷺ پر دست درازی کرتے ہیں، انہیں شبہات پیدا کرنے کیلئے ایک محرک اور پلیٹ فارم مل گیا جس کے پردے میں وہ اکثر مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرتے رہتے ہیں اور غیر مسلموں کے دلوں میں اسلام کے خلاف کینہ کی آگ بڑھاتے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتا جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ مسلمانوں کی بہت ساری اولاد کو یہ اور اس قسم کے دیگر شبہات اچانک اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں جن کو ٹھکرانے کی انہیں طاقت نہیں ہوتی تو وہ طعن و تشنیع کرنے والے اس قابل ہی نہیں تھے کہ ان کی طرف کوئی توجہ دی جاتی۔

ان کا کینہ اس قدر گہرا ہو چکا ہے اور مکر و فریب کی اس منزل پر پہنچ چکے ہیں کہ حق کے سامنے وہ اب سرنگوں ہو ہی نہیں سکتے اور باطل سے کبھی مڑ ہی نہیں سکتے، ان کا انکار اور ان کی عداوت اس قدر بڑھ چکی ہے کہ کوئی علم اب ان کے لئے نفع مند ہو ہی نہیں سکتا جیسا کہ رب العزت ان کے بارے میں فرماتا ہے:

((فلما جاء هم ما عرفوا كفروا به فلعنة الله على الكافرين))

"جب ان کے پاس تشریف لائے وہ جن کو وہ پہچانتے تھے تو اس سے منکر ہو بیٹھے۔ پس اللہ کی لعنت ہو منکروں پر۔"

اسی طرح ان کے حق میں یہ بھی فرمایا:

((فانهم لا يكذبونك اى يعلمون انك رسول الله ولكن الظالمين بايات الله يجحدون))

"بے شک وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے، یعنی جانتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ بلکہ ظالم لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں۔"

اس شب کی اصل حقیقت کی وضاحت کے سلسلہ میں ہمارا دعویٰ ہے کہ بلاشبہ جناب رسول اللہ ﷺ کی ازواج کی کثرت اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپ ﷺ بڑے مہربان، کمال خلق والے اور اللہ تعالیٰ کے سچے نبی تھے۔ آپ کی عمر مبارک پچیس برس کی ہو چکی تھی، مگر یہ بات آپ کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکی کہ آپ معاذ اللہ کبھی کسی عورت کے پیچھے دوڑے ہوں یا کسی گناہ کے قریب بھی پھٹکے ہوں۔ آپ ﷺ معصوم تھے آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ سے اس وقت شادی کی جب انہوں نے خود اپنے آپ

Marfat.com

کو آپ پر پیش کیا۔ آپ نے بذات خود ان کی خواہش نہیں کی تھی۔ شادی کے وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک پچیس برس کی تھی اور وہ عمر میں آپ ﷺ سے پندرہ برس بڑی تھیں۔ چنانچہ آپ نے اپنا طویل زمانہ جوانی ان کے ساتھ بسر کیا، یہاں تک کہ آپ ﷺ کی عمر شریف پچاس برس سے بھی متجاوز ہوگئی، جب وہ فوت ہوئیں تو اس وقت ان کی عمر پینسٹھ برس کی تھی۔ اگر حضرت محمد ﷺ معاذ اللہ ایسے ہوتے جیسا کہ وہ لوگ گمان کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے یقیناً ان کی زندگی میں ہی دوسری تیسری اور چوتھی شادی کر لی ہوتی، کیونکہ یہی وہ زمانہ ہوتا ہے جس میں اس شخص کا عورتوں کی طرف شدید میلان ظاہر ہوتا ہے جسے عورتوں کی شدید خواہش ہو اور ان کی طرف اس کا جھکاؤ ہو۔ مگر آپ ﷺ کا اپنی جوانی اور اپنے بڑھاپے کے پچیس سے زائد سال اکیلی خدیجہ کے ساتھ بسر کرنا اور صرف انہی پر انحصار کرنا ان لوگوں کا انتہادرجہ کا رد ہے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور مسلموں اور غیر مسلموں میں سے عقل سلیم رکھنے والوں اور طالبان حق کو بہت زیادہ مطمئن کرنے والا ہے۔ حضرت خدیجہ کے بعد جن عورتوں سے آپ ﷺ نے شادی کی ان میں سے ہر ایک سے شادی کا کوئی نہ کوئی محرک اور سبب تھا جس کے پیش نظر آپ ﷺ نے ان سے شادی کی۔ جیسا کہ ہم شروع میں بیان کر چکے۔

خصوصیت رسول:

رسول اللہ ﷺ کی نو بیویوں کا بیک وقت آپ کی قید نکاح میں باقی رہنا، آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت اور آپ کی بیویوں کی بھی خصوصیت تھی اور یہ اس طرح کی ایک خصوصیت تھی جسے قیام اللیل کا آپ ﷺ کیلئے واجب ہونا، صدقہ کا آپ اور آپ کے اہل بیت پر حرام ہونا اور آپ کے مال میں احکام ووراثت کا جاری نہ ہونا، آپ کی خصوصیات میں سے ہیں اور جیسے برائی کرنے پر دگنا عذاب ہونا اور قرآن کی رو سے نیک اعمال پر دگنا ثواب ہونا آپ کی بیویوں کی خصوصیت تھی۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

((ینساء النبی من یات منکن بفاحشة مبینة یضاعف لها العذاب ضعفین و کان علی الله یسیرا و من یقنت منکن لله و رسوله و تعمل صالحا نوتها اجر ها مرتین واعتدنا لها رزقا کریما))

"اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو واضح بے حیائی کرے گی اسے دوگنا عذاب دیا جائے گا اور یہ اللہ پر آسان ہے۔ اور جو تم میں سے اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبردار رہے گی اور نیک عمل کرے گی ہم اسے دوگنا اجر دیں گے اور ہم نے اس کے لیے عزت کا رزق تیار کر رکھا ہے۔"

پھر ان ازواج کے علاوہ کسی اور عورت سے شادی کی حرمت پر قرآن کریم نے یوں حکم دیا:

((لایحل لك النساء من بعد ولا ان تبدل بهن من ازواج ولو اعجبك حسنهن الا ما ملکت یمینك وکان الله علی کل شئی رقیبا))

"ان کے بعد اور عورتیں تمہیں حلال نہیں اور نہ یہ کہ ان کے عوض اور بیبیاں بدلو اگرچہ تمہیں ان کا حسن بھائے مگر کنیز تمہارے ہاتھ کا مال اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔"

اگر ہم آپ ﷺ کیلئے کئی بیویاں حلال ہونے کی حکمت پر غور کریں تو ہم دیکھیں گے کہ یہ نہایت ہی کامل واکمل، بہت ہی عمدہ اور نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی رحمت وشفقت اور احسان کی ایک اعلیٰ مثال ہے کیونکہ آپ ﷺ کو اگر اپنی ازواج میں سے بعض

Marfat.com

کو طلاق دینے کا پابند بنا دیا جاتا تو یقیناً یہ طلاق ان مہاجر عورتوں پر واقع ہوتی جو بیوہ ہو چکی تھیں اور حسن و جمال میں بھی انہیں کوئی وافر حصہ نہیں ملا تھا اور یہ بات جناب نبی کریم ﷺ کا ان کے ساتھ شادی کرنے کا جو مقصد تھا اس کے منافی ہوتی، نیز ان کے مقام و مرتبہ کو کم کرنے کا سبب بنتی اور اس اعلیٰ واشرف گھرانے اور اشرف المرسلین اور خاتم النبیین کے ساتھ نسبت اور تعلق کا جو شرف اللہ تعالیٰ نے ان کو بخشا تھا اس کو مجروح کرنے کا بھی باعث ہوتی۔ آپ ﷺ کی طرف سے طلاق کا صدور آپ کے خلق عظیم اور آپ کی رحمت و رافت کے منافی ہوتا جو سارے جہانوں کو شامل ہے۔ معاذ اللہ کہ آپ ﷺ کا شمار طلاق دینے والے میں ہو۔ اس پر میں اس بات کا بھی اضافہ کروں گا کہ اللہ عز و جل نے ازواج نبی ﷺ اور تمام مومنین کے درمیان ایک شعوری مامتا کا تعلق قائم کر دیا تھا۔ قرآن کریم نے اس کا نقشہ ان الفاظ میں کچھ یوں کھینچا ہے:

((النبی اولی بالمومنین من انفسهم وازواجه امهاتهم))

’’نبی ﷺ مومنین کی جانوں سے بھی ان کے زیادہ قریب ہیں اور آپ ﷺ کی ازواج ان کی مائیں ہیں۔‘‘

پھر آپ ﷺ کے بعد آپ کی ازواج کو مومنین پر ہمیشہ کیلئے حرام قرار دیا اور ان سے نکاح کرنے کو جناب رسول اللہ ﷺ کے لئے باعث ایذاء اور عظیم شرف نبوت پر دست درازی شمار کیا اور اسے بہت بڑا معاملہ قرار دیتے ہوئے فرمایا:

’’وما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ ولا ان تنکحوا ازواجه من بعده ابدا ان ذلکم کان عند اللہ عظیما))

’’اور تمہیں حق نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ کو ایذا دو اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیبیوں سے نکاح کرو۔ بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔‘‘

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 16:

رسول اللہ ﷺ کا طرزِ معاشرت

اس سیاق کلام میں جن چیزوں کا تذکرہ مناسب، عمدہ اور خوب معلوم ہوتا ہے وہ آپ ﷺ کے اسلوب حیات اور آپ کے طریقہ زندگی کا بیان ہے اور اپنے اہل خانہ کے ساتھ آپ کے طرز معاشرت کی وضاحت ہے۔ زندگی کے ساز و سامان اور اس کی لذتوں کا آپ سب لوگوں سے کم اہتمام رکھنے والے تھے اس سے بس وہی کچھ لیتے جس کے بغیر چارہ نہ ہوتا اور جس سے استغنا ناممکن تھا اور اگر لیتے بھی تو صرف اتنی مقدار میں جس قدر ضرورت ہوتی اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا چرچا چار دانگ عالم میں ہے یہ بات اس درجہ تک آپ سے جانی پہچانی ہے جو ورطہ حیرت میں ڈال دیتی ہے اور ایک انسان سوچ میں پڑ جاتا ہے۔ حضرت عروۃ سے روایت ہے، انہوں نے حضرت عائشہ سے روایت کی۔ آپ فرمایا کرتی تھیں:

((''والله يا بن اختى ان كنا لننظر الى الهلال ثم الهلال، ثم الهلال ثلاثه اهلة شهرين وما اوقد فى ابيات رسول الله ﷺ نار قلت يا خالة فما كان يعيشكم قالت الا سودان التمرو الماء الا آنه كان لرسول الله ﷺ جيران من الانصار و كانت لهم منائح و كانوا يرسلون الى رسول الله ﷺ من آلبانها فيسقينا))

''بخدا اے میرے بھانجے! ہم چاند کی طرف دیکھتی رہتیں، پھر چاند کو دیکھتیں اور پھر چاند کو یعنی دو ماہ میں تین چاند دیکھتیں اور حال یہ ہوتا کہ کاشانہ نبوت میں اس سارے عرصہ میں آگ تک نہ جلتی۔ میں نے عرض کیا: اے خالہ! تو پھر آپ لوگ زندہ کیسے رہتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: دو سیاہ چیزوں یعنی کھجور اور پانی پر گزارہ تھا۔ ہاں مگر انصار میں سے جناب رسول اللہ ﷺ کے دو پڑوسی اپنی بکریوں کا دودھ جناب کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے آپ اس میں سے نوش فرماتے اور ہمیں بھی پلاتے۔''

آپ ﷺ کا یہ فقر و فاقہ، غربت یا کمی مال کی وجہ سے نہ تھا، اللہ تعالیٰ نے ایک حصہ زمین آپ کے زیر نگیں کر دیا تھا جہاں سے مال غنیمت آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا۔ نتیجتاً مال و اموال کی آپ کے ہاں کثرت ہوگئی۔ آپ اس کو تقسیم فرما دیتے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ غریب ترین لوگ بھی سیر ہو گئے اور جیسا کہ سخی لوگوں کی شان ہے، آپ ﷺ کے دست ہائے مبارک سے بخششوں اور عطاؤں کا ایک سمندر بہتا رہا۔ حضرت جابر سے روایت ہے:

((''ماسئل رسول الله ﷺ شيئا قط فقال لا''))

''ایسا کبھی بھی نہیں ہوا کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے کوئی چیز مانگی گئی ہو اور آپ نے انکار فرما دیا ہو۔''

اسی طرح حضرت انس سے روایت ہے:

((ماسئل رسول الله ﷺ على الاسلام شيئا الا اعطاه، ولقد جاء رجل فاعطا غنما بين

Marfat.com

جبلین فرجع الی قومه فقال ، یا قوم اسلموا فان محمدا ﷺ یعطی عطاء من لا یخشی الفقروان کان الرجل یسلم ما یرید الدنیا فما یلبث الا یسیرا حتی یکون السلام احب الیه من الدنیا وما فیا))

''اسلام کے نام پر جب کوئی بھی چیز آپ ﷺ سے مانگی گئی آپ نے وہ عطا کر دی۔ایک دفعہ ایک شخص آپ ﷺ سے مانگنے آیا۔آپ ﷺ نے اسے دو پہاڑوں کے درمیان جو بکریاں تھیں وہ عطا کر دیں، وہ شخص اپنی قوم کی طرف لوٹا اور ان سے کہنے لگا: اے میری قوم! اسلام لے آؤ۔بے شک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اس شخص کی طرح عطا فرماتے ہیں جو دیتا چلا جاتا ہے اور فقر سے نہیں ڈرتا۔چنانچہ اگر کوئی شخص صرف دنیا کی خاطر بھی اسلام قبول کرتا تو تھوڑے عرصے بعد اسلام اس کے نزدیک دنیا و مافیہا سے محبوب ترین دین بن جاتا۔''

جناب نبی کریم ﷺ نے اپنی ذات اور اپنے گھر والوں کیلئے یہ بے مثل طریقہ دنیا اور اس کی زیب و زینب سے قلت رغبت اختیار فرمایا اور اس ایمان کی بنیاد پر اختیار فرمایا کہ یہ متاع قلیل ہے اور آخرت ان لوگوں کیلئے بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور اس چیز میں رغبت رکھنے کی وجہ سے اختیار فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نیکوکار بندوں کیلئے تیار کر رکھی ہے اور اس لئے تاکہ آپ کا کاشانہ مبارک ہمیشہ ہمیشہ خلق خدا کیلئے ایک مینارۂ نور رہے، جس سے قیامت تک آنے والے لوگ رہنمائی حاصل کرتے رہیں۔

غرباء و مساکین جس قدر بھی تنگ دستی اور محرومیت کا شکار ہیں آپ ﷺ کے اس طرز عمل مین ان کیلئے سامان تسلی ہو۔ان کی یہ تنگی اور محرومیت جس درجہ پر بھی پہنچ جائے، بہر حال اس درجہ تک نہیں پہنچ سکتی جس درجہ تک نبی کریم ﷺ اور ان کی پاک اور طاہر ازواج کی تنگ دستی پہنچی ہوئی تھی۔آپ کا یہ طرز عمل بلاشبہ امراء اور تن آسان لوگوں کیلئے پرکشش چیزوں میں کمی رغبت ،لذتوں میں بالکل ڈوب جانے میں کمی اور شہوات سے دھوکہ نہ کھانے کا باعث ہے اور یہ اس لئے بھی کہ نبی کریم ﷺ غنی ،فقر، خوشی اور تکلیف میں نمونہ بنیں جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی یہ مشیت ہوئی کہ آپ ﷺ ایسے ہوں جیسے کہ فرمایا گیا:

((''لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة لمن کان یرجوا الله والیوم الاخرو ذکر الله کثیرا''))

''بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے،اس کیلئے جو اللہ اور قیامت کے دن کی امید رکھتا اور اللہ کو بہت یاد کرے۔''

آپ کا زہد و فقر اس نوبت تک پہنچا کہ آپ کی ازواج مطہرات کو شروع شروع میں جس مشقت و تنگی و تکلیف کا سامنا ہوا وہ اس کو برداشت نہ سکیں اور آپ سے یہ مطالبہ کرنے پر متفق ہوگئیں کہ آپ ان کے نان ونفقہ میں اضافہ کریں۔مگر آپ نے انکار فرما دیا، طبیعت مکدر ہوگئی ،لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیا، حتیٰ کہ صحابہ کرام کو یہ بات سخت ناگوار گزری۔حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کیلئے اجازت طلب کی، مگر اجازت نہ ملی۔دوبارہ دونوں نے اجازت طلب کی، اس بار آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔جب ان کے مطالبات کا ان دونوں کو علم ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ کو سزا دینے کیلئے اٹھے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حفصہ کو۔اور ان سے کہتے تھے: تم جناب نبی کریم ﷺ سے وہ مانگتی ہو جو ان کے پاس نہیں ہے۔مگر جناب رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں حضرات کو ایسا کرنے سے روک

Marfat.com

دیا۔ چنانچہ ازواج مطہرات نے قسم کھائی کہ وہ اس مجلس کے بعد کبھی بھی اس چیز کا آپ سے مطالبہ نہیں کریں گی جو آپ کے پاس موجود نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حضور ﷺ کے ساتھ رہنے یا نہ رہنے کا اختیار دیتے ہوئے فرمایا:

((یاایھا النبی قل لازواجك ان کنتن تردن الحیاۃ الدنیا و زینتھا فتعالین امتعکن و اسرحکن سراحاً جمیلاً و ان کنتن تردن اللہ و رسولہ والدار الاخرۃ فان اللہ اعد للمحسنات منکن اجراً عظیماً))

''اے نبی! اپنی بیویوں سے فرما دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مال و متاع دے کر اچھی طرح رخصت کر دوں اور اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کی طلبگار رہو تو بے شک اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکوکاروں کیلئے بہت بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔''

چنانچہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ سے ابتداء کی، حالانکہ وہ تمام بیویوں میں سے آپ کی محبوب ترین بیوی تھیں۔ فرمایا: میں تمہیں ایک بات کی تنبیہ کرتا ہوں وہ یہ کہ مجھے ہرگز پسند نہیں کہ تم اس معاملے میں جلد بازی سے کام لو اور بغیر اپنے والدین سے مشورہ کیے کوئی فیصلہ دے دو۔ یہ سن کر وہ دست بستہ عرض کرنے لگیں: یارسول اللہ ﷺ! آخر بات کیا ہے؟ بتایئے تو سہی؟ راوی کہتے ہیں کہ اس پر آپ ﷺ نے انہیں یہ آیت: ''یاایھا النبی قل لازواجک'' پڑھ کر سنائی، یہ سن کر وہ عرض کرنے لگیں:

''یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ کے بارے میں میں اپنے والدین سے مشورہ کروں؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں، بلکہ میں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو اختیار کرتی ہوں اور انہیں کو دنیا اور مافیہا پر ترجیح دیتی ہوں۔''

اس کے بعد آپ نے یہی اختیار اپنی تمام بیویوں کو دیا، ان میں سے کسی نے بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے مقابلے میں دنیا اور اس کی زیب و زینت کو اختیار نہیں کیا، بلکہ سب نے بدل و جان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ہی سب کچھ پر ترجیح دی۔ اس کے بعد معاملہ اسی پر تادم آخر قائم رہا۔ انہوں نے پھر بھی نہ تو آخرت سے منہ پھیرا اور نہ ہی کبھی دنیا کھو جانے کا غم کیا۔ حتیٰ کہ جناب رسول اللہ ﷺ اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ سید المقربی سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ سے درج ذیل حدیث روایت کی:

((انہ مربقوم بین ایدیھم شاۃ مصلیۃ فدعوہ فابی آن یاکل وقال خرج رسول اللہ ﷺ من الدنیا ولھم یشبع من خبز الشعیر))

''آپ ایک قوم کے پاس سے گزرے۔ دسترخوان پر ایک بھونی ہوئی بکری رکھی تھی۔ انہوں نے آپ کو کھانے کی دعوت دی مگر آپ نے کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا: جناب رسول اللہ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے اور حال یہ تھا کہ آپ نے تادم آخر جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہیں کھائی۔''

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو اس وقت آپ کی زرہ تیس صاع جو کے بدلے میں ایک یہودی کے پاس گروی تھی۔ کیا اس کے بعد بھی خواہ وہ کوئی بھی ہو اس کیلئے اس میں کلام کرنے کی کوئی گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔ سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا دشمن ہے، اور اس کے دل میں بیماری ہے وہ تو ایسا کر سکتا ہے۔ کیا کسی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے اپنی ایک ایسی رائے کے ساتھ پیش قدمی کرے جو خدا تعالیٰ

Marfat.com

کے حکم کے معارض ہو اور سنت رسول اللہ ﷺ کے بھی مخالف ہو؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسول سے آگے بڑھنے سے سختی کے ساتھ ان الفاظ میں منع فرمایا ہے:

((یا ایھا الذین امنوا لا تقدموا بین یدی اللہ و رسولہ))

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھو۔ دین اسلام ایک مکمل دین ہے اور اس کا قانون ایک مکمل اور عالمگیر ضابطہ حیات ہے جو تمام نسل انسانی کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور زمانوں اور حالات کے اختلاف کے باوجود ان کے تمام احوال کو محیط ہے۔"

کسی کیلئے مناسب نہیں کہ وہ یہ سوچے کہ اسلام والدین کو اس بات کی کھلی چھٹی دے دیتا ہے کہ وہ اپنی خواہش کے مطابق یا اپنے دنیاوی مصالح ومنافع پورے کرنے کی غرض سے اپنی بیٹیوں کی بغیر کفو کے شادی کر دیں اور اسے ایک تجارتی کاروبار سمجھ لیں جس سے ان کا مقصد دنیاوی ساز و سامان حاصل کرنے کے سوا کچھ نہ ہو، یہ تو صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو حد سے تجاوز کرنے والا اور ظالم ہو۔ اسلام نے شادی کیلئے کچھ شرائط مقرر کی ہیں جن کے بغیر وہ پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتی۔ بیٹی کو بھی اپنے رائے کے اظہار کا حق دیا گیا ہے اور اسے یہ بھی اختیار دیا ہے کہ مردوں میں سے جو اس کا ہم پلہ نہ ہو اگر چاہے تو اسے ٹھکرا دے، نیز قاضی اس کا مجاز ہے کہ وہ شادی جو ظلم وستم پر قائم ہو یا موافق سنت نہ ہو، اسے غیر قانونی قرار دے دے۔ اس سلسلے میں فقہاء نے بہت کلام کیا ہے اور اپنی پر از حکمت آراء پیش کی ہیں جو اس قانون کی بلندی، اس کی عظمت اس کی ابدیت اور ہر زمان ومکان کیلئے اس کے مناسب وموافق ہونے پر دال ہیں، اور جب اسلام ایک لڑکی کیلئے یہ بھی جائز قرار دیتا ہے کہ وہ سن بلوغ تک پہنچنے سے پہلے شادی کر سکتی ہے یا کسی بڑے عمر کے آدمی سے کر سکتی ہے تو وہ محض خاص حالات کے پیش نظر اور ان کا سامنا کرنے کیلئے اسے ایک احتیاطی صورت گردانتا ہے۔ مگر اس کے باوجود اسے ہر قید سے آزاد نہیں کرتا، نیز اسے مصالح اور خواہشات کا تابع بھی نہیں بناتا، یہ جنگی حالات یا رشتہ داری یا دیگر انسانی حالات ہو سکتے ہیں جو اس قسم کی شادیوں پر آمادہ کرتے ہیں۔ عموماً انتہائی تنگ یا انتہائی نادر حالات میں ایسا ہوتا ہے عام حالتوں میں ایسا نہیں ہوتا۔

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 2:

اولادُ النبی

فصل نمبر 1:

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت باپ

ام ایمن بڑی تیز رفتاری کے ساتھ جلدی جلدی بازار سے گزر رہی تھیں اور جب سلیمہ الخزاعیۃ سے ان کی مڈبھیڑ ہوئی تو ان کے چہرہ پر خوشی چھائی ہوئی تھی۔ سلیمہ بولیں: ''اے برکتہ تم کس مصیبت میں گرفتار ہو اور تم اس طرح کیوں بھاگ رہی ہو؟

جواب دیا: ''میں الصادق الامین کی طرف خوشخبری لے کر جا رہی ہوں۔ بھلا کون سے خوشخبری؟ سیدہ طاہرۃ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ہاں چوتھی بیٹی ہوئی ہے۔''

سلیمہ نے مبہوت ہوتے ہوئے ٹکٹکی باندھ کر انہیں دیکھا اور کہا:

''کیا تو، آپ کو چوتھی بیٹی کی خوشخبری دے گی۔''

اتنے میں سلیمہ ان کے قریب ہوئیں اور ان سے سرگوشی کوتے ہوئے کہا: ''اے برکتہ مجھے سچ بتایئے کون سی چیز اور کس چیز کی خوشخبری۔ تمہارے آقا بیٹی کی ولادت کی خبر کیسے وصول کریں گے۔؟''

برکتہ ہنس پڑی اور اس نے کہا:

''اے سلیمہ! تیرے اس سوال نے مجھے اس دن کی طرف لوٹا دیا ہے جس دن سیدہ طاہرۃ نے اپنی پہلی بیٹی زینب کو جنم دیا تھا اور مجھے حکم دیا کہ جا الصادق الامین کو جا کر اطلاع دو۔ میں ڈرتی ہوئی گئی، میں توقع رکھتی تھی کہ مجھے اس بچی کے ساتھ ہی کسی گڑھے میں دفن کر دیا جائے گا لیکن وہاں پہنچ کر عجیب معاملہ پایا۔''

سلیمہ نے پوچھا: ''برکتہ کیا ہوا؟'' بتایا: ''جیسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹی کی ولادت کا سنا تو آپ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔ فی الفور بچی کے پاس گئے، اسے گود میں اٹھایا، چوما، اس کی والدہ کو مبارک کہی، جانور ذبح کر کے بچی کی ولادت کی خوشی منائی۔ یہ میں نے نیا زمانہ اور ماحول دیکھا۔

برکتہ نے کہا اور پھر نئے سرے سے دوڑنے لگی۔

سلیمہ نے دل جمعی سے یہ ساری گفتگو سنی کیونکہ اس کی تین بچیاں زندہ درگور ہو چکی تھیں اور وہ ایسے ماحول میں رہ رہی تھی جس میں اکثر باپ بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے پر فریفتہ تھے۔ ان کی قبریں ہی ان کے نزدیک بہترین سسرالی رشتے تھے اور ان میں سے جو اپنی بیٹی کو زندہ درگور نہیں کرتا تھا، اس پر ذلت و رسوائی مسلط رہتی۔

عورت اپنے خاوند کے گھر جا رہی ہوتی، اگر خاوند عورت کے رشتہ داروں میں سے ہوتا تو اسے دعا دیتے ہوئے کہا جاتا: خدا

Marfat.com

کرے تجھ پر بچہ جننا آسان ہو اور تو مذکر جنے۔ خدا کرے مونث نہ جنے اور اللہ تعالیٰ تیرے بطن سے انسانوں کی ایک بڑی تعداد میں طاقتور اور بہادر لوگ پیدا کرے۔ اور اگر وہ اس کے خاوند کا رشتہ دار نہ ہوتا تو اس سے کہتا، خدا کرے تجھ پر جننا آسان نہ ہو اور تو مذکر نہ جنے کیونکہ تو تو بے شک دور والوں کو قریب کرنے والی ہوگی۔

(کتاب المجر لابن حبیب، ص 301)

سلیمہ نے الصادق الامین کے اس رویہ کو بہت عظیم سمجھا اور یہ تمنا کی کہ کاش! سارے باپ مع ان کے اپنے خاوند کے وہی کچھ کرتے جو آپ ﷺ نے کیا۔ اپنی سوچ بچار کے وقت وہ یہ نہیں سمجھ پائی تھی کہ بے شک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہی وہ رحمت ہیں جو دنیا اور دنیا والوں کی طرف بطور ہدیہ بھیجی گئی ہے۔ اگر یہ فیصلہ فرما دیا جاتا کہ غیب کے پردے اس کی آنکھوں سے اٹھا لیے جائیں، تو یقیناً وہ الصادق الامین کی حقیقت کو پا لیتی کہ واقعی آپ ﷺ ہی اس دین حق کے ساتھ رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں، جس دین نے زندہ درگور کرنے کو حرام ٹھہرایا ہے اور عورت کو عزت بخشی ہے اور اس بات کی تاکید کی ہے کہ اس کا اور مرد کا ایک ہی منبع و مصدر ہے، جیسا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالاً کثیراً ونساء))

''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں میں سے بہت مرد اور عورتیں پھیلا دیے۔''

آپ ﷺ ایک ایسا کامل اور جامع قانون لائے جو سوسائٹی میں عورت کی پوزیشن کو مستحکم اور منظم بناتا ہے اور بحیثیت بیٹی، بیوی اور ماں کے، اس کے باعث عزت زندگی کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا بیٹیوں کی ولادت کے بارے میں ایک ایسے انسان، باپ کا سا طرز عمل تھا جو ان میں سے ہر ایک کو بڑی خوشی اور مسکراتے و چمکتے چہرے کے ساتھ گلے لگاتا ہے اور ان کی پیدائش کے وقت اس کے چہرے کے خدوخال سے خوشی ٹپک رہی ہوتی ہے اور یہ اس لئے کہ آپ ان لوگوں کے لیے جن کے دل سخت ہو چکے ہیں اور رحمت سے خالی ہیں، نمونہ بنیں۔ چنانچہ قرآن کریم اسی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے یوں گویا ہے۔

''جب انہیں بیٹی کی ولادت کی اطلاع دی جاتی تو ان کے چہرے سیاہ ہو جاتے۔''

جناب رسول اللہ ﷺ ایسے کیوں نہ ہوتے جبکہ اللہ تعالیٰ آپ کے بارے میں یوں فرماتا ہے:

((''وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین''))

''اور ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔''

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 2:

سیدہ رقیہ اور ام کلثوم

صاحبزادیوں کی شادیاں:

جناب رسول اللہ ﷺ کو اپنی پہلی بیوی حضرت خدیجہ بنت خویلد کے بطن سے چار بیٹیاں عطا گئیں اور وہ زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہن تھیں۔ یہ چار جناب رسول اللہ ﷺ کی نگہداشت، محبت، مہربانی وشفقت اور جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا کی توجہ کے تحت عزت واکرام اور شرافت و پاکیزگی کی فضا میں پلی بڑھیں۔ حضرت زینب کی شادی ان کی خالہ کے بیٹے ابوالعاص بن الربیع اور رقیہ وام کلثوم کی شادیاں حضور ﷺ کے چچا ابولہب کے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے ہوئیں۔ اب گھر میں صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی رہ گئیں اور ان کی عمر ابھی شادی کے لئے موزوں عمر سے کم تھی۔

بیٹیوں کو طلاق:

جب جناب سیدنا رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی اور حضرت خدیجہ اسلام لائیں تو ان کے بعد یہ چاروں بیٹیاں بھی اسلام لے آئیں اور جناب سیدنا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم کو نافذ کرنے اور لوگوں کو اسلام کی طرف بلانے میں کوشاں ہوئے تو قریش نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا اور جس قدر ممکن تھا آپ ﷺ کے ساتھ مکروفریب کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ چنانچہ اسی غرض سے ایک دن ان کے عمائدین اور قائدین جمع ہوئے اور آپ ﷺ کے معاملہ میں آپس میں مشورہ کیا۔ ان میں سے ایک کہنے لگا:

> ''تم نے ان کے غم دور کر دیئے ہیں۔ زینب ابوالعاص کے پہلو میں زندگی گزار رہی ہیں، رقیہ اور ام کلثوم عتبہ اور عتیبہ کی پناہ میں ہیں ہم محمد کی بیٹیوں کو طلاق دے دو، تاکہ (معاذ اللہ) وہ ان کے غم میں مصروف ہو کر ہم سے اور اس نئے دین سے جو ہم پر تھوپنا چاہتے ہیں، باز آجائیں۔''

اب تینوں افراد نے سوچ بچار کی کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنی اپنی بیوی سے بہت محبت کرتا تھا اور ان کی مثل ہرگز نہیں پا سکتا تھا اور ان کو چھوڑ کر دیگر عورتوں سے شادی کرنے کے بارے میں سوچ تک بھی نہیں سکتا تھا۔ لیکن عتبہ اور عتیبہ کی ماں ابولہب کی کافرہ اور منکرہ بیوی، ام جمیل نے یہ پختہ ارادہ کر لیا کہ قریش کا حکم ہر حال میں نافذ کر کے رہے گا۔ چنانچہ اس نے اپنے بیٹوں سے کہا:

> ''میں تمہیں ہرگز منہ نہ لگاؤں گی، اگر تم نے حضرت محمد کی بیٹیوں کو طلاق نہ دی۔''

چنانچہ دونوں بیٹوں نے اپنی ماں کا کہنا مان لیا اور اس کی ناپاک خواہش کو عملی جامہ پہنا دیا۔

سیدنا رقیہ اور ام کلثوم کا نکاح:

نتیجۃً حضرت رقیہ اور ام کلثوم اپنے والد ماجد کے دولت کدہ میں واپس تشریف لے آئیں۔ مگر وہ اس گھرانہ میں زیادہ دیر نہ ٹھہریں۔ حضرت رقیہ کی شادی ایک عظیم اور شرف شخصیت سے ہوگئی، جن کا شماران صحابہ میں تھا جن کو جنت کی خوشخبری دی گئی اور وہ شخصیت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی تھی۔ بعد ازاں آپ حضرت رقیہ کو اپنے ہمراہ لے کر راہی ملک حبشہ ہوئے۔

Marfat.com

اس حیثیت سے یہ دونوں میاں بیوی اسلام میں سب سے پہلے مہاجر ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کو لے کر مدینہ منورہ ہجرت کی۔ چنانچہ وہاں جس دن جنگ بدر میں مسلمانوں کی فتح کی خوشخبری دینے والا خوشخبری لے کر مدینہ منورہ پہنچا، اسی دن آپ بیمار ہوئیں اور مدینہ منورہ ہی میں وفات پائی۔ ان کی وفات سے حضرت عثمان اور جناب رسول اللہ کریم ﷺ کے درمیان جو سسرالی رشتہ تھا، اس کے ختم ہو جانے کی وجہ سے وہ بہت غم زدہ ہوئے۔ آپ ﷺ نے جب ان کو اس حال میں دیکھا تو ان سے اس کا سبب پوچھا۔ انہوں نے عرض کی:

''یارسول اللہ ﷺ جو مصیبت مجھ پر آئی ہے، کیا اور پر بھی ایسی آئی ہے؟ جناب کی جو لخت جگر میرے عقد میں تھیں وہ مجھ سے چھن گئیں، اس سے میری کمر ٹوٹ گئی ہے اور وہ خصوصی رشتہ جو میرے اور آپ کے درمیان تھا، منقطع ہو گیا۔''

((فطیب النبی ﷺ خاطرہ وزوجہ من اختھاام کلثوم فبقیت معہ الی ان تو فیق فی السنتہ التاسعتہ للھجرۃ ای بعدبنائہ بھا بست سنوات))

(ذوالنورین عثمان بن عفان اللھتاد ص88-89)

''جناب نبی کریم ﷺ نے انہیں دلاسہ دے کر مطمئن کر دیا اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت ام کلثوم سے ان کی شادی کر دی۔ وہ اپنی وفات تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں رہیں۔ شادی کے تقریباً چھ سال بعد سن نو ہجری میں ان کی وفات ہوئی۔''

(سیدہ کے حالات زندگی درج ذیل کتب میں دیکھیے ''نسب قریش'' ۲۲، ۱۵۷، ۱۵۸، ۲۱۹، ۲۳۱، طبقات ابن سعد ۸/۳۰، اسد الغابہ ۷/۱۳۰، تہذیب الاسماء واللغات ۲/۳۴۴، العبر ۱/۱۰ التاریخ الصغیر (۱/۷_۸_۱۷ مجمع الزوائد، ۹/۲۱۲_۲۱۶، العقد الثمین، ۸/۲۴۲، المستدرک ۴/۴۲_۴۶ الاستعیاب ۴/۳۱۲، الاصابہ ۴/۳۱۱)

منقول ہے کہ آپ کا لقب ذوالنورین اس لئے پڑ گیا تھا کہ آپ نے جناب نبی کریم ﷺ کی دو بیٹیوں رقیہ اور ام کلثوم سے شادی کی تھی۔ آپ کے علاوہ کسی اور کے بارے میں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس نے کسی نبی علیہ السلام کی دو بیٹیوں سے یکے بعد دیگرے شادی کی ہو۔ اس بارے ایک روایت یہ بھی ہے کہ ان کا یہ نام اس لئے رکھا گیا کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا:

((فیہ نور اھل السماء ومصباح اھل الارض))

''ان کی ذات میں آسمان والوں کے لئے نور اور زمین کے لیے چراغ راہ موجود ہے۔''

یہ بھی مشہور ہے کہ آپ ہر رات میں ایک قرآن پاک ختم کیا کرتے تھے، قرآن نور ہے اور رات کا قیام بھی نور ہے۔

محققین لکھتے ہیں کہ حضرت رقیہ اور ام کلثوم کا تعلق ہے تو ان کی منگنی (جیسا کہ کہا گیا ہے) کہ شادی ابولہب کے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے کی گئی۔ ان دونوں کی ماں ابوسفیان کی بہن ام جمیل بنت حرب بن امیہ تھی۔ قرآن پاک میں اس کا نام حمالۃ الحطب (لکڑیوں کا گٹھا اٹھانے والی) رکھا گیا ہے، خواہ وہ منگنی ہو یا شادی بہر حال دونوں صورتوں میں اس وقت سے یہ رشتہ منقطع ہو گیا، جب سے اللہ تعالیٰ نے ان کے والد ماجد نبی کریم ﷺ کی طرف وحی فرمائی اور انہیں نبوت سے سرفراز فرمایا جس کے نتیجے میں حضرت رقیہ اور ام کلثوم کے سسر ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل نے رسالت اور رسول اکرم ﷺ کی مخالفت میں ایک بہت بڑا کردار ادا کرنے کی ذمہ داری اپنے سر اٹھا لی اور اپنے دونوں بیٹوں کو کہا کہ وہ نبی کریم ﷺ کو ناراض

Marfat.com

کرنے اور تکلیف پہنچانے کی خاطر آپ کی دونوں بیٹیوں سے جدائی اختیار کرلیں اور اس لئے بھی کہ تا کہ اس حادثے کے باعث انہیں اپنے اہل وعیال اور گھر والوں کی فکر پڑ جائے اور آپ اپنی دعوت اور اپنے مشن سے باز رہیں مگر اسی وقت حضرت زینب کے خاوند ابوالعاص نے اس کی اس پیشکش کو ٹھکراتے ہوئے اس سے انکار کر دیا کہ وہ اپنی بیوی سے جدائی اختیار کریں اور فرمایا:

''خدا کی قسم! میں اپنی رفیقہ حیات کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ اور مجھے یہ بات پسند نہیں آسکتی کہ میری اس بیوی کے بدلے قریش کی کوئی افضل سے افضل عورت بھی میری بیوی ہو۔''

(المعرفۃ والتاریخ، یعقوب بن سفیان، ۳/ ۲۶۹۔ ۲۷۰، دلائل النبوۃ، بیہقی ۷/ ۲۸۲، ابن اسحاق السید، ص ۲۴۵، مجمع الزوائد ۹/ ۲۱۲، اسد الغابۃ ۷/ ۱۳۰۔ احمد نے المسند ۶/ ۲۷۶ ۳۲۷ ابوداود نمبر ۲۶۹۲، البیہقی نے دلائل النبوۃ ۳/ ۱۵۴، الحاکم نے المستدرک ۳/ ۲۳۶، ۴/ ۴۴ میں اسے روایت کیا ہے، امام ذہبی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور حاکم کی موافقت کی ہے، ابن سعد نے الطبقات میں سواقدی کے واسطہ سے اس کی تخریج کی ہے۔)

عتبہ قریش کا بدترین نوجوان تھا۔ جناب نبی کریم ﷺ نے اسے بددعا دی کہ اللہ تعالیٰ اپنے کتوں میں سے کوئی کتا اس پر مسلط کر دے۔ چنانچہ اس کا باپ اور اس کی قوم سفر وحضر میں جناب نبی کریم ﷺ کی دعا بر آنے کے خوف سے اس کی حفاظت کرتے تھے۔ ایک سفر میں اس کے ساتھی اس کے گرداگرد دائرہ کی شکل میں سو گئے اور اسے اپنے وسط میں سلایا تا کہ کسی تکلیف دینے والی چیز کا ہاتھ اس تک نہ پہنچ سکے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک شیر بھیجا۔ وہ جو اس کے ارگرد تھے انہیں پھلانگ کر وہ اس تک جا پہنچا۔ اس کا سر پھاڑ دیا اور باقیوں کو کچھ نہیں کہا اور انہیں چھوڑ کر صرف اسے ہی چیر پھاڑ دیا۔

جہاں تک اس کے بھائی عتیبہ کا تعلق ہے تو وہ فتح مکہ کے دن اسلام لے آیا۔ ان دونوں کے ماں باپ ابولہب اور ام جمیل جناب رسول اللہ ﷺ کو ایذاء دینے، آپ ﷺ سے کینہ رکھنے اور آپ سے مکروہ فریب کرنے میں سب لوگوں سے بڑھ کر تھے۔ اسی لئے ان دونوں کے حق میں قرآن کریم کی یہ سورت نازل ہوئی۔

((''تبت یدا ابی لهب و تب ما اغنی عنه ماله وما کسب سیصلی نارا ذات لهب وامرأته حمالة الحطب فی جیدها حبل من مسد''))

''ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہو گیا۔ اس کا مال اور جو کچھ اس نے کمایا تھا اس کے کچھ کام نہ آیا۔ عنقریب وہ اور اس کی بیوی لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے ہوئے بھڑکتی ہوئی آگ میں گریں گے۔ اس کے گلے میں کھجور کی رسی ہے۔''

اس کے بعد حضرت عثمان بن عفان نے جلد ہی حضرت رقیہ سے شادی کر لی۔ یہ دلہن خوبصورت اور دلکش تھیں، شرف ایمان اور دید کی دلکشی کے ساتھ ساتھ، شریف النسب اور کریم الاصل بھی تھیں۔ جب قریش کی ایذا اور مسلمانوں پر ان کا ظلم حد سے بڑھ گیا تو جناب رسول کریم ﷺ نے انہیں حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ ہجرت کرنے والوں میں سب سے پہلے مہاجر حبشہ حضرت عثمان اور ان کی زوجہ محترمہ حضرت رقیہ تھیں اور ان کے ساتھ مہاجرین اولین میں سے کچھ حضرات بھی تھے۔ آپ سفر میں ہی حاملہ ہو گئیں مگر یہ حمل ساقط ہو گیا۔ ان کے ہاں عبداللہ پیدا ہوئے۔ جب وہاں یہ خبر پہنچی کہ قریش ایمان لے آئے ہیں تو لوٹنے والوں کے ساتھ آپ بھی لوٹ آئیں۔ واپس آ کر انہیں معلوم ہوا کہ قریش بدستور اپنی گمراہی پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کو مبتلائے عذاب رکھے ہوئے ہیں اور ان کا تعاقب کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے رات تک صبر کیا۔ پھر ابو طالب اور ولید بن المغیرہ جیسے سرداران قریش نے ان کو اپنی پناہ میں لے لیا۔ بعد ازاں ہجرت مدینہ

Marfat.com

کا وقت آ گیا۔ سیدہ رقیہ نے اپنے شوہر حضرت عثمان بن عفان کے ہمراہ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ ان کے لڑکے بڑے مرغ کے چونچ مارنے کی وجہ سے اپنی عمر کے چھٹے سال میں وفات پا گئے تھے۔ آپ غزوۂ بدر کے وقت چیچک کی بیماری میں مبتلا ہو گئیں۔ اسی وجہ سے حضرت عثمان جناب رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ان کی تیمارداری کیلئے پیچھے رہ گئے اور جنگ بدر میں شرکت نہ کر سکے۔ جس وقت جناب رسول اللہ ﷺ کے غلام زید بن حارثہ بدر میں مسلمانوں کی فتح کی خوشخبری لے کر آئے، عین اسی وقت ان کی وفات ہوئی اور حضرت عثمان ان کی قبر پر کھڑے ان کی تجہیز و تکفین میں مصروف تھے۔ ان کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ دو ہجرتوں والی سیدہ رقیہ سے اللہ تعالیٰ راضی ہو۔

حضرت ام کلثوم کا معاملہ اور ابولہب کے بیٹے عتبہ کے ان کو طلاق دینے کے بارے میں ہم پہلے جان چکے ہیں اس کے بعد وہ اپنے والد ماجد کے دولت کدہ میں ہی رہیں۔ آپ اور آپ کی والدہ ماجدہ قریش کی طرف سے جس تکلیف کا حضور ﷺ کو سامنا تھا اس میں آپ ﷺ کے شانہ بشانہ آپ کی شریک رہیں۔ انہوں نے اپنی بہن کو حضرت عثمان کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کرتے دیکھا تھا اور گھاٹی میں محاصرے والے سال گزارنے کے بعد اپنی صالح اور پاکباز ماں کی وفات کو بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا، پھر ہجرت مدینہ میں بھی حصہ لیا۔ وہاں اپنے والد ماجد ﷺ کے ساتھ قیام پذیر رہیں، جب ان کی ہمشیرہ حضرت عثمان کی بیوی حضرت رقیہ کی وفات ہوئی تو حضرت عثمان ان کے فراق میں بہت غمناک ہوئے۔ چنانچہ جناب نبی کریم ﷺ نے اپنی پیاری بیٹی ام کلثوم حضرت عثمان کی بیاہ دی۔ یہ معاملہ ماہ ربیع الاول سن تین ہجری میں طے پایا۔ انہوں نے حضرت عثمان جیسے مجاہدانہ زندگی بسر کرنے والے شخص کے ساتھ زندگی گزاری۔ حضرت عثمان بہت سخی اور بڑے عمدہ انسان تھے۔ آپ نے ان کے ساتھ چھ سال گزارے اور ماہ شعبان سن نو ہجری میں وفات پائی۔ آپ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

(طبقات ابن سعد ۸/۳۶، ۳۷، اسد الغابہ، شذرات، الذہب ۱/۹، ۷۵، المستدرک ۴/۴۶۔۴۸، الاصابہ ۴/۲۹۹، سیر اعلام النباء ۲/۲۵۰۔ اس حدیث کو طبرانی نے ۲/۴۲۶۔۴۲۷ ابن ہشام نے ۲/۲۹۶ نے روایت کیا ہے۔ الہیثمی نے ''المجمع'' میں ابن اسحاق کی روایت سے اس کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ طبرانی نے اسے روایت کیا ہے اور اس کے اسناد منقطع ہیں اور ابن عبدالبر نے الاستیعاب ۴:۲۲۹ میں اسے روایت کیا ہے۔)

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 3:

سیدہ زینب

سیدہ زینب کے شوہر کی وفا:

جہاں تک ابو العاص کا تعلق ہے تو ان سے قریش نے مطالبہ کیا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دیں ۔قریش کی جس عورت سے وہ چاہیں گے ہم ان کی شادی کر دیں گے ۔مگر انہوں نے دوٹوک الفاظ میں کہا:

''ہرگز نہیں ،بخدا میں اپنی بیوی کو قطعاً نہیں چھوڑوں گا اور مجھے یہ بالکل پسند نہیں کہ میرا اس بیوی کے علاوہ قریش کی کوئی اور عورت میری بیوی بنے ۔'' (سیرۃ ابن ہشام ،ج 2،ص 292) (سیرت ابن ھشام'' 2،219)

سیدہ زینب کے شوہر کی گرفتاری:

حالات جلدی پلٹا کھاتے گئے ۔جناب ابو طالب کی وفات ہوگئی اور چند دنوں کے بعد ہماری والدہ ماجدہ سیدہ خدیجہ بھی راہی ملک عدم ہوئیں ۔پھر ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ نے ہجرت فرمائی اور مع اپنے اصحاب کے مدینہ منورہ میں اقامت گزیں ہوئے ۔اس کے بعد معرکہ بدر پیش آیا ،جس میں قریش کے بڑے بڑے بہادر اور سردار قتل ہو گئے اور ان کے مردوں میں سے بہت سارے قید ہوئے ۔ان قید ہونے والوں میں ابو العاص بھی شامل تھا۔

ابو العاص کا فدیہ اور ان کی آزادی:

ابو العاص کے گھر والے اس کا فدیہ ادا کرنے کے لیے تیار ہو گئے ۔فدیہ کی قیمت اس وقت چار ہزار درہم تھی ۔حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے یہ مناسب خیال کیا کہ وہ ان کے فدیہ میں اپنا سب سے پیارا اور سب سے قیمتی مال فدیہ میں دیں ۔چنانچہ انہوں نے اپنا وہ ہار اپنے والد گرامی ﷺ کی خدمت میں بھیجا جو ان کی والدہ ماجدہ کا تھا اور ابو العاص سے شادی سے وقت آپ نے اپنی بیٹی کو بطور تحفہ دیا تھا۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ اس ہار کو دیکھتے ہی جناب رسول اللہ ﷺ پر سخت رقت طاری ہوگئی اور آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے میرے صحابیو! اگر تم برا نہ مانو تو زینب کے قیدی کو رہا کردو اور ان کا مال ان کو لوٹا دو۔''

صحابہ کرام نے بدل و جان اس پر لبیک کہا اور تعمیل حکم کرتے ہوئے حضرت زینب کا مال ان کو واپس کر دیا۔

سیدہ زینب کی مدینہ آمد:

جناب رسول اللہ ﷺ نے ابو العاص سے یہ عہد لیا کہ وہ حضرت زینب کو مدینہ منورہ آنے کی اجازت دیں ،یا طلاق دیں ۔اس نے آپ ﷺ سے وعدہ کیا کہ وہ کوشش کرے گا اور بھلائی ہی کرے گا ۔مکہ پہنچ کر اس نے اپنے بھائی کنانہ کو انہیں مدینہ منورہ لے جانے کا حکم دیا ۔وہ دن دیہاڑے ان کو لے کر نکل پڑا ۔حضرت زینب ھودج میں سوار تھیں ۔اس قافلہ کی ھبار بن الاسود اور دوسرے لوگوں سے مڈبھیڑ ہوگئی ۔ھبار نے حضرت زینب کو اپنے نیزے سے ڈرایا ۔آپ اس وقت حاملہ تھیں ،اونٹ سے گر پڑیں ،حمل ساقط ہوگیا ۔اس پر کنانہ نے اونٹ بٹھا دیا اور غصہ میں چلاتے ہوئے بولا:

Marfat.com

''بخدا جو آدمی بھی میرے قریب آئے گا میں اس کے جسم میں اپنا تیر پیوست کر دوں گا۔''
لوگوں نے شور مچایا۔ ابوسفیان آئے اور انہوں نے دن دیہاڑے زینب کو لے کر نکلنے پر کنانہ کی سرزنش کی اور اس سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ حضرت زینب کو لے کر مکہ لوٹ جائے اور انتظار کرے حتیٰ کہ رات آ جائے، لوگ پرسکون ہو جائیں، پھر ان کو لے کر روانہ ہو۔ جب جناب رسول اللہ ﷺ کو اس سارے واقعہ کا علم ہوا تو آپ ﷺ غضبناک ہو گئے اور ھبار اور اس کے ساتھی کو زندہ جلا دینے کا حکم صادر فرمایا۔ صبح ہوئی تو فرمایا کہ ''میں نے تم کو ان کے جلانے کا حکم دیا تھا مگر میں نے خیال کیا کہ آگ کے ساتھ عذاب خدا تعالیٰ ہی دے سکتا ہے۔ مگر بہرحال اگر تم ان کو پکڑنے میں کامیاب ہو جاؤ تو انہیں قتل کر دو۔''
(سیرت ابن اسحاق، جلد 2، صفحہ 223)

ابوالعاص کو سیدہ زینب کا پناہ دینا:

چنانچہ جب وہ لشکر، جن کے امین زید بن حارث تھے اور اس میں ستر آدمی شامل تھے، کا آمنا سامنا ابوالعاص سے ہوا، تو انہوں نے وہ سامان تجارت جو وہ شام سے مکہ لا رہے تھے ان سے چھین لیا۔ بعد ازاں ابوالعاص نے حضرت زینب کے پاس جا کر ان سے پناہ طلب کی۔ حضرت زینب گھر سے مسجد نبوی کی طرف چل دیں۔ اس وقت آپ ﷺ نماز میں تکبیر کہہ رہے تھے۔ دیگر مقتدی بھی تکبیر پڑھ رہے تھے۔ حضرت زینب نے باآواز بلند کہا:
''اے لوگو! میں نے ابوالعاص بن الربیع کو پناہ دے دی ہے۔''
جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا، تو فرمایا:
''اے لوگو! کیا جو کچھ میں نے سنا ہے تم نے بھی سن لیا ہے؟''
صحابہ نے عرض کیا ''ہاں، یا رسول اللہ ﷺ!۔
آپ ﷺ نے فرمایا:
''قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان مبارک ہے، مجھے اس کے متعلق کچھ معلوم نہ تھا۔ حتیٰ کہ میں نے سنا جو سنا۔ بے شک مسلمانوں میں سے ان کا ایک ادنیٰ آدمی بھی پناہ دے سکتا ہے۔''
پھر آپ چل دیئے اور اپنی بیٹی کے ہاں تشریف لے آئے۔ فرمایا:
''اے بیٹی! اس کی اچھی طرح دیکھ بھال کرنا مگر اسے اپنی قربت اختیار نہ کرنے دو کیونکہ تم اس پر حرام ہو گئی ہو۔''
(السیرۃ، جلد 2، صفحہ 223)

ابوالعاص کا قبول اسلام:

مسلمانوں نے ابوالعاص کا مال تجارت اسے واپس کر دیا، وہ مکہ لوٹ آیا، مال ان کے اصل مالکوں کے حوالے کر کے ان سے کہا:
((انا اشھدان لاالہ الااللّٰہ وان محمداً رسول اللّٰہ واللّٰہ مامنعنی من الاسلام عندمحمد ﷺ الاتخوفی ان تظنوابی الظنون۔ وانی اردت اکل اموالکم فلمااداھااللّٰہ الیکم وفرغت منھااسلمت))
''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ بخدا مجھے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ہاں اسلام قبول کرنے سے سوائے میرے اس خوف کے اور کسی چیز نے نہیں روکا کہ تم نے میرے ساتھ طرح

Marfat.com

طرح کے گمان کرو گے اور یہ سوچو گے کہ شاید میں نے تمہارے مال کھانے کا ارادہ کر لیا ہے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے وہ مال میں نے تمہارے حوالے کر دیا اور اس سے عہدہ برآ ہو گیا تو اب اسلام قبول کر لیا۔"

پھر مکہ سے نکلے، مدینہ کی راہ لی۔ حتیٰ کہ مدینہ منورہ پہنچ گئے اور جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے ان کی تعریف فرمائی اور حضرت زینب نے ان کے ساتھ رہنا سہنا شروع کیا۔

سیدہ کا انتقال اور سیدہ امامہ سے رسول اللہ کی محبت:

مگر بقضائے الٰہی اس واقعہ کے ایک سال بعد سیدہ زینب کا انتقال ہو گیا۔ انہوں نے اپنے پیچھے ایک لڑکی امامہ اور ایک لڑکا علی چھوڑے، وہ ان دونوں سے راحت و تسلی پاتے تھے۔ منقول ہے کہ امامہ بعینہٖ اپنی والدہ حضرت زینب کی ننھی منی تصویر تھیں اور بلا ریب جناب رسول کریم ﷺ ان میں وہ کچھ پاتے تھے جو حضرت زینب پر آپ کے غم کو ہلکا بنانے والا تھا۔ آپ ﷺ ان سے مانوس ہوتے تھے اور اپنی بے پایاں محبت، لطف و کرم اور شفقت سے انہیں نوازتے تھے۔

بخاری و مسلم میں یوں وارد ہے:

((انه صلی اللّٰه علیه وسلم کان یحملها علی عاتقه ویصلی بها فاذا سجد وضعها حتی یقضی صلاته ثم یعود فیحملها))

"آپ ﷺ امامہ کو اپنے کندھے مبارک پر سوار کر لیتے اور اسی حالت میں نماز ادا فرماتے۔ جب سجدہ میں جاتے تو انہیں اتار کر نیچے بٹھا لیتے۔ یہاں تک کہ ایک رکعت پوری کر لیتے۔ پھر جب دوسری رکعت کی طرف لوٹتے تو انہیں پھر بٹھا لیتے۔"

حضرت زینب آٹھ ہجری میں وفات پا گئیں۔ جناب نبی کریم ﷺ نے بہ نفس نفیس ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ان کے بعد ان کی بیٹی امامہ زندہ رہیں جن سے نبی کریم ﷺ بڑے لاڈ و پیار کرتے تھے۔

(تاریخ الطبری ۵/۴۳۔ ابن حجر الہیثمی، الصواعق المحرقۃ ص ۳۰۳ اور تاریخ یعقوبی ۳/۴۷)

دراصل ان کی ذات میں ان کی رحلت کر جانے والی والدہ کی تصویر انہیں جھلکتی نظر آتی تھی۔ حضرت سیدہ عائشہ بیان کرتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک دفعہ سنگ سلیمانی سے بنا ہوا ایک ہار بطور ہدیہ پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اسے اپنے گھر والوں میں کسی ایک کو بھیجوں گا، عورتوں نے کہا۔ ابو قحافہ کی بیٹی کو بھیجا جائے گا مگر آپ ﷺ نے امامہ بنت زینب کو بلایا اور ان کی گردن میں لٹکا دیا۔

آپ ﷺ ان کو اپنے کندھوں پر اٹھاتے تھے، اس حال میں کہ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے ہوتے جب سجدہ میں جاتے تو ان کے نیچے اتار دیتے جب سجدہ کر لیتے تو انہیں دوبارہ اٹھا لیتے۔ (ابن کثیر، البدایہ والنہایہ)

سیدہ زینب کی شادی ان کے خالہ زاد ابو العاص بن الربیع بن عبد العزیٰ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی سے ہوئی، ان کی والدہ ہالہ بنت خویلد حضرت خدیجہ کی سگی بہن تھیں۔ حضرت زینب کے بطن سے ان کا بیٹا اور بیٹی ہوئی۔ بیٹے کا نام علی اور بیٹی کا نام امامہ تھا۔ جہاں تک علی کا تعلق ہے تو وہ تو جب سن بلوغت کو پہنچے تو اللہ کو پیارے ہو گئے۔ امامہ بقید حیات رہیں، ان سے حضرت علی نے حضرت فاطمہ کی وفات سے کچھ عرصہ بعد شادی کر لی۔ ان کے بعد مغیرۃ بن نوفل بن الحارث بن عبد المطلب نے ان سے شادی کی۔ حضرت امامہ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ (بخاری نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔)

Marfat.com

فصل نمبر 4:

حضرت قاسم اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما

یہ بھی حضرت خدیجہ ہی کے بطن سے حضور کو عطا کیے گئے اور انہی سے آپ اپنی کنیت کرتے تھے، ان کے بعد آپ کو حضرت عبداللہ عطا ہوئے اور یہی طاہر وطیب کے القاب سے معروف ہیں۔ آپ کو یہی نام دیا گیا کیونکہ آپ بعثت کے بعد پیدا ہوئے۔ (الروض الانف: 1:123)

یہ پھول چھوٹی عمر میں ہی مرجھا گئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت قاسم چلنے پھرنے کی عمر تک پہنچ گئے تھے مگر آپ کی وفات تک آپ کی رضاعت کی مدت پوری نہ ہو سکی تھی۔

امام سہیلی روض الانف میں رقم طراز ہیں:

''بعثت کے بعد جناب رسول ﷺ حضرت خدیجہ کے ہاں تشریف لائے انہیں روتا ہوا پایا۔ عرض کیا: یارسول اللہ! میرا دودھ میرے بیٹے قاسم کے لئے زیادہ ہو گیا تھا، کاش کہ وہ زندہ رہتے اور ان کی رضاعت کی تکمیل ہو جاتی۔ فرمایا:

((ان له مرضعافي الجنة تستكمل رضاعته))

''جنت میں ان کے لئے دایہ مقرر کر دی گئی ہے۔ وہاں ان کی رضاعت پوری کر دی جائے گی۔''

☆☆☆

فصل نمبر 5:

حضرت ابراہیم، آنکھوں کی ٹھنڈک

حضرت ابراہیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قبطی بیوی حضرت ماریہ کے بطن سے عنایت کیے گئے۔ آپ اپنے والد گرامی کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ جوں جوں آپ عمر میں بڑے ہوتے گئے تو یہ مشابہت افزوں تر ہوتی چلی گئی۔ جناب رسول اللہ ﷺ کو ان سے بہت محبت تھی، غالباً اس کا سبب یہ ہے کہ وہ قاسم، طاہر، زینب، رقیہ اور حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد پیدا ہوئے مگر حضور ﷺ کی ابراہیم کی یہ خوشی زیادہ دیر تک نہ رہ سکی۔ حضرت ابراہیم سخت بیمار پڑ گئے۔ جب آپ پر دم نزع طاری ہوا حضور ﷺ کو ان کی اس حالت سے آگاہ کیا گیا تو سخت غم اور دکھ کے باعث آپ نڈھال ہو گئے اور حضرت عبدالرحمان بن عوف کے بازوؤں کا سہارا لے کر اس کھجور کے درخت کے پاس تشریف لائے، جہاں حضرت ابراہیم

Marfat.com

تھے۔آپ خوابگاہ میں داخل ہوئے تو انہیں ماں کی گود میں پایا۔ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کرنے والی تھی۔آپ نے انہیں اپنی گود میں لے لیا،غم وحزن آپ کے دل پر چھا گیا،غم والم کی تصویر آپ کے خدوخال اور چہرہ کے خطوط جمال سے پوری طرح عیاں تھی،پھر فرمایا۔

''اے ابراہیم!ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کی قضاء سے نہیں بچا سکتے۔''

پھر آپ نے اپنا سر مبارک جھکا لیا،آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے شروع ہو گئے۔بچے کی روح قفس عنصری سے پرواز کر رہی تھی۔ان کی ماں اور بہن رو رہی تھیں مگر جناب رسول اللہ ﷺ ان کو اس سے منع نہیں فرما رہے تھے۔(حیات محمد،464)

جب حضرت ابراہیم کی روح پوری طرح پرواز کر چکی اور ان کے جسم میں نہ کوئی حرکت تھی اور نہ ہی زندگی کے کوئی آثار تو جناب رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو چھلکنے لگے اور آپ فرما رہے تھے:

''اے ابراہیم!اگر یہ نہ ہوتا کہ یہ معاملہ حق ہے اور یہ وعدہ سچا ہے اور یہ کہ ہمارا پچھلا عنقریب اپنے پہلے سے جا ملے گا تو اس سے بھی زیادہ ہم تم پر غم کرتے۔اس کے بعد آپ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد یوں گویا ہوئے۔آنکھ آنسو بہاتی ہے،دل غم زدہ ہوتا ہے اور ہم نہیں کہیں گے مگر وہی جو رب اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہو اور اے ابراہیم!ہم تجھ پر غم کھانے والے ہیں۔''

مسلمانوں نے اس شدید غم والم کا مشاہدہ کیا جو آپ کو لاحق تھا اور ان میں سے بعض نے کوشش کی کہ اس میں بالکل کھو جانے سے آپ کی توجہ ہٹائیں۔چنانچہ انہوں نے وہ چیز آپ کو یاد دلائی جس سے آپ نے ان کو منع فرمایا تھا تو جناب نے فرمایا:

((ماعن الحزن نهيت،وانمانهيت عن رفع الصوت بالبكاوان ماترون بى اثرومافى القلب من محبة ورحمة،ومن لم يبدالرحمة غير عليه الرحمة))

''میں نے غم کرنے سے منع نہیں کیا تھا،میں نے تو بلند آواز کے ساتھ رونے سے منع کیا تھا اور تم جو میری یہ حالت دیکھ رہے ہو وہ اس محبت ورحمت کا اثر ہے جو میرے دل میں ہے۔جو دوسرے کے لئے اظہار رحمت نہیں کرتا تو کوئی دوسرا بھی اس کے لئے رحمت وشفقت کا مظاہرہ نہیں کرے گا۔''

جس دن حضرت ابراہیم کی وفات ہوئی اس دن اتفاقاً سورج گرہن بھی لگ گیا۔مسلمانوں سے اسے معجزہ خیال کیا اور کہا کہ حضرت براہیم کی رفات کی وجہ سے اسے گرہن بھی لگ گیا ہے۔آپ ﷺ گھبرا گئے اور لوگوں سے خطاب فرمایا اور کہا:

''بے شک سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔انہیں کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا۔اگر تم کبھی ایسا دیکھو تو نماز کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے ذکر کی پناہ لو۔''

یہ کتنا عظیم طرز عمل ہے بلکہ یہ کیسی عظمت ہے جو جناب رسول اللہ ﷺ کو دکھ دینے والے غم کے شدید ترین حالات میں بھی اپنے منصب رسالت کو نہیں بھلاتی۔آپ حق اور سچ سے خاموش نہیں رہتے بلکہ جو تکلیف آپ کو پہنچتی تھی،اس کے حلقے سے اس لئے باہر قدم رکھتے ہیں تاکہ سورج گرہن کا جو مفہوم سمجھا گیا تھا اور جس کو لوگوں نے معجزہ خیال کیا تھا،اس کی حقیقت سے پردہ اٹھائیں۔یہ سچ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو اپنی اولاد سے بے حد محبت تھی مگر اپنی رسالت سے محبت اس سے بہت بڑی اور بدرجہا زیادہ تھی۔

محققین نے لکھا ہے:

Marfat.com

"حضرت ابراہیم ابوالقاسم سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے صاحبزادے ہیں۔ حضرت ابراہیم ذی الحج کے مہینہ آٹھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ کی دایہ سلمیٰ نامی جناب رسول اللہ ﷺ کی لونڈی تھیں، یہ ابورافع کی بیوی تھیں۔ حضرت ابورافع نے بیٹے کی پیدائش پر جناب نبی کریم ﷺ کو خوشخبری سنائی اور مبارک دی تو اس کے صلہ میں آپ ﷺ نے ان کو ایک غلام عطا فرمایا۔ جب حضرت ابراہیم سات دن کی عمر کو پہنچے تو آپ ﷺ نے ان کا عقیقہ کیا۔ ان کے بال منڈوائے اور ان کے وزن کے برابر مساکین پر چاندی صدقہ کی، ان کے بال لے کر زمین میں دفن کر دیئے اور ان کا نام بھی رکھا۔

(حاکم نے المستدرک ۲/۵۳۹ میں اسے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ صحیح الاسناد ہے اور امام بخاری اور مسلمنے اس کی تخریج نہیں کی، ذہبی نے اس سے موافقت کی ہے، ابونعیم "دلائل النبوۃ" ۱۶۳ میں، البیہقی، الدلائل ۲/۳۳۱ میں اسے لائے ہیں۔ کشاف کی احادیث کی تخریج کے سلسلہ میں ابن حجر کا کلام "الکافی الشافی" میں "مجمع الزوائد" میں پڑھیے (۶/۱۸-۱۹)۷۴۔ حاکم نے المستدرک ۴/۴۷-۴۸، طبقات ابن سعد ۸/۳۶، المعرفۃ والتاریخ یعقوب ابن سفیان نے ۳/۱۵۹، ۲۶۹، مجمع الزوائد ۹/۲۱۷، الاصابہ لابن حجر (۴/۳۰۴ میں اسے روایت کیا ہے۔)

حضرت انس سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

(("ولدلی اللیلۃ غلام فسمیتہ باسم ابی ابراھیم"))

"آج رات میرا لڑکا پیدا ہوا ہے۔ میں نے اس کا نام اپنے والد ماجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام پر رکھا ہے۔"

آپ کی ولادت کے بعد اس بات پر انصار کا ایک دوسرے کیساتھ مقابلہ شروع ہو گیا کہ کون ان کو دودھ پلائے گا۔ انہوں نے اس بات کو محبوب جانا کہ وہ حضرت ماریہ کو جناب نبی ﷺ کی خدمت کیلئے فارغ کر دیں، کیونکہ جناب نبی کریم ﷺ کی جوان کے ساتھ محبت تھی، اس سے وہ لوگ بخوبی آگاہ تھے۔ چنانچہ جناب رسول اللہ ﷺ نے انہیں ایک لوہار کی بیوی ام سیف کے حوالے کر دیا۔

(الغابہ ۷/۳۸۴، العبر ۱/۵، ۱۰، طبقات ابن سعد ۸/۳۷-۳۹ الاستیعاب ۴/۴۸۶، الاصابہ ۴/۴۸۹، شذرات الذھب (۱/۱۰، ۱۳، ۱۶، ۱۷) تاریخ خلیفہ ۶۶، المستدرک ۴/۴۸-۴۹، مجمع الزوائد ۹/۲۱۷-۶-۷۔ البخاری نمبر ۵۱۲۲، النکاح، باب (عرض الانسان ابنتہ اواختہ علی اہل الخیر) فتح الباری ۹/۱۷۵، ابن سعد، الطبقات ۸/۳۸، المستدرک ۴/۴۹، مجمع الزوائد ۹/۲۱۷)

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں وارد ہونیوالی حدیث بخاری نے حضرت براء بن عازب سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابراہیم کی وفات ہوئی تو جناب رسول اللہ نے فرمایا:

(("ان لہ مرضعا فی الجنۃ"))

"بے شک ان کیلئے جنت میں ایک دودھ پلانے والی مقرر کر دی گئی ہے۔"

بخاری میں حضرت عبداللہ بن اوفی کی روایت سے یہ حدیث بھی موجود ہے جس میں انہوں نے کہا کہ حضرت ابراہیم بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے، اگر یہ فیصلہ فرما دیا جاتا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد کوئی نبی ہو تو آپ ﷺ کے یہ فرزند ارجمند زندہ رہتے مگر چونکہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں اس لئے یہ زندہ نہ رہے۔

(حاکم المستدرک ۴/۴۸، ابن سعد ۸/۳۸)

امام مسلم اور امام احمد نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((ان ابراھیم ابنی وانہ مات فی الثدی وان لہ لظرین تکملان رضاعہ فی الجنۃ"))

"بے شک ابراہیم میرا بیٹا ہے اور وہ دودھ پینے کے زمانہ میں فوت ہو گئے ہیں اور بے شک ان کی دودھ پلانے والیاں ہیں جو

Marfat.com

جنت میں ان کی دودھ کی مدت پوری کریں گی۔'' (صحاح ستہ)

حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ ﷺ بروز منگل، بیس ربیع الاول سن دس ہجری کو فوت ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر سترہ یا اٹھارہ مہینے تھی۔

جناب انس نے حضرت ابراہیم کی موت کے بارے میں اپنی حدیث میں بیان کیا ہے کہ ہم جناب رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ابوسیف لوہار کے پاس آئے، وہ حضرت ابراہیم کے دائے تھے (یعنی آپ کو دودھ پلانے والی کے خاوند تھے) جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابراہیم کو ان سے لے لیا، انہیں بوسہ دیا، انہیں سونگھا، پھر اس کے بعد ہم دوبارہ اس کے ہاں آئے۔ اس وقت حضرت ابراہیم کی روح قفس عنصری سے پرواز کر رہی تھی۔ یہ منظر دیکھ کر جناب رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے آپ سے عرض کی اور تعجبانہ انداز میں آپ سے پوچھا:

''یارسول اللہ ﷺ آپ بھی ایسا کر رہے ہیں؟''

((فقال یا بنی انها رحمته " ثم اتبعها یا خری ، فقال "ان العین تدمع و القلب یحزن، ولا نقول الا مایرضی ربنا، وانا بفراقك یا ابراهیم لمحزونون"))

''آپ نے جواب میں فرمایا: بیٹے! یہ رحمت ہے، پھر اور آنسو بہائے اور فرمایا: بے شک آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غم کھاتا ہے۔ ہم وہی کہیں گے جو ہمارے رب تعالیٰ کو راضی کرے۔ اے ابراہیم! ہم تمہاری جدائی پر بہت غمزدہ ہیں۔''

آپ کی نماز جنازہ جناب نبی کریم ﷺ نے پڑھائی اور جنت البقیع میں آپ کو دفن کیا گیا۔

رضی الله عنه وارضاه

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 6:

سیرت سیدہ فاطمۃ الزہرا

رسول اللہ ﷺ کی نسل فقط سیدہ فاطمہ سے چلی:

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ کی ساری اولاد سوائے حضرت فاطمہ کے آپ کی زندگی مبارکہ میں ہی وفات پا گئی تھی۔ ان کی وفات آپ ﷺ کے وصال کے چھ ماہ بعد ہوئی۔ چنانچہ اہل بیت میں سے سب سے پہلے آپ ہی حضور ﷺ سے جا ملیں۔ جناب نبی کریم کی نسل انہیں کی اولاد حضرت حسنین سے ہی پھیلی، جہاں تک آپ ﷺ کی دختر نیک اختر حضرت زینب کا تعلق ہے تو ان سے صرف ایک لڑکی امامہ نامی پیدا ہوئیں جو ابو العاص کی بیٹی تھیں۔ حضرت فاطمہ کی وفات کے بعد حضرت علی نے ان سے شادی کر لی۔ ان سے حضرت علی کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ پھر انہوں نے مغیرہ بن نوفل سے شادی کی۔ اس کی بھی ان کے بطن سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ آپ کی صاحبزادی حضرت رقیہ نے حضرت عثمان کیلئے ان کے بیٹے عبداللہ کو جنم دیا جو چھ سال کی عمر میں راہی ملک عدم ہوئے۔

جہاں تک ام کلثوم کا معاملہ ہے تو ان کے بطن سے حضرت عثمان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی، جو اس منشائے ایزدی کی متقاضی تھی۔ جس کی طرف اللہ تعالیٰ کا یہ قول اشارہ کر رہا ہے:

(("ما كان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله و خاتم النبين وكان الله بكل شئى عليما))

"حضرت محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ اللہ کے رسول اور تمام نبیوں میں سے آخری نبی ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔"

((اللهم صلى على سيدنا محمد و على آزواجه و ذريته كما صليت على سيدنا ابراهيم و بارك على محمد و على ازواجه و ذريته كما باركت على ابراهيم انك حميد مجيد))

"اے اللہ! رحمت بھیج ہمارے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر، آپ کی ازواج اور آپ کی اولاد پر جیسے تو نے ہمارے سردار حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھیجی اور حضرت محمد ﷺ پر اپنی برکت نازل فرما اور آپ کی ازواج پر اور آپ کی اولاد پر جیسے تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل فرمائی۔ بے شک تو سب خوبیوں سے اعلیٰ اور بزرگ و برتر ہے۔"

سیدہ کی ولادت:

یہ ہیں سیدہ فاطمۃ الزہرا جناب رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی جن کے ساتھ سیدہ خدیجہ حاملہ ہو چکی تھیں اور اس وقت آپ کی عمر کے پچاسویں سال کو پہنچنے والی تھی۔ سیدہ فاطمہ آپ کی بیٹیوں میں سے چوتھی بیٹی تھیں۔ بے شک ان کی ولادت پر جناب رسول اللہ ﷺ بہت خوش ہوئے اور ان کی پیدائش اس دن اچھی خوشخبری لانے والی اور نیک شگون تھی اور یہ اس دن

Marfat.com

ہوئی جس دن قریش نے بیت الحرام کی تعمیر مکمل کی اور ہر سردار نے یہ ارادہ کیا کہ حجر اسود کو اپنی جگہ میں نصب کرنے کا شرف بس اسے ہی حاصل ہو۔ لہٰذا اس پر ان کے درمیان جھگڑا بپا ہو گیا اور قریب تھا کہ ان میں جنگ چھڑ جائے۔ مگر آخر کار وہ اس شخص کو اس معاملہ میں ثالث مقرر کرنے پر متفق ہو گئے جو اگلے دن سب سے پہلے مسجد میں داخل ہو۔ حسن اتفاق سے اگلے دن مسجد الحرام میں سب سے پہلے داخل ہونے والی شخصیت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تھے۔ سب نے کہا:

''یہ محمد امین ہیں، ہم ان کو ثالث بنانے پر رضامند ہیں۔''

جب آپ ﷺ کو ان کے اختلاف کا سبب معلوم ہوا تو حکم دیا کہ اس پتھر کو اس چادر میں رکھ دو۔ چنانچہ آپ نے اپنی چادر مبارک بچھا دی۔ انہوں نے پتھر کو اس میں رکھ دیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر قبیلے کا سردار چادر کی ایک جانب سے پکڑے اور سب مل کر اس کو اٹھائیں۔ سب نے ایسا کیا۔ جب انہوں نے اس کو اوپر اٹھایا تو آپ نے اس پتھر کو پکڑ کر اپنی جگہ میں رکھ دیا۔ چنانچہ اس طرح اس معاملہ میں ان کا جھگڑا رفع دفع ہو گیا اور فتنہ وفساد کی آگ بجھ گئی۔ آپ ﷺ اپنے دولت کدہ میں واپس تشریف لائے اور آپ نے حضرت خدیجہ کو اس حال میں پایا کہ وہ حضرت فاطمہ کو جنم دے چکی تھی۔ اس کی خوشخبری آپ کو دی گئی۔ آپ بہت زیادہ خوش ہوئے۔ ان کی اس مبارک اور یمن والی ولادت سے آپ ﷺ نے اچھا شگون لیا، آپ کا معزز وباوقار چہرہ خوشی سے دمک اٹھا، ایک ہی دن میں یہ دونوں عظیم واقعات رونما ہوئے۔ یہ شگون لیتے ہوئے کہ یہ ایک دن ماں بنیں گی اور یکے بعد دیگرا اپنی اولاد کا دودھ چھڑائیں گی۔ آپ ﷺ نے ان کا نام فاطمہ رکھا اور ایسے ہی ہوا۔

سیدہ کا بچپن:

حضرت زہرا کی ولادت ہو چکی تھی، اس وقت قریش، کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے۔ بیت اللہ شریف میں حجر اسود اپنی اصلی جگہ رکھنے کے سلسلے میں مختلف قبائل کے مابین جو اختلاف پیدا ہوا، اسے ختم کرنے کے لئے قریش نے ان کے والد کو ثالث بنایا۔ وہ اس وقت بھی موجود تھیں جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

((وانذر عشيرتك الاقربين))

''اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے۔''

تو جناب رسول اللہ ﷺ اپنی قوم کو یوں پکارنے لگے:

''اے عبد مناف کی اولاد! اللہ تعالیٰ کے ہاں اگر تم اس کی نافرمانی کرو، تو میں تمہارے کچھ کام نہیں آ سکتا۔ اے عباس بن عبد المطلب! میں تمہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ اے فاطمہ بنت محمد! اگر ایمان نہ لاؤ تو میں اللہ تعالیٰ سے تمہیں نہیں چھڑا سکتا۔''

سیدہ فاطمہؓ اور رسول اللہ پر قریش کا ظلم:

حضرت فاطمہ ابھی چھوٹی بچی ہی تھیں کہ انہوں نے اپنے والد ماجد کے خلاف قریش کی ظالمانہ اور تکلیف دہ کارگزاریوں کے باعث بے حد تکلیفیں اٹھائیں۔ چنانچہ شعب ابی طالب میں آپ ﷺ کی نظر بندی کے دوران بھی وہ آپ ﷺ کے ساتھ رہیں۔ حضرت فاطمہ نے ایک دفعہ قریش کے ایک گروہ کو دیکھا جو کعبہ شریف کے پاس آپ کے ساتھ جھگڑ رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا:

Marfat.com

کیا آپ ہی وہ شخص ہیں جو ہمارے معبودوں کے بارے میں ایسا ایسا کہتے ہیں اور آپ کو یہ فرماتے بھی سنا: ''ہاں میں ہی وہ شخص ہوں جو ان کے بارے میں ایسا کہتا ہوں۔'' اور ان میں سے ایک کو آپ نے حرکت کرتے ہوئے بھی دیکھا کہ وہ آپ کو گریبان سے پکڑے ہوئے تھا اور یہ ارادہ کر لیا تھا کہ (معاذ اللہ) آپ کا گلا گھونٹ دے۔ مگر اسی دوران حضرت ابو بکر صدیق باآواز بلند اسے منع کرتے ہوئے بولے:

((اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللّٰہ))

''کیا تم ایک شخص کو صرف اس بنیاد پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے۔؟''

حضرت فاطمہ نے اس واقعہ کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا اور اپنے کانوں سے سنا اور اس سارے منظر کو دیکھ کر آپ بہت روئیں۔

عتبہ بن ابی معیط کی نامرادی:

ایسا ہی ایک واقعہ بیت اللہ کے پاس پیش آیا۔ عتبہ بن ابی معیط مذبوحہ جانور کی اوجھڑی آپ ﷺ کی پشت پر اس وقت رکھ رہا تھا جبکہ آپ ﷺ سجدہ کی حالت میں تھے۔ حضرت فاطمہ اپنے باپ کی طرف بڑھیں اور جو کچھ اس گناہ گار سیاہ کار نے آپ کی پشت مبارک پر رکھا تھا، اس کو دور ہٹایا اور اسے بددعا دی۔ جب رسول کریم ﷺ نے سجدے سے اپنا سر اٹھایا تو یہ دعا مانگی:

''اے اللہ! سرداران قریش ابو جہل، عتبہ، شیبہ بن ابی معیط، ولید بن عتبہ اور امیہ بن خلف تیرے ذمے ہیں، تو خود ان کی خبر لے۔''

جبرائیل اور سیدہ فاطمہ:

اسراء اور معراج کے باب میں حضرت عبداللہ بن عباس سے یوں حدیث مروی ہے:

''جناب رسول کریم سوموار کی شب ستائیسویں رجب کو حضرت ام ہانی کے گھر قیام پذیر تھے۔ حضرت فاطمہ بھی آپ کے ساتھ تھیں۔ اس وقت ان کی عمر نو سال تھی۔ اچانک دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آئی۔ حضرت فاطمہ باہر نکلیں تاکہ رات کے وقت آنے والے کو دیکھیں۔ کیا دیکھتی ہیں کہ وہ ایک شخص ہے جو زیورات پہنے ہوئے اور نئی پوشاک زیب تن کیے ہوئے ہے۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ وہ کیا چاہتا ہے۔؟ اس نے جواب میں کہا: میں حضرت محمد سے ملنا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر آپ واپس لوٹیں تاکہ جناب ﷺ سے اس کے لئے اجازت طلب کریں۔ جناب نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جبریل ہیں۔

سیدہ فاطمہ کی منگنی:

حضرت زہرا کی عمر جب اٹھارہ برس کی ہوئی تو ان کی منگنی کے لئے حضرت ابو بکر صدیق رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا:

((''یا ابا بکر انتظر بھا القضاء''))

''اے ابو بکر! فاطمہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کیجئے۔''

بعد ازاں حضرت عمر حاضر ہوئے اور منگنی کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے انہیں بھی وہی فرمایا۔ منگنی کی غرض سے

Marfat.com

حضرت علی کرم اللہ وجہ بھی شرماتے شرماتے حاضر خدمت ہوئے۔ فرماتے ہیں کہ جب میں آپ کے پاس بیٹھا تو میں کچھ نہ بول سکا۔ حضور اکرم ﷺ نے پوچھا: کیسے آنا ہوا؟ کیا کوئی حاجت ہے۔؟ میں خاموش رہا۔ پھر فرمایا: غالباً تو فاطمہ کی منگنی کے لئے آیا ہے۔؟ میں نے عرض کی: ہاں! یا رسول اللہ! حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ کا نکاح ان سے کر دیا۔

جب یہ خبر سیدہ فاطمہ کو پہنچی تو رونے لگ گئیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

''اے فاطمہ! تجھے کیا ہوا ہے؟ تو کیوں روتی ہے؟ اللہ کی قسم! میں نے تیرا نکاح ایک ایسے شخص سے کیا ہے جو علم کے لحاظ سے ان سب سے بڑھ کر ہے، علم کے لحاظ سے ان سے افضل ہیں اور اسلام قبول کرنے کے لحاظ سے (لڑکوں میں) سب سے پہلے ہیں۔''

سیدہ کی شادی:

جس رات حضرت فاطمہ کی شادی حضرت علی سے ہوئی، رسول اللہ ﷺ نے پانی منگوایا وضو کیا اور حضرت فاطمہ پر انڈیل دیا اور فرمایا:

((اللهم بارك فيهاو بارك عليهاو بارك لهمافي نسلهما))

''اے اللہ! اس میں برکت دے۔ اس پر اپنی برکت نازل فرما اور ان دونوں کی نسل میں برکت دے۔''

حضرت علی نے جناب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا:

''ہم میں آپ ﷺ کو کون زیادہ محبوب ہے، میں یا فاطمہ؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''فاطمہ تیری نسبت مجھے زیادہ محبوب ہے اور آپ ان کی بہ نسبت میرے نزدیک زیادہ مکرم ہیں۔''

سیدہ کی فضیلت:

☆ جہاں تک آپ ﷺ کی چوتھی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا تعلق ہے۔ ان کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((مارايت قط افضل من فاطمته غير ابيها))

''میں نے سوائے ان کے باپ کے ہرگز ہرگز کوئی ان سے افضل نہیں دیکھا۔''

☆ حضرت عبداللہ بن عباس جناب رسول کریم ﷺ سے درج ذیل حدیث روایت کرتے ہیں:

''جنت کی تمام عورتوں سے افضل حضرت خدیجہ ہیں، ان کے بعد حضرت فاطمہ، پھر مریم، پھر آسیہ۔''

☆ حضرت ابو سعید خدری سے مرفوعاً مروی ہے:

''فاطمہ تمام جنتی خواتین کی سربراہ ہیں۔''

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فاطمہ سے فرمایا:

''اللہ تیری رضا پر راضی اور تیرے غضب پر ناراض ہوتا ہے۔''

☆ حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب کسی سفر سے واپس تشریف لاتے تو اپنی بیٹی کو فاطمہ کو بوسہ دیتے اور پیار

Marfat.com

کرتے۔

☆ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

سیدہ فاطمہ آئیں یوں لگتا تھا کہ گویا ان کی چال جناب رسول اللہ ﷺ کی چال ہے آپ ﷺ نے انہیں دیکھ کر فرمایا: میری بیٹی خوش آمدید۔ پھر انہیں اپنی دائیں جانب بٹھایا اور ان سے سرگوشیاں کیں، وہ رو پڑیں۔ پھر کوئی بات آہستہ سے کہی تو ہنس پڑیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں: میں نے دل میں کہا: میں نے آج کے دن بہ نسبت غم کے خوشی کے قریب جتنا انہیں دیکھا، ایسا اس سے پہلے کبھی بھی نہیں دیکھا تھا۔ چنانچہ جناب رسول کریم ﷺ نے ان سے جو کچھ فرمایا تھا، میں نے اس کے بارے میں استفسار کیا۔ تو فرمانے لگیں: میں جناب رسول اللہ ﷺ کے راز کو افشا کرنے والی نہیں ہوں۔ جب جناب رسول کریم ﷺ کا وصال ہوا تو میں نے دوبارہ ان سے پوچھا۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ جبریل علیہ السلام سال میں ایک دفعہ میرے ساتھ قرآن کریم کا دورہ کیا کرتے تھے، اس سال انہوں نے دو دفعہ کیا ہے، مجھے یوں لگتا ہے کہ میرے وصال کا وقت قریب آن پہنچا ہے اور میرے اہل بیت میں سے آپ سب سے پہلے مجھ سے ملنے والی ہوں گی، اور میں تیرا کیا ہی اچھا پیش رو ہوں، تو میں رو پڑی۔ اس پر آپ نے فرمایا: کیا تو اسے راضی نہیں کہ تو تمام جہان کی عورتوں کی سردار ہو، تو میں ہنس پڑی۔

سیدہ کے ہوتے ہوئے حضرت علی دوسری شادی نہیں کر سکتے ...... حکم رسالت:

حضرت فاطمۃ الزہرا کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ کی محبت اور ان کے رحیمانہ پدری جذبات کا ظہور اس دن ہوتا ہے جس دن آپ ﷺ کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت علی نے ایک مخزومی عورت عمرو بن ہشام (ابو جہل) اللہ کے دشمن اور اللہ کے رسول کے دشمن کی بیٹی سے شادی کا معاملہ طے کر لیا ہے۔

آپ ﷺ مسجد تشریف لے گئے۔ غصے کی حالت میں منبر پر کھڑے ہوئے۔ اپنے صحابہ کو خطاب کیا اور فرمایا:

''ہشام بن مغیرہ کے گھر والوں نے مجھ سے اجازت طلب کی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح علی بن ابی طالب سے کر دیں۔''

تین بار آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

''میں ان کو اجازت نہیں دوں گا۔ البتہ اگر علی بن ابی طالب چاہیں تو پہلے میری بیٹی کو طلاق دے دیں، پھر ان کی بیٹی سے نکاح کر لیں۔ بے شک میری بیٹی میری لخت جگر ہے جو اس کو پریشان کرتا ہے وہ فی الحقیقت مجھے پریشان کرتا ہے اور جو اسکو اذیت پہنچاتا ہے وہ مجھے اذیت دیتا ہے اور مجھے یہ بھی خوف ہے کہ کہیں وہ اپنے دین کے معاملے میں فتنے میں مبتلا کر دیا جائے۔''

آپ ﷺ نے اپنے داماد ابو العاص بن الربیع کا ذکر کیا اور ان کے ساتھ اپنے رشتہ (جس کو انہوں نے اچھی طرح نبھایا تھا) کی خوب تعریف کی۔ پھر فرمایا:

''اس نے جو کچھ مجھ سے کہا اس کو سچ کر دکھایا۔ مجھ سے وعدہ کیا اس کو اچھی طرح نبھایا۔ میں اللہ تعالیٰ کے کسی حرام کو حلال نہیں کرتا اور نہ ہی کسی حرام کو حلال ٹھہراتا ہوں۔ مگر بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی بھی ایک گھر میں رسول اللہ کی بیٹی اور اپنے دشمن کی بیٹی کو جمع نہیں کرے گا۔''

(بخاری، 29، 538، مسلم 44/14، سنن ابی داؤد کتاب 12، سنن الترمذی کتاب 36، سنن ابن ماجہ 56/9، مسند الامام احمد 4/326-328)

Marfat.com

رسول اللہ کا سیدہ اور سیدہ کی اولاد سے پیار:

☆ حضرت زہرا نے حسن، حسین، زینب اور ام کلثوم کو جنم دیا۔ جناب رسول اللہ ﷺ ان سب سے بہت زیادہ محبت فرماتے تھے اور ان پر اپنے لطف و کرم اور شفقت و رحمت کا ایک سیلاب بہاتے تھے۔ خاص طور پر حسن و حسین آپ کی محبت کا مرکز تھے۔ جن کے بارے میں آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

((هذاان ابنائی ابناابنتی اللهم انی احبهمافاحبجماواجب من یحبهما))

''یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان دونوں کو اپنی محبت سے نواز اور جو کچھ ان سے محبت کرتا ہے اسے بھی محبت کر۔''

☆ مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت حسین تھے۔ ان دونوں حضرات میں سے ہر ایک آپ کے ہاتھ مبارک کو پکڑے ہوئے تھا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ اندر داخل ہوئے، حضرت علی اور حضرت فاطمہ کو اپنے قریب کیا اور حسن اور حسین میں سے ہر ایک کو اپنی گود میں بٹھایا۔ پھر اپنی چادر مبارک ان دونوں پر اوڑھ دی اور یہ آیت کریمہ پڑھی:

((انمایریداللّٰہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهر کم تطهیرا))

(الاحزاب:33)

''اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے، اے نبی کے گھر والو! تم سے ہر ناپاکی کو دور کردے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کردے۔''

((وقال اللهم هولاء اهل بیتی))

اور آپ ﷺ عرض کیا: ''اے اللہ! یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں۔''

☆ ایک بار پھر رسول اللہ ﷺ کے پدری جذبات بڑی انوکھی صورت میں ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ وہ ایسے کہ ایک دفعہ آپ ﷺ کو دیکھا گیا کہ آپ اپنے نواسوں میں سے ایک کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے جا رہے ہیں۔ حتیٰ کہ آپ مسجد نبوی میں پہنچ گئے۔ نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور بڑی نرمی کے ساتھ ان کو اپنے پہلو میں زمین پر بٹھایا اور لوگوں کی امامت شروع کردی۔ مگر جب لوگوں نے آپ کو خلاف عادت لمبے سجدے کرتے پایا تو تعجب کیا۔ جب نماز پڑھی جا چکی تو انہوں نے اس بارے میں آپ سے یوں استفار کیا:

''اے اللہ کے رسول! بے شک آپ نے اتنا لمبا سجدہ کیا ہے کہ ہم یہ گمان کرنے لگ گئے کہ کوئی بات واقع ہوگئی ہے یا آپ کی طرف وحی کی جا رہی ہے۔''

حضور ﷺ نے فرمایا:

''ایسی کوئی بات نہیں۔''

((ولکن ابنی ارتحلنی فکرهت ان اعجله حتی یقضی حاجته))

''حقیقت یہ ہے کہ میرا بیٹا مجھ پر سوار ہوگیا تھا۔ میں نے اسے جلدی میں ڈالنا پسند نہ کیا اور اسے مہلت دی کہ وہ اپنی حاجت پوری کرے۔''

Marfat.com

((ویری و ھو اخذیکتفی الحسین و قدماہ علی قدمیہ یرقصه قائلا "ترق ترق"))

"اور یہ بھی دیکھا گیا کہ آپ ﷺ ایک دفعہ حضرت حسین کو کندھوں سے پکڑے ہوئے تھے اور ان کے قدم آپ کے مبارک قدموں پر تھے۔ آپ ﷺ ان کو یہ کہتے ہوئے بہلا رہے تھے: چڑھئے، چڑھئے۔ بچہ اوپر چڑھتا جاتا ہے حتیٰ کہ اپنے قدم اپنے نانا کے سینہ مبارک پر رکھ دیتا ہے تو آپ ﷺ اس کو فرماتے ہیں:

(("افتح فاك"))

"اپنا منہ کھولئے۔"

بچہ اپنا منہ کھولتا ہے۔ آپ ﷺ اس کو بوسہ دیتے ہیں اور یہ فرما رہے ہوتے ہیں:

"اے اللہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں، آپ بھی اس سے محبت کریں اور اس سے بھی، جو اس کو محبوب رکھتا ہے۔"

(صحیح مسلم، کتاب الفضائل 1882/3)

☆ جناب رسول اللہ ﷺ کے ایک دفعہ اپنے نواسے کو بوسہ دینے کی وجہ سے ایک شخص (حضرت اقرع بن حابس) بہت متعجب ہوا اور کہنے لگا:

"میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ آپ اپنے نواسے کے ساتھ ایسا کر رہے ہیں۔ بخدا میری اولاد ہے۔ میں نے ان میں سے کسی کو بھی کبھی بوسہ نہیں دیا۔"

جناب رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا:

((من لایرحم لا یرحم))

"جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔"

محبوب ترین صاحبزادی:

یہ فاطمہ الزہرا ہیں جو محمد بن عبد اللہ، اولاد آدم کے سردار اور تمام انبیاء اور مرسلین کے خاتم کی صاحبزادی ہیں۔ ان کی زندگی کی تاریخ، ان کی جدوجہد، ان کا صبر، جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کی محبت، ان کی آپ کیلئے غمگساری و دلجوئی، ان کا خاوند، ان کی اولاد یہ ساری چیزیں اس امت کی تاریخ کا ایک اہم حصہ ہیں، یہ آپ کا ہم پر حق ہے کہ ہم وقتاً فوقتاً اس کی طرف رجوع کریں تاکہ اس ذی عظمت تاریخ کو یاد رکھیں اور اہل بیت رسول اللہ ﷺ کی اس معطر سیرت کے مطالعہ کے صدقے ہم اپنے نفوس کو جلا بخشیں اور انہیں پاک کریں۔

سیدہ کے نکاح کا دن:

وہ بتول (دنیا سے اعراض کر کے اللہ سے لَو لگانے والی) جناب رسول اللہ ﷺ کا پھول ہے۔ وہ رسول کریم اور نبی عظیم کی زوجہ ام المومنین سیدہ خدیجہ بنت خویلد کی بیٹی ہیں۔ حضرت فاطمہ جناب نبی کریم ﷺ کی بقید حیات رہنے والی اولاد میں سے آخری بیٹی تھیں جو حضور ﷺ کے وصال کے وقت تک موجود رہیں اور تمام اہل بیت میں سے سب سے پہلے آپ ﷺ سے ملاقات کرنے والی، مومنین کی عورتوں کی سردار، حضور ﷺ کے چچازاد بھائی سیدنا علی بن ابی طالب کی زوجہ فاطمہ الزہرا بنت رسول اللہ ﷺ تھیں۔ ان کا دادا حضرت عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف تھا۔ وہ دن خاص دن تھا جس دن سیدنا علی بن ابی

Marfat.com

طالب کرم اللہ وجہ سیدۃ فاطمۃ الزہرا کا رشتہ مانگنے کیلیے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور آپ کے نکاح کا دن بھی خاص دن تھا۔

برکت کی دعا:

نکاح کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھر تیار کیا تاکہ اس میں اپنی دلہن کا استقبال کر سکیں۔ اس رشتہ سے اولاد عبد المطلب بے حد خوش ہوئی اور اسی طرح تمام مسلمانان مہاجرین و انصار میں بھی خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ جناب نبی کریم ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا:

''اے علی! شادی کا ولیمہ تو ضرور ہونا چاہیے۔''

سیدنا علی فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک مینڈھا تھا۔ نیز قبیلہ انصار کے لوگوں نے ان کیلیے کئی سیر مکئی جمع کر دی۔ جب شادی کی پہلی رات آئی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا:

''تم ان سے اس وقت تک بالکل کوئی بات نہ کرنا جب تک تم دونوں مجھ سے نہ مل لو۔''

چنانچہ جناب رسول اللہ ﷺ نے پانی منگوایا۔ اس سے وضو فرمایا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر انڈیل دیا۔ پھر فرمایا:

((اللهم بارك فيهما و بارك عليهما، و بارك في شبلهما))

''اے اللہ! ان دونوں میں برکت دے، ان دونوں پر اپنی برکت نازل فرما اور ان دونوں کی اولاد میں بھی برکت دے۔''

اسماء بنت عمیس سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں:

((كنت في زفاف فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما اصبحنا جاء النبي ﷺ الى الباب فقال يا ام ايمن ادعى لي اخي قالت هو آخوك و تنكحه ابنتك قال نعم يا ام ايمن))

''میں فاطمہ بنت رسول اللہ کی رخصتی کے وقت ان کے ساتھ موجود تھی۔ جب ہم نے صبح کی۔ جناب رسول اللہ ﷺ ہمارے دروازے پر تشریف لائے۔ فرمایا: میرے بھائی کو میرے پاس بلایئے! عرض کی: وہ آپ کے بھائی ہیں اور آپ اپنی بیٹی کا ان سے نکاح کرتے ہیں۔؟ فرمایا: ہاں! اے ام ایمن! اس نے کہا کہ جب عورتوں نے جناب نبی کریم ﷺ کی آواز مبارک سنی تو وہ چھپ گئیں اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ایک طرف ہو گئیں۔ میں بھی ایک کونے میں چھپ گئی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے، نبی کریم ﷺ نے ان پر پانی چھڑکا اور ان کیلیے دعا فرمائی۔ پھر فرمایا: فاطمہ کو بلایئے۔ وہ حیاء کی وجہ سے شرماتی شرماتی حاضر ہوئیں۔ جناب نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: حوصلہ کیجیے میں نے تیرا نکاح اس شخص سے کیا ہے جو میرے اہل بیت میں سے مجھے سب سے زیادہ پیارا ہے۔ پھر جناب نبی کریم ﷺ نے ان پر پانی چھڑکا اور ان کیلیے دعا فرمائی۔''

سیدہ کی شادی میں شرکت کرنے والوں کے لیے دعا:

حضرت اسماء کہتی ہیں کہ بعد ازاں جناب رسول اللہ ﷺ واپس لوٹے، آپ ﷺ نے اپنے سامنے پرچھائیاں دیکھیں، فرمایا: یہ کون ہے؟ میں نے عرض کی: میں ہوں۔ فرمایا: اسماء بنت عمیس؟ تو میں نے عرض کیا: ہاں یا رسول اللہ! فرمایا: تم فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ (جس کی تم عزت کرتی ہو) کی شادی سے آ رہی ہو؟ میں نے عرض کیا: ہاں یا رسول اللہ! آپ نے

Marfat.com

میرے لئے دعا فرمائی۔

کم لاگت والا نکاح:

چنانچہ یہ شادی خانہ آبادی کم سے کم لاگت معمولی بوجھ اور بڑی آسانی اور سہولت کے ساتھ تکمیل پذیر ہوئی اور اس کیلئے اسے جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف سے عطا شدہ برکت ہی کافی رہی۔ دلہن فاطمہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی بیٹی اور ان کے جسم کا ٹکڑا ہیں اور تمام لوگوں سے بڑھ کر ان کو محبوب ہیں اور یہ وہی ہیں جنہیں آپ ﷺ نے اپنی وفات سے تھوڑا عرصہ پہلے یہ خوشخبری سنائی تھی کہ وہ دنیا اور آخرت میں مومنین کی عورتوں کی سردار ہیں۔

سیدہ کا جہیز:

دیکھئے اور سنئے زہرا بنت محمد ﷺ کا جہیز کیسا تھا۔ وہ حضرت محمد ﷺ جو ساری مخلوق کے سردار ہیں۔ عطاء بن السائب نے اپنے باپ سے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، انہوں نے فرمایا:

((فی خمیل و قربة ووسادة حشوها اذخر))

''جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ کو جہیز میں ایک جھالردار کپڑا، مشک، ایک تکیہ جس کی بھرتی خوشبودار گھاس سے تھی عطا کئے۔''

اور ایک اور روایت میں جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، اس میں یوں آیا ہے:

((ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لما زوجه فاطمة بعث معها بخميلة وو سادة من ؤدم حبثوهاليف رحيين و سقاء جرتين))

''جب جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ کی شادی کی۔ تو ان کے جہیز میں ایک جھالردار چادر، چمڑے کا ایک تکیہ جس کی بھرتی کھجور کی چھال سے تھی، دو چکیاں، ایک مشک اور دو گھڑے بھجوائے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ کی شادی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کی تو جو چیزیں آپ ﷺ نے ان کو بطور ہدیہ دیں ان میں سے ایک کھجور کے بٹے ہوئے پتوں سے بنی ہوئی چارپائی تھی، چمڑے کا ایک تکیہ تھا جس میں کھجور چھال بھری ہوئی تھی اور ایک مشک تھی۔ راوی نے کہا کہ وہ لوگ وادی رمل کی چھوٹی چھوٹی کنکریاں لائے اور انہیں گھر میں بچھا دیا۔''

کیا اس سے بہتر کوئی نکاح آپ نے دیکھا ہے؟ جو چیز بھی اس میں تھی بڑی سہولت اور آسانی اور خیر و برکت کے ساتھ پایہ تکمیل کو پہنچا ہو۔ اب فاطمہ حضرت محمد ﷺ کی دختر نیک اختر اپنے اس نئے گھر میں داخل ہوتی ہیں جس میں ریت بچھائی گئی ہے اور اس میں چمڑے کا وہ تکیہ موجود ہے جس کی بھرتی کھجور کی چھال ہے۔ سبحان اللہ!

سیدہ کی مشکل ترین زندگی:

حضرت امام علی کرم اللہ وجہہ فقیر تھے کوئی چیز نہیں رکھتے تھے۔ ان کی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زندگی بہت سارے پہلوؤں کے لحاظ سے بہت مشکل تھی۔ حضرت فاطمہ جسمانی ساخت کے لحاظ سے بہت کمزور تھیں، کیونکہ شعب میں محاصرہ کے دوران انہیں بہت بھوک و پیاس اور محرومی برداشت کرنا پڑی۔ جب وہ لوگ محاصرہ سے نکلے اور مکہ معظمہ واپس

Marfat.com

لوٹے تو بھی برابر مشقتوں اور مشکلات کا سامنا رہا، آئے دن قریش کی اذیتوں کا سامنا کرنے میں اپنے والدگرامی ﷺ کا ہاتھ بٹانے، ننگے پاؤں مدینہ منورہ پہنچیں اور اپنے والد ماجد جناب نبی کریم ﷺ کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگیں جو آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتے تھے اور دنیا کی کسی چیز کی انہیں پرواہ تک نہیں تھی۔ بس صرف اور صرف مسلمانوں کے حال و احوال کا اہتمام فرماتے اور اپنے اہل بیت کا خیال رکھتے، پھر اس کے بعد وہ اپنے عالم متقی اور مجاہد خاوند کے پاس آ گئیں جو ایک عاجزانہ اور تواضع والی زندگی پر قانع تھے اور کوئی چیز نہیں رکھتے۔ حضرت فاطمہ بھی اس پر مشقت زندگی میں بڑی خوشی اور اطمینان کے ساتھ ان کی شریک حیات ہوگئیں۔

حدیث میں آیا ہے کہ امام علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس قدر ممکن ہوتا ان کی بہ نفس نفیس مدد فرماتے تھے کیونکہ یہ ان کے مقدور میں نہ تھا کہ وہ کوئی مزدور یا ملازم رکھیں، جو ان کی خدمت کرے۔ وہ چکی پیسنے کے نشانات جب ان کے نرم و نازک ہاتھوں میں دیکھتے تو ان پر بڑا اثر ہوتا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ام عبد سے فرمایا:

''کیا میں تمہیں اپنے اور فاطمہ کے بارے میں نہ بتاؤں جو جناب رسول اللہ ﷺ کو سب گھر والوں سے بڑھ کر محبوب تھیں۔ وہ میرے پاس تھیں چکی پیستی تھی۔ یہاں تک کہ پیستے پیستے ان کے مبارک ہاتھوں میں نشان پڑ گئے۔ مشک بھر کر لاتی تھیں، جس کے نشانات ان کے سینہ مبارک پر بھی نمایاں ہو گئے۔ گھر میں جھاڑو دیتی تھیں، یہاں تک ان کی کپڑے میلے ہو جاتے۔ چولہا جلاتیں، حتیٰ کہ کپڑے سیاہی مائل ہو جاتے۔''

ایک روایت میں ہے کہ روٹیاں پکانے کی وجہ سے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا تھا اور اس سے ان کی صحت کو نقصان پہنچا۔

اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے:

((''لقد مجلت يد ای من الرحی اطحن مرة و اعجن مرة''))

''میرے دونوں ہاتھوں کا چمڑہ سخت ہو گیا تھا کیونکہ میں کبھی چکی پیستی تھی اور کبھی آٹا گوندھتی۔''

امام ذہبی نے اپنی کتاب ''سیر اعلام النبلاء'' کے حوالے سے ذکر کیا ہے، انہوں نے عمرو بن مرة سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ عمرو نے ابی البحری سے، ابو البحری نے کہا:

((قال علی لامته اکفی فاطمة الخدمة خارجا و تکفیك هی العمل فی البیت ولعجن، والخبز والطحن))

''امام علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی لونڈی سے کہا کہ تو گھر سے باہر فاطمہ کے کام سرانجام دے، وہ گھر کے اندر کے کام میں تیری کفایت کریں گی، یعنی گھر کا اندرونی کام کاج وہ کریں گی، مثلاً: آٹا گوندھنا، روٹی پکانا اور چکی پیسنا وغیرہ وغیرہ۔''

سیدہ قیدی مانگنے جاتی ہیں:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک دفعہ جب کہ کامیاب جنگوں میں سے کسی ایک جنگ میں قیدی جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچے، حضرت فاطمہ سے فرمایا:

''جائیے! ایک قیدی عورت حضور ﷺ سے مانگئے۔ جس مشکل میں آپ ہیں اس میں وہ تمہارا ہاتھ بٹائے گی۔ مجھے یقین ہے کہ جو مرتبہ آپ کا ان کے ہاں ہے، آپ ﷺ تمہیں خالی ہاتھ نہیں لوٹائیں گے۔''

حضرت زہرا نے اپنے محبوب خاوند کے حکم پر تعمیل کی اور اپنے باپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ جناب نے ان سے پوچھا:

Marfat.com

بیٹا کیسے آنا ہوا؟ عرض کی: ابو! میں صرف سلام کرنے حاضر ہوئی ہوں۔ حیاء مانع آیا اپنے والد ماجد سے کچھ نہ مانگ سکیں، اور ایسے ہی واپس آ گئیں، جیسے گئی تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب ان کے اس معاملے کا پتہ چلا تو ان کے ساتھ ہو لئے اور دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دفعہ بات شروع کی اور حضور ﷺ سے وضاحت کی کہ مال غنیمت میں جو قیدی آپ کی خدمت میں آئے ہیں، فاطمہ اپنے لئے ایک عورت ان میں سے آپ سے مانگنے آئی تھیں تاکہ گھر کے کام کاج میں وہ ان کی مدد کر سکے، کیونکہ وہ اکیلی اس کام کو پورے طور پر نہیں کر سکتیں مگر شرم کی وجہ سے آپ ﷺ سے نہ مانگ سکیں۔ آپ ﷺ نے ان دونوں کو جو جواب دیا وہ یہ تھا:

((لا واللہ لا اعطیکما وادع اھل الصفة تتلوی بطونھم لا اجد ما انفق علیھم ولکن ابیعھم وانفق علیھم اثمانھم))

''نہیں! واللہ! میں یہ تمہیں نہیں دوں گا۔ تمہیں دوں اور اہل صفہ کو اس حال میں چھوڑ دوں کہ ان کے پاس پیٹ بھوک کی وجہ سے ان کے جسموں کے ساتھ لگے ہوئے، بل کھا رہے ہوں اور میرے پاس ان پر خرچ کرنے کیلئے کچھ نہ ہو۔ لہٰذا میں ان کو بیچ کر ان کی قیمت ان پر خرچ کروں گا۔''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابو امامہ کی روایت سے حدیث آئی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اصبری یا فاطمة ان خیر النساء التی نفعت اھلھا))

''اے فاطمہ! صبر کیجئے۔ بے شک سب عورتوں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کو نفع دے۔''

اب حضرت زہرا اور ان کا خاوند جناب رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو سن کر خوشی خوشی واپس لوٹے، کیونکہ ان سے زیادہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ارادوں کو کون جانتا تھا اور اس سے بڑھ کر یہ کہ وہ دونوں یہ جانتے تھے کہ آپ ہمیشہ حق ہی کہتے ہیں اور حق ہی کرتے ہیں۔ حضرت فاطمہ کے اپنے والد ماجد سے اس مطالبہ نے آپ کے دل کی گہرائیوں میں اتر کیا۔ چنانچہ شام کے وقت آپ ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے۔ دروازہ کھولا تو کیا دیکھتے ہیں، کہ وہ دونوں سردی سے ٹھٹرے ہوئے ایک لحاف میں سکڑے ہوئے ہیں، اگر اپنے سر کو ڈھانپیں، تو پیر ننگے ہوتے ہیں اور اگر قدموں کو ڈھانپتے ہیں تو سر ننگا ہوتا ہے۔ محبوب کو دیکھا تو ان کے استقبال کیلئے اٹھنے لگے۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

''اپنی جگہ میں ہی رہو، کیا میں تمہیں اس سے بہتر نہ بتاؤں جو تم نے مجھ سے مانگا ہے۔؟''

ان دونوں نے عرض کی:

''ہاں! کیوں نہیں یا رسول اللہ! ہمیں ضرور بتایئے۔''

آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: یہ چند کلمات ہیں جو جبریل علیہ السلام نے مجھے سکھائے ہیں، تم ہر نماز کے بعد دس دفعہ سبحان اللہ، دس دفعہ الحمد للہ اور دس دفعہ اللہ اکبر پڑھا کرو اور جب بستر پہ سونے لگو تو تینتیس دفعہ سبحان اللہ، تینتیس دفعہ الحمد للہ اور تینتیس دفعہ اللہ اکبر کہا کرو، بعد ازاں انہیں الوداع کہا اور چل دیئے۔

رسول اللہ کے عطا کردہ کلمات کو متواتر پڑھنا:

جناب امام علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمر بھر یہ کلمات پڑھتے رہے اور فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! جب سے مجھے جناب رسول اللہ ﷺ نے یہ کلمات سکھائے ہیں میں نے ان کا پڑھنا نہیں چھوڑا، ان کے ساتھیوں میں سے ایک نے عرض کی: حضرت! کیا

Marfat.com

جنگ صفین کی رات بھی آپ نے ان کا پڑھنا ترک نہیں فرمایا۔؟ فرمانے لگے: صفین کی رات بھی میں نے ان کا پڑھنا نہیں چھوڑا۔

ایک روایت میں آیا ہے:

((''الا لیلة صفین فانی ذکر تھامن آخر اللیل فقلنھا''))

''مگر صفین کی جنگ میں مجھے یہ تسبیحات رات کے آخری حصہ میں یاد آئیں تو میں نے انہیں پڑھ لیا۔''

اے میرے سردار! اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے سچ فرمایا ہے:

((لیست الدنیا لمحمد ولا لال محمد))

''دنیا محمد ﷺ اور آل محمد کیلئے نہیں کی۔''

تنگدست اور عسرت والی زندگی:

رسول اللہ ﷺ کی محبوب بیٹی نے ہمیشہ تنگدستی اور عسرت میں زندگی گزاری، کیونکہ آپ کے خاوند کے پاس سوائے شجاعت، علم، ایمان، لگاتار جہاد کی دولت کے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی تھی اور کچھ نہیں تھا۔ آپ اس قدر چکی پیستی تھیں کہ ہاتھوں میں ورم آجاتا تھا۔ مشک بھر کے لاتیں یہاں تک کہ اس کے اٹھانے کے اثر سے آپ کا سینہ مبارکہ سیاہ ہو گیا اور اپنے ہاتھ سے جھاڑو لگاتیں۔ یہاں تک کہ کپڑے گرد آلود ہو جاتے۔ یہ تھی نبی امت ﷺ کی بیٹی کی زندگی اور اس امت کے، شہ سوار اور عالم و فاضل ان کے خاوند کی زندگی، ایسی زندگی اور اس کی پریشانیوں اور گھریلو مشکلات سے اٹھا کر جناب رسول اللہ ﷺ نے بلند درجات کے لحاظ سے انہیں اعلیٰ وارفع مقام پر پہنچا دیا۔ بلاشبہ ان کا مقام یہ ہے کہ وہ تمام امت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

سنجیدہ اور بہترین زندگی:

بہتر سے بہتر انداز جس کے مطابق حضرت فاطمہ کی زندگی کے بارے میں بیان کیا جا سکتا ہے، وہ یہ ہے کہ بلاشبہ ان کی زندگی ایک سنجیدہ اور مضبوط ارادے والی زندگی تھی۔ یہ وہ زندگی تھی جو اصل، خلق، حسب و نسب کے لحاظ سے معزز و کرم والدین کی طرف سے سراپا شفقت و رعایت (توجہ، نگرانی) کا نمونہ تھی۔ وہ تمام لوگوں کے ساتھ نیکی اور احسان کیا کرتے تھے، اپنی اولاد کے ساتھ ان کا احسان کس قدر ہوگا؟ جب وہ خدا کی مخلوق کے ساتھ مہربانی کرتے تھے تو بھلا اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ ان کی مہربانی و شفقت کس قدر ہوگی، اس معزز گھرانہ کے باسی بھی معزز، ماحول بھی اعلیٰ وارفع تو پھر ان کے کیا کہنے۔؟ اپنے والدین کریمین کے دولت کدہ میں حضرت زہرا نے وہ کچھ سیکھا جوان کے علاوہ شہر مکہ کی کسی بچی کو نصیب نہیں ہوا۔

اپنے والدین کے گھرانہ میں انہوں نے قرآنی آیات سیکھیں اور وہ عادات سیکھیں جن کے سہارنے کی ان کے آس پاس بسنے والے لوگوں کی طاقت نہ تھی خواہ وہ عابد ہوں یا غیر عابد مگر انہوں نے یہ سارا کچھ ایسے ہی سیکھا جیسے ان کے علاوہ دیگر بچیاں جزیرہ عرب کے دار الخلافہ میں سیکھتی ہیں۔ تو کوئی تعجب کی بات نہیں کہ ہم ان کے بارے میں یہ سنتے کہ وہ غزوہ احد میں اپنے باپ کے زخموں پر پٹی کرتی ہیں اور گھر کا بنانا سنوارنا اکیلے ہی اپنے ذمے لے لیتی ہیں اور کافی عرصہ تک کوئی عورت اس میں آپ کی مدد نہیں کرتی۔

Marfat.com

رسول اللہ کی پرورش کا اثر:

اس سیدہ فاضلہ کی جو اس پاک گھرانے میں پرورش اور نشو ونما ہوئی وہ علم وفضل اور علوم قرآنی کے ساتھ مکمل رابطہ اور قرآن کریم کے مقاصد اور مضامین کے عین مطابق تھی اور جس قدر واقعات و حالات کا ہم مطالعہ کرتے ہیں وہ سارے کے سارے چادر والوں میں سے بہتر اور جناب رسول اللہ ﷺ کے جسم اطہر کے ٹکڑے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت پر گواہ ہیں۔ ان کی پرورش ایسی پرورش تھی جو متانت، گوشہ نشینی، وقار اور قناعت پر مبنی تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انہیں یہ یقین ہو گیا کہ وہ ایک ایسی عالی نسب اور بلند پایہ نسل ہیں کہ حوا کی بیٹیوں میں سے کوئی بھی اس کا ہم پلہ نہیں۔ چنانچہ انہوں نے اس اعزاز اور اس شرف جس کی گرد راہ تک بھی نہیں پہنچا جا سکتا کہ کفالت پر یقین کامل کر لیا۔ وہ اپنے فاقوں کے درمیان محض اپنائیت اور بلند نسبی پر قناعت کا جذبہ لے کر جوان ہوئیں، یوں لگتا تھا کہ گویا کہ تمام اولاد آدم وحوا علیہما السلام میں سے اس لحاظ سے وہ الگ تھلگ ہیں۔ یہ نفس قوی ایسے جسم میں سکون پذیر رہا جو جسم انی روح کے لئے تنگ تھا۔ بہت کم ہی اس شخص کو راحت نصیب ہوا کرتی ہے جس میں نفس قوی اور جسم ضعیف جمع ہو جائیں کیونکہ یہ ایسا امتزاج ہے جو روح وجسم دونوں کو تھکا دینے والا ہے اور اس کا سہارا سوائے ایک سکون کے اور کوئی نہیں اور وہ سکون راحت ایمان ہے اور حضرت زہرا کی پرورش کے سلسلہ میں یہی توفیق ایز دی میسر تھی، اور یہی ان کا بڑا خاصہ تھا۔

والد اور والدہ کی محبوبہ:

بے شک آپ محنت ایمان پر پروان چڑھیں کیونکہ انہیں جو قوت نفسانی اور لاغری جسم حاصل تھی وہ چیز سیدہ فاطمہ کے اخلاق میں ان کے حق پر ثابت قدم رہنے کیلئے ایک قسم کی مدد و اعانت تھی جو حق پر ثابت قدم رکھنے کیلئے موزوں ہوا کرتی ہے اور اعانت کو لازم بناتی ہے۔ ایسا حق جس کا صاحب حق یقین رکھتا ہو، اس کی مدافعت کرتا ہو اور مخالفت کے باوجود اس سے پیچھے نہ ہٹتا ہو۔ آپ اپنے والد گرامی ﷺ کے ساتھ اپنی نسبت پر بے حد نازاں تھیں۔ دینداری پر یقین آپ کی فطرت میں شامل تھا۔ بڑے اونچے ارادہ کی مالکہ تھیں۔ کسی بھی معاملہ کے جائزہ لینے میں ذرہ بھر بھی لاپرواہی نہیں برتتی تھیں، کچھ طرز ہائے عمل جوان کے بارے مروی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مضبوط ارادہ، پختہ عزم والی اور شریف النفس تھیں۔ اپنے والد ماجد کے ساتھ اپنی نسبت پر انہیں جو فخر حاصل تھا اس کی ایک کڑی یہ تھی کہ اپنی اولاد کے اپنے والد ماجد کے ہم شکل ہونے پر وہ بہت نازاں تھیں اور وہ جب بھی ان کی ناز برداریاں اٹھاتیں اور ان کے ساتھ کھیل کود کرتیں تو اس کا ذکر ضرور کرتیں۔

ہر حوالے سے بلند تر:

اگر کہا جاتا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے نواسے جناب رسول اللہ ﷺ کے ہم شکل ہیں تو اس سے بڑھ کر اور کوئی چیز انہیں اچھی نہ لگتی۔ دیندارانہ طبیعت انہوں نے اپنے معزز والدین سے ورثہ میں پائی تھی اور ان کیلئے یہی کچھ کافی رہا جو انہوں نے خاتم الانبیاء سے ورثہ میں پایا اور آپ کی قربت اور تربیت سے سیکھا، مگر جو کچھ انہوں نے اپنی والدہ ماجدہ سیدہ خدیجہ بنت خویلد اور اپنے نانا خویلد سے ورثہ میں پایا، اس نے اس میں اضافہ کر دیا۔ خویلد وہ شخصیت ہیں جو قوم تبع سے تعلق رکھنے والے یمن کے بادشاہ کے سامنے ڈٹ گئے تھے جس نے کعبہ شریف کی بے حرمتی کا ارادہ کیا تھا اور ایسے ہی وہ ورقہ بن نوفل جو اپنی توحید پرستی اور عبادت گزاری کے لئے مشہور تھے، حضرت خدیجہ ان کی چچا زاد تھیں۔ انہوں نے اپنا سارا وقت تورات وانجیل

Marfat.com

اور ان دونوں میں نبی آخر الزماں ﷺ کے متعلق جو خوشخبریاں تھیں ان کی چھان بین میں صرف کر دیا۔ وہ وہی ہیں جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کو اس وقت نبوت کی خوشخبری سنائی تھی، جب آپ ﷺ اپنی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ کے ہمراہ ان کے ہاں تشریف لے گئے تھے اور جو کچھ آپ نے پہلی دفعہ غار حراء میں وحی آنے پر دیکھا تھا وہ ان سے بیان کیا۔ جس چیز کو وہ احکام دین سے سمجھتی تھیں ان میں وہ گناہ سے بچنے میں بہت احتیاط سے کام لیتی تھیں۔ حتیٰ کہ ہر چیز میں زیادہ احتیاط والی اور محفوظ چیز پر عمل پیرا ہوتی تھیں اور یہی چیز ان کی دینداری کی گہرائی اور صداقت ایمان پر دلالت کرتی ہے۔

رسول اللہ سے مشابہت:

☆ سیدہ فاطمہ اپنی رفتار و گفتار اور کلام میں اپنے والد ماجد ﷺ کے ساتھ تمام لوگوں سے بڑھ کر مشابہت رکھتی تھیں۔ سیدہ عائشہ نے ان الفاظ میں ان کی تعریف بیان کی ہے:

(("مارایت افضل من فاطمة غیر ابیها"))

''میں نے سوائے ان کے والد ماجد کے اور کوئی بھی فاطمہ سے افضل نہیں دیکھا۔''

جناب رسول اللہ ﷺ کی مرض وفات کے موقع پر حضرت عائشہ نے ان کو جب آپ کے پہلو میں بیک وقت روتے اور ہنستے ہوئے دیکھا تو انہیں اس بات سے بڑا اچنبا ہوا کہ وہ بھی دیگر عورتوں کی مانند ہیں۔ بعد ازاں انہیں معلوم ہوا کہ وہ ہنسی اس لئے ہیں، کہ انہوں نے اپنے والد گرامی سے سنا کہ وہ ان کے گھر والوں میں سے پہلی وہ ہوں گی جو ان سے ملاقات کریں گی۔

آپ ایسے مضبوط ارادہ کی مالکہ تھیں جو کبھی کمزور نہیں پڑتا۔ اس کا اظہار اس وقت ہوا جب آپ کی شادی ہوئی اور اس وقت جب آپ نے حضرت سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سے بحث کی۔ عورت کے صاحب ارادہ ہونے کی نشانی بعض دفعہ یہ ہوتی ہے کہ وہ خاموش رہتی ہے اور زیادہ کلام نہیں کرتی۔ حضرت زہرا کی بھی یہی عادت تھی کہ جب تک ان سے کچھ پوچھا نہ جاتا وہ نہیں بولتی تھیں۔ وہ جب تک کوئی بات نہ جانتی ہوتیں اس کے بیان کرنے کی جلدی نہ کرتیں چہ جائیکہ وہ بات جسے جانتی بھی نہ ہوتیں، یہی وجہ ہے کہ ان کی باتیں فقط وہی ہوتیں جو وہ اپنے والد ماجد سے مسجد اور گھر میں سنا کرتیں۔ اس سے زیادہ بالکل نہ ہوتیں۔ ہم اس بات کو نہیں بھولیں گے کہ حضرت زہرا ابھی تیس سال کی تھیں کہ ان کی وفات ہو گئی۔ جب ان سے اس طرح کی متانت، اس طرح کے یقین، ایسی خودداری اور ایسے ارادہ کا ظہور ہوا، جبکہ وہ ابھی اوائل عمر میں ہی تھیں تو بلاشبہ یہ حقیقت ان کے اندر ایک مخفی قوت پر دال ہے، جب بھی مفسرین ان کی اولاد کے اخلاق و عادات اور جو کچھ انہوں نے اس ذی مرتبت میراث سے حاصل کیا اس کو بیان کرنے بیٹھتے ہیں تو اسے ہی اصل بناتے ہیں۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

((لم یکن احد اشبه برسول الله صلی الله علیه وسلم من الحسن بن علی و فاطمة))

''حضرت حسن بن علی اور فاطمہ سے بڑھ کر کوئی بھی جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتا تھا۔''

☆ حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے:

((مارایت احدا اشبه سمتنا و دلا و هدیا برسول الله صلی الله علیه وسلم منها فی قیامها و قعودها من فاطمة بنت رسول الله))

Marfat.com

''میں نے اٹھنے، بیٹھنے میں، ہیت، حسن سیرت، طریقہ اور حسن معاملہ کے لحاظ سے فاطمہ بنت رسول اللہ سے زیادہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ کسی کو نہیں دیکھا۔''

سیدہ سے رسول اللہ کی محبت:

☆ حضرت عائشہ نے سیدہ فاطمہ کے بارے میں یہ بھی فرمایا ہے:

((''كانت اذا دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم قام اليها فقبلها واجلسها فى مجلسه و كان النبى صلى الله عليه وسلم اذا دخل عليها قامت من مجلسها فقبله واجلسه فى مجلسها''))

''جب آپ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے کھڑے ہو جاتے، بوسہ دیتے اور ان کو اپنی جگہ میں بٹھاتے اور جب جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ احتراماً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوتیں۔ آپ کو بوسہ دیتیں اور اپنی جگہ میں آپ کو بٹھاتیں۔''

☆ مسور بن مخرمہ سے روایت ہے:

((قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فاطمة بضعة منى فمن اغضبها فقد اغضبنى))

''جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے، جس نے ان کو ناراض کیا، اس نے مجھے ناراض کیا۔ (اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا ہے)''

☆ زید بن ارقم سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، فاطمہ اور حسن وحسین (رضی اللہ عنہم) سے فرمایا:

((''انا حرب لمن حاربتم، وسلم لمن سالمتم'' رواه احمد والترمذى وابن حبان والحاكم وصححاه))

''جس سے تمہاری لڑائی ہے میں بھی اس کے ساتھ برسر پیکار ہوں، جس سے تمہاری صلح ہے میری بھی اس کے ساتھ صلح ہے۔ اس حدیث کو امام احمد، ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے اور ان دونوں نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔''

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے:

((''خرج النبى صلى الله عليه وسلم غداة وعليه مرط مرجل من شعرا اسود، فجاء الحسن بن على فادخله ثم جاء الحسين فدخل معه ثم جاء ت السيده فاطمة فاد خلها، ثم جاء على فاد خله، ثم قال انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت و يطهر كم تطهيرا''))

''جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک صبح نکلے، آپ ریشمی یا اونی یا کاٹن کی منقش چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ یہ سیاہ بالوں سے بنی ہوئی تھی۔ حضرت حسن بن علی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس چادر میں داخل کر لیا، پھر حسین آئے وہ بھی آپ کے ساتھ اس چادر میں داخل ہو گئے، پھر سیدہ فاطمہ تشریف لائیں آپ نے ان کو بھی اپنے ہاں بلا لیا۔ پھر حضرت علی آئے، ان کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چادر اوڑھا دی۔ پھر فرمایا:

((انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهر كم تطهيرا))

Marfat.com

''اللہ تعالیٰ تو بس یہی چاہتا ہے کہ اے گھر والو! کہ تم سے ہر قسم کی ناپاکی دور کر دے اور تمہیں خوب ستھرا کرے۔''

☆ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہم جناب نبی کریم ﷺ کی سب بیویاں آپ ﷺ کے پاس موجود تھیں، ان میں سے کسی ایک کو بھی آپ نے پیچھے نہیں چھوڑا (یعنی سب آپ کے پاس موجود تھیں) اتنے میں حضرت فاطمہ تشریف لائیں وہ جو چال چل رہی تھیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی چال سے ذرہ بھر بھی مختلف نہ تھی۔ جب آپ ﷺ نے ان کو دیکھا، ان کا استقبال کیا، فرمایا: میری بیٹی! خوش آمدید۔ بعد ازاں انہیں اپنے دائیں طرف یا بائیں طرف بڑھا دیا۔ پھر ان سے سرگوشی کی تو وہ سخت روئیں۔ جب آپ ﷺ نے ان کا جزع فزع دیکھا تو دوبارہ ان سے سرگوشی کی۔ وہ ہنس پڑیں۔ میں نے ان سے کہا: اپنے سارے گھر والوں کو چھوڑ کر اپنے راز کے اظہار کے سلسلے میں، جناب رسول اللہ ﷺ نے آپ ہی کو خاص کیا ہے۔ پھر آپ روتی بھی ہیں عجیب بات ہے۔؟ جب جناب رسول اللہ ﷺ اٹھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے آپ سے کیا فرمایا ہے۔؟ فرمایا: میں جناب رسول اللہ ﷺ کا راز افشا نہیں کروں گی۔ جب جناب رسول کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو میں نے ان سے کہا: میرا جو حق آپ کے ذمہ ہے وہ براہ کرم مجھ سے بیان کر دیجئے۔ اس وقت انہوں نے کہا: ہاں! اب میں بتاؤں گی۔ سنو! پہلی دفعہ جس وقت آپ نے مجھ سے سرگوشی کی تو آپ نے مجھے بتایا کہ جبرائیل علیہ السلام عموماً سال میں ایک دفعہ میرے ساتھ قرآن کریم کا دور کیا کرتے تھے، مگر اس دفعہ انہوں نے دو دفعہ دورہ کیا ہے۔ مجھے تو یہی لگتا ہے کہ میرا وقت مقررہ قریب آ چکا ہے۔ اللہ سے ڈرتے رہنا اور صبر کرنا۔ بے شک میں تمہارا بہت ہی اچھا پیشرو ہوں۔ انہوں نے کہا: میں وہ رونا روئی جو آپ نے دیکھا، جب میرا واویلا آپ نے دیکھا اور سنا تو دوبارہ مجھ سے سرگوشی فرمائی۔ فرمانے لگے: اے فاطمہ! کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ تو سارے جہان کی عورتوں کی سردار ہو یا آپ نے فرمایا کہ اس اُمت کی عورتوں کی سردار ہو۔ پس میں وہ ہنسنا ہنسی جو آپ نے دیکھا۔ (اس حدیث پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔ الفاظ مسلم کے ہیں)''

☆ حذیفہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میری ماں نے مجھ سے پوچھا کہ تیری جناب نبی کریم ﷺ سے کب ملاقات ہوئی تھی۔؟ میں نے کہا کہ اتنے عرصے سے میری آپ ﷺ سے ملاقات نہیں ہوئی۔ میں نے بتایا تو یہ سن کر وہ مجھے گالیاں دینے لگ گئیں اور میرے ساتھ سختی سے پیش آئیں۔

اسی وقت میں نے کہا: مجھے چھوڑیئے۔ (اجازت دیجئے) میں جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ابھی ابھی حاضر ہوتا ہوں۔ نماز مغرب آپ کے ساتھ پڑھوں گا۔ نیز آپ سے گزارش کروں گا کہ آپ میرے اور میری ماں کیلئے بخشش طلب کریں، چنانچہ میں جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ کے ہمراہ نماز مغرب ادا کی۔ آپ نے مغرب کی نماز پڑھنا شروع کی۔ اتنی دیر نماز میں لگائی کہ عشاء کا وقت ہو گیا۔ آپ نے عشاء کی نماز پڑھی، پھر آپ تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ آپ ﷺ نے اپنے پیچھے میرے چلنے کی آواز سنی تو میری طرف متوجہ ہوئے۔ فرمایا: یہ کون ہے؟ حذیفہ بن الیمان ہے! اے حذیفہ کیا بات ہے۔؟ میں نے آپ ﷺ کو اپنی ماں کی بات بتائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے اور تیری ماں کو بخشے، پھر مجھ سے فرمایا: کیا تم نے وہ بادل نہیں دیکھا جو میرے سامنے آیا۔؟ میں نے عرض کیا: ہاں! یا رسول اللہ! میں نے

Marfat.com

دیکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ تھا جو اس رات سے پہلے ہرگز زمین پر نہیں اترا تھا۔ اس نے میرے رب سے اجازت لی:

((من الرجال كثير ولم يكمل من النساء الا مريم بنت عمران و آسية امراة فرعون و خديجة بنت خويلد و فاطمة بنت محمد صلى الله عليه وسلم و فضل عائشه على النساء كفضل الثريد على سائر الطعام))

''مردوں میں سے بہت سارے کامل ہوئے ہیں، مگر عورتوں میں سے سوائے مریم بنت عمران اور آسیہ، فرعون کی بیوی، خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد کے اور کوئی عورت کمال کو نہیں پہنچی۔ اور حضرت عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہی ہے جیسے سارے کھانے پر ثرید (شوربا جس میں روٹی بھگوئی ہوئی ہو) کی فضیلت ہوتی ہے۔''

سیدہ کا رسول اللہ کی زندگی میں کردار:

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ سیدہ فاطمہ کا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارکہ میں بڑا کردار (رول) ہے اور اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف دعوت دینے میں ان کا بڑا اثر ہے۔ آپ پانچ برس کی ہوئیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے والد ماجد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت کیلئے چن لیا۔ چنانچہ آپ دعوت الی اللہ کے سائے میں پلی بڑھیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں۔ ہمہ وقت آپ کے پہلو بہ پہلو رہیں۔ ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈھارس بندھاتی تھیں۔ آپ کے حالات واخبار کا پوری طرح پتہ رکھتی تھیں اور قریش جس رکاوٹ وروگردانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ کے مقابلہ میں آتے تھے، آپ اس کے آگے ڈٹ جاتی تھیں ان کی اور ان کی طرف سے جس رکاوٹ، روگردانی اور ایذا دہی کا آپ کو سامنا تھا اس سے آپ بہت غمزدہ ہوتیں، آپ کو بڑا دکھ ہوتا اور یہ بات آپ کے دل کو اپنے والد معظم پر رحمت وشفقت سے بھر دیتی، وہ آپ کی پشت پناہی کرنے، آپ کے ساتھ مصائب پر صابر رہنے اور آپ کا دفاع کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان مذکورہ بالا مشکلات کا جوں جوں اثر بڑھتا گیا۔ ان کی ذمہ داریاں بھی بڑھتی گئیں۔ جب ان کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو ان کا بوجھ دگنا ہو گیا اور روز بروز بڑھتا ہی چلا گیا۔ اسی وجہ سے ان کا نام ان کی والدہ کی ماں والا نام رکھا گیا۔

مسلمانوں میں سے وہ کون ہے جو عقبہ بن ابی معیط کے ساتھ ان کے طرز عمل سے ناواقف نہ ہو جبکہ وہ سرکش کافر مند بوجھ جانوروں کی اوجھری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر رکھنے کی جرأت کرتا ہے اور آپ اس وقت کعبہ کے سایہ میں سربسجود ہوتے ہیں۔ اس وقت حضرت فاطمہ جلدی کرتی ہیں اور عقبہ کو برا بھلا کہتی ہیں اور اس کی درشتی اور تکبر کو للکارتے ہوئے آپ کے سر مبارک سے اس کو ہٹاتی ہیں، ہر شخص جو اس کے ساتھ تھا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مکر کرنے اور تکلیف دینے میں اسی کی تائید کرتا تھا۔

یہ عظیم وجلیل خاتون جس کی ذات سے اسلامی دعوت کی تاریخ کے بہت بڑے حصے کی نمائندگی ہوتی ہے۔ انہوں نے دور رسالت کے سارے واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اس کے ہر ہر حصے کے ساتھ اپنی زندگی کے لمحات گزارے اور ان ذمہ داریوں کے بوجھ کو جن کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھا رہے تھے اور ان کی جن سختیوں پر صبر کر رہے تھے اس کو محسوس کیا اور جس دن جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے پکار رہے تھے:

''اے اولاد ہاشم! اے عبد مناف کے بیٹے! میں خاص طور پر تمہاری طرف اور تمام لوگوں کی طرف اللہ کا سوال ہوں۔ وہ آپ کے کلمات کو قریب سے سن رہی تھیں اور ان کو سمجھ بھی رہی تھیں۔ حضرت زہرا اس دن بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب وجوار میں تھیں جس

Marfat.com

دن آپ مسجد حرام میں نماز پڑھ رہے تھے اور بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے۔ اللہ کا دشمن عقبہ بن ابی معیط آپ کے انتظار میں تھا جونہی آپ ﷺ نے سجدہ کیا، وہ خبیث اٹھا اور جناب نبی کریم ﷺ کی گردن مبارک کو اپنے ناپاک قدموں سے روندا۔ اس کی یہ حرکت جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دیکھی تو اس ملعون کو آپ ﷺ سے دفع کیا اور اپنی یہ مشہور بات کہی:

((ویحکم اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ))

''تمہاری خرابی ہو کیا تم ایسے شخص کے قتل کے درپے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔''

وہ جو کوئی تکلیف دہ چیز حالت سجدہ میں آپ ﷺ کے سر مبارک پر رکھتے، وہ آپ ﷺ کے سر مبارک سے ہٹاتیں اور انہیں کس قدر دکھ ہوتا، جب وہ دشمنان خدا کو دیکھتیں کہ وہ ان کے والد گرامی رسول کریم ﷺ اور ان کے رفیق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تکلیف پہنچاتے ہیں، جو ان کے شانہ بشانہ کھڑے ہوئے ہیں، آپ کی مدافعت کرتے ہیں، پس انہوں نے اسی پاداش میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مارا پیٹا، گالیاں دیں، ان کے جسم مبارک کو زخمی کر ڈالا اور ان کے بال کھینچے۔ ہاں ہاں وہ اس وقت بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھیں جب آپ ﷺ اپنے زخموں کی وجہ سے تکلیف محسوس کر رہے تھے۔ ہر مشکل و آزمائش جو آپ ﷺ پر آئی اس میں یہ معزز خاتون آپ کے شانہ بشانہ رہیں اور ہر تکلیف جو آپ کے معزز باپ کو پہنچی اس پر وہ روتی تھیں۔ وہ معزز باپ جو ہمیشہ مصائب پر صابر رہ کر طالب ثواب رہا، انہیں اطمینان دلاتا تھا، ان کا غم دور کرتا تھا اور انہیں یہ خوشخبری سناتا تھا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہے، یہ زہرا مبارکہ فی الحقیقت کچھ عرصہ اس قوم کے حصار میں رہیں جس نے ان کو دکھ میں مبتلا کیا، ان کو تکلیف دی اور ان کے دل میں غموں کو گہرا کر دیا۔ خصوصاً جب کہ بغیر کسی گناہ اور جرم کے انہوں نے اس قوم کو اس قدر دشمنی دیکھی۔ اندرون گھاٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار پڑ گئیں۔ جناب رسول کریم ﷺ کا سارے کا سارا خاندان، قریش کی اس سنگدلی اور ظلم کا نشانہ بنا ہوا تھا اور اس کی سختی برداشت کر رہا تھا۔ حضرت سیدہ خدیجہ اس چھوٹی بچی کے بارے میں بہت خائف تھیں، خصوصاً جبکہ ان پر بیماری نے قابو پالیا۔ مرض بڑھ گئی اور انہوں نے اپنی موت کو قریب محسوس کیا، جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تو جناب رسول اللہ ﷺ بہت غمناک ہوئے اور جدائی کی شدت اور کڑواہٹ، اکیلگی کی زیادتی اور مصیبت کے خوف کو محسوس کیا۔ انہوں نے اپنی عظیم بیوی کو الوداع کہا، جس نے ہمیشہ آپ ﷺ کی مدد کی تھی، آپ کی حوصلہ افزائی کی تھی اور غمخواری کی تھی اور وہ بلاشک آپ کی رفیقہ حیات ہونے کے ناطے سے سرچشمہ مہربانی، رحمت اور شفقت تھیں۔

واقعی طور پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس دعوت کی ذمہ داریوں کو اٹھانے میں آپ کے ساتھ ایک موثر اور حقیقی شرکت کی اور آپ کے دکھوں اور غموں سے انہیں بہت بڑا حصہ ملا۔ کیا تمہیں جنگ احد کی عظیم خبر پہنچی ہے جب اس دن یہ مشہور ہو گیا تھا کہ معاذ اللہ حضرت محمد ﷺ شہید کر دیئے گئے ہیں، مدینہ میں یہ خبر سیدہ فاطمہ اور مومنین کی عورتوں کو پہنچی، اس خبر سے سارا مدینہ کانپ اٹھا۔ سیدہ فاطمہ یہ معلوم کرنے کیلئے کہ کیا ہوا اور حقیقت معلوم کرنے کیلئے دوڑ پڑیں، جب انہوں نے اپنے والد گرامی کو اس حال میں دیکھا کہ خون ان کے چہرہ مبارک سے بہہ رہا ہے تو آپ کی مدد کرنے میں جلدی کی اور اپنے ہاتھوں سے خون روکنے کی کوشش کی مگر نہ روک سکیں اور ان کے خاوند حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ڈھال کے ساتھ آپ ﷺ کے چہرے مبارک پر پانی انڈیل رہے تھے مگر جب حضرت فاطمہ نے دیکھا کہ اس طرح اس سے اور زیادہ خون بہتا ہے تو انہوں نے جلدی سے ایک پرانی چٹائی کا ٹکڑا لیا، اسے جلایا یہاں تک کہ وہ راکھ بن گیا، پھر اسے زخم کے ساتھ چمٹا دیا، اس سے خون بالکل تھم گیا۔

Marfat.com

سیدہ رسول اللہ کی محبوب ترین ہستی:

حضرت زہرا کی خوبیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ ان سے بہت محبت کیا کرتے، ان کی عزت و اکرام کرتے، انہیں دیکھ کر خوش ہوتے، وہ سب لوگوں سے بڑھ کر انہیں محبوب تھیں، سب سے زیادہ بڑھ کر آپ کے دل کے قریب تھیں، سب سے زیادہ آپ کے ساتھ لگے رہنے والی تھیں، آپ سب سے جلدی ان کو سمجھنے والے، آپ کے مطالب و اغراض کو سب سے جلدی قبول کرنے اور ان کی حاجات پر لبیک کہنے والے تھے۔ ترمذی نے روایت کی ہے:

((ان عائشة رضي الله عنها سئلت اى الناس كان احب الى رسول الله صلى الله عليه وسلم قالت فاطمة قيل من الرجال قالت زوجها ان كان ما علمت صواماً قواماً))

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سے کون جناب رسول اللہ کو سب سے زیادہ پیارا تھا۔ فرمایا: فاطمہ۔ کہا گیا: مردوں میں سے۔ فرمایا: ان کے خاوند (حضرت علی) جیسا کہ میں جانتی ہوں کہ وہ بہت زیادہ روزے رکھنے والا اور بہت زیادہ قیام کرنے والے ہیں۔''

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((''كان احب النساء الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فاطمة ومن الرجال على))

''سب عورتوں سے فاطمہ آپ کو محبوب ترین تھیں، اور مردوں میں سے علی۔''

حضرت فاطمہ لب ولہجہ کے لحاظ سے سب لوگوں سے زیادہ سچی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

((مارايت احدا كان اصدق لهجة من فاطمة الا آن يكون الذى ولدها))

''میں نے فاطمہ سے زیادہ کلام میں سچا کوئی نہیں دیکھا۔ سوائے ان کے جنہوں نے ان کو جنم دیا ہے۔''

آپ کی سیادت وفضیلت میں بہت ساری احادیث وارد ہوئی ہیں۔ ان میں چند درج ذیل ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((حسبك من نساء العالمين اربع مريم بنت عمران، و خديجة بنت خويلد و فاطمة بنت محمد و آسية امراة فرعون))

''تیرے لئے دونوں جہانوں کی عورتوں میں سے چار کافی ہیں: مریم عمران کی بیٹی، خدیجہ خویلد کی بیٹی، فاطمہ حضرت محمد ﷺ کی دختر نیک اختر اور آسیہ فرعون کی بیوی۔''

بخاری ومسلم نے اور دیگر محدثین نے حضرت فاطمہ سے روایت کی، انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت کی:

((افضل نساء اهل الجنة خديجة و فاطمة))

''اہل جنت کی عورتوں کی سردار خدیجہ وفاطمہ ہیں۔''

جناب نبی کریم ﷺ ان کو دیکھے بغیر نہیں رہ سکتے تھے، نہ ہی ان کی ملاقات میں دیر کیا کرتے تھے اور اپنے آپ سے ان کی دوری کو زیادہ دیر برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اکثر اوقات ان کے ہاں تشریف لے جاتے، ان کے پاس بیٹھتے اور زیادہ دیر بیٹھے رہتے، ان کے معاملات اور کاموں میں ان کے ساتھ شریک ہوتے، ان کی اولاد کو ان سے لے کر خود اٹھاتے، ان کے

Marfat.com

چھپے بھید اور ان کے دل کی باتیں ان سے معلوم کرتے اور اس چیز کے بارے میں ان سے پوچھتے جو ممکن ہے ان کو دیکھ دے سکتی ہو یا انہیں تکلیف دے رہی ہو۔

اسامۃ بن زید کی حدیث سے ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے جو روایت کی ہے اس کے ضمن میں ابو ہریرہ ہم سے بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا:

''میں جناب نبی کریم ﷺ کے دولت خانہ میں حاضر ہوا۔ مجھے بتایا گیا کہ آپ سیدہ فاطمہ کے ہاں تشریف رکھتے ہیں۔ میں وہاں آپ کے پاس حاضر ہوا، جب میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو جناب رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے، اس وقت آپ اپنی چادر مبارک اوڑھے ہوئے تھے، میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ اس چادر کے درمیان کوئی چیز اٹھائے ہوئے ہیں۔ عرض کی: یارسول اللہ! یہ کیا چیز ہے؟ آپ مسکرا دیئے اور فرمایا: یہ دونوں میرے بیٹے حسن وحسین ہیں؟ اے اللہ! ان دونوں سے محبت کر اور جوان دونوں سے محبت کرے تو بھی اس سے محبت کر۔''

جب جناب نبی کریم ﷺ حج یا جنگ میں جانے کا ارادہ فرماتے تو مدینہ منورہ سے اس وقت تک نہ نکلتے جب تک آخری دفعہ حضرت فاطمہ سے ملاقات نہ کر لیتے اور جب سفر سے واپس لوٹتے تو سب سے پہلے مسجد میں جاتے دو رکعت نماز پڑھتے، پھر سیدہ فاطمہ کے ہاں تشریف لاتے، پھر اپنی ازواج کے ہاں تشریف لے جاتے۔ بعض اوقات آپ کی بعض ازواج اس پر کچھ اظہار ناراضگی بھی کرتیں، مگر آپ ﷺ ان سے فرماتے:

((ان فاطمة الزهراء احب اهل بيتي الي))

''بے شک فاطمہ مجھے اپنے گھر والوں سے زیادہ پیاری ہیں۔''

سیدہ کی تادیب:

جناب نبی کریم ﷺ اہل بیت کی تادیب وتہذیب کا بہت اہتمام فرمایا کرتے تھے تاکہ دنیا کی اس مختصری زندگی میں ان کے اہل بیت زہد وتقویٰ کا اعلیٰ نمونہ بنیں۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((دخل رسول الله ﷺ على فاطمة وانا معه وقد اخذت من عنقها سلسلة من ذهب فقالت هذه اهدا هالي ابوالحسن و فقال يا فاطمة ايسرك ان يقول الناس هذه فاطمه بنت محمد و في جيدها سلسله من نار))

''جناب رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہ کے ہاں تشریف لائے۔ میں اس وقت آپ کے ہمراہ تھا۔ انہوں نے اپنی گردن سے سونے کی زنجیر اتاری اور عرض کی: یہ وہ زنجیر ہے جو مجھے حضرت حسن کے باپ (حضرت علی المرتضیٰ) نے بطور تحفہ دی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے فاطمہ! کیا تمہیں یہ بات اچھی لگتی ہے کہ لوگ کہیں کہ یہ فاطمہ بنت محمد ﷺ ہیں اور ان کی گردن میں آگ کی زنجیر ہے۔؟''

بعد ازاں آپ ﷺ وہاں سے نکلے تو حضرت فاطمہ نے اس زنجیر کے بدلے ایک غلام خریدا اور اسے آزاد کر دیا۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

((الحمد لله الذی نجی فاطمة من النار))

''سب تعریفوں کا مستحق اللہ تعالیٰ ہے کہ جس نے فاطمہ کو جہنم کی آگ سے بچالیا۔''

یہ ہیں فاطمہ الزہرا جن کا تعارف کسی بیان یا گفتگو کا محتاج نہیں، وہ اس سے بلند و برتر ہیں۔ ان کے لئے یہی تعریف کافی ہے کہ وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بیٹی ہیں، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں اور ہمارے دو عظیم سردار حسن وحسین اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ ہیں۔ تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہیں۔ اپنے باپ ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ کو سب لوگوں سے بڑھ کر پیاری ہیں۔

رسول اللہ کی زبان اور سیدہ کا ذکر:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خوبیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک پر ان کا نام اکثر آیا کرتا تھا اور غالباً ہم اس مخزومی عورت کے واقعہ کو نہیں بھولیں گے جس نے چوری کی تھی اور وہ قریش کے ایک سر برآوردہ اور شریف ترین قبیلہ سے تعلق رکھتی تھی جب اس کے گھر والوں کو اس عار کا سامنا کرنے کا خوف ہوا جو اس پر چوری کی حد جاری ہو جانے سے اس کا ہاتھ کاٹ دینے کی وجہ سے انہیں پہنچ سکتا تھا تو انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے محبوب اور محبوب کے بیٹے اسامہ بن زید کو جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سفارشی بنا کر بھیجا، تا کہ ان کی سفارش سے کم از کم اس عورت کا ہاتھ تو نہ کاٹا جائے۔ جب جناب نبی کریم ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے اپنا مشہور اور زندہ جاوید جواب دیا، جو اس طرح ہے:

((یااسامة اتشفع فی حد من حدود الله والله لو ان فاطمه بنت محمد سفقت لقطعت یدها))

''اے اسامہ! کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے ایک حد میں سفارش کرتے ہو؟ اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتیں تو میں ان کا ہاتھ بھی کاٹ لیتا۔''

سیدہ کی اولاد آل نبی ہے:

سیدہ کے مناقب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی اولاد حضرت فاطمہ کی اولاد میں ہی محفوظ رکھی اور رسول اللہ ﷺ کی نسل کو حضرت فاطمہ کی نسل کی صورت میں باقی رکھا۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے حضور ﷺ کے اپنے بیٹیوں اور بیٹوں کو چھوڑ کر وہی اکیلی اس پاک نسل اور اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سے برگزیدہ اولاد کی ماں ہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ کی نرینہ اولاد زندہ نہیں رہی۔ حضرت قاسم، عبداللہ اور ابراہیم ابھی چھوٹے بچے ہی تھے کہ وفات پا گئے۔ وہ بچپن کے گھیرے سے نکلے ہی نہیں اور نہ ہی سن بلوغت کو پہنچے۔ جہاں تک آپ ﷺ کی بیٹیوں کا تعلق ہے تو وہ چار تھیں: سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم اور سیدہ فاطمۃ الزہرا (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) آپ کی پاکباز بیٹیوں میں سے سوائے زہرا بتول کے کوئی بھی زندہ نہ رہی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سے دو معزز نواسے اور دو چمکتے ہوئے روشن بیٹے حسن وحسین عطا فرمائے۔ سیدہ فاطمہ کو بہادر، مجاہدہ، طویل عمر پانے والی، فرمانبردار، پاکباز بیٹی سیدہ زینب بنت علی بھی عطا ہوئیں۔ جن کی طرف بڑے مشہور و معروف طرز ہائے عمل منسوب ہیں، ان کی لائق ستائش خوبیوں کا ایک سلسلہ ہے۔

حضرت زہرا کی اولاد میں سے سارے کے سارے اہل بیت بڑے معزز و مکرم، ممتاز اور نادر الوجود شخصیات تھیں۔

Marfat.com

رسول اللہ کے وصال کے وقت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

(("لماثقل النبی صلی الله علیه وسلم جعل بتغشاه لکرب فقالت فاطمة رضی الله عنها واکرب ابتاه"))

"جب جناب نبی کریم ﷺ کے مرض میں شدت پیدا ہوگئی اور تکلیف کا آپ ﷺ پر غلبہ ہوگیا تو حضرت فاطمہ نے کہا: ہائے میرے باپ کی تکلیف!"

تو حضور ﷺ نے فرمایا:

((لیس علی ابیك کرب بعد الیوم))

"اے بیٹی! آج کے بعد تیرے باپ کو کبھی بھی تکلیف نہیں ہوگی۔"

جب آپ ﷺ کا وصال ہوگیا تو حضرت فاطمہ نے فرمایا:

((یا ابتاه الی جبریل ننعاه))

"اے میرے باپ! ہم جبریل کو آپ کی وفات کی خبر سناتے ہیں۔"

جب آپ ﷺ کو دفن کیا گیا تو سیدہ نے فرمایا:

((اطابت انفسکم ان تهشوا علی رسول الله التراب))

"کیا تمہیں یہ بات پسند آتی ہے کہ تم جناب رسول اللہ ﷺ پر مٹی ڈالو۔؟"

دو باتیں جو سیدہ فاطمہ کے بارے میں منقول ہیں۔ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب ان کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے اسماء بنت عمیس سے فرمایا:

"کیا تو نہیں دیکھتی کہ میں کس نوبت تک پہنچی ہوئی ہوں۔میرا جنازہ نمایاں اور کھلی چارپائی پر نہ اٹھانا۔"

سیدہ کا وصال:

عبداللہ بن بریدۃ کی روایت میں ہے کہ آپ نے اسماء سے فرمایا:

((انی لاء ستحی ان اخرج غمدا علی الرجال خلاله جسمی))

"میں اس سے شرم محسوس کرتی ہوں کہ میں لیٹی ہوئی مردوں کے کندھوں پر اٹھائی جاؤں اور درمیان میں میرا جسم ہو۔"

ام جعفر کی روایت یوں ہے کہ سیدہ نے فرمایا:

((انی استقبح مایصنع بالنساء یطرح علی المراة الشوب فیصفها))

"جو کچھ عورتوں کے ساتھ کیا جاتا ہے، میں اس کو برا سمجھتی ہوں۔ایک کپڑا ان پر ڈال دیا جاتا ہے، جس سے ان کے اعضاء کا حجم اور وزن واضح طور پر دکھائی دیتا ہے۔"

اسماء نے ان سے کہا:

"اے جناب رسول ﷺ کی دختر نیک اختر! ایسا نہیں ہوگا، میں ایک ایسا تابوت بناؤں گی جسے میں نے حبشہ میں بنتے دیکھا

Marfat.com

ہے۔"

حضرت فاطمہ نے فرمایا:

"وہ ذرا مجھے دکھایئے تو سہی۔"

اسماء نے کھجور کی ترشاخیں منگوائیں، انہیں مہندی کے ساتھ رنگا، پھر چارپائی پر تابوت رکھ دیا۔ حضرت فاطمہ نے اسے دیکھا تو آپ مسکرادیں (حالانکہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سوائے اس دن کے کبھی بھی آپ کو مسکراتا ہوا نہیں دیکھا گیا تھا) اور اسماء سے فرمانے لگیں:

((ماأحسن هذا واجمله تعرف به المرأة من الرجل سترك الله كما سترتني اذامت فغسليني انت وعلي، ولا يدخلن احد علي))

"کس قدر یہ اچھا ہے اور کتنا ہی یہ خوبصورت ہے۔ اس کے ذریعے مرد اور عورت میں تمیز کی جاسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری بھی ایسے ہی پردہ پوشی فرمائے جیسے تو نے میری کی ہے۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو آپ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ مجھے غسل دیں۔ آپ دونوں کے علاوہ میرے پاس کوئی نہ آنے پائے۔"

بروز منگل، دس رمضان المبارک ۱۱ ہجری کو آپ کی وفات ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر اٹھائیس برس کی تھی۔ راتوں رات ان کو جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت علی رضی اللہ عنہا نے خود پڑھائی۔ قبر میں بھی سیدنا علی اور فضل بن عباس اترے۔ "کتاب الذریۃ الطاہرہ للدولابی" میں آیا کہ حضرت فاطمہ جناب نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد تین ماہ زندہ رہیں۔ سب سے صحیح ترین روایت زہری کی ہے جو عروۃ بن الزبیر سے مروی ہے۔ انہوں نے حضرت عائشہ سے روایت کی۔

حضرت عائشہ نے فرمایا:

"جناب رسول اللہ کے وصال کے بعد حضرت فاطمہ تقریباً چھ ماہ زندہ رہیں۔ بعدازاں یہ معزز و مکرم خاتون رب تعالیٰ کے حضور منتقل ہوگئیں اور اپنی پاک روح اس حال میں روح آفرین کے سپرد کی کہ ابھی تک عین عالم شباب میں تھیں، تقریباً اٹھائیس برس کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ جناب رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد جس ہستی کی وفات پر مسلمان بہت زیادہ غمناک ہوئے وہ آپ ہی تھیں۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

ہمیشہ کی زندگی پانے والوں کی صف میں شامل ہونے والی سیدہ زہرا پر اللہ تعالیٰ کا سلام، صالحین اور پاکبازوں میں ان پر اللہ کا سلام، تاروز قیامت ملاء اعلیٰ کی جماعت میں شامل ہونے والی پر اللہ کا سلام اور نبیوں اور صدیقوں کی رفاقت میں جنت الفردوس میں بسنے والی پر اللہ کا سلام جہاں تک ان کی اولاد کا تعلق ہے تو وہ حسن، حسین، محسن (محسن بچپن میں فوت ہو گئے تھے) ام کلثوم اور زینب ہیں۔ لیث بن سعد نے ایک اور لڑکی رقیہ کا بھی اضافہ ہے، یہ سن بلوغت میں قدم رکھنے سے پہلے ہی وفات پا گئی تھیں۔ حضرت علی نے سیدہ فاطمہ کی وفات تک دوسری شادی نہیں کی۔

سیدہ کی خصوصیات

سیدہ رازدارِ مصطفیٰ:

((عن عائشة رضي الله عنها قالت: اجتمع نساء النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فلم يغادر

Marfat.com

منهن امراة، فجاءت فاطمة تمشي كان مشيتها مشية رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال: مرحبا بابنتي۔ فاجلسها عن يمينه او عن شماله، ثم انه اسر اليها حديثاً فبكت فاطمة، ثم انه سارها فضحكت ايضا، فقلت لها: ما يبكيك؟ فقالت: ما كنت لافشي سر رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم۔ فقلت: ما رايت كاليوم فرحا اقرب من حزن۔ فقلت لها حين بكت اخصك رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بحديثه دوننا ثم تبكين؟ وسالتها عما قال، فقالت ما كنت لافشي سر رسول الله ﷺ حتى اذا قبض سالتها، فقالت: انه كان حدثني ان جبريل كان يعارضه بالقرآن كل عام مرة، وانه عارضه به في العام مرتين، ولا اراني الا قد حضر اجلي، وانك اول اهلي لحوقاً بي، ونعم السلف انا لك۔ فبكيت لذلك ثم انه سارني، فقال: الا ترضين ان تكوني سيدة نساء المؤمنين، او سيدة نساء هذه الامة۔ فضحكت لذلك))

''ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج جمع تھیں اور کوئی بھی غیر حاضر نہیں تھی۔ اتنے میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا وہاں آ گئیں جن کی چال بالکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے کے مشابہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرحبا، (خوش آمدید) میری بیٹی! پھر اُنہیں اپنی دائیں یا بائیں جانب بٹھالیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے چپکے سے کوئی بات کہی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں۔ پھر چپکے سے کوئی بات کہی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہنسنے لگیں۔ میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: آپ کس وجہ سے روئیں؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز افشا نہیں کروں گی۔ میں نے کہا: میں نے آج کی طرح کوئی خوشی غم سے اتنی قریب نہیں دیکھی۔ میں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے بغیر خصوصیت کے ساتھ آپ سے کوئی بات کی ہے، پھر بھی آپ رو رہی ہیں۔؟ میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا تھا؟ تو اُنہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز افشاء نہیں کروں گی حتیٰ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک ہو گیا تو میں نے پھر پوچھا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (پہلی بار) یہ فرمایا تھا کہ جبرائیل نے مجھ سے ہر سال ایک بار قرآن مجید کا دور کیا ہے لیکن اس سال دو مرتبہ دورہ کیا اور اور مجھے یقین ہے کہ اب میرے وصال کا وقت آ گیا ہے، اور میرے بعد میرے اہل میں سے سب سے پہلے تم مجھے ملو گی اور میں تمہارے لئے بہترین پیش رو ہوں۔ تب میں رونے لگی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرگوشی کی اور فرمایا: کیا تم اس بات پر خوش نہیں کہ تم تمام مومن عورتوں کی سردار ہو، یا میری اس اُمت کی عورتوں کی سردار ہو! تو میں اس وجہ سے ہنس پڑی۔''

((عن عائشة رضي الله عنها قالت: دعا النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فاطمة ابنته في شكواه الذي قبض فيها، فسارها بشئى فبكت، ثم دعاها فسارها فضحكت، قالت: فسالتها عن ذلك، فقالت: سارني النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فاخبرني: انه يعبض في وجعه الذي توفي فيه، فبكيت، ثم سارني فاخبرني: اني اول اهلِ بيته اتبعه، فضحكت))

Marfat.com

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرضِ وصال میں اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور پھر اُن سے سرگوشی فرمائی تو وہ رونے لگیں۔ پھر اُنہیں قریب بلا کر سرگوشی فرمائی تو وہ ہنس پڑیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے اس بارے میں سیدہ فاطمہ سے پوچھا تو اُنہوں نے بتایا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کان میں فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی مرض میں وصال ہو جائے گا۔ پس میں رونے لگی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرگوشی کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ میرے اہلِ بیت میں سب سے پہلے تم میرے بعد آؤ گی۔ اس پر میں ہنس پڑی۔''

((عن عائشة رضی الله عنها قالت: بینما انا مع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی بیت بلاعبنی و ألاعبه اذ دخلت علینا فاطمة، فاخذ رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بیدها فاقعدها خلفه و تاجاها بشئیم لا ادری ماهو، فنظرت الی فاطمة تبکی، ثم اقبل الی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فحدثنی ولا عبنی، ثم اقبل علیها فلا عبها و تاجاها بشی، فنظرت الی فاطمة و اذا هی تضحك فقام رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فخرج، فقلت لفاطمة: ماالذی ناجاك به رسول الله ﷺ قالت: لیس کلاما اسر الی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اخبرك به، قلت: اذکرك الله والرحم، قالت: اخبرنی: انه مقبوض قد حضر اجله، فبکیت لفراق رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ثما اقبل الی فناجاتنی: انی اول من لحق به من اهل بیته، فضحکت للقاء رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم))

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ گھر میں تھی، ہم آپس میں مزاح کر رہے تھے۔ اتنے میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا ہاتھ پکڑا اور اپنے پیچھے بٹھالیا اور کچھ سرگوشی فرمائی۔ مجھے اس کا علم نہیں کہ کیا سرگوشی تھی۔ پھر میں نے سیدہ فاطمہ کی طرف دیکھا تو وہ رو رہی تھیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے۔ مجھ سے بات چیت کی۔ پھر اُن کی طرف متوجہ ہوئے اور اُن سے مزاح فرمایا اور سرگوشی کی۔ میں نے دیکھا کہ فاطمہ ہنس رہی ہیں۔ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ کر باہر تشریف لے گئے تو میں نے سیدہ فاطمہ سے پوچھا: آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا سرگوشی فرمائی؟ وہ بولیں: جو بات آپ نے مجھے چپکے سے بتائی، میں آپ کو نہیں بتاؤں گی۔ میں نے کہا: میں آپ کو اللہ تعالیٰ اور قرابت داری کا واسطہ دیتی ہوں۔ وہ بولیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی وفات کا بتایا کہ آپ کا وقت آ پہنچا ہے۔ پس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی پر رو پڑی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور مجھے چپکے سے بتایا کہ اہل بیت میں سے سب سے پہلے میں آپ سے ملوں گی تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کی (آس میں) ہنس پڑی۔''

شجرِ رسالت کی شاخِ ثمر بار:

((عن المسور قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فاطمة شجنة منی یبسطنی ما

Marfat.com

بسطها ويقبضني ما قبضها))

''حضرت مسور رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ میری شاخِ ثمر بار ہے، اس کی خوشی مجھے خوش کرتی ہے اور اُس کی پریشانی مجھے پریشان کر دیتی ہے۔''

((عن ابن عباس رضی الله عنهما رفعه: انا شجرة، و فاطمة حملها، و علی لقاحها، والحسن والحسين ثمرتها، والمحبون اهل البيت ورقها، من الجنة حقا حقا))

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً حدیث مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں درخت ہوں، فاطمہ اُس کی ٹہنی ہے۔ علی اُس کا شگوفہ اور حسن و حسین اُس کا پھل ہیں اور اہلِ بیت سے محبت کرنے والے اُس کے پتے ہیں۔ یہ سب جنت میں ہوں گے، یہ حق ہے یہ حق ہے۔''

عصمتِ فاطمہ کے گواہ خود محمد مصطفیٰؐ:

((عن عبدالله قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ان فاطمة احصنت فرجها، فحرم الله ذريتها على النار))

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک فاطمہ نے اپنی عصمت اور پاک دامنی کی ایسی حفاظت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کی اولاد پر آگ حرام کر دی ہے۔''

((عن عبدالله قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ان فاطمة حصنت فرجها و ان الله عزوجل ادخلها با حصان فرجها و ذريتها الجنة))

''حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ نے اپنی عصمت اور پاک دامنی کی ایسی حفاظت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کی عصمتِ مطہرہ کے طفیل اُسے اور اُس کی اولاد کو جنت میں داخل فرما دیا۔''

علی سے سیدہ کا نکاح:

((عن عبدالله بن مسعود رضی الله عنهما، عن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، قال ان الله امرنی ان ازوج فاطمة من علی))

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح علی سے کر دوں۔''

((قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یا انس! اتدری ما جاء نی به جبريل من صاحب العرش؟ قال: ان الله امرنی ان ازوج فاطمة من علی))

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انس! کیا تم جانتے ہو کہ جبرئیل میرے پاس صاحب عرش کا کیا پیغام لائے ہیں؟ پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح علی سے کر دوں۔''

((عن انس رضی الله عنه قال: بينما رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی المسجد، اذ قال صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لعلی: هذا جبريل يخبرنی ان الله عزوجل زوجك فاطمة، و

Marfat.com

اشهد على تزويجك اربعين الف ملك، و اوحى الى شجرة طوبى ان انثرى عليهم الدر والياقوت، فنشرت عليهم الدر و الياقوت، فابتدرت اليه الحور العين يلتقطن من الطباق الدر و الياقوت، فهم يتها دونه بينهم الى يوم القيامة))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: یہ جبریل ہے جو مجھے یہ بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فاطمہ سے تمہاری شادی کر دی ہے اور تمہارے نکاح پر چالیس ہزار فرشتوں کو گواہ کے طور پر مجلس نکاح میں شریک کیا گیا، اور شجر ہائے طوبیٰ سے فرمایا: ان پر موتی اور یاقوت نچھاور کرو۔ پھر دلکش آنکھوں والی حوریں اُن موتیوں اور یاقوتوں سے تھال بھرنے لگیں۔ جنہیں (تقریب نکاح میں شرکت کرنے والے) فرشتے قیامت تک ایک دوسرے کو بطور تحفہ دیں گے۔''

((عن علي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اتاني ملك، فقال: يا محمد! ان الله تعالىٰ يقرا عليك السلام، ويقول لك: اني قد زوجت فاطمة ابنتك من علي بن ابي طالب في الملا الاعلى، فزوجها منه في الارض))

''حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس ایک فرشتے نے آکر کہا: اے محمد! اللہ تعالیٰ نے آپ پر سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے: میں نے آپ کی بیٹی فاطمہ کا نکاح ملاء اعلیٰ میں علی بن ابی طالب سے کر دیا ہے، پس آپ زمین پر بھی فاطمہ کا نکاح علی سے کر دیں۔''

سیدہ اور آپ کی نسل مبارک کے حق میں حضور کی دعائے برکت:

((عن انس بن مالك رضي الله عنه قال: دعا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لفاطمة اللهم! اني اعيذها بك و ذريتها من الشيطان الرجيم))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے خصوصی دعا فرمائی: باری تعالیٰ میں (اپنی) اس (بیٹی) اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔''

((عن بريدة رضي الله عنه، قال: فلما كان ليله النباء قال: يا علي! لا تحدث شيئا حتى تلقاني، فدعا النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بماء فتوضا منه ثم افرغه على علي، فقال: اللهم! بارك فيهما و بارك عليهما و بارك لهما في شبلهما و في رواية عنه: و بارك لهما في نسلهما))

''حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما کی شادی کی رات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مجھے ملے بغیر کوئی عمل نہ کرنا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا، اُس سے وضو کیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر پانی ڈال کر فرمایا: اے اللہ! ان دونوں کے حق میں برکت اور ان دونوں پر برکت نازل فرما، ان دونوں کے لئے ان کی اولاد میں برکت عطا فرما۔''

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

Marfat.com

''ان دونوں کے لئے ان کی نسل میں بھی برکت مقدر فرمادے۔''

سیدہ فاطمہ کے حوالے سے حضرت علی کی اولین وآخرین میں خصوصیت:

((اخبرنا حسين بن حريث' قال: اخبرنا الفضل بن موسىٰ' عن الحسين بن واقد' عن عبدالله بن بريدة عن ابيه' قال: خطب ابوبكر وعمرفاطمة' فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انها صغيرة' فخطب على رضى الله تعالىٰ عنه فزوجهامنه))

(السنن الکبری للنسائی ج5ص153رقم5310وج 7ص452رقم 8454' وطبع آخر ج5 ص143رقم5808' السنن الصغری للنسائی ج6ص62رقم3221' فضائل الصحابۃ ج2ص61 رقم 1051' صحیح ابن حبان ج9ص51رقم6909' المستدرک للحاکم ج2ص167رقم2753' الریاض النضرۃ ج3ص124)

''حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کا پیغام بھیجا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ چھوٹی ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درخواست کی تو آپ نے ان کے ساتھ اُن کا نکاح کردیا۔''

((اخبرنا اسماعيل بن مسعودقال: حدثنا حاتم بن وردان' قال: حدثنا ايوب السختياني عن ابى يزيد المدنى عن اسماء بنت عميس' قالت: كنت فى زفاف فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما اصبحنا جاء النبى صلى الله عليه وسلم فضرب الباب' ففتحت له ام ايمن الباب' فقال: ياام ايمن ادعى لى اخى' قالت: هو اخوك وتنكحه؟ قال: نعم ياام ايمن' وسمعن النساء صوت النبى صلى الله عليه وسلم فتحين' قالت: واختبات انافى ناحية' قالت: فجاء على فدعاله رسول الله صلى الله عليه وسلم ونضح عليه من الماء' ثم قال: ادعوالى فاطمة' فجاء ت خرقة من الحياء' فقال لها: قديعنى انكحتك احب اهل بيتيى الى' ودعالها' ونضح عليها من الماء' فخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم فرأى سوادا' فقال: من هذا؟ قلت: اسماء' قال: ابنة عميس؟ قلت: نعم' قال: كنت فى زفاف فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم تكرمينه؟ (تكرمينها) قلت: نعم' قالت: قد عالى خالفه سعيد بن ابى عروبة' فرواه عن ايوب ' عن عكرمة عن ابن عباس))

(السنن الکبری للنسائی ج7ص452رقم8455وطبع آخر ج5 ص143رقم 8509' فضائل الصحابۃ ج 2ص954رقم 1342' المستدرک للحاکم ج3ص158رقم4806' المعجم الکبیر ج24ص 36' تاریخ دمشق ج42ص133' مختصر تاریخ دمشق ج17ص341)

''حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے زفاف (رخصتی کی سنت) میں شریک تھی۔ جب صبح ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور دروازے پر دستک دی۔ حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دروازہ کھولا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام ایمن! ہمارے بھائی کو

Marfat.com

بلاؤ۔انہوں نے عرض کیا: وہ آپ کے بھائی ہیں اور آپ ان کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کر رہے ہیں؟ فرمایا: ہاں اُم ایمنؓ اور دوسری خواتین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی تو وہ ایک طرف ہوگئیں۔حضرت اسماء فرماتی ہیں: میں بھی ایک کونہ میں ہوگئی۔فرماتی ہیں: پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعائے خیر فرمائی اوران پر پانی کے چھینٹے مارے۔پھر فرمایا: فاطمہ کو بلاؤ! تو وہ شرماتی ہوئی آئیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا: میں نے آپ کا نکاح اپنے اہل بیت کی محبوب ترین شخصیت سے کیا ہے اور سیدہ کے حق میں دعائے خیر فرمائی اوراُن پر پانی چھڑکا۔پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو ایک سیاہ عورت کو دیکھا، فرمایا: یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا: اسماء ہوں۔فرمایا: بنت عمیس؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! فرمایا کیا تم فاطمہ بنت رسول کی رخصتی میں شریک ہوئی ہوتا کہ ان کی تعظیم بجالاؤ؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! فرماتی ہیں: اس پر آپ نے میرے حق میں دعائے خیر فرمائی۔''

((اخبرنا زکریا بن یحیی' قال:حدثنا محمدبن ابراهیم بن صدران' قال:حدثنا سهیل بن خلاد العبدی' قال:حدثنا محمد ابن سواء عن سعید بن ابی عروبة' عن ایوب السختیانی عن عکرمة' عن ابن عباس' قال:لمازوج رسول الله صلی الله علیه وسلم فاطمة رضی الله عنها' من علی رضی الله تعالیٰ عنه ' کان فیمااهدی معها سریر مشروط' ووسادة من (ادم) ادیم حوهالیف' وقربة' وقال:وجاء (وجاء وا) ببطحاء (من) الرمل' فبسطوه فی البیت' وقال لعلی رضی الله تعالیٰ عنه ' اذااتیت بهافلا تقربها حتی اتیك' فجاء رسول الله صلی الله علیه وسلم فدقَ الباب' فخرجت' الیه ام ایمن' فقال:اعلم (ثم) اخیی؟ قالت:(فقالت) وکیف یکون اخاك وقدزوجته ابنتك؟ قال:انه اخی' ثم اقبل (علی الباب ورأی سوادا' فقال:من هذا؟ قالت:اسماء بنت عمیس' فاقبَل' علیها' فقال لها:جئت تکرمین ابنة رسول الله صلی الله علیه وسلم؟ (فدعالها' وقال لهاخیرا' قال:ثم دخل رسول الله صلی الله علیه وسلم' قال:) وکان الیهود یوجدون الرجل (یوخذون الرجل عن) من امرأته اذادخل بها' قال: فدعارسول الله صلی الله علینه وسلم ببدر (بتور) من ماء فتفل فیه وعوذ فیه' ثم دعا علیا صلی الله علیه وسلم' فرش من ذلك الماء علی وجهه وصدره' وذراعیه' ثم دعا فاطمة فاقبلت تعثرفی ثوبها حیاء من رسول الله صلی الله علیه وسلم ففعل بها مثل ذلك' ثم قال لها مثل ذلك' ثم قال لها:یاابنتی' واللهماردت ان ازوجك الاخیرااهلی ' ثم قام وخرج رسول الله صلی الله علیه وسلم))

(السنن الکبری للنسائی ج 7ص 453رقم 8456وطبع آخرج 5ص 144رقم 5810' الطبقات الکبری لابن سعد ج8ص 254' مصنف عبدالرزاق ج5ص 337رقم (2732)9844' فضائل الصحابۃ ج2ص 702رقم 958)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ شادی کی تو جو چیزیں سیدہ کو ھدیہ کیں ان میں ایک بنی ہوئی چارپائی' چمڑے کا تکیہ جس

Marfat.com

میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور پانی کا ایک مشکیزہ تھا۔ ابن عباس نے فرمایا: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بطحاء کی ریت لا کر گھر میں بچھا دی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا: جب تم اپنی اہلیہ کے پاس آؤ تو میرے آنے تک ان کے قریب نہ ہونا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف لا کر دروازہ پر دستک دی تو ام ایمن نے دروازہ کھولا۔ آپ نے انہیں فرمایا: میرا بھائی یہیں ہے؟ ام ایمن نے عرض کیا: وہ آپ کے بھائی کیسے ہوئے' حالانکہ آپ نے اپنی بیٹی ان کے عقد میں دی ہے؟ فرمایا: وہ میرا بھائی ہے۔ پھر آپ نے حضرت ام ایمن کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تم رسول اللہ کی تعظیم کے لیے آئی ہو؟ پھر آپ نے ان کے حق میں دعا فرمائی اور ان کے لئے بہترین کلمات ارشاد فرمائے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے' ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا: اور یہودی لوگ شوہر کو اس کی بیوی سے موخر رکھتے تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا ایک کٹورا منگوایا' اُس میں دم فرمایا اور اُس میں استعاذہ کے الفاظ دم کیے' پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر ان کے چہرے سینے اور بازوؤں پر پانی چھڑکا۔ حضرت فاطمہ کو بلایا تو وہ لڑکھڑاتے ہوئے آئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے بھی وہی کیا اور وہی فرمایا: پھر فرمایا: بیٹی! میں قسم کھاتا ہوں کہ میں نے آپ کا نکاح اپنے اہل بیت کے بہترین شخص سے کیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر چلے گئے۔''

(اخبرنی عمران بن بکار بن راشد' قال: حدثنا احمد بن خالد' قال: حدثنا محمد عن عبداللہ بن ابی نجیح' عن ابیہ عن معاویۃ: ذکر علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ' فقال سعد بن ابی وقاص: واللہ لان یکون لی واحدۃ من خلال ثلاث احب الی من ان یکون لی ماطلعت علیہ الشمس: ان یکون قال لی ماقال لہ حین ردہ من تبوک: اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ' الا انہ لانبی بعدی' احب الی من این یکون لی ماطلعت علیہ الشمس' ولان یکون قال لی ماقال (لہ) (فی) یوم خیبر: لاعطین الرایۃ رجلاً یحب اللہ ورسولہ' یفتح اللہ علی یدیہ' لیس بفرار' احب الی من ان یکون لی ماطلعت علیہ الشمس' ولان یکون لی ابنتہ ولی منھا من الولد مالہ: احب الی من ان یکون لی ماطلعت علیہ الشمس))

(السنن الکبریٰ للنسائی ج7 ص454 رقم8458 طبع آخر ج5 ص144 رقم 8511' مختصر تاریخ دمشق ج17 ص335' البدایۃ والنھایۃ ج5 ص453 طبع جدید ج7 ص565)

''حضرت عبداللہ بن نجیح اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے حضرت علی المرتضیٰ کا ذکر کیا تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر مجھے حضرت علی کی تین خوبیوں میں سے کوئی ایک خوبی حاصل ہوتی تو وہ مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہوتی جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔

1: اگر مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہوتا جو انہیں غزوہ تبوک پر نہ لیجانے کے وقت فرمایا تھا کہ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تمہاری نسبت میرے ساتھ ایسی ہے جیسی ہارون علیہ السلام کی موسیٰ علیہ السلام سے مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا' تو وہ مجھے ان تمام اشیاء سے زیادہ محبوب ہوتا جن پر آفتاب طلوع ہوتا ہے۔

2: اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں وہ ارشاد فرمایا ہوتا جو ان کے لیے خیبر کے دن فرمایا تھا: میں عنقریب ایسے شخص

Marfat.com

کو پرچم عطا کروں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب رکھتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں فتح عنایت فرمائے گا' وہ بھاگنے والا نہیں ہے' تو وہ مجھے اُن تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہوتا جن پر آفتاب طلوع ہوتا ہے۔

3: اگر مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سسرالی رشتہ حاصل ہوتا اور مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی عطا ہوئی ہوتی اور اس سے میری اولاد ہوتی تو یہ چیز مجھے اُن تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہوتی جن پر آفتاب طلوع ہوتا ہے۔''

((اخبرنا محمد بن بشار' اخبرنا عبدالوهاب' اخبرنا محمد بن عمرو' عن ابی سلمة' عن عائشة' قالت: مرض رسول الله صلی الله علیه وسلم فجاء ت فاطمة رضی الله عنها' فبكت (فاكبت) علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فـ۔ارها فبكت ' ثم أكبت (علیه) فسارها فضحكت فلما توفی النبی صلی الله علیه وسلم سالتها فقالت: لما اكبت علیه' اخبرنی انه میت من وجعه ذلك' فبكیت' ثم اكببت علیه فاخبرنی: انی اسرع اهل بیته (بیتی) به ذلك فبكیت ثم اكببت علیه' فاخبرنی: انی أسرع اهل بیته (بیتی) به لحوقا وانی سیدة نساء اهل الجنة الامریم بنت عمران' فرفعت رأسی فضحكت))

(السنن الکبریٰ للنسائی ج7 ص392 رقم 8308 وص454 رقم 8459 وطبع آخر ج 5 ص95 رقم 8366 وص145 رقم 8512' مصنف ابن ابی شیبۃ ج6 ص391 رقم 32260' صحیح ابن حبان ج9 ص52 رقم 6013)

''ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھک گئیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے سرگوشی فرمائی تو وہ رو پڑیں' پھر جھکیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (دوبارہ) سرگوشی فرمائی تو ہنس پڑیں۔ پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا تو میں نے اُن سے (ہنسنے اور رونے کے متعلق) سوال کیا تو انہوں نے کہا: جب پہلی مرتبہ آپ پر جھکی تو آپ نے مجھے بتایا تھا کہ آپ اسی بیماری میں وصال فرمائیں گے تو میں رو پڑی تھی' پھر میں دوبارہ آپ پر جھکی تھی تو آپ نے فرمایا تھا کہ میں آپ کے اہل بیت میں سب سے پہلے آپ کے پاس پہنچوں گی اور یہ کہ میں جنتی خواتین کی سردار ہوں ماسوا مریم بنت عمران کے تو میں اپنا سر اٹھا کر ہنس پڑی تھی۔''

((اخبرنا هلال بن بشر قال: حدثنا محمد بن خالد' قال: قال (حدثنا) لی موسیٰ بن یعقوب ' (قال) حدثنی هاشم بن هاشم' عن عبد الله بن وهب: ان ام سلمة اخبرته بان رسول الله صلی الله علیه وسلم دعا فاطمة رضی الله عنها فناجاها فبكت' ثم حدثها فضحكت' قالت ام سلمة: فلما توفی رسول الله صلی الله علیه وسلم سالتها عن بكائها وضحكها فقالت: اخبرنی (رسول الله صلی الله علیه وسلم انه یموت' ثم اخبرنی رسول الله صلی الله علیه وسلم) انی سیدة نساء اهل الجنة بعد مریم ابنة عمران فضحكت))

(السنن الکبریٰ للنسائی ج7 ص455 رقم 8460 وطبع آخر ج5 ص145 رقم 8513' سنن الترمذی ص874 رقم 3873 وص877 رقم 3893 مناقب علی والحسنین للفوادص194)

Marfat.com

''حضرت عبداللہ بن وھب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہیں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ سرگوشی فرمائی تو وہ رو پڑیں' پھر دوبارہ ان کے ساتھ سرگوشی فرمائی تو وہ ہنس پڑیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو میں نے ان سے رونے اور ہنسنے کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع دی کہ عنقریب آپ وصال فرمانے والے ہیں' پھر دوسری مرتبہ آپ نے مجھے اطلاع دی کہ میں مریم بنت عمران کے بعد تمام جنتی عورتوں کی سردارہ ہوں تو میں ہنس پڑی۔''

((اخبرنا اسحق بن ابراھیم بن مخلد بن راھویة' قال: اخبرنا جریر عن یزید بن ابی زیاد' عن عبدالرحمن بن ابی نعم عن ابی سعید قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: الحسن والحسین سید اشباب اھل الجنة' وفاطمة سیدة نساء اھل الجنة' الا ما کان من مریم بنت عمران))

(السنن الکبری للنسائی ج 7 ص 455 رقم 8461 وطبع آخر ج 5 ص 145 رقم 8514' مصنف ابن ابی شیبۃ ج 6 ص 381 رقم 32167' مسند احمد ج 3 ص 3 رقم 11102 وص 62 رقم 11616 وص 64 رقم 11641 وص 80 رقم 11778)

''حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسنؓ اور حسینؓ جنتی جوانوں کے سردار ہیں اور فاطمہ جنتی عورتوں کی سردارہ ہے' ماسوا اس کے جو مریم بنت عمران سے تھا (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام)۔''

((اخبرنا محمد بن منصور الطوسی' قال حدثنا ابواحمد الزبیری محمد بن عبداللہ قال: اخبرنی ابوجعفر (واسمہ) محمد بن مروان قال: حدثنی ابوحازم' عن ابی ھریرة قال: ابطاعلینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوماً صبوة النھار' فلما کان العشی قال لہ قائلنا: یارسول اللہ قد شق علینا' لم نرك الیوم؟ قال: ان ملکاً من السماء لم یکن زرانی' فاستاذن اللہ فی زیادتی' فاخبرنی وبشر نی ان فاطمة بنتی سیدة نساء امتی وان حسناً وحسیناً سید اشباب اھل الجنة))

(سنن الکبری للنسائی ج 7 ص 755 رقم 8462 وطبع آخر ج 5 ص 146 رقم 8515۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ہاں جلوہ افروز ہونے میں تاخیر فرمائی۔ پس جب شام کا وقت ہوا تو ہم میں سے کسی نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم پر یہ بات بہت گراں گزری کہ آج ہم آپ کی زیارت سے محروم رہیں۔ فرمایا: آسمان کے ایک فرشتہ نے ہماری زیارت نہیں کی تھی تو اس نے اللہ تعالیٰ سے ہماری زیارت کے لیے اجازت مانگی۔ پھر اس نے مجھے خبر دی اور خوشخبری سنائی کہ میری بیٹی فاطمہ میری امت کی خواتین کی سیدہ ہیں اور حسن اور حسین نوجوانان اہل جنت کے سید ہیں۔''

((اخبرنا قرتیبة' (بن سعید) قال: حدثنا اللیث عن ابن ابی ملیکة' عن المسور بن مخرمة قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو علی المنبر یقول: ان بنی ھاشم بن المغیرة استاذنونی ان ینکحوا ابنتھم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ' فلا اذن' ثم لا اذن' الا ان

Marfat.com

یرید ابن ابی طالب ان یطلق ابنتیی وینکح ابنتهم' فانما هی بضعة منی' یرینی ماارابها ویوذینی ماذاها' ومن آذی رسول الله فقد حبط عمله))

(السنن الکبری للنسائی ج7 ص394 رقم 8312 وص457 رقم 8465 وطبع آخر ج5 ص97 رقم 8370 وص147 رقم 8518' بخاری رقم 3714' 3729' 3767' 5230' صحیح مسلم رقم المسلسل 6307' 6308' 6310 سنن الترمذی ص873 رقم 3867' 3869' سنن ابن ابی داود رقم 2069' 2070' سنن ابن ابی ماجه رقم 1998' 1999' فضائل الصحابة ج2 ص945 رقم 1323' 1324' وص946 رقم 1326' 327' 1328' 1329' 1330' وص950 رقم 1333 1334' وص951 رقم 1335 وص959 رقم 1347' صحیح ابن حبان ج9 ص54 رقم 6917' 6918' وطبع محقق ج15 ص405 رقم 6955)

"حضرت مسور بن مخرمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر ارشاد فرماتے ہوئے سنا: بیشک بنوھاشم بن مغیرہ نے مجھ سے اجازت مانگی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کریں تو میں اجازت نہیں دیتا' پھر اجازت نہیں دیتا مگر یہ کہ ابن ابو طالب میری بیٹی کو طلاق دے دے اور اُن کی بیٹی سے نکاح کرلے۔ بیشک فاطمہ میرے جسم کا حصہ ہے' مجھے وہ چیز بے قرار کرتی ہے جو اُسے بے قرار کرتی ہے اور مجھے وہ چیز اذیت پہنچاتی ہے جو اُسے اذیت پہنچاتی ہے اور جو شخص اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچائے تو اس کے تمام اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔"

((اخبرنا احمدبن سلیمان قال:حدثنا یحی بن آدم' قال :حدثنا بشر بن السری' قال:حدثنا اللیث بن سعد قال:سمعت ابن ابی ملیکة یقول:سمعت المسوربن مخرمة یقول:سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم بمکة یقول وهو علی المنبر:ان بنی هاشم بن المغیرة' استاذنونی فی ان ینکحوا ابنتهم علیا' وانی لاآذن (ثم لاآذن) الا ان یرید ابن ابی طالب ان یفارق ابنتی وان ینکح ابنتهم' ثم قال:ان فاطمة (مضغة او) بضعة منی' یوذینی ما آذاها' ویریبنی ماارابها' وماکان لابن ابی طالب رضی الله عنه' ان یجمع بین بنت عدوالله وبین بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم))

(السنن الکبری للنسائی ج7 ص394 رقم 8313 وص457 رقم 8466 وطبع آخر ج5 ص97 رقم 8371 وص147 رقم 8519)

"حضرت مسور بن مخرمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکۃ المکرّمۃ میں (ہجرت کے بعد) منبر پر بیان کرتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا: بیشک مجھ سے بنو ہاشم بن مغیرہ نے اجازت مانگی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح علی سے کریں اور بلاشبہ میں اجازت نہیں دیتا' پھر اجازت نہیں دیتا مگر یہ کہ ابن ابی طالب میری بیٹی کو فارغ کر دے اور ان کی بیٹی سے نکاح کرلے۔ پھر فرمایا: بیشک فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے' مجھے وہ چیز اذیت پہنچاتی ہے جو اس کو اذیت پہنچاتی ہے اور مجھے وہ چیز بے قرار کرتی ہے جو اس کو بے قرار کرتی ہے۔ ابن ابی طالب کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ بنت عدو اللہ (اللہ کے دشمن کی بیٹی) اور بنت نبی اللہ (اللہ کے نبی کی بیٹی) کو ایک ساتھ رکھے۔"

((حدثنا الحارث بن مسکین قراء.ة علیه وانا اسمع عن سفیان' عن عمرو' عن ابن ملیکة عن المسوربن مخرمة ان النبی صلی الله علیه وسلم قال:ان فاطمة بضعة منی من اغضبها اغضبنی))

Marfat.com

(سنن الکبریٰ للنسائی ج 7 ص 458 رقم 8467 وطبع آخر ج 5 ص 148 رقم 8520)

''حضرت عمرو بن دینار ابن ابی ملیکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا: بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جو اسے غضب ناک کرتا ہے وہ مجھے غضب ناک کرتا ہے۔''

((اخبرنا محمد بن خالد بن خلی' قال: حدثنا بشر بن شعيب' عن ابيه' عن الزهری' قال: اخبرنی علی بن الحسين: ان المسور بن محرمة اخبره ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: ان فاطمة لمضغة او بضعة منی))

(سنن الکبریٰ للنسائی ج 7 ص 394 رقم 8314 وص 458 رقم 8469 وطبع آخر ج 5 ص 97 رقم 8372 وص 148 رقم 8522)

''امام زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی بن الحسین (زین العابدین) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔''

((اخبرنا عبيدالله بن سعد بن ابراهيم (بن سعد' قال حدثنا عمی) قال: اخبرنا يعقوب بن ابراهيم ' اخبرنا ابی' عن الوليد بن كثير' عن محمد بن عمرو بن حلحلة انه حدثه ان ابن شهاب حدثه ان علی بن الحسين حدثه ان المسور بن مخرمة قال: سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم علی منبرة هذاوانا يومئذ محتلم فقال: ان فاطمة بضعة منی))

(سنن الکبریٰ للنسائی ج 7 ص 394 رقم 8314 وص 458 رقم 8469 وطبع آخر ج 5 ص 97 رقم 8372 وص 148 رقم 8522)

''امام علی بن حسین (سید الساجدین زین العابدین) رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انہیں حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس منبر پر ارشاد فرماتے ہوئے سنا اور میں اس وقت عاقل بالغ تھا' آپ نے فرمایا: بیشک فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔''

رُوئے زمین پر حضور کی محبت کا مرکزِ خاص:

((عن جميع بن عمير التيمی، قال دخلت مع عمتی علی عائشة فسئلت ای الناس كان احب الی رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم؟ قالت: فاطمة، فقيل: من الرجال؟ قالت: زوجها ان كان ما علمت صوامًا قوامًا))

''حضرت جمیع بن عمیر تیمی رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی پھوپھی کے ہمراہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کون زیادہ محبوب تھا؟ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: فاطمہ۔ عرض کیا گیا: مردوں میں سے (کون زیادہ محبوب تھا)؟ فرمایا: اُن کے شوہر، جہاں تک میں جانتی ہوں وہ بہت زیادہ روزہ رکھنے والے اور راتوں کو عبادت کے لئے بہت قیام کرنے والے تھے۔''

((عن ابن بريدة، عن ابيه، قال: كان احب النساء الی رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم فاطمة ومن الرجال علی))

Marfat.com

’’حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں میں سے زیادہ محبت حضرت فاطمۃ الزہراء سے تھی اور مردوں میں سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ محبوب تھے۔‘‘

((عن ابی سلمة بن عبدالرحمن ، قال: اخبرنی اسامة بن زید، قال: کنت جالساً اذا جاء علی والعباس رضی اللہ عنهما یستاذنان، فقالا: یا اسامة استاذن لنا علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فقلت یا رسول اللہ! علی و العباس یستاذنان، فقال: اُتدری، ما جاء بهما؟ قلت: لاء فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم لکنی ادری، ائذن لهما، فدخلاء فقالا یا رسول اللہ جئناك ایُّ اهلك احب الیك؟ قال: فاطمة بنت محمد))

’’حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما تشریف لائے، انہوں نے کہا: اُسامہ! ہمارے لئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت مانگو۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما (حاضری کی) اجازت مانگتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جانتے ہو وہ کیوں آئے ہیں؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا: میں جانتا ہوں انہیں آنے دو۔ چنانچہ دونوں حضرات اندر داخل ہوئے اور اُنہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم یہ بات جاننے کے لئے حاضر ہوئے ہیں کہ اہلِ بیت میں سے آپ کو کون زیادہ محبوب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ بنت محمد۔‘‘

((عن ابی هریرة رضی اللہ عنه، قال: قال علی بن ابی طالب رضی اللہ عنه یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ایما احب الیك: انا ام فاطمة؟ قال: فاطمة احب الی منك، وانت اعز الی منها))

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں) عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کو میرے اور فاطمہ میں سے کون زیادہ محبوب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ مجھے تم سے زیادہ پیاری ہے، اور تم میرے نزدیک اُس سے زیادہ عزیز ہو۔‘‘

((عن ابن ابی نجیح عن ابیه، قال: اخبرنی من سمع علیاً علی منبر الکوفة یقول: دخل علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فجلس عند رؤوسنا فدعا باناء فیه ماء فاتی به فدعا فیه بالبرکة ثم رشه علینا، فقلت: یا رسول اللہ! انا احب الیك ام هی؟ قال: هی احب الی منك وانت اعز علی منها))

’’ابن ابی نجیح نے اپنے والد سے روایت کی کہ مجھے اُس شخص نے بتایا جس نے منبر کوفہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے اور ہمارے سرہانے بیٹھ کر پانی کا برتن منگوایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلمنے اس میں برکت کی دعا فرمائی اور ہم پر اس کے چھینٹے مارے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کو مجھ سے زیادہ محبت ہے یا فاطمہ سے؟ فرمایا: مجھے یہ تم سے زیادہ پیاری ہے اور تم مجھے اس سے زیادہ عزیز ہو۔‘‘

Marfat.com

عادات واطوار میں شبیہ رسول:

((عن عائشة ام المؤمنين رضی الله عنها، قالت :ما رايت احدا اشبه سمتا و ذلا وهديا برسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى قيامها و قعودها من فاطمة بنت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم))

''ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں: میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ سے بڑھ کر کسی کو عادات و اطوار، سیرت و کردار اور نشست و برخاست میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھنے والا نہیں دیکھا۔''

((عن عائشة ام المؤمنين رضى الله عنها قالت :ما رايت احدا من الناس كان اشبه بالنبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كلاماً ولا حديثاً ولا جلسةً من فاطمة))

''ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے اندازِ گفتگو میں سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی اور کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھنے والا نہیں دیکھا۔''

((عن انس بن مالك رضى الله عنه قال لم يكن احد اشبه برسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من الحسن بن على، و فاطمة صلوات الله عليهم اجمعين))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کوئی بھی شخص حضرت حسن بن علی اور حضرت فاطمۃ الزہرا (رضی اللہ عنہا) سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھنے والا نہیں تھا۔''

((عن عائشة رضى الله عنها قالت اجتمع نساء النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فلم يغادر منهن امراة، فجاء ت فاطمة تمشى كان مشيتها مشية رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال :مرحبا بابنتى۔ فاجلسها عن يمينه او عن شماله))

''ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج جمع تھیں اور کوئی بھی غیر حاضر نہیں تھی۔ اتنے میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں جن کی چال ہو بہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے کے مشابہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرحبا (خوش آمدید) میری بیٹی! پھر انہیں اپنی دائیں یا بائیں جانب بٹھالیا۔''

((عن مسروق :حدثتنى عائشة ام المؤمنين رضى الله عنها قالت :انا كنا ازواج النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عنده جميعاً لم تغادر منا واحدة، فاقبلت فاطمة تمشى، ولا والله ما تخفى مشيتها من مشية رسول الله ﷺ))

''حضرت مسروق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع تھیں اور کوئی ایک بھی ہم میں سے غیر حاضر نہ تھی۔ اتنے میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا وہاں آگئیں، پس اللہ کی قسم! اُن کا چلنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے سے ذرہ بھر مختلف نہ تھا۔''

Marfat.com

سیدہ فاطمہ کی رضاوناراضگی:

((عن المسور بن مخرمة رضى الله عنه قال:قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم انما فاطمة شجنة منى يبسطنى ما يبسطها و يقبضنى ما يقبضها))

''حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک فاطمہ میری شاخ ثمر بار ہے، جس چیز سے اسے خوشی ہوتی ہے اس چیز سے مجھے بھی خوشی ہوتی ہے اور جس چیز سے اُسے تکلیف پہنچتی ہے اس چیز سے مجھے تکلیف پہنچتی ہے۔''

((عن سعيد بن ابان القرشى، قال: دخل عبد الله بن حسن بن حسن بن على بن ابى طالب على عمر بن عبدالعزيز، وهو حدث السن وله وفرة، فرفع عمر مجلسه وابقل عليه، وقضى حوائجه، ثم اخذ عكنة من عكنه، فغمزها حتى اوجعه، وقال: اذكرها عندك للشفاعة۔ فلما خرج لامه قومه وقالوا: فعلت هذا بغلام حدث! فقال: ان الشقة حديثنى حتى كانى اسمعه من فى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم انما فاطمة بضعة من، يسرنى ما يسرها وانا اعلم ان فاطمة رضى الله عنها لو كانت حية، لسرها ما فعلت بابنها۔ قالوا: فما معنى غمزك بطنه، وقولك ما قلت؟ قال: انه ليس احد من بنى هاشم الا وله شفاعة، فرجوت ان اكون فى شفاعة هذا))

''سعید بن ابان قرشی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب جو کہ ابھی نوعمر تھے، اپنے ایک کام کے سلسلے میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے ملنے آئے۔ پس (اُن کے آنے پر) حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنی مجلس برخاست کردی اور اُن کا استقبال کیا اور ان کی ضرورت پوری کی۔ پھر اُن کو پیٹ کے بل کا اس قدر دبایا کہ انہیں درد محسوس ہوئی، اور فرمایا یہ بات (قیامت کے دن) شفاعت کے وقت یاد رکھنا۔ جب وہ سید چلے گئے تو لوگوں نے انہیں ملامت کی اور کہا: آپ نے ایک نوعمر لڑکے کی اتنی آؤ بھگت کی؟ اس پر آپ نے فرمایا: میں نے ایک ثقہ راوی سے حدیث مبارکہ اس طرح سنی ہے کہ گویا میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رہا ہوں (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں:) بے شک فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے، جو اسے خوش کرتا ہے وہ مجھے خوش کرتا ہے۔ (پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا) میں جانتا ہوں کہ اگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حیات ہوتیں تو وہ اس عمل سے ضرور خوش ہوتیں جو میں نے ان کے بیٹے کے ساتھ کیا ہے۔ لوگوں نے پوچھا: آپ کا ان کے پیٹ میں کچو کے لگانے کا کیا مطلب ہے اور جو کچھ آپ نے فرمایا اس سے کیا مراد ہے؟ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بنی ہاشم میں ایک شخص بھی ایسا نہیں جسے شفاعت کرنے کا اختیار نہ دیا گیا ہو۔ پس میں نے چاہا کہ میں اس لڑکے کی شفاعت کا حق دار بنوں۔''

((عن المسور بن مخرمة: ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: فاطمة بضعة منى، فمن اغضبها اغضبنى))

''حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے، پس

Marfat.com

جس نے اُسے ناراض کیا اُس نے مجھے ناراض کیا۔"

((عن علی رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لفاطمة: ان الله یغضب لغضبك، ویرضی لرضاك))

"حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ سے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ تیری ناراضگی پر ناراض اور تیری رضا پر راضی ہوتا ہے۔"

((عن المسور بن مخرمة، قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم انما فاطمة بضعة منی، یؤذینی ما آذاها))

"حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم نے فرمایا: فاطمہ تو بس میرے جسم کا ٹکڑا ہے، اُسے تکلیف دینے والی چیز مجھے تکلیف دیتی ہے۔"

((عن عبدالله بن الزبیر رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم انما فاطمة بضعة منی، یؤذینی ما آذاها، وینصبنی ما انصبها))

"حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ میرا جگر گوشہ ہے۔ اُسے تکلیف دینے والی چیز مجھے تکلیف دیتی ہے، اور اسے مشقت میں ڈالنے والا مجھے مشقت میں ڈالتا ہے۔"

سیدہ کے گھرانے کا دُشمن:

((عن زید بن ارقم رضی الله عنه، ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال لعلی و فاطمة و الحسن و الحسین رضی الله عنهم: انا حرب لمن حاربتم، وسلم لمن سالمتم))

"حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم سے فرمایا: میں اُس سے لڑوں گا جس سے تم لڑو گے، اور جس سے تم صلح کرو گے میں اُس سے صلح کروں گا۔"

((عن زید بن ارقم رضی الله عنه ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال لفاطمة والحسن و الحسین انا حرب لمن حاربکم وسلم لمن سالمکم))

"حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جو تم سے لڑے گا میں اُس سے لڑوں گا اور جو تم سے صلح کرے گا میں اُس سے صلح کروں گا۔"

((عن ابی هریرة رضی الله عنه قال: نظر النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم الی علی و فاطمة و الحسن و الحسین، فقال انا حرب لمن حاربکم وسلم لمن سالمکم))

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کی طرف نظر التفات کی اور ارشاد فرمایا: جو تم سے لڑے گا میں اس سے لڑوں گا، جو تم سے صلح کرے گا میں اُس سے صلح کروں گا (جو تمہارا دشمن وہ میرا دشمن اور جو تمہارا دوست ہے وہ میرا بھی دوست ہے۔)"

Marfat.com

((عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من ابغضنا اهل البیت فهو منافق))

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہم اہل بیت سے بغض رکھا تو وہ منافق ہے۔''

((عن زر قال: قال علی رضی الله عنه: لا یحبنا منافق ولا یبغضنا مؤمن))

''حضرت زر بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: منافق شخص کبھی بھی ہمارے ساتھ محبت نہیں کرتا اور مومن شخص کبھی بھی ہمارے ساتھ بغض نہیں رکھتا۔''

((عن جابر بن عبدالله الانصاری رضی الله عنهما قال: خطبنا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وهو یقول: ایها الناس! من ابغضنا اهل البیت حشره الله یوم القیامة یهودیاً فقلت: یا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وان صام وصلی؟ قال: وان صام وصلی))

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: جس نے ہم اہل بیت کے ساتھ بغض رکھا روزِ قیامت اُس کا حشر یہودیوں کے ساتھ ہوگا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگرچہ وہ روزہ رکھے اور نماز (بھی) پڑھے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اگرچہ وہ روزہ رکھے اور نماز (بھی) پڑھے (اس کے باوجود دشمن اہل بیت ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اُس کی عبادات کو رد فرما کر اُسے یہودیوں کے ساتھ اُٹھائے گا۔)''

((عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم والذی نفسی بیده! لا یبغضنا اهل البیت احد الا ادخله الله النار))

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! ہم اہلِ بیت سے بغض رکھنے والا کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں کہ جسے اللہ تعالیٰ جہنم میں نہ ڈالے۔''

((عن ابن عباس رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لو ان رجلاً صف بین الرکن والمقام، فصلی و صام، ثم لقی الله وهو مبغض لاهل بیت محمد دخل النار))

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی شخص کعبۃ اللہ کے پاس رُکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑا ہو کر نماز پڑھے اور روزہ (بھی) رکھے اور پھر وہ اس حال میں مرے کہ اہل بیت سے بغض رکھتا ہو تو وہ شخص جہنم میں جائے گا۔''

((عن معاویة بن حدیج، عن الحسن بن علی رضی الله عنهما، انه قال له: یا معاویة بن حُدیج! ایاك وبغضنا فان رسول الله ﷺ قال لا یبغضنا ولا یحسدنا احد الا ذید عن الحوض یوم القیامة بسیاط من نار))

''حضرت معاویہ بن حدیج نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اے معاویہ بن حدیج!

Marfat.com

ہمارے ساتھ بغض رکھنے سے بچے رہنا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ اقدس ہے: ہمارے ساتھ بغض وحسد رکھنے والا کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں کہ جسے قیامت کے دن حوضِ کوثر سے آگ کے ذرے سے دھتکارا نہ جائے۔"

حضرت فاطمہ کا گھرانہ اہل بیت ہے:

((عن انس بن مالك رضى الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يمر بباب فاطمة ستة اذا خرج الى صلاة الفجر، يقول: الصلاة! يا اهل البيت ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾))

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چھ ماہ تک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول رہا کہ جب نماز فجر کے لئے نکلتے اور حضرت فاطمہ کے دروازہ کے پاس سے گزرتے تو فرماتے: اے اہل بیت! نماز قائم کرو۔ (اور پھر یہ آیت مبارکہ پڑھتے:) اے اہل بیت! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی دور کردے اور تم کو خوب پاک وصاف کردے۔"

1: ترمذی، الجامع الصحیح، 352:5، رقم 3206
2: احمد بن حنبل، المسند: 259:3، 285
3: احمد بن حنبل فضائل الصحابہ، 761:2، رقم 1340، 1341
4: ابن ابی شیبہ، المصنف 388:6، رقم: 32272
5: شیبانی، الآحاد والمثانی۔ 360:5، قم 2953
6: عبد بن حمید، المسند: 367، رقم 1223
7: حاکم، المستدرک، 172:3، رقم 4748
8: طبرانی، المعجم الکبیر، 56:3، رقم 2671
9: بخاری نے "الکنیٰ" (ص: 25، رقم 205) میں ابوالحمراء سے حدیث روایت کی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کی مدت نو ماہ بیان کی گئی ہے۔
10: عند بن حمید نے المسند (ص 173، رقم 475) میں امام بخاری کی بیان کردہ روایت نقل کی ہے۔
11: ابن حیان نے، طبقات المحدثین باصبهان (148:4) میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی اس روایت میں آٹھ ماہ کا ذکر کیا ہے۔
12: ابن اثیر، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، 218:7
13: ذہبی، سیر اعلام النبلاء، 134:2
14: مزی، تہذیب الکمال، 35، 250، 251
15: ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 483:3
16: سیوطی نے، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور (613:5) میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

Marfat.com

17: سیوطی نے، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور (6:607) میں حضرت ابو الحمراء سے روایت کی ہے۔

18: شوکانی، فتح القدیر، 4:280

((عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه فی قوله: إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ قال: نزلت فی خمسة: فی رسول الله صلی الله علیه وسلم وعلی، فاطمه، والحسن، والحسین رضی الله عنهم))

"حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد مبارکہ: اے اہل بیت! اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی دُور کر دے کے بارے میں کہا ہے کہ یہ آیت مبارکہ پانچ ہستیوں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی۔"

1: طبرانی، المعجم الاوسط، 3:380، رقم: 3456

2: طبرانی، المعجم الصغیر، 1:231، رقم 375

3: ابن حیان، طبقات المحدثین باصبهان، 3:384

4: خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، 10:278

5: طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، 22:6

گھرانہ اہل کساء:

((عن صفية بنت شيبة، قالت: قالت عائشة رضی الله عنها: خرج النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم خداة وعلیه مرط مرحل من شعر اسود۔ فجاء الحسن بن علی رضی الله عنهما فادخله، ثم جاء الحسین رضی اله عنه فدخل معه، ثم جاء ت فاطمة رضی الله عنها فادخلها، ثم جاء علی رضی الله عنه فادخله، ثم قال: إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا))

"صفیہ بنت شیبہ روایت کرتی ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت باہر تشریف لائے دراں حالیکہ آپ ﷺ نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی جس پر سیاہ اُون کے کجاووں کے نقش بنے ہوئے تھے۔ پس حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اُس چادر میں داخل کر لیا، پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے تو آپ کے ہمراہ چادر میں داخل ہو گئے، پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور آپ نے اُنہیں چادر میں داخل کر لیا، پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں بھی چادر میں لے لیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ پڑھی: "اے اہلِ بیت! اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی دور کر دے اور تم کو خوب پاک و صاف کر دے۔"

((عن عمر بن ابی سلمة ربیب النبی ﷺ، قال: لما نزلت هذه الآیة علی النبی ﷺ ﴿إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ فی بیت ام سلمة، فدعا

Marfat.com

فاطمة و حسناً و حسيناً رضي الله عنهم فجللهم بكساء ، وعلي رضي الله عنهم خلف طهره فجلله بكساء، ثم قال: اللهم! هؤلاء اهل بيت، فاذهب عنهم الرجس و طهرهم تطهيرًا))

''حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں یہ آیت مبارکہ: ''اے اہلِ بیت! اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی دور کر دے اور تم کو خوب پاک وصاف کر دے۔'' نازل ہوئی: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ، حضرت حسن، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور کملی میں ڈھانپ لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں بھی کملی میں ڈھانپ لیا، پھر عرض کیا: الٰہی! یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ان سے نجاست دور کر اور ان کو خوب پاک وصاف کر دے۔''

سیدہ فاطمہ سب جہانوں کی سردار ہیں:

((عن عائشة رضي الله عنها، ان النبي ﷺ قال و هو في مرضه الذي توفي فيه: يا فاطمة! الا ترضين ان تكوني سيدة نساء العالمين ويسدة نساء هذه الامة وسيدة نساء المؤمنين))

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ! کیا تو نہیں چاہتی کہ تو تمام جہانوں کی عورتوں، میری اس اُمت کی تمام عورتوں اور مؤمنین کی تمام عورتوں کی سردار ہو۔''

((عن عائشة رضي الله عنها قالت: اقبلت فاطمة تمشي كان مشيتها مشي النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، مرحبا بابنتي ثم اجلسها عن يمينه او عن شماله، ثم اسر اليها حديثاً فبكت، فقلت لها: لها تبكين؟ ثم اسر اليها حديثا فضحكت، فقلت ما رايت كاليوم فرحاً اقرب من حزن، فسالتها عما قال، فقالت: ما كنت لافشي سر رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ان جبريل كان يعارضني القرآن كل سنة مرة، وانه عارضني العام مرتين، ولا اراه الا حضر اجلي، وانك اول اهل بيتي لحاقا بي، فبكيت فقال: اما ترضين، ان تكوني سيدة نساء اهل الجنة، او نساء المؤمنين! فضحكت لذلك))

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہراء آئیں اور اُن کا چلنا ہو بہو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے جیسا تھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لختِ جگر کو خوش آمدید کہا اور اپنے دائیں یا بائیں جانب بٹھالیا، پھر چپکے چپکے ان سے کوئی بات کہی تو وہ رونے لگیں، پس میں نے اُن سے پوچھا کہ کیوں رو رہی ہیں؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے کوئی بات چپکے چپکے کہی تو وہ ہنس پڑیں۔ پس میں نے کہا کہ آج کی طرح میں نے خوشی کو غم کے اتنے نزدیک کبھی نہیں دیکھا۔ میں نے (حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے پوچھا:) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا تھا؟ اُنہوں نے جواب دیا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو فاش نہیں کر سکتی۔ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو میں نے اُن سے (اُس بارے میں) پھر پوچھا تو اُنہوں نے جواب دیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے سرگوشی کی کہ جبرائیل ہر سال میرے

Marfat.com

ساتھ قرآن کریم کا ایک بار دور کیا کرتے تھے لیکن اس سال دو مرتبہ کیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میرا آخری وقت آ پہنچا ہے اور بے شک میرے گھر والوں میں سے تم ہو جو سب سے پہلے مجھ سے آملو گی۔ اس بات نے مجھے رلایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم تمام جنتی عورتوں کی سردار ہو یا تمام مسلمان عورتوں کی سردار ہو؟ پس اس بات پر میں ہنس پڑی۔''

((عن مسروق: حدیثتنی عائشة ام المؤمنین رضی الله عنها، قالت قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یا فاطمة! الا ترضین ان تکونی سیدة نساء المؤمنین۔ او سیدة نساء هذه الامة))

''حضرت مسروق روایت کرتے ہیں کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اے فاطمہ! کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہو کہ مسلمان عورتوں کی سردار ہو یا میری اس اُمت کی سب عورتوں کی سردار ہو!''

((عن ابی هریرة رضی الله عنه، ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: ان ملکاً من السماء لم یکن زارنی، فاستاذن الله فی زیارتی، فبشرنی او اخبرنی ان فاطمة سیدة نساء امتی))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آسمان کے ایک فرشتے نے میری زیارت نہیں کی تھی، پس اُس نے اللہ تعالیٰ سے میری زیارت کی اجازت لی اور اُس نے مجھے خوشخبری سنائی (یا) مجھے خبر دی کہ فاطمہ میری اُمت کی سب عورتوں کی سردار ہیں۔''

سیدہ فاطمہ جنتی عورتوں کی اور آپ کے شہزادے جنتی جوانوں کے سردار ہیں:

((عن حذیفة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ان هذا ملک لم ینزل الارض قط قبل هذه اللیلة استاذن ربه ان یسلم علی ویبشرنی بان فاطمة سیدة نساء اهل الجنة، وان الحسن و الحسین سیدا شباب اهل الجنة))

''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک فرشتہ جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہ اُترا تھا۔ اُس نے اپنے پروردگار سے اجازت مانگی کہ مجھے سلام کرنے حاضر ہو اور مجھے یہ خوشخبری دے: فاطمہ! اہل جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہے اور حسن و حسین جنت کے تمام جوانوں کے سردار ہیں۔''

((عن علی بن ابی طالب ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال لفاطمة رضی الله عنها: الا ترضین ان تکونی سیدة نساء اهل الجنة۔ وابناک سیدا شباب اهل الجنة))

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: کیا تمہیں اس بات پر خوشی نہیں کہ اہل جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہو اور تیرے دونوں بیٹے جنت کے تمام جوانوں کے سردار ہیں۔''

((عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: خط رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی

Marfat.com

الارض اربعة خطوط۔ قال: تدرون ما هذا؟ فقالوا: الله و رسوله اعلم۔ فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: افضل نساء اهل الجنة: خديجة بنت خويلد، و فاطمة بنت محمد، و آسية بنت مزاحم امراة فرعون، ومريم ابنة عمران))

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار لکیریں کھینچیں اور فرمایا: تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ اور اُس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہلِ جنت کی تمام عورتوں سے افضل ترین (چار) ہیں۔ خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد، فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم اور مریم بنت عمران۔''

((عن صالح قال: قالت عائشة لفاطمة بنت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الا ابشرك ان سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: سيدات اهل الجنة اربع مريم بن عمران و فاطمة بن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و خديجة بنت خويلد، و آسية امراة فرعون))

''حضرت صالح رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: کیا میں تمہیں خوشخبری نہ سناؤں! (وہ یہ کہ) میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اہلِ جنت کی عورتوں کی سردار صرف چار خواتین ہیں: مریم بنت عمران، فاطمہ بنت رسول اللہ، خدیجہ بنت خویلد اور فرعون کی بیوی آسیہ۔''

اللہ تعالیٰ نے فاطمہ اور آلِ فاطمہ پر جہنم کی آگ حرام کردی:

((عن ابن عباس رضى الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لفاطمة رضى الله عنها: ان الله غير معذبك ولا ولدك))

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں اور تمہاری اولاد کو آگ کا عذاب نہیں دے گا۔''

((عن عبدالله بن مسعود رضى الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ان فاطمة حصنت فرجها فحرمها الله و ذريتها على النار))

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک فاطمہ نے اپنی عصمت و پاک دامنی کی ایسی حفاظت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے اور اُس کی اولاد کو آگ سے محفوظ فرما دیا ہے۔''

((عن جابر بن عبدالله رضى الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم انما سميت بنتى فاطمة لان الله فطمها وفطم محبيها عن النار))

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری بیٹی کا نام فاطمہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے اور اُس سے محبت رکھنے والوں کو دوزخ سے الگ تھلگ کر دیا ہے۔''

Marfat.com

سیدہ فاطمہ کی والدہ افضل النساء ہیں:

((عن عبدالله بن جعفر قال: سمعت علی بن ابی طالب رضی الله عنه يقول: سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم يقول: خير نسائها خديجة بنت خويلد، و خير نسائها مريم بن عمران))

''حضرت عبداللہ بن جعفر روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: (اپنے زمانہ کی عورتوں میں) سب سے افضل خدیجہ بنت خویلد ہیں، اور (اپنے زمانہ کی عورتوں میں) سب سے افضل مریم بن عمران ہیں۔''

((عن عبدالله بن جعفر، سمعت علياً بالكوفة، يقول: سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم يقول: خير نسائها مريم بنت عمران، و خير نسائها خديجة بنت خويلد قال ابو كريب: واشار وكيع الى السماء والارض))

''حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مریم بنت عمران اور خدیجہ بنت خویلد زمین و آسمان میں سب عورتوں سے بہتر ہیں۔ (راوی) ابو کریب کہتے ہیں کہ وکیع نے (یہ حدیث بیان کرتے ہوئے) زمین و آسمان کی طرف اشارہ کیا۔''

فاطمہ! میرے ماں باپ تجھ پر قربان:

((عن ابن عمر رضی الله عنهما: ان النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم كان اذا سافر كان آخر الناس عهدا به فاطمة و اذا قدم من سفر كان اول الناس به عهدا فاطمة رضی الله عنها۔ فقال لها رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم فداك ابی و امی))

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنے اہل و عیال میں سے سب کے بعد جس سے گفتگو کر کے سفر پر روانہ ہوتے وہ سیدہ فاطمہ ہوتیں۔ اور سفر سے واپسی پر سب سے پہلے جس کے پاس تشریف لاتے وہ بھی حضرت فاطمہ ہی ہوتیں۔ اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ سے فرماتے: (فاطمہ) میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔''

((عن عمرا بن الخطاب رضی الله عنه ان النبی صلی الله عليه وسلم قال لفاطمة فداك ابی و امی))

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے (بھی) مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے تھے: (فاطمہ!) میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔''

لختِ جگرِ مصطفیٰ:

((عن المسور بن مخرمة: ان رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال: فاطمة بضعة منی، فمن اغضبها اغضبنی))

Marfat.com

''حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ پس جس نے اسے ناراض کیا اُس نے مجھے ناراض کیا۔''

((عن محمد بن علی قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم انما فاطمة بضعة منى، فمن اغضبها اغضبنى))

''محمد بن علی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ پس جس نے اُسے ناراض کیا اُس نے مجھے ناراض کیا۔''

((عن علی رضی الله عنه انه كان عند رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال: اى شى خير للمراة؟ فسكتوا، فلما رجعت قلت لفاطمة! اى شىء خير للنساء؟ قالت: الا يراهن الرجال۔ فذكرت ذلك للنبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقال انما فاطمة بضعة منى))

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ بارگاہِ نبوی میں حاضر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: عورت کے لئے کونسی شے بہتر ہے؟ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خاموش رہے۔ جب میں گھر لوٹا تو میں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: بتاؤ! عورت کے لئے کونسی شے بہتر ہے؟ سیدہ فاطمہ نے جواب دیا، عورت کے لئے سب سے بہتر یہ ہے کہ اُسے غیر مرد نہ دیکھے۔ میں نے اس چیز کا تذکرہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔''

سیدہ فاطمہ کی آمد پر نبی کریم کا عمل:

((عن عائشة ام المؤمنين رضى الله عنها قالت: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اذا رآها قد اقبلت رحب بها، ثم قام اليها فقبلها، ثم اخذ بيدها فجاء بها حتى يجلسها فى مكانه۔ وكانت اذا رات النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم رحبت به، ثم قامت اليه فقبلته صلى الله تعالىٰ عليه وسلم))

''ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سیدہ فاطمہ کو آتے ہوئے دیکھتے تو خوش آمدید کہتے۔ پھر ان کی خاطر کھڑے ہو جاتے، اُنہیں بوسہ دیتے، اُن کا ہاتھ پکڑ کر لاتے اور اُنہیں اپنی نشست پر بٹھا لیتے۔ اور جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھتیں تو خوش آمدید کہتیں، پھر کھڑی ہو جاتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتیں۔''

((عن ام المؤمنين عائشة رضى الله عنها انها قالت: كانت (فاطمة) اذا دخلت عليه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم رحب بها و قام اليها فاخذ بيدها فقبلها و اجلسها فى مجلسه))

''ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب سیدہ فاطمہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ کو خوش آمدید کہتے، کھڑے ہو کر اُن کا استقبال کرتے، اُن کا ہاتھ پکڑ کر اُسے بوسہ دیتے اور اُنہیں اپنی نشست پر بٹھا لیتے۔''

Marfat.com

((عن ام المؤمنین عائشة رضی الله عنها انها قالت: کانت (فاطمة) اذا دخلت علیه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قام الیها فقبلها ورحب بها واخذ بیدها۔ فاجلسها فی مجلسه وکانت هی اذا دخل علیها رسول الله صلی الله علیه وسلم قامت الیه مستقبلة وبلت یده))

''ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: سیدہ فاطمہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر اُن کا استقبال فرماتے، اُنہیں بوسہ دیتے، خوش آمدید کہتے اور اُن کا ہاتھ پکڑ کر اپنی نشست پر اٹھا لیتے۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ کے ہاں رونق افروز ہوتے تو سیدہ فاطمہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لئے کھڑی ہو جاتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس کو بوسہ دیتیں۔''

حضور سیدہ کی نشست کے لئے اپنی کملی مبارک بچھا دیتے:

((عن علی انه دخل علی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وقد بسط شملة، فجلس علیها هو وفاطمة وعلی والحسن والحسین، ثم اخذ النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بمجامعه فعقد علیهم، ثم قال: اللهم ارض عنهم کما انا عنهم راض))

''حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، درآں حالیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر بچھائی ہوئی تھی۔ پس اُس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین بیٹھ گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس چادر کے کنارے پکڑے اور اُن پر ڈال کر اُس میں گرہ لگا دی۔ پھر عرض کیا: اے اللہ! تو بھی ان سے راضی ہو جا، جس طرح میں ان سے راضی ہوں۔''

سفرِ مصطفیٰؐ کی ابتدا اور انتہا بیتِ فاطمہ سے ہوتی:

((عن ثوبان مولی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: کان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اذا سافر کان آخر عهده بانسان من اهله فاطمة، و اول من یدخل علیها اذا قدم فاطمة))

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنے اہل وعیال میں سے سب کے بعد جس سے گفتگو فرما کر سفر پر روانہ ہوتے وہ حضرت فاطمہ ہوتیں، اور سفر سے واپس پر سب سے پہلے جس کے پاس تشریف لاتے وہ بھی حضرت فاطمہ ہوتیں۔''

((عن ابن عمر رضی الله عنهما: ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کان اذا سافر کان آخر الناس عهدا به فاطمة، و اذا قدم من سفر کان اول الناس به عهدا فاطمة رضی الله عنها فقال لها رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فداك ابی و امی))

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنے اہل و عیال میں سے سب کے بعد جس سے گفتگو فرما کر سفر پر روانہ ہوتے وہ سیدہ فاطمہ ہوتی اور سفر سے واپسی پر سب سے پہلے جس کے پاس تشریف لاتے وہ بھی حضرت فاطمہ ہی ہوتیں اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ سے فرماتے: (فاطمہ!) میرے

Marfat.com

ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔''

((عن ابن عباس قال: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اذا قدم من سفر قبل ابنته فاطمة))

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو اپنی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بوسہ دیتے۔''

حضرت علی ہی سیدہ فاطمہ کے کفو تھے:

((عن الضحاك بن مزاحم قال: سمعت علي بن ابى طالب رضى الله عنه يقول :اتاني ابو بكر و عمر فقالا :لو اتيت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فذكرت له فاطمة: قال فاتيته فلما رآني رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ضحك ثم قال :ما جاء بك يا ابا الحسن وما حاجتك؟ قال :فذكرت له قرابتي وقدمي في الاسلام و نصرتي له وجهادي ، فقال يا علي !صدقت فانت افضل مما تذكر فقلت :يا رسول الله !فاطمة تزوجنيها؟ فقال : يا علي انه قد ذكر ها قبلك رجال فذكرت ذلك لها فرايت الكراهة في وجهها، ولكن على رسلك حتى اخرج اليك، فدخل عليها فقامت اليه فاخذت رداء ه ونزعت نعليه واتته بالوضوء، فوضاته بيدها وغسلت رجليه ثم فعدت فقال لها :يا فاطمة !فقالت :لبيك حاجتك يا رسول الله؟ قال :ان علي بن ابى طالب من قد عرفت قرابته وفضله واسلامه، واني قد سالت ربي ان يزوجك خير خلقه واحبهم اليه، قد ذكرت من امرك شيئا فماترين؟ فسكتت ولم تول وجهها ولم يرفيه رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم كراهته فقام وهو يقول :الله اكبر !سكوتها اقرارها، فاتاه جبرئيل فقال :يا محمد انزوجها علي بن ابى طالب، فان الله قد رضيها له ورضيه لها۔ قال علي رضى الله عنه :فزوجني رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم :ثم اتاني فاخذ بيدي فقال :قم بسم الله وقل :على بركة الله وماشاء الله لا قوة الا بالله توكلت على الله ثم جاء ني حين اقعدني عندها ثم قال :اللهم انهما احب خلقك الي فاحبهما وبارك في ذريتهما واجعل عليهما منك حافظ، واني اعيذهما وذريتهما بك من الشيطان الرجيم))

''جناب ضحاک بن مزاحم کہتے ہیں کہ میں نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ حضرت ابوبکر اور عمر میرے پاس آئے اور کہا: اگر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں تو بہتر ہوگا ان سے فاطمہ کی شادی کے بارے میں بات چیت کرنا۔ حضرت علی کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو مسکراتے ہوئے فرمایا: اے علی! کس لئے آئے ہو اور کیا کہنا چاہتے ہو؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر اپنے خاندان کے بارے میں اسلام قبول کرنے اور پیغمبر کی مدد کرنے اور جہاد میں دوسرے لوگوں سے سبقت لینے جیسے امور پر ان

Marfat.com

سے گفتگو ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! سچ کہہ رہے ہو۔ آپ جو کچھ بھی یہاں کہہ رہے ہیں برتر ہیں۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آیا فاطمہ کی شادی میرے ساتھ کریں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! آپ سے پہلے کچھ لوگ خواستگاری اور رشتے کیلئے آئے ہیں اس بارے میں فاطمہ سے بات کی لیکن ان کے چہرے پر میں نے ناگواری کے آثار دیکھے، کچھ دیر انتظار کریں، میں واپس آرہا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ کے پاس آئے، سیدہ فاطمہ ان کے احترام میں کھڑی ہوگئیں، ان سے عبالی اور ان کے جوتے اتارے اور ان کے لئے پانی حاضر کیا اور خود اپنے ہاتھ سے ان کے پاؤں دھوئے اور بیٹھ گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ! سیدہ فاطمہ نے عرض کیا: لبیک یارسول اللہ! آپ کیا فرمانا چاہتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی بن ابی طالب وہ ہیں کہ جن کے خاندان اور فضیلت اور اسلام کو تم جانتی ہو، میں نے پروردگار سے التجا کی ہے کہ اپنی مخلوق میں سے بہترین فرد کو تمہاری ہمسری کیلئے انتخاب کرے۔ علی نے تم سے شادی کرنے کی تجویز پیش کی ہے، تمہارا کیا خیال ہے؟ سیدہ فاطمہ خاموش ہوگئیں اور رخ پھیر لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چہرے پر شرم کے آثار دیکھے تو کھڑے ہوکر فرمایا: اللہ اکبر! اس کی خاموشی رضامندی کی علامت ہے۔ اسی دوران جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا: یا محمد! اس کی شادی علی کے ساتھ کردو، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس پر خوش ہے کہ فاطمہ علی کیلئے ہو اور علی فاطمہ کے لئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا عقد فاطمہ کے ساتھ کردیا۔ میرے قریب آئے اور میرے ہاتھ کو پکڑ کر فرمایا: بسم اللہ کھڑے ہو جاؤ اور کہو: ((علی برکة الله وماشاء الله لا قوة الا بالله توکلت علی الله)) اس کے بعد مجھے سیدہ کے قریب بٹھایا اور عرض کیا: اے اللہ! یہ تیری مخلوق کے دو فرد میرے نزدیک محبوب ترین ہیں تو ان دونوں کو دوست رکھ اور ان کی نسل میں برکت عطا فرما اور ان کو اپنی حفاظت میں رکھ۔ میں ان دونوں اور ان کی نسل کو شیطان رجیم کے شر سے تیری پناہ میں قرار دے رہا ہوں۔''

سیدہ فاطمہ کا نکاح اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر کیا:

((اخبرنی ابی عن جدی عن ابیه قال: کنا مع رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم جلوساً بباب داره واذا بفاطمة قد اقبلت وهی حاملة الحسن وهو تبکی بکاءً شدیدًا فاستقبلها رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وقال: مایبکیك لا ابکی الله عینك؟ ثم تناول الحسن من یدها فقالت: یا ابة ان نساء قریش عیرننی وقلن زوجك ابوك من فقیر لا مال له، فقال النبی صلی الله علیه وآله وسلم: ما زوجتك اناولکن الله تعالیٰ زوجك من السماء وشهد بذلك جبرئیل و میکائیل و اسرافیل، اعلمی یا فاطمة ان الله تعالیٰ اطلع الی الارض اطلاعة فاختار منها اباك فبعثه نبیاً ثم اطلع ثانیة فاختار منها من الخلائق علیاً بعلك، ثم زوجك به من فوق السماوات السبع وامرنی ان ازوجك به واتخذه وزیرًا، فعلی اشجع الناس قلباً واعلم الناس علماً واحکم الناس حکماً و اقدم الناس ایماناً واسمحهم کفاواً حسنهم خلقاً))

''راوی کہتا ہے کہ میرے باپ نے اپنے والد سے اس نے اپنے اجداد سے خبر دی ہے کہ ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے گھر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک سیدہ فاطمہ کا وہاں سے گزر ہوا۔ اس وقت انہوں نے حضرت

Marfat.com

حسن کو اٹھایا ہوا تھا اور وہ شدید رو رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا استقبال کیا اور فرمایا: اللہ آپ کو نہ رلائے، کیوں رو رہی ہو؟ اس کے بعد جناب حسن کو ان سے لیا۔ سیدہ فاطمہ نے عرض کیا: بابا جان! قریش کی عورتیں مجھے ملامت کرتی ہیں اور کہتی ہیں: تمہارے باپ نے تمہاری شادی ایک ایسے شخص سے کی ہے جو فقیر اور محتاج ہے، اس کے پاس کوئی دولت وغیرہ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہارا عقد اس کے ساتھ نہیں کیا ہے بلکہ اللہ نے آسمان پر اس کو تمہارا شوہر منتخب کیا ہے اور اس کے گواہ جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل ہیں۔ اے فاطمہ! جان لو کہ اللہ نے اس زمین پر ایک خاص لطف کیا ہے اور تمہارے والد کا اس زمین پر انتخاب کیا اور اسے پیغمبر مبعوث کیا، اس کے بعد ایک اور عنایت فرمائی، لوگوں میں سے علی کو جو کہ تمہارے شوہر ہیں (ولایت کے لیے) انتخاب کیا۔ اس کے بعد سات آسمانوں کی بلندی پر تمہیں ان کیلئے شریک حیات انتخاب کیا اور مجھے حکم دیا کہ تمہاری شادی اس سے کردوں اور ان کو اپنا وزیر بناؤں۔ علی لوگوں میں سے شجاع ترین، عقل مند اور سمجھ دار ہیں اور سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔ وہ سب سے زیادہ مہربان اور با اخلاص ہیں۔"

سیدنا علی ہی سیدہ فاطمہ کے کفو تھے:

((بالاسناد، عن یونس بن طبیان، عن ابی عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال :سمعتہ یقول :لولا ان اللہ تبارك و تعالیٰ خلق امیر المومنین رضی اللہ عنہ لفاطمة، ما کان لہ کفوعلی ظھر الارض من آدم ومن دونہ))

"یونس بن ظبیان کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنا کہ اگر اللہ تعالیٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فاطمہ کیلئے خلق نہ کرتا تو حضرت آدم سے لے کر دوسرے لوگوں تک زمین پر سیدہ فاطمہ کیلئے کوئی شوہر اور کفو پیدا نہ ہوتا۔"

نکاح طوبیٰ کے درخت کے کنارے:

((ورُوی بسندہ عن جابر بن عبد اللہ قال:لما زوج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیا من فاطمة اتت قریش فقالوا:یا رسول اللہ ازوجت فاطمة علیاً بمھر خسیس ؟ فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :مازوجت فاطمة من علی ولکن اللہ زوجھا عند شجرة طوبی و حضر تزویجھا الملائکة وامر الہ شجرة طوبی لتنشرین ما علیك من الثمار۔ فنثرت الدر والیا قوت والزبرجدالا خضر))

"حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کی تو قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: فاطمہ کی شادی تھوڑا سا مہر لے کر علی سے کر دی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے فاطمہ کی شادی علی سے نہیں کی بلکہ اللہ نے طوبیٰ کے درخت کے کنارے علی سے ان کا عقد کیا اور ملائکہ بھی رسم ازدواج میں شریک تھے۔ اللہ نے طوبیٰ کے درخت کو حکم دیا کہ وہ پھل اور میوے نچھاور کرے۔ طوبیٰ کے درخت نے در اور یاقوت اور زبرجد نچھاور کیے۔"

بیٹی کے شوہر:

((عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معاشر الناس :ان علیاً منی وولدہ ولدی۔ وھو زوج

Marfat.com

حبیبتی امرۃ امری و نھیہ نھیی))
''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! علی اور ان کے فرزند مجھ سے ہیں، علی میری پیاری بیٹی کے شوہر ہیں۔ان کا فرمان میرا فرمان اور ان کا انکار میرا انکار ہے۔''

سیدہ کے اقوال:

درج ذیل میں سیدہ فاطمہ سے منقول اقوال ملاحظہ کریں:
سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

- ☆ ''عورتوں کے لیے جنازہ پڑھنے میں کوئی ثواب نہیں ہے۔''
- ☆ ''عورتوں کیلئے راستے کے وسط میں چلنا جائز نہیں۔''
- ☆ ''جس نے سنت کو چھوڑ کر غیر کا طریقہ اپنایا اس کا اہل بیت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔''
- ☆ ''جس نے کسی کی موت یا مصیبت کے وقت آواز بلند کی یا سر منڈایا یا کپڑے پھاڑے وہ جاہل ترین ہے۔''
- ☆ ''جس نے مسلمان کو دھوکہ دیا، نقصان پہنچایا یا اس کو فریب دیا وہ ہم سے نہیں۔''
- ☆ ''جس نے ہم اہل بیت کے چھوٹے پر رحم نہ کیا اور بڑے کی بڑائی نہ پہچانی اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔''
- ☆ ''جس نے قیدوالی حاملہ عورت سے صحبت کی وہ فاسق ہے۔''
- ☆ ''چاہیے کہ اپنی مسجد میں نماز پڑھا کرو اور مسجدوں کی تلاش نہ کیا کرو۔''
- ☆ ''مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنی مصائب میں صبر کریں۔''
- ☆ ''سیدہ عائشہ تو ام المومنین ہیں۔''
- ☆ ''لوگ دجال سے پہاڑوں کی طرف بھاگیں گے۔''
- ☆ ''مسلمان کے لیے دنیا میں سے سواری اور خادم کافی ہیں۔''
- ☆ ''جس پر اللہ نے فراخی کی وہ اپنے عیال پر تنگی نہ کرے۔''
- ☆ ''کسی کو دوسرے پر دینداری یا عمل صالح کے بغیر فضیلت نہیں۔''
- ☆ ''راستے پر چلتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھنا مروت نہیں ہے۔''
- ☆ ''مردوں کو صالح لوگ غسل دیا کریں۔''
- ☆ ''متقی کے کیلئے اتنا توشہ کافی ہے جتنا ایک سوار کیلئے۔''
- ☆ ''لیلۃ القدر (اکثر رمضان کی) ستائیسویں رات کو ہوتی ہے۔''
- ☆ ''لیلۃ القدر کی رات عمدہ اور مرغوب رات ہوتی ہے۔نہ گرم ہوتی ہے اور نہ ٹھنڈی۔''
- ☆ ''خواب میں دودھ دیکھنا اسلام ہے۔''
- ☆ ''قبر کو لحد کی صورت میں بنانا مسلمانوں کے لیے سنت ہے۔''

Marfat.com

☆ ''گوشت سے گوشت پیدا ہوتا ہے۔''
☆ ''جس کی نماز عصر فوت ہوئی اس کا گویا مال اور اہل بچھڑ گئے۔''
☆ ''جو شخص پھانسی سے خودکشی کرے وہ آگ میں ہمیشہ پھانسی سے خودکشی کرتا رہے گا۔''
☆ ''جو شخص قاضی بنتا ہے وہ گویا خود کو بغیر چھری کے ذبح کرتا ہے۔''
☆ ''گری ہوئی چیز اللہ کا مال ہے وہ جسے چاہتا ہے اسے دیتا ہے۔''
☆ ''طلاق کا اختیار خاوند کے ہاتھ میں ہے۔''
☆ ''جو شخص سونے سے پہلے وتر پڑھتا ہے وہ محتاط ہے۔''
☆ ''صادق اور نیک شخص ہی رسول اللہ کی ازواج کی عزت کرے گا۔''
☆ ''جو شخص سلام میں پہل کرتا ہے وہ اللہ اور رسول کا زیادہ قریبی ہے۔''
☆ ''کبوتروں کے ساتھ کھیلنا فقیری پیدا کرتا ہے۔''
☆ ''رات اللہ کی مخلوق میں سے ایک بڑی مخلوق ہے۔''
☆ ''زمزم کا پانی جس مقصد کیلئے پیا گیا وہی فائدہ دے گا۔''
☆ ''جو حصہ زندہ سے جدا کرلیا گیا وہ مردار ہے۔''
☆ ''جو بندہ اللہ کے بندے سے محبت کرے اللہ اس کی عزت کرتا ہے۔''
☆ ''جس قوم نے بدعت پیدا کی اس سے اتنی سنت اٹھالی جائے گی۔''
☆ ''پوشیدگی میں نماز پڑھنا نفاق سے بری ہونے کی علامت ہے۔''
☆ ''لوگوں کے یقین میں آہستہ آہستہ کمی واقع ہوتی جائے گی۔''
☆ ''جس قوم نے رزق کی بے عزتی کی اللہ نے اس کو بھوک میں مبتلا کیا ہے۔''
☆ ''جس قوم نے کسی شخص کو اپنا فرزند مان لیا وہ ان کا وارث ہو گیا۔''
☆ ''جس نے قرآن کے حرام کو حلال سمجھا وہ قرآن پر ایمان نہیں لایا۔''
☆ ''حطیم یا بیت اللہ کے اندر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔''
☆ ''عموماً غلے کے تاجروں کی نیت میں فساد آتا ہے۔''
☆ ''جو شخص زیادہ سود کھائے وہ بالآخر کنگال ہو جائے گا۔''
☆ ''اللہ کی حلال کردہ اشیاء میں سے جس کے استعمال پر سب سے زیادہ اللہ کا غصہ ہے وہ طلاق ہے۔''
☆ ''اپنے نبی کے بعد جو امت اختلاف کرتی ہے ان میں باطل حق پر غالب آ جاتا ہے۔''
☆ ''جس قوم نے زنا کو حلال جانا اللہ اس کو مفلس کر دیتا ہے۔''

Marfat.com

☆ ''جس بندے کو اللہ ذلیل کرے اسے علم دین سے محروم کر دیتا ہے۔''
☆ ''مومن کو جو خلاف طبع امر پیش آئے وہ اس کیلئے مصیبت ہے۔''
☆ ''صدق نیت سے استغفار کرنے والے نے گناہ پر اصرار نہیں کیا گو ستر بار دن میں گناہ میں لوٹا ہو۔''
☆ ''کسی شخص کو صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع عطیہ عطا نہیں کیا گیا۔''
☆ ''جس خاندان کو نرمی دی گئی اس کو نرمی سے فائدہ پہنچا ہے۔''
☆ ''کسی شخص کو عمدہ یقین اور عافیت سے بہتر کوئی چیز نہیں دی گئی۔''
☆ ''جہل کے سبب اللہ نے کبھی عزت نہیں دی اور علم کے سبب کبھی ذلت نہیں دی۔''
☆ ''جس گھر میں سرکہ ہو وہ بغیر سالن کے نہیں ہے۔''
☆ ''آسمان والوں کا مؤذن جبرئیل ہے اور ان کا امام میکائیل ہے۔''
☆ ''جس نے اپنے باپ کی طرف تیز اور غضبناک نگاہ سے دیکھا اس نے تابعداری نہیں کی۔''
☆ ''اللہ کے ہر نبی نے بکریاں چرائی تھیں۔''
☆ ''نیک لوگ دنیا میں ترک دنیا سے بہتر زینت سے مزین نہیں ہوئے۔''
☆ ''ایسی کوئی چیز نہیں جو دوسری سے ملائی گئی ہو جو حلم کو علم سے ملانے سے افضل ہو۔''
☆ ''انسان کو جو بری چیز دی گئی ہے وہ تیز زبانی ہے۔''
☆ ''مرد جو کچھ اپنی عورت کو دے وہ صدقہ ہے۔''
☆ ''اللہ نے ہر ایک نبی کو اس کی قوم کی زبان میں بھیجا ہے۔''
☆ ''چوری جب ڈھال و سپر کی قیمت کو پہنچ جائے تو چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔''
☆ ''دروازے اور حجر اسود کے کونہ کے درمیان تک ملتزم ہے۔''
☆ ''جنت کے (دروازوں کے) دو پٹوں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہے۔''
☆ ''عورتوں سے بڑا فتنہ لوگوں میں اور کوئی نہیں ہے۔''
☆ ''جس قوم نے باہمی مشورہ کیا اس نے فلاح پائی۔''
☆ ''مریم و خدیجہ عورتوں میں سے عظیم ترین ولیہ ہیں۔''
☆ ''اولاد کو حسن ادب سکھانا ماں کی ذمہ داری ہے۔''
☆ ''ماں اولاد کی درسگاہ ہے۔''
☆ ''مہمان نوازی عورت کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔''
☆ ''اللہ نے ہر ولی کو سخی اور خوش خلق پیدا کیا ہے۔''

Marfat.com

☆ ''علی بہترین شوہر ہیں۔''
☆ ''حسن و حسین فرمانبردار بیٹے ہیں۔''
☆ ''زینب حیادار بیٹی ہے۔''
☆ ''یہودیوں نے ہمارے سلام کرنے کے طریقے پر بہت حسد کیا ہے۔''
☆ ''چغل خوری عورت کی کمزوری ہے۔''
☆ ''بعض عورتیں فطرتاً کنجوس ہوتی ہیں۔''
☆ ''اللہ نے کوئی چیز عقل سے زیادہ عمدہ اور معزز پیدا نہیں کی۔''
☆ ''انسان کو ایمان محکم سے زیادہ کوئی عمدہ چیز نہیں دی گئی۔''
☆ ''عورت گھر کی نگران ہے۔''
☆ ''شوہر کے گھر اور اس کی چھوٹی اولاد کی حفاظت عورت کی ذمہ داریوں میں سے ہے۔''
☆ ''جس شخص سے دنیا سمیٹ لی گئی اس کے لئے بہتر ہوا۔''
☆ ''امت محمدیہ پر اللہ قحط کو ان کی سرکشی کے سبب مسلط کرتا ہے۔''
☆ ''اللہ کے نزدیک (مسلمان) انسان سے زیادہ معزز کوئی شے نہیں۔''
☆ ''جس گھرانہ نے تین روز بھوک پر صبر کیا اللہ انہیں امن کا رزق مہیا کر دیتا ہے۔''
☆ ''باہم محبت کرنے والوں کی مجلس تنگ نہیں ہوتی۔''
☆ ''عیدالاضحیٰ کے روز قربانی سے بہتر اللہ کے نزدیک آدمی کا کوئی عمل نہیں۔''
☆ ''صدقہ سے بہتر علاج کسی مریض کا نہیں کیا گیا۔''
☆ ''لوگوں نے علم پھیلانے سے بہتر کوئی صدقہ نہیں کیا۔''
☆ ''مخفی سجدہ سے بہتر بندے نے اللہ کا تقرب حاصل نہیں کیا۔''
☆ ''جس کو اللہ نے توحید کی نعمت عطا کی اس کی جزا جنت ہے۔''
☆ ''مومن طلاق کی قسم نہیں کھاتا۔''
☆ ''جس مال میں زکوۃ مل جائے (نکالی نہ جائے) وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔''
☆ ''ملتزم کے پاس جو دعا انسان مانگے وہ قبول ہوتی ہے۔''
☆ ''جس امر کو مسلمان پسند کریں وہ اللہ کے نزدیک بھی پسندیدہ ہے۔''
☆ ''حمد سے زیادہ محبوب اللہ کے نزدیک کوئی چیز نہیں۔''
☆ ''ذکر اللہ سے بہتر کوئی صدقہ نہیں۔''

Marfat.com

☆ ''جب سے جہنم پیدا کی گئی ہے تب سے حضرت میکائیل نہیں ہنسے۔''
☆ ''شہد کے استعمال سے زیادہ کوئی دوا عمدہ نہیں۔''
☆ ''جس ہاتھ میں لوہے کی انگوٹھی ہو اسے اللہ پاک نہیں کرتا۔''
☆ ''انسان دنیا میں اپنی غفلت کی زندگی بسر کرتا ہے۔''
☆ ''دین میں سمجھ سے زیادہ عمدہ چیز سے اللہ کی عبادت نہیں کی گئی۔''
☆ ''بھوکے کو شکم سیر کر کے کھلانا سب سے عمدہ عمل ہے۔''
☆ ''جنت کے ہر درخت کا تنا سونے کا ہے۔''
☆ ''جو تقدیر نے رحم میں لکھ دیا وہ ہوگا۔''
☆ ''نفاس والی عورت کیلئے تر کھجور جیسی کوئی چیز شفاء دہ نہیں۔''
☆ ''سود کا مال اعمال کو بیکار کر دیتا ہے۔''
☆ ''جس گھر میں بکری ہو وہاں برکت ہوتی ہے۔''
☆ ''جو چیز مسخ ہوئی اس کی نسل اور اولاد نہیں رہی۔''
☆ ''ایسا آدمی کوئی نہیں کہ اس کا قول لیا بھی جائے اور ترک بھی کیا جائے۔''
☆ ''جس شخص کی نماز جنازہ پڑھی جائے اس کو بخش دیا جاتا ہے۔''
☆ ''اللہ کو سب چیزوں سے زیادہ توبہ کرنے والا جوان پسند ہے۔''
☆ ''عالم کے پاس بیٹھنا عبادت ہے۔''
☆ ''علی بہترین عالم ہیں۔''
☆ ''علی باعمل عالم ہیں۔''
☆ ''حلال کو حرام کرنے والا ایسا ہے جیسا حرام کو حلال کرنے والا۔''
☆ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ میرا خیال رکھا۔''
☆ ''میں اپنے والد کے گھر میں کبھی فراموش نہیں کی گئی۔''
☆ ''جس مومن کو مرض نے بہرہ کر دیا ہو اس کو بخش دیا جاتا ہے۔''
☆ ''اگر تو مانگنا ہی چاہتا ہے تو صلحاء سے مانگ لیا کر۔''
☆ ''حضرت یوسف کو اگر حاملہ عورت دیکھتی تو اس کا حمل گر جاتا۔''
☆ ''اے اہل اسلام! تم تمام جنتیوں کی تہائی یا نصف ہو۔''
☆ ''اے امت مسلمہ! تم زمین کے تمام باشندوں سے بہتر ہو۔''

Marfat.com

☆ ''امت محمدؐ زمین میں اللہ کے گواہ ہے۔''
☆ ''ایک زمانہ آئے گا کہ امت مغلوب اور ضعیف ہو جائے گی۔
☆ ''ایمان کی انتہا پرہیزگاری ہے۔''
☆ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو جہنم سے ڈرایا ہے۔''
☆ ''لوگوں کو ان کے درجوں کے مطابق جگہ دو۔''
☆ ''اپنے آپ پر بھی انعام کرنا چاہئے جس طرح اللہ نے ہم پر انعام کیا ہے۔''
☆ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔''
☆ ''گوشت کو دانتوں سے کاٹ کر کھاؤ کہ یہ خوش لذت، خوش ہضم و خوشگوار ہے۔''
☆ ''اپنی عورتوں کو مسجدوں میں زینت و خوشبو لگا کر آنے سے منع کرو۔''
☆ ''اہل بدعت جہنمیوں کے کتے ہوں گے۔''
☆ ''جنتی لوگ جب بھی اپنی عورتوں سے جماع کریں گے وہ پھر سے باکرہ ہو جائیں گی۔''
☆ ''اللہ کی طرف سے دکھ ٹلنے کا انتظار کرنا عبادت ہے۔''
☆ ''قرآن عظیم ہے اور عظمت کے ساتھ نازل ہوا ہے۔''
☆ ''راستہ میں پڑی جو چیز لوگوں کو تکلیف دے اسے ہٹانا ایمان کا جز ہے۔''
☆ ''بیہودہ قیل و قال اور زیادہ سوال نہ کیا کرو۔''
☆ ''صاحب عزت اور اس کے گھرانے کی لغزش کو معاف کر دیا کرو۔''
☆ ''اہل بدعت تمام مخلوق سے برے ہیں۔''
☆ ''اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی۔''
☆ ''تمام اہل جنت اپنے ناموں سے بلائے جائیں گے، مگر حضرت آدم کو ابو محمد سے بلایا جائے گا۔''
☆ ''تکیہ والے اپنے تکیہ کے زیادہ مستحق ہیں۔''
☆ ''قرآن مجید کے حافظ جنتیوں کے سردار ہوں گے۔''
☆ ''بدخو، سخت گو اور متکبر لوگ جہنمی ہیں۔''
☆ ''اہل بدر تو جنتی افراد ہیں۔''
☆ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا: اے آل محمد! حج کے عمرہ کا احرام باندھ لو۔''
☆ ''رات کی نماز (تہجد) دو دو رکعت ہے۔''
☆ ''نماز وتر فجر ہونے سے پہلے پڑھنا لازم ہے۔''

Marfat.com

☆ ''اس کے لئے قبولیت واجب ہے جس نے آمین کے ساتھ ختم قرآن کیا ہو۔''
☆ ''مسجدیں زیادہ وسیع بنایا کرو۔''
☆ ''آپس میں لعن طعن نہ کیا کرو۔''
☆ ''ہر اونچی جگہ پر تکبیر پڑھا کرو۔''
☆ ''تاجر اطراف زمین کے قاصد اور اللہ کے امین ہیں۔''
☆ ''پڑوسیوں کے ساتھ رعایت کیا کرو۔''
☆ ''نوکروں کے ساتھ رعایت کیا کرو۔''
☆ ''ولیمہ کرنا سنت ہے۔''
☆ ''اللہ کے اولیاء وہ لوگ ہیں جن کو دیکھنے سے اللہ یاد آجائے۔''
☆ ''قیامت کی پہلی نشانی آفتاب کا مغرب سے چڑھنا ہے۔''
☆ ''پہلی عبادت چپ رہنا ہے۔''
☆ ''عورت کا وقار یہ ہے کہ اسے کوئی نہ دیکھے۔''
☆ ''مساجد کو صاف کرنا حور عین کا حق مہر ہے۔''
☆ ''فرشتوں کا وظیفہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ ہے۔''
☆ ''جس طرح کرو گے اس طرح پاؤ گے۔''
☆ ''جس طرح صالحین کے لیے اجر دوگنا ہے اسی طرح ان کی آزمائش بھی دوگنا ہوتی ہے۔''
☆ ''انسان کو دنیا میں مسافر کی طرح یا غریب الوطن کی طرح رہنا چاہئے کہ ہوسکتا ہے ابھی کوچ کا وقت آجائے۔''
☆ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدائش میں پہلے نبی تھے اور بعثت میں آخری۔''
☆ ''علم کے محافظ بنو، صرف اس کے راوی نہ رہو۔''
☆ ''تم رحیم بنو کیونکہ اللہ رحیم ہے اور ہر مہربان کو پسند کرتا ہے۔''
☆ ''اہل جنت کی زبان عربی ہوگی۔''
☆ ''اپنا طعام ماپ لیا کرو، اس میں تمہارے لئے برکت رکھ دی جائے گی۔''
☆ ''حق کو نہ سمجھنا اور لوگوں پر عیب لگانا تکبر کی قسم سے ہے۔''
☆ ''جھوٹ مثل حیض کے ہے اور استغفار اس سے پاکی ہے۔''
☆ ''جھوٹ روسیاہی ہے اور چغل خوری عذاب قبر۔''
☆ ''جھوٹ رزق کو کم کر دیتا ہے۔''
☆ ''کریم وہ شخص ہے جو قدرت پائے تو معاف کردے۔''

Marfat.com

☆ ''کفن میت کے مال سے خریدا جائے گا۔''
☆ ''جاہلیت میں لوگ کتے کو ذبح کر کے کھاتے تھے۔''
☆ ''کھمبی کے پانی میں آنکھوں کیلئے شفاء ہے۔''
☆ ''اکڑنا اور لوگوں کو بُرا جاننا تکبر ہے۔''
☆ ''جھوٹ نفاق کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔''
☆ ''جھوٹے کو جھوٹا لکھا جائے گا حتیٰ کہ کذب خورد کو کذب خورد لکھا جائے گا۔''
☆ ''غیبت سے روزے کا ثواب جاتا رہتا ہے۔''
☆ ''بخیل وہ ہے جو کہ اکیلا کھائے، اپنی خیر کو لوگوں سے منع کرے اور اپنے غلاموں کو مارا کرے۔''
☆ ''ہوشیار شخص وہ ہے جس نے اپنے نفس کو مطیع بنایا اور آخرت کیلئے عمل کیا۔''
☆ ''مومن کیلئے خلق حسن سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔''
☆ ''جنازہ کی نماز میں عورتوں کا شامل ہونا درست نہیں ہے۔''
☆ ''مردوں کا عورتوں کو سلام کہنا درست ہے اور نہ اس کا جواب دینا درست ہے۔''
☆ ''جنت میں دنیا کی کوئی چیز نہیں مگر صرف نام دنیاوی ہوں گے۔''
☆ ''مال پر سوائے زکوٰۃ کے کوئی حق لازم نہیں۔''
☆ ''قرضہ کا کوئی علاج نہیں سوائے ادا کرنے اور وفا کرنے اور شکر گزاری کرنے کے۔''
☆ ''فاسق کی غیبت میں گناہ نہیں۔''
☆ ''قاتل کیلئے وصیت جائز نہیں۔''
☆ ''مومن کیلئے دیدار الٰہی کے سوا کوئی راحت نہیں۔''
☆ ''علی میں ولایت کی تمام صفات موجود ہیں۔''
☆ ''ہم اہل بیت کا گھرانہ صابرین کا گھرانہ ہے۔
☆ ''علم سے محبت اہل بیتؓ کا شیوہ ہے۔''
☆ ''جو کچھ قرآن میں ہمارے متعلق نازل ہوا کسی اور کے متعلق نازل نہیں ہوا۔''
☆ ''میں بیٹیوں میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین بیٹی ہوں۔''
☆ ''علی فصیح ترین خطیب ہیں۔''
☆ ''علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسندیدہ فرد ہیں۔''
☆ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصال کے وقت بھی ہم اہل بیت سے راضی تھے۔''
☆ ''ہم اہل بیت نے کبھی ایسا کام نہیں کیا جس سے اللہ اور اس کا رسول ناراض ہوں۔''

Marfat.com

فصل نمبر 7:

الامام علی کرم اللہ وجہہ

بہادر اور شہسوار اور صاحبان حکومت:

تاریخ جنگوں اور جنگی کارناموں کے بل بوتے پر کچھ بہادروں کو پہچانتی ہے، جن کی عظمت کا اندازہ اس سے لگایا جاتا ہے اور ان کی شان اس سے بلند ہوتی ہے کہ کس قدر فتوحات انہوں نے حاصل کی ہیں، اور معرکوں میں کس قدر بہادری کے جوہر دکھائے ہیں، اس سے بڑھ کر اس کو جانچنے کیلئے اور کوئی چیز نہیں ہے۔

تاریخ ایسے لیڈروں کو بھی جانتی ہے جن کے پیروکاران کے گرد اگرد جمع ہوتے تو وہ ان کی تمناؤں اور ان کی خواہشات کا مرکز بنے رہے۔ تاریخ دان تاریخ میں ان کے پیروکاروں کے نزدیک ان کی جو قدرومنزلت تھی۔ اس کی تشہیر واشاعت کیلئے اور ان کے محبین کے ہاں ان کا جو مقام ومرتبہ تھا اس کے پیش نظر ان کا ذکر کرتے ہیں۔ سوائے اس کے ان کا اور کوئی کارنامہ قابل ذکر نہیں۔

تاریخ ایسے حکمرانوں، بادشاہوں اور امراء کو بھی پہچانتی ہے جنہوں نے بعض لوگوں پر اپنی سیادت وحکومت کا سکہ جمایا۔ ان کے اس زمانہ اقتدار اور قوت وسطوت سے لیس ہونے کے وقت ان کا جو کردار تھا اس کا ڈنکا بجایا جاتا ہے، اس حکومت اور اقتدار کے بغیر ان کی کوئی اور بات قابل ذکر نہیں ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے پیشروؤں، اپنے ہم عصروں، اپنے مدمقابل اور اپنے جیسوں سے مقابلہ کے وقت سبقت لے گئے۔ مگر یہی وہ خصوصی میدان ہے اور یہی وہ مخصوص فن ہے جس کے ذریعے ان کے مرتبے کو پہچانا جا سکتا ہے۔ اس کے بغیر ان کا کوئی میدان نہیں، مگر اس کے برعکس حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک ایسے نوجوان ہیں، جس کا شمار ان مذکورہ بالا سب لوگوں میں ہوگا۔ ہاں ان میں سے کوئی بھی آپ کے ہم پلہ نہیں۔ وہ ان سب سے سبقت لے گئے۔ کوئی بھی ان میں سے آپ کے کردار کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچ سکا۔ آپ بہت آگے نکل گئے۔ سب میں منفرد وممتاز ہوئے، سرفہرست رہے۔ سب باکمال شخصیتیں ان کے آگے سرنگوں ہیں، اور اس نادر روزگار شخصیت کے حضور دم توڑ رہی ہیں۔ آپ بڑے بہادر، جنگجو اور شہسوار میدان کارزار تھے۔ مگر آپ کی جنگ ہمیشہ تفکر وتدبر پر مبنی ہوا کرتی تھی۔

صاحب علم وفہم:

علم ان کا محرک تھا۔ عفت وپرہیزگاری ان کی محافظ تھی، وہ ایک ایسے قائد تھے، جن کا اتباع کیا جاتا تھا، مگر ان کی قیادت کی بنیاد تقوی وپرہیزگاری تھی خشوع وخضوع اس کا ستون تھا۔ ظلم ودست درازی کی راہوں سے وہ نا آشنا تھے۔ وہ رہنما ورہبر خلیفہ تھے، حاکم امیر تھے مگر زاہدوں جیسی تواضع، علماء جیسا ضبط وتحمل، قاضیوں جیسی عدالت، عارفین باللہ جیسا یقین رکھتے تھے۔

وہ ذی فہم عالم، صاحب الرائی فقیہ، صاحب بصیرت رہنما تھے۔ امارت نے ان کے علم میں فساد برپا نہیں کیا اور نہ ہی مال ومنال نے انہیں جبر واستبداد پر آمادہ کیا اور نہ ہی پیروکاروں کی خوشنودی کی خاطر اس کی عدالت راہ راست سے ہٹی۔ یہ

Marfat.com

ہے شخصیت اس متقی امام، پرہیزگار شہ سوار، پاکباز، عالم، فہیم وفطین قاضی، مہاجرین وانصار کے شیخ، امیر المومنین، امام حسن کے والد ماجد، مواخات میں جناب رسول اللہ ﷺ کے بھائی، مومنین کی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے خاوند رسول اللہ ﷺ کے داماد علی المرتضٰی۔ یہ ان لوگوں میں سے ہیں، جن سے جناب رسول اللہ ﷺ اپنے وصال کے وقت تک راضی تھے اور جن کا شمار علماء ربانی، ممتاز بہادروں، نامور فصحاء، معروف زہاد اور سابقین اسلام میں ہوتا ہے۔

رسول اللہ کا علم اور جنگی ہتھیار:

اکثر جنگوں میں آپ جناب رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا اٹھانے والے تھے، آپ سب جنگوں میں شریک ہوئے سوائے جنگ تبوک کے۔ اس موقعہ پر حضور ﷺ نے آپ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا تھا۔ جب جناب رسول اللہ ﷺ کسی غزوۃ میں شرکت نہیں فرماتے تھے تو اپنے ہتھیار آپ کو عطا فرماتے۔ آپ خلفائے راشدین میں سے چوتھے خلیفہ ہیں، عشرہ مبشرہ سے ایک ہیں۔

رسول اللہ کا قرب:

آپ ایسے نوجوان ہیں جو جب سے جناب رسول اللہ ﷺ کی کفالت میں آئے آپ ﷺ کی وفات تک آپ سے جدا نہیں ہوئے۔ آپ اس شرف سے جو انہیں حاصل ہوا بخوبی واقف تھے اور ان الفاظ میں اس پر فخر کیا کرتے تھے:

(("تعلمون موضعي من رسول الله ﷺ بالقرابة القريبة" والمنزلة الخصيصة وضعني في حجره ﷺ وانا وليد يضمني الى صدره، ويكتفني فراشه، ويمسني جسمه و يشمني عرقه، وما وجدلي من كذبة في قول، ولا خطايا في فعل، و كنت اتبعه اتباع الفصيل اثر آمه، يرفع في كل يوم من صفاته علما و يامرني بهذا الا قتداء"))

"قریبی رشتہ داری اور خاص مرتبہ کے باعث جناب رسول اللہ ﷺ کے ہاں میرا جو مقام ہے اس کو تم خوب جانتے ہو، میں ابھی نومود تھا کہ آپ نے مجھے اپنی گود میں لیا۔ مجھے اپنے سینے سے لگاتے' آپ کا بستر مبارک مجھے ڈھانپتا، آپ کا جسم اقدس مجھے مس کرتا۔ آپ ﷺ اپنا پسینہ مبارک مجھے سونگھاتے۔ میری بات میں آپ کو کسی قسم کا جھوٹ اور میرے فعل میں کسی قسم کی بے حیائی نہیں ملے گی۔ میں آپ کے ایسے پیچھے لگا رہتا تھا جیسے دودھ چھڑایا بچہ اپنی ماں کے پیچھے لگا رہتا ہے۔ آپ ﷺ ہر دن اپنی صفات کے بارے میں مجھے بتا کر میرے علم میں اضافہ کرتے اور اس کی اقتداء کا مجھے حکم دیتے۔"

علی اہل بیت میں سے ہیں:

یہ ہیں علی بن ابی طالب صاحب عظمت اور صاحب یقین اور سب رسولوں سے افضل رسول محمد رسول اللہ ﷺ کی دختر نیک اختر کے شوہر، جو کبھی بھی بتوں کے آگے سجدہ ریز نہیں ہوئے اور لڑکوں میں پہلی شخصیت جو اسلام لائی اور جناب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے والے پہلے شخص۔ صلح میں بھی نیک نیت اور جنگ میں بھی عالی ظرف، اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ عزت بخشی کہ کبھی بھی ان کی نظر اپنی شرمگاہ پر نہ پڑی اور آپ کیلئے یہ شرف کافی ہے کہ آپ کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

((انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهر كم تطهيرا))

((آیت نمبر ۳۳، سورۃ الاحزاب

Marfat.com

''اللہ تعالیٰ تو بس یہی چاہتا ہے کہ اے اہل بیت! تم سے ہر قسم کی ناپاکی دور کر دے اور تمہیں خوب ستھرا بنا دے۔''

جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حسنین کریمین کو بلایا، اپنی چادر مبارک ان پر ڈالی اور فرمایا:

((اللھم ھؤلاء اھل بیت))

''اے اللہ! یہ میرے گھر والے ہیں۔''

مولا علی:

غدیر خم کے دن آپ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا:

((من کنت مولاہ فعلی مولاء انلھم وال من والاہ، و عاد من عاداہ))

''جس کا میں مولیٰ ہوں، علی اس کا مولیٰ (آقا) ہے۔ اے اللہ! تو اس کو دوست رکھ جو علی سے دوستی رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو ان سے دشمنی رکھے۔''

اللہ اور رسول کے محبوب:

اور جنگ خیبر کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

((لا عطین الرایة غدا رجلاً یحب اللہ و رسولہ، ویحبہ اللہ و رسولہ، لیس فار ، یفتح اللہ علی یدیہ))

''میں کل ضرور ایسے شخص کو جھنڈا عطا کر دوں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔ وہ میدان جنگ سے بھاگنے والا نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں قلعہ فتح کروائے گا۔''

یہ فرمانے کے بعد آپ نے جھنڈا حضرت علی کو عطا فرمایا۔

بخاری و مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت علی جنگ خیبر میں آپ ﷺ سے پیچھے رہ گئے تھے، ان کو آشوب چشم تھا سوچا کہ میں تو جناب رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ جاؤں گا۔ یہ خیال کر کے نکل پڑے اور آپ سے جا ملے۔

جب اس رات کی شام ہوئی جس کی صبح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی تو آپ نے ﷺ فرمایا کہ ضرور بر ضرور میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا، جس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح نصیب کرے گا، وہ ایسا شخص ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں، اس رات لوگ اسی بارے چہ میگوئیاں کرتے رہے کہ دیکھیں صبح جھنڈا کس کو ملتا ہے، جب صبح ہوئی تو وہ سارے کے سارے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان میں سے ایک توقع کر رہا تھا کہ جھنڈا اسے عطا کیا جائے گا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''میں نے قیادت کو سوائے اس دن کے کبھی بھی پسند نہیں کیا۔''

وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس پر بڑا حرص کیا اور جناب رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہوا تا کہ آپ ﷺ مجھے دیکھ لیں اور میں یاد آ جاؤں تو ممکن ہے یہ منصب مجھے عطا فرما دیں۔''

اتنے میں آپ ﷺ نے فرمایا:

''علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟''

Marfat.com

آپ سے عرض کی گئی:

''یارسول اللہ ﷺ ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''انہیں بلایئے۔''

وہ حاضر کئے گئے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں تھوک لگایا۔ وہ اس طرح شفایاب ہو گئے کہ گویا انہیں کبھی درد ہوئی ہی نہیں تھی۔ حضرت علی نے عرض کی:

''یارسول اللہ! میں ان سے اس قدر جنگ کروں گا کہ ان کا قتل عام ہوگا اور وہ کم ہو کر تعداد میں ہمارے برابر رہ جائیں گے۔''

آپ ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا:

''اے علی! تدریجاً اور نرمی کے ساتھ کارروائی کر، یہاں تک کہ تو ان کے آنگن میں اترے، پہلے انہیں اسلام کی دعوت دیجئے اور اس سلسلے میں ان پر اللہ تعالیٰ کا جو حق واجب ہے اس کے بارے میں انہیں بتایئے۔ بخدا اگر تمہارے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو بھی ہدایت دے دے تو وہ اس سے تمہارے لئے بہتر ہے کہ تمہارے پاس سرخ اونٹ ہوں۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں قلعہ فتح کروایا۔

ایک اور روایت میں یوں آیا ہے کہ ابھی تک آپ کے ساتھیوں میں سے آخری آدمی بھی آپ تک نہیں پہنچا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلوں کے ہاتھوں قلعہ فتح کروا دیا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی کے دن رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا:

((انکحتك احب اهل بيتى))

''میں نے اپنے گھر والوں میں سے محبوب ترین کے ساتھ تیرا نکاح کر دیا ہے۔''

آپ ﷺ نے ان کو بتایا کہ ان سے صرف وہی محبت کرتا ہے جو مومن ہے اور ان سے دشمن وہی رکھتا ہے جو منافق ہے۔

محبت اور بغض علی:

زر بن جلیش سے روایت ہے: انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت علی کو یہ فرماتے سنا:

((والذى خلق الحبة، وبراء النسمة انه لعهد النبى الامى الى انه لا يحبنى الا مومن و يبغضنى الا منافق))

''قسم اس ذات کی جس نے دانہ اگایا اور ہر ذی روح کو وجود بخشا، میرے ساتھ یہ نبی امی ﷺ کا عہد ہے کہ مجھ سے وہی محبت رکھے گا جو مومن ہے اور عداوت وہ رکھے گا جو منافق ہوگا۔''

((وعن آبى سعيدى الخدرى، رضى الله عنه قال ان كنا لنعرف المنافقين۔ نحن معاشر الانصا۔ ببغضهم على بن ابى طالب))

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم گروہ انصار کو منافقین کی خوب پہچان تھی کیونکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض رکھتے تھے۔''

Marfat.com

آیت مباہلہ:

اور ایسے ہی جب آیۃ مباھلہ:

((”فقل تعالوا ندع آبنانا و ابناء کم“))

نازل ہوئی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ اور ان کی اولاد کو جمع کر کے فرمایا اور عرض کیا:

((اللھم ھولاء اھلی))

”اے اللہ! یہ میرے گھر والے ہیں۔“

حضرت علی کی تین خصلتیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا ذکر فرمایا۔ سعد نے کہا:

”واللہ! اگر ان کی تین خصلتوں میں سے ایک خصلت بھی میرے اندر ہوتی تو وہ مجھے اس سے زیادہ محبوب تھی کہ دنیا و مافیہا میری ملکیت ہو۔“

ایک روایت میں ہے کہ سرخ چوپاؤں سے بھی مجھے زیادہ محبوب ہوگی۔

میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو ان سے یہ فرماتے سنا۔ جب جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک جنگ میں انہیں اپنے پیچھے بطور اپنے نائب کے چھوڑا تھا۔ حضرت علی نے آپ ﷺ سے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ رہے ہیں۔؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اما ترضی ان تکون منی بمنزلة ھارون من موسیٰ، الا انه نبی ولا نبی بعدی))

”کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ میرے لئے تو ایسا ہو جیسے حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ کیلئے تھے۔ ہاں مگر ایک بات ہے کہ وہ نبی تھے میرے بعد کوئی نبی نہیں۔“

خیبر کی جنگ کے موقع پر میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کل میں ایک ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بھی اس کو محبوب رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس اعزاز کے ہم سب متمنی تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”علی کو بلاؤ۔“

جب وہ آپ کے پاس لائے گئے تو انہیں آشوب چشم تھا، آپ نے ان کی آنکھ میں تھوکا اور جھنڈا ان کو عنایت فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی۔ جب یہ آیت:

”قل تعالو ندع ابناء ناوا بناء کم“

نازل ہوئی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے علی، فاطمہ اور حسن وحسین رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بلایا اور عرض کیا:

((”اللھم ھولاء اھلی“))

”اے اللہ! یہ میرے گھر والے ہیں۔“

Marfat.com

چار خصوصیات:

ابو العباس نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ میں چار ایسی خصلتیں ہیں جو کسی اور میں نہیں۔

۱۔ وہ پہلے عربی اور عجمی ہیں جنہوں نے حضرت محمد ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔

۲۔ آپ وہ ہیں کہ جن کے ہاتھ میں ہر جنگ کے موقع پر جناب رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا ہوا کرتا تھا۔

۳۔ وہ وہ ہیں جو اس وقت بھی آپ کے ساتھ رہے جبکہ دوسرے آپ سے بھاگ گئے۔

۴۔ وہ وہی ہیں جنہوں نے آپ کو غسل دیا اور قبر مبارک میں آپ کو اتارا۔

حضرت علی حضرت حسن بصری کی نظر میں:

حضرت حسن بصری سے ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا: بخدا وہ اللہ کے دشمنوں کیلئے اللہ کے تیروں میں سے صحیح نشانے پر بیٹھنے والے ایک تیر تھے۔ وہ اس امت کے اللہ والے تھے۔ صاحب فضیلت اور صاحب سبقت تھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ سے قریبی رشتہ داری رکھتے تھے۔ انہوں نے قرآن پاک پر اپنے پختہ ارادہ کے ساتھ عمل کیا اور اس کے تروتازہ پھول چنے۔ یہ ہیں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

علوم قرآن:

فی الحقیقت اپنے بچپن سے ہی آپ نے نزول قرآن کے مناظر کا مشاہدہ کیا تھا، اس وقت جب ابھی آپ آغوش نبوت میں تھے۔ آپ نے اسباب نزول اور تفسیر قرآن میں خوب سمجھ حاصل کر لی تھی۔ اکثر و بیشتر عملاً و قولاً سنت شریفہ کی ہمرکابی میں ایام زیست بسر کیے اور ان سب میں تفقہ حاصل کیا۔

عمدہ اسناد:

امام احمد بن حنبل، اسماعیل القاضی، النسائی اور ابو نیشا پوری نے کہا ہے کہ صحابہ میں سے کسی کے حق میں اتنی زیادہ عمدہ اسناد وارد نہیں ہیں جتنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں۔

جنگ بدر میں شرکت:

اس شہسوار نے جنگ بدر میں جناب رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا اٹھایا جبکہ ابھی ان کی عمر بیس سال کے لگ بھگ تھی۔ جو بھی ان کے ساتھ معرکہ آرائی کیلئے سامنے آیا آپ نے اس کا سر قلم کر دیا۔ یہ خلاف عادت و مافوق الفطرت جسمانی قوت رکھنے والا بہادر شہسوار معجزاتی حد تک ذہنی قوت سے بھی آراستہ تھا۔ بڑی ہیبت کا مالک تھا۔ لوگ اس کے سامنے غلطی کرنے سے کتراتے تھے۔

حضرت علی کی شہادت کے وقت:

جب ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت امام علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بارے میں سنا تو فرمایا:

”اب عرب جو چاہیں کریں اب انہیں منع کرنے والا کوئی نہیں رہا۔“

Marfat.com

صبر اور عفو و درگزر:

صبر اور عفو و درگزر کرنے میں ایک معجزاتی اور مثالی قوت رکھتے تھے۔ جیسے کہ انہوں نے بچپن سے ہی آغوش نبوت میں سیکھا تھا۔ جب کچھ لوگوں نے آپ کی بیعت میں تردد کیا، تو آپ نے انہیں کسی قسم کی سزا دینے یا ذلیل کرنے سے گریز کیا۔ ان کے بارے میں بس اتنا فرمایا:

((''اولئك قوم خذلوا الحق ولم ينصروا الباطل، تخلفوا عن الحق ولم يقوموا مع الباطل''))

''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے حق کو تو چھوڑ دیا مگر باطل کی بھی کوئی مدد نہیں کی۔ حق سے پیچھے رہے اور باطل کے ساتھ بھی نہ ٹھہرے۔''

خلافت ابوبکر:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی زندگی مبارکہ میں جن صفات سے متصف ہوئے تھے ان میں سے ہر صفت کی بڑی شان تھی۔ یہاں ان میں سے چند آپ کی صفات کا ذکر نا گزیر ہے جو جناب رسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں۔ امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں اور حاکم، بزار اور طبرانی نے بڑی عمدہ سند کیساتھ اسے حضرت علی کی روایت سے نقل کیا ہے۔

جناب رسول کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کی گئی کہ آپ ﷺ اپنے بعد کس کو خلیفہ بنائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اگر تم حضرت ابوبکر کو اپنا امیر بناؤ تو تم انہیں امانتدار اور دنیا میں کم رغبت رکھنے والا اور آخرت کی طرف زیادہ میلان رکھنے والا پاؤ گے اور اگر حضرت عمر کو اپنا امیر بناؤ تو انہیں بہت قوی و امانتدار پاؤ گے اور وہ اللہ تعالیٰ کے دین میں (اس کے احکام کے نفاذ میں) کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ اور اگر تم علی کو اپنا امیر مقرر کرو اور میں تمہیں ایسا کرنے والا نہیں دیکھتا، تم انہیں تم راہ ہدایت دکھانے والا، اور ہدایت یافتہ پاؤ گے، وہ تمہیں سیدھے راستہ کی طرف لے جائیں گے۔''

جناب رسول اللہ ﷺ آپ پر بڑا حرص رکھتے تھے اور ان کا بڑا اکرام کیا کرتے تھے۔ مگر اس سب کچھ کے باوجود آپ ﷺ نے نہ ہی ان کو اپنا خلیفہ مقرر کرنے کی وصیت فرمائی اور نہ کسی اور کے حق میں۔ بلکہ جیسا کہ مذکور بالا حدیث میں گزر چکا ہے، اس کے برعکس یہ معاملہ مسلمانوں پر چھوڑ دیا، کہ وہ آزادی رائے کے ساتھ جسے چاہیں اپنا حاکم چن لیں۔ اگرچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف آپ ﷺ نے ارشادات فرمائے۔

جیسا کہ اپنی آخری بیماری کے دوران آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ آپ کی جگہ امامت کروائیں اور یہ بھی فرمایا:

((''ويأبى الله والمؤمنون الا ابابكر''))

''اللہ تعالیٰ اور مومنین ابوبکر صدیق کو ہی چاہتے ہیں۔''

(امام احمد نے اپنی کتاب فضاء الصحابۃ نمبر ۱۱۰۰ میں اسے روایت کیا ہے۔)

وہ نصوص بہت ساری ہیں جن میں خلاف ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف واضح اشارات موجود ہیں۔

حیاء اور جرأت:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ باوجود اس کے کہ ان کی حیاء معروف ہے حق کے معاملے میں بڑے جراتمند تھے۔ حقیقت کو معلوم کرنے میں ذرہ بھر بھی خوفزدہ نہیں ہوتے تھے۔ چھان بین اور تحقیق و تفتیش کرنے سے نہیں شرماتے تھے۔ مگر اس کے

Marfat.com

ساتھ ساتھ کسی پر ظلم بھی نہیں کرتے تھے۔

مدینہ کے سب سے بڑے قاضی:

ایک قاضی کا مزاج ایسے ہی ہوا کرتا ہے جس کے ساتھ ساتھ اس کی زاہدانہ طبیعت بھی جڑی ہوئی ہوتی ہے۔اوائل عمر سے ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ شک کا سختی کے ساتھ محاسبہ کرتے تاکہ کھل کر سامنے آجائے اور دور ہو جائے، معاملات کو اپنانے کا یہ طریق کار اور ظاہری صورتوں اور مظاہر کے پیچھے جو حقیقت پوشیدہ ہوتی اس کی چھان بین کیلئے آپ کا یہ طرز عمل خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ مبارک میں قیام عدل و انصاف کے سلسلے میں بہت ممد ثابت ہوا، کیونکہ فقہی اور عدالتی معاملات میں حضرت عمر اکثر اصحاب شوریٰ کی طرف رجوع فرمایا کرتے تھے۔

حضرت سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ حضرت عمر اس مشکل سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے تھے جس کو ابوالحسن (حضرت علی) بھی حل نہ کرسکیں۔

علماء کی کتب میں حضرت علی کا ذکر...... حضرت علی کی چند خصوصیات:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خصائص اور مناقب اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا احاطہ ناممکن ہے۔حضرت امام نووی نے فرمایا کہ جناب علی رضی اللہ عنہ کے حالات اور فضائل ہر چیز میں جانے پہچانے اور لاتعداد ہیں۔قدیم ہی سے علماء ان کا بڑے اہتمام سے ذکر کرتے چلے آئے ہیں۔علامہ زمخشری نے عشرہ مبشرہ کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس میں آپ کے مناقب کو مختصراً بیان کیا ہے۔امام نسائی نے آپ کی ان صفات کے بارے میں علیحدہ ایک مخصوص تصنیف مرتب کی ہے جس کا نام انہوں نے ''خصائص امیر المومنین علی بن ابی طالب'' رضی اللہ عنہ رکھا ہے (ہم اس کتاب سے استفادہ کریں گے)، اسی طرح ابن المغازلی نے اپنی کتاب ''مناقب علی بن ابی طالب، رضی اللہ عنہ'' کے نام سے لکھی ہے اور ان کے علاوہ دیگر حضرات نے بھی اس میدان میں خامہ فرسائی کی ہے۔چنانچہ ہمارے لئے یہ مناسب ہے کہ ہم بطور نمونہ ان میں سے آپ کے چند خصائص کا تذکرہ کریں۔مگر بلاشبہ ان کا احاطہ ہمارے لئے محال ہے۔

☆: حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ بے شک جناب رسول اللہ ﷺ نے وفات سے تھوڑی دیر پہلے مردوں میں سے سب سے آخر میں جس کو دیکھا وہ حضرت علی تھے۔

وہ چیز جو ام سلمہ قسم کھا کر بتاتی ہیں وہ یہ ہے کہ حضرت علی جناب رسول اللہ ﷺ کو قریب سے جانتے تھے اور آپ کے احوال سے باخبر تھے۔انہوں نے کہا کہ جب وہ صبح ہوئی جس صبح رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو آپ ﷺ نے حضرت علی کو بلا بھیجا۔آپ ﷺ نے ان کو کسی کام کیلئے بھیجا ہوا تھا۔میرا خیال ہے انہیں کسی جنگ میں بھیجا تھا، آپ ﷺ نے پوچھا: علی آ گئے۔؟ تین دفعہ آپ ﷺ نے یہ کلمہ دہرایا۔ام سلمہ کہتی ہیں کہ حضرت علی طلوع آفتاب سے پہلے آ گئے تھے۔جب وہ آئے تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ آپ کو حضرت علی سے کوئی کام ہے۔ہم گھر سے نکلے، اس دن ہم نے حضرت عائشہ کے گھر رسول اللہ ﷺ کی عیادت کی تھی۔میں سب سے آخر میں گھر سے نکلنے والی تھی اور میں تمام ازواج میں سے سب سے زیادہ دروازے کے قریب بیٹھی۔حضرت علی آپ ﷺ پر جھک گئے۔چنانچہ وہ سب لوگوں سے آخر میں آپ ﷺ سے ملاقات کرنے والے تھے۔آپ ﷺ ان سے سرگوشی فرمانے لگے۔

Marfat.com

☆: جناب نبی کریم ﷺ نے اپنی حرم کی قربانیوں میں حضرت علی کو بھی شریک کیا۔ چنانچہ سو قربانی کے جانور بھیجے۔ ان میں سے تریسٹھ اپنے دست مبارک سے ذبح فرمائے اور جو سو سے اوپر تھے ان کے ذبح کرنے میں حضرت علی کو اپنا نائب بنایا۔

☆: جناب علی کے حق میں جناب رسول اللہ ﷺ کا یہ قول کہ ''انہ کنفسہ'' کہ وہ گویا آپ ﷺ کی طرح ہیں۔ حضرت ابوذر غفاری سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لینتهین بنو ولیعه او لا بعثن الیهم رجلا کنفسی ینفذ فیهم امری فیقتل فهم المقاتلة و یسبی الذریة))

''بنو ولیعہ کو باز آجانا چاہیے ورنہ میں ایک ایسا آدمی ان کی طرف بھیجوں گا جو میری مانند ہے۔ میرے حکم کو ان میں نافذ کرے گا، ان سے لڑائی کرے گا اور ان کی اولاد کو قیدی بنائے گا۔''

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''مجھے نہیں ڈرایا مگر میرے پیچھے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے میرے ازار بند کی جگہ سے پکڑنے نے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کس کا ارادہ رکھتے ہیں۔؟ میں نے عرض کی: وہ آپ کا ارادہ نہیں رکھتے اور نہ ہی آپ کے ساتھی کا۔ پوچھا: تو پھر آپ کس کا ارادہ رکھتے ہیں۔؟ میں نے کہا: جوتیاں گانٹھنے والے کا۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ جوتیاں گانٹھ رہے تھے۔''

☆: چونکہ ان کی ایک اور خصوصیت یہ تھی کہ وہ بڑے بہادر اور جنگ میں پیش قدمی کرنے والے تھے۔ اس لئے ہجرت کے دن آپ ﷺ کی سلامتی کی خاطر آپ ﷺ کے بستر مبارک پر سو کر اپنی جان کی قربانی پیش کر دی۔ اسی طرح یہ بھی آپ کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ وہ پہلے شخص تھے جو جنگ بدر میں معرکہ آرائی کیلئے نکلے۔

☆: جناب نبی کریم ﷺ کی حضرت علی پر شفقت و مہربانی حضرت ام عطیہ کی زبانی سنئے۔ وہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک لشکر روانہ فرمایا۔ اس میں حضرت علی بھی شامل تھے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے دونوں ہاتھ مبارک اٹھا کر یہ دعا کرتے سنا:

((''اللهم لا تمتنی حتی ترینی علیا''))

''اے اللہ! مجھے اس وقت تک وفات نہ دینا جب تک میں علی کو نہ دیکھ لوں۔''

☆: جناب نبی کریم ﷺ کا یہ قول کہ علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں، اس سلسلے میں امام بخاری وغیرہ نے حضرت براء بن عازب سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا:

((''انت منی و انا منك''))

''تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔''

☆: حضرت علی ہی وہ پہلے شخص ہوں گے جو جھگڑنے کیلئے قیامت کے دن رحمٰن کے حضور رکوع کریں گے۔ قیس بن عباد نے کہا کہ یہ آیت ''ہٰذان خصمان اختصموا فی ربہم'' کس کے بارے نازل ہوئی؟ فرمایا: یہ دو جھگڑنے والے جو اپنے رب تعالیٰ کے حضور جھگڑیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو جنگ بدر کے دن جنگ کیلئے نکلے، حضرت علی حضرت حمزہ، عبیدۃ، شیبہ بن ربیعۃ، عتبہ بن ربیعۃ

Marfat.com

اور ولید بن عتبہ وغیرہ۔

(الحج/۱۹۔ بخاری ۴۷۴۴ نمبر کے تحت کتاب التفسیر میں (تفسیر سورۃ الحج) اور المغازی کے باب (دعاء النبی ﷺ علی کفار قریش) کفار قریش کو جناب نبی کریم ﷺ کی بددعا میں اسے لائے ہیں۔)

☆: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے ہی قرآن کریم کی تاویل وتفسیر کے مطابق جنگ کیا کرتے تھے جیسے جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کے نزول کے مطابق جنگ کی۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''ایک دفعہ ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ازواج مطہرات کے گھرانوں میں کسی کے گھر سے نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے۔ وہ کہتے ہیں: ہم آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ آپ کی جوتی مبارک ٹوٹ گئی۔ حضرت علی اس کی مرمت کرنے کیلئے پیچھے رہ گئے۔ جناب رسول اللہ ﷺ چلے تو ہم بھی آپ کے پیچھے ہولئے۔ پھر آپ ﷺ حضرت علی کا انتظار کرنے کیلئے ٹھہر گئے۔ ہم بھی آپ کے ساتھ ٹھہر گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک تم میں سے کوئی ہے جو تاویل قرآن کے مطابق جنگ کرے جیسا کہ میں نے اس کی تنزیل کے مطابق جنگ کی ہے۔ اس سلسلے میں آپ ﷺ نے ہماری طرف نظر اٹھائی۔ اس وقت ہم میں حضرت ابوبکر وعمر بھی موجود تھے۔ حضرت ابوبکر نے عرض کی: میں وہ ہوں یا رسول اللہ ﷺ جو تاویل قرآن کے مطابق جنگ کرے۔؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں''۔ حضرت عمر نے عرض کی: میں وہ ہوں یا رسول اللہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ وہ تو جوتی گانٹھنے والا ہے جو تاویل قرآن کے مطابق جنگ کرے گا۔ ابوسعید کہتے ہیں: ہم انہیں یہ خوشخبری دینے کیلئے آئے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی کچھ پرواہ نہ کی۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا انہوں نے اسے پہلے حضور ﷺ سے سن رکھا ہے۔

(ترمذی نے اس حدیث کو ۳۶۴۳۸ نمبر کے تحت طبرانی سے یوں روایت کیا ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ طائف والے دن کچھ دیر حضرت علی کے ساتھ رہے پھر گزرے تو حضرت ابوبکر صدیق نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ آج آپ ﷺ نے حضرت علی کے ساتھ طویل گفتگو فرمائی تو ان کے جواب میں آپ نے حدیث بالا بیان فرمائی۔)

☆: حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام صحابہ میں سے بہت بڑے قاضی تھے۔ امام بخاری نے حضرت عمر بن الخطاب سے درج ذیل حدیث روایت کی ہے۔ فرمایا:

((''اقرونا ابی وقضانا علی''))

''ہم میں سے سب سے بڑے قاری ابی تھے اور سب سے بڑے قاضی علی۔''

(حاکم نے المستدرک ۳/۱۳۵ میں اسے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ شیخین کی شرط کے مطابق یہ صحیح ہے۔ امام ذہبی نے ان پر تنقید نہیں کی۔ امام سخاوی نے کہا کہ اس قسم کے صیغے کا حکم یہ ہے کہ یہ مرفوع ہے اور صحیح کے درج میں ہے۔)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم آپس میں یہ گفتگو کر رہے تھے کہ حضرت علی اہل مدینہ کے سب سے بڑے قاضی ہیں۔

ابوداؤد نے ۳۸۲ نمبر کے تحت احکام کے باب: کیف القضاء: ۴/۱۱، میں ابن ماجہ نے ۲۳۱۰ نمبر کے تحت احکام ۲۱/۴/۷۷ میں، احمد نے المسند میں، وکیع نے ''اخبار القضاۃ'' ۱/۸۴۔۸۵ میں، ابویعلی نے (نمبر ۲۸۸) میں ابونعیم الحلیہ ۴/۳۸۱ میں ترمذی نے ۱۳۳۱ نمبر کے ساتھ ''احکام'' میں مختصراً بیان کیا ہے اور اسے حسن کہا ہے، حاکم نے ''المستدرک'' ۳/۱۳۵ میں اس حدیث کو

Marfat.com

روایت کیا ہے۔ حاکم نے شیخین کی شرط کے مطابق اسے صحیح کہا ہے۔ امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے اور یہ حدیث کئی واسطوں سے مروی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن بھیجنے کا ارادہ فرمایا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں ایک نوعمر آدمی ہوں اور مجھے قضا کے بارے میں کچھ زیادہ علم نہیں ہے۔ اس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا:

(("اذهب الله يثبت لسانك و يهدى قلبك ، قال فما اعيانى قضاء بين اثنين"))

"جایئے! اللہ تعالیٰ تمہاری زبان کو ثابت وسالم رکھے گا اور تیرے دل کو ہدایت عطا فرمائے گا۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ اس کے بعد دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے نے مجھے کبھی بھی عاجز نہیں بنایا۔

☆: جناب نبی کریم ﷺ کی طرف سے پیغام پہنچانے کا شرف آپ کو حاصل ہوا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مکہ بھیجا۔ ہم بھی اس سفر میں آپ کے ہمرکاب تھے۔ یہاں تک کہ جب ہم مقام "عرج" پر پہنچے تو صبح کی نماز کیلئے اقامت کہی گئی۔ حضرت ابوبکر صدیق نے اپنی پیٹھ کے پیچھے اونٹنی کی آواز سنی۔ آپ نے تکبیر کہنے سے ذرا توقف کیا اور فرمایا کہ یہ جناب رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی آواز معلوم ہوتی ہے۔ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے لئے اعمال حج شروع کئے تھے، کہنے لگے: ممکن ہے حضور ﷺ تشریف لا رہے ہوں، ہم ان کے ساتھ نماز پڑھنے کا شرف حاصل کریں گے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچ گئے۔ حضرت ابوبکر نے پوچھا:

"امیر بن کر آئے ہو یا پیغامبر۔؟"

حضرت علی نے فرمایا:

"امیر نہیں بلکہ جناب رسول اللہ ﷺ کا ایلچی ہوں۔ آپ ﷺ نے مجھے سورۂ برات دے کر بھیجا ہے۔ میں حج کے موقع میں اسے لوگوں کو پڑھ کر سناؤں گا۔"

ہم مکہ آئے، آٹھویں ذی الحج سے ایک دن پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، لوگوں خطبہ دیا، احکام حج کے بارے میں انہیں بتایا۔ جب فارغ ہوئے تو حضرت علی کھڑے ہوئے، لوگوں پر سورۂ برأت پڑھنا شروع کی۔ حتیٰ کہ اسے آخر تک پڑھ ڈالا، پھر ہم ان کے ساتھ نکلے، حتیٰ کہ نویں ذوالحج کا دن آن پہنچا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ لوگوں کو واعظ کہا۔ انہیں احکام حج کے بارے میں بتایا۔ جب فارغ ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے اور لوگوں پر سورۂ برأت تا آخر تلاوت فرمائی۔ پھر قربانی کا دن آیا تو ہم واپس لوٹے۔

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ واپس ہوئے تو لوگوں کو خطبہ دیا اور ان کے واپس ہونے ان کی قربانی اور ان کے مناسک حج کے بارے میں انہیں آگاہ کیا، جب فارغ ہوئے تو حضرت علی کھڑے ہوئے اور لوگوں پر سورۂ برات پڑھنا شروع کی، حتیٰ کہ اسے ختم کر ڈالا۔ جب منیٰ سے مکہ جانے کا پہلا دن آیا تو حضرت ابوبکر صدیق کھڑے ہوئے لوگوں کو خطبہ دیا اور انہیں بتایا کہ وہ منیٰ سے مکہ کیسے جائیں، کیسے شیطانوں کو کنکریاں ماریں۔ چنانچہ انہیں ان کے مناسک کے بارے میں بتایا۔ جب فارغ

Marfat.com

ہو گئے تو حضرت علی اٹھے اور لوگوں پر سورہ برأت آخر تک تلاوت کر ڈالی۔

(نسائی نے خصائص الامام علی اور السنن ۵/ ۲۴۷ میں، الدارمی نے ۲/ ۶۶ اور بیہقی نے ۵/ ۱۱۱ میں اسے روایت کیا ہے، اس کے رجال مسلم والے رجال ہیں۔ سوائے موسیٰ بن طارق کے وہ ثقہ ہیں مگر ان میں ابوالزبیر سے عن عنہ ہے اور ابوالزبیر مدلس ہے، مگر مسلم نے حضرت جابر کی روایت سے ان کے عنعنہ سے بہت ساری احادیث میں دلیل پکڑی ہے۔ ترمذی نے حضرت ابن عباس (۵/ ۲۶۵) سے یہ حدیث روایت کی ہے اور اسے حسن کہا ہے، اور ابوزرعۃ الدمشقی اپنی تاریخ ۱/ ۱۱/ ۵۸۹ میں اور ابن ابی حاتم تفسیر (۴: ۳۳۹) میں، الطبرانی، المعجم الکبیر ۱۱/ ۴۰۰ میں اسے لائے ہیں اور کہا ہے کہ یہ صحیح الاسناد ہے اور بخاری و مسلم نے اسے روایت نہیں کیا ذہبی نے حاکم کی موافقت کی ہے۔)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

(("لاینبغی ان یبلغ هذا الا رجل من اهلی، فدعا علیاً فاعطاه ایاه"))

(ترمذی نے تفسیر میں باب سورة توبة میں اسے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ حضرت انس کی حدیث ہے ۵/ ۲۵۶۔)

"ضروری ہے کہ اس سورت کو میرے گھر والوں میں سے ہی کوئی پہنچائے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت علی کو بلایا اور انہیں یہ سورت عطا فرمائی۔"

☆: حضرت علی نے بہت ساری قابل فخر باتیں اپنے اندر جمع کر لی تھیں۔ چنانچہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی کی شادی ان سے کر دی۔ جن کے بطن سے حسن وحسین اور محسن اور زینب پیدا ہوئے۔

☆: حضرت علی بات کو محفوظ رکھنے کا کان رکھتے تھے۔ روایت کی گئی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا یہ قول: (وتعیها اذن و اعیة) نازل ہوا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اے علی! میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا ہے کہ وہ تیرے کان ایسے بنا دے۔"

حضرت علی فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے اس فرمان کے بعد میں کبھی کوئی چیز نہیں بھولا اور میں بھول بھی کیسے سکتا تھا۔

(ابن جریر نے اپنی تفسیر ۲۹۔ ۳۵ میں اسے روایت کیا ہے اور ایسے ہی ذکر کیا ہے، ابونعیم نے "معرفۃ الصحابۃ" میں ۱/ ۳۰۶۔ ۳۰۷ میں اس کا اضافہ کیا ہے، ابن المغازلی نے مناقب علی میں اسے مکحول سے مرسلاً روایت کیا ہے (ص۔ ۲۶۵) اور ابن المؤید نے "فرائد السمطین" ۱/ ۱۹۸۔ ۲۰۰ میں اسے روایت کیا ہے۔ ثعلبی نے ابوحمزہ الثمالی کے واسطہ سے حدیث عبداللہ بن حسن نے روایت کی۔ آپ ﷺ نے یہ اس وقت فرمایا جب کہ آیت نازل ہوئی۔ سعید نے حدیث مصنف کے الفاظ کے ساتھ ذکر کی الدار المنثور ۶/ ۲۶۰ دیکھئے۔)

علامہ زمخشری نے اپنی مشہور تفسیر "الکشاف عن حقائق التنیل و عیون الا قاویل فی وجوہ التاویل" میں "اذن واعیة" کی شرح یوں کی ہے۔

یاد رکھنے والے کانوں کی صفت یہ ہے کہ جو کچھ تو نے سنا ہے، اسے یاد رکھے اور محفوظ کر لے اور اس پر عمل چھوڑ کر اسے ضائع ہونے سے بچائے اور ہر وہ چیز جو تو نے اپنی طرف سے یاد کی ہے اسے تو نے محفوظ کر لیا ہو اور جو دوسرے سے لی ہو اسے پوری طرح لے لیا ہو۔

☆: (طائف کے دن جناب رسول اللہ ﷺ سے سرگوشی کرنے کا شرف) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ طائف کے دن جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کو شرف باریابی بخشا، ان کے ساتھ سرگوشی کی۔ لوگ کہنے لگے: اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ آپ ﷺ کی سرگوشی طویل ہوگئی ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

(("اما انا انتجية ولكن الله انتجاه"))

"میں نے اپنی مرضی سے ان کے ساتھ سرگوشی نہیں کی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ سرگوشی کی ہے۔ (یعنی ایسا کرنے کا مجھے حکم دیا ہے)"

(ابن عدی نے ۷/۲۶۶۶ میں القیعی نے روائد الفضائل ۱۰۷۱ میں، ابن حیان نے (۵۵۴۔موارد میں اسے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث نبوت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ اس میں حضرت علی کی بہت بڑی خوبی بیان کی گئی ہے۔ اس میں آپ نے حضرت علی کی اس کے موقع سے پہلے خوارج کے ساتھ جنگ کی خبر دی ہے، ابن کثیر نے بھی "البدایہ والنہایۃ" ۷/۳۰۵ میں اس کی ایسے ہی شرح کی ہے اور اس حدیث کو لے آئے ہیں۔)

☆: حضرت علی مومنین کے محبوب ہیں اور منافقین آپ سے بغض رکھتے ہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے آپ کو بتا دیا تھا کہ آپ سے محبت وہ رکھے گا جو مومن ہوگا اور بغض وہ جو منافق ہوگا۔

☆: بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ بڑے عالم، فقیہ اور متقی تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان کے علم اور ان کے تفقہ کی گواہی دی ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(("ليس المقام ببلاد ليس فيه ابو الحسن"))

"اس خطہ زمین اور اس شہر میں رہنے کا کوئی فائدہ نہیں جہاں ابوالحسن نہ ہوں۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مذکورہ بالا قول ان کے علم اور ان کی فقہ دانی پر دال ہے۔

☆: بچوں میں حضرت علی سب سے پہلے اسلام لائے اور آپ ہی وہ پہلے ہیں جنہوں نے جناب نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔

چنانچہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

(("اول من صل مع رسول الله ﷺ"))

"وہ پہلا آدمی جس نے جناب نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی وہ علی ہیں۔"

☆: دوران ہجرت جناب رسول کریم ﷺ کی طرف سے لوگوں کو امانتیں واپس کرنے کی غرض سے آپ پیچھے مکہ رہ گئے تھے اور یہ شرف نیابت آپ کو سونپا گیا۔ چنانچہ آپ تین دن مکہ معظمہ میں رہے اور جتنی امانتیں بھی اہل مکہ کی آپ ﷺ کے پاس تھیں، انہوں نے ان کے مالکوں کو واپس کر دیں۔ بعد ازاں جب حضور ﷺ غزوہ تبوک کیلئے روانہ ہوئے تو مدینہ منورہ میں اپنے اہل وعیال اور عورتوں اور بچوں کو نگہداشت کا کام ان کے سپرد کیا۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ رونے لگ گئے اور عرض کی:

"یارسول اللہ! قریش کہیں گے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنے اوپر بوجھل سمجھا ہے، اس لئے پیچھے چھوڑ دیا ہے۔"

اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

(("اما ترى ان تكون من بمنزلة هارون من موسى الا ان لا نبى بعدى"))

"کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تو میرے لئے ایسا ہو جیسا حضرت ہارون حضرت موسیٰ کیلئے تھے مگر سنو بلاشبہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"

(احمد نے اسے المسند ۳/۱۸۲ اور "الفضائل" میں نمبر ۱۰۸۳ کے تحت، اس کی روایت کی ہے، الشوکانی نے "در الصحابۃ" ص ۲۲۵ میں کہا ہے احمد

Marfat.com

نے اسناد کے ساتھ اس حدیث کی روایت کی ہے، اس کے رجال صحیح والے رجال ہیں قطر بن حلیفہ اور وہ ثقہ ہیں۔ حاکم نے المستدرک ۳/۱۲۳ میں اس کی روایت کی ہے، اور کہا ہے کہ شیخین کی شرط پر یہ صحیح ہے۔ امام ذہبی نے ان سے موافقت کی ہے۔ ایسے ہی ابن ابی شیبہ ۱۲/۶۴ نے، البغوی نے شرح السنۃ ۱۰/۳۳ میں، ابونعیم نے "حلیۃ الاولیا" ۱/۶۷ میں، ابن الموید نے فرائد السمین ۱/۱۵۹۔۱۶۰۔۱۶۱۔۲۸۰)

یہ ہیں حضرت علی کی خصوصیات اور آپ کے فضائل اور جو شمار سے باہر ہیں مگر فی الحقیقت محب تو وہ ہوتا ہے جو کم پر بھی راضی ہو جاتا ہے۔ حضرت علی کے فضائل کے سلسلے میں کم سے کم جو کہا جا سکتا ہے کہ وہ یہ ہے کہ انہوں نے جب سے رسول اللہ ﷺ کی گود میں پرورش پائی اس وقت سے یہ فضائل اور یہ کمالات آپ سے سیکھ لئے اور نبوت کے زیر سایہ ہی جوان ہوئے۔ جناب رسول اللہ ﷺ ہی نے آپ کا نام رکھا تھا اور آپ کی کنیت بھی آپ نے ہی رکھی تھی۔

یہ ہیں وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، خلفائے راشدین میں سے چوتھے خلیفہ اور ان دس حضرات میں سے ایک جنہیں جنت کی بشارت دی گئی اور جناب نبی مصطفیٰ ﷺ کے داماد، جن میں فضائل ہی فضائل، بھلائیاں ہی بھلائیں، ذکاوت ونجابت اور پاکیزگی ہی پاکیزگی جمع ہو چکی تھی۔ وہ اہل بیت الطیبین الطاہرین کے سرداروں میں سے ایک معزز ومکرم سردار اور ان کے پیشواؤں میں سے ایک پیشوا تھے جن کا اللہ تعالیٰ اعلیٰ سے اعلیٰ اوصاف ذکر فرمانے کے ساتھ یوں ذکر فرمایا ہے:

(("یوفون بالنذر ویخافون یوماً کان شره مسطیراً و یطعمون الطعام علی حبه مسکیناً و یتیماً و اسیراً انما نطعمکم لوجه الله لا نرید منکم جزاءً ولا شکوراً))

"اپنی نذر کو پورا کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کا شر پھیلنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کے پیش نظر مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم تو تمہیں محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کھلاتے ہیں تم سے کوئی بدلہ اور شکریہ نہیں چاہتے۔

مومن اور منافق میں فرق:

((اخبرنا واصل بن عبدالاعلیٰ' قال: حدثنا وکیع' عن الاعمش' عن عدی بن ثابت' عن زرین حبیش' عن علی رضی الله تعالیٰ عنه' قال: عهدلی (الی) النبی صلی الله علیه وسلم انه لایحبنی الا مومن ولا یبغضنی الامنافق))

(السنن الکبریٰ للنسائی ج7 ص445 رقم 8432 وطبع آخر ج5 ص137 رقم 8486' الفوائد المنتقاۃ والغرائب الحسان للصوری ص38))

"حضرت زر بن حبیش حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عہد دیا کہ مجھ (علی) سے محبت نہیں کرے گا مگر مومن اور میرے ساتھ بغض نہیں رکھے گا مگر منافق۔"

((اخبرنا یوسف بن عیسی (قال) اخبرنا الفضل بن موسی' عن الاعمش' عن عدی (بن ثابت) عن زرقال: (قال) علی: انه لعهدالنبی (النبی) صلی الله علیه وسلم انه لا یحبك الا مومن ولا یبغضك الامنافق))

(السنن الکبریٰ للنسائی ج7 ص445 رقم 8433 وطبع آخر ج5 ص173 رقم 8487)

"حضرت عدی بن ثابت حضرت زر بن حبیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

Marfat.com

فرمایا: نبی اُمی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا: اے علی! تجھ سے محبت نہیں کرے گا مگر مومن اور تجھ سے بغض نہیں رکھے گا مگر منافق۔''

((اخبرنا ابو کریب محمد بن العلاء الکوفی' قال: حدثنا ابو معاویة' عن الاعمش' عن عدی بن ثابت' عن زر بن حبیش' عن علی کرم اللہ وجھہ' قال: واللہ الذی فلق الحبة برأالنسمة أنه لعھد النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم انه لایحبنی الا مومن ولایبغضنی الا منافق))

(السنن الکبریٰ للنسائی ج7ص312رقم8097وص445رقم8431وطبع آخر ج5ص47رقم8153وص731 رقم8485' مسند احمد ج1ص84رقم642وص95و731وص128رقم1062وج6ص292رقم2704ون سلمة' فضائل الصحابة ج2ص696رقم498وص704رقم961' صحیح مسلم رقم المسلسل 240(78) سنن الترمذی ص849رقم3736' سنن النسائی ج8ص116رقم5033' سنن ابن ماجہ رقم 114' مصنف ابن ابی شیبة ج6ص368رقم5033'5037' مسند الحمیدی ج1ص31رقم58' البحر الزخار المعروف بمسند البزار ج2ص182رقم560' کتاب السنة لابن ابی عاصم ص584رقم1325' مسند ابی یعلی ج1ص154رقم276وص217رقم 441' کتاب الایمان لابن مندة ج1ص415رقم 261' معرفة علوم الحدیث للحاکم ص180' البدایة والنھایة ج5ص469'470' الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج9ص40رقم6885' مشکاة ج2ص503رقم6088)

''حضرت زر بن حبیش حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اُس اللہ جل جلالہ کی قسم جس نے دانے کو چیرا اور جاندار کو پیدا فرمایا! بیشک نبی اُمی صلی اللہ علیہ وسلم نے قطعیت کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ مجھ (علی) سے محبت نہیں کرے گا مگر مومن اور میرے ساتھ بغض نہیں رکھے گا مگر منافق۔''

حضرت علی کی منزلت اور نبی کریم سے ان کی قربت:

((اخبرنا زکریا بن یحی قال: حدثنا (محمدبن عبیدو) ابو کامل' قال: (قالا) حدثنا عبدالواحد بن زیاد' قال: حدثنا عمارة بن القعقاع' عن الحارث العکلی عن ابی زرعة بن عمرو بن جریر' عن عبداللہ بن نجیی' عن علی قال: کان لی ساعة من السحر أدخل فیھا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' فان کان فی صلاته سبح وان لم یکن فی صلاته اذن لی))

(السنن الکبریٰ للنسائی ج2ص41رقم1135وج7ص449رقم8446وطبع آخر ج1ص360رقم1134وج5ص141رقم8500' مسند احمد ج1ص77رقم570' مسند ابی یعلی ج1ص265رقم588' البحر الزخار المعروف بمسند البزار ج3ص100رقم 882' السنن الصغریٰ للنسائی ج3ص17رقم1210' السنن الکبریٰ للبیہقی ج2ص247رقم3338'3339' تلخیص الحبیر ج1ص675'676)

''حضرت عبداللہ بن نجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: وقت سحر (تہجد کے وقت) میرے لیے ایک مخصوص وقت تھا جس میں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتا تھا' سو اگر آپ نماز میں ہوتے تو سبحان اللہ فرماتے اگر نماز میں نہ ہوتے تو اجازت مرحمت فرماتے۔''

((اخبرنی محمد بن قدامة' قال: حدثنا جریر' عن المغیرة' عن الحارث' عن ابی زرعة بن

Marfat.com

عمرو بن جریر' قال:حدثنا عبدالله بن نجی' عن علی رضی الله عنه' قال:كان لی من رسول الله صلی الله علیه وسلم من السحر ساعة آتیه فیها' واذاأتیته استاذنت' فان وجدته یصلیی سبح' (فدخلت) وان وجدته فارغاً اذن لی))

(السنن الکبریٰ للنسائی ج 2 ص 41 رقم 1135 وج 7 ص 450 رقم 8447 وطبع آخر ج 1 ص 360 رقم 1134 وج ۵ ص 141 رقم 8501' السنن الصغریٰ للنسائی ج 2 ص 17 رقم 1210' زادالمعاد ج 1 ص 262)

''عمرو بن جریر کہتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن نجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے میرے لیے وقت سحر ایک مخصوص ساعت تھی جس میں' میں حاضر ہوتا تھا اور جب میں آتا تو اجازت مانگتا' سو اگر میں آپ کو نماز میں پاتا تو آپ تسبیح کہتے تو میں داخل ہو جاتا اور اگر میں آپ کو فارغ پاتا تو آپ اجازت دیتے۔''

((اخبرنی محمد بن عبید بن محمد(الکوفی) قال: حدثنا ابن عیاش عن المغیرة' عن الحارث العکلی عن ابی نجی قال:قال علی رضی الله عنه: كان لی من النبی صلی الله علیه وسلم مدخلان' مدخل باللیل ومدخل بالنهار' (فكنت) اذادخلت باللیل تنحنح لی خالفه شرجیل بن مدرك فی اسناده' ووافقه علی قوله:تنحنح))

(السنن الکبریٰ للنسائی ج 2 ص 41 رقم 1137 وج 7 ص 450 رقم 8448 وطبع آخر ج 1 ص 360 رقم 1136 وج 5 ص 141 رقم 8502' السنن الصغریٰ للنسائی ج 3 ص 17 رقم 1211' سنن ابن ماجہ ج 4 ص 206 رقم 3708' مسند احمد ج 1 ص 80 رقم 608 وص 107 رقم 845' مصنف ابن ابی شیبۃ ج 5 ص 244 رقم 25667' سبیل الھدیٰ ج 1 ص 186' مناقب علی والحسنین ص 56' زادالمعاد ج 1 ص 262)

''حضرت حارث عکلی عبداللہ بن نجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے میرے لئے دو مرتبہ داخلہ کا وقت تھا۔ ایک دن میں اور دوسرا رات میں۔ پس جب میں رات کو حاضر ہوتا تو آپ کھنکارتے۔ شرحبیل بن مدرک نے اس حدیث کی سند میں اختلاف کیا ہے اور ''تنحنح'' (کھنکارنا) کے لفظ موافقت کی ہے۔''

((اخبرنا القاسم بن زکریا بن دینار' قال:حدثنا ابو اسامة' قال:حدثنی شرجیل بن مدرك (الجعفی) قال:حدثنی عبدالله بن نجی الحضرمی عن ابیه وكان صاحب مطهرة علی قال: علی رضی الله عنه' كانت لی منزلة من رسول الله صلی الله علیه وسلم لم تكن لاحدمن الخلائق' فكنت آتیه كل سحر' فاقول (له):السلام علیك یانبی الله' فان تنحنح انصرفت الی اهلی' والا دخلت علیه))

(السنن الکبریٰ للنسائی ج 2 ص 42 رقم 1138 وج 7 ص 450 رقم 8449 وطبع آخر ج 1 ص 360 رقم 1137 وج 5 ص 451 رقم 502' السنن الصغریٰ للنسائی ج 3 ص 17 رقم 1212' البحر الزخار المعروف بمسند البزار ج 3 ص 98 رقم 879' مشکاۃ ج 2 ص 506 رقم 6106' جمع الجوامع ج 13 ص 25 رقم 5494' مناقب علی والحسنین ص 56)

Marfat.com

"شرحبیل بن مدرک الجعفی نے عبداللہ بن نجی الحضرمی سے روایت کیا ہے اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے اور وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وضو کراتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک میرا ایسا مقام تھا جو مخلوق میں سے کسی ایک کو حاصل نہیں تھا۔ میں ہر روز تہجد کے وقت آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرتا تھا: السلام علیک یا نبی اللہ! پس اگر آپ کھنکارتے تو میں اپنے گھر لوٹ جاتا ورنہ اندر حاضر ہو جاتا۔"

((اخبرنا محمد بن بشار' قال: حدثنی ابو المساور' قال: حدثنا عوف' عن عبداللہ بن عمرو بن هند الجملی عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنه' قال: کنت اذا سالت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اعطیت' واذا سکت ابتدانی))

(السنن الکبریٰ للنسائی ج7ص450رقم8450وطبع آخر ج5ص142 رقم 5804' فضائل الصحابة ج2ص803رقم 1099' سنن الترمذی ص847رقم 3722وص 848رقم3729' مصنف ابن ابی شیبة ج6ص368 رقم32060'32061' اطراف الغرائب والافراد للدارقطنی ج 1ص 108 رقم 402المستدرک للحاکم ج 3ص 124 رقم 3687' الاحادیث المختارة ج2ص235رقم 614' مشکاة ج2ص504رقم6095' حلیة الاولیاء لابی نعیم ج4ص425رقم6083' الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج2ص420' مختصر تاریخ دمشق ج18ص16' الریاض النضرة فی مناقب العشرة ج3ص165' ذخائر العقبیٰ ص114' جمع الجوامع ج13ص14رقم5423' الصواعق المحرقة ص123' مناقب علی والحسنین ص19))

"حضرت عبداللہ بن عمرو بن ہند الجملی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتا تھا تو آپ عطا فرماتے تھے اور جب خاموش رہتا تو آپ (اپنے کرم کی خود) ابتدا فرماتے تھے۔"

((اخبرنا محمد بن المثنی' قال: حدثنا ابو معاویة قال: حدثنا الاعمش' عن عمرو بن مرة عن ابی البختری' عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنه: قال: کنت اذا سالت اعطیت' واذا سکت ابتدیت))

(السنن الکبریٰ للنسائی ج7ص451رقم 8451وطبع آخر ج5ص142رقم8505)

"حضرت ابوالبختری حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتا تو مجھے عطا کیا جاتا اور جب میں خاموش رہتا تو مجھ پر از خود کرم کیا جاتا۔"

((اخبرنا یوسف بن سعید قال: اخبرنا حجاج عن ابن جریج' عن ابی حرب' عن ابی الاسود ورجل آخر' عن زاذان' قالا: قال علی رضی اللہ تعالیٰ عنه: کنت واللہ اذا سالت اعطیت واذا سکت ابتدیت))

(السنن الکبریٰ للنسائی ج7ص451رقم8452وطبع آخر ج5ص142رقم8506)

"حضرت زاذان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتا تو مجھے عطا کیا جاتا اور جب میں خاموش رہتا تو مجھ پر از خود کرم کیا جاتا۔"

((اخبرنا اسماعیل بن مسعود البصری' قال: حدثنا (خالد' عن) شعبة عن ابی اسحق' عن

Marfat.com

العلاء بن عرار، سال رجل ابن عمر عن عثمان، قال: کان من الذین تولوا یوم التقه الجمعان، فتاب اللہ علیه ثم اصاب ذنباً فقتلوه، فساله عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنه، فقال: لاتسال عنه، الاتری منزلة من رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم))

(سنن الکبریٰ للنسائی ج7ص446رقم8435وطبع آخرج5ص137رقم8489، مصنف عبدالرزاق ج5ص311، 312رقم9829، فضائل الصحابۃ ج2ص736رقم1012، المعجم الاوسط ج2ص38رقم1166، مجمع البحرین ج3ص374، مجمع الزوائدج9ص115رقم14675، ازالۃ الخفاءج4ص458)

''حضرت علاء بن عرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: وہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے غزوۂ احد میں پسپائی دکھائی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کردیا، پھراُن سے کچھ بھول ہوئی تو لوگوں نے انہیں قتل کردیا۔ پھر اس شخص نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: ان کے متعلق مت پوچھو! کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اُن کا مرتبہ نہیں دیکھا؟۔''

((اخبرنی هلال بن العلاء بن هلال، قال: حدثنا حسین، قال: حدثنا زهیر عن ابی اسحاق، عن العلاء بن عرار، قال: سالت عبداللہ بن عمر قلت: الاتحدثنیی عن علی وعثمان؟ قال: اما علی فهذا بیته من بیت (حب) رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ولا احدثك عنه بغیره، واما عثمان فانه اذنب یوم احدذنباً عظیماً (فعفا) عفی اللہ عنه، واذنب فیکم ذنباً صغیراً فقتلتموه))

(سنن الکبریٰ للنسائی ج7ص446رقم8436وطبع آخرج5ص138رقم8490)

''حضرت علاء بن عرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ آپ مجھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کچھ نہیں بتاتے؟ فرمایا: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان تو یہ ہے کہ ان کا گھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں سے ایک محبوب گھر ہے اور میں تم کو اُن کے متعلق اس کے سوا اور کچھ نہیں بتلاؤں گا۔ رہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اُن سے اُحد کے دن عظیم غلطی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کردیا اور تمہارے درمیان اُن سے چھوٹی سی غلطی ہوئی تو تم نے ان کو قتل کردیا۔''

((اخبرنا احمدبن سلیمان الرهاوی، قال: حدثنا عبیداللہ، قال: اخبرنا اسرائیل، عن ابی اسحق، عن العلاء بن عرار قال: سالت عن ذلك ابن عمروهوفی مسجدرسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم (عن علی وعثمان) قال: (فقال اما علی: فلا تسلنی عنه، وانظرالی منزله من رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم، لیس) مافی المسجدبیت غیربیته واماعثمان فانه اذنب ذنباً عظیما تولیٰ یوم التقی الجمعان فعفی اللہ عنه، وغفرله، واذنب فیکم ذنباً دون ذلك فقتلتموه))

(سنن الکبریٰ للنسائی ج7ص447رقم8437وطبع آخرج5ص138رقم8491)

Marfat.com

''حضرت علاء بن عرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق سوال کیا اور اُس وقت وہ (ابن عمر) مسجد نبوی میں تھے' تو فرمایا: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق تو مجھ سے مت پوچھ۔ اُن کے گھر کی طرف دیکھ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں سے ایک ہے' مسجد میں اُن کے گھر کے سوا اور کوئی گھر نہیں اور رہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اُن سے عظیم غلطی ہوئی تھی' وہ اُحد کے دن پشت پھیر کر بھاگے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا اور ان کی مغفرت کر دی اور تمہارے درمیان اُن سے اُس سے چھوٹی سی غلطی ہوئی تو تم نے انہیں قتل کر دیا۔''

((اخبرنا اسماعیل بن یعقوب بن اسماعیل' قال: حدثنی محمد ابن موسی بن اعین' قال: حدثنی ابی' عن عطاء عن سعد بن عبیدة' قال: جاء رجل الی ابن عمر فساله عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ' قال لااحدثك عنه' ولكن انُظر الی بیته من بیوت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم' قال: فانی ابغضه' قال: به ابغضك اللہ))

(السنن الکبریٰ للنسائی ج7 ص447 وطبع آخر ج5 ص139 رقم 8492' بخاری رقم 3704)

''حضرت سعد بن عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آکر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: میں تمہیں ان کے متعلق کچھ نہیں بتاؤں گا' تم ان کے متعلق مت پوچھو' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں کے مابین ان کے گھر کی طرف دیکھو! اُس نے کہا: میں ان سے بغض رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اسی سبب سے اللہ تعالیٰ تم سے بغض رکھتا ہے۔''

((اخبرنی ھلال بن العلاء بن ھلال' قال: حدثنا ابی حسین' قال: حدثنا (زھیر) ابو اسحق' قال: سال عبدالرحمن بن خالد بن قثم بن العباس: من این ورث علی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم؟ قال: انه كان اولنا به لحوقاً' واشدنابه لزوقاً خالفه زید بن ابی انیسة فی اسناده' فقال: عن خالد بن قثم))

(السنن الکبریٰ للنسائی ج7 ص447 رقم 8439 وطبع آخر ج5 ص139 رقم 8439' المعجم الکبیر ج19 ص40' المستدرک للحاکم ج3 ص125 رقم 4690 مختصر تاریخ دمشق ج18 ص20' ازالۃ الخفاء ج4 ص465)

''ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ عبدالرحمان بن خالد بن قثم بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث بن گئے؟ انہوں نے جواب دیا: وہ ہم سب سے پہلے آپ کی قربت میں آئے اور ہم سب سے بڑھ کر آپ کے ساتھ وابستہ رہے۔ زید بن انیسہ نے اس سند میں اختلاف کیا اور کہا کہ یہ خالد بن قثم سے روایت ہے۔''

((اخبرنی ھلال بن العلاء' قال: حدثنی ابی' قال: حدثنا عبیداللہ' عن زید بن انیسة' عن ابی اسحق عن خالد بن قثم' انه قیل له: اعلی ورث رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم دون جدك وھو عمه؟ قال: ان علیاً اولنا به لحوقاً واشدنا به لزوقاً (لصوقاً)))

(سنن الکبریٰ للنسائی ج7 ص447 رقم 8440 وطبع آخر ج5 ص139 رقم 8494)

Marfat.com

''ابواسحاق کہتے ہیں کہ خالد بن قثم سے دریافت کیا گیا: آپ کے دادا (عباس بن عبدالمطلب) کو چھوڑ کر حضرت علی کیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث بن گئے' حالانکہ آپ کے دادا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں؟ انہوں نے کہا: بیشک علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے اور ہم سب سے بڑھ کر آپ کے ساتھ وابستہ رہے۔''

((اخبرنا عبدة بن عبدالرحيم المروزي' قال :اخبرنا عمرو بن محمد (العنقزي' قال :اخبرنا يونس بن ابي اسحق عن العيزار بن حريث' عن النعمان بن بشير' قال :استاذن ابوبكر على النبي صلى الله عليه وسلم فسمع صوت عائشة عالياً وهي تقول :والله لقد علمت ان علياً احب اليك مني' فاهوى اليها ابوبكر ليلطمها' وقال لها :يابنت فلانة' أراك ترفعين صوتك على رسول الله صلى الله عليه وسلم! فامسكه رسول الله صلى الله عليه وسلم' وخرج ابوبكر مغضبا' فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ياعائشة كيف (رأيتني أنقذتك) رأيت اهدبك من الرجل' ثم استاذن (ابوبكر) بعد ذلك' وقد اصطلح رسول الله صلى الله عليه وسلم وعائشة' فقال :ادخلاني في السلم كما ادخلتماني في الحرب' فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :قد فعلنا))

(السنن الکبریٰ للنسائی ج 7 ص 448 رقم 8441 وج 8 ص 256 رقم 9110 وطبع آخر ج 5 ص 139 رقم 8495 وص 365 رقم 9155 'مسند احمد ج 4 ص 275 رقم 18611 'مجمع الزوائد ج 9 ص 201 '202 رقم 15194)

''حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آ کر کاشانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخلہ کی اجازت مانگی تو انہوں نے اندر سے حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بلند آواز سنی' وہ کہہ رہی تھیں: اللہ کی قسم! میں جانتی ہوں بیشک علی آپ کو مجھ سے زیادہ محبوب ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی طرف بڑھے تا کہ انہیں طمانچہ رسید کریں اور انہیں فرمایا: اے فلاں کی لڑکی! میں کیا دیکھ رہا ہوں' کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آواز بلند کرتی ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روک لیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غصہ کی حالت میں باہر چلے گئے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! تم نے دیکھا کہ ہم نے تمہیں کیسے ایک شخص سے بچا لیا؟ کچھ دیر بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر اندر آنے کی اجازت مانگی اور اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صلح ہو چکی تھی تو آپ نے عرض کیا: آپ مجھے اپنی صلح میں بھی اسی طرح شریک ہونے دیں جس طرح آپ نے مجھے اپنی لڑائی میں شریک کیا تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک ہم نے شریک کر لیا۔''

((اخبرني محمد بن آدم بن سليمان المصيصي' قال :حدثنا ابن ابي غنية' عن ابيه (عن ابي اسحاق) عن جميع بن عمير قال :دخلت مع امي على عائشة وانا غلام' فذكرت لها علياً رضي الله تعالىٰ عنه' فقالت :مارأيت رجلًا احب الى رسول الله صلى الله عليه وسلم منه' ولاامراة احب الى رسول الله صلى الله عليه وسلم من امرأته))

(السنن الکبریٰ للنسائی ج 7 ص 448 رقم 8442 وطبع آخر ج 5 ص 139 رقم 8496 'سنن الترمذی ص 874 رقم 3874 'تحفۃ

Marfat.com

الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار ج 9 ص 87 رقم 6394 وص 88 رقم 6395 المستدرک للحاکم ج 3 ص 153 رقم 474 وص 156 رقم 7498 تاریخ دمشق لابن عساکر ج 42 ص 260 261 262 مختصر تاریخ دمشق ج 17 ص 365 366 مشکاۃ ج 2 ص 514 رقم 6155 ذخائر العقبیٰ ص 48 الریاض النضرۃ ج 3 ص 100 الصواعق المحرقۃ ص 121)

"حضرت جمیع بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی امی کے ساتھ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گیا اور اس وقت میں بچہ تھا۔ میری والدہ نے ان کے سامنے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا: میں نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے زیادہ کوئی شخص محبوب تھا اور نہ ہی ان کی اہلیہ (سیدۃ نساء اہل الجنۃ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے زیادہ کوئی خاتون محبوبہ تھیں۔"

((اخبرنا عمرو بن علی البصری' قال: حدثنا عبدالعزیز بن الخطاب (ووثقه) قال: حدثنا محمد بن اسماعیل بن رجاء الزبیدی' عن ابی اسحق الشیبانی' عن جمیع بن عمیر' قال: دخلت مع (ابی) امی علی عائشة یسالها (فسمعتها تسالها) (من وراء الحجاب) عن علی رضی الله عنه' فقالت: تسالنی (تسالینی) عن رجل ماعلم احدًا کان احب الی رسول الله صلی الله علیه وسلم ولا احب الیه من امرأته))

(السنن الکبریٰ للنسائی ج 7 ص 448 رقم 8443 وطبع آخر ج 5 ص 140 رقم 8497)

"حضرت جمیع بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اپنی امی کے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ انہوں نے آپ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق سوال کیا تو میں نے پردہ کے پیچھے سے سنا' سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرما رہی تھیں: تم جس شخص کے متعلق مجھ سے سوال کر رہی ہو' میں نہیں جانتی کہ ان سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی شخص محبوب تھا اور نہ ہی ان کی زوجہ (سیدہ فاطمہ) سے بڑھ کر کوئی خاتون محبوب تھی۔"

((اخبرنی زکریا بن یحیی' قال: اخبرنا ابراهیم بن سعید' قال: حدثنا شاذان' عن جعفر الاحمر' عن عبدالله بن عطاء' عن ابن بریدة: قال: جآء رجل الی ابی فساله: ای الناس کان احب الی رسول الله صلی الله علیه وسلم؟ قال: من النساء فاطمة' ومن الرجال علی رضی الله تعالیٰ عنه))

(السنن الکبریٰ للنسائی ج 7 ص 449 رقم 8444 وطبع آخر ج 5 ص 140 رقم 8498' سنن الترمذی ص 873 رقم 3868' المستدرک للحاکم ج 3 ص 154 رقم 4788' المعجم الاوسط ج 8 ص 130 رقم 17258' تاریخ دمشق لابن عساکر ج 42 ص 260' مختصر تاریخ دمشق ج 17 ص 365' ذخائر العقبیٰ ص 48))

"حضرت ابن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد سے کسی شخص نے آکر دریافت کیا: تمام لوگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب کون تھا؟ انہوں نے فرمایا: خواتین میں سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور مردوں میں سے سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔"

((اخبرنا محمد بن وهب' قال: اخبرنا محمد بن سلمة' قال حدثنی ابوعبدالرحیم' قال: حدثنی زید عن الحارث' عن ابی زرعة بن عمروبن جریر' عن عبدالله بن نجی سمع علیاً

Marfat.com

رضی اللہ عنہ' یقول: کنت ادخل علی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل لیلۃ' فان کان یصلی سبح فدخلت ' وان لم یکن یصلی اذن لی فدخلت))

(السنن الکبریٰ للنسائی ج7 ص449 رقم8445 وطبع آخر ج5 ص140 رقم8499)

''حضرت عبداللہ بن نجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا: میں ہررات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتا تھا' پس اگر آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تو سبحان اللہ فرماتے تو میں اندر داخل ہوجاتا اور اگر نماز میں نہ ہوتے تو اجازت مرحمت فرماتے اور میں داخل ہوجاتا۔''

جناب علی کے زخم اوران پر رسول اللہ کا غمگین ہونا:

((وعن انس قال :اتی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعلیٰ رضی اللہ عنہ یومئذ یعنی یوم احد، وعلیہ نیف وستون جراحۃ من طعنۃ وضربۃ ورمیۃ فجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یمسحہا وھی تلتئم باذن اللہ کان لم تکن))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: جنگ احد میں علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تو اس وقت انہیں ساٹھ کے لگ بھگ تیروں، تلواروں اور نیزوں کے زخم لگے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زخموں پر ہاتھ پھیرا اور اللہ کے اذن سے زخم آپس میں مل گئے گویا کہ زخم تھے ہی نہیں۔''

((عن ابی الدنیا المعمر المغربی قال :سمعت امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یقول :جرحت فی وقعۃ خیبر خمس و عشرین جراحۃ، فجئت الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلما رای مابی بکی واخذ من دموع عینیہ فجعلہا علی الجراحات فاسترحت من ساعتی))

''ابوالدنیا معمر مغربی کہتے ہیں کہ امیرالمومنین جناب علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے جنگ خیبر میں پچیس زخم کھائے، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری حالت دیکھی تو رو پڑے، اس وقت ان کی آنکھوں سے آنسو میرے زخموں پر گرے تو فوراً ہی مجھے سکون مل گیا۔''

((الاختصاص :ذکروا سبعین خصلۃ مجتمعۃ فی امیر المومنین رضی اللہ عنہ :ترک الشکایۃ فی موضع الم الجراحۃ وکتمان ماوجد فی جسدہ من اثر الجراحات من قرنہ الی قدمہ، وکانت الف جراحۃ فی سبیل اللہ، وقالوا :انصرف امیر المومنین رضی اللہ عنہ من احدوبہ ثمانون جراحۃ یدخل الفتایل من موضع و یخرج من موضع، فدخل علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عایداو ھو مثل المضغۃ علی نطع، فلما راہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکی وشکتا المراتان، ای الجراحتان، الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما یلقی وقالتا :یا رسول اللہ قد خشینا علیہ مما تدخل الفتایل فی موضع الجراحات من موضع الی موضع وکتمانہ ومایجد من الالم، قال :فعدما بہ من اثر

Marfat.com

الجراحات عند خروجه من الدنیا فکانت الف جراحة من قرنه الی قدمه))

''حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ستر خصلتوں میں سے ایک خصلت یہ بھی تھی کہ کبھی بھی اپنے زخموں کے درد کو محسوس نہ کیا اور ان پر سر سے لے کر قدموں تک زخموں کے آثار تھے لیکن ان آثار کو چھپایا ہوا تھا۔ ان کو راہ الٰہی میں ایک ہزار کے لگ بھگ زخم لگے تھے۔ روایت میں نقل ہوا ہے کہ جس وقت امیر المومنین جناب علی المرتضیٰ جنگ اُحد سے واپس لوٹے تو اس وقت ان کے بدن پر اسی زخم تھے اور زخم اتنے گہرے اور عمیق تھے کہ جس وقت زخم پر پٹی باندھتے تھے تو دوسرے حصے سے زخم ظاہر ہو جاتا تھا۔ رسول اللہ علی رضی اللہ عنہ کی عیادت کیلئے تشریف لائے، اس وقت علی رضی اللہ عنہ روندے ہوئے گوشت کی طرح ایک چمڑے پر سوئے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ ان پر پڑی تو رونے لگے۔ دو کنیزیں جو علی رضی اللہ عنہ کے زخموں کی مرہم پٹی کرتی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور شکایت کی اور کہا: یا رسول اللہ! ہمیں علی کے زخموں کا خوف ہے۔ ہم جس جگہ پر بھی پٹی کرتی ہیں دوسری جگہ سے زخم ظاہر ہو جاتے ہیں اور انہوں نے درد کو چھپایا ہوا ہے۔ علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد زخموں کے آثار کو گنا گیا تو سر سے لے کر قدموں تک ایک ہزار زخموں کے آثار موجود تھے۔''

((عدد جراحات امیر المومنین رضی الله عنه باحد علی تسعون اربعون، وست عشرة ضربة، وسقط الی الارض فی اربع منهن، وثمانون))

''جنگ احد میں امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے زخموں کی تعداد نوے تھی۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت علی کے زخموں کی تعداد چالیس تھی اور سولہ ضربیں لگی ہوئیں تھیں اور چار ضربوں کی وجہ سے زمین پر گر پڑے۔''

جس نے علی کو برا کہا پس اس نے مجھے (رسول اللہ کو) برا کہا:

((اخبرنا عبدالاعلی بن واصل بن عبدالاعلی الکوفی' قال: حدثنا جعفر بن عون' عن شقیق بن ابی عبدالله' قال: حدثنا ابوبکر ابن خالد بن عرفطة' قال: رأیت سعد ابن ابی وقاص بالمدینة' فقال: ذکرلی انکم تسبون علیا' قلت: قدفعلنا' قال: لعلك سببته؟ (قلت: معاذ الله' قال: لاتسبه' فان وضع المنشار علی مفرقی علی ان اسب علیاً ماسببته بعد ماسمعت من رسول الله صلی الله علیه وسلم ما سمعت))

(السنن الکبریٰ للنسائی ج 7 ص 441 رقم 8423 وطبع آخر ج 5 ص 133 رقم 8477' مسند ابی یعلی ج 1 ص 327 رقم 773' اتحاف الخیرة المہرة ج 7 ص 201 رقم 6669' کتاب السنة لابن ابی عاصم ص 590 رقم 1353' مصنف ابن ابی شیبة ج 6 ص 375 رقم 32113' تاریخ دمشق لابن عساکر ج 42 ص 412' مختصر تاریخ دمشق ج 18 ص 28' جمع الجوامع ج 13 ص 467 رقم 8349' المقصد العلی فی زوائد مسند ابی یعلی للموصلی رقم 1337' المطالب العالیة ج 4 ص 64 رقم 3967)

''حضرت ابوبکر بن خالد بن عرفطہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت سعد بن مالک بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ مقدسہ میں دیکھا تو آپ نے مجھے فرمایا: ہمیں ذکر کیا گیا ہے کہ تم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا کہتے ہو؟ میں نے کہا: ہم نے ایسا کیا ہے۔ فرمایا: شاید تو نے بھی انہیں برا کہا ہے؟ میں نے کہا: معاذ اللہ۔ فرمایا: انہیں کبھی برا مت کہنا! پس اگر میری چوٹی پر آری رکھ دی جائے تا کہ میں اُنہیں برا کہوں تو میں انہیں برا نہیں کہوں گا' بعد اس کے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ سنا تھا جو سنا تھا۔''

Marfat.com

((اخبرنا العباس بن محمد الدوری، قال: سمعت یحیی بن ابی بکیر، قال: اخبرنا اسرائیل، عن ابی عبداللہ الجدلی، قال: دخلت علی ام سلمة، فقالت: ایسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیکم؟ فقلت: سبحان اللہ، اومعاذ اللہ، قالت: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: من سب علیا فقد سبنی))

(السنن الکبریٰ للنسائی ج7ص441رقم8422وطبع آخرج5ص133رقم8476، مسند احمد ج6ص323رقم27284، فضائل الصحابة ج2ص736رقم1011، المستدرک للحاکم ج3ص120رقم4673، 4674، 4676، 4677، شرف المصطفیٰ ج5ص502، اتحاف الخیرة المھرة ج7ص202رقم6670، مجمع الزوائد ج9ص130رقم14740، تاریخ دمشق لابن عساکر ج42ص266، مختصر تاریخ دمشق ج17ص366، الریاض النضرة ج4ص106، سیر أعلام النبلاء للذھبی (سیرت) ص624، البدایة والنھایة ج5ص469وطبع جدید ج7ص584، مشکاة رقم692، الجامع الصغیر رقم8736، ازالة الخفاء ج4ص450، مناقب علی والحسنین وامھما فاطمة الزھراء ص32، السلسلة الصحیحة للالبانی ج3ص288)

''حضرت ابوعبداللہ الجدلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ام المومنین سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: کیا تمہاری مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کیا جاتا ہے؟ میں نے کہا: سبحان اللہ یا معاذ اللہ! فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا تھا: جس شخص نے علی کو سب وشتم کیا تو اس نے مجھے سب وشتم کیا۔''

علی سے محبت کی ترغیب اور آپ سے عداوت پر ترہیب:

((اخبرنا احمد بن عثمان البصری ابوالجوزاء، قال (حدثنا ابن عشمة، قال: حدثنا موسیٰ بن یعقوب، عن المھاجرین مسمار) ابن عینیة بنت سعد عن سعد قال: اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدعلی، فخطب فحمداللہ واثنی علیہ، ثم قال: الستم تعلمون الم تعلموا، انی اولی بکم من انفسکم؟ قالوا: نعم، صدقت یارسول اللہ، ثم اخذبیدعلی فرفعھا، فقال: من کنت ولیہ فھذاولیہ، وان اللہلیوالی من والاہ، ویعادی من عاداہ))

(السنن الکبریٰ للنسائی ج7ص442رقم8426وطبع آخرج5ص134رقم8480)

''حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی پھر فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ میں تمہاری جانوں سے بھی قریب تر ہوں۔ سب نے کہا: یارسول اللہ! بیشک آپ نے حق فرمایا۔ پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ بلند کر کے فرمایا: میں جس کا ولی ہوں تو یہ بھی اس کا ولی ہے اور بے شک اللہ اس شخص سے محبت رکھتا ہے جو اس سے محبت کرے اور اس سے دشمنی رکھتا ہے جو اس سے دشمنی رکھے۔''

((اخبرنا زکریا بن یحیی، قال: حدثنا (محمد بن یحیی، قال: حدثنا) یعقوب بن جعفربن ابی کثیر الزمعی، عن مھاجربن مسمار، قال: أخبرتنی عائشة بنت سعد عن سعد قال: کنامع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطریق مکة وھو متوجه (موجه) الیھا، (فلما بلغ غدیرخم،

Marfat.com

وقف الناس، ثم ردمن مضی، ولحقه من تخلف) فلما اجتمع الناس اليه، قال:ايهاالناس (هل بلغت) قالوا نعم قال:اللهم اشهدثلاث مرات يقولها، ثم قال:ايهاالناس!) من وليكم؟ قالوا: اللهورسوله-ثلاثا- ثم اخذبيدعلى فاقامه ثم قال:من كان اللهورسوله وليه فهذاوليه، اللهم وال من والاه وعاد من عاداه))

(السنن الکبریٰ للنسائی ج7ص443رقم8427وطبع آخرج5ص135رقم8481)

''حضرت مہاجر بن مسمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے عائشہ بنت سعد نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کی کہ ہم مکہ معظمہ کے راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اور اس وقت آپ مکۃ المکرمۃ کی طرف جارہے تھے، جب آپ غدیرخم کے مقام پر پہنچے تو لوگوں کو ٹھہرادیا اور جو آگے نکل گئے تھے انہیں واپس بلالیا اور جو پیچھے تھے وہ آپہنچے۔ سو جب تمام لوگ آپ کے قریب جمع ہوگئے تو آپ نے فرمایا: لوگو! کیا میں نے تبلیغ پوری کردی؟ سب نے عرض کیا: جی ہاں' آپ نے تین مرتبہ عرض کیا: اے اللہ! گواہ رہنا۔ پھر فرمایا: اے لوگو تمہارا ولی کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول۔ یہ سوال وجواب تین مرتبہ ہوا۔ پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں کھڑا کیا پھر فرمایا: جس شخص کا اللہ اور اس کا رسول ولی ہے تو یہ بھی اس کا ولی ہے۔ اے اللہ! اُس سے محبت فرما جو اس سے محبت کرے۔ اور اس سے نفرت فرما جو اس سے عداوت رکھے۔''

((اخبرنا اسحق بن ابراهيم بن راهوية،قال:اخبرنا النضربن شميل قال:اخبرنا الجليل بن عطية، قال:حدثنا عبدالله بن بريدة قال:حدثنى ابى، قال:لم اجدالناس ابغض على (لم يكن احد من الناس ابغض الى) من على بن ابى طالب حتى احببت رجلاً من قريش، ولا احبه الا على بغض على، فبعث ذلك الرجل على خيل فصحبته،(و) ماصحبه الا على بغض على، قال:فاصبناسبيا، قال:فكتب الى النبى صلى الله عليه وسلم ان ابعث (ان يبعث) الينا من يخمسه، فبعث الينا عليا، وفى السبى وصيفة من افضل السبى، فلما خمسه صارت (الوصيفة) فى الخمس، ثم خمس فصارت فى اهل بيت النبى صلى الله عليه وسلم ثم خمس فصارت فى آل على، فاتانا ورأسه يقطر، فقلنا:ماهذا؟ فقال:الم تروالى الوصيفة فانهاصارت فى الخمس، ثم صارت فى اهل بيت النبى صلى الله عليه وسلم، ثم صارت فى آل على، فوقعت عليها، فكتب وبعث، معنا مصدقاً للكتابة الى النبى صلى الله عليه وسلم، مصدقالما قال على، فجعلت اقراعليه ويقول صدقا (صدق) واقول:صدق، فامسك بيدى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال:يابريدة!اتبغض علياً؟ نعم، فقال:لاتبغضه،وان كنت تحبه فازدله حبا، فوالذى نفسى بيده لنصيب آل على فى الخمس افضل من وصيفة، فما كان احد من الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم احب الى من على رضى الله عنه قال عبداللهبن بريدة:واللهمافى الحديث بينى وبين النبى صلى الله عليه وسلم غير ابى))

Marfat.com

(السنن الکبری للنسائی ج 7 ص 443 رقم 8428 وطبع آخر ج 5 ص 135 رقم 8482 'بخاری رقم 4350 (مختصرا) مسند احمد ج 5 ص 351 رقم 23355 وص 356 رقم 23400 وص 359 رقم 23424 'فضائل الصحابۃ ج 2 ص 856 رقم 1175 '1177 '1179 '1180 'المستدرک للحاکم ج 2 ص 129 رقم 2635 وج 3 ص 109 رقم 4635 'تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار ج 5 ص 496 رقم 3589 'السنن الکبری للبیہقی ج 6 ص 342 رقم 12957 'معرفۃ السنن والآثار للبیہقی رقم 4001 'مختصر تاریخ دمشق ج 17 ص 348 '349 'الریاض النضرۃ ج 4 ص 111 '112 زاد المعاد ج 5 ص 637 'مجمع الزوائد ج 9 ص 127 رقم 14730 'مناقب علی والحسنین للفواد عبد الباقی ص 724)

''حضرت عبد اللہ بن بریدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد (بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بتایا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر میرے نزدیک کوئی شخص ناپسندیدہ نہیں تھا حتی کہ ایک قریشی شخص سے میری دوستی ہوگئی اور اس کا سبب بھی بغض علی تھا۔ پس اس شخص کو ایک لشکر پر مقرر کیا گیا تو میں بھی اس کے ساتھ ہو گیا اور میری اس سنگت کا سبب بھی بغض علی تھا۔ پس ہم نے کچھ لوگوں کو قیدی بنایا تو اس شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لکھ بھیجا کہ آپ ایسے شخص کو ہماری طرف روانہ فرمائیں جو ہمارے درمیان تقسیم کرے تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا اور قیدیوں میں ایک ''وصیفہ'' (نوعمر لڑکی) تھی جو تمام قیدیوں سے افضل تھی۔ پس جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حصے کیے تو وہ اہل بیت کے خمس میں آ گئی' پھر حصہ کیے تو آل علی کے حصہ میں آئی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے سامنے تشریف لائے تو ان کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ ہم نے کہا: یہ کیا؟ فرمایا: کیا تم نے اس وصیفہ کو نہیں دیکھا تھا؟ وہ خمس میں آ گئی تھی' پھر اہل بیت کے حصہ میں چلی گئی تھی' پھر آل علی کے حصہ میں آئی تو میں نے اسے قربت بخشی۔ اس پر اُس (میرے ساتھی) نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خط لکھا اور مجھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اعتراف پر گواہ کے طور پر اس (پیغام رساں) شخص کے ساتھ بھیجا۔ پس میں نے خط سنانا شروع کیا اور وہ کہتا رہا: یہ سچ ہے۔ یہ سچ ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ کو پکڑ لیا اور فرمایا: اے بریدہ! کیا تو علی کے ساتھ بغض رکھتا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: اُس سے بغض نہ رکھ اور اگر تو اُس سے محبت کرتا ہے تو محبت میں اضافہ کر۔ اُس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے' خمس میں آل کا حصہ اُس وصیفہ سے زیادہ ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سے مجھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ محبوب کوئی نہیں تھا۔ حضرت ابن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! اس حدیث میں میرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین میرے والد کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔''

((اخبرنا الحسین بن حریث المروزی' قال: اخبرنا الفضل بن موسی عن الاعمش' عن ابی اسحق' عن سعید بن وهب ' قال: قال علی کرم اللہ وجهه فی الرحبة: انشد باللہ' من سمع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یوم غدیر خم یقول: ان اللہ ورسوله ولی المومنین' ومن کنت ولیه' فهذا ولیه' اللهم وال من والاہ وعاد من عاداہ' وانصر من نصرہ؟ قال: فقال سعید: قام الی جنبی ستة' وقال زید بن یثیع: قام عندی ستة وقال عمرو ذومر: احب من احبه' وابغض من ابغضه' وساق الحدیث۔ رواہ اسرائیل عن ابی اسحق عن عمرو ذی مر: احب))

(سنن الکبری للنسائی ج 7 ص 439 رقم 8419 وص 444 رقم 8429 وص 466 رقم 8489 وطبع آخر ج

Marfat.com

5 ص 132 رقم 8473 وص 136 رقم 8483 وص 154 رقم 8542)

''حضرت سعید بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک کشادہ مقام میں (خطاب کے دوران) فرمایا: میں اُس شخص کو قسم دیتا ہوں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غدیر خم کے روز ارشاد فرماتے ہوئے سنا تھا کہ بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مومنوں کا ولی ہے اور جس شخص کا میں ولی ہوں تو یہ بھی اُس کا ولی ہے۔ اے اللہ! اس شخص کا ولی ہو جا جو اس کو ولی بنائے اور اس سے عداوت فرما جو اس سے عداوت رکھے اور اس کی مدد فرما جو اس کی مدد کرے۔ حضرت سعید بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میرے قریب سے چھ افراد کھڑے ہوئے اور حضرت زید بن یثیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میرے نزدیک بھی چھ افراد کھڑے ہوئے (اور گواہی دی)۔ عمرو ذی مر نے یہ الفاظ بھی نقل کیے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: اے اللہ! اُس سے محبت فرما جو اس سے محبت کرے اور اس سے بغض فرما جو اس سے بغض رکھے۔ آخر حدیث تک، ان الفاظ کو اسرائیل نے ابواسحاق شیبانی سے اور انہوں نے عمرو ذی مر سے روایت کیا ہے۔''

((اخبرنا علی بن محمد بن علی قال: حدثنا خلف (بن تمیم) قال: حدثنا اسرائیل' قال: حدثنا ابو اسحق عن عمرو ذی مر' قال: شهدت علیا بالرحبة ینشدأصحاب محمد صلی الله علیه وسلم: أیکم سمع رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول یوم غدیر خم ماقال؟ فقام اناس فشهدواأنهم سمعوا رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: من کنت مولاه فعلی مولاه' اللهم وال من والاه' وعاد من عاداه' وأحب من أحبه' وابغض من ابغضه' وانصرُ من نصره))

(السنن الکبریٰ للنسائی ج 7 ص 444 رقم 4430 وطبع آخر ج 5 ص 136 رقم 8484' مسند احمد ج 1 ص 118 رقم 950' 951' مسند البزار ج 3 ص 35 رقم 786' فیہ ما انتقاہ ابن مردویہ ص 101 رقم 105)

''حضرت ابواسحاق عمرو ذی مر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک صحن میں دیکھا۔ آپ اصحاب محمد کو قسم دے کر دریافت کر رہے تھے کہ تم میں سے کس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غدیر خم کے روز بیان کرتے ہوئے سنا تھا: میں جس کا مولیٰ ہوں تو علی بھی اس کا مولیٰ ہے۔ اے اللہ! جو شخص اس سے دوستی رکھے تو اُس سے دوستی رکھ اور جو اس سے دشمنی رکھے تو اس سے دشمنی رکھ اور جو اس سے محبت رکھے تو اس سے محبت رکھ۔''

((اخبرنی هارون بن عبدالله البغدادی الحمال' قال: حدثنا مصعب بن المقدام' قال: حدثنا فطر بن خلیفة عن ابی الطفیل واخبرنا ابو داود قال: حدثنا محمد بن سلیمان قال: حدثنا فطر عن ابی الطفیل عامر بن واثلة قال: اجمع علی الناس فی الرحبة' فقال: انشد بالله کل امریء سمع من رسول الله صلی الله علیه وسلم قال یوم غدیر خم (ماسمع فقام اناس' فشهدوا ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال یوم غدیر خم) الستم تعلمون انی اولی بالمؤمنین من انفسهم وهو قائم' ثم اخذبید علی فقال: من کنت مولاه فعلی مولاه' اللهم وال من والاه' وعاد من عاداه قال ابو الطفیل: فخرجت وفی نفسی منه شیء' فلقیت زید بن ارقم

Marfat.com

(فاخبرته' فقال :اوماتنكر؟) واخبرنا' فقال :تشك؟ انا سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم لابي داود))

(السنن الکبری للنسائی ج 7 ص 130 رقم 8092 وص 437 رقم 8410 وص 443 رقم 8428 طبع آخر ج 5 ص 45 رقم 8148 وص 130 رقم 8464 وص 134 رقم 8478' مسند احمد ج 1 ص 152 رقم 1311' مسند ابی یعلی ج 1 ص 257 رقم 563 وج 5 ص 560 رقم 6392' تحفۃ الاخبار بترتیب شرح مشکل الآثار ج 9 ص 177 رقم 6586' 6487' 6490' 6491' 6492' 3942' مصنف ابن ابی شیبۃ ج 6 ص 371 رقم 32082' 32083' وص 375 رقم 32109' اتحاف الخیرۃ المھرۃ ج 7 ص 211' 6684' 6688' 6690' 6691' مختصر زوائد البزار للعسقلانی ج 2 ص 302 رقم 900' 1901' 1902 تا 1907' المطالب العالیۃ بزوائد المسانید الثمانیۃ للعسقلانی ج 4 ص 60 رقم 3958' اجتلاب ارتقاء الغرف ج 1 ص 347)

''حضرت فطر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو ایک کشادہ مقام پر جمع کیا' پھر فرمایا: میں تم سے ہر اُس شخص کو قسم دیتا ہوں جس نے ''غدیر خم'' کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا تھا وہ بیان کرے۔ اس پر کچھ حضرات نے کھڑے ہو کر گواہی دی کہ انہوں نے ''غدیر خم'' کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا تھا: کیا تم نہیں جانتے کہ میں اہل ایمان کی جانوں سے بھی قریب تر ہوں؟ اور اس وقت آپ کھڑے ہوئے تھے۔ پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا تھا: میں جس کا مولیٰ ہوں علی بھی اس کا مولیٰ ہے۔ اے اللہ! جو اس سے محبت رکھے تو اس سے محبت کر اور جو اس سے دشمنی رکھے تو اس سے دشمنی رکھ۔ حضرت ابوالطفیل کہتے ہیں: میں باہر آیا اور میرے دل میں اس حدیث کے متعلق کچھ شک تھا' پس میری ملاقات حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی تو میں نے انہیں یہ حدیث سنائی۔ انہوں نے فرمایا: کیا تم شک یا انکار کرتے ہو؟ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد سنا تھا۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اور یہ الفاظ ابوداود کے ہیں۔''

((اخبرنا زكريا بن يحيى' قال :حدثني محمد بن عبدالرحيم' قال :اخبرنا ابراهيم' قال : حدثنا معن قال :حدثني موسى بن يعقوب' عن المهاجربن مسمار' عن عائشة بنت سعد وعامر بن سعد (عن سعد) ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خطب (الناس) فقال :امابعد' ايها الناس! فاني وليكم' قالوا :صدقت' ثم اخذ بيدعلى فرفعها' ثم قال :هذاولييي والمودى عنيى' والى الله من والاه وعادى من عاداه))

(السنن الکبری ج 7 ص 409 رقم 8340 وص 442 رقم 8425 طبع آخر ج 5 ص 107 رقم 3897 وص 134 رقم 8479)

''حضرت مہاجر بن مسمار حضرت عائشہ بنت سعد اور عامر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں: حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا تو حمد وثناء کے بعد فرمایا: اے لوگو! بیشک میں تمہارا ولی ہوں۔ سب نے عرض کیا: آپ نے حق فرمایا۔ پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر بلند فرمایا' پھر ارشاد فرمایا: یہ میرا ولی ہے اور میری طرف سے ادا کرنے والا ہے۔ جو شخص اس کے ساتھ محبت کرے اللہ اُس سے محبت کرنے والا ہے اور جو اس سے دشمنی رکھے اللہ اس سے دشمنی رکھنے والا ہے۔''

Marfat.com

حضرت علی اور حدیث ردشمس:

((بالاسناد، عن ابی عبد الله رضی الله عنه قال: صلی رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم العصر فجاء علی رضی الله عنه ولم یکن صلاها، فاوحی الله الی رسول الله عند ذلك فوضع راسه فی حجر علی رضی الله عنه: فقام رسول اللّٰه صلی الله علیه وله وسلم عن حجره وقد غربت الشمس فقال یا علی اما صلیت العصر؟ فقال: لا یا رسول الله فقال اللهم ان علیا کان فی طاعتك فاردد علیه الشمس، فردت علیه الشمس عند ذلك))

''امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھ چکے تھے، اس وقت علی رضی اللہ عنہ نے نماز عصر نہیں پڑھی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی بھیجی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دامن میں رکھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دامن سے اٹھایا تو سورج غروب ہو چکا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا تم نے عصر کی نماز نہیں پڑھی؟ عرض کیا: نہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: اے اللہ! علی ہمیشہ تیری اطاعت میں رہا ہے، سورج کو اس کیلئے واپس پلٹا دے۔ اس وقت سورج واپس لوٹ آیا۔''

((روی عن اسماء بنت عمیس انها قالت: بینما رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم نائم ذات یوم وراسه فی حجر علی رضی الله عنه ففاتته العصر حتی غابت الشمس فقال: اللهم ان علیاً فی طاعتك وطاعة رسولك فاردد علیه الشمس قالت اسماء: فرایتها والله غربت ثم طلعت بعد ماغربت ولم یبق جبل والارض الا طلعت علیه حتی قام علی رضی الله عنه و توضا وصلی ثم غربت))

''حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دامن میں رکھا ہوا تھا، اس وقت انہیں نیند آ گئی اور علی رضی اللہ عنہ سے نماز عصر قضاء ہو گئی، چونکہ سورج غروب ہو چکا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: اے اللہ! علی ہمیشہ تیری اور تیرے پیغمبر کی اطاعت میں رہا ہے، سورج کو اس کیلئے واپس پلٹا دے۔ سیدہ اسماء کہتی ہیں: اللہ کی قسم! سورج غروب ہو چکا تھا۔ میں نے دیکھا دوبارہ طلوع ہوا اور کوئی ایسا پہاڑ اور زمین نہیں تھی جس پر اس کی روشنی نہ پڑی ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے، وضو کیا اور نماز پڑھی تو اس وقت پھر سورج غروب ہو گیا۔''

جناب علی کے علاوہ تمام دروازے بند کرنا:

((عن ناصح بن عبد الله، ان النبی صلی الله علیه و آله وسلم امر بسد الابواب کلها غیر باب علی))

''ناصح بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ تمام دروازے بند کریں سوائے علی کے گھر کے دروازے کے۔''

Marfat.com

((عن زيد بن ارقم قال: كان لنفر من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ابواب شارعة في المسجد۔ فقال يوما: سدوا هذه الابواب الا باب علی، فتكلم فی ذلك اناس (الناس) قال: فقام رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فحمد الله واثنى عليه ثم قال: اما بعد! فاني امرت بسدهذه الابواب غير باب علی، فقال فيه قائلكم، والله اما سددت شيئا ولافتحته ولكني امرت بشيء فاتبعته))

''حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اصحاب کے گھر کے دروازے مسجد کی طرف تھے، ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی کے گھر کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کر دیں۔ یہ بات لوگوں کے درمیان باعثِ گفتگو بنی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد وثناء الٰہی کرنے کے بعد فرمایا: میں نے حکم دیا ہے کہ علی کے گھر کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کیے جائیں اور یہ بات آپ کے درمیان باعث گفتگو بنی ہوئی ہے۔ اللہ کی قسم! میں نے کسی کے دروازے کو نہ بند کیا ہے اور نہ کھولا ہے، بلکہ میں نے اس حکم کی پیروی کی ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔''

((فی حديث قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: ما انا سددت ابوابكم وفتحت باب علی، ولكن الله فتح باب علی وسدا بوابكم))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے نہ تمہارے گھروں کا دروازہ بند کیا ہے اور نہ ہی علی کے گھر کا دروازہ کھولا ہے، بلکہ اللہ نے علی کے گھر کا دروازہ کھولا ہے اور اسی نے تمہارے گھروں کے دروازے کو بند کیا ہے۔''

((اخبرنا محمد بن بشار بن درالبصری' قال: حدثنامحمدبن جعفر' قال: حدثنا عوف' عن ميمون ابی عبدالله' عن زيد بن ارقم' قال: كان لنفرمن اصحاب رسول الله صلى اللهعليه وسلم ابواب شارعة فی المسجد' فقال رسول الله صلى اللهعليه وسلم: سدوا(هذه) الابواب الاباب علی' فتكلم فی ذلك اناس' فقام رسول اللهصلى اللهعليه وسلم فحمداللهواثنی عليه' ثم قال: اما بعد' فانی أمرت بسدهذه الابواب غير باب علی' وقال فيه قائلكم' واللهماسددته ولافتحته' ولكنی امرت (بشیء) فاتبعته))

(السنن الکبریٰ للنسائی ج 7 ص 422 رقم 8369 وطبع آخر ج 5 ص 118 رقم 8423' مسند احمد ج 4 ص 369 رقم 19502' فضائل الصحابة ج 2 ص 718' 780 رقم 985' المستدرک ج 3 ص 125 رقم 4688' مجمع الزوائد ج 9 ص 114' رقم 14671' البداية والنهاية ج 5 ص 456' الحاوی للفتاوی ص 422' الرياض النضرة ج 4 ص 136)

''حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے کچھ حضرات کے دروازے مسجد کی طرف کھلتے تھے تو آپ نے فرمایا: علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازہ کے علاوہ یہ تمام دروازے بند کر دیئے جائیں۔ اس پر کچھ لوگوں نے تبصرہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا اور حمد وثناء کے بعد ارشاد فرمایا: علی کے دروازے کے علاوہ تمام دروازوں کے بند کرنے کا مجھے حکم ہوا ہے' اور تم میں سے بعض لوگوں نے اس پر کلام کیا ہے۔ اللہ کی قسم! میں نہ از خود بند کرتا ہوں اور نہ از خود کھولتا ہوں لیکن مجھے جس چیز کا حکم ہوتا ہے میں اسی کی تعمیل کرتا ہوں۔''

Marfat.com

((قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم :سدوا الابواب الشارعة فی المسجد الا باب علی))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد کے اندر جو بھی دروازے کھلے ہیں سب دروازے بند کیے جائیں لیکن علی کے گھر کا دروازہ کھلا رہے۔''

((قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم :سدوا ابواب المسجد کلها الا باب علی رضی الله عنه))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی کے گھر کے دروازے کے علاوہ مسجد کے تمام دروازے بند کر دیں۔''

((عن ابن عباس قال :امر رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم :بابواب المسجد فسدت الاباب علی))

''حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا: مسجد کے تمام دروازے بند کر دینے کا سوائے علی بن ابی طالب کے گھر کے دروازے کے۔''

((روی عن النبی صلی الله علیه وآله وسلم ان قال :انه الله تعالیٰ امر موسیٰ بن عمران ان یبنی مسجدًا ظاهرًا لا یسکنه الا هو وابنا هارون شبر و شبیر وان الله تعالیٰ امرنی انْ ابنی مسجدًا لا یسکنه الا انا وعلی والحسن والحسین، سدوا هذه الابواب الا باب علی))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ بن عمران کو حکم دیا کہ ایک پاک مسجد بنائیں جس میں وہ خود اور ہارون کے دو بیٹے شبر اور شبیر رہائش کریں۔ ان کے علاوہ کوئی اور رہائش نہ کرے اور مجھے بھی حکم دیا گیا کہ میں بھی ایک مسجد بناؤں جس میں میرے اور علی اور حسن اور حسین کے علاوہ کوئی رہائش نہ کرے، ابھی سوائے علی کے گھر کے دروازے کے سب دروازے بند کریں۔''

نبی کریم کے کندھوں پر سوار ہونے میں حضرت علی کی فضیلت:

((اخبرنا احمد بن حرب قال :حدثنا اسباط' عن نعیم بن حکیم المدائنی' قال :اخبرنا ابومریم قال :قال علی رضی الله تعالیٰ عنه :انطلقت مع رسول اللهﷺ صلی الله علیه وسلم حتی اتینا الکعبة فصعد رسول اللهﷺ صلی الله علیه وسلم علی منکبی' فنهض به علی فلما رأی رسول الله صلی الله علیه وسلم ضعفی قال لی :اجلس' فجلست' فنزل النبی صلی الله علیه وسلم وجلس لی' وقال :اصعدعلی منکبی' فصعدت علی منکبیه' فنهض بی' فقال :علی رضی الله تعالیٰ عنه :انه یخیل الی لوشئت لنلت افق السماء' فصعدت علی الکعبة وعلیها تمثال من صفرأونحاص' فجعلت اعاجله لازیله یمیناً وشمالاً وقداماً' ومن بین یدیه ومن خلفه' حتی استمکنت منه' فقال :نبی اللهﷺ صلی الله علیه وسلم' اقذفه' فقذفت به فکسرته کما یکسر (تکسر) القواریر' ثم نزلت فانطلقت انا رسول الله صلی الله علیه وسلم نستبق

Marfat.com

حتی تو ارينا بالبيوت خشية ان يلقانا احد(من الناس))

(السنن الکبری للنسائی ج 7ص 451رقم 8453' وطبع آخرج5ص142 رقم 850' مسند احمد ج1ص84رقم 644 وص151رقم 1302' مصنف ابن ابی شیبۃ ج7ص404 رقم 36896' تہذیب الاثار لابن جریر الطبری ج1ص449'450رقم 1833' 1834' 1835' مسند ابی یعلی ج1ص155رقم366رقم 3439وج 3ص4 رقم 4324' المعجم الکبیر للطبرانی ج17 ص292' صفۃ الصفوۃ لابن الجوزی ج1ص163' اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرۃ ج5ص200رقم 4524' ذخائر العقبی ص103' مجمع الزوائد 6ص23رقم8936' الریاض النضرۃ ج3ص146' 147' جمع الجوامع ج3ص30رقم 5514' انسان العیون للحلبی ج3ص29' ازالۃ الخفاء ج4ص 411' مناقب علی والحسنین ص55)

"حضرت نعیم بن حکیم المدائنی کہتے ہیں: ہمیں ابومریم نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا حتی کہ ہم کعبہ شریف میں پہنچے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کندھوں پر سوار کرلیا اور آپ کھڑے ہوگئے۔ سو مجھے یوں لگا کہ اگر میں چاہوں تو آسمان کے کناروں کو پکڑلوں' پھر میں کعبہ پر چڑھا اور اس پر پیتل یا تانبے کا ایک مجسمہ بنا ہوا تھا تو میں اُس کو دائیں بائیں اور آگے پیچھے سے اُکھاڑنے لگا حتی کہ میں اُسے مکمل اُکھاڑنے میں کامیاب ہوگیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو پھینک دو تو میں نے پھینک دیا۔ پھر میں نے اُسے یوں ٹکڑے ٹکڑے کردیا جیسے شیشہ ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا ہے۔ پھر میں اُتر آیا اور میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلدی جلدی چلنے لگے اور گھروں کی اوٹ لینے لگے تاکہ ہمارا کسی سے آمنا سامنا نہ ہو۔"

مباہلہ میں سیدنا علی المرتضٰی کا مقام:

((قضية المباهلة تدل على فضل تام وورع كامل لمولانا امير المومنين رضى الله عنه ولو لديه وزوجته حيث استعان بهم رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فى الاسلام بعد الفتح و قوى سلطانه، وفد الى النبى صلى الله عليه وآله وسلم الوفود۔ منهم من اسلم و منهم من استامن ليعود الى قومه برايه (صلى الله عليه وآله وسلم) فيهم، وكان ممن وفد عليه ابو حارثة اسقف نجران فى ثلاثين رجلاً من النصارى، منهم العاقب والسيد وعبد المسيح، فقدموا المدينة عند صلاة العصر وعليهم لباس الديبا ج والصلب، فصار اليهم اليهود و تساء لوا (تساكوا) بينهم۔ فقالت النصارى لهم :لستم على شىء وقالت اليهود:لستم على شى كما حكى الله تعالىٰ عنهم فلما صلى النبى العصر توجهوا اليه، يقدمهم الاسقف، فقال: يا محمد، ما تقول فى السيد المسيح؟ فقال:عبد الله، اصطفاه وانتجبه، فقال الاسقف: اتعرف له ابا؟ فقال النبى صلى الله عليه وآله وسلم:لم يكن عن النكاح، فيكون له اب قال: فكيف قلت :انه عبد مخلوق، وانت لم ترعبدا مخلوقا الا عن نكاح وله والد؟ فانزل الله تعالىٰ الايات من قوله تعالىٰ :ان مثل عيسى عند الله كمثل آدم الى قوله:فنجعل لعنة الله على الكاذبين فتلاها على النصارى، ودعاهم الى المباهلة، وقال:ان الله اخبرنى ان العذاب

Marfat.com

ينزل على المبطل عقيب المباهلة، ويتبين الحق من الباطل، فاجتمع الاسقف واصحابه وتشاوروا، فاتفق رايهم على استنظاره الى صبيحة غد فلما رجعوا الى رحالهم (رجالهم) قال الاسقف:انظروا محمدا، فان غدا باهله وولده فاحذروا مباهلته، وان غدا باصحابه فباهلوه فانه على غير شيء وقال العاقب :والله ، لقد علمتم (عرفتم) ، يامعشر النصارى،ان محمدًا نبي مرسل ، ولقد جاء كم بالفصل من امر صاحبكم، والله، ما باهل قوم نبيا قط فعاش كبير هم ولا نبت صغير هم ، ولئن فعلتم لتهلكن فان ابيتم الا الف دينكم والباقامة على ما انتم عليه، فوادعوا الرجل وانصرفوا الى بلاد كم فاتوا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من الغد، وقد جاء آخذا بيد على رضى الله عنه والحسن والحسين يمشيان بين يديه وفاطمة تمشي خلفهم، فسال الا سقف عنهم۔ فقالوا:هذا ابن عمه وصحره وابو ولده واحب الخلق اليه ؛ على بن ابى طالب وهذان الطفلان ابنا ابنته من على وهما من احب الخلق اليه، وهذه الجارية فاطمة ابنته، وهى اعزالناس عنده واقربهم الى قلبه فنظر الا سقف الى العاقب والسيد وعبد المسيح،وقال لهم :انظروا، قد جاء بخاصته من ولده واهله ليباهل بهم واثقا بحقه والله ما جاء بهم وهو يتخوف الحجة عليه فاحذرو امباهلته والله لو لا مكانة قيصر لا سلمت له، ولكن صالحوه على ما يتفق بينكم (سبق نبيكم) وارجعوا الى بلاد كم وارتوا (ارتادوا)لا نفسكم يا معشر النصارى ، انى لارى (لارى والله) وجوها لو شاء الله ان يزيل جبلا من مكانه لا زاله بها، فلا تباهلوه فتهلكوا ولا يبقى على وجه الارض نصراني الى يوم القيامة))

"مباہلہ کا واقعہ امیر المومنین جناب علی رضی اللہ عنہ اوران کی شریک حیات اور دو فرزندوں حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی فضیلت بیان کر رہا ہے۔ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح اور کامیابی کے بعد اسلام کے پھیلانے کیلئے ان سے مدد لی۔اس کے بعد لوگ گروہ کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے اور چند لوگ اسلام قبول کر لیتے تھے اور ان میں سے چند لوگ پناہ لیتے تھے تاکہ وہ اپنی قوم کے پاس جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدبیر اور تجویز کو ان سے بیان کریں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے والے لوگوں میں ابو حارثہ اسقف تھا جو نجران سے آیا تھا۔اس کے ساتھ تیس عیسائی تھے جن میں عاقب، سید اور عبدالمسیح نامی لوگ شامل تھے۔ یہ وفد نماز عصر کے وقت مدینہ میں داخل ہوا۔انہوں نے ریشمی لباس پہنے ہوئے تھے اور صلیب بھی ان کے ہمراہ تھی۔ یہودی ان کے پاس آئے اور ان کے درمیان مسائل زیر بحث آئے۔عیسائیوں نے کہا: تم کسی چیز پر کاربند نہیں ہو اور یہودیوں نے کہا: تم عیسائی کسی چیز پر کاربند نہیں ہو۔اس مطلب کو اللہ تعالیٰ نے قرآن (کی سورت البقرۃ) میں بیان کیا ہے:(قالت النصارىٰ ليست اليهود على شيء وقالت اليهود ليست النصارىٰ على شــيء)۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عصر پڑھی تو وہ لوگ آپ کے پاس آئے۔پادری جو سب سے آگے تھا، نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اے محمد! مسیح کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسیح

Marfat.com

اللہ کا بندہ ہے اور اللہ نے اس کا انتخاب کیا ہے۔ پادری نے کہا: آیا آپ معتقد ہیں کہ اس کا باپ ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ ازدواج کے ذریعہ متولد نہیں ہوئے کہ ان کا باپ ہو۔ پادری نے کہا: آپ کس طرح فرمار ہے ہیں کہ وہ اللہ کی مخلوق اور بندہ ہے۔ حتیٰ کہ کوئی بندہ مخلوق نہیں ہے مگر یہ کہ وہ ازدواج کے ذریعہ پیدا ہوا ہو اور اس کا باپ بھی ہو؟ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان آیات کو نازل کیا: ''بے شک اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی سی ہے......'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات پڑھ کر سنائیں اور انہیں مباہلہ کی دعوت دی اور فرمایا: اللہ نے مجھے اطلاع دی ہے کہ مباہلہ کے بعد اہل باطل پر عذاب نازل ہوگا اور حق باطل سے جدا ہوگا۔ پادری اور اس کے ساتھی جمع ہوئے اور تبادلہ خیالات کیا۔ سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ کل صبح تک انتظار کیا جائے، جب اپنے مقام پر پہنچے تو حارثہ نے کہا: دیکھو! اگر کل محمد اپنے بچوں اور خاندان کے ساتھ آئیں تو مباہلہ نہ کرنا اور اگر اپنے اصحاب کے ساتھ آئیں تو بغیر کسی خوف کے مباہلہ کرنا۔ عاقب نے کہا: اے عیسائیوں کے گروہ! اللہ کی قسم! تم اچھی طرح جانتے ہو کہ محمد اللہ کا بھیجا ہوا پیغمبر ہے اور اس نے تمہارے پیغمبروں کے بارے میں آخری گفتگو کی ہے۔ اللہ کی قسم! آج تک کوئی ایسا نہیں ہے جس نے نبیوں کے ساتھ مباہلہ کیا ہو اور ان کے بزرگ اور بڑے باقی اور بچے سالم رہے ہوں! اگر تم نے مباہلہ کیا تو قطعاً ہلاک ہو جاؤ گے۔ اگر آپ اپنے دین پر ضد کر رہے ہیں اور اپنے عقیدے پر باقی ہیں تو اس شخص کو چھوڑ دیں اور اپنے شہر واپس چلے جائیں۔ یہ لوگ دوسرے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا اور حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سب سے آگے اور سیدہ فاطمہ سب سے پیچھے چل رہی تھیں۔ پادری نے ان کے بارے میں پوچھا۔ کہا گیا: یہ ان کے چچا کے بیٹے، ان کے داماد اور ان کے بیٹوں کے باپ علی بن ابی طالب ہیں کہ ان کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں اور یہ خاتون ان کی بیٹی ہے جو ان کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ عزیز ہے اور سب سے زیادہ ان کے دل میں مقام رکھتی ہے۔ پادری نے عاقب، سید اور عبدالمسیح کی طرف دیکھا اور ان سے کہا: دیکھئے وہ اپنے خاندان اور فرزندوں کو ساتھ لائے ہیں تاکہ ان کے وسیلہ سے مباہلہ کریں اور وہ اپنے حق پر مطمئن ہیں۔ اللہ کی قسم! وہ اس خوف سے ان کو ساتھ نہیں لائے کہ حجت ان کے خلاف میں تمام ہوگی، اس لیے ان کے ساتھ مباہلہ کرنے سے پرہیز کریں۔ اللہ کی قسم! اگر مجھے قیصر کی منزلت اور مقام کی حرص نہ ہوتی تو میں اسلام لے آتا۔ ابھی آپ جس چیز پر متفق ہیں ان سے صلح کرلیں اور اپنے شہروں کو واپس چلے جائیں اور اپنے کاروبار میں مصروف ہو جائیں۔ اے عیسائیوں کے گروہ! میں ایسے نورانی چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر اللہ چاہے تو ان کی خاطر پہاڑوں کو اپنی جگہ سے حرکت دے سکتا ہے۔ پس ان کے ساتھ مباہلہ نہ کرنا ورنہ نابود ہو جاؤ گے اور قیامت تک اس زمین پر کوئی مسیح باقی نہیں رہے گا۔''

حضرت حسن وحسین کے والد ہونے کے حوالے سے خصوصیت علی المرتضیٰ:

((اخبرنا احمد بن بکر الحرانی قال: اخبرنا محمد بن سلمة' عن ابن اسحق' عن یزید بن عبداللہ بن قسیط' عن محمد بن اسامة بن زید' عن ابیه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: امانت یاعلی فختنی وابو ولدی' وانت منی وانا منك))

(سنن الکبریٰ للنسائی ج7 ص459 رقم 8470 طبع آخر ج5 ص148 رقم 8523' مسند احمد ج5 ص204 رقم 22120' المعجم الکبیر ج1 ص123' المستدرک للحاکم ج3 ص216 رقم 5010' جمع الجوامع ج13 ص557 رقم 8845)

''حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے بیان کیا

Marfat.com

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: البتہ اے علی! تم میرے داماد ہو اور میری اولاد کے باپ ہو اور تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔"

((اخبرنا القاسم بن زكريا بن دينار' قال :حدثناخالد بن مخلد قال :حدثنا موسى بن يعقوب الزمعي بن عبدالله بن ابى بكر بن زيد بن المهاجر' قال :اخبرنى مسلم بن ابى سهل النبال' قال :اخبرنا الحسن بن اسامة بن زيد بن حارثة' قال :اخبرنى اسامة بن زيد بن حارثة قال : طرقت رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة لبعض الحاجة' فخرج وهومشتمل على شىء لاادرى ماهو' فلما فرغت من حاجتى قلت :ماهذاالذى انت مشتمل عليه؟ فكشفه' فاذاهوالحسن والحسين على وركيه' فقال :هذان ابناى وابنابنتى' اللهم انك تعلم انى احبهمافاحبهما۔ (اللهم انك تعلم انى احبهما فاحبهما))

(السنن الکبریٰ للنسائی ج 7 ص 459 رقم 8471 وطبع آخر ج 5 ص 149 رقم 8524' سنن الترمذی ص 856 رقم 3769' صحیح ابن حبان ج 9 ص 57' 58 رقم 6928' طبع آخر ج 15 ص 423 رقم 2967' مشکاۃ رقم 6165' مصابیح السنۃ ج 4 ص 194 رقم 4829' مصنف ابن ابی شیبۃ ج 6 ص 381 رقم 32173)

"حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات کو میں نے اپنی کسی ضرورت کے تحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر دستک دی تو آپ اس حال میں باہر تشریف لائے کہ کوئی چیز اٹھائے ہوئے تھے' میں نہ جان سکا کہ وہ کیا چیز ہے؟ پھر جب میں اپنی ضرورت سے فارغ ہوا تو عرض کیا: یہ کیا ہے جو آپ نے اٹھا رکھا ہے؟ اس پر آپ نے کپڑا ہٹایا تو حسن اور حسین آپ کے دونوں پہلوؤں پر موجود تھے۔ آپ نے فرمایا: یہ میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! بیشک تو جانتا ہے کہ میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں لہٰذا تو بھی ان کو محبوب رکھ۔"

((اخبرنا ابراهيم بن يعقوب الجوز جانى' قال :قال لى وهب بن جرير ان اباه حدثه قال : سمعت محمد بن عبدالله بن ابى يعقوب عن عبدالرحمان بن ابى نعم قال : كنت عند ابن عمرفاتاه رجل فساله عن دم البعوض تكون (يكون) فى ثوبه ويصلى فيه' فقال ابن عمر : فممن انت؟ قال من اهل العراق' فقال ابن عمر :انظر واهذايسالنى عن دم البعوض وقد قتلواابن رسول الله صلى الله عليه وسلم وسمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول فيه وفى اخيه همار يحانتى من الدنيا))

(سنن الکبریٰ للنسائی ج 7 ص 461 رقم 8477 وطبع آخر ج 5 ص 150 رقم 8530' بخاری رقم 3753' 5494' سنن الترمذی ص 856 رقم 3770' مسند احمد ج 2 ص 85 رقم 5568 وص 93 رقم 5678 وص 114 رقم 5940 وص 153 رقم 6406' مسند ابی داود الطیالسی ص 260 رقم 1927 وطبع جدید ج 2 ص 435 رقم 2039' الادب المفرد للبخاری ج 1 ص 48 رقم 85' مصنف ابن ابی شیبۃ ج 6 ص 382 رقم 32180' شرح السنۃ ج 8 ص 104 رقم 3034)

"حضرت عبدالرحمٰن بن ابونعیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس موجود تھا کہ

Marfat.com

ایک شخص نے آ کر مسئلہ دریافت کیا کہ اگر مچھر کا خون کپڑے پر لگ جائے تو اس کپڑے سے نماز جائز ہے؟ تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تم کہاں کے باشندے ہو؟ اُس نے کہا: میں اہل عراق سے ہوں' تو آپ نے فرمایا: لوگو! اس شخص کو دیکھو یہ مجھ سے مچھر کے خون کے متعلق دریافت کرتا ہے حالانکہ ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کو شہید کر دیا ہے' اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ آپ نے حضرت حسین کریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بھائی کے متعلق ارشاد فرمایا: وہ دونوں دنیا میں میرے پھول ہیں۔''

((اخبرنا عمرو بن منصور قال: حدثنا ابو نعیم قال: حدثنا یزید ابن ابی زیاد' عن عبدالرحمن بن ابی نعم' عن ابی سعید الخدری قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الحسن والحسین سید اشباب اهل المدینة))

(سنن الکبریٰ للنسائی ج 7 ص 460 رقم 8472 طبع آخر ج 5 ص 149 رقم 8525)

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسن اور حسین نوجوانان جنت کے سید ہیں۔''

((اخبرنا احمد بن حرب قال اخبرنا ابن فضیل' عن یزید عن عبدالرحمن بن ابی نعم' عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: ان حسنا وحسینا سیدا شباب اهل الجنة (ماستثنی من ذلك))

(سنن الکبریٰ للنسائی ج 7 ص 460 رقم 8437 وطبع آخر ج 5 ص 149 رقم 8526' مسند احمد ج 3 ص 3 رقم 11012 وص 62 رقم 11616' وص 65 رقم 11641 وص 72 رقم 11799' سنن الترمذی ص 856 رقم 3768' مصنف ابن ابی شیبۃ ج 6 ص 381 رقم 32167' حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ج 5 ص 83 رقم 6409' مصابیح السنۃ ج 4 ص 193 رقم 4828' مشکوٰۃ ج 2 ص 515 رقم 6163)

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: بیشک حسن اور حسین اہل جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔''

((اخبرنا یعقوب بن ابراهیم ومحمد بن آدم' عن مروان' عن الحکم بن عبدالرحمن وهو ابن ابی نعم عن ابیه' عن ابی سعید الخدری' قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: الحسن والحسین سید اشباب اهل الجنة الاابنی الخالة عیسی بن مریم ویحیی بن زکریا))

(سنن الکبریٰ للنسائی ج 7 ص 318 رقم 8113 وص 460 رقم 8475 وطبع آخر ج 5 ص 50 رقم 8169 وص 150 رقم 8528' صحیح ابن حبان ج 9 ص 55 رقم 6920 وطبع محقق ج 15 ص 412 رقم 6959' تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار ج 9 ص 121 رقم 6421' المستدرک للحاکم ج 3 ص 166 رقم 4831' حلیۃ الاولیاء ج 5 ص 83 رقم 6408' مجمع الزوائد ج 9 ص 183 رقم 15083' الجامع الصغیر رقم 3822)

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسن اور حسین نوجوانان جنت کے سید ہیں' ماسوا دو خالہ زاد بھائیوں حضرت عیسیٰ بن مریم اور یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے۔''

((اخبرنا محمد بن عبدالاعلی الصنعانی' قال: اخبرنا خالد قال: قال لی اشعث' عن الحسن'

Marfat.com

عن بعض اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی انس بن مالك قال: دخلنا وربنا قال: دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والحسن والحسین ینقلبان علی بطنه' ویقول: ریحانتی من هذه الامة))

(سنن الکبری للنسائی ج7ص 317رقم 7111وص460رقم 8476وطبع آخرج5ص49رقم 8167وص150رقم 8529)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا یا فرمایا کہ میں بسا اوقات حاضر ہوتا تو حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے شکم اطہر پر کھیل رہے ہوتے اور آپ فرماتے: یہ اس امت میں میرے پھول ہیں۔''

رسول اللہ کا حضرت علی سے فرمانا کہ تو مجھے فاطمہ سے زیادہ محبوب ہو اور فاطمہ مجھے تم سے زیادہ محبوب ہے:

((اخبرنا زکریا بن یحییٰ عن ابن ابی عمر قال: حدثنا سفیان عن ابن ابی نجیح' عن رجل قال: سمعت علیاً علی المنبر الکوفة یقول: خطبت الی رسول اللہ فاطمة فزوجنی' فقلت یارسول اللہ! انا احب الیك ام هی؟ قال (فقال) هی احب الی منك وانت اعز علی منها))

(سنن الکبری للنسائی ج7ص461رقم8478 وطبع آخر ج 5ص150 رقم 8531' سنن سعید بن منصور ج 1ص 167' 168رقم600' مسند الحمیدی ج1ص22' 23' رقم38' فضائل الصحابۃ ج2ص783رقم1076' جمع الجوامع ج13ص25)

''حضرت ابن ابی نجیح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد اور ایک دوسرے شخص سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کوفہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف فاطمہ کے نکاح کا پیغام بھیجا تو آپ نے میرے ساتھ نکاح کر دیا پھر (ایک مرتبہ) میں عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ کو زیادہ محبوب ہوں یا وہ؟ فرمایا: وہ مجھے تم سے زیادہ محبوب ہے اور تم میرے نزدیک اُس سے زیادہ معزز ہو۔''

حضرت علی سے محبت کی فضیلت اور ان سے دشمنی کی مذمت:

((بالاسناد، عن جعفر بن محمد، عن ابیه، عن آبائه قال: ان الجنة لتشتاق لاحباء علی رضی الله عنه ویشتد ضوءها لاحباء علی رضی الله عنه وهم فی الدنیا قبل ان یدخلوها، وان النار لتغیظ ویشتد زفیرها علی اعداء علی رضی الله عنه وهم فی الدنیا قبل ان یدخلوها))

''جعفر بن محمد سے اور ان کے والد نے اور ان کے اجداد نے روایت فرمایا کہ بہشت علی کے دوستوں کی مشتاق ہے اور اپنی روشنی کو علی رضی اللہ عنہ کے دوستوں کیلئے زیادہ کر رہی ہے جو کہ ابھی تک اس دنیا میں ہیں بہشت میں داخل ہی نہیں ہوئے۔''

((عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم: من سره ان یجمع الله له الخیر کله فلیوال علیا بعدی ولیوال اولیاء ہ ولیعاد اعداء ہ))

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی اس بات پر خوش ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام نیکیوں کو اس کیلئے جمع کرے تو اسے میرے بعد علی کو دوست رکھنا چاہیے اور ان کے دوستوں کو بھی دوست رکھے گا اور ان کے

Marfat.com

دشمنوں سے دشمنی رکھے۔''

((قال رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم :يا على !من احبك ووالاك احببته ووالیته، ومن ابغضك وعاداك ابغضته وعاديته لانك منی وانا منك))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! جوتمہیں دوست رکھے گا اور تم سے محبت کرے گا میں اسے دوست رکھوں گا اور جو تمہیں دشمن سمجھے گا میں اس کی مخالفت کروں گا کیونکہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔''

((قال رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم :من احبنی فليحب عليا، ومن ابغض عليا فقد ابغضنی، ومن ابغضني فقد ابغض الله))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مجھے دوست رکھتا ہے اسے علی کو بھی دوست رکھنا چاہیے اور جس نے علی سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی اور جس نے مجھ سے دشمنی کی اس نے اللہ سے دشمنی کی ہے۔''

((قول النبی صلى الله عليه و آله وسلم :حبيبك حبيبی وحبيبی حبيب الله، وعدوك عدوی و عدوی عدو الله والويل لمن ابغضك بعدی))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تمہارا دوست میرا دوست اور میرا دوست اللہ کا دوست ہے اور تمہارا دشمن میرا دشمن ہے اور میرا دشمن اللہ کا دشمن ہے، افسوس ہے اس پر جو میرے بعد تم سے دشمنی کرے۔''

((وقال النبی صلى الله عليه و آله وسلم :من احب عليا اكرمه الله وادناه، ومن ابغض عليا و عاداه مقته الله واخزاه))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے علی کو دوست رکھا اللہ تعالیٰ اسے مکرم سمجھے گا اور اپنے نزدیک کرے گا اور جس نے علی سے دشمنی اور عداوت کی اللہ اس پر غضبناک ہوگا اور اس کو رسوا کرے گا۔''

((عن ابن عمر قال :قال النبی صلى الله عليه و آله وسلم :لعلی رضی الله عنه:اماترضی ان يكون عدوك عدوی وعدوی عدو الله ، ووليك وليی ووليی ولی الله))

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تمہارا دشمن میرا دشمن اور میرا دشمن اللہ کا دشمن ہو اور تمہارا دوست میرا دوست اور میرا دوست اللہ کا دوست ہو؟''

((قال رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم :يا على !من احبك فقد احبنی ومن احبنی فقد احب الله ومن ابغضك فقد ابغضنی ومن ابغضنی فقد ابغض الله))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! جس نے تمہیں دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے مجھے دوست رکھا اس نے اللہ کو دوست رکھا۔ جس نے تمہیں دشمن رکھا اس نے مجھے دشمن رکھا اور جس نے مجھے دشمن رکھا اس نے اللہ کو دشمن رکھا۔''

((وروی اذا كان يوم القيامة يوتی علی بسرير من نور وعلی راسه تاج قدا ضاء نوره وكاد يخطف ابصار اهل الموقف فياتی النداء من عند الله جل جلاله:اين علی))

Marfat.com

''مروی ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو حضرت علی کو نورانی تخت پر لایا جائے گا، اس وقت انہوں نے ایک تاج پہنا ہوگا اور اس تاج کا نور اہل محشر کی آنکھوں کو خیرہ کر دے گا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا ہوگی: علی کہاں ہیں۔''

((بالاسناد، عن علي بن موسى الرضا عن آبائه قال :قال النبي صلى الله عليه و آله وسلم : يا علي ! انت اخي ووزيري وصاحب لوائي في الدنيا والآخرة وصاحب حوضي، من احبك احبني ومن ابغضك ابغضني))

''امام علی رضا رضی اللہ عنہ نے اپنے اجداد سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! تم اس دنیا میں اور آخرت میں میرے پرچم دار ہو اور میرے حوض کوثر کے مالک ہو، جس نے تمہیں دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے تم سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔''

((في حديث قول النبي صلى الله عليه و آله وسلم لعلي :حربك حربي وسلمك سلمي، الى ان قال :ومحبك في الجنة وان عدوك في النار))

''حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم سے جنگ مجھ سے جنگ اور تم سے صلح مجھ سے صلح ہے۔''

((وقوله صلى الله عليه و آله وسلم :حرب علي حرب الله وسلم علي سلم الله))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی سے جنگ اللہ سے جنگ ہے اور علی سے صلح اللہ سے صلح ہے۔''

((بالاسناد، عن النبي صلى الله عليه و آله وسلم :من احبني فليحب عليا، ومن ابغض احدا من اهل بيتي حرم شفاعتي))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مجھے دوست رکھتا ہے اسے علی کو بھی دوست رکھنا چاہیے اور جس نے میرے خاندان میں سے کسی ایک سے دشمنی کی تو وہ میری شفاعت سے محروم ہوگا۔''

((قال امير المومنين علي رضي الله عنه :لوضربت خيشوم المومن بسيفي هذا على ان يبغضني ما ابغضني، ولو صببت الدنيا بجملتها على المنافق على ان يحبني ما احبني وذلك انه قضى فانقضى (فاقتضى) على لسان النبي الامي انه قال :يا علي الا يبغضك مومن ولا يحبك منافق))

''امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں اس تلوار سے مومن کی ناک کاٹ لوں کہ مجھ سے دشمنی کرے وہ ہرگز مجھ سے دشمنی نہیں کرے گا اور اس پوری دنیا کو منافق کے سامنے بکھیر دوں تاکہ وہ مجھے دوست رکھے تو وہ ہرگز مجھے دوست نہیں رکھے گا۔ یہ وہی بات ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی: اے علی! مومن تمہارا دشمن نہیں اور منافق تمہیں دوست نہیں رکھتا۔''

((عن سعيد بن المسيب عن زيد بن ثابت قال :قال النبي صلى الله عليه و آله وسلم :من احب عليا في حياتي وبعد موتي كتب الله له الامن والايمان ما طلعت الشمس او غربت))

''سعید بن مسیّب اور زید بن ثابت سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری زندگی میں اور میری

Marfat.com

زندگی کے بعدعلی کودوست رکھاتو سورج کے طلوع ہونے سے لے کرغروب تک اللہ اس کیلئے امن اورامان لکھے گا۔"

((عن يحيى بن عبد الرحمن الانصاري قال :سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يقول :من احب عليا محياه ومماته كتب الله تعالىٰ له الامن والايمان ما طلعت الشمس وما غربت))

"یحیٰ بن عبدالرحمٰن انصاری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جوکوئی علی کوان کی زندگی میں اوران کی موت کے بعددوست رکھتاہوگاتو سورج کے طلوع ہونے سے لے کرغروب تک اللہ اس کیلئے امن اورایمان لکھے گا۔"

((عن عبد الله قال :رايت النبي صلى الله عليه وآله وسلم اخذا بيد علي وهو يقول الله وليي وانا وليك))

"عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کودیکھا کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا ہواتھااور فرما رہے تھے: اے اللہ! یہ میرادوست ہے اور میں آپ کا دوست ہوں۔"

محبت علی کا بیان:

((عن عبد الله بن عباس قال قال النبي صلى الله عليه وآله وسلم :يا علي من احبك ووالاك احببته وواليته، ومن ابغضك وعاداك ابغضته وعاديته لانك مني وانا منك))

"حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! جوتمہیں دوست رکھے گااورتم سے محبت کرے گا میں اسے دوست رکھوں گااوراس سے محبت کروں گااور جوتم سے دشمنی کرے گااورتمہاری مخالفت کرے گا میں اس سے دشمنی رکھوں گااوراس کی مخالفت کروں گااس لئے کہ تم مجھ سے ہواور میں تم سے ہوں۔"

((عن الحارث عن علي بن ابي طالب رضي الله عنه قال :من احبني راني يوم القيامةحيث يحب ، ومن ابغضني رآني يوم القيامة حيث يكره))

"حارث نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو مجھے دوست رکھے گا قیامت کے دن مجھے اسی طرح دیکھے گا جس طرح وہ پسند کرتا ہے اور جو مجھ سے دشمنی کرے گا قیامت کے دن مجھے اس طرح دیکھے گا جیسے وہ پسند نہیں کرتا۔"

((عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم :الا ومن احب علياً كتب الله له براءة من النار وبرائة من النفاق وجوازا على الصراط واماناً من العذاب))

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بھی علی کودوست رکھےتو اللہ اس کیلئے آگ سے دوری، نفاق سے دوری، پل صراط سے عبور کرنا، عذاب سے امان لکھے گا۔"

((عن النبي صلى الله عليه وسلم :الا ومن احب علياً جاء يوم القيامة ووجهه كالقمر ليلة البدر))

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جان لیں جو بھی علی کودوست رکھے گا قیامت کے دن وہ اس طرح حشر میں وارد ہوگا کہ

Marfat.com

اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہوگا۔“

((عن النبی صلی الله علیه و آله وسلم :الاومن احب علیا ومات علی حبه، صافحته الملائکة))

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جان لیں! جو بھی علی کو دوست رکھے اور ان کی محبت میں مرجائے ملائکہ اس سے مصافحہ کریں گے۔“

((عن یحیی بن عبد الرحمن الانصاری سمعت رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم یقول : احب علیا فی حیاته ومماته کتب له الامن والایمان))

”حضرت یحییٰ بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو علی کو زندگی اور موت میں دوست رکھے گا تو اس کیلئے آرام اور سکون مقرر کیا جائے گا۔“

((عن ابن عباس رضی الله عنه قال :قال رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم :علی اقضی امتی فمن احبنی فلیحبه فان العبد لا ینال ولایتی الا بحب علی))

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قضاوت میں علی میری امت میں سے دانا ترین فرد ہیں، جو مجھے دوست رکھے تو اسے علی کو بھی دوست رکھنا چاہیے، اس لئے کہ کوئی بندہ بھی علی کی محبت کے بغیر میری دوستی تک نہیں پہنچے گا۔“

((وروی عن النبی صلی الله علیه و آله وسلم :من احب علیا فقدا حبنی، ومن احبنی فقد احب الله))

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے علی کو دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے مجھے دوست رکھا اس نے اللہ کو دوست رکھا۔“

((عن سلمان رضی الله عنه قال .قال رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم :لایومن رجل حتی یحب اهل بیتی بحبی، فقال عمر بن الخطاب :واما علامة حب اهل بیتك ؟ قالَ :هذا ، وضرب بیده علی علی))

”حضرت سلمان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بھی مومن نہیں ہوگا مگر یہ کہ وہ میری محبت کی خاطر میرے اہل بیت کو دوست رکھتا ہو۔ حضرت عمر بن خطاب نے کہا: آپ کے اہل بیت سے محبت کرنے کی علامت کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: یہ ہیں محبت کی نشانی۔“

((وروی عن سلمان الفارسی قال :رایت رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم ضرب فخذ علی بن ابی طالب وصدره، وسمعته یقول :محبك محبی ومحبی محب الله، مبغضك مبغضی، ومبغضی مبغض الله))

”حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زانو اور سینہ پر ہاتھ

Marfat.com

مار رہے تھے اور فرما رہے تھے: تمہیں دوست رکھنے والا میرا دوست ہے اور میرا دوست اللہ کا دوست ہے اور تمہارا دشمن میرا دشمن اور میرا دشمن اللہ کا دشمن ہے۔''

((عن النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم :الا ومن احب علیا سمی فی السماوات والارض اسیر اللہ))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جان لیں جو علی کو دوست رکھے گا تو وہ آسمان اور زمین پر اسیر محبت الٰہی کے نام سے پکارا جائے گا۔''

((عن النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم :الا ومن احب علیا سمی امین اللہ فی الارض))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو علی کو دوست رکھے گا تو وہ زمین پر امین اللہ کے نام سے پکارا جائے گا۔''

((وقال (النبی) صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم :حب علی عبادۃ))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی سے دوستی عبادت ہے۔''

((فی حدیث الحسن بن صالح بن حی یقول :سمعت جعفر بن محمد یقول :حب علی عبادۃ ، وخیر العبادۃ ما کتمت))

''حسن بن صالح بن حی کہتے ہیں کہ میں نے جعفر بن محمد باقر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ حضرت علی سے دوستی عبادت ہے اور بہترین عبادت وہ عبادت ہے جو چھپی ہوئی ہو۔''

((عن جابر بن عبد اللہ الانصاری قال :کنت ذات یوم عند النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اذا قبل بوجھہ علی علی بن ابی طالب فقال :الا ابشرک یا ابا الحسن !قال :بلی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ۔ قال :ھذا جبرئیل رضی اللہ عنہ یخبرنی عن اللہ تعالیٰ انہ قد اعطی محبیک سبع خصال، الرفق عند الموت والانس عند الوحشۃ والنور عند الظلمۃ والامن عند الفزع والقسط عند المیزان والجواز عند الصراط ودخول الجنۃ قبل الناس "نور ھم یسعی بین ایدیھم وبائمانھم))

''حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کی طرف نگاہ کی اور فرمایا: اے ابوالحسن! آیا میں تمہیں بشارت نہ دوں؟ انہوں نے عرض کیا: کیوں نہیں! اے اللہ کے رسول! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرائیل نے مجھے اللہ کی طرف سے خبر دی ہے کہ اللہ نے تمہارے دوستوں کو سات خصلتیں عطا کی ہیں: موت کے وقت سانس میں آسانی کرنا، وحشت کے وقت دوستی اور انس، تاریکی کے وقت نور، خوف کے وقت امان، میزان میں عدالت، پل صراط سے عبور کرنا اور تمام لوگوں سے پہلے بہشت میں جانا اور اس وقت ان کا نور ان کے چہرے کے سامنے اور ان کی دائیں طرف حرکت میں ہوگا۔''

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم :عنوان صحیفۃ المومن حب علی بن ابی طالب))

Marfat.com

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی بن ابی طالب سے دوستی عنوان صحیفہ مومن ہے۔''

((عن ابی الحسن علی بن موسیٰ الرضا عن ابیه عن آبائه قال :قال رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم :من احب ان یرکب سفینة النجاة ویتمسك بالعروة الوثقی ویعتصم بحبل الله المتین فلیوال علیاً بعدی ولیعاد عدوه))

''ابوالحسن علی بن موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے اورانہوں نے اپنے اجداد سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جونجات کی کشتی پر سوار ہونا اور مضبوط ترین سہارے پر بھروسا کرنا اور اللہ کی مضبوط رسی کو تھامنا پسند کرتا ہے، اسے میرے بعد علی سے دوستی رکھنی چاہیے اوران کے دشمنوں سے دشمنی کرے۔''

((قال رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم :من احب علی بن ابی طالب فقد استمسك بالعروة الوثقی))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے علی سے محبت کی اس نے مضبوط ترین رسی کو تھاما ہے۔''

((عن الرضا عن آبائه قال :قال رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم :من احب ان یتمسك بالعروة الوثقی فلیتمسك بحب علی واهل بیتی))

''امام علی رضا رضی اللہ عنہ نے اپنے اجداد سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جوشخص چاہتا ہے کہ مضبوط سہارے کو تھام لے اسے چاہیے کہ علی اور میرے اہل بیت کا دامن تھام لے۔''

((عن ابن عمر قال :قال رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم :الاومن احب علیا قبل الله عنه صلاته وصیامه وقیامه و استجاب دعاءه))

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جان لیں جو بھی علی کو دوست رکھے گا تو اللہ اس کے روزے، نماز اور قیام کو قبول کرے گا اوراس کی دعاؤں کو مستجاب کرے گا۔''

((وروی من احب علیا استغفرت له الملائکة وفتحت له ابواب الجنة الثمانیة یدخلها من ای باب شاء بغیر حساب))

''مروی ہے کہ جوبھی علی کو دوست رکھے گا ملائکہ اس کے لئے مغفرت طلب کریں گے اوراس کیلئے بہشت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے تاکہ جس بھی دروازے سے چاہے بغیر حساب کے داخل ہوجائے۔''

((وروی خلق الله من نور وجه علی بن ابی طالب رضی الله عنه سبعین الملائکة یستغفرون له ولمحبیه الی یوم القیامة))

''مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے چہرے کے نور سے ستر ہزار ملائکہ خلق کیے ہیں۔ وہ قیامت تک ان کیلئے اوران کے دوستوں کیلئے مغفرت طلب کریں گے۔''

((وروی حب علی بن ابی طالب یحرق الذنوب کما تحرق النار الحطب))

''مروی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی دوستی گناہوں کو جلادیتی ہے جس طرح آگ لکڑی کو جلادیتی ہے۔''

Marfat.com

((قال ابن عباس :حب علی بن ابی طالب یا کل السیئات کما تاکل النار الحطب))

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: علی بن ابی طالب کی دوستی برائیوں کو کھا جاتی ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔''

((روی جابر بن عبد الله الانصاری، عن ابی ذر قال :کنت جالساً عند النبی صلی الله علیه وآله وسلم فی المسجد :اذا اقبل علی رضی الله عنه ،فلما راه مقبلا قال :یا اباذر ! من هذا المقبل ؟ فقلت :علی ، یا رسول الله۔ فقال :یا ابا ذر!اتحبه؟ فقلت :ای والله :یا رسول الله، انی لاحبه، واحب من یحبه))

''حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری نے ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے: ہم مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے کہ علی داخل ہوئے۔ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ ان پر پڑی تو فرمایا: اے ابوذر! یہ کون ہیں؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ علی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! کیا انہیں دوست رکھتے ہو؟ عرض کیا: جی ہاں! اللہ کی قسم میں انہیں دوست رکھتا ہوں، جو انہیں دوست رکھتے ہیں میں ان کو بھی دوست رکھتا ہوں۔''

((عن النبی صلی الله علیه وآله وسلم :الا ومن احب علیا صافحته الملائکة وقضی الله له کل حاجة))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جان لیں! جو بھی علی کو دوست رکھے گا، ملائکہ اس سے مصافحہ کریں گے اور اللہ اس کی حاجات کو پورا کرے گا۔''

((وروی :اول من اتخذ علی بن ابی طالب اخاً من اهل السماء اسرافیل ثم میکائیل ثم جبرئیل ، واول من احبه من اهل السماء حملة العرش ثم رضوان خازن الجنة، ثم ملک الموت))

''مروی ہے کہ اہل آسمان میں سے سب سے پہلے جس نے علی رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی بنایا وہ اسرافیل تھے، اس کے بعد میکائیل اور اس کے بعد جبرائیل نے انہیں اپنا بھائی بنایا۔ اہل آسمان میں سے سب سے پہلے جنہوں نے ان سے محبت کی وہ عرش کو اٹھانے والے ملائکہ تھے، اس کے بعد ''رضوان'' یعنی بہشت کے خزانہ دار اور اس کے بعد ملک الموت نے ان سے محبت کی۔''

((وروی ومن احب علیا (هون الله) یهون الله علیه سکرات الموت وجعل قبره روضة من ریاض الجنة))

''مروی ہے کہ جو بھی علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھے گا تو اللہ موت کی سختیوں کو اس کیلئے آسان کرے گا اور اس کی قبر کو بہشت کے باغات میں سے ایک باغ قرار دے گا۔''

((عن النبی صلی الله علیه وسلم :الا ومن احب علیا جاز علی الصراط کالبرق الخاطف))

''مروی ہے کہ جو علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھے گا تو وہ تیز بجلی کی طرح پل صراط سے عبور کرے گا۔''

((وروی من احب علیا مرعلی الصراط کالبرق الخاطف ولم یرصعوبة))

Marfat.com

"مروی ہے کہ جو بھی علی کو دوست رکھے گا تو وہ تیز بجلی کی طرح پل سے عبور کرے گا اور اسے کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔"

((وروی من احب علیا، کتب لہ براء.ۃ من النار وجواز علی الصراط وامان من العذاب، ولم ینشرلہ دیوان ولم ینصب لہ میزان، وقیل لہ :ادخل الجنۃ بلا حساب)).

"روایت ہے کہ جس نے علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھا تو اس کیلئے آگ سے دوری اور پل صراط سے عبور اور عذاب سے محفوظ لکھا جائے گا، اس کے عمل نامہ کو کھولا نہیں جائے گا اور اس کیلئے میزان نصب نہیں کیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا: بغیر کسی حساب کے بہشت میں داخل ہو جا۔"

((وروی من احب علیا انبت اللہ (اثبت اللہ) الحکمۃ فی قلبہ واخری علی لسانہ الصواب وفتح اللہ لہ ابواب الرحمۃ))

"مروی ہے کہ جس نے علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھا تو اللہ اس کے دل میں حکمت پیدا کرے گا اور اس کے زبان پر سچے کلمات جاری کرے گا اور اس کیلئے رحمت کے دروازے کھول دے گا۔"

((قل لمن احب علیا یتھیا لدخول الجنۃ))

"جو علی کو دوست رکھتا ہے اسے کہو بہشت میں جانے کیلئے تیار ہو جائے۔"

((وروی من احب علیا وضع اللہ علی راسہ تاج الکرامۃ والبسہ خلۃ السلامۃ (العزۃ))

"مروی ہے کہ جو بھی حضرت علی کو دوست رکھے گا اللہ اس کے سر پر کرامت کا تاج رکھے گا اور اس کو سلامتی کا جامہ پہنائے گا۔"

((من احب علیا وضع علی راسہ تاج الکرامۃ))

"روایت ہے کہ جو علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھتے گا اس کے سر پر کرامت کا تاج رکھا جائے گا۔"

((وروی من احب علیا وضع علی راسہ تاج الملک، والبس حلۃ الکرامۃ))

"مروی ہے کہ جو علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھے گا، اس کے سر پر سلطنت کا تاج رکھا جائے گا اور اس کو کرامت کا لباس پہنایا جائے گا۔"

((قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :من احب علیا کان معی ومعہ))

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو علی کو دوست رکھے گا وہ میرے اور ان کے ساتھ محشور ہوگا۔"

((وروی حب علی بن ابی طالب شجرۃ اصلھا فی الجنۃ واغصانھا فی الدنیا، فمن تعلق بھا فی الدنیا اوردتہ الی النار))

"مروی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ سے دوستی ایک ایسا درخت ہے کہ جس کی جڑ بہشت میں اور اس کی شاخیں دنیا میں ہیں، جس نے ان شاخوں میں سے کسی ایک شاخ کو تھام لیا تو وہ اسے بہشت میں لے جائے گی اور علی سے دشمنی ایک ایسا درخت ہے کہ جس کی جڑ جہنم میں اور اس کی شاخیں دنیا میں ہیں اور جو دنیا میں اس کو تھامے گا وہ اسے دوزخ کی آگ میں لے جائے گی۔"

((قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعلی :حبک ایمان وبغضک نفاق، واولمن یدخل الجنۃ محبک))

Marfat.com

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی سے فرمایا: تم سے دوستی ایمان کی علامت اور تم سے دشمنی نفاق کی علامت ہے اور تمہیں دوست رکھنے والا بہت پہلے بہشت میں داخل ہوگا۔''

عن سعيد بن طريف قال :قال ابو جعفر رضي الله عنه :قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم :الا ان جبرئيل اتاني فقال :يا محمد !ربك يا مرك بحب علي بن ابي طالب و يامرك بو لايته))

''سعید بن طریف سے نقل ہوا ہے کہ حضرت ابوجعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جان لیں کہ جبرائیل مجھ پر نازل ہوئے اور کہا: اے محمدؐ! آپ کا پروردگار آپ کو علی سے دوستی اور ولایت کا حکم دے رہا ہے۔''

((قال النبي صلى الله عليه و آله وسلم :ايها الناس !احبوا عليا فان الله يحبه))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! علی کو دوست رکھو کیونکہ اللہ انہیں دوست رکھتا ہے۔''

((بالاسناد، قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم :ان عليا وليكم بعدي، فاحب عليا فانه يفعل مايومر))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد علی تمہارے سرپرست ہیں، پس انہیں دوست رکھیں اس لئے کہ علی نے جو فرمان حاصل کیا ہے اس کی اطاعت کرتا ہے۔''

((عن ابي سعيد الخدري قال :قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم :احبوا عليا فان لحمه من لحمي ودمه من دمي لعن الله اقواما ضيعوا فيه عهدي ونسوا فيه وصيتي مالهم عند الله من خلاق))

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی کو دوست رکھو اس لئے کہ ان کا گوشت میرا گوشت اور ان کا خون میرا خون ہے۔ اللہ کی لعنت ہو اس گروہ پر جس نے ان کے حق میں میرے پیمان کو ضائع کیا اور ان کے بارے میں میری وصیت کو بھول گئے ان کا اللہ کے نزدیک کوئی اجر نہیں۔''

((قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في حديث الا من احب عليا فقد احبني، ومن احبني رضي الله عنه،و من رضي الله عنه كافاه بالجنة))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا: جان لیں کہ جس نے علی کو دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے مجھے دوست رکھا اللہ اس سے راضی ہے اور جس سے اللہ راضی ہو اس کا انعام بہشت ہوگی۔''

((بالاسناد، عن ابي جعفر رضي الله عنه قال :حب علي رضي الله عنه ايمان وبغضه نفاق))

''حضرت ابوجعفر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی سے محبت ایمان کی علامت اور دشمنی نفاق کی علامت ہے۔''

((قال :لا يحبك والذي نفسي بيده الا مومن قد امتحن الله قلبه الايمان ولا يبغضك الا منافق او كافر))

Marfat.com

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! فقط وہ مومن تمہیں دوست رکھتا ہے جس کے دل کو اللہ نے ایمان کیلئے آزمایا ہے اور منافق یا کافر کے علاوہ کوئی تم سے دشمنی نہیں کرے گا۔''

((قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :یا علی !لا یحبك الا مومن تقی، ولا یبغضك الا منافق شقی))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! متقی اور مومن کے علاوہ کوئی تمہیں دوست نہیں رکھتا اور منافق و بدبخت کے علاوہ کوئی تم سے دشمنی نہیں کرتا۔''

((عن ام سلمة قالت :سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول :لا یحب علیا الا مومن ولا یبغضه الا منافق))

''حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بھی منافق علی کو دوست نہیں رکھتا اور کوئی بھی مومن علی سے دشمنی نہیں کرتا۔''

((عن ام سلمة (رضی اللہ عنها) قالت :کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول :لا یحب علیا منافق ولا یبغضه مومن))

''سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کے علاوہ کوئی علی کو دوست نہیں رکھتا اور منافق کے علاوہ کوئی ان سے دشمنی نہیں کرتا۔''

((قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :ایها الناس !اوصیکم بحب ذی القربی اخی وابن عمی علی بن ابی طالب ، لایحبه الا مومن ولا یبغضه الا منافق، من احبه فقد احبنی، ومن ابغضه فقد ابغضنی، ومن ابغضنی عذبه اللہ بالنار))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! میں تمہیں اپنے اہل بیت سے کہ میرے بھائی اور چچا کے بیٹے علی بن ابی طالب بھی ان میں سے ہیں، دوستی کی سفارش کرتا ہوں۔ مومن کے علاوہ انہیں کوئی دوست نہیں رکھے گا اور منافق کے علاوہ کوئی ان سے دشمنی نہیں کرے گا۔ جس نے انہیں دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے ان سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی ہے اور جس نے مجھ سے دشمنی کی اللہ اس کو دوزخ کی آگ میں عذاب دے گا۔''

((قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی خطبته :اوصیکم بحب ذی قربیها اخی وابن عمی علی ابن ابی طالب، لایحبه الا مومن ولا یبغضه الا منافق))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا: میں تمہیں اپنے اہل بیت، اپنے بھائی اور اپنے چچا کے بیٹے علی بن ابی طالب سے دوستی کی سفارش کرتا ہوں کیونکہ مومن کے علاوہ کوئی انہیں دوست نہیں رکھتا اور منافق کے علاوہ کوئی ان سے دشمن نہیں کرتا۔''

((کان علی یقول :واللہ لا یحبنی الا مومن ، ولا یبغضنی الا منافق))

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! مومن کے علاوہ مجھے کوئی دوست نہیں رکھتا اور منافق کے علاوہ مجھ سے کوئی دشمنی نہیں کرتا۔''

Marfat.com

((عن سوید بن غفلة قال :سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم :يا علی !لا يحبك الا مومن ولا يبغضك الا منافق))

''سوید بن غفلہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! مومن کے علاوہ کوئی تمہیں دوست نہیں رکھتا، اور منافق کے علاوہ کوئی آپ سے دشمنی نہیں کرتا۔''

((وعن ابن عباس قال:نظر رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الى على فقال :لا يحبك الا مومن ولا يبغضك الا منافق،من احبك فقد احبنی ومن ابغضك فقد ابغضنی ، وحبيبی حبيب الله وبغيضی بغيض الله، ويل لمن ابغضك بعدی))

''حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: تمہیں مومن کے علاوہ کوئی دوست نہیں رکھتا اور منافق کے علاوہ کوئی تم سے دشمنی نہیں کرتا، جس نے تمہیں دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے تم سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی ہے۔ میرا دوست اللہ کا دوست اور میرا دشمن اللہ کا دشمن ہے۔ افسوس ہے اس پر جو میرے بعد تم سے دشمنی کرے گا۔''

((عن على رضى الله عنه قال :قال النبی صلى الله عليه وآله وسلم :لا يحب عليا الا مومن ولا يبغضه الا منافق))

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کے علاوہ علی کو کوئی دوست نہیں رکھتا اور منافق کے علاوہ کوئی ان سے دشمنی نہیں رکھتا۔''

((قال النبی صلى الله عليه وآله وسلم) يا علی!انت اول هذه الامة ايمانا بالله ورسوله واولهم هجرة الى الله ورسوله لا يحبك والذی نفسی بيده۔ الا مومن قد امتحن الله قلبه الايمان ، ولا يبغضك الا منافق او كافر))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! تم میری امت میں سے پہلے فرد ہو جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور پہلے فرد ہو جس نے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کی۔ مجھے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس مومن کے علاوہ جس کے دل کو اللہ نے ایمان سے آزمایا ہے تمہیں کوئی دوست نہیں رکھتا اور منافق اور کافر کے علاوہ کوئی تم سے دشمنی نہیں کرتا۔''

((قال النبی صلى الله عليه وآله وسلم :يا علی !طوبى لمن احبك ، والويل لمن ابغضك))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! خوش نصیب ہے وہ شخص جو تمہیں دوست رکھے اور بدبخت ہے وہ شخص جو تم سے دشمنی کرے۔''

((قال النبی صلى الله عليه وآله وسلم :طوبى لمن احب عليا، والويل لمن ابغضه))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سعادت مند اور خوش قسمت ہے وہ شخص جو علی کو دوست رکھتا ہے اور بدبخت ہے وہ شخص جو ان سے دشمنی کرتا ہے۔''

Marfat.com

اقوال علی:

((وَقَالَ علی: وَ الْعَفْوُ زَكَاةُ الظَّفَرِ))

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: معافی کامیابی کی زکوۃ ہے۔''

((وَقَالَ وَ السُّلُوُّ عِوَضُكَ مِمَّنْ غَدَرَ))

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بھول جانا غداری کرنے والے کا بدل ہے۔''

((وَقَالَ: وَ الاِسْتِشَارَةُ عَيْنُ الْهِدَايَةِ))

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مشورہ کرنا عین ہدایت ہے۔''

((وَقَالَ :وَ قَدْ خَاطَرَ مَنِ اسْتَغْنَى بِرَاءِ يِهِ))

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے اپنی رائے ہی پر اعتماد کرلیا اس نے اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال دیا۔''

((وَقَالَ :وَ الصَّبْرُ يُنَاضِلُ الْحِدْثَانَ))

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صبر مصائب زمانہ سے مقابلہ کرتا ہے۔''

((وَقَالَ :وَ الْجَزَعُ مِنْ اءَعْوَانِ الزَّمَانِ))

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیقراری زمانہ کی مددگار ثابت ہوتی ہے۔''

((وَقَالَ :وَ اءَشْرَفُ الْغِنَى تَرْكُ الْمُنَى))

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بہترین دولت مندی تمناؤں کا ترک کر دینا ہے۔''

((وَقَالَ :وَ كَمْ مِنْ عَقْلٍ اءَسِيرٍ عِنْدَ هَوَى اءَمِيرٍ))

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کتنی ہی غلام عقلیں ہیں جو روساء کی خواہشات کے نیچے دبی ہوئی ہیں۔''

((وَقَالَ :وَ مِنَ التَّوْفِيقِ حِفْظُ التَّجْرِبَةِ))

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تجربہ یادرکھنا ایک توفیق الٰہی ہے۔''

((وَقَالَ :وَ الْمَوَدَّةُ قَرَابَةٌ مُسْتَفَادَةٌ))

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: محبت ایک مفید رشتے داری ہے۔''

((وَقَالَ لَمْ يَذْهَبْ مِنْ مَالِكَ مَا وَعَظَكَ))

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو مال تمہیں نصیحت کر جائے وہ مال گیا نہیں باقی ہے۔''

((وَقَالَ إِنَّ الْقُلُوبَ تَمَلُّ كَمَا تَمَلُّ الاءَبْدَانُ فَابْتَغُوا لَهَا طَرَائِفَ الْحِكْمَةِ))

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ دل اسی طرح تھک جاتے ہیں جس طرح بدن تھکتے ہیں، لہٰذا ان کے لیے لطیف ترین حکمتیں تلاش کرو۔''

((وَقَالَ لَمَّا سَمِعَ قَوْلَ الْخَوَارِجِ (لَا حُكْمَ إِلا لِلَّهِ :(كَلِمَةُ حَقٍّ يُرَادُ بِهَا بَاطِلٌ))

''جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کا قول ''لاحکم الا اللہ'' (حکم اللہ سے مخصوص ہے) سنا تو فرمایا: یہ جملہ صحیح ہے مگر جو اس

Marfat.com

سے مراد لیا جاتا ہے وہ غلط ہے۔''

وَقَالَ ذفِي صِفَةِ الْغَوْغَاءِ: هُمُ الَّذِينَ إِذَا اجْتَمَعُوا غَلَبُوا، وَ إِذَا تَفَرَّقُوا لَمْ يُعْرَفُوا وَ قِيلَ: بَلْ قَالَ: هُمُ الَّذِينَ إِذَا اجْتَمَعُوا ضَرُّوا وَ إِذَا تَفَرَّقُوا نَفَعُوا فَقِيلَ: قَدْ عَرَفْنَا مَضَرَّةَ اجْتِمَاعِهِمْ، فَمَا مَنْفَعَةُ افْتِرَاقِهِمْ؟ فَقَالَ: يَرْجِعُ اءَصْحَابُ الْمِهَنِ إِلَى مِهَنِهِمْ فَيَنْتَفِعُ النَّاسُ بِهِمْ كَرُجُوعِ الْبَنَّاءِ إِلَى بِنَائِهِ، وَ النَّسَّاجِ إِلَى مَنْسَجِهِ، وَ الْخَبَّازِ إِلَى مَخْبَزِهِ))

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بازاری لوگوں کی بھیڑ بھاڑ کے بارے میں فرمایا: ''یہی وہ لوگ ہیں جو مجتمع ہو جاتے ہیں تو غالب آجاتے ہیں اور منتشر ہو جاتے ہیں تو پہچانے بھی نہیں جاتے ہیں۔'' اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس طرح فرمایا: ''جب مجتمع ہو جاتے ہیں تو نقصان دہ ہوتے ہیں اور جب منتشر ہو جاتے ہیں تبھی فائدہ مند ہوتے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا: ''اجتماع میں نقصان تو سمجھ میں آ گیا لیکن انتشار میں فائدہ کے کیا معنی ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''سارے کاروبار والے اپنے کاروبار کی طرف پلٹ جاتے ہیں اور لوگ ان سے فائدہ اٹھالیتے ہیں جس طرح معمار اپنی عمارت کی طرف چلا جاتا ہے، کپڑا بننے والا کارخانہ کی طرف چلا جاتا ہے اور روٹی پکانے والا تنور کی طرف پلٹ جاتا ہے۔''

((وَ قَدْ اءُتِيَ بِجَانٍ وَ مَعَهُ غَوْغَاءُ فَقَالَ: لَا مَرْحَبا بِوُجُوهٍ لَا تُرَى إِلا عِنْدَ كُلِّ سَوْاءَةٍ))

''آپ کے پاس ایک مجرم کو لایا گیا جس کے ساتھ تماشائیوں کا ایک ہجوم تھا تو آپ نے فرمایا: ''ان چہروں پر پھٹکار ہو جو صرف برائی اور رسوائی کے موقع پر نظر آتے ہیں۔''

((وَقَالَ إِنَّ مَعَ كُلِّ إِنْسَانٍ مَلَكَيْنِ يَحْفَظَانِهِ، فَإِذَا جَاءَ الْقَدَرُ خَلَّيَا بَيْنَهُ وَ بَيْنَهُ وَ إِنَّ الْاءَجَلَ جُنَّةٌ حَصِينَةٌ))

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں جو اس کی حفاظت کرتے ہیں اور جب موت کا وقت آتا ہے تو وہ اس کے اور موت کے درمیان سے ہٹ جاتے ہیں اور بے شک انسان کی مقررہ عمر اس کے لیے ایک مضبوط پر ہے۔''

((وَقَالَ وَ قَدْ قَالَ لَهُ طَلْحَةُ وَ الزُّبَيْرُ: نُبَايِعُكَ عَلَى اءَنَّا شُرَكَاؤُكَ فِي هَذَا الْاءَمْرِ فقال: لَا وَ لَكِنَّ كُمَا شَرِيكَانِ فِي الْقُوَّةِ وَ الاِسْتِعَانَةِ وَ عَوْنَانِ عَلَى الْعَجْزِ وَ الْاءَوَدِ))

''حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم آپ سے بیعت تو کر رہے ہیں مگر کاروبارِ خلافت میں ہمیں شریک رکھیے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''نہیں! لیکن تم دونوں قوت پر امداد میں شریک ہو اور میرے عاجز آنے اور انتہائی زحمت کے وقت مددگار ہو گے۔''

((وَقَالَ اءَيُّهَا النَّاسُ، اتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِنْ قُلْتُمْ سَمِعَ، وَ إِنْ اءَضْمَرْتُمْ عَلِمَ، وَ بَادِرُوا الْمَوْتَ الَّذِي إِنْ هَرَبْتُمْ اءَدْرَكَكُمْ وَ إِنْ اءَقَمْتُمْ اءَخَذَكُمْ وَ إِنْ نَسِيتُمُوهُ ذَكَرَكُمْ))

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے لوگو! اللہ سے ڈرو جو تمہاری ہر بات سنتا ہے اور تمہارے دل کے ہر راز سے واقف ہے۔ اے لوگو! اس موت کی طرف سبقت کرو جس سے بھاگنا بھی چاہو گے تو وہ تمہیں پالے گی، ٹھہر جاؤ گے تو گرفت میں لے لے گی اور تم اسے بھول بھی جاؤ تو وہ تمہیں یاد رکھے گی۔''

Marfat.com

((وَقَالَ يزهِّدَنَّكَ فِي الْمَعْرُوفِ مَنْ لاَ يَشْكُرُهُ لَكَ، فَقَدْ يَشْكُرُكَ عَلَيْهِ مَنْ لاَ يَسْتَمْتِعُ بِشَيْءٍ مِنْهُ وَ قَدْ تُدْرِكُ مِنْ شُكْرِ الشَّاكِرِ اءَكْثَرَ مِمَّا اءَضَاعَ الْكَافِرُ، وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ))

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کسی شخص کا تمہارے حسن سلوک پر شکر گزار نہ ہونا تمہیں نیکی اور بھلائی سے بددل نہ بنادے اس لیے کہ بسا اوقات تمہاری اس بھلائی کی وہ قدر کرے گا جس نے اس سے کچھ فائدہ بھی نہیں اٹھایا اور اس ناشکرے نے جتنا تمہارا حق ضائع کیا ہے اس سے کہیں زیادہ تم ایک قدر دانی حاصل کرلو گے اور اللہ نیک کام کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔''

((وَقَالَ: كُلُّ وِعَاءٍ يَضِيقُ بِمَا جُعِلَ فِيهِ إِلا وِعَاءَ الْعِلْمِ فَإِنَّهُ يَتَّسِعُ بِهِ))

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہر برتن تنگ ہے سوائے ظرف علم کے کہ وہ علم سے وسیع ہوتا چلا جاتا ہے۔''

((وَقَالَ اءَوَّلُ عِوَضِ الْحَلِيمِ مِنْ حِلْمِهِ اءَنَّ النَّاسَ اءَنْصَارُهُ عَلَى الْجَاهِلِ))

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''صبر کرنے والے کو قوت برداشت پر پہلا اجر یہ ملتا ہے کہ لوگ جاہل کے مقابلہ میں اس کے مددگار ہو جاتے ہیں۔''

((وَقَالَ :إِنْ لَمْ تَكُنْ حَلِيما فَتَحَلَّمْ، فَإِنَّهُ قَلَّ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ إِلا اءَوْشَكَ اءَنْ يَكُونَ مِنْهُمْ))

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم بردبار نہیں ہو تو بظاہر بردبار بننے کی کوشش کرو' کیونکہ ایسا کم ہوتا ہے کہ کوئی شخص کسی جماعت سے شباہت اختیار کرے اور ان میں سے نہ ہو جائے۔''

((وَقَالَ:مَنْ حَاسَبَ نَفْسَهُ رَبِحَ، وَ مَنْ غَفَلَ عَنْهَا خَسِرَ، وَ مَنْ خَافَ اءَمِنَ، وَ مَنِ اعْتَبَرَ اءَبْصَرَ، وَ مَنْ اءَبْصَرَ فَهِمَ، وَ مَنْ فَهِمَ عَلِمَ))

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے اپنے نفس کا جائزہ لیا وہ نفع میں رہا' جس نے غفلت کی اسے گھاٹا ہوا، جو اللہ سے) ڈرا وہ بے خوف ہو گیا (غیر اللہ اور عذاب سے)، جس نے عبرت حاصل کی اس نے حقیقت کو دیکھ لیا اور وہ سمجھ گیا اور جو سمجھ گیا اُسے علم یقین ہو گیا۔''

وَقَالَ :لَتَعْطِفَنَّ الدُّنْيَا عَلَيْنَا بَعْدَ شِمَاسِهَا عَطْفَ الضَّرُوسِ عَلَى وَلَدِهَا وَ تَلا عَقِيبَ ذَلِكَ (وَ نُرِيدُ اءَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الاءَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اءَئِمَّةً وَ نَجْعَلَهُمُ الْوارِثِينَ))

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ دنیا منہ زوری دکھانے کے بعد ایک دن بہر حال ہماری جانب جھکے گی جس طرح کاٹنے والی اونٹنی کو اپنے بچے پر رحم آتا ہے۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے اس آیت مبارکہ کی تلاوت فرمائی:

((وَ نُرِيدُ اءَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الاءَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اءَئِمَّةً وَ نَجْعَلَهُمُ الْوارِثِينَ))

''ہم چاہتے ہیں کہ ان بندوں پر احسان کریں جنہیں روئے زمین پر کمزور بنا دیا گیا۔ ہم انہیں لوگوں کا امام بنائیں گے اور ہم انہیں وارث جنت بنائیں گے۔''

((وَقَالَ اتَّقُوا اللَّهَ تَقِيَّةَ مَنْ شَمَّرَ تَجْرِيدا، وَ جَدَّ تَشْمِيرا، وَ اءَكْمَشَ فِي مَهَلٍ، وَ بَادَرَ عَنْ وَجَلٍ، وَ نَظَرَ فِي كَرَّةِ الْمَوْئِلِ، وَ عَاقِبَةِ الْمَصْدَرِ، وَ مَغَبَّةِ الْمَرْجِعِ))

Marfat.com

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اس شخص کے ڈرنے کے مانند جس نے دنیا کی وابستگیوں کو چھوڑ کر دامن گردان لیا، دامن گردان کر کوشش میں لگ گیا، اچھائیوں کے لیے اس وقفہ حیات میں تیز گامی کے ساتھ چلا، خطروں کے پیش نظر اس نے نیکیوں کی طرف قدم بڑھایا، اپنی قرار گاہ اور اپنے اعمال کے نتیجہ اور انجام کار کی منزل پر نظر رکھی۔''

((وَقَالَ الْجُودُ حَارِسُ الْاَعْرَاضِ))

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سخاوت عزت و آبرو کی نگہبان ہے۔''

((وَقَالَ الْحِلْمُ فِدَامُ السَّفِيه))

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''حلم بیوقوف کا دہانہ بند ہے (کہ یہ رسوائی سے بچاتا ہے)''

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 8:

الامام ابو محمد الحسن بن علی بن ابی طالب

مسلمان گروہوں میں صلح کروانے والے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ان ابنی هذا سید، ولعل الله ان یصلح به بین فئتین عظیمتین من المسلمین))

(رواہ البخاری))

''بے شک میرا یہ بیٹا (حسن) سردار ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کروائے گا۔''

محبوب محبوب خدا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((''احب اهل بیتی الحسن والحسین'')) (رواہ الترمذی)

''میرے گھر والوں میں سے میرے محبوب ترین حسن وحسین ہیں۔''

اور جناب رسول اللہ ﷺ نے امام حسن کے بارے میں فرمایا:

((اللهم انی احبه فاحبه، واحب من یحبه))(رواہ مسلم)

''اے اللہ! بے شک میں ان سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھ اور اس سے بھی محبت کر جو ان سے محبت کرے۔''

اللہ تعالیٰ نے کمال انسانی کی تمام صفات وخصوصیات سوائے اپنے حبیب حضرت محمد ﷺ کے اور کسی انسان میں بیک وقت جمع نہیں کیں اور آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور میں اگر کوئی عظمت اور بڑائی پائی جاتی ہے تو آپ ﷺ سے اس کی نسبت ایسی ہی ہے جیسے جزء کی نسبت کل سے ہوا کرتی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ کبھی بھی یہ ہرگز نہیں ہوا کہ کوئی صدیق یا ولی یا شہید یا پرہیز گار آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کے سارے خصائل میں سے پورے کا پورا حصہ پا سکا ہو، بلکہ اس نے تو بس اپنے کمال، اپنے قرب، اپنی پرہیز گاری اور اپنی محبت کے مطابق حصہ پایا تھوڑا یا بہت۔ امت کے بہترین لوگوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے ہدایت بطور ورثہ حاصل کی ہے۔ ہر نسل کے صالحین اس سے روشنی حاصل کرتے رہے ہیں، یہ ان سب میں منقسم ہے مگر جناب رسول کریم میں یہ مجموعی طور پر بدرجہ اتم موجود ہیں تا کہ آپ ﷺ کا ظہور ایک انسان کامل اور ایک اعلیٰ وافضل متقی شخص کی حیثیت سے ہو۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جس قدر بھی نیک خصائل بیان کی جائیں اور جس قدر بھی ان میں پائی جائیں وہ کبھی

Marfat.com

بھی جناب رسول اللہ ﷺ کے برابر نہیں ہو سکتے ، حالانکہ وہ جناب نبی کریم ﷺ کے بعد تمام امت سے افضل ہیں ، ہر صحابی کو اپنے نبی سے حصہ بطور میراث ملا ہے ، کوئی ان میں صدیق ہے ، کوئی فاروق ہے ، کوئی امین اور کوئی حواری ہے ، ایک اور ہے جو زبان کا سچا ہے ، دوسرا ایران یا روم پر حملے میں سبقت کرنے والا ہے۔ کچھ اسی طرح تمام صحابہ رسول کا معاملہ تھا ، جب یہ حقیقت ہے کہ یہ ورثے اتباع ، محبت اور اقتداء کے ورثے ہیں تو جب ان کے ساتھ رحم اور نسب کی میراث بھی جمع ہو جائے تو پھر یہ وراثت زیادہ واضح ، زیادہ کامل اور فطرت کے قریب ہوگی اور اس کے زیادہ حقدار آپ کے اہل بیت ہی ہیں اور آپ کے اہل بیت میں سے اس کے زیادہ مستحق فاطمہ بتول رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے آپ کے معزز نواسے ہیں ، جب ہم سبطین کریمین حسن وحسین کا ذکر چھیڑتے ہیں تو ہم اس میراث نبوت کو ان دونوں کی زندگیوں میں روشن وتاباں پاتے ہیں۔ ان دونوں کا معاملہ ہم کچھ اس طرح دیکھتے ہیں کہ جو بھی انہیں دیکھتا ہے یا ان کے خلق عظیم اور ان کے عمدہ طرز ہائے عمل پر تعجب کرتا ہے تو وہ یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

(("اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ"))

موروثی خصائص وخوبیاں ان دونوں میں اس قدر اجاگر تھیں کہ ان سے انکار ممکن ہی نہیں ، اس قدر واضح تھیں کہ چھپانے سے چھپ نہیں سکتیں۔ بس ان سے وہی غافل ہوگا جس کے دل میں بیماری ہوگی یا اس کی چشم بصیرت اندھی ہوگی۔

امام حسن کا مختصر تعارف:

امام ابو محمد الحسن بن علی بن ابی طالب ہیں ، آپ کی والدہ ماجدہ البتول الطاہرۃ سیدہ فاطمہ الزہراء جناب رسول اللہ کی دختر نیک اختر ہیں۔ آپ جناب رسول اللہ ﷺ کے نواسے اور دونوں جہانوں کی عورتوں کی سردار کے بیٹے ہیں۔ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہ کے نواسے اور جناب مصطفیٰ ﷺ کے مہکتے ہوئے پھول ہیں۔ تمام لوگوں سے بڑھ کر آپ سے مشابہ تھے ، نوجوانان جنت کے سردار اور چادر والوں میں سے پانچویں ہیں۔

ولادت:

سیدنا امام حسن ماہ رمضان کے وسط میں تین ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت باسعادت سے پہلے جو خوشخبریاں دی گئیں تھیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ام الفضل لبابہ بنت الحارث ، حضرت عباس کی زوجہ ، (تمام عورتوں میں سے حضرت خدیجہ کے بعد دوسری اسلام لانے والی عورت) اور ام المومنین حضرت میمونہ کی بہن نے خواب دیکھا اور اپنا یہ خواب جناب نبی کریم ﷺ سے یوں بیان کیا: ''یارسول اللہ! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا آپ کے اعضائے مبارکہ میں سے ایک عضو میرے گھر میں موجود ہے۔ ان کی یہ بات سن کر آپ ﷺ نے فرمایا:

(("رایت خیر اتلد فاطمة غلاما فترضعینه بلبن قثم"))

تو نے اچھا خواب دیکھا ہے۔ فاطمہ لڑکا جنے گی تم قثم کو دودھ پلانے کے ساتھ اس کو بھی دودھ پلاؤ گی۔''

چنانچہ اس کے بعد حضرت زہرا نے حضرت حسن کو جنم دیا۔ ام الفضل نے اپنے بیٹے قثم کے ساتھ انہیں بھی دودھ پلایا۔ اس سبب سے قثم بن العباس جناب رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کے نواسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے رضاعی بھائی بھی ہوئے۔

Marfat.com

نام رکھنا اور عقیقہ واذان:

جنگ و جدل کے ساتھ محبت رکھنے کے باعث حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ ارادہ کیا تھا کہ ان کا نام حرب رکھیں۔ مگر جناب رسول کریم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: میرا بیٹا مجھے دکھایئے۔ تم لوگوں نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟ حضرت علی نے عرض کی: میں نے اس کا نام حرب رکھا ہے۔ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نہیں اس کا نام حسن ہے۔ حضرت امام حسین کی پیدائش کے وقت بھی ایسا ہی ہوا، بعدازاں حضرت محسن کی پیدائش کے بعد بھی یہی عمل دوہرایا گیا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کے کان میں اذان دی۔ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں کسی شخصیت کے بارے میں معلوم نہیں ہوسکا کہ اس کا یہ نام رکھا گیا ہو۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کے بال مونڈ نے اور بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرنے کا حکم دیا اور ان کی کنیت ابومحمد رکھی۔ ان کی طرف سے دو مینڈھے بطور عقیقہ ذبح فرمائے اور ان کا گوشت صدقہ کیا۔

(امام نسائی نے (۷/۱۶۵۔۱۶۶) حضرت ابن عباس کی روایت سے ان الفاظ کے ساتھ (عق رسول اللہ ﷺ عن الحسن والحسین بکبشین" (جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرات حسنین کریمین سے دو مینڈھے بطور عقیقہ ذبح فرمائے) (ان کے اسناد قوی ہیں) اور انس ابن حبان سے ان کی صحیح (۱۰۶۱) میں اور البیہقی ۹/۲۱۹۹) سے ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔"عق عن حسن وحسین بکبشین" (حسن وحسین کی طرف سے دو مینڈھے بطور عقیقہ ذبح کئے) ان کے اسناد صحیح ہیں۔)

شکل وصورت:

حضرت حسن کا رنگ گورا مائل بہ سرخی تھا۔ آنکھیں بڑی اور سیاسی مائل تھیں، گال نرم تھے، داڑھی گھنی تھی۔ تمام لوگوں سے زیادہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ہم شکل تھے۔ اسی وجہ سے ان کی والدہ ماجدہ حضرت زہراء جب انہیں کھلاتی تو خود بھی ان کے ساتھ کھیلتی تھیں اور یہ کلمات ان کی زبان مبارک پر جاری ہوتے۔

(("بابیْ شبه النبی ولیس شبها بعلی"))

"مجھے اپنے باپ کی قسم! نبی کے ہم شکل ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہم شکل نہیں۔"

حسن وحسین کے منفرد نام:

ابن الاعرابی مفضل سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

(("ان الله حجب اسم الحسن والحسین حتی سمی بهما النبی ﷺ ابنیه الحسن والحسین"))

"بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت حسن اور حضرت حسین کا نام پردہ خفاء میں رکھا۔ حتیٰ کہ جناب نبی کریم ﷺ نے اپنے دونوں بیٹوں کا نام حسن وحسین رکھا۔"

سینہ نبوت پر:

اس نومولود نواسے کے ساتھ آپ ﷺ کے اظہار خوشی اور اس سے محبت کے کیا کہنے۔ آپ ﷺ اسے اٹھاتے، اس کے ساتھ کھیل کود کرتے، اپنے سینہ مبارک پر اسے چڑھنے کو کہتے اور ان کے لئے یہ شعر پڑھ رہے ہوتے:

((حزقه حزقه ترق عین فاطمه))

Marfat.com

''اے فاطمہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک! اوپر چڑھ۔''
بچہ اوپر چڑھنے لگ جاتا۔ حتیٰ کہ اس کے قدم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک پر پہنچ جاتے۔ حضرت فاطمہ کی ساری اولاد کے ساتھ ہمیشہ آپ کا یہی معاملہ رہا۔

(امام احمد نے المسند ۲۸۳/۶ میں ابن ابی ملیکۃ کے واسطہ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے)

رسول اللہ کی مبارک گود میں:

اسامہ بن زید روایت کرتے ہیں:

((طرقت باب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذات لیلة فی بعض الحاجة فخرج الی وهو مشتمل علی شئی لا ادری ماهو، فلما فرغت من حاجتی قلت۔ ما هذا الذی انت مشتمل علیه، فکشف فاذا الحسن والحسین علی ورکه فقال :هذا ان ابنای وابنا ابنتی اللهم انی احبهما یحبهما واحب من یحبمها))

''میں اپنی کسی ضرورت کے پیش نظر ایک رات جناب رسول اللہ کے کاشانہ مبارک پر حاضر ہوا اور دروازہ مبارک پر دستک دی۔ آپ باہر تشریف لائے کوئی چیز اٹھائے ہوئے تھے، مجھے پتہ نہ لگ سکا کہ وہ کیا چیز ہے۔ میں جب اپنی حاجت سے فارغ ہوا۔ تو عرض کی: یا رسول اللہ! یہ کیا چیز ہے جو آپ اٹھائے ہوئے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑا ہٹایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت حسن و حسین آپ کی سیرین مبارک پر ہیں۔ پھر فرمایا: یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھ اور جو ان دونوں سے محبت کرے تو بھی اس سے محبت کر۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ ترک کر دینا:

ایک دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اسی اثناء میں حسنین کریمین تشریف لائے۔ ان دونوں نے سرخ رنگ کی قمیصیں پہنی ہوئی تھیں، چل رہے تھے اور لڑکھڑا رہے تھے۔ بعد دفعہ ٹھوکر لگنے کی وجہ سے گر بھی جاتے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اتر پڑے، ان دونوں کو اٹھایا اور اپنے آگے رکھ دیا اور فرمایا:

((صدق الله انما اموالکم واولادکم فتنة))(التغابن ۱۵)

''اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے، تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں۔''

میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا کہ میری طرف آ رہے تھے اور ٹھوکر کھانے کی وجہ سے گر پڑتے تھے۔ مجھ سے صبر نہ ہو سکا، میں نے اپنی گفتگو ختم کر دی اور انہیں اٹھا لیا۔

(ابو داود نے ۱۱۰۹ کے تحت الصلاۃ کے باب ''قطع الخطبۃ الامر یحدث'' (کسی کام کے پیش نظر خطبہ منقطع کر دینا) ۶۶۴/۱ میں ترمذی نے ۳۷۷۶ نمبر کے تحت مناقب میں باب ''مناقب الحسن والحسین میں، نسائی نے ۱۰۸/۳، الجمعۃ کے باب نزول الامام عن المنبر قبل فراغہ من الخطبۃ وقطعہ کلامہ ورجوعہ الیہ یوم الجمعۃ (امام کا جمعہ کے دن خطبہ سے فارغ ہونے سے قبل منبر سے اترنا، اپنی کلام کو قطع کرنا اور پھر دوبارہ اس کی طرف لوٹنا) میں اس حدیث کی تخریج ہے۔ ابن حبان نے بھی اپنی صحیح (۲۲۳۱۔ مورد) میں اور احمد نے المسند ۳۵۴/۵، اور الفضائل میں ۱۳۵۸ نمبر کے تحت اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔)

Marfat.com

چھوٹا کہاں ہے؟

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جب بھی میں امام حسن کو دیکھتا میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو آ جاتے۔ایک دفعہ جناب نبی کریم مسجد میں تشریف فرما تھے، میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔فرمایا: ''لکع''یعنی چھوٹے کو میرے پاس بلایئے۔ یا فرمایا ''لکع'' کہاں ہے۔؟ پس حسن دوڑتے ہوئے آئے اور اپنا ہاتھ آپ کی داڑھی مبارک میں داخل کر دیا۔ جناب نبی کریم ﷺ نے اپنا منہ مبارک ان کے منہ پر رکھ دیا۔پھرعرض کیا:

((''اللهم انی احب فاحبه و احب من یحبه''))

''اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر اور جو اس سے محبت کرتا ہو اس سے بھی محبت کر۔''

(النہایۃ ۲۶۸۔۲۶۹)

جماعت کی مانند:

امام حسن کے نانا پاک ﷺ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں:

((حسن سبط من الاسباط))

''حسن کی حیثیت یہ ہے کہ وہ قبائل میں سے گویا ایک قبیلہ اور جماعت ہیں۔''

رسول اللہ کی امام حسن کو عطاء:

☆ امام حسن کی ناز برداریوں کے باوجود کاشانہ نبوت کے نور چشم ہونے کی وجہ سے جو علم و ادب، اخلاق اور طریقہ زندگی کے شایان شان تھے آپ وہ بھی انہیں سکھاتے۔ابوالحوراء روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں، میں نے حسن بن علی سے پوچھا:

''جناب رسول اللہ ﷺ نے آپ کو کیا کچھ دیا ہے؟''

انہوں نے فرمایا:

''مجھے جناب رسول اللہ ﷺ نے یہ دیا ہے کہ ایک دفعہ میں نے صدقہ کی کھجور لے کر اسے منہ میں ڈال لیا، جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کو میرے لعاب سمیت میرے منہ سے نکال کر صدقہ کی کھجوروں میں رکھ دیا۔عرض کی گئی: یا رسول اللہ! اس بچے کے کھجور کا دانہ لینے میں آپ نے کیا حرج سمجھا۔؟ فرمایا: ہم آل محمد کیلئے صدقہ حلال نہیں۔اور آپ فرماتے تھے:

((''دع ما یریبك الی مالا یریبك فان الصدق طمانینة''))

''اس چیز کو چھوڑ دے جو تجھے شک میں ڈالتی ہے اور اس چیز کو اختیار کر جو تمہیں شک میں نہیں ڈالتی۔''

☆ امام حسن فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ نے مجھے چند کلمات سکھائے، جو میں نماز وتر میں پڑھتا ہوں، وہ یہ ہیں:

((اللهم اهدنی فیمن هدیت، وعافنی فیمن عافیت و تولنی فیمن تولیت، و بارك لی فیما اعطیت، وقنی شرما قضیت، فانك تقضی ولا یقضی علیك وانه لا یذل من والیت تبارکت ربنا و تعالیت))

Marfat.com

عادات واطوار:

اس قدر محبت اور ناز برداریوں کے باوجود سبحان اللہ! امام حسن اوران کے بھائی جناب نبی کریم ﷺ کے زیر سایہ پرورش پاتے ہیں، نیک خصائل اور اخلاق نبوت سے آراستہ ہوکر پروان چڑھتے ہیں یہاں تک کہ جب حد شباب میں قدم رکھتے ہیں تو ان میں اپنے نانا کی سی خصائص، ان کا سا حسین وجمیل مکھڑا، ان کا سا خلق عظیم اوران کا سا اعلیٰ وارفع اور وسیع علم جھلکتا ہوا دکھائی دیتا ہے، آپ اس حال میں پروان چڑھے کہ صاحب حشمت وذی وقار تھے، محبوب خلق تھے، پاکیزہ زبان تھے۔ کوئی بھی بے حیائی کا کلمہ کبھی بھی آپ سے سننے میں نہیں آیا۔ فصیح وبلیغ وشیریں زبان تھے۔ آپ نے یہ فصاحت و بلاغت اپنے نانا اپنی والدہ ماجدہ اوراپنے والد بزرگوار سے ورثہ میں حاصل کی تھی۔

موروثی صفات:

آپ میں اور آپ کے بھائی حسین میں اپنے نانا کریم علیہ السلام، اپنے والد اوراپنی والدہ سے حاصل کردہ موروثی فصاحت، نفاذ بصیرت، حلم وکرم جیسے اوصاف کی روشن جھلک موجود تھی۔ ان دونوں حضرات نے اپنے والد ماجد سے علم قرآن اور تفسیر سیکھی تھی۔ اسی طرح اپنے ہم عصر صحابہ کے علم سے بھی سیراب ہوئے۔

جودوسخا:

حضرت امام حسن کے جودوسخاء کے قصے شمار سے باہر ہیں۔ ایک دفعہ آپ نے ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرتے سنا کہ وہ اسے دس ہزار درہم عطا کردے۔ آپ گھر تشریف لے گئے اوراس کی طرف دس ہزار درہم بھیج دیئے۔

ایک مرتبہ ایک آدمی نے آپ سے صدقہ مانگا۔ آپ کے پاس اس وقت کوئی چیز نہیں تھی۔ آپ نے بغیر دیئے اسے واپس کرنے سے شرم وحیا محسوس کی، اس سے فرمایا:

''کیا میں تمہیں ایسی بات نہ بتاؤں جس سے تمہیں بھلائی حاصل ہو؟ اور تمہارا فائدہ ہو۔؟''

اس نے عرض کیا:

''کیوں نہیں! حضرت ضرور بتایئے! وہ کیا ہے؟''

فرمایا: خلیفہ کے ہاں جایئے، اس کی بیٹی فوت ہوگئی ہے، اس کا انہیں شدید غم ہے، کسی سے ماتم پرسی کا کوئی کلمہ انہوں نے نہیں سنا تو ان کلمات کے ساتھ ان کی ماتم پرسی کر:

((''الحمد الله الذی سترها بجلوسك علی قبرها و ما هتكها بجلوسها علی قبرك''))

''سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہیں جس نے تمہارے اس کی قبر پر بیٹھنے سے اس کی پردہ پوشی فرمائی ہے۔ تمہاری قبر پر بیٹھنے سے اس کی پردہ داری نہیں فرمائی (یعنی وہ تم سے پہلے وفات پا چکی ہے تم نے اپنے ہاتھوں سے اس کو دفنایا ہے۔ اب تم اس کی قبر پر بیٹھے ہو ایسا نہیں ہوا کہ تم اس سے پہلے وفات پا جاتے وہ تمہاری قبر پر آتی، واویلا کرتی اوراس کی پردہ دری ہوتی)''

چنانچہ بموجب ارشاد وہ آدمی خلیفہ کے پاس گیا اور جیسے آپ نے حکم دیا ویسے ہی کیا۔ اس کے تعزیتی کلمات سن کر خلیفہ کا رنج وغم قدرے کم ہوا اوراسے انعام دینے کا حکم دیا اور کہا:

''کیا یہ تیرا کلام ہے؟''

Marfat.com

اس نے کہا: نہیں یہ تو حضرت حسن کا کلام ہے۔ خلیفہ نے کہا: تو نے سچ کہا ہے۔ وہ تو کلام فصیح کا منبع ہیں، اور اسے اور انعام دینے کا حکم دیا۔

ایک آدمی حضرت حسن کے پاس تنگی حال کی شکایت لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے اپنے وکیل (خزانچی) کو بلایا اور اخراجات اور آمدنی کے بارے میں اس سے حساب لینے لگے۔ یہاں تک کہ اس سے پورا پورا حساب لے لیا۔ پھر خزانچی سے فرمایا:

''جو زائد ہے وہ لائیے۔''

چنانچہ اس نے پچاس ہزار درہم پیش کیے۔ پھر آپ نے اس سے پوچھا:

''وہ پانچ سو دینار کدھر ہیں جو تیرے پاس تھے؟''

اس نے عرض کی: میرے پاس ہیں۔ فرمایا: لے آیئے۔ جب وہ لے آیا تو آپ نے وہ سارے درہم اور دینار اس سائل کو دے دیئے اور اس سے معذرت بھی کی۔

ایک دن امام حسن رضی اللہ عنہ مع اپنے بھائی حضرت امام حسین حج کے ارادہ سے نکلے، ان کے ہمراہ ان کے چچا زاد بھائی عبداللہ بن جعفر بھی تھے۔ تھوڑا راستہ طے کرنے کے بعد سامان سفر اٹھانے سے یہ دونوں حضرات عاجز آ گئے، بھوک اور پیاس نے ستایا۔ ایک خیمہ پر نظر پڑی، اس کی طرف چل دیئے، وہاں ایک بوڑھی عورت ملی۔ اس سے پوچھا:

''پینے کو کچھ ہے۔؟''

اس نے ہاں میں جواب دیا۔ یہ سن کر اپنے لبادے اتارے، بیٹھ گئے، اس کے پاس صرف ایک بکری تھی۔ وہ عورت کہنے لگی:

اسے دو ہیے اور اس کا دودھ پیجیے۔ چنانچہ ان حضرات نے ایسا کیا۔ پھر کہنے لگے: کیا کھانے کو کچھ ہے؟

وہ عورت کہنے لگی:

''یہ گھٹیا اور بچا کھچا مال ہے۔ اس کے علاوہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ تم میں سے کوئی اس کو ذبح کرے اور اس دوران میں تمہارے لئے لکڑیاں جمع کر کے لاتی ہوں۔ اسے بھونئے اور کھایئے۔''

انہوں نے ایسا کیا۔ جب دوپہر کا وقت گزر گیا۔ کچھ دیر آرام کر لیا ٹھنڈک ہو گئی تو یہ حضرات اس کے ہاں سے چل دیئے اور اس سے کہا:

''اے عورت! ہم قریش کے افراد ہیں۔ اس طرف یعنی مکہ معظمہ جانا چاہتے ہیں۔ صحیح وسالم واپس آئے تو ہمارے پاس آیئے، ہم تیرے ساتھ نیکی کریں گے۔ انشاء اللہ!''

یہ کہہ کر چل دیئے۔ جب اس کا خاوند آیا، اسے اس کی کارکردگی کا علم ہوا تو اس سے کہنے لگا:

''تیری خرابی ہو، اپنی بکری ایسے لوگوں کیلئے ذبح کرتی ہے جنہیں ہم جانتے ہی نہیں۔''

اس سے بتایا کہ وہ خاندان قریش کے افراد تھے چنانچہ کچھ عرصہ بعد قحط کا سال آ گیا، وہ دونوں میاں بیوی گھر سے نکلنے پر مجبور ہو گئے۔ مدینہ منورہ جانے کیلئے مجبور ہو گئے، یہاں پہنچ کر مینگنیاں جمع کرنے لگے، اسی اثناء میں مدینہ منورہ کی ایک گلی میں ٹوکری اٹھائے جا رہے تھے، امام حسن اس دن اپنے گھر کے دروازے پر تشریف فرما تھے، آپ کی نظر اس عورت پر پڑی، اسے پہچان لیا اور آواز دے کر فرمانے لگے:

''اے اللہ کی بندی! کیا تو مجھے پہچانتی ہے؟''

اس نے نفی میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا:

Marfat.com

''میں تیرے انہیں مہمانوں میں سے ہوں جو فلاں دن، فلاں سال اور فلاں جگہ تیرے ہاں آئے تھے۔''
وہ کہنے لگی:
''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! میں تمہیں نہیں پہچانتی۔''
آپ نے اس سے فرمایا: تو اگر مجھے نہیں پہچانتی تو میں تو تمہیں پہچانتا ہوں۔ پھر آپ نے اپنے غلام کو حکم دیا: صدقہ کی بکریوں میں سے ایک ہزار بکریاں خرید، آپ نے ان کو وہ عطا کردیں اور اس عورت کو ایک ہزار دینار بھی دیئے، پھر اسے اپنے بھائی حضرت حسین کے پاس بھیجا، جب وہ آپ کے پاس آئی تو آپ نے بھی اس کو پہچان لیا۔ غلام سے پوچھا: میرے بھائی حسن نے اس کو کیا کچھ دیا ہے؟ جب اس نے بتایا تو آپ نے بھی اس کو اتنا ہی دینے کا حکم دیا جتنا امام حسن نے دیا تھا...... بعدازاں اسے اپنے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن جعفر کے ہاں بھیجا۔ جب وہ ان کے پاس آئی تو انہوں نے بھی اس کو پہچان لیا۔ فرمایا: بخدا اگر اس نے مجھ سے ابتداء کی ہوتی تو میں ان دونوں سے سبقت لے جاتا۔ پھر حکم دیا کہ اس عورت کو دو ہزار بھیڑیں اور دو ہزار دینار دیئے جائیں۔
ایک دفعہ لوگ امام حسن سے کہنے لگے:
''حضرت! ہم آپ کو دیکھتے ہیں آپ سائل کو کبھی بھی خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے۔ خواہ آپ خود فاقہ میں بھی کیوں نہ ہوں۔؟''
فرمایا:
''میں خود اللہ سے مانگنے والا ہوں اور اس کی ذات میں ہی رغبت رکھنے والا ہوں۔ اس سے حیاء کرتا ہوں کہ میں سائل بنوں اور سائل (خالی ہاتھ) ہی لوٹا دیا جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے میری ایک عادت بنادی ہے وہ یہ کہ مجھے اس بات کا عادی کردیا ہے کہ وہ نعمتوں پر نعمتیں مجھ پر برساتا ہے اور ان نعمتوں نے مجھے اس کا خوگر بنادیا ہے کہ میں انہیں اس کی مخلوق پر نچھاور کرتا رہوں، اگر میں نے اپنی یہ عادت ترک کردی تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ اپنی عادت مجھ سے نہ روک لے۔ نعمتیں برسنے کی جو مجھے عادت ہو چکی ہے وہ نہ چھوٹ جائے۔''
پھر انہیں درج ذیل اشعار پڑھ کر سنائے:

اذا ما اتانی سائل قلت مرحبا
بمن فضلہ فرض علی معجل
ومن فضلہ فضل علی کل فاضل
وافضل ایام الفتی حین یسال

''جب میرے پاس کوئی سائل آتا ہے تو میں اسے خوش آمدید کہتا ہوں گویا میں ایسے شخص کو خوش آمدید کہہ رہا ہوں جس کا مجھ پر احسان ہے جس کی شکرگزاری میرا ایسا فرض ہے جو جلد ادا کیا جائے۔ اس کے احسان اور اس کی مہربانی سے یہ ہر صاحب فضیلت شخص پر اس کا انعام ہے اور ایک نوجوان کے سب سے بہتر ایام وہ ہوتے ہیں جن میں اس سے مانگا جائے۔''
(یہ تمام واقعات صفۃ الصفوۃ ۱/۷۶۰، سیر اعلام النبلاء ۳/۲۵۳۔۲۶۰ اور ملتقی الاصفیاء ۳۸ میں موجود ہیں۔)
جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ آپ کا اس کثرت سے شادیاں کرنا لوگوں کا آپ کے ساتھ سسرالی رشتہ قائم کرنے کی خواہش کے پیش نظر تھا، آپ کی جملہ اولاد تقریباً گیارہ کے لگ بھگ تھے۔ ان میں سے پانچ اپنے چچا حضرت حسین رضی اللہ

Marfat.com

عنہ کے ساتھ شہید ہوئے، جن کے نام یہ ہیں:

جناب زید علیہ الرحمۃ۔

جناب حسن علیہ الرحمۃ۔

جناب قاسم علیہ الرحمۃ۔

جناب ابوبکر علیہ الرحمۃ۔

جناب عبداللہ علیہ الرحمۃ۔

چھ باقی رہے اور وہ عمرو، عبدالرحمن، حسین، محمد، یعقوب اور اسماعیل علیہم الرحمۃ تھے۔

کثرت سے شادیاں کرنے کی وجہ:

امام حسن کا کثرت سے شادیاں کرنا شہوانی مزاج یا لزائذ اور متاع دنیا میں انہماک کے باعث نہیں تھا۔ یہ بات ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ حضرت حسن حضرت فاطمہ بنت رسول کے پہلوٹے بیٹے تھے اور تمام لوگوں سے بڑھ کر اپنے نانا مصطفیٰ ﷺ سے مشابہت رکھتے تھے اور خاص طور پر قریش اور عموماً تمام مسلمانوں میں مجد و شرافت کے اعلیٰ درجے پر فائز تھے، لوگ اس بات کے بڑے خواہشمند تھے کہ وہ آپ سے سسرالی رشتہ قائم کرنے کا شرف حاصل کریں، انہیں امید تھی کہ اس ذریعے سے وہ آپ کے چند بیٹوں کے بھائی بن جائیں گے، جو نبی کریم ﷺ کی نسل اور آپ کے اہل بیت میں سے پسماندگان ہوں گے۔

زیادہ نکاح کرنا اور زیادہ طلاق دینا:

امام حسن بہت زیادہ شادیاں کرتے اور طلاق دیتے۔ لوگ بہت زیادہ یہ سسرالی رشتہ آپ پر پیش کرتے تاکہ ان کا نسب جناب رسول اللہ ﷺ کے نسب کے ساتھ مل جائے۔ یہ معاملہ اس حد تک بڑھ گیا کہ ان کے والد ماجد ایک دن کوفہ میں منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا:

(("یااهل الكوفة لا تزوجوا الحسن فانه مطلاق"))

"اے اہل کوفہ! حضرت حسن سے رشتہ نہ کرو کیونکہ وہ بہت زیادہ طلاق دینے والے ہیں۔"

یہ سن کر ہمدان کا ایک آدمی کھڑا ہوا اور عرض کی:

(("والله لنزوجنه فمن رضي امسك ومن كره طلق"))

"بخدا! ہم ضرور بضرور ان کو رشتہ دیں گے، جس بیوی سے وہ راضی ہوں اسے اپنے حبالہ عقد میں رکھیں اور جس کو ناپسند کریں اسے طلاق دے دیں۔ کچھ پرواہ نہیں۔"

(احمد نے المسند ۲/۵۳۲ اور الفضائل (۱۴۰۷) میں اسے روایت کیا ہے۔ الفاظ ان کے ہیں، اس کی اصل بخاری و مسلم میں موجود ہے) بخاری نمبر ۲۱۲۲، ۵۸۸۴ فتح الباری (۴/۳۳۹، ۱۰/۳۳۲، مسلم نمبر ۲۴۲۱) ۴/۱۸۸۲)

انتہائی شرافت:

امام حسن کی عظمت و شرافت کا یہ عالم تھا کہ آپ نہ کسی دعوئی میں شریک ہوتے اور نہ ہی کسی جھگڑے میں پڑتے، جب

Marfat.com

تک قاضی کو نہ دیکھتے عدالت میں اپنا مقدمہ اور اپنی درخواست دائر نہ کرتے، جو کرتے وہی کہتے اور جو کہتے وہی کرتے، اپنے بھائیوں دوستوں سے کبھی بھی غافل نہ رہتے، انہیں نظر انداز کر کے کوئی چیز اپنے لئے خاص نہ کر لیتے۔ کوئی معذرت کرتا تو اس کو ملامت نہ کرتے۔ جب کوئی دو ایسے آدمیوں کا معاملہ اپنے ہاتھ میں لیتے جن کے بارے میں یہ واضح نہ ہوتا کہ ان دونوں میں سے حق کے زیادہ قریب کون سا ہے تو ان میں سے جو ان کے اپنی خواہش کے زیادہ قریب ہوتا (خواہشات کے اسیر) اس کی مخالفت کرتے۔

امام حسن سید ہیں:

جناب رسول اللہ ﷺ کا یہ قول ان کیلئے کافی ہے، ابوبکرۃ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

((رایت النبی ﷺ علی المنبر والحسن بن علی معه وهو یقبل علی الناس مرة و علیه مرة و یقول "ان ابنی هذا سید، ولعل الله ان یصلح به بین فئتین من المسلمین"))

(یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جن کی روایت امام بخاری نے کی ہے۔ احمد نے المسند (۱/۲۰۰ میں الداری نے ۱/۳۷۳ میں البیہقی نے ۲۰۹،۲۹۸ میں الدولابی نے الذریۃ الطاہرۃ ۸۱ میں، ابوداؤد نے نمبر ۱۲۲۵ کے تحت ترمذی نے ۳۷۷۳ نمبر کے تحت اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اسے حسن کہا ہے۔ نسائی ۳/۲۰۹ میں ابن ماجہ ۱/۱۰۸ میں حمیدی ۷۹۳ میں عبدالرزاق اپنی مصنف ۲۰۹۸۱ میں طبرانی ۲۵۹۰-۲۵۹۷ میں ابن حبان ۲۰۱۲ میں اس کو روایت کرتے ہیں۔ ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے، حاکم اپنی المستدرک ۳/۱۷۲ میں اس کو لائے ہیں اسے صحیح کہا ہے۔ ذہبی نے اس سے سکوت کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے اپنی "تلخیص الحبیر" ۱/۹۲-۹۵ میں اس پر طویل گفتگو کی ہے۔)

"میں نے جناب نبی کریم ﷺ کو منبر پر تشریف فرما دیکھا اور حسن بن علی بھی ان کے ساتھ منبر پر جلوہ افروز تھے۔ آپ ﷺ کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی ان کی طرف اور فرماتے: "بے شک میرا یہ بیٹا سردار ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کروائے گا"

قتل وقتال سے پرہیز:

ابوبکرۃ نے کہا کہ جب امام حسن خلیفہ بنے تو آپ کے زمانہ خلافت میں ایک قطرہ خون بھی نہیں بہایا گیا۔

مجاہد فی سبیل اللہ:

اپنی اس عبادت، قربانی اور سخاوت کے ساتھ ساتھ بہت بڑے بہادر اور بلا کے سرفروش مجاہد تھے۔ بہت ساری جنگوں میں ان کے بہادرانہ کارنامے برسر عام آئے۔ (منتقی الاصفیاء ۳۹)

دنیا سے بے رغبتی اور پیدل حج کرنا:

اس امام عظیم کے زہد و تقویٰ اور دنیا سے کنارہ کشی کے کیا کہنے کہ جس نے ان کو پاپیادہ حج کرنے پر آمادہ کیا، حالانکہ عمدہ قسم کی سواریاں ان کے آگے چلائی جاتی تھیں اور ان کی خدمات پر مامور رہتی تھیں۔ لوگوں نے آپ کے پندرہ پاپیادہ حج گنوائے ہیں بعض کے خیال کے مطابق ان کی تعداد بیس تک پہنچتی ہے۔ اس بارے میں آپ کا یہ قول مشہور ہے:

(("انی لا ستحیی من ربی ان القاه ولم آمش الی بیته"))

"میں اپنے رب سے حیاء کرتا ہوں کہ میں اس حال میں اس سے ملاقات کروں کہ میں اس کے گھر کی طرف پاپیادہ چل کر بھی نہ

Marfat.com

گیا ہوں۔"

امام بخاری نے اپنی صحیح میں تعلیق باندھی ہے کہ آپ نے پا پیادہ حج کیا، حالانکہ عمدہ قسم کی اونٹنیاں آپ کے آگے آگے موجود تھیں۔

(سیر اعلام النبلاء ۳/ ۹۷، ملحقی الاصفیاء۔ صفۃ الصفوۃ ۱/ ۷۶۰، تہذیب ابن عساکر ۴/ ۲۱۷،۲۱۶، حلیۃ الاولیا ۲/ ۳۷، البدایۃ النہایۃ ۸/ ۳۷ اور سیر اعلان النبلا ۳/ ۲۵۳، ۲۶۷)

روزہ اور انفاق فی سبیل اللہ:

آپ دن بھر روزہ رکھنے اور رات کو قیام کرنے میں مشہور تھے۔ آپ نے اپنے مال سے دو دفعہ اللہ تعالیٰ کا حصہ نکالا اور تین دفعہ اپنا سارا مال خدا تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر دیا۔

اخلاق وسیرت اور امہات المومنین وصحابہ کی صحبت:

حضرت امام حسن مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے، آپ بے حد خوش اخلاق، شیریں کلام، رہن سہن اور میل جول کے لحاظ سے قابل تعریف، دوستی کے لحاظ سے بہت عمدہ اور لوگوں سے محبت رکھنے والے انسان تھے۔ وہ آپ کی خوش خلقی، جناب نبی کریم ﷺ کے ہاں آپ کی قدر ومنزلت اور آپ کے جود وسخا کے باعث آپ کے گرویدہ تھے۔ جب آپ صبح کی نماز پڑھ لیتے، دن چڑھ جاتا، تو امہات المومنین کے گھروں میں ان کی ملاقات کیلئے تشریف لے جاتے، ان کے ساتھ احسان فرماتے، ان کی خدمت میں تحائف پیش کرتے، جب ظہر کی نماز سے فارغ ہو جاتے، لوگوں کو پڑھانے بیٹھ جاتے اور بزرگ صحابہ سے حدیثیں سنتے جو انہوں نے حضرت جناب رسول کریم سے سیکھی تھیں۔

حضرت علی کے سوالات اور حضرت حسن کے جوابات:

ایک دن امام حسن کے والد ماجد حضرت علی نے آپ سے پوچھا:

"اے بیٹے! "سداد" کیا ہے؟"

عرض کی:

"نیکی کے ساتھ برائی کو ٹالنا۔"

فرمایا:

"شرف کیا ہے؟"

عرض کی:

"رشتہ داروں کے ساتھ بنا کے رکھنا اور ان کے بوجھ اٹھانا۔"

فرمایا:

"سماع کیا ہے؟"

عرض کی:

"تنگی اور آسانی دونوں میں مال خرچ کرنا۔"

Marfat.com

فرمایا:

''اللوم'' کیا ہے۔؟''

عرض کی:

''ایک آدمی مال جمع کرے اور اس کیلئے اپنے عزت وآبرو کو قربان کردے۔''

فرمایا:

''جبن'' کیا ہے؟''

عرض کی:

''دوست پر چڑھائی کرنا اور دشمن سے پیچھے ہٹ جانا۔''

فرمایا:

''غناء کیا ہے؟''

عرض کی:

''جو اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا ہے خواہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو اس پر راضی رہنا۔''

فرمایا:

''حلم کیا ہے؟''

عرض کی:

''غصہ پی جانا اور اپنے آپ پر قابو رکھنا۔''

فرمایا:

''منعتہ'' کیا ہے۔؟''

عرض کی:

''سخت بہادر اور قوی ترین لوگوں سے مقابلہ۔''

فرمایا:

''الذل'' کیا ہے؟''

عرض کی:

''حملے کے وقت خوف زدہ ہو جانا۔''

فرمایا:

''کلفتہ'' کیا ہے؟''

عرض کی:

''کسی انسان کا کسی ایسے معاملہ اور موضوع میں گفتگو کرنا جو اس کے مطلب کی نہ ہو۔''

پوچھا:

''مجد'' کیا ہے؟''

Marfat.com

عرض کی کہ تاوان اور چٹی کے وقت بخشش کرنا اور جرم سے درگزر کرنا۔ فرمایا:

''السود'' کیا ہے؟''

عرض کی:

''اچھی اور عمدہ باتوں کا کرنا اور بری باتوں کو چھوڑ دینا۔''

فرمایا:

''السفہ'' کیا ہے؟''

عرض کی:

''گھٹیاپن اختیار کرنا اور گمراہی سے محبت کرنا۔''

فرمایا:

''الغفلتہ'' کیا ہے؟''

عرض کی:

''عبادت گزار سے کنارہ کشی اختیار کرنا اور مفسد کی پیروی کرنا۔''

ہلاکت کے تین اسباب:

امام حسن فرمایا کرتے تھے:

''لوگوں کی ہلاکت تین چیزوں میں ہے: غرور، لالچ اور حسد، غرور بربادی دین کا سبب ہے۔ اسی کی وجہ سے ابلیس ملعون ٹھہرا، لالچ نفس کا دشمن ہے، اسی کے سبب سے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جنت سے نکالا گیا۔ حسد برا راہبر ہے، اسی کی وجہ سے قابیل نے ہابیل کو قتل کیا۔''

سیدنا عثمان غنی کی حفاظت:

اپنے بھائی اور اپنے دیگر حلیفوں کے ہمراہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دروازے پر فتنہ انگیز لشکروں کو روکنے اور باغیوں کو آپ سے دور کرنے کیلئے ان کا کھڑا ہونا تاریخ کبھی بھی نہیں بھلاسکتی، یہی وجہ ہے کہ یہ باغی دروازے سے تو داخل نہ ہوسکے، مگر گھر کے پچھواڑے سے دیوار پھلانگ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک پہنچ گئے، جہاں سے وہ حضرات حسنین اور ان کے ساتھیوں کی نظروں سے اوجھل تھے۔

حضرت امام حسن اور فتنہ کے ایام:

فتنہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت حسن کی اپنی ایک رائے تھے۔ آپ نے اپنے والد ماجد کو یہ مشورہ دیا کہ وہ لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرلیں، بلکہ سرے سے مدینہ منورہ ہی چھوڑ دیں اور فتنہ فرو ہونے تک ینبع جا کر اپنی جاگیر میں گوشہ نشین ہو جائیں۔ ایسے ہی جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کردیئے گئے تو بھی ان کی رائے وہی تھی کہ ان کے والد مدینہ منورہ کو خیرباد کہہ دیں اور لوگوں کی بیعت نہ لیں، حالات درست ہونے تک خلافت کسی اور کیلئے چھوڑ دیں۔

Marfat.com

امام حسن اور خلافت کی سپردگی:

امام حسن ہمیشہ اپنے والد ماجد کے ساتھ رہے، تمام معرکوں میں آپ کے ساتھ شریک ہوئے جس وقت آپ نے دیکھا کہ آپ کے والد ماجد کی سواریوں کا رخ عراق کی طرف ہوگیا ہے تو آپ رونے لگ گئے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تو لوگوں نے ان کے بیٹے حضرت حسن کی بطور خلیفۃ المسلمین کے بیعت کر لی، کوفہ والے قتل وقتال پر آمادہ نظر آنے لگے، آپ نے ان کا آپس میں انتشار وافتراق اور اس سے پہلے اپنے والد کے ساتھ ان کی مخالفت کو یاد کیا تو صلح پر راضی ہو گئے۔ حکومت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی۔ جنہوں نے اپنی طرف سے یہ پیشکش کی تھی کہ ان کے بعد ولی عہدی امام حسن کیلئے ہی ہوگی، مگر حضرت امام حسن نے یہ شرط لکھوائی کہ حضرت معاویہ کو اپنے بعد کسی کو اپنا ولی عہد نامزد کرنے کا حق نہیں ہے، بلکہ یہ معاملہ شوریٰ کی ذمہ داری ہے۔

(سیر اعلام النبلاء ۳/۷۹، ملتقی الاصفیاء۔ صفۃ الصفوۃ ۱/۷۶۰، تہذیب ابن عساکر ۴/۲۱۶ ۲۱۷، حلیۃ الاولیا ۲/۳۷، البدایۃ النہایۃ ۸/۳۷ اور سیر اعلان النبلا ۳/۲۵۳، ۲۶۷)

جناب امیر معاویہ کو خلافت سپرد کرتے وقت حضرت امام حسن کا خطبہ:

جب حضرت امیر معاویہ اور امام حسن دونوں حضرات کوفہ میں ایک دوسرے سے ملے۔ امام حسن خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے اور دیگر باتوں کے علاوہ یہ بھی فرمایا:

(("یایھا الناس، ان الیس الکیس التقی، واحمق الحمق الفجور، ان ھذا الامر سلمتہ لمعاویتہ، اما ان یکون حق رجل کان احق بہ منی فاخذ حقہ، واما ان یکون حقی فترکتہ لصلاح امۃ محمد علی صاحبھا السلام و حقن ندماء ھاء فالحمد للہ الذی اکرم بنا آولکم و حقن بنا دماء آخر کم"))

"اے لوگو! بے شک سب سے بڑا دانا پرہیز گار ہے اور سب سے بڑا بے وقوف فاسق وفاجر ہے، میں نے یہ معاملہ (حکومت) معاویہ کے سپرد کر دیا ہے یہ یا تو ایک ایسے آدمی کا حق تھا جو اس کا مجھ سے زیادہ حق دار تھا۔ چنانچہ اس نے اپنا حق لے لیا یا میرا حق تھا تو میں اپنے حق سے جناب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت کی بہتری کی خاطر اور ان کا خون بچانے کیلئے دستبردار ہو گیا ہوں۔ سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہیں جس نے ہمارے ذریعے تمہارے پہلوں کو عزت بخشی اور ہمارے وسیلے سے تمہارے پچھلوں کا خون بچایا۔"

(امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء ۳/۲۶۱ میں واقدی سے نقل کیا ہے۔ تہذیب ابن عساکر ۴/۲۲۲۔۲۲۵، سیر اعلام النبلاء ۳/۱۶۴) یہ واقعہ جمادی الاولیٰ کے وسط ۴۱ھ میں پیش آیا۔

رسول اللہ کی خبر:

اس سے جناب نبی کریم ﷺ کی اس دن والی پیش گوئی پوری ہوئی جس دن آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

(("ان ابنی ھذا سید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فتین من المسلمین"))

"بے شک میرا یہ بیٹا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ سے یہ امید ہے کہ وہ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح

Marfat.com

کروائے گا۔"
(المستدرک الحاکم ۳/ ۱۷۵، مصنف عبدالرزاق ۱۱/ ۴۵۲ فضائل الصحابۃ، امام احمد نمبر ۱۳۵۵، سیر اعلام النبلاء ۳/ ۲۷۱، منتقی الاصفیاء ۴۰)

خلافت راشدہ کا اختتام:

امام حسن کے خلافت سے دستبردار ہونے کے ساتھ ہی خلافت راشدہ کی مدت بھی ختم ہوگئی جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے فرمادیا تھا کہ اس کی مدت تیس سال ہوگی۔

امام حسن پر لوگوں کا عتاب:

جب دستبردار ہونے کی بناء پر آپ کی سرزنش کی گئی تو عتاب کرنے والوں سے آپ نے فرمایا تھا۔ میں نے یہ ناپسند کیا کہ میں اللہ عزوجل سے اس حال مین ملاقات کروں کہ ستر ہزار انسانوں کی گردنوں سے خون بہہ رہا ہو اور ان میں سے ہر ایک کی یہ پکار ہو کہ اے میرے رب! میں کس گناہ کی پاداش میں قتل کیا گیا ہوں؟

وصال مبارک:

آپ کو زہر دیا گیا، پچاس ہجری میں آپ کی وفات ہوئی۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی وسیع رحمتوں سے نوازے۔ آمین۔
(حاکم اس کو المستدرک ۳/ ۱۷۵۔ صفۃ الصفوۃ ۱/ ۷۶۲ سیر اعلام النبلاء ۳/ ۲۷۷، الاستیعاب ابن عبدالبر ۱/ ۳۷۴ کی طرف رجوع کیجئے۔

اقوال امام حسن خلیفہ پنجم:

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

☆: "جس میت کے پاس سورۃ یاسین پڑھی جائے اللہ اس پر (موت میں) آسانی کرتا ہے۔"
☆: "لائق (معتبر وصحیح) حدیث لوگوں کو نہ سنانے والا ایسا ہے جیسا نالائق (غیر معتبر) حدیث کو سنانے والا۔"
☆: "باپ نے اولاد کو عمدہ ادب سکھلانے سے زیادہ عمدہ کوئی چیز نہیں دی۔"
☆: عورتوں سے متعہ کرنا حرام ہے (کچھ رقم دے کر مدت معین تک بطور زوجہ کے رکھنا)۔"
☆: "ہر ایک منافق چرب زبان سے بچو۔"
☆: "کاشتکاری میں برکت رکھی گئی ہے۔"
☆: "بہترین حسن عمدہ خلق ہے۔"
☆: "سفید لباس عمدہ ترین لباس ہے۔"
☆: "جب تم حاکم ہو جاؤ تو رعایا پروری کرو اور اپنے ماتحتوں کو معاف کرو۔"
☆: "قرآن مجید کو عمدہ آواز سے پڑھنا مسنون ہے۔"
☆: "سب اعمال سے پیارا اللہ کے نزدیک زبان کی حفاظت کرنا ہے۔"
☆: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل بیت میں سے مجھے زیادہ محبوب حسن اور حسین ہیں۔"
☆: "اللہ کے نزدیک معزز ترین گھر وہ ہے جہاں یتیم کی عزت کی جاتی ہے۔"

Marfat.com

☆: ''اللہ تعالیٰ کو سچی بات سب سے زیادہ پسند ہے۔''

☆: ''اللہ کو وہ طعام زیادہ پسند ہے جس پر بہت سے ہاتھ پڑتے ہوں۔''

☆: ''اللہ کو وہ بندہ سب سے زیادہ پسند ہے جو اپنے عیال کو زیادہ نفع پہنچائے۔''

☆: ''اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ کم کھانے والا اور ہلکے بدن والا ہے۔''

☆: ''لوگوں پر بدگمانی کرنے سے خود کو بچاؤ۔''

☆: ''مومنوں کی متاع گم شدہ (علم) کی ان کیلئے حفاظت کرو۔''

☆: ''مسلمان کی بددعا اور اس کی فراست سے بچو۔''

☆: ''دو قسم کی پوشاک سے بچو جو باعث شہرت ہیں، ایک اون اور دوسری ریشم۔''

☆: ''تمہارے حسب تمہارے اخلاق ہیں اور تمہارے نسب تمہارے اعمال۔''

☆: ''اچھا قرآن پڑھنے والا وہ ہے جو قرآن پڑھتے وقت غمگین ہو۔''

☆: ''بہترین اخلاق انبیاء کے اخلاق ہیں۔''

☆: ''اپنی زبان کی حفاظت کرو۔''

☆: ''عورتوں کیلئے ان کی خواہشات کا لحاظ رکھو۔''

☆: ''کھجور کا درخت مومن جیسا ہے۔''

☆: ''جس عورت کا حق مہر کم ہو وہ عورتوں میں زیادہ برکت والی ہے۔''

☆: ''اپنا عمل خالص کر! تھوڑا سا بھی تجھے کافی ہو رہے گا۔''

☆: ''گمراہ کن علماء اور حکام اس امت کے لیے بہت خوف کن ہیں۔''

☆: ''مغرب کے فرائض کے بعد دو رکعت سنت ہیں۔''

☆: ''جس نے امانت رکھنے کو دی اسے ادا کرو اور جس نے خیانت کی اس کی خیانت نہ کرو۔''

☆: ''مسلمانوں کو ان کے ناموں سے بلاؤ۔''

☆: ''باپ کی دوستی کی حفاظت کرو اسے قطع نہ کرو۔''

☆: ''اس امت میں فتنہ تکذیب قرآن بھی رونما ہوگا۔''

☆: ''مہندی عمدہ ترین خوشبو ہے۔''

☆: ''اس امت کا (فقہی) اختلاف رحمت ہے۔''

☆: ''اپنی زبان کو سوائے ذکر خیر کے ہر چیز سے محفوظ رکھو۔''

☆: ''منگنی کو پوشیدہ رکھو اور نکاح کا اظہار کرو۔''

Marfat.com

☆: ''تم میں بڑا خائن وہ ہے جو ہمارے عمل کے حکم کرنے پر زیادہ حریص ہو (مگر خود بے عمل ہو)''

☆: ''بری خصلت بری رگ کی طرح ہے اور بری رگ انسان کو پامال کرتی ہے۔''

☆: ''شبہ کی وجہ سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں۔''

☆: ''حضرت ادریس چوتھے آسمان پر ہیں۔''

☆: ''قبولیت کے یقین کے ساتھ اللہ سے دعا کرو گے تو ضرور قبول ہوگی۔''

☆: ''شہداء کو ان کے خون اور ان کے کپڑوں میں دفن کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے۔''

☆: ''دو سالنوں والا برتن ناپسندیدہ برتن ہے۔''

☆: ''کسی غیرت کو اللہ پسند کرتا ہے اور کسی کو ناپسند۔''

☆: ''بوڑھے مسلمان کی عزت کرنا اللہ کی عزت کرنا ہے۔''

☆: ''بڑی خیانت والا وہ حاکم ہے جو اپنی رعایا میں تجارت کرے۔''

☆: ''یہ عمدہ سفارش ہے کہ تو نکاح کیلئے دو شخصوں میں سفارش کرے۔''

☆: ''قرب قیامت میں سے ہے کہ شخص بغیر کسی بیماری کے مرجائے (جیسے ہارٹ اٹیک یا حادثہ)''

☆: ''بڑے گناہوں میں سے ہے اللہ کا شریک بنانا اور جھوٹی قسم کھانا۔''

☆: ''کھانے کی برکت سے ہے کہ کھانے پر ایسا شخص حاضر ہو جو نبی کا ہمنام ہو۔''

☆: ''سلام کی تکمیل سے یہ بات ہے کہ ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کیا جائے۔''

☆: ''نماز کی تکمیل سے ہے کہ ہاتھ پاؤں میں سکون رکھے۔''

☆: ''لغو باتوں کو چھوڑ دینا بھی حسن اخلاق میں سے ہے۔''

☆: ''انسان کی عمدہ عبادت سے ہے کہ وہ اللہ پر نیک گمان رکھے۔''

☆: ''مشک بہترین خوشبو ہے۔''

☆: ''انسان کی سعادت سے ہے کہ وہ (شکل و نیک عمل میں) اپنے باپ کے مشابہ ہو۔''

☆: ''اپنے باپ کے دوست سے تعلق قائم رکھنا نیکی سے ہے۔''

☆: ''میں سیرت و صورت میں نبی کریم اور علی المرتضیٰ کے مشابہ ہوں۔''

☆: ''یہ تواضع سے ہے کہ آدمی اپنے بھائی کا جھوٹا پیئے۔''

☆: ''تشہد آہستہ پڑھنا سنت ہے۔''

☆: ''عید کی نماز کو پاپیادہ جانا سنت ہے۔''

☆: ''سیراب ہونے کے بعد جنگل میں پانی سے روکنا گناہ کبیرہ ہے۔''

Marfat.com

☆: ''ایک بھائی کا دوسرے بھائی کی بات کیلئے چپ رہنا مروت سے ہے۔''
☆: ''جس طعام پر زیادہ ہاتھ پڑیں وہ اللہ کو محبوب ہے۔''
☆: ''قیامت کی علامات سے ہے کہ لوگ مساجد میں (مساجد کے یا اپنے بارے میں) فخر کریں گے۔''
☆: ''ہلال (پہلی تاریخ کے چاند) کا موٹا ہونا قرب قیامت کی نشانی ہے۔''
☆: ''عرب کا ہلاک ہونا قرب قیامت کی نشانی ہے۔''
☆: ''اس امت کے بعض افراد مرنے کے بعد گفتگو کریں گے۔''
☆: ''صف کی درستگی نماز کا کمال ہے۔''
☆: ''بیمار پرسی کے کمال سے ہے کہ بیمار کے پاس تھوڑی دیر بیٹھے۔''
☆: ''لمبا قیام نماز کے حسن سے ہے۔''
☆: ''صف کو درست کرنا نماز کی عمدگی سے ہے۔''
☆: ''تم میں سے جس کے اخلاق زیادہ عمدہ ہوں وہ تمہارے اچھے لوگوں سے ہے۔''
☆: ''روزہ دار کی عمدہ خصلت اس کا مسواک کرنا ہے۔''
☆: ''دعا کے وقت چھینک کا آنا سعادت ہے۔''
☆: ''انسان کی سعادت حسن خلق ہے۔''
☆: ''انسان کی سعادت سے ہے کہ اس کے بھائی نیک ہوں''
☆: ''انسان کا اپنی زندگی کو درست کرنا اس کی عقل مندی سے ہے۔''
☆: ''عورت کی برکت سے یہ ہے کہ اس کا نکاح آسان اور مہر کم ہو۔''
☆: ''اس امت کے بعض (حضرت امام مہدی) کے پیچھے حضرت عیسیٰ نماز پڑھیں گے۔''
☆: ''جس نے اللہ کی محبت کو لوگوں سے محبت پر ترجیح دی اللہ لوگوں کی محتاجی سے اس کو محفوظ رکھے گا۔''
☆: ''جس نے گمشدہ چیز اٹھائی اور اس کی تشہیر نہ کی تو وہ گم شدہ کے حکم میں رہے گی (اس کا استعمال ناجائز ہے)''
☆: ''جس نے اہل بیت نبی کو تکلیف دی اس نے اللہ ورسول کو تکلیف دی۔''
☆: ''جو شخص بادشاہوں کے دروازوں پر آتا رہا وہ فتنہ میں مبتلا ہوگا۔''
☆: ''جس نے حالت حیض میں عورت سے جماع کیا اس نے دین محمد کا انکار کیا۔''
☆: ''جس نے اللہ کیلئے کسی کو بھائی بنایا اس کیلئے اللہ جنت میں گھر بنائے گا۔''
☆: ''جو اللہ سے ڈرے اس کی زبان خاموش ہو جاتی ہے اور وہ اپنا غصہ نہیں نکالتا۔''
☆: ''جو پیٹ کو بھوکا رکھے اس کی فکر تیز اور دل ہوشیار ہو جائے گا۔''

Marfat.com

☆: ''جو شخص اللہ سے محبت رکھے وہ حیا کرتا ہے۔''

☆: ''جس نے عرب سے محبت کی اس نے بلا ریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی۔''

☆: ''خفیف داڑھی انسان کی نیک بختی کی نشانی ہے۔''

☆: ''نعمت کا شکر اس کا اظہار کرنا ہے۔''

☆: ''انسان کی سمجھداری سے یہ ہے کہ وہ اپنا گزارہ نرم خرچ (اعتدال پر) رکھے۔''

☆: ''اسباب مغفرت سے یہ ہے کہ سلام کو عام کرے اور پاکیزہ بات کہے۔''

☆: ''جس نے لوگوں کی تعریف پر اللہ کی حمد کو ترجیح دی اس کی ضروریات کو بندوں کی بجائے اللہ کافی ہوگا۔''

☆: ''دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرو۔''

☆: ''تمہارا قاصد تمہاری عقل کا ترجمان ہوتا ہے اور تمہارا خط تمہارا بہترین ترجمان ہوتا ہے۔''

☆: ''شدید ترین مصائب میں مبتلا ہو جانے والا اس سے زیادہ دعا کا محتاج نہیں ہے جو فی الحال عافیت میں ہے، لیکن معلوم نہیں کہ کب مصیبت میں مبتلا ہو جائے۔''

☆: ''لوگ دنیا کی اولاد ہیں اور کسی کو ماں کی محبت پر برا نہیں کہا جاتا۔''

☆: ''اس امت کی مثال مثل بارش کے ہے۔''

☆: ''ابو بکر صدیق مثل بارش کے ہیں۔ جہاں جائیں گے فائدہ پہنچائیں گے۔''

☆: ''مومن کی مثال اس گھوڑے کی سی ہے جو اپنی کھرلی پر بندھا ہو۔''

☆: ''مومن کی مثال چیونٹی کی سی ہے جو گرمی میں سردی کیلئے جمع کرتی ہے۔''

☆: ''شراب نوش کی مثال گندھک کی سی ہے۔''

☆: ''ہم اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی طرح ہے، جو اس میں سوار ہوا اس نے نجات پائی۔''

☆: ''میدان منیٰ کی مثال رحم کی سی ہے، وہ تنگ ہوتا ہے مگر جب حمل ہو فراخ ہو جاتا ہے۔''

☆: ''لوگوں سے مدارات اور عزت سے پیش آنا صدقہ ہے۔''

☆: موسم سرد کو مرحبا ہو کہ اس میں رحمت نازل ہوتی ہے۔''

☆: ''مسلمان سے سفر میں خوش طبعی کرنا عبادت ہے۔''

☆: ''گردن کا مسح کرنا (جہنم کے) طوق سے امن ہے۔''

☆: ''مسکین ہے مسکین ہے وہ شخص جس کی بیوی نہ ہو۔''

☆: ''اپنے بھائی سے مصافحہ کرنا اس سے صلہ رحمی کرنا ہے۔''

☆: دودھ پی کر کلی کر لیا کرو، کیونکہ دودھ میں چکناہٹ ہوتی ہے۔''

Marfat.com

☆ ''قرآن کے ہر ایک ختم پر دعا مستجاب ہوتی ہے۔''
☆ ''صحابی رسول معاذ بن جبل بہت بڑے عالم ہیں۔''
☆ ''عمر میرے چچا اور قریبی ہیں۔''
☆ ''موت کا مورچہ اور ازدحام کا وقت (عام طور پر) ساڑھ وستر سالہ عمر کے درمیان ہوتا ہے۔''
☆ ''جنت کی چابی لا الہ الا اللہ ہے (کہ بغیر ایمان کے جنت نہیں ملے گی)''
☆ ''میرے والد عمدہ ترین والد ہیں۔''
☆ ''میری ماں اہل جنت میں سے ہے۔''
☆ ''میری نانی جنتی محل میں قیام پذیر ہے۔''
☆ ''عمدہ اخلاق اہل جنت کے اعمال سے ہیں۔''
☆ ''جس نے قوم لوط والا عمل کیا وہ ملعون ہے۔''
☆ ''جس نے (قریبی رشتہ دار) قیدیوں کو جدا کیا وہ ملعون ہے۔''
☆ ''جس نے شطرنج بازی کی وہ ملعون ہے۔''
☆ ''حجر اسود اور رکن یمانی کا مسح کرنا گناہوں کو خوب مٹاتا ہے۔''
☆ ''اپنے بھائی کے ساتھ بیابان میں چلنا صدقہ ہے۔''
☆ ''پانی پیتے وقت چھوٹے چھوٹے گھونٹ بھرو! موٹے گھونٹ مت بھرو۔''
☆ ''ہر ایک گھنٹی کے ساتھ شیطان ہے۔''
☆ ''ہر خوشی کے ساتھ غم ہے۔''
☆ ''نیکی سکھانے والے کیلئے ہر شے بخشش مانگتی ہے یہاں تک کہ دریا میں مچھلیاں بھی۔''
☆ ''حاجت براری ہدیہ دینے میں ہے۔''
☆ ''شیطان کی خواب گاہ دھوپ اور سایہ کے درمیان ہوتی ہے۔''
☆ ''دین کا مدار پرہیزگاری پر ہے۔''
☆ ''عورت کے دبر میں جماع کرنے والا ملعون ہے۔''
☆ ''ملعون ہے وہ جس نے مومن کو نقصان پہنچایا یا دھوکہ دیا۔''
☆ ''ملعون ہے وہ شخص جس نے جھوٹ بولا۔''
☆ ''ملعون ہے وہ جس نے اللہ کی بنیاد گرائی یعنی کسی کو قتل کیا۔''
☆ ''فقیر ومسکین درحقیقت اللہ کا فرستادہ ہے۔''

Marfat.com

☆: ''غیور انسان کبھی بھی زنا نہیں کرسکتا۔''
☆: ''موت ہی بطور محافظ کافی ہے۔''
☆: ''انسان اولاد کے مرنے پر سو جاتا ہے لیکن مال کے لٹ جانے پر نہیں سوتا ہے۔''
☆: ''بزرگوں کی محبت اولاد کے لیے قرابت کا درجہ رکھتی ہے۔''
☆: ''محبت قرابت کی اتنی محتاج نہیں جتنی قرابت محبت کی محتاج ہوتی ہے۔''
☆: ''مومنوں کی فراست سے ڈرو کہ اللہ نے ان کی زبانوں پر حق رکھ دیا ہے۔''
☆: ''کسی بندہ کا ایمان اس وقت تک سچا نہیں ہوسکتا جب تک اللہ خزانہ پر اپنے ہاتھ کی دولت سے زیادہ اعتبار نہ کرے۔''
☆: ''دل کبھی مائل ہوتے ہیں اور کبھی اُچاٹ ہوجاتے ہیں۔''
☆: ''قرآن میں تمہارے پہلے کی خبر، تمہارے بعد کی پیشگوئی اور تمہارے درمیانی حالات کے احکام سب پائے جاتے ہیں۔''
☆: ''جو گناہ کر کے کامیاب ہوا وہ کامیاب نہیں ہوا بلکہ ناکام ہوا۔''
☆: ''حروف کو صاف صاف لکھنا خط کی زینت ہے۔''
☆: ''مومنین کا سرمایہ تقویٰ ہے اور مال فاجروں کا سرمایہ ہے۔''
☆: ''فقر و فاقہ سے اللہ کی پناہ مانگو کہ فقر دین کی کمزوری، عقل کی پریشانی اور لوگوں کی نفرت کا سبب بن جاتا ہے۔''
☆: ''جاہل بھی اگر سیکھنا چاہے تو وہ عالم جیسا ہے اور عالم بھی اگر الجھنا چاہے تو وہ جاہل جیسا ہے۔''
☆: ''مشیر کا کام مشورہ دینا ہے، عمل کرانا نہیں۔''
☆: ''گمراہ کرنیوالے شیطان اور نفس امارہ نے لوگوں کو تمناؤں میں الجھا دیا، گناہوں کے راستے کھول دیئے جس کے نتیجے میں انہیں جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔''
☆: ''تنہائیوں میں اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرنے سے ڈرو۔''
☆: ''ساٹھ سال کی عمر تک ابن آدم اپنے رب کے ہاں معذرت کرسکتا ہے۔''
☆: ''جس پر گناہ قابو پالے وہ کامران نہیں اور شر کے ذریعہ غلبہ پانے والا حقیقتہً مغلوب ہے۔''
☆: ''اللہ تعالیٰ نے مالداروں کے اموال میں غریبوں کا رزق قرار دیا ہے۔''
☆: ''فقیر کے بھوکا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ غنی نے دولت کو سمیٹ لیا ہے۔''
عذر و معذرت سے بے نیازی سچا عذر پیش کرنے سے بھی زیادہ عزیز ہے۔''
☆: ''حقوق اللہ کے سلسلے میں کم از کم یہ کرو کہ اس کی نعمتوں سے اس کے گناہ میں مدد نہ لو۔''
☆: ''پروردگار نے ہوشمندوں کے لئے اطاعت کا وہ موقع بہترین قرار دیا ہے جب کاہل لوگ کوتاہی میں مبتلا ہوجاتے ہیں (جیسے رات کی نماز)''

Marfat.com

☆: "بادشاہ زمین میں اللہ کا خلیفہ ہے۔"
☆: "مومن کی خوشی چہرے پر اور غم دل میں ہوتا ہے۔"
☆: "مومن اپنے آپ کو حقیر سمجھتا ہے۔"
☆: "مومن سربلندی کو ناپسند کرتا ہے۔"
☆: "مومن سناوے کی بات کو برا سمجھتا ہے۔"
☆: "مومن کا غم (آخرت) بڑا، ہمت بلند، خاموشی زیادہ، وقت مصروف رہتا ہے۔"
☆: "مومن بڑا شکر گزار، بڑا صبر کرنے والا، تفکر میں ڈوبا ہوا، اپنی ضرورت کے لیے سوال کرنے میں بہت بخیل، اخلاق نرم، طبیعت پانی ہوتی ہے۔ اُس کا نفس (صبر میں) ٹھوس اور سخت پتھر سے زیادہ سخت، اور (انکساری میں) غلام سے زیادہ حقیر ہوتا ہے۔"
☆: "سب سے بڑی دولت مندی یہ ہے کہ دوسروں کے ہاتھ میں جو ہے اس کی آس نہ رکھی جائے۔"
☆: "جس سے مانگا جائے وہ اُس وقت تک آزاد ہے جب تک وعدہ نہ کرے۔"
☆: "اگر انسان موت اور اس کی رفتار پر غور کر لیتا تو امید اور اس کی دل فریبی سے نفرت کرنے لگتا۔"
☆: "ہر آدمی کے مال دو چیزیں شریک ہوتی ہیں۔ اس کے وارث اور اچانک آنے والے مصائب۔"
☆: "بغیر عمل کے دوسروں کو دعوت دینے والا ایسا ہی ہوتا ہے جیسے بغیر چلہ کمان کے تیر چلانے والا۔"
☆: "علم دو طرح کے ہیں: مطبوع (فطرت میں رچا بسا کہ عمل سے ظاہر ہو) اور مسموع (سن لیا، مگر عمل ندارد)۔ مسموع علم جب تک مطبوع نہ ہو فائدہ مند نہیں۔"
☆: "اصابت رائے اقبال و دولت سے وابستہ ہے۔ اگر یہ ہے تو وہ بھی ہوتی ہے۔ اگر یہ نہیں تو وہ بھی نہیں ہوتی۔"
☆: "پاک دامانی فقیری کی زینت ہے اور شکر مالداری کی زینت ہے۔"
☆: "باتیں سب محفوظ رہتی ہیں اور دلوں کے رازوں کا امتحان ہونے والا ہے۔"
☆: "ہر نفس اپنے اعمال کے ہاتھوں گروی ہے۔"
☆: "لوگوں کے جسم میں نقص اور عقلوں میں کمزوری آنے والی ہے مگر یہ کہ اللہ ہی بچالے۔"
☆: "عنقریب لوگ کے سائل الجھانے والے ہیں اور جواب دینے والے بلاوجہ زحمت کر رہے ہوں گے۔"
☆: "قریب ہے کہ لوگوں کا بہترین رائے والا بھی صرف خوشنودی یا غضب کے تصور سے اپنی رائے سے پلٹا دیا جائے اور جو انتہائی مضبوط عقل و ارادہ والا ہے اس کو بھی ایک نظر متاثر کر دے یا ایک کلمہ اس میں انقلاب پیدا کر دے۔"
☆: "کتنے ہی امیدوار ہیں کہ جن کی امیدیں پوری نہیں ہوتیں۔"
☆: "کتنے ہی گھر بنانے والے ہیں کہ جنہیں رہنا نصیب نہیں ہوتا۔"
☆: "کتنے ہی مال جمع کرنے والے ہیں جنہیں چھوڑ کر جانا پڑتا ہے۔"

Marfat.com

☆: ''عصمت کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ گناہ کر ہی نہ سکے۔''

☆: ''تمہاری آبرو محفوظ ہے اور سوال اسے مٹا دیتا ہے، لہٰذا یہ دیکھتے رہو کہ کس کے سامنے ہاتھ پھیلا رہے ہو؟''

☆: ''حق سے زیادہ تعریف کرنا خوشامد ہے اور حق سے کم تعریف کرنا عاجزی ہے یا حسد ہے۔''

☆: ''(اللہ کے نزدیک) سب سے بڑا گناہ وہ ہے جسے گنہگار معمولی سمجھ لے۔''

☆: ''فتنہ و فساد کے زمانہ میں اس طرح رہو جس طرح اونٹنی کا دو سال کا بچہ ہوتا ہے کہ نہ اس کی پشت سواری کے قابل ہوتی ہے اور نہ اس کے دوہنے کے لائق تھن ہوتے ہیں۔''

☆: ''جس نے لالچ کو عادت بنالیا اس نے اپنے آپ کو باعیب بنالیا' جس نے اپنی پریشانیاں بیان کر دیں وہ ذلت پر راضی ہو گیا۔ اور جس کی زبان اس پر حاکم ہو گئی اس کا نفس خود ہی بے وقار ہے۔''

☆: ''بخل ننگ و عار ہے۔''

☆: ''بزدلی نقص و عیب ہے۔''

☆: ''غربت مرد زیرک و دانا کی زبان کو دلائل کی قوت دکھانے سے عاجز بنا دیتی ہے۔''

☆: ''مفلس اپنے شہر میں رہ کر بھی غریب الوطن ہوتا ہے۔''

☆: ''عجز و درماندگی مصیبت ہے۔''

☆: ''صبر شجاعت ہے۔''

☆: ''دنیا سے بے تعلقی بڑی دولت ہے۔''

☆: ''پرہیزگاری ایک بڑی سپر ہے۔''

☆: ''عاجزی آفت ہے۔''

☆: ''صبر شجاعت ہے۔''

☆: ''زہد ثروت ہے۔''

☆: ''انسان کا بہترین ساتھی رضائے الٰہی پر راضی رہنا ہے۔''

☆: ''عقل مند کا سینہ اس کے رازوں کا صندوق ہوتا ہے۔''

☆: ''چہرے کی شگفتگی محبت کا جال ہے۔''

☆: ''قوتِ برداشت عیوب کی قبر ہے۔''

☆: ''جو شخص اپنے کو بہت پسند کرتا ہے وہ دوسروں کو ناپسند ہو جاتا ہے۔''

☆: ''صدقہ کامیاب دوا ہے۔''

☆: ''دنیا میں بندوں کے جو اعمال ہیں وہ آخرت میں ان کی آنکھوں کے سامنے ہوں گے۔''

Marfat.com

☆: ''انسان پر تعجب ہے کہ چربی کے ذریعے دیکھتا ہے، گوشت کے ذریعے بولتا ہے، ہڈی سے سنتا ہے اور سوراخ سے سانس لیتا ہے۔''

☆: ''جب کسی قوم پر دنیا جھکتی ہے تو دوسروں کی نیکیاں اسے دے دیتی ہے اور جب منہ پھیرتی (زوال آتا) ہے تو خود اس کی خوبیاں بھی چھین لیتی ہے۔''

☆: ''لوگوں کے ساتھ ایسا میل جول رکھو کہ مرجاؤ تو لوگ روئیں اور زندہ رہو تو تمہارے مشتاق رہیں۔''

☆: ''جب تو اپنے دشمن پر غلبہ پالے تو معاف کر کے اس قدرت کا شکریہ ادا کر۔''

☆: ''سب سے زیادہ عاجز ولاچار وہ شخص ہے جو دوستوں کو فراہم نہ کر سکے اور اس سے زیادہ مجبور وہ ہے جو دوست پانے کے بعد چھوڑ دے۔''

☆: ''جب تمہیں تھوڑی بہت نعمتیں حاصل ہوں تو ناشکری سے انہیں اپنے تک پہنچنے سے پہلے بھگا نہ دو۔''

☆: ''جسے قریب والے چھوڑ دیتے ہیں اسے دور والے مل جاتے ہیں۔''

☆: ''ہر فتنے میں پڑ جانے والا قابل عتاب نہیں ہوتا۔''

☆: ''سارے معاملات تقدیر کے تابع ہوتے ہیں یہاں تک کہ کبھی کبھی تدبیر سے موت واقع ہو جاتی ہے۔''

☆: ''اس (ولیمہ کی) دعوت کو قبول کرو جب اس کیلئے تم بلائے جاؤ۔''

☆: ''اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جو متواتر کیا جائے، اگرچہ تھوڑا ہو۔''

☆: ''اللہ کے نزدیک سب سے پیارا نام عبداللہ ہے۔''

☆: ''اہل بیت میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پیاری سیدہ فاطمہ سے تھا۔''

☆: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک وہ دین پیارا ہے جو حنیف اور آسان ہو۔''

☆: ''اللہ کو اپنے بندوں میں سے خوش خلق بندہ پسند ہے۔''

☆: ''لوگوں کیلئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔''

☆: ''مسکینوں سے محبت کرو اور ان کے ساتھ بیٹھا کرو۔''

☆: ''قریش سے محبت کرو۔''

☆: ''خوشامد کرنے والوں کے منہ پر خاک۔''

☆: ''دنیا سے بچو کہ وہ سرسبز وشیریں ہے۔''

☆: ''پوشیدہ شہوت سے بچو۔ وہ یہ ہے کہ عالم اپنے پاس بیٹھنے کو پسند کرے۔''

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 9:

سیدنا امام حسین بن علی بن ابی طالب

صابر نواسہ:

امام الشہداء، شہیدِ کربلا، سید الصابرین حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات ستودہ صفات کی ہر نسبت بلند، ہر وصف اعلیٰ، ہر ادا جمیل، مگر ولادت سے شہادت تک، مدینہ منورہ سے کربلائے معلّی تک صبر کی منزلوں کو جس پائیداری اور استقامت سے آپ نے معراج کمال تک پہنچایا اس کی مثال رہتی دنیا تک ممکن نہیں۔ نگاہِ نبوت تو آپ کی ولادت با سعادت سے قبل ہی آپ کے اوصاف جمیلہ اور کمالاتِ جلیلہ کو دیکھ رہی تھی جس کے شواہد احادیث اور کتبِ سیر و تاریخ میں واضح طور پر پائے جاتے ہیں۔

چار ہجری کی ایک صبح، سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا شانہ فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں جلوا فروز ہوئے ہی تھے کہ آپ کی آغوش میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ڈال دیا گیا۔ خوشی و مسرت کے ساتھ حزن و ملال کے آثار بھی جبین نبوت پر نمایاں ہوئے اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چہرۂ حسین پر نظر جمائے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلائے ہوئے دعا مانگ رہے ہیں:

((اللهم اعط الحسين صبراً و اجراً))

''الٰہی! میرے حسین کو صبر و اجر عطا فرما!''

کسی بیٹے کی ولادت پر اپنی نوعیت کی پہلی اور آخری انفرادی دعا یہی سننے پڑھنے میں آتی ہے۔

حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صبر کی تعریف دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا:

((الصبر بالايمان كالرأس بالجسد اذاهب الصبر ذهب الايمان كالراس ذهب الجسد))

''صبر، ایمان کے ساتھ اس طرح لازم ہے جس طرح سر جسم کے ساتھ، جب صبر نکل جائے تو ایمان بھی ختم ہو جاتا ہے جیسے سر کٹ جائے تو جسم بے جان ہو جاتا ہے۔''

گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام حسین کو گردابِ بلا میں دیکھ کر صبر نہیں بلکہ ایمان کی حفاظت طلب کر رہے ہیں۔ حقیقتاً وہ تمام مصائب و آلام جو شہید کربلا پر چھپن سال بعد آنے والے تھے آپ کی نظر میں پہلے ہی آ چکے ہیں تب ہی تو فرمایا جا رہا ہے:

((الحسين منى و انا من الحسين))

''حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔''

ایک دن ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا پریشانی کے عالم میں بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوتی ہیں جبکہ

Marfat.com

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی متولد نہیں ہوئے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پریشانی کا سبب دریافت کیا تو عرض کیا:

''سرکار! آج میں نے ایک بڑا خطرناک خواب دیکھا ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ کے جسم کا ایک ٹکڑا کٹ کر میری گود میں آ پڑا ہے۔ چنانچہ یہ منظر دیکھتے ہی میں پریشانی کے عالم میں بیدار ہوئی اور اب تک اسی غم میں مبتلا ہوں کہ یہ کیسا خواب ہے۔؟''

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا:

''یہ بڑا مبارک خواب ہے۔ میری لخت جگر فاطمہ زہرا کو اللہ تعالیٰ اب جو فرزند عطا فرمائے گا وہ تیری گود میں کھیلے گا۔''

اب صبر کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ ابھی سات سال کے نہیں ہو پائے کہ سید عالم نبی مکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم جن کی شفقت و رحمت، رافت و لطافت میں بڑی ناز برداری سے پروان پائے تھے، ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ ہجری میں اس دارِ فانی سے عالم بقا کی طرف تشریف لے جاتے ہیں جن کی گود سے لے کر کندھوں تک پیار ہی پیار مل رہا تھا، محبت ہی محبت کے گلدستے جمع فرما رہے تھے، مؤدت و الفت کے جھولے جھلا رہے تھے اور بچپنے میں ہی زبانِ نبوت سے عظمت و شوکت کے نورانی کلمات سے محفوظ ہو رہے تھے:

((الحسن و الحسين هما ريحانتي في الدنيا))

''حسن وحسین دنیا میں میرے پھول ہیں۔''

اور پھر پھولوں کی طرح سونگھا کرتے۔ صحابہ کرام یہ منظر دیکھتے تو آپ فرماتے مجھے ان سے جنت کی خوشبو آتی ہے، یہ تو جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔ یوں بھی حسن وحسین کے مبارک اجسام کا خوشبو سے معطر ہونا بعید از عقل وقیاس نہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تو مبارک پسینے سے ایسی خوشبو پائی جاتی تھی جس کی کوئی مثال نہیں دی جا سکتی۔

ہاں صبر کی پہلی منزل رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت وجدائی تھی اور دوسری منزل چھ ماہ بعد از وصالِ مصطفیٰ، آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال فرمانا ہے، جن کی گود میں آپ نے آنکھیں کھولیں، جو چکی چلاتے وقت بھی آپ کو خود سے جدا نہ کرتی تھیں، جو قرآن کریم کی لوریاں سناتیں، ہر قسم کے لاڈ لڈاتیں، جن کی محبت کو دیکھ کر فرشتے بھی آ کر آپ کا جھولا جلانے کی سعادت حاصل کرتے، وہ والدہ ماجدہ جب حسین باہر کھیلنے کے لئے جاتے تو کاشانۂ اقدس کے دروازے پر منتظر رہتیں، جنہیں علم تھا کہ میرا بیٹا بڑی آزمائش سے دوچار ہوگا اور مشکل ترین امتحانات کا سامنا کرنے والا ہے، وہ تمام باتیں ایک ایک کر کے یاد کرتیں اور دعائیں مانگتیں کہ الٰہی! میرے حسین کو صبر واستقامت کی گرانمایہ دولت سے نواز۔ ۳ رمضان ۱۱ ہجری کو وہ بھی حسین پر محبت کی آخری نگاہ ڈالتی اور صبر کا درس دیتی ہوئیں خالقِ حقیقی کے فرمان پر لبیک کہہ گئیں۔

اب گھر میں بھائی حسن اور والد ماجد علی المرتضیٰ شیر خدا اور دیگر اہل خانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم موجود ہیں۔ مگر جس قلبی و روحانی امتحان میں آپ مبتلا ہو چکے ہیں ان کی خبر کسے معلوم! شب وروز دو مزاروں پر حاضری معمول ہے اور ہر لمحہ ان مشفقین کی شفقتوں کی یاد تازہ مگر صبر کا دامن اس مضبوطی سے قائم کہ حرف شکایت زبان پر لانا خلاف عزیمت سمجھتے۔

وقت گزرتا گیا۔ یہاں تک کہ آپ کے والد ماجد مولائے کائنات علی المرتضےٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا

Marfat.com

صبر آزما دور شروع ہوا، ماہِ رمضان چالیس ہجری میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔ آپ کے دل اقدس پر کیا گزری ہوگی، بیان سے باہر ہے مگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا اس مرحلے میں آپ کے ساتھ ہے:

((اللھم اعط الحسین صبرا واجراً))

"الٰہی! میرے حسین کو صبر و اجر عطا فرما۔"

والد ماجد کی شہادت سے ابھی آپ سنبھلے بھی نہیں پائے تھے کہ شبیہ مصطفیٰ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پچاس ہجری میں تمغۂ شہادت سے سرفراز ہوتے ہوئے آپ کو صبر و استقامت اختیار کرنے کی پھر تلقین فرما رہے ہیں۔

یکے بعد دیگر غم و آلام اور مصائب و مشکلات کے پہاڑ آپ پر ٹوٹ رہے ہیں، مگر آپ کے صبر جمیل سے ٹکرا ٹکرا کر ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں۔

اکسٹھ ہجری کا محرم تو اپنی تمام تر آزمائشوں، ابتلاؤں اور غموں کے ہجوم لئے طلوع ہوا۔ یزیدی افواج کے عمل و کردار نے اسلام و شریعت کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانا شروع کیا۔ خواہشات نفسانیہ کو شریعت کا نام دیا جانے لگا۔ محبان مصطفیٰ پر چاروں طرف سے یورش شروع ہوگئی۔ خصوصاً صحابہ کرام اور اہل بیت رسول کریم کو مدینہ طیبہ میں نشانۂ ظلم و ستم بنایا جانے لگا۔ یزید نے اپنی خلافت کو مضبوط کرنے کے لئے سخت ترین گورنر مقرر کر دیئے اور انہیں تاکیدی احکام جاری کئے کہ جو شخص میری بیعت خلافت پر رضامند نہ ہو اسے ختم کر دیا جائے۔

کوفہ پنجہ استبدادِ یزید میں پھنس چکا تھا۔ لوگوں نے شریعت و اسلام کے دفاع کے لئے امام حسین سے کوفہ تشریف لانے کی درخواستیں کیں۔ خطوط ارسال کئے، کئی آدمیوں کو آپ کی خدمت میں بھیجا اور عرض گزار ہوئے کہ جتنی جلد ممکن ہو کوفہ تشریف لائیے۔ آپ نے دل پر پتھر رکھ کر مدینہ طیبہ سے اسلام کی خاطر جدائی اختیار کی۔ نہ جانے آپ نے جدائی الوداع کا یہ بوجھ کتنے صبر و تحمل سے برداشت کیا ہوگا۔ حالانکہ کہنے والے نے کیا خوب کہا۔

بگذار تا بگریم چوں ابرِ نو بہارا
از سنگ گریہ خیزو وقت وداع یاراں

مدینہ چھوڑا، مکہ چھوٹا، کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ہر محبّ صادق نے منت سماجت کی کہ مت جائیے۔ مگر آپ کی ڈیوٹی تو بوقت ولادت ہی لگ چکی تھی، اب اس کی تکمیل کا وقت پورا ہوا چاہتا تھا، اس لیے کیسے رُکتے؟

چنانچہ عین حج کے موقع پر کعبۃ اللہ پر بھی آخری نگاہ ڈال رہے ہیں۔ کعبہ کی جدائی پر بھی ویسے ہی آنسوؤں کی بارش شروع ہوگئی، جیسے روضۂ رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرقت پر ہوئی تھی۔

آج صبر کا پیکر مکہ مکرمہ سے کربلا معلّٰی کی طرف جا رہا ہے اور پھر منزل بہ منزل سفر طے کیا اور مقامِ کرب و بلا پر خیمہ زن ہو گئے۔

بچے بچیاں، مخدرات مقدسات، بھائی، بھانجے، محبین اور دیگر چند جاں نثاروں کا سرداران کو اپنی محبت و رأفت کے جلو میں لے کر میدان کربلا میں اسلام کا پرچم بلند کرنے کے لئے ڈٹ گیا۔

یزیدی افواج نے اپنی ظالمانہ کارروائی کا آغاز کر دیا۔ دانہ، پانی، بات چیت، الغرض ہر چیز کا بائیکاٹ شروع ہو گیا۔

Marfat.com

ظالم یزیدی آپ کے معصوم بچوں، غیر مسلح بھائیوں اور نہتے رفقاء پر پل پڑے، دفاع میں جو کچھ دنیا کی کم ترین فوج کے پاس موجود تھا، یزیدیوں کا اسی اسلحہ سے مقابلہ شروع ہو گیا۔

یکے بعد دیگرے آپ کے ننھے اصغر سے لے کر جوان اکبر تک جامِ شہادت نوش فرما گئے۔ فنائت الٰہیہ کا پیکرِ جمیل امام حسین زندگی بھر صبر کی جن منزلوں کو طے کرتے آرہے تھے آج بیک وقت ان سے بھی زیادہ کڑی گھڑی سہہ لی۔ بھائی عباس علمبردار بھی آنکھوں کے سامنے شہید ہو گیا۔ تقریباً ایک سو کے قریب قریبی جان نثار شہادت سے سرفراز ہو چکے تو ایسے میں پھر دعائے رسول نے سہارا دیا:

((اللهم اعط الحسين صبراً و اجراً))

''الٰہی! میرے حسین کو صبر و اجر عطا فرما۔''

اور پھر آخر میں صبر کو منزل بہ منزل پایۂ تکمیل تک پہنچا کر آپ نے بھی اپنا سر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نذرانہ پیش کر دیا اور رہتی دنیا تک صبر و اجر کی یہ عظیم داستان تازہ بہ تازہ آج بھی اپنی رعنائی میں بے مثال نظر آرہی ہے۔

جنتی جوان:

ابو عبد اللہ الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما من سادۃ الشہداء شہداء کے سردار ہیں۔

حسين منى وانا من حسين

''حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں۔''

الحسن الحسين ريحانتاى من الدنيا

''حسن اور حسین دنیا میں میرے دو ہی پھول ہیں۔'' (رواہ احمد وابن عدی وابن عساکر والترمذی)

((من سره ان تنظر الى سيد شباب اهل الجنة فلينظر الى حسين))

''جس کو یہ بات بھلی لگے کہ وہ نوجوانانِ جنت کے سردار کو دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ حسین کو دیکھے۔''

ابو یعلیٰ نے اسے روایت کیا ہے۔

اما الحسن فله هيبتى وسوددى

واما الحسين فله جراتى وجودى

جہاں تک حسن کا تعلق ہے تو ان کے حصہ میں میری ہیبت و سیادت آئی ہے اور حسین کے لئے میری جرات و سخاوت ہے۔

اسے ابن مندہ، طبرانی، ابو نعیم اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔

دوسرے نواسے:

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے نواسے اور آپ کے دو پھولوں میں سے ایک پھول ابو عبد اللہ الحسین بن علی بن ابی طالب، زینت بنی ہاشم اور بہادر نوجوان قریش ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت زہراء، طاہرہ کریمہ، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لختِ جگر ہیں۔ حضرت حسین پانچ ہجری ۲۵ شعبان کو مدینہ منورہ میں آپ کی پیدا ہونے والی اولاد آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔

Marfat.com

(آپ کی سیرت کا درج ذیل کتب حدیث وسیر میں مطالعہ کیجئے، تاریخ بغداد ا/ ۱۴۱، اسد الغابۃ ۲/ ۱۸، نسب قریش ۱۵۷، الکامل ۴/ ۱۶۴، الاستیعاب ۱/ ۳۹۲، مراۃ الجنان ا/ ۱۳۱، البادیۃ والنہایۃ ۸/ ۱۴۹، الاصابہ ا/ ۳۳۲، تہذیب التہذیب ۲/ ۳۴۵، شذرات الذہب ا/ ۶۶، تہذیب ابن عساکر ۴/ ۳۱۴، سیرۃ اعلام النبلاء ۳/ ۲۸۰، مروج الذہب ۲/ ۲۴۸، تاریخ الطبری ۵/ ۳۴۷، ۳۸۱، ۴۰۰، حلیۃ الاولیاء ۲/ ۳۹، التاریخ الکبیر ۲/ ۳۸۱، تہذیب الاسماء واللغات ا/ ا/ ۱۶۲، منتقی الاصفیاء (۴۴) سے الوافی بالوفیات ۱۲/ ۴۲۳، صفۃ الصفوۃ ا/ ۷۶۲)

عقیقہ وصدقہ:

جناب رسول اللہ ﷺ نے امام حسین کے ساتھ بھی وہی کچھ کیا جو ان سے پہلے ان کے بھائی حسن کے ساتھ کیا تھا، یعنی ساتویں دن اس کا عقیقہ کیا اور اس کے بال منڈوا کر ان کے برابر چاندی صدقہ کی۔

القاب:

امام حسین رضی اللہ عنہ کے بہت سارے لقب مشہور ہیں جن میں سے چند مشہور ترین یہ ہیں:

الذکی (پاکباز)۔ الرشید (ہدایت یافتہ عقلمند)۔
الطیب (پاکیزہ)۔ الوفی (وفادار)۔
السید (سردار)۔ المبارک (برکت دیا گیا)۔
التابع الرضاۃ اللہ (اللہ تعالیٰ کی رضا کی پیروی کرنے والا)
السبط (نواسہ)۔

(تاریخ بغداد ا/ ۱۴۱، الہیثمی ''المجمع'' ۹/ ۱۹۴ میں اسے لائے ہیں، پھر کہا ہے کہ طبرانی نے اسے روایت کیا ہے اور ان کے رجال ثقہ ہیں۔)

اللہ کی پناہ میں دینا:

جناب نبی کریم ان کو اور ان کے بھائی امام حسن کو ان کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے اور اس کی پناہ میں دیتے تھے:

((''اعیذ کما بکلمات اللہ التامۃ من کل شیطان و ھامۃ و کل عین لامۃ'' و کذلك یقول ﷺ، اللھم انی اعیذہ بك و ذریتہ من الشیطان الرجیم''))

''میں تم دونوں کو اللہ کے کامل کلمات تامہ کے ساتھ ہر شیطان، زہریلی چیز (سانپ، بچھو وغیرہ) اور ہر نظر بد جو انسان کو تکلیف پہنچاتی ہے، سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔''

(بخاری اس حدیث کو ۳۳۷۱ نمبر کے تحت میں لائے ہیں، فتح الباری ۶/ ۴۰۸، ابو داود نمبر ۴۷۳۷ ''السنۃ'' باب (فی القرآن) ۵/ ۱۰۴، ترمذی نمبر کے تحت ۲۰۶۰ ''الطب'' (باب ماجاء فی الرقیۃ والعین) تعویذ اور نظر لگ جانے کے بارے میں جو کچھ آیا ہے) ۴/ ۳۶۴، میں النسائی کے باب (عمل الیوم واللیلۃ) (رات دن کے عمل کے بارے میں) کے باب میں ص ۲۹۱، ابن ماجۃ الطب، باب ۰ ماعوذ بہ النبی ﷺ دما عوذ بہ میں اور احمد ا/ ۲۳۶ میں اس حدیث کو لائے ہیں۔)

ایسے ہی آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

''اے اللہ! میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔

Marfat.com

رسول اللہ سے تشبیہ:

امام حسین کی والدہ ماجدہ آپ کو ایسے ہی بہلایا کرتی تھیں، جیسا کہ ان کے بھائی حسن کو اور ان سے کہتی تھیں:

((ان بنی شبه النبی لیس شبها بعلی))

''بے شک میرا بیٹا نبی ﷺ کے مشابہ ہے، علی کے مشابہ نہیں۔''

(ترمذی نے نمبر ۳۷۳۹ کے تحت المناقب میں، باب مناقب الحسن والحسین ۵/۶۱۸ میں اسے روایت کیا ہے اور اسے حسن قرار دیا ہے۔ ابن حبان (۲۲۳۵) نے اس کی روایت کی ہے اور امام احمد نے المسند ۱/۹۹، ۱۰۸ میں اور الفضائل نمبر (۱۳۶۶) میں اسے نقل کیا ہے، الہیثمی مجمع الزوائد میں (۹/۱۷۶) حضرت علی سے اسے لائے ہیں اور کہا ہے کہ طبرانی نے اسے روایت کیا ہے اور اس کے اسناد عمدہ ہیں۔)

حسن وحسین کا حلیہ:

راویان کرام فرماتے ہیں کہ حضرت حسن سینہ اور سر کے درمیانی حصہ میں جناب نبی کریم ﷺ سے مشابہت رکھتے تھے اور حضرت حسین درمیانہ قد کے تھے، نہ تو بہت لمبے تھے اور نہ ہی پست قد، آپ کا سینہ مبارک چوڑا چکلا، مونڈھے بڑے، بھاری بھرکم جوڑ، چوڑی ہتھیلیاں، بڑے قدم، پیچ دار بال (نہ ہی گھنگھریالے اور نہ ہی لمبے) تھے۔ آپ کا جسم مضبوط تھا۔

حسین کی نسل باقی رہنے والی ہوگی:

ابن ماجہ نے یعلی بن مرۃ سے روایت کی ہے کہ وہ ایک دن جناب نبی کریم کے ہمراہ نکلے ایک کھانے کی دعوت تھی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت حسین ایک گلی میں کھیل رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ باقی لوگوں سے آگے بڑھے، اپنے ہاتھ پھیلا دیئے۔ ان کے ساتھ ہنسنے لگے، انہیں چوما اور فرمایا:

''حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں، اللہ اس کو محبوب رکھتا ہے جو حسین سے محبت کرے، حسین کی اولاد بہت زیادہ ہوگی اور باقی رہنے والی ہوگی۔ حسین امتوں میں سے گویا ایک امت ہے۔''

رسول اللہ ﷺ اپنے دونوں نواسوں کے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ جب بھی وہ آپ ﷺ سے غائب رہتے، آپ ﷺ ان کو فوراً اپنے پاس لانے کا حکم دیتے یا خود ان کے ہاں تشریف لے جاتے، ان سے لپٹ جاتے اور انہیں سونگھتے۔ بہت دفعہ حسین اور ان کے بھائی حسن جب کبھی آپ ﷺ نماز میں سجدہ کی حالت میں ہوتے تو آپ کی پشت مبارک پر سوار ہو جاتے۔ چنانچہ آپ ﷺ سجدے میں اس وقت تک رہتے جب تک کہ ان دونوں میں سے سوار ہونے والا اتر نہ جاتا۔ صحابہ کرام سجدہ لمبا کرنے کا سبب پوچھتے تو آپ ان سے فرماتے:

((''ارتحلنی ابنی فکرھت ان اعجله''))

''میرا بیٹا مجھ پر سوار ہو گیا، میں نے یہ ناپسند کیا کہ اسے اپنی پیٹھ سے جلدی اترنے پر مجبور کروں۔''

(النسائی ۲/۲۲۹، ۲۳۰ (افتتاح الصلوۃ میں) باب ''ھل یجوز ان تکون سجدۃ اطول من سجدۃ'' (کیا یہ جائز ہے کہ ایک سجدہ دوسرے سے زیادہ لمبا ہو) اور احمد اسے ''المسند'' ۳/۴۹۴ میں، حاکم المستدرک ۳/۱۶۶ میں لائے ہیں اسے صحیح قرار دیا ہے، امام ذہبی نے اس میں ان کی موافقت کی ہے۔)

اسی کے بارے میں ایک شاعر کہتا ہے:

Marfat.com

من فی الوجود ینال ظهر محمد

مثل الحسین ینالہ محمودا

’’(کائنات) میں حسین کے علاوہ اور کون ہے جو حسین کی طرح محمد مصطفیٰ ﷺ کی پشت پر سواری کر سکتا ہے، وہ اس پر سواری کرنے کی وجہ سے لائق تعریف ہیں۔

حسن وحسین سے رسول اللہ کا بیعت لینا:

جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کو یہ اعزاز بخشا کہ باوجود صغرسنی کے ان دونوں کی بیعت قبول فرمالی۔ اس بیعت میں عبد اللہ بن جعفر بھی ان کے ساتھ شریک تھے۔ ان دونوں کے علاوہ آپ ﷺ نے کسی کم عمر کی بیعت قبول نہیں فرمائی۔

میراث رسول کے وارث:

حضرت زہراء آپ ﷺ کی بیماری کے آخری ایام میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ ان کے دونوں بیٹے حسن وحسین بھی ان کے ہمراہ تھے۔ عرض کی:

’’یارسول اللہ! یہ آپ کے دونوں بیٹے حاضر ہیں، ان دونوں کو پناوارث بنایئے۔‘‘

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’حسن میری سخاوت اور ہیبت کا وارث ہے اور حسین کیلئے میری شجاعت وسیادت ہے۔‘‘

(طبرانی، ابن مندہ، ابن عساکر نے اس کی روایت کی ہے۔ جیسا کہ کنز العمال (۳۴۲۷۲) میں بھی ایسے ہی مروی ہے، الہیثمی نے ’’المجمع‘‘ میں کہا ہے ’’وفی اسنادہ من لا یعرف‘‘ اس کی اسناد میں وہ ہے جو مجہول ہے ۹/۱۸۵)

چنانچہ حضرت حسن کیلئے میراث میں حاصل کردہ وہ سخاوت وہیبت کافی تھی جو جناب نبی کریم ﷺ کے حضور آنکھوں کو جھکا دیتی تھی۔ نیز نظروں سے ان کو نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔ حضرت حسین کیلئے بطور میراث جناب نبی کریم کی شجاعت کافی تھی، یہی وجہ ہے کہ آپ تو تمام لوگوں سے بڑھ کر بہادر تھے، سرداری کے لحاظ سے سب سے بڑے تھے اور تمام اولاد آدم کے سردار تھے۔

حسنین کریمین کی زندگیوں میں آپ کی مذکورہ بالا پیش گوئی کی واضح جھلک نظر آتی تھی اور جو کچھ آپ نے ان کے حق میں حضرت فاطمہ سے فرمایا، وہ دونوں اس کا حقیقی مظہر تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق اور محبت حسین:

جناب رسول اللہ ﷺ کے نزدیک جوان دونوں بھائیوں کا مقام ومرتبہ تھا صحابہ کرام اس سے بخوبی آگاہ تھے۔ دیکھئے حضرت ابو بکر صدیق کو ایک دن راستے میں ایک بھائی مل جاتے ہیں، اسے اپنے کندھوں پر اٹھا لیتے ہیں، حالانکہ اس وقت آپ خلیفہ تھے، اس کو بوسے دیتے ہیں اور ناز وانداز کرواتے ہوئے یہ شعر پڑھتے ہیں:

وبابی شبه النبی

لیس شبها بعلی

’’مجھے اپنے باپ کی قسم! نبی کے مشابہ ہیں، علی کے مشابہ نہیں، اور حضرت علی خوش وخرم مسکراتے ہوئے ان کے پہلو بہ پہلو چل رہے ہیں۔‘‘

Marfat.com

(ذہبی نے اپنی کتاب "سیر النبلاء" ۳/۲۵۱۔۲۵۸ میں واقدی سے نقل کرتے ہوئے اس کا تذکرہ کیا ہے۔خطیب بغدادی، تاریخ بغداد ۱/۱۴۱ میں، ذہبی نے سیر اعلام النبلاء "۳/۲۸۵ میں اسے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کے اسناد صحیح ہیں، حافظ نے "الاصابہ" ۱/۳۳۳ میں اسے ذکر کیا ہے۔)

حضرت عمر اور محبت حسین:

☆: اب ذرا حضرت عمر فاروق کو دیکھئے، وہ آپ کو اپنی اولاد پر بھی ترجیح دیتے تھے، حتیٰ کہ بخشش وعطیات تک میں بھی۔ جب ایران کے قیدی آئے تو ان میں کسریٰ شاہ ایران کی بیٹیاں بھی تھیں۔ حضرت علی نے حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں ہی ان کو خریدا، ان میں سے ایک حسین کو عطا کی اور ان کی بہن عبداللہ بن عمر کو، حضرت عمر نے حضرت حسین کو مبارک دیتے ہوئے کہا:

"یہ تیرے لئے سب روئے زمین والوں سے بہتر جنیں گی۔"

حضرت عمر کی پیشن گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے زمانے میں سب سے بہتر ہستی امام زین العابدین کو جنم دیا۔

☆: حضرت امام حسین بچپن سے ہی اپنی ذات میں سیادت وقیادت کا پرتو دیکھتے تھے اور باوجود اپنی کم عمری کے جناب رسول اللہ ﷺ کے ہاں اپنے مقام اور اپنی منزلت سے بخوبی آگاہ تھے۔ایک دفعہ مسجد نبوی میں تشریف لائے ابھی آپ چھوٹے بچے تھے۔حضرت عمر بن الخطاب کو دیکھا کہ منبر رسول اللہ پر خطبہ دے رہے ہیں۔آپ اس وقت خلیفۃ المسلمین تھے، تو وہ حسین چھوٹا بچہ ان کی طرف لپکا اور ان سے کہنے لگا:

"میرے باپ کے منبر سے اتر جایئے اور اپنے باپ کے منبر کی طرف جایئے۔"

حضرت عمر نے ان سے فرمایا:

"میرے باپ کا منبر نہیں تھا۔"

انہیں پکڑ کر اٹھایا اور اپنے پاس منبر پر بٹھا دیا۔ بعد ازاں جب آپ منبر سے اترے، حضرت حسین کو اپنے گھر لے گئے اور ان سے پوچھا:

"یہ تمہیں کس نے سکھایا ہے۔؟"

حضرت حسین نے فرمایا:

"بخدا مجھے کسی نے نہیں سکھایا۔"

حضرت عمر نے مجھے کہا کہ ملتے رہا کرو۔ امام حسین فرماتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ حضرت معاویہ کے ساتھ خلوت میں تھے، عبداللہ ابن عمر دروازے پر بیٹھے انتظار کر رہے تھے۔ جب اپنے والد کو حضرت معاویہ کے ساتھ خلوت میں دیکھا تو واپس چل دیئے، میں بھی ان کے ساتھ لوٹ گیا، بعد میں حضرت عمر مجھے ملے۔ کہنے لگے:

"میں نے کافی دنوں سے آپ کو نہیں دیکھا۔؟"

میں نے عرض کی:

"اے امیر المومنین! میں حاضر ہوا تھا آپ حضرت معاویہ کے ساتھ خلوت میں تھے۔ چنانچہ میں آپ کے بیٹے عبداللہ کے ہمراہ واپس لوٹ گیا۔"

Marfat.com

فرمانے لگے:

((انت احق من ابن عمر فانتم من انبت مافی رئو سنا و هل انبت علی رؤسنا الشعر الا لله ثم انتم))

"تم ابن عمر سے زیادہ حق دار ہو، تم وہ ہو جنہوں نے وہ اُگایا جو ہمارے سروں میں ہے (تمہیں نے ہمیں حکومت وسیادت عطا کی) کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں اگائے وہ بال جو ہمارے سروں میں ہیں، اور پھر تم نے؟ (یعنی ہماری عزت وشوکت خداداد ہے اور تمہارے وسیلہ سے ہے)"

☆: حضرت عمر نے ان دونوں حضرات کیلئے اہل بدر کے برابر وظیفہ مقرر کر رکھا تھا اور جس دن آپ نے ان میں سے ہر ایک کو پانچ پانچ ہزار دینار دیئے اور اپنے بیٹے عبداللہ کو ایک ہزار تو بیٹے نے خفا ہوتے ہوئے کہا:

"آپ اسلام میں میری سبقت اور ہجرت سے بخوبی واقف ہیں، کیا ان دونوں کو آپ پانچ پانچ ہزار اور مجھے ایک ہزار دیئے ہیں، حالانکہ وہ ابھی تک بچے ہیں اور مدینے کی گلیوں میں کھیل رہے ہیں۔؟"

اس پر ان کے باپ حضرت عمر فاروق نے ان سے فرمایا:

(("ویحك یا عبد الله، هل لك جد كجدهما او جدة كجدتهما اوام كامهما او اب كابيهما"))

(خطیب بغدادی، تاریخ بغداد ۱/۱۴۱ میں، ذہبی نے سیر اعلام النبلاء" ۳/۲۸۵ میں اسے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کے اسناد صحیح ہیں، حافظ نے "الاصابہ" ۱/۳۳۳ میں اسے ذکر کیا ہے۔)

"اے عبداللہ! تیری خرابی ہو، کیا تمہارا نانا ان دونوں کے نانا کی طرح؟ یا تمہاری نانی ان دونوں کی نانی کی طرح ہے؟ یا تمہاری ماں ان دونوں کی ماں کی طرح ہے یا باپ ان دونوں کے باپ کی طرح ہے۔؟"

حضرت ابن عباسؓ اور عشق اہل بیت:

اپنے ہم عصر صحابہ اور تابعین کی نظروں میں دونوں اماموں کی بہت بڑی قدر ومنزلت تھی۔ دیکھئے ان کے چچازاد بھائی عبداللہ ابن عباسؓ کو وہ عمر میں ان دونوں سے بڑے تھے، بہت بڑا علمی مقام رکھتے تھے اور لوگوں کی نظروں میں معزز ومکرم ہونے کے باوجود جب ان دونوں حضرات میں سے کوئی سوار ہوتا تو آپ اس کا رکاب تھام لیتے اور اس کے کپڑے درست کرتے۔ لوگوں نے جب ان سے پوچھا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں تو سائل سے یوں فرمایا:

(("او تدری من هذان ...... هذان ابنا رسول الله ﷺ، او ليس مما انعم الله علی ان امسك لهما الركاب واسوی علیهما الثياب"))

"کیا تم نہیں جانتے کہ یہ دونوں کون ہیں؟ یہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ہیں۔ کیا ان کا رکاب تھامنا اور ان کے کپڑے درست کرنا مجھ پر اللہ تعالیٰ کا انعام نہیں ہے؟"

حضرت ابوہریرہ اور محبت حسین:

حضرت امام حسین ایک جنازہ کے ساتھ تشریف لے گئے۔ آپ کے قدم مبارک غبار آلود ہو گئے۔ حضرت ابوہریرہ اٹھے

Marfat.com

اور ان کے قدموں سے مٹی جھاڑنے لگے۔ حضرت حسین نے ان سے فرمایا:

''اے ابو ہریرہ! کیا تم ایسا کر رہے ہو؟''

تو اس پر حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا:

''مجھے چھوڑ یئے بخدا! اگر لوگ آپ کے بارے میں وہ کچھ جانتے ہوتے جو میں جانتا ہوں تو وہ آپ کو اپنی گردنوں پر اٹھا لیتے۔''

صحابہ کا وصال کے وقت حسنین کریمین کو تحائف پیش کرنا:

بہت سارے صحابہ کا معمول تھا کہ جب وفات کا وقت قریب آتا تو وہ اپنا کچھ مال حسنین کریمین کی خدمت میں پیش کرنے کی وصیت کر جاتے۔ یہ بات مشہور ہے کہ حضرت مقداد بن عمرو نے اپنی وفات سے پہلے اپنے ترکہ میں سے چھتیس ہزار درہم کی ان دونوں حضرات کیلئے وصیت فرمائی تھی۔

اخلاق عالیہ:

امام حسین کے اخلاق عالیہ کا ایک شخصانہ یہ بھی تھا کہ آپ لطف و محبت سے لبریز تھے۔ بہت عبادت گزار، بڑے روزہ دار اور کثرت سے نمازیں پڑھنے والے تھے، آغوش نبوت میں پلے بڑھے اور اسی کے شیر سے سیراب ہوئے تھے، اپنے نانا کی عظمت، اپنے والد ماجد کے علم اور اپنی والدہ کے انقطاع الی اللہ اور طہارت و فضیلت کے زیر سایہ آپ نے ہوش سنبھالا تھا۔ ان کے بھائی حسن اپنے نانا نبی کریم کو تمام گھر والوں سے بڑھ کر محبوب تھے، ان سب سے زیادہ آپ کا ان دونوں کے ساتھ قلبی تعلق تھا، اور سب سے بڑھ کر آپ کے ہاں انہیں فضیلت حاصل تھیں۔ اس بارے میں میرے ساتھ مل کر اور میری ہمنوائی میں ان کے حق میں آپ ﷺ کا یہ قول مبارک سنئے:

((''احب اھل بیتی الی الحسن و الحسین''))

''میرے گھر والوں میں سے میرے محبوب ترین حسن و حسین ہیں۔''

(ترمذی (۳۷۷۵) المناقب (باب مناقب الحسن والحسین) ۲۱۷۵ ترمذی اسے حسن قرار دیا ہے۔ ابن ماجہ ۱۴۴ المقدمہ (باب فی فضائل اصحاب رسول اللہ ﷺ فضل الحسن والحسین بنی علی بن ابی طالب'' ابن ماجہ نے ''الزوائد'' میں کہا ہے کہ اس کے اسناد عمدہ ہیں اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔ حاکم مستدرک ۳/۱۷۷ میں اسے حدیث کو لائے ہیں۔ اسے صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے ان سے موافقت کی ہے، ابن حبان (۲۲۴۰۔ موارد) انہوں نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

امام حسین بطور فقہ کے معلم:

بلا شبہ یہ دونوں عظیم امام اپنے جد امجد محمد رسول اللہ ﷺ، اپنے والد ماجد علی المرتضیٰ اور اپنی والدہ محترمہ فاطمۃ الزہرا کے علمی ورثہ کے سچے وارث ثابت ہوئے۔ ابوداؤد ترمذی، نسائی وغیرہ اصحاب سنن نے حضرت حسین کے حق میں تخریج کی ہے۔ وہ سنن میں ان کے والد ماجد، ان کے بھائی، ان کی والدہ ماجدہ اور ان کی خالہ ہند بن ابی ہالہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسین اکثر مسجد نبوی میں بیٹھا کرتے تھے اور لوگوں کو فقہ پڑھاتے۔

حضرت امیر معاویہ اور امام حسین کی علمیت کی تعریف:

ایک دفعہ قریش کے ایک فرد نے حضرت معاویہ سے پوچھا کہ وہ حضرت حسین کو کہاں مل سکتا ہے۔؟ انہوں نے فرمایا:

Marfat.com

''جب تو مسجد رسول اللہ میں جائے، وہاں تجھے ایک حلقہ نظر آئے گا جس میں ایک قوم ایسے انداز میں بیٹھی ہوئی ہو کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں، تو تو جان لے کہ یہ ابوعبداللہ الحسین کا حلقہ ہے۔ جنہوں نے اپنی پنڈلیوں کے وسط تک ازار بند باندھا ہوگا۔ وہ بڑے سخی اور بہت زیادہ انعام و اکرام دینے والے تھے۔ جو کچھ ان کے ہاتھ میں ہوتا اسے خرچ کر ڈالتے۔''

امام حسینؓ کی لوگوں کو نصیحت:

امام حسینؓ کے خوبصورت اور مختصر کلام میں سے کچھ درج ذیل ہے:

''لوگوں کی تمہاری طرف جو حاجات ہیں، وہ تم پر تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے، ان سے مت اکتاؤ، وہ کہیں تم سے چھن نہ جائیں، صاحب حاجت نے اگر سوال سے اپنا چہرہ نہیں بچایا تو تو اسے نامراد نہ لوٹا کر اس کے چہرے کی عزت کر۔ بردباری زینت ہے، وفاداری، کمال مردانگی اور صلہ رحمی نعمتیں ہیں۔ زیادہ طلبی غرور و نخوت ہے۔ جلد بازی حماقت ہے اور حماقت کمزوری ہے، غلو ایک گرداب ہے، کمینے لوگوں کی ہم نشینی برائی ہے، فاسق و فاجر لوگوں کی مجلس شک میں مبتلا کرنے والی چیز ہے۔''

امام حسینؓ کی سخاوت:

☆: امام حسینؓ نے حضرت اسامہ بن زید کا قرض جس کی مالیت تقریباً ساٹھ ہزار کے لگ بھگ تھی اس وقت ادا کر دیا جب آپ نے ان کی یہ حالت دیکھی کہ وہ مغموم ہیں اور انہیں اس بات کا خوف ہے کہ کہیں اس کے ادا کرنے سے پہلے ان کی وفات نہ ہو جائے۔

☆: ایک دن ایک بدو امام حسینؓ کے دروازے پر کھڑا ہوا، اس نے دروازہ پر دستک دی اور وہ یہ شعر پڑھ رہا تھا:

لم يخب اليوم من رجاك و من
حرك من خلف بابك الحلقه

''جس نے تیرے ساتھ امید باندھی وہ کبھی بھی آج کے دن تک ناکام نہیں رہا اور ایسے ہی وہ بھی جس نے تیرے دروازے کے پیچھے لٹکی ہوئی زنجیر ہلائی۔''

حضرت حسینؓ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ نماز کو مختصر کر کے باہر تشریف لائے۔ اس بدو کے چہرہ پر فقر و فاقہ اور محتاجی و تنگ دستی کے آثار نمایاں تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنے غلام کو آواز دی اور اس سے پوچھا: ہمارے اخراجات کی رقم میں سے تمہارے پاس کیا کچھ باقی ہے؟ اس نے عرض کی: حضرت! دو سو درہم ہیں، جن کے بارے آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں انہیں آپ کے اہل بیت میں تقسیم کر دوں۔

حضرت حسینؓ نے فرمایا:

''وہ لے آیئے! کیونکہ اب وہ آ گیا ہے جو ان کا میرے اہل بیت کی بہ نسبت سے زیادہ حق دار ہے۔''

چنانچہ آپ نے وہ درہم بدو کے حوالے کر دیئے اور اس کے ساتھ ساتھ اس سے معذرت بھی چاہی کہ کم ہیں۔ اس وقت بدو نے یہ اشعار پڑھے:

مطهرون نقيات جيوبهم

Marfat.com

تجری الصلوۃ علیھم این ماذکروا
وانتمو انتم الاعلون عندکم
علم الکتاب وما جاءت بہ السور

''وہ پاک ہیں، ان کے گریبان صاف ستھرے ہیں، جہاں بھی ان کا ذکر کیا جائے ان پر درود پڑھا جاتا ہے اور یہ تم ہی ہو جن کے بارے میں ہے ''وانتم الاعلون'' (تم ہی غالب آؤ گے) تمہارے پاس کتاب اور اس کی سورتوں کا علم ہے۔''

پھولوں کے بدلے لونڈی کو آزاد کرنا:

ایک لونڈی نے امام حسین کا ادب بجالاتے ہوئے انہیں پھولوں کا گلدستہ پیش کیا۔ آپ نے اسے اس کا بدلہ یہ دیا کہ اس سے فرمایا کہ جا تو اللہ کی خوشنودی کی خاطر آزاد ہے۔ اس وقت حضرت انس بن مالک ان کے پاس موجود تھے۔ ان سے کہنے لگے:

''یہ عجیب بات ہے کہ ایک لونڈی آپ کے پاس پھولوں کا ایک گلدستہ لاتی ہے اور آپ اسے آزاد کر دیتے ہیں۔؟''

فرمایا: ایسے ہی ہمارے رب تعالیٰ نے ہمیں سکھایا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

((''واذا حییتم بتحیہ فحیوا باحسن منھا او ردوھا''))

''جب تمہیں ہدیہ (سلام) کیا جائے تو اس کا جواب اس سے بہتر انداز میں دو، ورنہ اتنا سلام (ہدیہ) تو ضرور لوٹاؤ، جتنا اس نے کیا ہے۔''

میرے نزدیک لونڈی کے ہدیہ کا بہتر جواب اس کا آزاد کر دینا تھا۔''

بھائی کو منانے کے لیے جانا:

امام حسین کی تہذیب وشائستگی اور عمدہ اخلاق کا ایک ثبوت وہ واقعہ ہے جو امام حسین کے اور ان کے بڑے بھائی امام حسن کے درمیان پیش آیا۔ جب تین دن گزرے۔ امام حسن اپنے بھائی امام حسین کے پاس آئے، جلدی سے ان کی طرف بڑھے، وہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے سر کو بوسہ دیتے ہوئے ان پر ٹوٹ پڑے۔ پھر ان کی ایک طرف بیٹھ گئے۔ حضرت حسین نے ان سے عرض کی:

''آپ کی طرف پیش قدمی کرنے اور اس حق کو ادا کرنے سے جو چیز میرے لئے مانع ہوئی وہ یہ تھی کہ آپ مجھ سے بڑے ہونے کی وجہ سے اس فضیلت کے مجھ سے زیادہ حقدار ہیں۔ لہٰذا میں نے یہ ناپسند کیا کہ میں اس چیز میں آپ سے مقابلہ کروں جس میں آپ کا حق مجھ سے فائق ہے۔''

ایک دفعہ آپ کے اور آپ کے بھائی محمد بن الحنفیہ کے درمیان کچھ رنجش سی پیدا ہو گئی۔ ابن الحنفیہ نے ان کو یوں خط لکھا:

((بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد بن علی بن ابی طالب الی الحسین بن علی بن ابی طالب اما بعد فان لک شرفلا ابلغہ و فضلا لا ادرکہ، ابونا علی رضی اللہ عنہ، لا افضلک فیہ ولا تفضلنی و امک فاطمۃ بنت رسول اللہ ﷺ ولو کان مل ء الارض نساء مثل امی، ماوافین بامک، فاذا قرات رقعتی ھذہ فالبس رداءک و نعلیک و تعال فینی، وایاک ان

Marfat.com

اسبقك الی هذا الفضل الذی انت اولی به منی والسلام))

''اللہ کے نام سے جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ محمد بن علی بن ابی طالب کی طرف سے حسین بن علی بن ابی طالب کے نام۔ امابعد! بے شک آپ کو وہ شرف حاصل ہے جس تک میری رسائی نہیں اور آپ کو وہ فضیلت حاصل ہے جسے میں نہیں پا سکتا۔ ہمارے والد گرامی سیدنا علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ اس رشتہ میں میں آپ کو اپنے اوپر کوئی فضیلت نہیں دوں گا اور نہ ہی آپ مجھے دے سکتے ہیں۔ مگر جہاں تک آپ کی والدہ ماجدہ کا تعلق ہے وہ فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اگر میری ماں کی طرح روئے زمین کے برابر بھی عورتیں جمع ہو جائیں تو وہ سب کی سب آپ کی والدہ ماجدہ کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتیں۔ جونہی آپ میرا یہ رقعہ پڑھیں اپنی چادر اوڑھ لیجئے اور جوتیاں پہن لیجئے (تیار ہو جایئے) اور میرے پاس آ جایئے اور مجھے راضی کر لیجئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ پہل کرنے کی اس فضیلت میں میں آپ سے سبقت لے جاؤں، جبکہ آپ میری نسبت اس کے زیادہ حقدار ہیں۔ والسلام۔!''

حضرت امام حسین یہ سمجھ گئے کہ مقام ومرتبہ کے لحاظ سے ان کی بہ نسبت ان کا کم درجہ بھائی انہیں حضرت جناب رسول اللہ کا یہ قول مبارک یاد دلا رہا ہے:

''کسی مرد مومن کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ تین دن رات سے زیادہ اپنے بھائی سے اس قدر جدائی اختیار کرے کہ اگر وہ ایک دوسرے سے ملیں تو وہ اس سے منہ پھیر لے اور وہ اس سے، مگر ان دونوں میں سے بہتر وہ ہے جو سلام کے ساتھ ابتداء کرے۔''

یہ سوچ کر حضرت حسین نے جلدی سے پوشاک پہن لی (تیار ہو گئے) اور اپنے چھوٹے بھائی کی طرف چل دیئے اور انہیں راضی کیا۔ (سیر اعلام النبلاء ۴/۱۱۵، ۱۱۷، تاریخ اسلام ۳/۲۹۶)

امام حسین کی بہادری:

حضرت حسن کی خدمت میں جو وفد آتے انہیں آپ جن انعامات اور اکرامات سے نوازتے تھے، اگر ان کو تفصیلاً بیان کیا جائے تو کئی دفتر درکار ہیں، نیز آپ کا مقام ومرتبہ جو مسلمانوں کے دلوں میں ہے وہ محتاج تعارف نہیں، جہاں تک حضرت امام حسین کا تعلق ہے تو وہ کون ماں کا لال ہے جس نے حضرت حسین کی طرح انتہائی خطرناک حالات کا سامنا کیا ہو؟ خطروں میں گھس گیا ہو، کمال بہادری کا مظاہرہ کیا ہو اور آپ کی طرح قوی دل والا ہو۔ وہ کون ہے جس نے حضرت حسین کی طرح زندہ رہ کر اور پھر شہید ہو کر بھی سیادت کی ہو۔ حتیٰ کہ نفوس ان کی محبت سے بھر چکے ہوں۔ قلوب ان کی تعظیم سے لبریز ہوں اور محافل میں ان کی تعظیم وتکریم کا چرچا ہو۔

امام حسین کے چند اشعار:

☆ امام حسین سے چند اشعار مقبول ہیں:

اذا مـــا عك الــدهــر
فـلا تـجـنـح الـى الـخـلـق
ولا تـسـئــال سـوى الـلـه
الــمـغـيـث الـعـالـم الـحـق
فـلـو عشـت وقـد طـفـت

من الغرب الی الشرق
لما صادقت من یقد
ان یسعد او یشقی

''جب زمانہ تمہیں کاٹے (زمانے کی طرف سے تمہیں کوئی دکھ و تکلیف پہنچے) تو تو مخلوق کی طرف نہ جھک اور سوائے اللہ کے، جو مدد کرنے والا ہے، حق ہے کسی سے نہ مانگ۔ تو اگر زندہ رہے اور مشرق سے مغرب تک کا چکر کاٹ لے تو تو کوئی بھی ایسا نہ پائے گا جو کسی کو نیک بخت یا بد بخت بنانے پر قادر ہو۔''

☆ امام حسین کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

فان تکن الدنیا تعد نفسیة
فان ثواب اللہ اغلہ وانبل
وان تکن الا بدان للموت نشست
فقتل امری فی اللہ با لسیف افضل
وان تکن الا رزاق قسما مقدرا
فقلة حرص المرء فی السعی اجمل
وان تکن الا موال للترك جمعها
فما بال متروک بہ المراء یبخل

''اگر چہ دنیا عمدہ چیز شمار کی جاتی ہے، مگر ''بلا شبہ اللہ کے ہاں جو ثواب ہے وہ انتہائی قیمتی اور اعلیٰ وافضل چیز ہے۔ اگر جسم موت کیلئے پیدا کئے گئے ہیں تو پھر ایک آدمی کا اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل ہو جانا افضل ہے۔ اگر رزق ایک مقدر شدہ حصہ ہیں تو پھر ان کے حصول کی کوششوں میں ایک آدمی کا حریص نہ ہونا باعث زینت ہے۔ اگر مال واموال سارے کے سارے چھوڑنے کیلئے ہی ہیں، تو پھر کس کام کا ہے وہ چھوڑا ہوا مال جس پر انسان بخل کر رہا ہے۔؟''

عہد عثمانی میں جہاد کے لیے جانا:

امام حسین اور ان کے بھائی حسن حضرت عثمان غنی کے زمانہ خلافت میں تین دن جہاد میں شریک رہے۔ وہ دونوں بھائی ان لشکروں میں بھی شامل تھے جنہوں نے افریقہ میں اہل روم کے ساتھ جنگ کی اور طرابلس فتح کیا۔ بعد ازاں مغرب اقصیٰ کی طرف اپنا رخ کیا۔ اسی طرح دونوں بھائی ایشیاء کی جنگوں میں جو ۳۰ ہجری میں ہوئیں، شریک ہوئے اور طبرستان فتح ہوا۔

سیدنا عثمان غنی کی حفاظت:

جس وقت باغی انقلابیوں نے حضرت عثمان غنی کے گھر کا محاصرہ کیا تو یہ دونوں معزز نواسے حضرت عثمان کے دفاع میں سب ہاشمی نوجوانوں سے پیش پیش تھے، یہ کام انہوں نے اپنے باپ حضرت علی کے حکم کے مطابق کیا۔ ان سے دفاع کرتے ہوئے دونوں خون میں نہا گئے۔ جب انقلابیوں نے گھر میں گھسنے کیلئے حضرت عثمان غنی کے گھر کا دروازہ جلا دیا تو انہیں دونوں بہادروں نے ان کا راستہ روکے رکھا اور گھر میں گھسنے نہ دیا۔ یہ ان دونوں بہادر نواسوں کی دفاع عثمان رضی اللہ عنہ میں

Marfat.com

ثابت قدمی ہی تھی جس کی وجہ سے یہ انقلابی دروازے سے تو داخل نہ ہو سکے مگر پچھواڑے سے دیوار پھلانگ کر اندر آ گئے۔
حضرت حسین اس کارروائی سے بے خبر دروازے پر کھڑے پہرہ دیتے رہے۔

حضرت علی کی وصیت بنام حسن وحسین:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

(("اوصیکم بتقوی الله ربکم ولا تموتن الا وانتم مسلمون واعتصمو بحبل الله جمیعا ولا تفرقوا، فانی سمعت رسول الله یقول ان صلاح ذات البین افضل من الصلاة والصیام ...... الله الله فی القرآن لا یسبقنکم الی العمل سابق الله الله فی الفقراء والمساکین اشر کو هم فی معاشکم، لا تخافن فی الله لومة لائم، یکفکم من ارادکم و بغی علیکم، لا تدعوا الامر بالمعروف النهی عن المنکر وقولو اللناس حسنا کما امرکم الله علیکم بالتواصل، وایاکم والتدابر و تعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان"))

''میں تمہیں اللہ سے جو تمہارا رب ہے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور ہرگز ہرگز نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو، سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور جدا جدا نہ ہو جانا۔ بے شک میں نے جناب رسول کو فرماتے سنا کہ آپس کے اختلافات ختم کرنا نماز اور روزے سے بہتر ہے، قرآن کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ یاد رکھو عمل کی طرف کوئی سبقت کرنے والا ہرگز ہرگز تم سے سبقت نہ لے جائے۔ فقراء اور مساکین کے حق میں اللہ سے ڈرتے رہنا، اور اپنی روزی اور کمائی میں انہیں شریک کرنا۔ اللہ کے دین میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کرنا۔ جو تمہارے حق میں برا ارادہ رکھے گا اور تمہارے خلاف بغاوت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو تم سے روک دے گا۔ نیکی کے حکم کرنے کو اور برائی سے روکنے کو ہرگز نہ چھوڑنا اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے، لوگوں سے حسن سلوک سے پیش آنا اور ان کے ساتھ بنا کے رکھنا تم پر لازم ہے، اختلاف سے بچتے رہنا، نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کرنا اور گناہ اور زیادتی کے کاموں پر ایک دوسرے سے تعاون نہ کرنا۔''

پھر اپنے بیٹے محمد ابن الحنفیہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

(("اوصیك بتوقیر اخویك الحسن والحسین لعظیم حقهما علیك، فاتبع امرهما، ولا تقطع امرادو نهما، ثم قال للحسن والحسین اوصیکما به فانه ابن ابیکما وقد علمتم ان اباکم کان یحبه ...... استودعکم الله ...... وقراء علیکم السلام و رحمة الله و برکاته))

''میں تمہیں اپنے بھائیوں حسن وحسین کی عزت وتوقیر کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ دونوں تم پر بہت بڑا حق رکھتے ہیں، ان کا حکم مانتے رہنا اور کسی معاملہ کا فیصلہ ان کے بغیر نہ کرنا۔ پھر امام حسن اور امام حسین سے فرمایا: میں تم دونوں کو اس (محمد بن حنفیہ) کے حق میں وصیت کرتا ہوں، بے شک وہ تمہارے باپ کا بیٹا ہے اور تم اچھی طرح جانتے ہو کہ تمہارا باپ اس سے محبت رکھتا ہے۔ میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور تم پر سلامتی بھیجتا ہوں، اللہ کی رحمتیں اور برکتیں تم پر ہوں۔''

مسئلہ خلافت میں حضرت امام حسین کی رائے:

جب اپنے باپ حضرت الامام علی رضی اللہ عنہ کے بعد امام حسن خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے امیر معاویہ کے ساتھ جنگ سے

Marfat.com

دستبردار ہونے اور خون ریزی سے مسلمانوں کو بچانے میں ہی مصلحت سمجھی، مگر امام حسین کی رائے یہ تھی کہ حضرت حسن خلافت کے امیر معاویہ کی بہ نسبت زیادہ حقدار ہیں۔ لہٰذا انہیں اس سے دستبردار نہیں ہونا چاہیے۔ وہ مسلمانوں کی ان کی بہ نسبت زیادہ نگہداشت کرنے والے اور حق کو قائم کرنے کے زیادہ اہل ہیں۔ مگر امام حسن اس بات کو ناپسند فرماتے تھے کہ ان کی وجہ سے مسلمانوں میں خونریزی ہو۔ چنانچہ وہ خلافت سے دستبردار ہونے پر مصر رہے۔ حضرت حسین نے ان سے فرمایا:

''آپ حضرت علی کے سب سے بڑے بیٹے ہیں، ان کے جانشین ہیں اور ہمارے معاملات آپ کے حکم کے تابع ہیں۔''

چنانچہ حضرت امام حسین اپنے بڑے بھائی امام حسن کی رائے کے پیش نظر اپنے مطالبہ سے دست کش ہو گئے۔

نیک اعمال کی طرف رغبت:

حضرت حسین بڑے عابد زاہد اور اطاعت گزار تھے۔ کبھی بھی بغیر روزہ کے نہیں دیکھے گئے۔ رات کو دائمی قیام کرنے والے، نیکی کی طرف بہت سبقت کرنے والے، اچھے کاموں میں جلدی کرنے والے، صالح ومعزز، اپنے گھر والوں کے ساتھ بہت زیادہ حسن سلوک رکھنے والے، ہر اس شخص کی فریاد رسی کرنے والے جو آپ سے طالب مدد ہو، اور اپنے رب کی اطاعت میں دنیا سے کٹ کے رہنے والے تھے۔

پیدل پچیس حج کرنا:

مصعب بن الزبیری نے آپ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ آپ نے مع سعی وطواف پچیس پیدل حج کیے۔

صبر واستقامت:

مصائب میں بہت زیادہ صبر کرنے والے تھے، جب بھی مشکلات اور آزمائشیں درپیش ہوتیں ثابت قدم رہتے، بڑی بہادری سے ان کا سامنا کرتے، نہ ہی غضبناک ہوتے، نہ مایوس ہوتے، نہ واویلا کرتے اور نہ ہی عاجز آتے۔ اللہ تعالیٰ نے جو مقدر فرمایا ہوتا اس پر راضی رہتے اور جو مصیبت بھی ان پر نازل ہوتی اپنے لئے اللہ کی طرف سے اس کے اختیار کرنے پر مطمئن رہتے۔

مصیبت پر صبر:

راوی حضرات روایت کرتے ہیں کہ امام حسین کا لڑکا فوت ہو گیا مگر آپ پر رنج وغم کے کوئی آثار ظاہر نہ ہوئے۔ جب اس بارے میں لوگوں نے آپ سے استفسار کیا تو فرمایا:

''بے شک ہم اہل بیت اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں، وہ نعمتیں عطا فرماتا ہے، پھر جب اس چیز کا ارادہ فرماتا ہے جو ہمیں ناپسند ہے مگر وہ اسے پسند ہے تو ہم راضی رہتے ہیں۔''

مصائب زمانہ پر صابر اور ثابت قدم رہنے کے ساتھ ساتھ آپ ان کے سامنے کمزوری اور بزدلی کا مظاہرہ نہیں کرتے تھے، پھر جب کوئی آپ کو غصہ دلاتا تو آپ کو ایسا شیر پاتا جو بہت غضبناک اور اپنے شکار کی تکہ بوٹی کر دینے والا ہو، اس کے بعد آپ اس کی پرواہ نہ کرتے کہ سامنے کون ہے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے کچھ خوف نہ کھاتے۔''

Marfat.com

سیدنا حضرت حسین کی شہادت

شہادت جہری:

کربلا میں حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفیقین پر ایک قیامت ٹوٹی۔ یوں تو امام حسن و حسین اور ان کے رفیقین رضی اللہ عنہم کو شہادت کا بلند مرتبہ ومقام ملا، لیکن حضرت امام حسن کے حصے میں شہادت سری (پوشیدہ شہادت) کا فیض آیا اور حضرت امام حسین کے حصے میں شہادت جہری (ظاہری شہادت) کا فیض آیا۔ امام حسین کی ذات مظہر کمال مصطفیٰ اور مظہر جمال مصطفیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

((ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون))

''اور جو اللہ کی راہ میں شہید ہوئے انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تمہیں شعور نہیں۔''

اولین وآخرین سے ممتاز:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں بہت سے شہداء ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس فضل سے اور بہت سے لوگوں کو سرفراز فرمایا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان اور حضرت علی کو بھی یہ انعام ملا۔ یہ حضرات اس کمال اور اصل سرفرازی سے فیضیاب ہوئے۔ ان سب کا اپنا اپنا مقام ہے، مگر حضرت امام حسین کی شہادت میں کچھ اس قسم کے واقعات ہیں کہ اولین وآخرین میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

یزید کی بے عملی:

اس زمانے میں یزید جیسا بے عمل شخص کوئی نہیں تھا۔ چنانچہ یزید جب تخت نشین ہوا تو بادشاہ بننے کے فوراً بعد اس پر گناہوں کا ایسا اثر چھا گیا کہ غرور وتکبر کا پتلا بن گیا اور اس نے ایسے اقدامات شروع کر دیئے جو شریعت کے سراسر خلاف تھے۔

یزید کا افراط وتفریط:

حکومت واقتدار کا نشہ بعض اوقات آدمی کو افراط وتفریط کا شکار کر دیتا ہے۔ پہلے تو یزید چھپ چھپ کر فسق وفجور کرتا رہا مگر اب بادشاہ بننے کے بعد اس کو پوچھنے والا کوئی نہیں تھا، اس لیے اس نے سرعام بھی گناہ کرنے شروع کر دیئے۔ وہ جانتا تھا کہ جس قسم کے میرے اعمال ہیں مجھے کوئی خلیفہ (بادشاہ) تسلیم نہیں کرے گا۔ خصوصاً وہ بڑے بڑے لوگ۔ وہ تو کبھی بھی میری بیعت نہیں کریں گے اور ان کا انکار دوسروں کے انکار کا سبب بنے گا۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ میں ان سے بیعت طلب کروں اور جب وہ انکار کریں تو انہیں قتل کروا دوں تاکہ میری حکومت کے لئے میدان صاف ہو جائے۔

تین حضرات سے بیعت طلب:

چنانچہ اس نے تخت پر بیٹھتے ہی حضرت امام حسین، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ بن عمر سے بیعت طلب کی۔

Marfat.com

یہ لوگ خود بھی بڑے تھے اور بڑوں کی اولاد تھے۔ حضرت امام حسین، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لخت جگر، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے، جنت کے پھول اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے تھے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر، یہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر یہ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے۔ چنانچہ اتنے بڑے بڑے دینی راہنما یزید جیسے فاسق کی بیعت کیسے کر سکتے تھے؟ ایسے فاسق کی بیعت نہ کرنا ہی ان کے شایان شان تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن زبیر ہجرت کر کے چلے گئے اور حضرت امام حسین نے بیعت سے انکار کر دیا۔ اس لئے کہ آپ بیعت کر لیتے تو جان بچ جاتی، خاندان بچ جاتا اور دنیا کا مال آپ کے قدموں میں ڈھیر ہو جاتا۔ مگر اسلام کا نظام درہم برہم ہو جاتا اور قیامت تک ہر فاسق و فاجر کی بیعت جائز قرار پاتی۔ لیکن آپ نے بیعت سے انکار کر کے اسلام کے نظام کو درہم برہم ہونے سے بچا لیا۔

انکار بیعت اور عزیزوں سے مشورہ:

امام عالی مقام نے اپنے عمل سے اپنی بلندی کردار کا ثبوت پیش فرمایا۔ چنانچہ جس وقت آپ نے انکار کر دیا تو اپنے سارے عزیزوں کو جمع کر کے فرمایا:

''اے میرے عزیزو! اگر میں مدینہ منورہ رہا تو یہ لوگ مجھے یزید کی بیعت کے لئے مجبور کریں گے اور اگر میں نے بیعت نہ کی تو لا محالہ جنگ ہوگی اور میں یہ نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے مدینہ منورہ میں جنگ ہو۔ اس لئے میں مدینہ سے ہجرت کرنا چاہتا ہوں۔''

آپ کے عزیزوں نے کہا:

''جیسے آپ کہیں گے ہم حکم کی تعمیل کریں گے۔''

مدینہ سے مکہ مکرمہ:

چنانچہ امام حسین نے مدینہ منورہ سے ہجرت کرنے کا فیصلہ فرما لیا۔ ہجرت مدینہ سے پہلے امام حسین حضور نبی کریم کے روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے اور روتے روتے حضور نبی کریم سے اجازت طلب کی اور زبان حال سے عرض کرنے لگے:

''آقا! حرم کی عزت وحرمت ہے۔ حرم کی حد میں لڑنا، جھگڑنا، جدال وقتال چونکہ حرام ہے تو وہاں نہ کوئی میرے ساتھ لڑے گا اور نہ مجھے پریشان کرے گا۔ میں حرم شریف کی حدود کے اندر رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے زندگی کے دن پورے کر لوں گا۔''

اس کے بعد حضرت امام حسین مکہ مکرمہ چلے گئے۔

مکہ میں ڈیڑھ سو سے زائد خطوط:

جونہی آپ مکہ مکرمہ میں پہنچے تو اہل کوفہ کی طرف سے خطوط پہنچنا شروع ہو گئے۔ لگاتار خطوط آتے رہے ہیں، قاصد آتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ تھوڑے سے عرصے میں حضرت امام عالی مقام کی خدمتِ اقدس میں ڈیڑھ سو خطوط پہنچ گئے۔

اس زمانے میں خطوط کو ارسال کرنے کے ذرائع بہت محدود تھے۔ لوگ خطوط قاصدوں کے ذریعے بھیجتے تھے اور قاصد اونٹوں، گھوڑوں پر یا پھر پیدل چل کر جاتے تھے۔ اس زمانے میں اور ان حالات میں امام حسین کی بارگاہ میں اتنے خطوط کا جمع

Marfat.com

ہونا بڑی بات تھی۔

خطوط کا مضمون:

اہل کوفہ نے حضرت امام حسین کو جو خطوط لکھے ان کا مضمون کچھ یوں تھا:

''اے امام حسین! ہم آپ کو ماننے والے ہیں۔ ہم محبان رسول وصحابہ ہیں۔ ہم محبان اہل بیت ہیں۔ ہم امیر المومنین وخلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضٰی اور آپ کے بھائی حضرت امام حسن کے ماننے والے ہیں۔ بھلا ہم یزید جیسے نافرمان کی بیعت کیسے کرلیں۔؟ یزید اب تخت پر بیٹھ گیا ہے۔ ہم اس کو خلیفہ نہیں مانتے اور آپ کو خلیفہ برحق مانتے ہیں۔ آپ مہربانی فرما کر کوفے میں تشریف لائیں تاکہ ہم آپ کی بیعت کریں۔ ہم آپ کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر آپ کو خلیفہ تسلیم کریں گے، آپ پر اپنی جانیں فدا کردیں گے اور ظلم وفسق کے خلاف آپ کا ساتھ دیں گے۔ آپ تشریف لایئے اور ہماری دستگیری فرمایئے اور ہمیں اپنی صحبت میں رکھ کر اپنے فیوض وبرکات سے مستفید فرمایئے۔ اے حسین! اگر آپ تشریف نہ لائے تو ہم بامر مجبوری یزید کی بیعت کریں گے۔ پھر کل قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ نے ہم سے پوچھا کہ تم نے یزید جیسے فاسق کی بیعت کیوں کی؟ تو ہم صاف کہہ دیں گے کہ مولا! ہم نے تیرے نبی کے نواسے کو خطوط لکھے، جان ومال قربان کرنے کا یقین دلایا مگر وہ تشریف نہیں لائے۔ انہوں نے ہماری دعوت کو قبول نہیں کیا تو جب انہوں نے ٹھکرا دیا تو مولا! ہم حکومت کا مقابلہ نہیں کرسکتے تھے۔ پھر ہم نے بامر مجبوری یزید کی بیعت کرلی۔ اے حسین! یاد رکھئے اگر آپ تشریف نہ لائے تو ہماری بیعت کا وبال بھی آپ کے کندھوں پر ہوگا۔''

امام مسلم بن عقیل کا انتخاب:

اہل کوفہ نے اس قسم کے مضامین لکھے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ شرعی طور پر پابند ہوگئے۔ چنانچہ آپ نے بہت سے لوگوں سے مشورے کیے۔ آخر آپ اس نتیجے پر پہنچے کہ پہلے کسی معتبر شخص کو وہاں بھیجنا چاہئے جو وہاں جاکر بچشم خود حالات کا جائزہ لے کہ کیا واقعی اہل کوفہ کے دلوں میں اللہ تعالیٰ، رسول اللہ اور اسلام کی محبت اور عقیدت ہے۔ اگر اہل کوفہ کے دلوں میں واقعی محبت اور عقیدت ہو تو پھر اطلاع ملنے کے بعد مجھے (امام حسین کو) جانا چاہئے، ورنہ نہیں جانا چاہئے۔ چنانچہ آپ نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کو اس کام کے لئے منتخب کیا اور فرمایا:

''اے بھائی! اہل کوفہ کی طرف سے خطوط کی بھرمار ہوگئی ہے۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ میں آپ کو اپنا نائب بنا کر وہاں بھیجنا چاہتا ہوں۔ آپ وہاں پہنچ کر حالات کا بچشم خود مطالعہ کریں اور جائزہ لیں۔ اگر حالات واقعی تسلی بخش ہوں تو آپ مجھے اطلاع دیں۔ آپ کا خط آنے پر میں بھی چلا آؤں گا۔ ورنہ آپ بھی واپس آجائیں۔''

امام حسین کا خط اہل کوفہ کے نام:

حضرت امام حسین نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ کی طرف بھیجا اور اہل کوفہ کو ایک خط لکھا، جسکا مضمون کچھ اس طرح تھا:

''اہل کوفہ! تمہارے بہت سے خطوط میرے پاس پہنچے۔ چنانچہ میں اپنے عم زاد بھائی مسلم بن عقیل کو اپنا نائب بنا کر بھیجتا ہوں۔ وہ تمہارے حالات کا جائزہ لے کر مجھے خط لکھیں گے۔ اگر حالات تسلی بخش ہوئے تو پھر ان کی اطلاع آنے پر میں بھی تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔''

Marfat.com

چنانچہ امام حسین نے چٹھی لکھ کر مہر لگائی، وہ حضرت مسلم بن عقیل کو دے دی اور انہیں رخصت کر دیا۔

حضرت امام حسین کی شہادت کا قصہ بڑا المناک اور دردناک ہے اور ہر اس مسلمان کے دل میں اس کا گہرا زخم ہے جو یہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خون مسلم کی کتنی قدر و منزلت ہے اور اہل بیت کا کس قدر حق ہے، ان کی کتنی فضیلت و شرافت ہے اور حسنین کریمین کا کیا مقام ہے۔

یہ دونوں جناب رسول اللہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھے۔ آپ ﷺ انہیں اپنے گھٹنوں مبارک پر بٹھاتے اور فرماتے:

(("اللهم انى احبهما فاحبهما واحب من يحبهما"))

"اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور جوان سے محبت کرے انہیں بھی محبوب رکھ۔"

ان دونوں کے بارے میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بھی ہے:

(("الحسن والحسين سيد اشباب اهل الجنة فى الجنة"))

"حسن وحسین جنت میں جنت کے نوجوانوں کے سردار ہوں گے۔"

اس دردناک واقعہ اور اس کے دور و نزدیک کے (یعنی ظاہری و باطنی) اسباب کا مطالعہ کرنے والا یہ سمجھ جاتا ہے کہ کچھ خفیہ ہاتھوں جو خون مسلم میں ملوث تھے اور مکار لوگ جو مسلمانوں کی جماعت کو منتشر اور متفرق دیکھنے کے خواہشمند تھے، نے ہی اس گھناؤنے جرم کا راستہ ہموار کیا تھا اور بڑی بد باطنی اور یاری کے ساتھ اس کو عملی جامہ پہنانے کا بیڑا اٹھایا جیسا کہ انہوں نے اس سے پہلے جھوٹ گھڑ لینے اور خلیفہ راشد حضرت علی اور دیگر چند معزز ناموں کی طرف جھوٹ موٹ خطوط منسوب کرنے کے بعد انہوں نے خلیفہ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا راستہ ہموار کیا تھا، انہوں نے ان کو شہید کر دیا، اس وقت وہ روزے سے تھے، صبر کا مظاہرہ کرنے والے تھے، وہ کلام پاک کی تلاوت میں مشغول تھے۔ حضرت عثمان نے اس سے منع کر دیا تھا کہ صحابہ میں سے کوئی ایک بھی ان کے دفاع کیلئے آگے بڑھا مبادا ان کی وجہ سے مسلمانوں میں خون ریزی ہو۔

یہی وہ گروہ تھا جس نے اس سے پہلے جنگ جمل کی راہ ہموار کی تھی۔ جب قعقاع بن عمرو کے ہاتھوں فریقین کے درمیان صلح پایہ تکمیل کو پہنچی تو علی الصبح ان لوگوں نے جنگ کی آگ بھڑکا دی اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ کو جو ان دس حضرات میں سے تھے جنہیں دنیا میں جنت کی خوشخبری دی گئی تھی، شہید کر دیا۔ اس وقت بھی وہ متحارب فریقین کے درمیان صلح کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے تھے۔ حضرت زبیر کو بھی شہید کر دیا گیا، اس وقت وہ نماز میں مشغول تھے اور اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا تھے کہ وہ اس جنگ کی آگ بجھا دے۔

ان فتنہ پردازوں نے حضرت عائشہ کے قتل پر بھی لوگوں کو ابھارا۔ مگر اپنی ماں کے دفاع میں سینکڑوں صحابہ سینہ سپر ہو گئے، جام شہادت نوش کیا۔

انہوں نے کعب بن سور الازدی کو بھی قتل کر دیا تھا جو حضرت عائشہ کے حکم سے قرآن پاک اٹھائے ہوئے تھے تاکہ لوگوں کو جنگ وجدال سے روکیں، ایسے ہی ایک اور مکر و فریب پر مبنی وہ ناپاک مکارانہ فتنہ بھی تھا جو جنگ صفین کے موقع پر کھڑا کیا گیا۔ فتنہ گر فریقین جنگ کو ایک دوسرے کی خبریں بھی نہیں پہنچنے دیتے تھے اور آپس میں صلح کروانے کیلئے کوشش کرنے والوں کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے تھے۔ جنگ کے خاتمہ، ثالثوں کے ذریعے فیصلے اور صحابہ اور تابعین میں سے ہزاروں آدمیوں

Marfat.com

کی شہادت کے بعد ان فتنہ بازوں کا راز کھل گیا۔ یہ لوگ عبداللہ بن سبا نامی یہودی کی جماعت تھی جس کی مکاریاں اور کوششیں سابقہ اور موجود فتنہ کے پیچھے کارفرما تھیں۔ یہ بھی پتہ چلا کہ وہ دو جماعتیں تھیں:

ان میں سے ایک گروہ کہتا تھا کہ بے شک حضرت علی ہی معاذ اللہ خالق اور رازق ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہیں۔ اس پر حضرت علی نے ان سے مناظرہ کیا۔ انہوں نے جب اپنے اس عقیدہ فاسد پر اصرار کیا تو ان میں سے جن لوگوں کی پہچان ہو سکی۔ آپ نے ان کو زندہ جلوا دیا۔ اب وہ کہنے لگے کہ اگر حضرت علی خدا نہ ہوتے تو انہیں آگ میں نہ جلاتے، کیونکہ آگ میں جلانا تو صرف رب ہی کا کام ہے اور یہ بھی گمان کیا کہ وہ ان کو قتل کرنے کے بعد انہیں دوبارہ زندہ کر دیں گے۔ یہی وہ لوگ تھے جو عقیدہ تناسخ اور حلول کے قائل تھے اور بعد میں ان سے جو گمراہ فرقے پیدا ہوئے، یہی لوگ ان کی اصل تھے ایک گروہ تھا جس نے جنگ صفین کے بعد حضرت علی کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا تھا۔ انہوں نے ان پر کفر کی تہمت لگائی تھی، کیونکہ انہوں نے جنگ روک دی تھی اور ان کے اور حضرت معاویہ کے مابین جو جھگڑا چل رہا تھا۔ اس میں کتاب اللہ کو ثالث ماننے کا فیصلہ مان لیا تھا۔ ان میں سے کچھ لوگ وہ بھی تھے جنہوں نے ان سے پہلے تینوں خلفائے راشدین پر بھی کفر کا فتویٰ جڑا تھا اور عبداللہ بن حباب جیسے تابعی جلیل کو صرف اس بنیاد پر شہید کر دیا تھا کہ انہوں نے چاروں خلفاء کی تعریف و توصیف کی تھی، ان کی بیوی کا پیٹ چاک کر دیا تھا اور قبیلہ طی کی تین عورتوں کو قتل کر دیا۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ قاتلوں کو ان کے حوالے کر دیں تو انہوں نے اس سے انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ ہم سب نے مل کر ان کو قتل کیا ہے اور ہم سارے تمہارے اور ان کے خونوں کو حلال سمجھتے ہیں۔

عراق والوں نے حضرت علی کے بعد امام حسن کی بیعت کی، اکابرین صحابہ، تابعین اور لوگوں کی اکثریت آپ کی حامی تھی، اللہ تعالیٰ نے آپ کے حق میں آپ کے نانا پاک کے اس قول کو پورا فرمایا:

''میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کروائے گا۔''

چنانچہ امام حسن نے حضرت معاویہ اور ان کی بیعت کر لینے کے پیش نظر خلافت سے دستبرداری کا فیصلہ کر دیا، اس کے بعد سب لوگوں نے حضرت امیر معاویہ کی بیعت کر لی اور اس پر اتفاق ہو گیا کہ امیر معاویہ کے بعد حضرت حسن خلیفہ بنیں گے اور مقتولین کی دیت بیت المال سے ادا کر دی جائے گی۔ اسی وجہ سے مسلمانوں نے اپنے اس سال کا نام ''عام الجماعۃ'' (اتفاق و اتحاد والا سال) رکھا۔ چنانچہ یہ صلح مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے ایک عظیم انعام تھا کہ اس کی برکت سے مسلمان متحد و متفق ہو گئے۔

اسلام کی اشاعت اور اس کے نور کو تمام اقوام عالم تک پہنچانے کیلئے تحریک جہاد اور فتوحات کا سلسلہ نئے سرے سے شروع ہو گیا۔ حالانکہ اس سے پہلے فتنوں اور اختلافات کے زمانہ میں یہ سلسلہ رک گیا تھا۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے اپنے بعد اپنے بیٹے یزید کو اپنا ولی عہد بنایا۔ صحابہ کی ایک جماعت نے یزید بن معاویہ کی بیعت کے سلسلے میں جو کچھ وقوع پذیر ہوا اس کو اس حقیقت کے پیش نظر قبول نہ کیا کہ چونکہ یہ اس طریقہ کار اور اس طرز عمل کے خلاف تھا جس پر خلفائے راشدین ہمیشہ سے عمل پیرا رہے۔ بعض نے تو اس انتخاب کو اس نظر سے دیکھا کہ یہ اس طریقہ کار کے قطعی ناموافق ہے اور اس میں اور اس میں کوئی قدر مشترک ہے ہی نہیں۔ وہ چونکہ سارے کے سارے خود مجتہد تھے، لہٰذا ان

Marfat.com

کے لئے یہ ضروری نہ تھا کہ وہ اپنی جماعت میں سے جن لوگوں نے یزید کی بیعت کر لی تھی ان کی تقلید کریں۔ جب حضرت معاویہ کی وفات ہوگئی اور یزید والی حکومت بنا تو بعض نے یہ مناسب خیال کیا کہ اب جان بچا کر بھاگ جانا ہی خون ریزی سے بچنے کا واحد مناسب ذریعہ ہے، چنانچہ انہوں نے یزید کی حدود سلطنت سے راہِ فرار اختیار کرنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی مگر ان کے برعکس حضرت امام حسین اور عبداللہ ابن زبیر نے اس کا سامنا کرنا اس لئے ضروری سمجھا کہ عہد خلافت میں شورائی نظام اور اپنی جانشینی کیلئے اپنے کسی قریبی کو دوسروں پر ترجیح نہ دینے اور ان میں سے افضل کا چناؤ کرنے کا جو نظام رائج تھا، اس کو بدل دینے کی جس جرأت کا مظاہرہ یزید نے کیا تھا اس کا سدباب کیا جائے، نیز اسے ظلم سے باز رکھا جائے۔

اصل قصہ یہ ہے کہ جب حضرت معاویہ کی وفات کے بعد سن ساٹھ ہجری میں بطور خلیفہ یزید کی بیعت کی گئی تو اس نے مدینہ میں اپنے گورنر ولید بن عتبہ کو لکھا کہ وہ اہل مدینہ سے اس کی طرف سے بیعت لے۔ جب اہل مدینہ کو یہ معلوم ہوا تو ان میں سے چند لوگ اس بیعت سے نجات حاصل کرنے کی غرض سے رجب ٦٠ ہجری کے اواخر میں مکہ کی طرف نکل بھاگے، ان لوگوں میں حضرت حسین بھی شامل تھے۔ چنانچہ آپ مکہ میں تقریباً چار ماہ (شعبان، رمضان، شوال اور ذوالقعد) قیام پذیر رہے۔ وہاں کوفہ والوں کے خطوط اور وفود یہ مطالبہ لے کر ان کی خدمت میں آتے رہے کہ وہ ان کے ہاں تشریف لائیں، وہ لوگ ان کی بیعت کریں گے۔ چنانچہ ان کی یہ دعوت قبول کرتے ہوئے حضرت حسین نے ان کی طرف جانے کا پختہ عزم کرلیا، مگر حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر نے انہیں وہاں نہ جانے کا مشورہ دیا کیونکہ وہ تو کوفہ والوں اور بعض عراقیوں کی بدعہدی دیکھ چکے تھے۔

مگر امام حسین نے خط لکھنے والوں پر اچھا گمان کیا اور ان کی طرف جانے کیلئے اپنے اس ارادہ سے باز نہ آئے۔ جب ان کے بھائی محمد بن حنفیہ کو اپنے بھائی کے جانے کی خبر ملی تو وہ بہت روئے۔ چنانچہ امام حسین آٹھویں ذی الحج کو کوفہ جانے کے ارادہ سے نکل پڑے۔ آپ اس سے پہلے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کر چکے تھے۔ بارہ ہزار کوفیوں نے ان کی بیعت کر لی۔ جب عبیداللہ ابن زیاد کو جو یزید کی طرف سے کوفہ کا والی تھا، اہل کوفہ کی اس کارکردگی کا علم ہوا تو اس کے خوف کی وجہ سے فوراً ہی انہوں نے مسلم بن عقیل کا ساتھ چھوڑ دیا۔ چنانچہ اس نے امام مسلم بن عقیل کو گرفتار کر کے قتل کروا دیا۔

جب حضرت امام حسین قادسیہ کے قریب پہنچے تو انہیں امام مسلم کی شہادت کی خبر ملی۔ اس پر امام مسلم کے بھائیوں نے کہا کہ اب ہم اس وقت تک ہرگز واپس نہیں ہوں گے، جب تک اپنا بدلہ نہ چکالیں یا قتل کر دیئے جائیں۔ حضرت امام حسین نے فرمایا کہ تمہارے بعد میرے لئے زندگی میں بھی کوئی بھلائی نہیں، آپ نے اس سارے واقعہ سے اپنے ساتھیوں کو آگاہ کر دیا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ جو جانا چاہے چلا جائے، اسے اجازت ہے۔ یہ اجازت پا کر وہ سارے منتشر ہو گئے، صرف وہی لوگ باقی رہ گئے جو مکہ معظمہ سے آپ کے ہمراہ آئے تھے۔ ان کی تعداد ستر سے کچھ اوپر تھی۔ ان میں تینتیس شہ سوار تھے۔

عبیداللہ بن زیاد نے اپنے ایک پولیس آفیسر حصین بن تمیم التمیمی کو کچھ شہ سواروں کے ساتھ بھیجا۔ یہ لوگ قادسیہ میں اترے۔ اس نے ناکہ بندی کر دی اور حضرت امام حسین کو کہیں چلے جانے سے روکنے کی غرض سے اپنے سواروں کو منظم کیا۔ نیز ابن زیاد نے حر بن یزید التمیمی کو بھی ایک ہزار شہ سواروں کے ہمراہ بھیجا تاکہ حضرت امام حسین کی واپسی کا راستہ مسدود کر دیا جائے۔ چنانچہ ان دونوں نے حضرت امام حسین کو جالیا اور آپ کے آمنے سامنے کھڑے ہو گئے۔ تقریباً دوپہر کا وقت تھا۔

Marfat.com

حضرت امام حسین انہیں خطاب کرنے کی غرض سے نکلے اور ان سے یوں فرمایا:

((ایها الناس اها معذرة الى الله واليكم فانى لم آتكم حتى اتتنى كتبكم و رسلكم ان اقدم علينا فليس لنا امام فلعل الله ان يجمعنابك على الهدى وقد جئتكم فان تعطونى ما اطمئن به من عهود كم اقدم مصر كم وان كنتم لقدومى كارهين انصرفت الى المكان الذى اقبلت منه فسكتوا واذن موذنه واقمت الصلاة فصلى الحربصلاته وانصرف الى موقفه، وصلى الحسين العصر ايضا،م واستقبلهم قائلا ان تتقوا الله و تعرفوا الحق لاهله يكن ذالك ارضى لله تعالىٰ ونحن اهل البيت اولى بولاية هذا الا مر من هولاء السائرين بالجور والظلم فان انتم كرهتمونا و جهلتم حقنا و كان رايكم غير ماتتنى به كتبكم ورسلكم انصرقت عفكم واخرج خرجين مملوئين صحفا فنشر هابين ايديهم))

''اے لوگو! یہ اللہ تعالیٰ کے حضور اور تمہارے ہاں میرا عذر ہوگا کہ میں تمہارے پاس اس وقت تک نہیں آیا جب تک تمہارے خطوط اور تمہارے ایلچی میرے پاس یہ پیغام لے کر نہیں آئے کہ ہمارے پاس آجاؤ، ہمارا کوئی امام نہیں ہے، اللہ سے یہ امید ہے کہ وہ آپ کے ذریعے سے ہمیں ہدایت پر جمع فرمادے۔ اب میں تمہارے پاس آگیا ہوں۔ اگر تم میرے ساتھ ایسے عہد باندھو جن سے میں مطمئن ہو جاؤں تو میں تمہارے شہر آجاؤں گا، ورنہ میں اسی جگہ سے وہاں واپس چلا جاؤں گا جہاں سے آیا ہوں۔ یہ سن کر وہ خاموش رہے، انہوں نے کوئی جواب نہ دیا، اتنے میں حضرت امام حسین کے مؤذن نے اذان دی، نماز کھڑی ہوئی، حر نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر اپنی جگہ واپس چلا گیا۔ حضرت امام حسین نے نماز عصر بھی وہاں پڑھی اور یہ کہتے ہوئے ان کی طرف متوجہ ہوئے: اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اصل حق دار کا حق پہچانو تو تمہارا یہ عمل اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ رضامندی کا باعث ہوگا اور ہم اہل بیت ان بے راہ، ظلم و جور اپنانے والوں کی بہ نسبت اس معاملہ (یعنی حکومت) کے زیادہ حقدار ہیں اور اگر تم ہمیں ناپسند کرو، ہمارے حق سے غافل ہو جاؤ اور جس رائے کا اظہار تم اپنے خطوط و رسائل میں کرتے رہے ہو اس سے پھر جاؤ تو میں تمہارے ہاں سے چلا جاتا ہوں۔''

چنانچہ آپ نے اپنی خرجینیں نکالیں جو ان کے ارسال کردہ خطوط سے بھری ہوئی تھیں۔ آپ نے وہ سارے کے سارے خطوط ان کے آگے ڈال دیئے۔ حر نے کہا:

''ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہمارا آپ سے سامنا ہو تو آپ کو اس وقت تک یہاں سے نہ جانے دیں جب تک آپ کو کوفہ میں عبیداللہ بن زیاد کے پاس پیش نہ کر دیں۔''

امام حسین اس مکر عظیم اور اس دھوکے کے خطرہ کو سمجھ گئے۔ آپ نے عمر بن سعد جو ابن زیاد کے لشکر کا قائد تھا سے یہ پیش کش کی کہ انہیں جانے کی اجازت دے تاکہ جہاں سے وہ آئے ہیں وہاں واپس چلے جائیں یا انہیں اس بات کیلئے چھوڑ دیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے نکلیں یا انہیں دمشق میں یزید کے پاس پہنچا دیں۔ ان لوگوں نے آپ کی ایک یہ بات بھی نہ مانی اور یہ شرط لگائی کہ اگر آپ ابن زیاد کا حکم مان لیں تو ہم ایسا کرنے کو تیار ہیں۔ امام حسین نے اس سے سختی سے انکار کر دیا۔ یہ نواسہ رسول اور خلیفہ راشد کے بیٹے کے شایان شان نہ تھا کہ وہ ایسے جھک جاتے جیسے ایک ذلیل شخص جھکتا ہے۔ چنانچہ آپ نے بطور ایک مجتہد اپنے حق راہ پر ہونے اور ان کے باطل پر ہونے یقین کرتے ہوئے جنگ کا عزم کر لیا۔ جب حقیقت یہ ہے تو پھر

Marfat.com

اس کا بھی آپ نے پختہ یقین کرلیا کہ اگر آپ ظلم کے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے یہ تو اللہ تعالیٰ کے حضور ان کا بڑا عذر ہو گا۔
چنانچہ امام حسین نے اپنے ساتھیوں میں یہ اعلان فرمادیا کہ ہمارے مددگاروں نے ہمیں بے مدد چھوڑ دیا ہے، لہٰذا تم میں سے جو جانا چاہے وہ بغیر حرج کے جاسکتا ہے اور ہماری طرف سے اس پر کوئی ملامت نہ ہوگی۔

(سیر اعلام النبلاء ۳/۲۹۱۔ سیر اعلام النبلاء ۳/۲۸۷)

اکثر لوگ آپ کا ساتھ چھوڑ گئے، صرف آپ کے اہل وعیال اور وہ اصحاب باقی رہ گئے جو مکہ معظمہ سے آپ کے ہمراہ آئے تھے۔ آپ نے ان کو ناپسند فرمایا کہ وہ لوگ آپ کے ساتھ چلیں اور جن خطرات کا ان کو سامنا ہے اس سے بے خبر رہیں، بلکہ ضروری ہے کہ ان سے پوری طرح انہیں آگاہ کردیا جائے۔ آپ یہ اچھی طرح جانتے تھے کہ جب ان پر معاملہ واضح ہو جائے گا تو ان میں سے وہی ان کے ساتھ رہے گا جو ان کے ہمراہ موت کا سامنا کرنے کیلئے تیار ہو گا۔
ایک گروہ نے حضرت حسین سے کہا: ہم نے آپ کی اور آپ کے بھائی حسن کی رائے جان لی ہے تو آپ نے فرمایا:
((''انی لا رجوان یعطی اللہ اخی علی نیتہ فی حب الکف وان یعطینی علی نیتی فی جہاد الظالمین))
''مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے بھائی کو ان کی اس نیت کا بدلہ عطا فرمائے گا جو جنگ سے باز رہنے اور مسلمانوں کی آپس کی خون ریزی کو روکنے کی محبت کے پیش نظر تھی اور مجھے یہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ظالموں سے جہاد کرنے کی جو میری نیت ہے اس کا بدلہ مجھے بھی عطا فرمائے گا۔''
اب حضرت امام حسین کے ساتھ شیعان اہل بیت میں سے صرف ستر آدمی باقی رہ گئے۔
نیز آپ کے ساتھ جو کچھ فتنہ پرداز لوگ ملے ہوئے تھے وہ اپنی یقینی موت سے نجات پانے کیلئے ابن زیاد کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ حضرت امام حسین اور آپ کے ساتھی جہاں سے وہ آئے تھے، وہاں واپس جانے کے ارادہ سے اپنی سواریوں پر سوار ہوئے تو حر آڑے آیا اور امام حسین سے کہنے لگا:
میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کو ابن زیاد کے پاس لے جاؤں۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں جب تک آپ کو کوفہ میں نہ لاؤں۔ لہٰذا آپ اس راہ پر چل نکلیں، جو نہ تو اس وقت تک آپ کو کوفہ لے جاتے اور نہ ہی آپ مدینہ شریف پہنچ سکیں، جب تک کہ میں اس بارے میں زیادہ نہ لکھوں اور آپ بھی اس بارے یزید اور ابن زیاد دونوں کو لکھیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسی صورت پیدا فرمادے جو آپ کے معاملہ میں جس امتحان میں مبتلا ہو چکا ہوں اس سے مجھے نجات و عافیت عطا فرمائے۔ چنانچہ حضرت امام حسین نے قادسیہ کی راہ لے لی۔ حر واپس جانے سے آپ کو روکنے کی غرض سے آپ کے قدم بقدم چل رہا تھا۔
تین محرم بروز جمعہ سنہ ۶۱ ھ کو عمر بن سعد بن ابی وقاص چار ہزار سواروں کی معیت میں کوفہ سے آیا۔ اس لشکر کا بڑا حصہ وہ لوگ تھے جو حضرت امام حسین کو دعوت نامہ بھیجتے تھے اور انہوں نے غائبانہ آپ کی بیعت بھی کر لی تھی۔ چنانچہ عمر نے استفسار کرنے کیلئے حضرت حسین کے پاس اپنا ایلچی بھیجا کہ وہ جا کر ان سے یہ معلوم کرے کہ وہ یہاں کیوں آئے ہیں؟ آپ نے فرمایا:
''مجھے تمہارے شہر کے لوگوں نے خطوط لکھے ہیں کہ میں ان کے ہاں آجاؤں۔ چنانچہ ان کی اس دعوت کے پیش نظر میں یہاں آ

Marfat.com

گیا ہوں۔اب اگر تمہیں یہ ناپسند ہو تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔"
اس بارے میں عمر نے ابن زیاد کو لکھا۔ابن زیاد نے جواب میں اسے لکھا کہ وہ یزید کی بیعت کی انہیں پیشکش کریں۔اگر بیعت کر لیں تو فبہا (ہماری تو ان کے بارے میں بس یہی ایک رائے ہے) وگرنہ ان پر اور ان کے ساتھیوں پر پانی بند کر دیا جائے۔اس کے حکم پر اس نے پانی کی طرف جانے والا راستہ حضرت حسین پر بند کر دیا۔یہ حضرت حسین کی شہادت سے تین دن پہلے کا واقعہ ہے۔اس موقع پر عمر بن سعد اور حضرت حسین میں کئی دفعہ گفتگو بھی ہوئی۔عمر نے ابن زیاد کو لکھا:

((اما بعد ، فان الله اطفاء الثائرة و جمع الكلمة وقد اعطانی الحسین عهدا ان یرجع الی المكان الذی اتی منه او ان تصیره الی ثغرعن الثغور اویاتی یزید فیضع یده فی یده وفی هذا لكم رضا و للامة صلاح فارسل ابن زیاد شمر بن ذی الجوشن الی عمر بكتاب یسال فیه الطلب من الحسین ان ینزل علی حكم ابن زیاد و آن یبعث بهم الیه فابوا، قاتلهم ، وقال زیاده لشمر ان عمل عمر بن سعدما امره فاسمع له واطع وان ابی فانت الا میرواضرب عنقه))

"امابعد! بے شک اللہ تعالیٰ نے شر و فساد کا خاتمہ کر دیا ہے،اور ہمارے درمیان اتفاق رائے ہو گیا ہے،حضرت حسین نے میرے ساتھ عہد کیا ہے کہ وہ جس جگہ سے آئے ہیں وہاں واپس چلے جائیں گے یا اسلامی حکومت کی سرحد میں سے انہیں کسی سرحد پر بھیج دیا جائے یا وہ یزید کے پاس جانے کو تیار رہیں گے تاکہ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیں،اس میں تمہارے لئے خوشی اور امت کی بہتری ہے۔"

ابن زیاد نے شمر ذی الجوشن کو عمر کی طرف ایک خط دے کر بھیجا اور اس میں اسے یہ لکھا کہ وہ امام حسین سے یہ مطالبہ کرے کہ وہ ابن زیاد کے حکم کو مان لیں،اگر ایسا ہو تو انہیں ان کی طرف بھیجے اور اگر وہ انکار کریں تو ان سے جنگ کرے۔زیاد نے شمر سے یہ بھی کہا کہ اگر عمر اس کے حکم کے مطابق عمل کرے تو اس کی بات بھی سنئے اور اس کی اطاعت بھی کیجئے اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو تم امیر لشکر ہو اور اس کی گردن مار دی جائے اس کے ساتھ ساتھ عمر بن سعد کی طرف یہ بھی لکھا:

((بانی لم ابعثك الی الحسین لتكف عنه ولا لتمنیه ولا لتطاوله ولا لتقعد له، عندی شافعا))

"میں نے تمہیں حضرت حسین کی طرف اس لئے نہیں بھیجا کہ تو ان سے جنگ کرنے سے باز رہے یا انہیں امیدیں دلاتا رہے یا انہیں مہلت دے یا میرے ہاں ان کا سفارشی بنے۔"

دیکھئے اگر حضرت حسین اور ان کے ساتھ میرا حکم مان لیں تو انہیں میرے پاس بھیج دیجئے اور اگر انکار کریں تو ان سے جنگ کیجئے، یہاں تک کہ تو انہیں قتل کر دے اور ان کے جسم کے ٹکڑے اڑا دے کیونکہ وہ اس کے مستحق ہیں۔اگر امام حسین قتل کر دیئے جائیں تو ان کے سینے اور پیٹھ پر گھوڑے دوڑایئے،وہ نافرمانی کرنے والے،مخالفت کرنے والے،قطع تعلق کرنے اور ظالم ہیں۔اگر تو ہمارے اس حکم کو نافذ کرے تو ہم تمہیں وہ بدلہ دیں گے جو ایک مطیع اور فرمانبردار کو دیا جاتا ہے اور اگر انکار کرے تو ہمارے لشکر سے نکل جا اور لشکر کی باگ ڈور شمر کے حوالے کر دے۔جب اسے خط ملا تو اس نے لشکر کو تیاری کا حکم دے دیا، یہ صورتحال نماز عصر کے بعد رونما ہوئی اور امام حسین کو ابن زیاد کے حکم سے آگاہ کر دیا گیا۔حضرت حسین نے صبح تک مہلت چاہی۔جب شام ہوئی تو حضرت حسین اور ان کے ساتھی اٹھے۔ساری رات نماز پڑھتے رہے،اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتے رہے، دعائیں کرتے

Marfat.com

رہے اور اللہ کے حضور عجز و نیاز کرتے رہے۔ جب عمر نے ہفتہ کے دن صبح کی نماز پڑھی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ جمعہ کا اور عاشورہ کا دن تھا۔ تو لڑائی چھڑ گئی، فریقین ایک دوسرے سے برسرپیکار ہو گئے۔ چنانچہ ہر طرف سے امام حسین کا گھیراؤ کر لیا گیا۔ حضرت حسین نے با آواز بلند کہا:

((یااهل الكوفة مارأیت اغدر منكم قبحاً لكم وتعسالكم، الويل ثم الويل استر ختمونا فاتيتنا كم واسر عتم الى بيعتنا سرعة الذباب ولما آتينا كم تها تفتم تهافت الفراش و سللتم علينا سيوف اعدائنا من غير عدل افشوه فيكم، ولا ذنب نا كان اليكم، الا لعنة الله على الظالمين))

''اے اہل کوفہ! میں نے تم سے بڑھ کر کوئی غدر نہیں دیکھا، تمہاری برائی ہو، تمہاری بربادی ہو، تمہاری خرابی در خرابی ہو۔ تم نے ہم سے مدد چاہی۔ ہم تمہارے پاس آ گئے، تم نے ہماری بیعت کرنے میں ایسی جلدی کی جیسے پتنگے آگ پر پلٹ پڑتے ہیں، نا انصافی کا ارتکاب کرتے ہو، ہمارے دشمنوں کی تلواریں ہم پر تان لیں۔ یہ نا انصافی تمہاری رگ و پے میں سمائی ہوئی ہے، ہم نے کوئی گناہ نہیں کیا، سنو ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو!''

یہ کہہ کر آپ نے ان پر حملہ کر دیا، ظہر تک لڑائی جاری رہی۔ آپ نے نماز ظہر ادا کیا۔ نماز ظہر کے بعد دوبارہ لڑائی شروع ہوئی، آپ کے اکثر ساتھی شہید کر دیئے گئے۔ آپ کے آگے آگے یزید بن الحارث نے لڑائی کی یہاں تک کہ شہید کر دیئے گئے۔ اسی طرح عمر بن سعد کے لشکر میں حر بن زیاد الریاحی تھے، وہ امام حسین کی طرف آ گئے اور پکارے:

''اے رسول اللہ کے بیٹے! میں آپ کے خلاف بغاوت کرنے والا پہلا شخص تھا مگر اب آپ کے گروہ میں شامل ہو گیا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ نانا پاک کی شفاعت مجھے نصیب ہوگی۔''

یہ کہہ کر آپ کے آگے جنگ کی اور شہید ہو گئے۔ اب حضرت حسین اکیلے رہ گئے آپ ان سے لڑائی کرتے رہے۔ حتیٰ کہ زخموں سے آپ کو نڈھال کر دیا گیا۔ پاس آپ پر غالب آ گئی۔ آپ زمین پر جا گرے۔ قبیلہ کندہ کے ایک شخص نے آپ کے سر پر تلوار ماری۔ اسے زخمی کر دیا۔ آپ نے اپنا خون مبارک ہاتھ میں لیا اور اسے زمین پر انڈیل دیا اور عرض کی:

((اللهم ان كنت جست النصرعنا من السماء فاجعل ذالك لما هو خير لنا وانتقم من هولاء الظالمين))

''اے اللہ! اگر آسمان سے تو نے ہماری مدد روک دی ہے تو پھر اسے ہماری کسی بہتری میں لگا دے اور ان ظالموں سے انتقام لے۔''

اب آپ کی پیاس حد سے بڑھ گئی۔ پانی پینے کیلئے آگے بڑھے۔ حصین بن تمیم نے انہیں تیر مارا جو آپ کے منہ مبارک میں لگا۔ خون آپ کے ہاتھوں پر آ گرا۔ آپ نے فرمایا:

((اللهم اقتل حصينا عطشا))

''اے اللہ حصین کو پیاسا مار۔''

علامہ الاجہوری کہتے ہیں کہ وہ پیٹ کی گرمی اور پشت کی سردی میں مبتلا کر دیا گیا۔ اس کے آگے برف اور پنکھا رکھا جاتا اور پیٹھ کے پیچھے بھٹی رکھ دی جاتی وہ بیک وقت گرمی، پیاس اور ٹھنڈک کی شکایت کرتا اور چلاتا۔ اس کیلئے پانی اور دودھ لایا جاتا۔ اسے

Marfat.com

پیتا مگر سیراب نہ ہوتا۔ حتیٰ کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا اور حضرت حسین کی شہادت کے چند دن بعد مر گیا۔ زخموں کے باعث جب اٹھنے کی طاقت آپ میں نہ رہی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی۔ پھر عرض کی:

((''اللهم انی اشكو اليك ما يصنع ابن بنت نبيك اللهم احصهم عدا، واقتلهم بددا، ولا تبق منهم احدا''))

''اے اللہ! تیرے نبی کی بیٹی کے بیٹے کے ساتھ جو کچھ کیا گیا ہے میں اس کی تیرے حضور شکایت کرتا ہوں۔ اے اللہ! تو انہیں گن گن کر اور ایک ایک کر کے مار دے اور ان میں سے کوئی ایک بھی زندہ نہ چھوڑ۔''

اب لوگ حضرت حسین کے قتل سے کترانے لگے۔ ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ یہ کام اس کی بجائے دوسرا کرے۔ اتنے میں شمر بن ذی الجوشن نے آواز لگائی:

''خرابی ہو تمہاری، تم کا ہے کا انتظار کر رہے ہو؟ انہیں قتل کر دو، تمہاری ماں تمہیں روئے۔''

چنانچہ ہر طرف سے انہوں نے آپ پر حملہ کر دیا، صرعۃ بن شریک تمیمی نے آپ کی بائیں ہتھیلی پر تلوار ماری، پھر سنان بن انس النخعی نے اسی حالت میں آپ پر حملہ کر دیا اور آپ کو نیزہ مارا۔ بعد ازاں شمر بن ذی الجوشن آپ پر پلٹ پڑا اور آپ کو ذبح کر دیا۔ اس کام میں قبیلہ حمیر کے خولی بن یزید نے اس کی مدد کی۔ اس نے آپ کا سر تن سے جدا کر دیا اور اسے عبید اللہ بن زیاد کے پاس لایا اور یہ شعر پڑھے:

اوقر رکابی فضته وذهبا
انی قتلت الملك المحجبا
قتلت خير الناس اما وابا
وخير هم اذينسبون نسبا

''میری خرگین سونے چاندی سے بھر دیجئے۔ میں نے پردہ پوش بادشاہ کو قتل کر دیا ہے۔ میں نے تمام لوگوں میں سے ماں اور باپ کے لحاظ سے بہتر کو قتل کیا ہے اور جب لوگ نسب بیان کرنے بیٹھیں تو نسب وخاندان کے لحاظ سے ان سب سے بہتر کو قتل کیا ہے۔''

شمر نے حضرت حسین کے جسم مبارک پر جو ہتھیار وغیرہ تھے، سب اتار لئے بعد ازاں لوگوں نے آپ کی قیام گاہ پر حملہ کر دیا، آپ کا ساز وسامان اور جو کچھ خواتین نے زیورات وغیرہ پہنے ہوئے تھے، سب لوٹ لئے، اپنے گھوڑوں کے سموں کے ساتھ حضرت حسین کے جسم مبارک کو روند ڈالا اور ابن زیاد کے حکم کے مطابق آپ کا سینہ اور پیٹھ مبارک پامال کر دیئے۔

حضرت حسین کے ساتھیوں میں سے بہتر آدمی شہید ہوئے اور عمر بن سعد کی فوج کے اٹھاسی آدمی قتل ہوئے۔ زخمیوں کی تعداد ان کے علاوہ تھی۔ سر مبارک ابن زیاد کے پاس لے گئے۔ جب اس کے سامنے رکھا گیا تو وہ اپنی چھڑی کے ساتھ آپ کے اگلے دانتوں پر مارنے لگا اور اس کو آپ کی ناک مبارک میں داخل کر دیا۔ حضرت انس بن مالک وہاں موجود تھے، یہ منظر دیکھ کر بہت روئے (جیسا کہ ترمذی وغیرہ نے روایت کی ہے) زید بن ارقم نے ابن زیاد سے کہا:

''اپنی چھڑی اٹھالے! خدا کی قسم! میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو ہمیشہ ان دونوں ہونٹوں کی درمیانی جگہ پر بوسہ دیتے دیکھا ہے۔''

Marfat.com

زید رونے لگے۔ ابن زیاد نے ان کے ساتھ سختی سے پیش آیا، زید اٹھ کر کھڑے ہوئے اور آپ فرما رہے تھے:

''اے لوگو! آج سے تم غلام ہو گئے ہو۔ تم نے ابن فاطمہ کو قتل کر دیا ہے اور ابن مرجانۃ کو اپنا حاکم بنالیا ہے۔ بخدا تمہارے بہتر قتل کر دیئے جائیں گے اور تمہارے برے غلام بنائے جائیں گے۔ لعنت اس پر جو ذلت و عار پر راضی ہو۔''

پھر آپ ابن زیاد کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

''میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے دائیں ران پر حضرت حسن کو اور بائیں پر حضرت حسین کو بٹھایا، پھر ان دونوں کے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

((''اللھم انی استودعك ایاھماو صالح المومنین''))

''اے اللہ! میں ان دونوں اور نیک مومنوں کو تیرے سپرد کرتا ہوں۔''

تیرے نزدیک اے ابن زیاد! جناب نبی کریم ﷺ کی امانت کی کیا حیثیت ہے؟

ابن زیاد غصہ میں آ گیا اور ان کے قتل کا ارادہ کیا اور کہنے لگا:

((''لو لاانك شیخ قد خرفت لضربت عنقك''))

''اگر تو بوڑھا نہ ہوتا جس کی عقل جاتی رہی ہے تو میں تیری گردن مار دیتا۔''

بعد ازاں چنانچہ اس نے حضرت امام حسین کا سر مبارک مع خواتین اہل خانہ اور دیگر بچے کھچے افراد کو یزید کی طرف بھجوا دیا۔ یزید نے جب یہ منظر دیکھا تو ظاہراً اپنے رنج و غم اور ندامت کا اظہار کیا اور کہنے لگا:

((''کنت ارضی من طاعتکم بدون قتل الحسین، لعن اللہ ابن سمیة، اما واللہ لو افی صاحبه لعفوت عنه و رحم اللہ الحسین''))

''میں بغیر قتل حسین کے بھی تمہاری اطاعت پر راضی ہو سکتا تھا، اللہ تعالیٰ ابن سمیہ پر لعنت کرے! سنو! بخدا! اگر میں ان کے ساتھ ہوتا تو میں ان کو معاف کر دیتا، اللہ تعالیٰ حسین پر رحم کرے۔''

ابن تیمیہ اور دیگر ائمہ نے کہا ہے کہ حضرت امام حسین کا سر کوفہ میں ابن زیاد کے پاس بھیجا گیا۔ وہ اپنی چھڑی مبارک امام حسین کے اگلے دانتوں پر مارنے لگا اور ایک لکڑی پر لٹکا کر شہر کوفہ میں آپ کے سر مبارک کو پھرایا گیا، عمر بن سعد حضرت امام حسین کی صاحبزادیوں بہنوں اور دیگر بچوں کو ابن زیاد کے پاس لے گیا۔ علی بن الحسین (زین العابدین) بھی ساتھ تھے، اس وقت وہ مریض تھے۔

الشہراوی الشافعی نے اپنی کتاب ''الاتحاف'' میں لکھا ہے کہ ابن زیاد نے حضرت امام حسین کا سر مبارک بچوں اور عورتوں کے ہمراہ اونٹوں کے پالانوں پر رکھ کر یزید کے پاس بھجوایا۔

السید المہودی نے 'جواہر العقدین'' میں یوں لکھا ہے:

''بعض علماء نے ان لوگوں پر جنہوں نے حضرت حسین کو قتل کیا یا ان کے قتل کا حکم دیا یا اجازت دی یا بغیر یقین کے ان کے قتل پر راضی ہوئے، لعنت بھیجنے کی اجازت دی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے قتل حسین کا بدلہ لے لیا، یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد یزید کی حکومت زیادہ دیر نہ چل سکی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اولاد سے حکومت چھین لی اور مختار بن ابی عبید الثقفی کو قاتلین حسین پر مسلط کر دیا۔ اس نے عبید بن زیاد اور عمر بن سعد بن ابی وقاص دونوں کو قتل کر دیا، اور قاتلین حسین کا اس حد تک پیچھا کیا کہ انہیں

Marfat.com

نیست ونابود کر کے دم لیا۔ اللہ تعالیٰ امام بصری سے ان کے اس قول کی وجہ سے راضی ہو۔ کیا ہی خوب بات کہی:

لو كنت مع قتلة الحسين او مع من رضي بقتله

ما دخلت الجنة حياء من رسول الله ﷺ

و خوفا من نظره الي بعين الغضب

''اگر میں قاتلین حسین یا جو کوئی ان کے قتل پر راضی ہوا کے ساتھ ہوتا تو میں جناب رسول اللہ ﷺ سے شرم کے باعث اور جناب رسول کریم ﷺ کے میری طرف غیظ وغضب کی نظر سے دیکھنے کے خوف سے جنت میں جانا گوارا بھی نہ کرتا۔''

یزید کو جب موقف حسین اور ان کے کوفہ تشریف آوری کا پتہ چل گیا تھا، اگر اس نے جناب رسول اللہ ﷺ سے ان اور ان کے بھائی کے بارے میں احادیث صحیحہ وارد ہوئی ہیں اور امت جو ان سے محبت رکھتی ہے اس کو یاد کیا ہوتا اور اگر اس نے اس معاملہ کا بروقت تدارک کر لیا ہوتا اور فوری طور پر ان کے ساتھ جنگ کرنے سے باز رہنے اور جو ان کے ساتھ ان کے خاندان کے لوگ اور دیگر جانثار تھے (اللہ تعالیٰ سب سے راضی ہو) لازمی طور پر ان کی حفاظت کا حکم دیا ہوتا تو یقیناً یہ مصیبت عظیمہ اس امت سے ٹل گئی ہوتی اور اہل بیت نبی ﷺ کے اکرام کی عزت اس کے حصے میں آجاتی اور اگر ابن زیاد نے حضرت امام حسین کا یہ مطالبہ مان لیا ہوتا، جب انہوں نے اس سے یہ پیشکش کی تھی کہ وہ جہاں سے آئے ہیں وہاں واپس چلے جائیں یا یزید کے پاس دمشق چلے جائیں اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیں تو یقیناً یہ مصیبت واقع پذیر نہ ہوئی ہوتی مگر تقدیر الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم ہے، اس کے آگے کس کا بس چلتا ہے؟ جناب رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کے بیٹے، جنت کے نوجوانوں کے دو سرداروں میں سے ایک سردار، ان کے بڑے علماء میں سے ایک عالم اور ان کے ساتھ ان کے جو ساتھی جام شہادت نوش فرما گئے، ان کا ہمیں بے حد رنج وغم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر راضی ہو۔ یہ بلاشبہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو عہد کیا تھا اسے پورا کر دکھایا۔

حضرت حسین یہ عقیدہ لے کر اپنے گھر سے نکلے تھے کہ وہ حق پر ہیں۔ آپ نے اکثریت کو دیکھا کہ انہوں نے خون ریزی سے بچنے کی خاطر یزید کی بیعت کر لی تھی۔ ان میں سے ہر ایک عظیم المرتبت تھا اور مجتہد تھا اور جو راہ بھی انہوں نے اپنائی اس میں وہ راہ راست پر تھے، اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں ایک حکمت ہوتی ہے، اس کا ایک فیصلہ ہوتا ہے جو اس نے نافذ فرما دیا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ خلافت اہل بیت کے پاس نہ رہے، یہ محض ان پر رحمت اور ان کی عزتوں کو بچانے کی خاطر تھا اور جور و ظلم کی راہوں کو اپنانے سے انہیں باز رکھنا تھا، کیونکہ حکومت اس وقت تک کسی کو بھی راس نہیں آسکتی جب تک اس میں ظلم کی آمیزش نہ ہو، صرف ایک نادر مثال شیخین کی رعیت کی ہے جو ہر قسم کے جور و ظلم سے محفوظ رہی۔ اہل بیت ایسی رعیت کیسے پاسکتے تھے جیسی حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق کی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب معاملہ حضرت عثمان تک پہنچا تو جو فتنہ بپا ہوا وہ محتاج بیان نہیں اور جو اس کے بعد فتنے واقع ہوئے وہ اس سے بھی بہت بڑے تھے اور ان فتنوں کی انتہا شہادت حسین نہیں تھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ پر دنیا اور اس میں ہمیشہ رہنے کی پیشکش کی گئی، مگر آپ ﷺ نے اس کو ٹھکراتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو اس پر ترجیح دی اور اسے پسند فرمایا۔ آپ نے فرشتہ رسول ہونے سے انکار کر دیا، بلکہ اس بات کو ترجیح دی کہ آپ ﷺ کے بندے ہو کر اس کے رسول ہوں، اگر پیٹ بھر کھانا کھائیں تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بجالائیں اور اگر بھوکے ہوں تو اس پر اللہ تعالیٰ کی رضاء کی خاطر صبر کریں۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں:

Marfat.com

((" وتوفی و مافی بیته شیء یأکله ذو کبد الا شطر شعیر فی رف لی"))

" جناب رسول اللہ ﷺ کا جب وصال ہوا تو اس وقت حال یہ تھا کہ آپ ﷺ کے دولت کدہ میں کسی ذی روح کیلئے کھانے کی کوئی چیز نہیں تھی۔ سوائے مٹھی بھر جو کے جو میری الماری کے رخنہ میں رکھے تھے۔"

سبحان اللہ!

حضرت حسین کے قتل کا جرم بہت ہی بڑا، بہت ہی برا اور حد درجہ قبیح تھا۔ قریب تھا کہ اس کیلئے آسمان پھٹ جاتا، زمین شق ہو جاتی اور پہاڑ زمین بوس ہو جاتے۔ مگر اس بس کچھ کے باوجود یہ مناسب نہیں کہ یہ چیز ہمیں ماتم پر آمادہ کرے، کینے ہمارے دلوں میں بھڑکا دے، مسلمانوں کی صفوں میں انتشار بپا کر دے، اختلافات کی بنیاد رکھ دے۔ یہ بات اب گزر چکی ہے اور ختم ہوگئی ہے اور اللہ تعالیٰ کی جو تقدیر تھی وہ واقع ہو چکی ہے اور وہ سب کچھ جو آگے بھیجا وہ ادھر پہنچ گیا، پس اب اللہ تعالیٰ ہی محاسبہ کرنے والے اور نیتوں کو جاننے والے ہیں، اللہ تعالیٰ ہی حساب لینے کے لحاظ سے کفایت کرنے والے ہیں۔

حضرت حسین ہی وہ پہلے آدمی نہیں تھے جنہیں ظلماً قتل کیا گیا بلکہ ان سے پہلے ان کے والد ماجد حضرت علی کو بھی شہید کر دیا گیا تھا، حالانکہ وہ خلیفہ راشد تھے، زاہد و عابد تھے، بلکہ ان سے بھی پہلے خلیفہ راشد حضرت عثمان بن عفان کو مظلومیت کے عالم میں شہید کر دیا گیا تھا، وہ صبر کرنے والے تھے، انہوں نے صحابہ کرام کو صرف اس بناء پر اپنا دفاع کرنے کی اجازت نہیں دی تھی کہ ممکن ہے کہ اس وجہ سے مسلمانوں کے درمیان خون ریزی ہو، بلکہ حضرت عثمان سے بھی پہلے حضرت عمر فاروق کو اس وقت شہید کیا گیا جبکہ آپ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں بحیثیت خلیفۃ المسلمین لوگوں کو نماز فجر پڑھا رہے تھے، آپ حضرت ابو بکر کے بعد ساری امت سے افضل ہیں، اسی طرح ان باغیوں کے ہاتھوں اور ان کے اکسانے پر ہزاروں صحابہ شہید کر دیئے گئے۔ شہید ہونے والوں میں طلحہ بن عبید اللہ اور زبیر بن العوام جیسے صحابہ بھی شامل تھے جن کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے، اس سے پہلے یہودی اریسیون نے اللہ تعالیٰ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام پر قتل و پھانسی کا فیصلہ صادر کیا تھا اور اس چیز کا ارادہ کیا جو وہ نہ کر سکے، اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ کو زندہ حالت میں اسی جسم اور روح کے ساتھ اپنی طرف اٹھا لیا اور انہوں نے آپ کی بجائے آپ کے ایک دشمن یہودی کو پھانسی پر لٹکا دیا جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کا ہم شکل بنا دیا تھا مگر وہ یہ خیال کر رہے تھے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قتل کر ڈالا ہے اور انہیں پھانسی دے دی ہے، اس کا قرآن کریم یوں رد فرماتا ہے:

((وما قتلوه ما صلبوه ولکن شبه لهم))

" نہ ہی انہوں نے اس کا قتل کیا اور نہ ہی پھانسی پر لٹکایا، بلکہ ان کیلئے اس کا ایک ہمشکل بنا دیا گیا۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے یہودیوں نے بہت سارے انبیاء علیہم السلام کو ظلم و زیادتی کرتے ہوئے شہید کر ڈالا تھا۔ قرآن کریم نے اپنی بہت ساری آیات میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ فرمایا:

((" افکلما جاء کم رسول بما لا تهوی انفسکم استکبر تم ففر یقاً کذبتم و فریقاً تقتلون"))

" جب کبھی بھی تمہارے پاس کوئی رسول تشریف لائے جن کو تم نہیں چاہتے تھے تو تم نے تکبر کیا، ایک گروہ کو جھٹلایا اور ایک کو قتل کر دیا۔"

اگر فرعون سے ہو سکتا کہ اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قتل کر دے تو ضرور کر دیتا، پہلی امتوں نے کتنے ہی

Marfat.com

زیادہ مومن قتل کر دیئے گئے۔ جیسا کہ سورۃ ''یسین'' میں گاؤں والوں کے قصہ میں بیان ہوا ہے اور جیسا کہ کھائی والوں کے قصہ میں ہے۔قرآن فرماتا ہے:

((النار ذات الوقود اذهم عليها قعود، وهم على ما يفعلون بالمومنين شهود وما نقموا منهم الا ان يؤمنو بالله العزيز الحميد"))

''اس بھڑکتی آگ والے جب وہ اس کے کناروں پر بیٹھے تھے اور وہ خود گواہ ہیں جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے اور انہیں مسلمانوں کا کیا برا لگا ہی نہ کہ وہ ایمان لائے۔اللہ عزت والے سب خوبیوں والے پر۔''

جناب نبی کریم ﷺ نے ایک قوم کا حال یوں بیان فرمایا ہے:

((''قد كان من قبلكم يو خذ الرجل فيحفر له في الارض فيجعل فيها ثم يوتى بالمنشار فيوضع على رأسه فيجعل نصفين و يمشط بامشاط الحديد مادون لحمده و عظمه وما يصده ذلك عن دينه''))

''تم سے پہلے جو لوگ تھے ان کا یہ حال تھا کہ ایک آدمی کو پکڑ لیا جاتا، زمین میں اس کیلئے گڑھا کھود کر، اس میں اسے ڈال دیا جاتا پھر آری لائی جاتی، اس کے سر پر رکھ کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے، اس کے گوشت اور ہڈیوں پر لوہے کی کنگھیاں چلائی جاتیں۔مگر یہ سارا کچھ بھی اسے اپنے دین سے باز نہ رکھ سکتا۔ایسے ہی یہ زندگی حق و باطل، ایمان و کفر اور نفاق کے درمیان ایک دائمی کشمکش کا نام ہے اس کا مقصد صرف بعض کے ذریعے بعض کا امتحان لینا اور یہ مشاہدہ فرمانا ہے کہ وہ کیسے عمل کرتے ہیں۔''

کچھ روایات ایسی بھی ہیں جو حضرت حسین کی شہادت کا واقعہ مختلف رنگوں میں بیان کرتی ہیں۔ان سب روایات کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ لوگوں میں سے زیادہ تر لوگ جنہوں نے حضرت حسین اور ان کے ساتھیوں سے جنگ کی وہ انہی مذکورہ بالا لوگوں میں سے تھے یا ایسے دنیا پرست لوگوں سے ان کا تعلق تھا جو احمق اور فریب خوردہ ہوتے ہیں۔

عمر بن سعد نے حضرت امام حسین کا مطالبہ مان لیا تھا اور اس بارے میں عبید اللہ ابن زیاد کو بھی لکھ دیا تھا اور یہ ارادہ بھی کر لیا تھا کہ انہیں یزید کے پاس بھجوا دے مگر شمر بن ذی الجوشن آڑے آیا، اس نے ابن زیاد سے کہا:

''نہیں! ہرگز نہیں!، جب تک وہ تیرا حکم نہ مانیں انہیں یزید کے پاس نہیں بھیجنا چاہیے۔''

چنانچہ اس نے حضرت امام حسین کو یہ پیغام بھجوا دیا، مگر انہوں نے فرمایا:

''میں بخدا ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔''

عمر نے ان کے ساتھ جنگ کرنے میں تاخیر کی، عمر بن سعد کے ساتھ کوفہ میں تقریباً تیس بڑے بڑے آدمی تھے۔انہوں نے اس سے کہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کا بیٹا تم پر تین باتیں پیش کرتا ہے، تم ان میں کوئی بھی قبول نہیں کرتے۔یہ کہہ کر وہ حضرت حسین کے ساتھ ہو گئے اور ان کی معیت میں ان کے دشمن سے جنگ کرنے لگے۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ شمر ذی الجوشن ہی ان بانیانِ فتنہ کا سرکردہ تھا جو قتل حسین پر بڑا حریص رکھتے تھے۔یہی وہ شخص ہے جس نے لڑائی برپا کی، یہی وہ ہے جو قتل حسین پر لوگوں کو برانگیختہ کرتا تھا۔یہاں تک کہ اس کی منشا پوری ہوئی، اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو اور ایسے ہی ان لوگوں پر بھی لعنت ہو جو قتل حسین میں شریک ہوئے۔بلاشبہ ہم ابو عبد اللہ الحسن کو ان شہداء میں شمار کرتے ہیں جنہیں اپنے رب تعالیٰ کے ہاں سے رزق دیا جاتا ہے۔''وانا للہ وانا الیہ راجعون''

Marfat.com

جو کچھ گزر چکا وہ تاریخ کا حصہ بن چکا ہے، اسے حصول عبرت کیلئے پڑھا جاتا ہے۔ اس پر کسی کا بس نہیں، نہ ہی اسے کوئی بدلنے والا ہے۔ جس کا ہونا اللہ تعالیٰ نے مقدر فرما دیا ہے اسے رد کرنے کی کوئی بھی طاقت نہیں رکھ سکتا اور جو اللہ تعالیٰ کے علم میں پہلے سے ہے اور جس کا واقع ہونا اس کے علم میں گزر چکا وہ عنقریب واقع ہو کر رہے گا۔ اگر اللہ چاہتا تو وہ یہ نہ کر سکتے ''فانا للہ وانا الیہ راجعون'' اس معاملہ میں ہمیں اللہ سے ڈرنا چاہیے، ہمارے اندر صدق ایمان ہونا چاہیے اور اپنے سارے معاملات اللہ تعالیٰ کو سپرد کرنے کے آداب ملحوظ خاطر رکھنے چاہئیں جو ہمیں اللہ کی قضاء وقدر پر راضی رہنے والے بنا دیں اور یہ یقین ہمارے اندر پیدا کر دیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے بندے جن باتوں میں اختلاف رکھتے ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ فرمائے گا۔ اگر اللہ چاہتا تو کوئی چیز بھی جو اللہ تعالیٰ کو اور مومنین کو پسند ہے اس کے خلاف واقع نہ ہوتی، بے شک وہ علم والا اور حکمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت حسین پر رحم کرے جو ہمیشہ رہنے والے شہداء میں سے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحم کرے جنہوں نے اس حق کا دفاع کرتے ہوئے جس کے حق ہونے کا انہیں یقین کامل تھا، ان کے ہمراہ جام شہادت نوش کیا اور اللہ تعالیٰ ماضی وحال ور قیامت تک کے تمام مسلم شہداء پر رحم کرے۔ بے شک قافلہ شہداء کبھی نہیں تھمے گا، یہاں تک کہ اس امت کا آخری آدمی دجال کے ساتھ جنگ کرے گا اور اس کے ہاتھوں شہید ہوگا۔ حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام آسمانوں سے اتریں گے:

((تلك امة قد خلت لها ما كسبت ولكم ما كسبتم ولا تسالون عما كانوا يعلمون))

''یہ امت ہے جو گزر چکی ہے، ان کیلئے ہے جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لئے ہے جو تم نے کمایا، جو وہ عمل کرتے تھے، اس کے بارے میں تم سے نہیں پوچھا جائے گا۔''

یہ ہے حضرت حسین کا قصہ شہادت جو ہم نے تاریخ کی کتابوں سے اخذ کیا ہے اور ان روایات سے لیا ہے جو دل کو مطمئن کرنے والی ہیں کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہمیں ان روایات سے یہ قصہ اخذ کرنے پر مجبور کرے جن کا جھوٹ پر مبنی ہونا، عقل، عرف اور دین کے ساتھ موازنہ کرتے وقت نمایاں ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسی چیز کے پیچھے پڑنے سے منع فرمایا ہے جس کا ہمیں علم نہ ہو۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((''ولا تقف ماليس لك به علم، ان السمع والبصر والفواد كل اولئك كان عنه مسئولا''))

''تو اس چیز کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں، بے شک کان، آنکھ اور دل ان سب سے اس بارے سوال کیا جائے گا۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمارے لئے ضروری قرار دیا تھا کہ ہم اپنے تمام معاملات ایمان کے ترازو میں تولیں، ایسا ایمان جو تمام مسلمانوں کے ساتھ حسن ظن اور اپنی ذات کے ساتھ بھی نیک گمان پر آمادہ کرتا ہے۔ جب ام المومنین الطاهرة الفاضلة کے ساتھ حادثہ افک پیش آیا تو لوگ اس میں کھو گئے، کچھ تو اس قصہ کی تصدیق کرنے والے تھے اور کچھ تکذیب۔ بعض مومن مردوں اور بعض مومن عورتوں نے بہتر گمان کیا اور کہنے لگے کہ یہ تو کھلا بہتان ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی۔

حضرت ابوایوب انصاری اپنی زوجہ سے پوچھنے لگے:

''یہ جو کچھ ہو رہا ہے، کیا تم اس میں غور نہیں کرتیں؟''

Marfat.com

انہوں نے کیا ہی عمدہ جواب دیا۔ کہنے لگیں:

''اگر تم صفوان کی جگہ ہوتے تو کیا تم جناب رسول اللہ ﷺ کی حرمت کے بارے میں ایسا گمان کرتے۔؟''

انہوں نے کہا: ہرگز نہیں۔اس پر انہوں نے کہا:

''اگر میں بھی عائشہ کی جگہ ہوتی تو میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایسی خیانت نہ کرتی۔عائشہ تو مجھ سے بہتر ہیں اور صفوان تم سے بہتر ہے۔''

یہ اوران کے بعد آنے والی آیات مومنین کیلئے یہ لازم قرار دیتی ہیں کہ وہ خبریں جو خودغرض لوگ عموماً گھڑے رہتے ہیں اور وہ مومنین تک پہنچتی رہتیں ہیں، انہیں عقل کے ترازو میں رکھ کر تولیں۔اگر انہوں نے ایسا نہ کیا اور بلا سوچے سمجھے ان پر یقین کرلیا تو وہ بھی گویا انہی لوگوں میں سے ہوگئے اور فضولیات میں پڑ گئے اور انہوں نے ایسی خبروں کی تصدیق کر دی جو غیر یقینی تھیں۔اگر ایسا ہے تو پھر درج ذیل آیت انہیں اس دردناک عذاب کی خبر سنا رہی ہے:

((''لمسکم فیما افضتم فیه عذاب عظیم''))

''جس چیز میں تم پڑ گئے عنقریب تمہیں عذاب عظیم آلیتا۔''

اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ بے شک وہ لوگ جنہوں نے حضرت امام حسین اوران کے روشن جبینوں اور چمکتے دمکتے چہروں والے، نیک اعمال بابرکت ساتھیوں اور پاکباز اہل بیت کو تہ تیغ کیا وہ فی الحقیقت یہی فتنہ پرداز لوگ تھے، جو ظاہراً تو اسلام کے دعویدار تھے مگر باطن میں کفر رکھتے تھے۔یہ لوگ اسلام اور اہل اسلام کے سب سے بڑے دشمن تھے۔حضرت امام حسین کی شہادت کے واقعہ کے بارے میں اپنی گفتگو کی ابتداء میں ہم ان لوگوں کی طرف اشارہ کر چکے ہیں۔اس وقت ہم شہادت عثمان پر تبصرہ کر رہے تھے۔حضرت عثمان کو شہید کرنے والے سبائی تھے، جنہوں نے خفیہ طور پر مصر، کوفہ اور بصرہ کے عوام اور احمق لوگوں کو بھڑکا دیا تھا۔

پھر ایک مقررہ وقت پر مدینہ منورہ آئے اور حضرت عثمان کے نام پر جھوٹے موٹے خط گھڑ لئے اور اتنی شرانگیزی کی کہ نوبت آپ کی شہادت تک جا پہنچی۔پھر ان لوگوں نے اپنا اصلی روپ چھپانے اور اسلام کے خلاف اپنے کینوں کی بھڑاس نکالنے کیلئے اہل بیت کی پیروکاری اوران کی دمسازی کا لبادہ اوڑھ لیا۔اس طریقہ سے اسلام کے اندر اپنے باطنی عقائد داخل کر دیئے اوراس نوبت تک جا پہنچے کہ کہنے لگے کہ معاذ اللہ حضرت علی ہی اللہ تعالیٰ ہیں، تناسخ اور حلول جیسے عقائد اوران سے جو مذاہب منحرفہ، ضالہ پیدا ہوئے، اپنا لئے۔

کہا گیا ہے کہ یزید نے حضرت امام حسین کا سر مبارک، آپ کا ساز و سامان اور آپ کے اہل وعیال میں سے جو لوگ زندہ بچ گئے تھے انہیں مدینہ منورہ بھجوا دیا تھا، آپ کے سر مبارک کو کفن دیا گیا اور اپنے بھائی امام حسن کے محل میں والدہ ماجدہ کی قبر کے پاس دفن کر دیا گیا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی شہادت کے چالیس روز بعد اسے کربلا میں آپ کے جسم مبارک کی طرف لوٹا دیا گیا۔سر مبارک کے بارے میں اس قسم کی باتوں میں سے کوئی بات بھی پایہ تحقیق کو نہیں پہنچ سکی۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ یزید نے سر مبارک کو پھانسی پر چڑھانے کے بعد اسے اپنے ہتھیاروں کے گودام میں رکھوا دیا تھا۔وہاں پڑا رہا۔حتیٰ کہ جب سلیمان بن عبدالملک

Marfat.com

والی حکومت بنا تو اس نے اس پر خوشبو لگائی، اسے کفن پہنایا، اس پر نماز جنازہ پڑھی اور دمشق کے قبرستان میں دفن کروا دیا۔ جب تیموری شام میں داخل ہوئے انہوں نے قبر کو کھودا اور سر مبارک نکال لیا۔

مقریزی نے اپنی کتاب "المواعظ والاعتبار فی الخطط والا آثار" میں کہا ہے:

''شعبان ۴۹۱ھ میں امیر لشکر افضل اپنے لشکروں کے ساتھ بیت المقدس کی طرف نکلا، عسقلان آیا، وہاں ایک کئی منزلہ مکان تھا، اس میں حضرت امام حسین کا سر مبارک موجود تھا، اسے وہاں سے نکالا، اس پر عطر لگایا اور وہاں جو سب سے اعلیٰ گھر تھا اس میں لے گیا۔ عسقلان میں جو مقبرہ تھا جسے بدر الجمالی نامی امیر لشکر نے تعمیر کیا تھا اور اس کے بیٹے افضل نے اس کی تکمیل کی تھی اسے آباد کیا۔''

مقریزی کہتے ہیں کہ سر مبارک عسقلان میں موجود رہا، یہاں تک کہ اسے قاہرہ لے جایا گیا۔ وہاں اس کی تشریف آوری جمادی الاخر ۵۴۵ھ میں ہوئی اور ابھی تک یہ سر مبارک اسی جگہ موجود ہے جہاں دفن کیا گیا تھا۔ صلاح الدین ایوبی نے اس جگہ فقہ و حدیث کی تدریس کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ جب معین الدین حسن بن شیخ الشیوخ ابن حمویہ وزیر بنے تو انہوں نے اس مقبرے کی طرف بہت زیادہ توجہ دی۔

قاضی فاضل کے اوصاف کے بیان میں صاحب ''الدر العظیم'' نے یوں لکھا ہے:

((''من جملة مكارمه بناء الميضاة قريبا من مشهد الحسين بالقاهرة والمسجد والساقية''))

ان کے جملہ اوصاف میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انہوں نے قاہرہ میں حضرت امام حسین کے مقبرہ کے قریب ایک وضو خانہ، ایک مسجد اور ایک چھوٹی سی نہر تعمیر کروائی۔

''مرشد الزوار'' کے مصنف کہتے ہیں کہ علماء نے ذکر کیا ہے کہ حضرت امام حسین کا سر مبارک عسقلان میں موجود تھا۔ جب الظاہر الفاطمی کا زمانہ آیا تو سر مبارک کو وہاں سے لے جایا گیا اور یہ ''القصر'' میں رہا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ طلائع بن رزیک نے ''القطر'' تعمیر کیا تھا اور سن ۵۵۵ھ میں سر مبارک اس میں دفن کیا گیا۔

امام شعرانی نے کہا ہے کہ جب مشرق میں سر مبارک سپرد خاک کیا گیا اور اس پر ایک زمانہ گزر گیا تو وزیر طلائع بن رزیک نے اس کی دیت ادا کی اور تیس ہزار دینار خرچ کئے اور اسے مصر منتقل کیا اور اس پر مشہد شریف تیار کروایا۔

لوگوں کا اس مشہد میں سر مبارک موجود ہونے میں اختلاف ہے، بعض نے اس سے انکار کیا ہے، بعض نے اس کی تصدیق کی ہے ان کا محض اخبار اور علامات پر ہی اعتماد ہے۔ ہمارے پاس کسی متصل صحیح سند کے ساتھ کوئی ایسی روایت موجود نہیں ہے جو علم و یقین کو واجب اور پختہ کرتی ہو اور دل اس سے مطمئن ہوتے ہوں، بہر حال جہاں بھی آپ کا سر مبارک اور جسم اطہر ہو اس کا مقام تو دل اور روحیں ہی ہیں، یہ اسرار و ضمائر اور افکار و خیالات میں بستا ہے۔ (واللہ اعلم)

شہادت امام حسین......عجائب وغرائب:

☆: حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

''جس رات کی صبح امام حسین کی شہادت ہوئی اس رات میں نے کسی کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا:

ایها القاتلون جهلاً حسینا

Marfat.com

البشر وابالعذاب والتنکیل

قد العنتم لسان ابن داؤد

و موسی و حامل الانجیل

یہ سنتے ہی میں چونک پڑی۔ چاروں طرف شعر پڑھنے والے کو تلاش کیا، لیکن کہیں کوئی نشان بھی نہ مل سکا۔ بے ساختہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اس شیشہ کو کھول کر دیکھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کردہ کنکریاں رکھی ہوئی تھی۔ وہ کنکریاں جنہیں دے کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ جس دن یہ خون بن جائیں سمجھ لینا کہ میرا حسین میدان کربلا میں شہید کر دیا گیا۔ تو میں نے دیکھا کہ ان کنکریوں سے خون بہہ رہا ہے۔''

☆: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں نے ایک دن دوپہر کے وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے سرِ اقدس اور ریش مبارک کے بال غبار آلود ہیں اور خون سے بھرا ہوا شیشہ آپ کے دستِ اقدس میں ہے۔

میں نے عرض کیا:

''حضور! میرے ماں باپ قربان! یہ خون سے بھرا ہوا شیشہ کیسا ہے۔؟''

سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے بادیدہ تر ارشاد فرمایا:

''آج صبح سے حسین اور ان کے رفقاء کا خون جمع کر رہا ہوں اس شیشہ میں حسین اور ان کے رفقاء کا خون ہے۔''

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں:

''میں یہ بات سن کر چونک پڑا۔ جب شہادت امام کی خبر آئی اور میں نے خواب کے وقت پر غور کیا تو میرے خواب دیکھنے اور شہادت امام کا وقت ایک ہی تھا۔''

☆: حضرت ام معبد کی بہن کی صاحبزادی حضرت ہند کا بیان ہے:

''ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے خیمہ میں تشریف لائے، کچھ دیر آرام فرمانے کے بعد جب بیدار ہوئے تو پانی طلب فرمایا۔ پانی لایا گیا تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو دھویا اور کلی فرمائی۔ خیمہ کے باہر جھاڑیوں میں جہاں پر حضور نے کلی کا پانی ڈالا تھا صبح ہم نے دیکھا تو وہاں پر ایک عجیب قسم کا درخت پیدا ہو گیا ہے جس میں بڑے بڑے پھل لگے ہوئے ہیں، جن میں عنبر جیسی خوشبو اور شہد جیسی مٹھاس ہے۔ ان پھلوں میں یہ خاصیت تھی کہ اگر بھوکا کھائے تو سیر ہو جائے، پیاسا کھائے سیراب ہو جائے، بیمار کھائے شفایاب ہو جائے اور کوئی اونٹ یا بھیڑ یا بکری وغیرہ اس کا پتہ کھائے تو اس کا دودھ زیادہ ہو جائے۔ ہم نے اس کا نام شجرۃ مبارکہ (برکت والا درخت) رکھا تھا۔ اطراف و جوانب سے کثیر تعداد میں لوگ آتے تھے اور اس سے فیض حاصل کرتے تھے۔ اچانک ایک صبح کو ہم نے دیکھا کہ اس درخت کے تمام پھل گر گئے ہیں اور پتے سوکھے ہوئے ہیں۔ ہم لوگ بہت پریشان ہوئے کہ ایسا کیوں ہوا؟ اتنے میں اطلاع ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے۔ پھر چند دنوں کے بعد درخت میں نئے پتے آ گئے، پھل بھی لگے مگر کم۔ اس واقعہ کے تقریباً تیس برس بعد ایک صبح کو پھر ہم نے دیکھا کہ اس درخت میں تنے سے لے کر اوپر کی شاخ تک کانٹے پیدا ہو گئے اور پھل گر گئے ہیں۔ ہم لوگ سخت تشویش میں مبتلا ہو گئے کہ ضرور کوئی حادثہ پیش آیا ہے، یہاں تک کہ اطلاع ملی کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے شہادت پائی ہے۔ اس کے بعد اس درخت میں پھل نہیں لگے محض پتے باقی رہ گئے۔ ہم لوگ انہیں پتوں سے ہی فیض حاصل کرتے رہے۔ کچھ دنوں کے

Marfat.com

بعد ایک صبح کو ہم نے دیکھا کہ اس مبارک درخت کے تنے سے تازہ خون جاری ہے اور پتے سوکھ کر گر گئے۔ ہم لوگوں نے گمان کیا کہ شاید پھر کوئی بڑا حادثہ رونما ہوا ہے۔ دن اسی وحشت اور پریشانی کے عالم میں گزارا، رات کے وقت اس درخت سے رونے کی آواز آئی جس سے ہم لوگوں کی وحشت اور بڑھ گئی، یہاں تک کہ اطلاع ملی کہ سید امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے اہل بیت اور دوسرے ساتھیوں کو تین دن کی بھوک و پیاس کے عالم میں میدانِ کربلا میں یزیدیوں نے شہید کر دیا گیا۔ پھر وہ درخت کبھی شاداب نہیں ہوا۔''

☆: جس وقت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہادت پائی، ایک سفید کبوتر اڑتا ہوا آیا اور اپنے پروں کو امام عالی مقام کے خون میں تر کیا اور اُڑ گیا۔ حتیٰ کہ یہ کبوتر اُڑتا ہوا مدینہ طیبہ پہنچا۔ طواف کے سے انداز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ پاک کے گرد اڑتا تھا اور اس کے پروں سے خون کے قطرات ٹپک رہے تھے۔ اہل مدینہ اس کی یہ کیفیت دیکھ کر حیران تھے کہ معاملہ کیا ہے؟ جب چند دنوں کے بعد انہیں امام عالی مقام کی شہادت کی خبر ملی تو انہوں نے سمجھا کہ سب سے پہلے امام عالی مقام کی شہادت کی خبر بارگاہِ رسول تک پہنچانے کے لئے یہ کبوتر حاضر ہوا ہے۔

☆: ایک یہودی تھا۔ اس کی لڑکی ظاہری شکل وصورت میں بہت اچھی تھی، لیکن اچانک وہ نابینا ہوگئی۔ ہاتھ اور پاؤں میں کوڑھ کا مرض ہوگیا۔ محلہ و پڑوس کے لوگ اس لڑکی کو شدید نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ یہاں تک کہ یہودی اپنی لڑکی کو لے کر شہر سے باہر اپنے ایک باغ میں مقیم ہوگیا۔ دن بھر شہر میں کاروبار کرتا اور شام کو باغ میں لڑکی کے پاس آجاتا۔ ایک دن اتفاق ایسا ہوا کہ یہودی کاروبار میں اتنا مصروف ہوا کہ شام کو باغ میں واپس نہ آسکا۔ لڑکی نے تنہا ایک درخت کے نیچے رات گزاری۔ صبح کے وقت لڑکی نے قریب ہی سے درخت پر ایک پرندے کے گریہ وزاری کی دردناک آواز سنی۔ تاب ضبط نہ رہی۔ کسی طرح گھسٹتی ہوئی اس درخت کے نیچے پہنچی۔ اگرچہ نابینا تھی لیکن اپنے سر کو اوپر کی جانب اٹھا کر رونے والے پرند کی جانب متوجہ ہو گئی۔ اچانک اس پرندے کے پر سے خون کا ایک گرم قطرہ اس کی داہنی آنکھ میں ٹپکا، اس کی وہ آنکھ روشن ہوگئی۔ پھر خون کا ایک قطرہ اس کے داہنے ہاتھ پر ٹپکا وہ ہاتھ درست ہوگیا۔ لڑکی نے یہ کیفیت دیکھ کر بایاں ہاتھ پھیلا دیا۔ اس پر بھی ایک قطرہ ٹپکا تو وہ ہاتھ بھی درست ہوگیا۔ اس قطرۂ خون کو لڑکی نے اپنی بائیں آنکھ پر مل لیا اور وہ آنکھ بھی روشن ہوگئی۔ اس کے بعد لڑکی نے چند قطروں کو اپنے ہاتھوں پر لے کر پورے بدن پر مل لیا جس سے وہ پورے طور پر صحت یاب ہوگئی۔ گویا کوئی مرض تھا ہی نہیں۔ اب لڑکی اٹھی اور اپنے باپ کی تلاش میں باغ کے گرد گھومنے لگی۔ اتنے میں وہ یہودی بھی آگیا لیکن اپنی لڑکی کو پہچان نہ سکا۔ اجنبی عورت سمجھ کر پوچھنے لگا: اے عورت تو کون ہے؟ میں اس باغ میں اپنی ایک اپاہج لڑکی کو چھوڑ گیا تھا۔ تجھے کچھ اس کا حال معلوم ہے کہ وہ کہاں گئی؟ کیوں کہ باغ میں جہاں چھوڑ کر گیا تھا وہاں وہ نظر نہیں آرہی ہے۔ لڑکی نے کہا: اے باپ! تو نے مجھے نہیں پہچانا؟ میں ہی تیری وہ اپاہج لڑکی ہوں جسے تو باغ میں چھوڑ کر گیا تھا۔ یہودی انتہائی خوشی میں بے ہوش ہوگیا۔ کچھ دیر کے بعد جب اسے ہوش آیا تو لڑکی نے سارا واقعہ بیان کیا اور یہودی کو اس درخت کے نیچے لے آئی جس پر وہ پرندا ابھی تک بیٹھا ہوا گریہ وزاری کر رہا تھا۔ یہودی نے اس پرند کی جانب مخاطب ہو کر کہا: اے مبارک پرندے! تیری گریہ وزاری کا سبب کیا ہے اور تیرے پروں سے ٹپکنے والے یہ خون کے قطرے کیسے ہیں جن سے ایسی برکات کا ظہور ہوا ہے۔؟ اللہ عزوجل

Marfat.com

نے اس پرند کو قوت گویائی عطا فرمائی۔ اس نے بحکم الٰہی کلام کیا اور کہا: اے یہودی! ہم پرندوں کی ایک جماعت فلاں جنگل میں رہتی تھی، ہمارا معمول تھا کہ صبح اپنے گھونسلوں سے اڑ کر اطراف و جوانب میں چلے جاتے اور دانہ پانی حاصل کرنے کے بعد دوپہر تک اپنے گھونسلوں میں واپس آ جاتے اور جس نے جو کچھ کھایا پیا ہوتا آپس میں ایک دوسرے کو خبر دیتے۔ اچانک ایک دن ہم نے ایک ندا سنی کہ نواسۂ رسول امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تپتی ہوئی دوپہر میں کربلا کی سرزمین پر شہادت کا جام نوش کیا ہے اور اے پرندو! تم درختوں کے سائے میں بیٹھ کر آرام کر رہے ہو؟ یہ ندا سن کر ہم تمام پرندے کربلا کی سرزمین کی جانب روانہ ہو گئے۔ جس وقت ہم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ جگر گوشۂ رسول سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو چکے ہیں اور ان کے جسم شریف سے ابھی تک تازہ خون جاری ہے۔ یہ کیفیت دیکھ کر تمام پرندے گریہ و زاری میں مشغول ہو گئے۔ مجھ میں تاب ضبط نہ رہی۔ میں نے اپنے آپ کو آپ کے بہنے والے خون شریف میں گرا دیا، اپنے چہرے اور اپنے بال و پر کو آپ کے مبارک خون میں تر کیا اور وہاں سے اڑ کر میں یہاں آ گیا ہوں۔ یہ اسی خون شریف کے پاکیزہ قطرات ہیں جو میرے پروں سے ٹپک رہے ہیں اور اس خون شریف کے مبارک قطرات جہاں بھی ٹپکتے ہیں وہاں خیر و برکت کا ظہور ہوتا ہے۔ پرندے کی زبان سے یہ گفتگو سن کر یہودی نے کہا: اگر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نانا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق پر نہ ہوتے تو ان کے نواسے حسین کے خون کے قطروں سے ایسی خیرات و برکات کا ظہور نہ ہوتا اور میری اپاہج لڑکی کو شفا نہ ملتی۔ چنانچہ یہودی مع اپنے گھرانے کے مشرف با اسلام ہو گیا اور جب بھی کوئی اس کے اسلام لانے کی وجہ پوچھتا تو اس واقعہ کو بہت تفصیل سے بیان کرتا۔‘‘

☆ ابن وعبل خزاعی کہتا ہے کہ انتقال کے وقت میرے باپ کا چہرہ سیاہ ہو گیا، میں نے انتہائی رازداری کے ساتھ بغیر کسی کو اطلاع دیئے اسے دفن کر دیا، لیکن اپنے باپ کی یہ کیفیت دیکھ کر میں بہت رنجیدہ اور ملول رہتا تھا۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے باپ کی شکل بہت ہی نورانی ہو گئی ہے اور عمدہ سفید نوانی لباس پہنے ہوئے ہے۔ میں نے پوچھا:

’’اے باپ! اللہ رب العزت نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا۔؟‘‘

جواب دیا:

’’اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے۔‘‘

میں نے کہا:

’’لیکن مرتے وقت تو تیرا چہرہ سیاہ اور زبان گنگ ہو گئی تھی۔؟‘‘

میرے باپ نے جواب دیا:

’’شراب پینے کی وجہ سے مرتے وقت میرا چہرہ سیاہ ہو گیا تھا اور زبان گنگ ہو گئی تھی اور میں قبر میں اسی حالت میں تھا کہ دیکھا اللہ کے پیارے حبیب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شریف لائے اور مجھے دیکھ کر فرمایا: تو وعبل ہے؟ میں نے ادب سے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں وعبل ہی ہوں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے جگر گوشہ حسین و دیگر شہداء کربلا کی شہادت کے متعلق تو نے جو اشعار کہے ہیں مجھے اپنی زبان سے سنا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا فرمانا تھا کہ میری زبان کو گویائی مل گئی اور جو اشعار میں نے شہدائے کربلا سے متعلق کہے تھے انہیں سرکار کو سنایا۔ اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم ان اشعار کو سن کر آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا: تو نے سچ کہا۔ پھر میری بخشش کی دعا کی جس سے میرا چہرہ روشن ہو گیا اور اپنا لباس مبارک مجھے عطا فرمایا جسے میں اس وقت پہنے ہوا ہوں۔''

☆: قبیلہ بنی طے کے ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے جنوں کو نوحہ کرتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے سنا:

مسح الرسول جبینه فله بریق فی الخدود

ابواه من علیا وجده خلیر الجدود

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پیشانی پر بوسہ دیا جس کے رخسار تاباں و درخشاں، ان کے آباؤ اجداد اعلیٰ وخیر خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

☆: جب مدینہ منورہ میں بعض بدبختوں نے خطبہ دیتے ہوئے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر خوشی کا اظہار کیا تو اس شب مدینہ منورہ میں مندرجہ ذیل اشعار سنائی دینے لگے، لیکن ان کا پڑھنے والا نظر نہیں آتا تھا۔

ایها القاتلون جهلا حسینا

البشرو اباعذاب والتنکیل

''اے امام حسین کو جہالت سے قتل کرنیوالو! تمہیں سخت رسوا کن عذاب کی خوش خبری ہو۔''

کل من فی السمأ یادعوا علیکم

من نبی و ملاك و قبیل

''آسمان میں جتنی بھی مخلوق ہے، خواہ وہ انبیا ہوں یا ملائکہ سب تم پر ہلاکت کی دعا کرتے ہیں۔''

قد لعنتهم علی لسان ابن داوُد

و عیسیٰ صاحب الانجیل

''تم پر لعنت بزبان سلیمان ابن داوٗد اور عیسیٰ علیہ السلام جو صاحب انجیل ہیں۔''

☆: امام حسین کے سر مبارک کو لے کر جب کوفہ سے دمشق روانگی تھی تو راستہ میں شہر معمورہ سے کوچ کرنے کے بعد شمر نے حکم دیا کہ دن میں تو شہداء کے سروں کو نیزوں پر رکھا جائے، لیکن رات کو صندوقوں میں رکھ کر تالے لگا دیئے جائیں اور پچاس محافظین رات بھر پہرہ دیتے رہیں۔ انہیں محافظین میں سے ابوالخنوق نامی شخص نے بیان دیا:

''ایک دن ہم لوگ جنگل میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ رات کافی گزر چکی تھی۔ ہمارے ساتھ پہرہ دینے والے تمام لوگ سو چکے تھے، لیکن میں تنہا جاگ رہا تھا۔ نہ جانے کیوں نیند ہی نہیں آ رہی تھی کہ اچانک میں نے ایک ہیبت ناک آواز سنی اور اس کے بعد دیکھا کہ ایک وجیہہ شخص جن کا رنگ گندمی ہے، سفید لباس پہنے آسمان سے اترے۔ سر مبارک امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صندوق سے نکالا اور سینے سے لگا کر بہت روئے۔ میں نے چاہا کہ ان کے ہاتھ سے سر امام چھین لوں کہ اچانک کسی نے چلا کر للکارا اور کہا:

''خبردار! یہ حضرت آدم صفی اللہ ہیں۔''

Marfat.com

ابو الخنون کہتا ہے:

''میں خوفزدہ ہو کر ٹھہر گیا۔ اتنے میں پھر آواز آئی:

''یہ نوح نجی اللہ ہیں۔''

اس کے بعد حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ نیز دیگر انبیاء کرام تشریف لائے۔ آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے۔ تمام انبیاء کرام نے یکے بعد دیگرے سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک کو چوما اور سینے سے لگایا۔ اس کے بعد ایک نورانی کرسی بچھائی گئی جس پر سرکار دو عالم تشریف فرما ہوئے اور تمام انبیاء کرام گردو پیش مؤدب کھڑے ہو گئے۔ اب ایک فرشتہ آیا جس کے ایک ہاتھ میں تلوار اور گرز آتشیں تھا۔ اس نے بڑھ کر میرا ہاتھ پکڑا۔ میں نے فریاد کی:

''یا رسول اللہ! میں تو سرکار کے غلاموں میں سے ہوں۔ یہ لوگ جبراً مجھے پکڑ لائے ہیں۔''

لیکن یہ کہتے کہتے اس فرشتہ نے مجھے ایک طمانچہ مار ہی دیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اب اسے چھوڑ دو۔''

میں مارے ہیبت کے بے ہوش ہو گیا۔ صبح کو جب ہوش آیا تو دیکھتا ہوں کہ لوگ محافظوں کو تلاش کر رہے ہیں لیکن جہاں پر جو محافظ سویا تھا وہاں سوائے راکھ کے ڈھیر کے اور کچھ نہ تھا۔

ابو الخنون نے جب شمر کے سامنے اس واقعہ کو بیان کیا تو شمر نے دیکھا کہ واقعی جس رخسار پر فرشتے نے طمانچہ مارا تھا وہ بالکل سیاہ تھا، اسی وقت ابو الخنون نے ایک پرزور آہ کی اور گر کر مر گیا۔

☆ شمر اس واقعہ سے اتنا گھبرایا کہ فوراً کوچ کا حکم دے دیا۔ راستہ میں معلوم ہوا کہ میتب ابن قعقاع کا ارادہ ہے کہ شب خون مار کر شہداء کے سروں کو چھین لے۔ رات ہوئی، ایک گرجا کے قریب قیام کیا اور تمام سروں کو صندوقوں میں مقفل کر کے مع تمام اہل بیت اطہار گرجے میں بھیج دیا۔ گرجے کے پادری نے صندوق کو ایک کمرے میں بند کر کے تالا ڈال دیا اور اسی کمرے کے قریب دوسرے کمرے میں اہل بیت اطہار کو ٹھہرا دیا۔

ابو سعید دمشقی کا بیان ہے کہ چونکہ لوگ ابو الخنون کے واقعہ سے سبھی ڈرے ہوئے تھے، اس لیے سروں کی حفاظت کے لئے کوئی تیار نہ ہوا۔ لہٰذا گرجے کے پادری کو سروں کی حفاظت کے لئے متعین کر دیا گیا۔ پادری نے پوری رات اسی حجرہ کے قریب گزاری جس میں شہداء کے سر رکھے ہوئے تھے۔ جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو راہب نے دیکھا کہ پورا کمرہ اچانک روشنی سے بھر گیا اور اتنی تیز روشنی کہ آنکھیں ٹھہرنے کا نام نہیں لیتی تھیں، خیرہ ہوئی جاتی تھیں۔ پادری نے ایک کھڑکی سے کمرہ میں جھانکا تو دیکھتا ہے کہ آسمان کی چھت شق ہے اور کچھ محافہ زریں خوبصورت عورتوں کے جھرمٹ میں آسمان سے اتر رہے ہیں۔ آواز آئی:

''اے پادری! کھڑکی سے دور ہٹ جا کہ یہ خواتین ہفت ماب وہ ہیں کہ جن کی عصمت پر فرشتوں کو بھی رشک آتا ہے۔''

پادری کھڑکی سے الگ ہٹ جاتا ہے مگر آوازیں برابر سنتا رہا کہ یہ حضرت حوا تشریف لا رہی ہیں، یہ حضرت سارہ، یہ حضرت صفورہ، یہ حضرت آسیہ اور یہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ تشریف لا رہی ہیں۔ آخر میں حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

Marfat.com

تشریف لائیں۔

ان آنے والی خاتونانِ محترم نے مختلف انداز میں اپنے اپنے غم وافسوس کا اظہار کیا اور مختلف قسم کے مرثیے پڑھے گئے۔ پادری نے دوبارہ پھر جھانک کر دیکھنا چاہا تو کچھ نہ دیکھ سکا۔ ایک حجاب نورانی حائل تھا۔ تاب نہ لا سکا۔ اس کی نوانیت کی وجہ سے بے ہوش ہوکر گر پڑا۔

جب ہوش آیا تو نہ وہ روشنی تھی اور نہ وہ حجابات نورانی صرف یہ نظر آیا کہ کمرے کا تالا ٹوٹا ہوا الگ پڑا ہے اور جن صندوقوں میں شہداء کے سر تھے وہ کھلے ہوئے ہیں۔ پادری پر ایک اضطراری کیفیت سی طاری ہوگئی۔ اسی عالم میں اٹھا اور سر امام عالی مقام کو صندوق سے باہر نکالا، مشک وعنبر سے بسا کر ایک پاکیزہ مصلیٰ پر ادب واحترام کے ساتھ رکھ دیا اور دو زانو انتہائی ادب کے ساتھ سامنے بیٹھ کر عرض کرنے لگا:

''اے ابن رسول! میں جان گیا کہ آپ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے اوصاف کا تذکرہ تورات، انجیل میں ہے۔ آپ کو قسم ہے خدائے بزرگ وبرتر کی! مجھے حقیقت حال سے آگاہ فرمائیں۔''

پادری کے اتنا کہنے پر لبہائے مبارک کو جنبش ہوئی اور فرمایا:

((انا مظلوم، انا مهموم، انا مقتول انا غريب انا ابن النبى المصطفى انا ابن العلى المرتضىٰ))

''میں مظلوم وغم زدہ اور غریب الدیار ہوں۔ میں نبی مصطفیٰ کا لاڈلا بیٹا اور علی مرتضیٰ کا چہیتا فرزند ہوں۔''

پادری نے جب یہ بات سنی تو اپنے متعلقین کو بلا کر ساری کیفیت بیان کی اور انہیں کے سامنے اپنی زنار توڑ کر باآواز بلند پڑھتا ہے:

((اشهد ان لا اله الله و اشهد ان محمد رسول الله))

راہب کا کلمہ پڑھنا تھا کہ اس کے تمام ساتھیوں نے زناریں توڑ ڈالیں اور حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔

پادری نے پھر سر امام سے مخاطب ہوکر عرض کیا:

''اگر حضور اجازت مرحمت فرمائیں تو میں اپنے متعلقین کو ساتھ لے کر شمر کو اس کے کیفر کردار تک پہنچادوں۔؟''

سر امام سے آواز آئی:

''مشیت الٰہی کچھ اور ہے۔ وقت کا انتظار کر۔ بہت جلد یہ اپنے برے انجام کو پہنچیں گے۔''

یزید کی یزیدیت:

دمشق کے بازاروں میں پہنچ کر حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نگاہ اٹھائی تو دیکھا کہ اس مسرور و شادماں بھرے مجمع میں ایک شخص زاروقطار رو رہا ہے۔ آپ نے فرمایا:

''ہر تماشائی تو خوش ہے، لیکن اے شخص! تو کیوں رو رہا ہے۔''

اس نے عرض کیا:

''سرکار! میں تو خادم بارگاہِ عالی ہوں۔ رونا اس پر آرہا ہے کہ مجھے اپنی زندگی میں ایسا دن دیکھنا نصیب ہو رہا ہے۔ اے کاش!

Marfat.com

آج میرے قبیلے کے لوگ یہاں ہوتے تو اہل دمشق بجائے خوش ہونے کے یزید کی تباہی و بربادی پر ماتم کناں نظر آتے، قصر یزید کی اینٹ سے اینٹ بجادیتا مگر افسوس کہ تنہا ہوں۔"

امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی عقیدت ومحبت اور جذبۂ جاں نثاری کو دیکھ کر دعا دی اور ارشاد فرمایا:

"اگر تم سے ہو سکے تو اتنا کرادو کہ جو شخص اپنے نیزہ پر سر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھائے ہوئے ہے وہ ذرا آگے بڑھ جائے تاکہ مجمع بھی آگے چلا جائے، اس لئے کہ اہل بیت اطہار کی عفت مآب خواتین کو اس مجمع سے بڑی تکلیف ہو رہی ہے۔"

یہ شخص آگے بڑھا اور جس اونٹ پر امام حسین کا سر تھا اس کے شتربان کو پچاس دینار دے کر اونٹ کو آگے بڑھوا دیا۔ پھر بازار سے کچھ چادریں لا کر اہل بیت اطہار کی خدمت میں پیش کیں اور ایک عمامہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں نذر کیا۔

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا نام ارز برتھا اور بعض روایتوں کی بنا پر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ سہیل ساعدی نامی ایک صحابی تھے جو بغرض تجارت باہر گئے ہوئے تھے اور دمشق میں عین اس وقت پہنچے جب کہ سر امام یزید کی قصر امارۃ کی جانب لے جایا جا رہا تھا۔

☆: شمر نے ماحول کو اچھی طرح سمجھ کر شہادت امام کی تفصیل بیان کرنا شروع کی اور جب اپنی شقاوت کی پوری داستان بیان کر چکا تو یزید نے ایک طشت میں سر امام منگوا کر اپنے تخت کے سامنے رکھوایا اور اپنے ہاتھ کی چھڑی سے لبہائے مبارک اور دندان شریف کو مس کرنے لگا اور کہنے لگا:

"کتنے حسین ہیں ان کے لب اور دندان کہ اب بھی حسن پھوٹا پڑ رہا ہے۔"

☆: اسی مجلس میں موجود حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ ایک بلند پایہ صحابی تھے۔ یزید کی اس ناپاک حرکت کو دیکھ کر تڑپ گئے اور یزید کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا:

"اے یزید! تجھ پر غضب ہو اللہ کا! تو ان لبوں اور دانتوں کی توہین کر رہا ہے جنہیں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار چوما ہے۔ محبوب اللہ کی پسندیدہ اور محبوب شے کی اہانت کر رہا ہے۔ بس بہت ہو چکا! اب اپنے ناپاک ہاتھ کی ناپاک چھڑی کو ان مقدس لبوں سے ہٹالے جن کی تقدیس کی فرشتے بھی قسم کھاتے ہیں۔ اللہ قہار جبار تجھ شقی کو اور تیرے ان ظالم ہاتھوں کو فنا کر دے۔"

یزید اس نصیحت اور حق گوئی کی تلخی برداشت نہ کر سکا، غضب ناک ہو کر کہتا ہے:

"اگر تمہاری صحابیت کا پاس نہ ہوتا تو ابھی قتل کر دیتا۔"

حضرت سمرہ ابن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"تعجب ہے میری صحابیت کا اتنا خیال اور امام حسین کی شرف اہلبیت رسول کا ذرا برابر احساس بھی نہیں۔؟ او بے دین! تو نے ہی حکم دے کر انہیں شہید کرایا۔ تو نے ہی جگر پارہ رسول کو پارہ پارہ کیا۔ تو نے ہی امیر معاویہ کی وصیتوں کو پامال کیا۔ انتظار کر! عنقریب تجھے اپنا انجام بد اسی دنیا میں دیکھنا پڑے گا اور کل روز قیامت داور محشر کی عدالت میں ان کا کف ہوگا اور تو۔"

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان پر چند حقیقت افروز کلمات نے کچھ ایسا اثر کیا کہ درباریوں کے دل بھر آئے اور سب کے سب زار و قطار رونے لگے۔ یزید کو غصہ بہت آیا لیکن اس ڈر سے کہ کہیں ان کے قتل سے فتنہ اور نہ بڑھ جائے قتل سے

Marfat.com

باز رہا مگر اپنے دربار سے نکلوا دیا۔

☆ جالوت نام کا ایک یہودی حکیم تھا جو یزید کا معالج تھا۔ اس نے یزید کے سامنے سر پاک امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر پوچھا:

''اے یزید! یہ کس کا سر ہے۔''

یزید نے بے ہودہ انداز میں کہا:

''ایک خارجی کا سر ہے۔''

جالوت نے پوچھا:

''نام کیا ہے۔؟''

یزید کہتا ہے:

''ان کا نام حسین ہے۔''

جالوت نے پوچھا:

''انہیں کس وجہ سے قتل کیا گیا۔؟''

یزید نے کہا:

''ان کا ارادہ تھا کہ مجھ سے تخت خلافت کو چھین لیں۔''

جالوت کہتا ہے:

''اے یزید! تجھ پر تف ہے کہ تو نے انہیں قتل کرایا۔ حقیقت تو یہی ہے کہ خلافت انہیں کا حق ہے اور اے یزید! تو جانتا نہیں میں حضرت داؤد پیغمبر علیہ السلام کی اولاد میں ہوں اور مجھ میں اور ان میں چالیس پشتوں کا فاصلہ ہے، لیکن یہودی آج بھی میری تعظیم کرتے ہیں اور مجھ سے برکت حاصل کرتے ہیں اور تھوڑا ہی زمانہ گزرا ہے کہ تمہارے نبی ظاہری طور پر تمہارے درمیان تشریف فرما تھے اور یہ تیرے نبی کے نواسے ہیں۔ تو نے انہیں قتل کیا اور اہل بیت نبی کی توہین کی۔''

یہ کہہ کر جالوت نے تلوار کھینچی اور چاہا کہ یزید پر وار کرے لیکن لوگوں نے روک لیا۔ اس کے بعد جالوت سر پاک امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب آیا، سر اقدس کو بوسہ دیا اور کہا:

''اے امام! ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جنہوں نے آپ کو قتل کیا۔ اے امام عالی مقام! میں پڑھتا ہوں:

((اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمد رسول الله))

اپنے نانا جان کی بارگاہ میں میرا اسلام عرض کریں اور میرے اسلام و ایمان پر گواہی دیں۔

یہ کیفیت دیکھ کر یزید کہنے لگا:

''میں اپنے موذی امراض کی وجہ سے تیرا محتاج ہوں۔ ورنہ! تجھے ابھی قتل کر دیتا۔''

جالوت نے جواب دیا:

''اب میں تجھ کو شفایابی کی دوا نہ دوں گا، بلکہ ایسی دوائیں دوں گا جو تجھے تباہ و برباد کر دیں۔''

یہ سن کر یزید آپے سے باہر ہو گیا اور جلاد کو حکم دیا کہ جالوت کو قتل کر دے۔ جلاد آگے بڑھا اور حضرت جالوت کو شہید کر

Marfat.com

دیا۔

☆: سرِ امام عالی مقام ایک طشت میں یزید کے دربار میں رکھا ہوا تھا۔ یزید اور اس کے ساتھی شراب نوشی میں مصروف تھے کہ اتنے میں قیصر روم کا سفیر اس کے دربار میں داخل ہوا۔ یہ حالت دیکھ کر یزید سے پوچھا:

''اے یزید! یہ کیسا سر ہے؟ جس کی موجودگی میں تم لوگ شراب پینے میں مصروف ہو۔ مجھے اس حقیقت سے آگاہ کرتا کہ میں قیصر روم کے دربار میں اس کی تفصیل بیان کرسکوں۔''

یزید گستاخانہ انداز میں کہتا ہے:

''ایک خارجی کا سر ہے جس نے ہمارے بصرہ اور کوفہ کے عامل ابن زیاد پر خروج کیا تھا۔''

سفیر نے پوچھا:

''یہ کون ہیں۔؟''

یزید کہتا ہے:

''یہ حسین ابن علی ہے۔''

سفیر نے پوچھا:

''ان کی والدہ ماجدہ کا نام کیا ہے۔؟''

یزید کہتا ہے:

''ان کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمۃ الزہراء بنت محمد رسول اللہ ہے۔''

سفیر کہتا ہے:

''اے یزید! تجھ پر تف ہے اور تیری اس حالت پر افسوس! صد افسوس ہے۔! اے یزید! سن میرے دادا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں تھے۔ ان میں اور مجھ میں چالیس پشتوں سے زیادہ فاصلہ ہے، لیکن عیسائی آج بھی میری تعظیم بہت زیادہ کرتے ہیں اور میرے پاؤں کی مٹی سے برکت حاصل کرتے ہیں اور تیری سرکشی یہ کہ تو نے اپنے نبی کی صاحبزادی کے لخت جگر کے ساتھ ایسا دردناک ظلم کیا۔؟ اے یزید! کیا تو نے ''کنیسہ الحافر'' کا ذکر نہیں سنا۔؟''

یزید نے کہا:

''نہیں۔''

سفیر کہتا ہے:

''ملک کمان اور ملک چین کے درمیان ایک سمندر ہے جس کا راستہ کم وبیش ایک سال کا ہے، اس کے درمیان اسی فرسخ مربع ایک بہت بڑا شہر ہے۔ اسی شہر سے یاقوت، کافور، عود، عنبر وغیرہ دوسرے ملکوں میں جاتا ہے۔ وہ شہر عیسائیوں کے قبضہ میں ہے۔ اس میں بہت سے گرجا ہیں اور سب سے بڑے گرجا کا نام ''کنیسہ الحافر'' ہے۔ اس کے محراب میں ایک زنجیر لٹکی ہوئی ہے۔ اسی میں وہ ''حافر'' (کھر) سونے، چاندی، یاقوت وغیرہ سے آراستہ کیا ہوا رکھا ہے۔ ''حافر'' کے بارے میں عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ یہ حافر اس گدھے کا ہے جس پر عیسیٰ علیہ السلام سواری فرماتے تھے۔ ہر سال کثیر تعداد میں عیسائی اس کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔ اس کا طواف کرتے ہیں اور بوسہ لیتے ہیں اور اسے اپنے سر پر رکھ کر تعظیم وتکریم کرتے ہیں اور اس کے وسیلہ سے

Marfat.com

اپنی حاجتوں کے پورا ہونے کی دعا کرتے ہیں، لیکن اے یزید! تجھ پر تف اور ہزار بار تف کہ تو نے اپنے نبی محترم کے نواسے کے ساتھ ایسا ناروا سلوک کیا۔ اے یزید! سن کہ حسین کے نانا نبی برحق ہیں، انہوں نے لوگوں کو کفر کی تاریکیوں سے نکال کر اسلام و ایمان کا نور عطا کیا اور حسین کے والد ماجد علی المرتضٰی ہیں جو اپنے رسول محترم کے حکم سے قیامت کے دن پیاسوں کو آب کوثر پلائیں گے۔''

سفیر قیصر روم کی یہ حقیقت افروز گفتگو سن کر یزید بالکل آپے سے باہر ہو گیا اور جلاد سے کہتا ہے:

''سفیر کو قتل کر دے۔''

یہ سن کر سفیر نے کہا:

''اے یزید! کیا واقعی تو مجھے قتل کر دے گا۔؟''

یزید نے کہا:

''میں یقیناً تجھے قتل کر دوں گا۔''

سفیر نے کہا:

''اے یزید! اتنی بات اور سن لے کہ مجھے اپنے اس قتل ہونے پر بے حد خوشی ہے، کیونکہ رات خواب میں اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے دیدار سے مشرف فرمایا اور میرے لئے جنت کی ضمانت لی ہے۔''

یہ کہہ کر سفیر نے بلند آواز سے کلمۂ شہادت پڑھا اور آگے بڑھ کر سر پاک امام حسین سینے سے لگا لیا اور بوسہ دیا کہ اتنے میں جلاد نے آگے بڑھ کر اس سفیر کو شہید کر دیا۔

امام زین العابدین کا غمزدہ رہنا:

ادھر سید امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کے پاس سے روانہ ہو کر مدینہ منورہ پہنچتے ہیں۔ ادھر یزید پھر اہل مدینہ سے بیعت لینے کے لیے اپنے چچازاد بھائی عثمان بن محمد ابن ابی سفیان کو مدینہ منورہ روانہ کر دیتا ہے۔ عثمان نے مدینہ منورہ پہنچ کر ایک جماعت کو یزید کے ہاتھ بیعت کرنے کے لئے مدینہ منورہ سے دمشق بھیج دیا، لیکن جب یہ جماعت دمشق سے مدینہ واپس آئی تو یزید کے فسق و فجور کا آنکھوں دیکھا حال علی الاعلان اہل مدینہ کے سامنے بیان کرنے کے بعد اس نے بیعت توڑنے کا اعلان کر دیا۔ چنانچہ اہل مدینہ کے یزید کی طرف سے مقرر کردہ عامل مدینہ عثمان ابن محمد کو مدینہ سے باہر نکال دیا اور حضرت عبداللہ بن حنظلہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی، لیکن حضرت منذر بن زبیر نے کہا:

''اے عبداللہ ابن حنظلہ! تمہیں امام زین العابدین کے ہوتے ہوئے بیعت لینے کا حق کیسے پہنچ گیا؟ یہ تو ان کی شان کے لائق ہے۔''

چنانچہ حضرت ابن حنظلہ نے اپنی اس کوتاہی کا اعتراف کرتے ہوئے اجلہ صحابہ کی ایک جماعت لے کر حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت بابرکت میں حاضری کا شرف حاصل کر لیا۔ حضرت امام نے دریافت فرمایا:

''مجھ جیسے مصیبت زدہ مظلوم کے پاس آپ حضرات کس لئے تشریف لائے ہیں۔؟''

حضرت ابن حنظلہ آگے بڑھے اور تفصیل سے آنے کا مقصد بیان کرنے کے بعد عرض کیا:

''حضور! ہم لوگ کوئی نہیں ہیں۔ آپ کے جد امجد کے وفا شعار غلام ہیں۔ اپنی جانیں حضور کے قدموں پر قربان کرنے کا عہد

Marfat.com

کرتے ہیں۔ لہٰذا ہم غلاموں کی تمنا ہے کہ حضور اپنے دست اقدس کو بڑھائیں تا کہ ہم سب حضور کے دست مبارک پر جاں فروشی کا عہد وفا باندھیں۔"

یہ سننا تھا کہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ فرمایا:

"اللہ کے لیے اب یہ تذکرہ بیعت وخلافت میرے سامنے نہ چھیڑو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دل کے مندمل ہونے والے زخموں سے پھر خون کی دھار پھوٹ پڑے۔ میرے زخمی دل میں اب کسی نئے زخم کی گنجائش نہیں۔ کربلا کا ایک ایک منظر ہر وقت میرے پیش نظر ہے۔ پس اب میں نے اس ذات سے اپنا معاملہ کرلیا ہے جو بے وفا نہیں۔ میں کہہ رہا ہوں وہ سن رہا ہے، میں اپنے دل کے زخموں کو اسے دکھا رہا ہوں وہ دیکھ رہا ہے، اس کے در کے ایک جدۂ شوق پر ہزاروں تخت وتاج قربان۔ اللہ کے لیے! اب مجھے اس در سے ہٹانے کی کوشش نہ کرو۔ میرا دل بہت دکھی ہے اب اسے اور نہ دُکھاؤ۔"

جب صحابہ نے اور زیادہ اصرار کیا تو آپ نے فرمایا:

"اگر میرا مدینہ میں رہنا آپ لوگوں کو پسند نہیں تو آج ہی میں اس غریب ومظلوم خاندان کو ساتھ لے کر کہیں ایسی جگہ چلا جاؤں گا جہاں کوئی میرا غم دوبارہ تازہ نہ کر سکے۔"

صحابہ نے یہ کیفیت دیکھی تو خاموش ہو گئے اور حضرت عبداللہ بن حنظلہ کی بیعت بدستور باقی رہی۔

حضرت عبداللہ بن حنظلہ فرماتے تھے:

"اللہ کی قسم! ہم نے صرف اس خوف سے یزید کی بیعت سے انکار کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم پر آسمان سے پتھر برسنے لگیں اور ہمارے اوپر عذاب الٰہی کا نزول شروع ہو جائے۔"

یزید کا کردار:

یزید بن معاویہ ابو خالد الاموی ۲۵ یا ۲۶ ہجری میں پیدا ہوا۔ بہت موٹا تازہ آدمی تھا۔ اس کے بدن پر بہت زیادہ بال تھے۔ (تاریخ الخلفاء)

ابو یعلی نے اپنی مسند میں ابو عبیدہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میری امت ہمیشہ عدل وانصاف پر قائم رہے گی حتی کہ بنی امیہ میں ایک شخص یزید نامی ہو گا وہ عدل میں رخنہ ڈالے گا۔"

ابو الدرداء سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے:

"اول وہ شخص جو میری سنت کو تبدیل کرے گا وہ بنو امیہ میں سے ہو گا اور اس کو یزید نام سے پکارا جایا کرے گا۔"

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وفات سے پہلے ارشاد فرمایا:

"بیٹا میرا موت پر یقین ہے اور اب میری وفات کا وقت قریب ہے۔ اب جو میں کہنا چاہتا ہوں غور سے سن لے اور میرے کہنے پر اللہ تعالیٰ گواہ ہے۔ میرے بعد امور مملکت تیرے پاس ہوں گے تو میں تجھے رعیت اور لوگوں کے درمیان انصاف کی وصیت کرتا ہوں۔ میرے بیٹے! کل قیامت کو حکمران اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے حضور جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑے کیے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے حکم اور اپنے انصاف سے جسے چاہے جنت میں داخل فرمائے گا اور جسے چاہے بوجہ اس کے جور وظلم کے دوزخ میں داخل فرمائے گا:

((وانت یابنی اجعل الناس بین یدیك علی ثلاثة اقسام الکبیر منھم فی مقام والدك والصغیر

Marfat.com

منهم بمنزلة ولدك والمتوسط منهم بمنزلة اخيك)

''میرے بیٹے! لوگوں کو تین درجوں میں تقسیم کرنا۔ بڑوں کو باپ کے قائم مقام، چھوٹوں کو بچہ کے درجہ میں اور متوسط درجہ کو بھائی کے مانند جاننا۔''

گویا مراتب کا لحاظ رکھنا۔ ہر کسی کی قدر و منزلت اس کے منصب و مقام کے مطابق کرنا اور ہر کام میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ خاص کر قیامت کے دن سے کہ اس دن اللہ تعالیٰ قبروں سے اٹھا کر ہر شخص کو اپنے حضور لائے گا۔''

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((واوصيك يا بني بالحسين واولاده واخته واولادد اخوته وجميع عشيته وجميع بني هاشم الوصية التامه))

''اے میرے بیٹے! میں تجھے حضرت حسین اور ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں اور تمام رشتہ داروں اور تمام بنی ہاشم کے بارے میں وصیت کرتا ہوں۔ اپنی رعیت میں کوئی کام نہ کرنا جب تک امام حسین رضی اللہ عنہ سے مشورہ نہ کر لے اور تیرا کوئی حکم ان کے حکم پر اور تیرا ہاتھ ان کے ہاتھ سے بلند نہ ہونا چاہیے:

((لاتاكل حتى ياكل هوولاتشرب يا بني حتى يشرب هوواهل بيته))

''تو نہ کھائے جب تک وہ کھانہ لیں اور تو میرے بیٹے! نہ پینا جب تک وہ پا اور ان کے گھر والے نہ پی لیں۔''

((ولاتنفق على احدمن جميع عسكرك واهل بيتك حتى تنفق عليه وعلىٰ اهل بيته ولا تكس احدًا حتى تكسره هو واهل بيته جميعاً))

''اور اپنے لشکر اور اپنے اہل وعیال میں سے کسی پر خرچ نہ کرنا جب تک ان پر اور ان کے اہل وعیال پر خرچ نہ کر لے اور نہ ہی کسی کو لباس دینا جب تک کہ ان کو اور ان کے سب اہل وعیال کو لباس نہ دے لے۔''

حضرت امیر معاویہ نے فرمایا:

''بیٹا! میں تجھے ان کے اہل وعیال اور تمام رشتہ داروں اور بنی ہاشم کے بارے میں وصیت کرتا ہوں:

((لان الخلافة يا بني ليت لنا وانما هي له ولابيه وجده من قبله ولا هل بيته من بدده ولا تستخلف يا يزيدالامرة يسيرة حتى يبلغ الحسين))

''اس لیے کہ بیٹا خلافت ہمارا حق نہیں۔ یہ حق ان (امام حسین) کا اور ان کے والد گرامی اور نانا جان کا ہے۔ پہلے بھی اور ان کے بعد ان ہی کے اہل وعیال کا حق ہے۔ اے یزید! تھوڑی مدت کے لیے تو خلیفہ ہے یہاں تک کہ یہ حق تو حضرت امام حسین کو پیش کر دے۔''

وجہ یہ تھی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال شام میں ہوا تھا اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت مدینہ منورہ میں تھے۔ ذرائع مواصلات آج کی طرح نہ تھے کہ فضائی سفر کے ذریعے ایک گھنٹے میں انسان کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے اور آج کی طرح پیغام رسانی کا نظام بھی نہ تھا کہ انسان لمحوں میں ایک براعظم سے دوسرے براعظم تک پیغام پہنچا سکتا تھا۔ اس وقت کا سفر پیدل یا اونٹ گھوڑے کی سواری سے طے کیا جاتا تھا جس میں ہفتوں بلکہ مہینوں کی مہلت درکار ہوتی تھی۔

اس لیے حضرت امیر معاویہ نے اپنے وصال کے موقع پر امورِ خلافت یزید کے سپرد کیے اور وصیت فرمائی کہ وقت آنے

Marfat.com

پر یہ حق حضرت امام عالی مقام کو پیش کر دینا۔ زاں بعد جس پر یزید نے عمل نہ کیا، بلکہ خلافت ورزی کی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرماتے ہوئے مزید فرمایا:

''خلافت اصل حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کا حق ہے۔ وہ خود یا اپنے اہل وعیال میں سے جسے وہ مناسب سمجھیں خلافت عطا فرمادیں گے:

((نحن عبيد له ولابيه وجده ﷺ ولا تنفق يا ولدى نفقة الاوللحسين نصفهاواحذريا ولدى من غضبه عليك فانه ان غضب عليك يغضب عليك الله ورسوله فان جده رسول الله ﷺ هو الشفيع يوم القيامة فئ الاولين والاخرين وله الشفاعة العظمٰى فى الانس والجن اجمعين وابوه على بن ابى طالب كرم الله وجهه (الى) وامه فاطمة الزهراء رضى الله عنهاهى سيدة النساء وجدته خديجة الكبرىٰ وهم الذين اظهروا الدين وهدانا الله بهم الى الصراط المستبين))

''ہم تو ان کے، ان کے والد اور ان کے نانا جان کے غلام ہیں اور بیٹا جو بھی تو خرچ کرے اس کا نصف امام حسین پر خرچ کرنا اور اے میرے بیٹے! ان کی ناراضگی سے ڈر۔ اگر وہ ناراض ہو گئے تو اللہ اور اس کا رسول ناراض ہو جائیں گے۔ بے شک ان کے نانا جان شفیع ہیں قیامت کے دن اگلوں اور پچھلوں کے اور ان ہی کے لیے شفاعت کبریٰ، انسانوں اور جنوں میں اور ان کے والد گرامی حضرت علی بن ابی طالب ہیں کرم اللہ وجہہ اور ان کی ماں حضرت فاطمہ الزہرا ہیں جو جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دین کی مدد کی اور ان کے صدقہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں واضح راستہ کی ہدایت عطا فرمائی۔''

پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''بیٹا! کہنے کی سب باتیں میں نے کہہ دیں، اس کے باوجود پھر کہتا ہوں کہ کبھی امام عالی مقام یا ان کے کسی فرد یا قرابتداروں، رشتہ داروں بلکہ بنی ہاشم کے کسی بھی فرد کو ناراض نہ کرنا ورنہ:

((اكون بريئًامنك فى الدنياوالاخرة وتحشرمع المجرمين فى نارجهنم يوم القيمة فقال له يا ابت سمعاً و طاعةً لك ولقولك فى جميع ماتأمرنى به))

''میں بری الذمہ ہوں گا تجھ سے دنیا و آخرت میں اور تیرا حشر قیامت کے دن جہنمی مجرموں کے ساتھ ہوگا۔ یزید نے کہا: ابا جی! میں نے سن لیا اور مان لیا جو کچھ بھی آپ نے مجھے فرمادیا ہے۔''

ان وصیتوں کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کلمہ شہادت پڑھا اور آپ کی روح جسد عنصری سے پرواز کر گئی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد آپ کی تجہیز و تکفین اور تدفین سے فارغ ہو کر یزید کئی روز تک آنے والوں کے ساتھ والد کی تعزیت میں مصروف رہا۔

کئی روز گزر جانے کے بعد یزید امور مملکت کی طرف متوجہ ہوا۔

((ولبس ثياب الفرح والسرور وقعد على الكرسى مملكته و ادار كاسات الخمور))

Marfat.com

''اور خوشی و مسرت کا فاخرانہ لباس پہنا اور تخت نشین ہوا اور شراب کے پیالوں کا دور شروع ہوا۔''
تخت نشینی کے بعد یزید نے شاہی خزانوں کے منہ کھول دیئے اور رعیت میں اپنا حکم مضبوط کرنے کے لیے انعام واکرام کا سلسلہ شروع کیا۔ وزراء مملکت سے لے کر عام لوگوں کو ہدیے اور تحفے دیئے کہ لوگ مجھ سے مانوس ہو جائیں۔ چنانچہ شام وروم کے لوگ اس کی عطا سے بہرہ ور ہوئے۔
اُستاذ ابی اسحاق السفرائینی فرماتے ہیں:
((واعطی جمیع عساکرہ وجندہ الا الحسین واھل بیتہ فانہ لم یعطھم شیئاً ولم یخرج لھم من بیت المال شیئامن یوم مات والدہ معاویہ وتمرد علی الحسین وقساقلبہ علیہ ولم ینظر الیہ وضاعت وصیۃ والدہ علیہ وصار لا یذکر الحسین ولا احدامن اھل بیتہ ولا قرابتہ علی لسانہ ولا فی مجلسہ))
''اور یزید نے اپنے تمام لشکروں اور فوجوں کو نوازا مگر حضرت حسین اوران کے اہل خانہ کو کچھ بھی نہ دیا اور نہ ہی بیت المال سے کوئی چیز دی۔ جب اس کے والد معاویہ کا انتقال ہوا اور حضرت امام حسین سے سرکشی کی اوران کے بارے میں اس کا دل سخت ہوا اور وہ ایک نگاہ امام حسین کو دیکھنا پسند نہ کرتا تھا اور جو وصیت اس کا والد اسے کر گیا تھا اس کو نظر انداز کر دیا کہ وہ تو امام حسین اور ان کے اہل خانہ کا اپنی زبان سے ذکر کرنا بھی گوارانہ کرتا تھا، بلکہ اپنی مجلس میں کسی سے ان کا ذکر سننا بھی برداشت نہ کرتا تھا۔
یہ بد باطن سیاہ دل 25 ہجری میں امیر معاویہ کے گھر میسرن بنت جندل کلبیہ کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ نہایت موٹا، بدنما، کثیر الشعر، بدخلق، تندخو، فاسق، فاجر، شرابی، بدکار، ظالم، بے ادب اور گستاخ تھا۔ اس کی شرارتیں اور بیہودگیاں ایسی ہیں جس سے بدمعاشوں کو بھی شرم آئے۔ محرمات کے ساتھ نکاح اور سود وغیرہ منہیات کو اس بے دین نے اعلانیہ رواج دیا۔ مدینہ طیبہ ومکہ مکرمہ کی بے حرمتی کرائی۔
ارباب فراست واصحاب اسرار اس وقت سے ڈرتے تھے جبکہ عنانِ سلطنت اس شقی کے ہاتھ میں آئی:
59 ہجری میں حضرت ابو ہریرہ نے دعا کی:
((اللّٰھم انی اعوذ باللہ مِنْ رَاس السِّتِّیْنَ وَاَمَارَۃِ الصِّبْیَانِ))
''یارب میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ۶۰ ہجری کے آغاز اور لڑکوں کی حکومت سے۔''
اس دعا سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ جو حامل اسرار تھے انہیں معلوم تھا کہ 60 ہجری کا آغاز لڑکوں کی حکومت اور فتنوں کا وقت ہے۔ ان کی یہ دعا قبول ہوئی اور انہوں نے 59 ہجری میں بمقام مدینہ طیبہ رحلت فرمائی۔
واقدی نے عبداللہ بن حنظلۃ الغسیل سے روایت کی ہے:
''واللہ! ہم نے یزید پر اس وقت تک خروج نہیں کیا جب تک ہمیں یہ یقین نہیں ہوا کہ آسمان سے اب پتھر برس جائیں گے۔ سخت تعجب ہے کہ لوگ ماؤں اور بیٹوں اور بہنوں سے نکاح کریں اور کھلم کھلا شراب پئیں اور نماز چھوڑ دیں۔''
یزید کا ذاتی فسق وفجور بھی کچھ کم نہ تھا، لیکن جس فسق نے اسے مبغوضِ خلائق بنایا وہ اس کا اجتماعی رنگ کا فسق تھا جس نے امت میں فتور پیدا کر دیا۔ ذاتی فسق سے تو محض ذات تباہ ہو جاتی ہے، لیکن اجتماعی فسق سے امت اور اجتماعیت تباہ ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس لیے علماء اور فقہاء نے زیادہ تر یزید کے اسی فسق کا ذکر کیا ہے اور اسی پر احکام مرتب کیے ہیں، پھر اس میں بھی قبیح

Marfat.com

ترین جس نے امت میں اس کی طرف سے ذہنی اشتعال پیدا کر دیا وہ قتل حسین ہے جو اس کی امارت کا شاہکار ہے۔

ابن کثیر کہتے ہیں:

((وقد تقدم انه قتل الحسين اصحابه على يدى عبيد الله ابن زياد))

(البدایہ والنہایہ، جلد ۸، صفحہ نمبر ۲۲۲)

''اور یہ گزر چکا ہے کہ (یزید) نے حضرت حسین اور ان کے ساتھیوں کو عبید اللہ بن زیاد کے ہاتھوں قتل کیا۔''

یزید کا یہی وہ ذاتی، اجتماعی اور مسلمہ کل فسق ہے جس سے اس کے مستحق لعنت ہونے کا مسئلہ ائمہ کے زیر بحث آیا اور علماء نے اس پر فقہی حیثیت سے کافی مبسوط اور مفصل کلام کیا ہے۔

البدایہ والنہایہ، جلد ۸، صفحہ نمبر ۲۳۰ میں ہے:

((وكان فيه ايضاً اقبال على الشهوات وترك بعض الصلوات فى بعض الاوقات واماتتها فى غالب الاوقات))

''اور اس میں یہ عادتیں بھی تھیں کہ شہوت رانی پر جھکا ہوا تھا۔ بعض اوقات کی نمازیں بھی نہ پڑھتا تھا اور وقت گزار کر پڑھنا تو اکثر تھا۔''

اس عبادت کے ساتھ حافظ ابن کثیر نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بھی نقل کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے:

''60 ہجری کے بعد ایسے خلف ہوں گے جو نمازوں کو ضائع کریں گے اور شہوتوں کی پیروی کریں گے تو انجام کار ''غی'' (جہنم کی ایک وادی) میں جا گریں گے۔''

اشارہ یزید پارٹی کی طرف ہے جو 60 ہجری سے ابھری۔

بہر حال یزید کے فسق و فجور پر صحابہ کرام سب ہی متفق ہیں، خواہ وہ مبایعین ہوں یا مخالفین۔ پھر آئمہ مجتہدین بھی متفق ہیں اور ان کے بعد علماء راسخین، محدثین اور فقہاء مثل علامہ قسطلانی، علامہ بدر الدین عینی، علامہ ہیثمی، علامہ ابن جوزی، علامہ سعد الدین تفتازانی، محقق ابن ہمام اور حافظ ابن کثیر اسی جیسے محققین یزید کے فسق پر علماء سلف کا اتفاق نقل کر رہے ہیں اور خود بھی اس کے قائل ہیں، پھر بعض ان میں سے اس فسق کے قدر مشترک کو متواتر المعنی بھی کہہ رہے ہیں جس سے اس کا قطعی ہونا بھی واضح ہے، پھر آئمہ اجتہاد میں سے امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام احمد بن حنبل کا یہی مسلک ہے۔ خود امام شافعی فتویٰ دے رہے ہیں تو ان کی نقل ہی سے یہ مسلک امام شافعی اور فقہ شافعی کا ثابت ہوتا ہے تو اس سے زیادہ یزید کے فسق کے متفق علیہ ہونے کی شہادت اور کیا ہو سکتی ہے۔؟

حقائق و بصائر کی روشنی میں یہ کیسے ممکن تھا کہ امام عالی مقام حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی فاضل اور عظیم ہستی جن کی تربیت آغوش نبوت میں ہوئی ہو، شریعت مطہرہ کی حدود کو پائمال کرنے والے فاسق و فاجر ظالم انسان (یزید) کی بیعت کر کے اُسے اپنا مقتدا تسلیم کرتے جس سے ہمیشہ کے لیے دین مبین کی ساکھ کو ایسا نقصان پہنچتا جس سے الیٰ یوم القیامۃ فسق و فجور کی حمایت کے دروازے کھل جاتے اور احکام شریعت کا مذاق اڑایا جانے لگتا۔

یہی وہ حقائق ہیں جن کے پیش نظر دین متین کی گرتی ہوئی ساکھ کو امام عالی مقام نے اپنا خون دے کر سہارا دیا اور باطل

Marfat.com

قوت کے مقابلے میں ڈٹ جانے کا درس دیا۔

بعض یزیدی ذہنوں کا یہ مغالطہ بھی ہے کہ یزید نہیں چاہتا تھا کہ امام حسین کو شہید کیا جائے یہ زیادتی ابن زیاد کی ہے جس سے یزید ناخوش ہوا۔

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ابن زیاد نے تمام مظالم یزید پلید کی رضاء وخوشنودی کے لیے اس کے زیر حکم کیے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر شہداء کرب وبلا کے سر ابن زیاد اور یزید کے سامنے لائے گئے تو ہر ایک نے فاخرانہ انداز میں اظہار مسرت کیا۔

اس سانحہ جانکاہ پر اظہارِ مسرت کرنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برضاء ورغبت شہید کرنے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

((عن انس بن مالك رضى الله عنه اوتى عبيد الله بن زياد برأس الحسين عليه السلام فجعل فى طست فجعل ينكت وقال فى حسنه شيئاً فقال انس قال اشبههم برسول الله ﷺ وكان مخضوباً بالوسمة))

(بخاری، جلد اول، صفحہ نمبر ۵۳۰، جز نمبر ۱۴)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت حسین علیہ السلام کا سر مبارک طشت میں رکھ کر عبید اللہ بن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ ٹھونکے مارنے لگا اور آپ کے حسن و جمال پر نکتہ چینی کی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ تو رسول اللہ کے سب سے زیادہ مشابہ تھے اور امام عالی مقام نے وسمہ کا خضاب کیا ہوا تھا۔''

بخاری کی شریف کی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ امام عالی مقام کے قتل میں یزید کی رضا اور منشا کا دخل تھا، اگر دخل نہ ہوتا تو ابن زیاد امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل نہ کرتا اور پھر قتل ہو جانے کے بعد آپ کے سر مبارک کی توہین نہ کرتا اور ناحق قتل اور توہین پر یزید عنید نے ابن زیاد کو کوئی سزا بھی نہیں دی اس کی کیا وجہ تھی؟ یہی نا کہ یزید اس فعل پر راضی تھا۔

((والحق ان رضى يزيد بقتل الحسين واستبشاره بذلك واهانت اهل بيت النبى ﷺ مماتواتر معناه وان كان تفاصيلها اجاداً))

(قسطلانی، صفحہ نمبر ۱۲۴، ۱۲۵، جلد نمبر ۵)

''اور حق بات یہ ہے کہ یزید کا قتلِ حسین پر راضی ہونا اور اہانتِ اہلِ بیت نبی ان چیزوں میں سے ہے جو معنوی طور پر تواتر کے ساتھ ثابت شدہ ہیں، اگرچہ ان کی تفصیلات اخبار احاد ہیں۔''

حافظ ابن کثیر نے ذخیرہ احادیث سے بھی ایسی روایتیں نقل کی ہیں جس سے یزید کی رضا قتل حسین سے ثابت ہوتی ہے، اس سلسلہ میں ایک مستقل روایت تو ابی مخنف کی ہے جس کی روایتوں کو سبائی روایت کہہ کر عموماً ناصبی لوگ رد کر دیتے ہیں، لیکن اس مضمون کو قدرے اجمال کے ساتھ محدث ابن ابی الدنیا نے محدثانہ طریق سے روایت فرمایا ہے۔ جس کا متن یہ ہے:

((عن جعفر قال لما وضع رأس الحسين بين يدى يزيد وعنده ابوبرزة وجعل ينكيت بالقضيب فقال له ارفع تضيبك فلقد رأيت رسول الله ﷺ يلثمه))

(البدایہ، صفحہ نمبر ۱۹۸، جلد نمبر ۸)

Marfat.com

''حضرت جعفر سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت حسین کا سر یزید کے سامنے رکھا گیا اور اس کے پاس ابو برزہ (اسلمی صحابی) بھی تھے اور یزید نے چھڑی سے (حضرت حسین کے منہ پر) چوکے مارنے شروع کیے تو ابو برزہ نے فرمایا: اپنی چھڑی ہٹا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جگہ کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے۔''

کیا حضرت حسین کے چہرے کو چوکا لگانا قتل حسین سے ناخوشی اور ناپسندیدگی کی دلیل ہوگی؟ اور آیا یہ گستاخانہ نازیبا اور تحقیر آمیز رویہ وہ شخص اختیار کرسکتا ہے جو اس قتل سے ناخوش ہو یا وہ کرے گا جو دل میں انتہائی خوشی کے جذبات لیے ہوئے ہو۔؟ بلاشبہ! یزید کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے چہرہ مبارک سے یہ تحقیر آمیز رویہ جو ایک دشمن کے ساتھ کیا جاتا ہے کسی طرح بھی اس قتل سے یزید کی ناخوشی کا ثبوت نہیں بن سکتا، بلکہ رضا کی کھلی علامت ہے۔

((فاعتبروا یا اولی الابصار))

جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مع اپنے ساتھیوں کے شہید ہوگئے تو ابن زیاد نے ان کے سروں کو یزید کے پاس بھیج دیا۔ اول تو ان کے قتل سے بہت خوش ہوا مگر جب مسلمان اس سے ناراض ہوئے اور لوگوں نے اس کے اس فعل کو برا سمجھا تو اس کو سخت ندامت ہوئی اور حق یہ ہے کہ مسلمان بجا ناراض ہیں۔

(تاریخ الخلفاء)

محدث قرطبی فرماتے ہیں:

''جب امام عالی مقام کا سر یزید کے پاس لایا گیا:

((ثم وضع الرأس المکرمه بین یدی یزید فامر ان یجعل فی طست من ذهب وجعل ینظر الیه ثم تکلمه بکالم قبیح وامر باالرأس ان تصلب بالشام))

(کتاب التذکرہ فی احوال الموتی، صفحہ نمبر ۵۶۷)

''پھر یزید کے سامنے امام حسین کا سر رکھا گیا سونے کے طشت میں تو یزید دیکھتا اس کی طرف اور مارتا۔ پھر برا کلام کیا اور حکم دیا کہ سر شام پہنچا دیا جائے۔ (شام میں سولی پر لٹکایا جائے)۔''

جب امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے تو عمر بن سعد نے آپ کا سر مبارک اور آپ کے دوسرے ساتھیوں کے سر ابن زیاد کے پاس بھیجے۔ ابن زیاد سارے سر ایک جگہ جمع کرکے امام حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے والے دانتوں پر چھڑی سے مارتا رہا۔ جب زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ چھڑی دانتوں سے اٹھا نہیں رہا ہے تو کہا:

''ابن زیاد! اس منہ سے چھڑی اٹھالو! اللہ کی قسم! میں نے ان ہونٹوں کو رسول اللہ کے ہونٹ بوسہ دیتے دیکھے ہیں۔''

پھر وہ رو پڑے۔ (اسد الغابہ)

لوگ جب امام حسین کا سر مبارک لے کر یزید کے پاس آئے اور اس کے سامنے رکھ دیا جب کہ اس کے ہاتھ میں چھڑی تھی۔ یزید نے امام حسین کے دانت پر چھڑی رکھی (اور فاخرانہ انداز میں حصین کے شعر پڑھے)

ابو بردہ اسلمی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے کہا:

''تم چھڑی کے ساتھ ان کے دانت کو مارتے ہو؟ سن لو! یہ وہ دانت ہیں جن کو چومتے ہوئے میں نے رسول اللہ کو دیکھا ہے۔''

ان دلائل وحقائق کے ہوتے ہوئے بھی کوئی حق طلب دانش مند یزید کو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ہونے والے جور و

Marfat.com

جفا اور ظلم وستم سے بری قرار دے گا؟ ہرگز نہیں، اسی لیے کہ یزید امام حسین کو بیعت نہ کرنے کی صورت میں قتل کرنا چاہتا تھا جیسا کہ تاریخ طبری جلد۴ ص ۲۸۶ میں ہے:

''جب یزید کے دربار میں ان لوگوں (اہل بیت کا) داخلہ ہوا اور سب لوگ بیٹھے دیکھ رہے تھے۔ علی بن حسین سے یزید کہنے لگا: تمہارے باپ (حسین) نے مجھ سے قرابت کو قطع کیا اور میرے حق کو نہ جانا اور میری سلطنت کو مجھ سے چھیننا چاہا۔ دیکھو! اللہ نے ان سے کیا سلوک کیا۔''

یعنی یہ کہ ہم نے انہیں قتل کرا دیا ہے۔ صاف واضح ہو رہا ہے کہ امام حسین کے قتل میں یزید کا جابرانہ ہاتھ تھا جس کے ایماء پر امام عالی مقام کو قتل کیا گیا۔

اب جو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور افراد خانہ نبوت کے قتل سے یزید کی اطراف عالم میں رسوائی اور ذلت ہونے لگی تب یزید نے یقین کیا کہ لوگوں کی اکثریت میرے عمل بد سے میری مخالفت کر رہی ہے تو پھر اس نے اظہار ندامت کیا اور اہل بیت سے معذرت خواہانہ رویہ اختیار کیا۔ یہ کہنا کہ یزید قتل حسین سے بری ہے، بالکل غلط ہے۔

اہل تحقیق لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی یزید پر لعنت ہو! ہمارے امام حسین بن علی اس کے خلاف نکلے اور آپ اس کی بیعت میں داخل نہ تھے اور ایسے ہی بہت سے مدینہ والے اور وہ جنہوں نے اس کی بیعت کی تھی جب انہوں نے اس کے فسق و فجور اور الحاد کو دیکھا جیسا کہ شراب و زنا وغیرہ کو حلال کرنا تو انہوں نے اس کی بیعت توڑ دی۔ امام حسین نے اعلاء کلمۃ اللہ اور اقامت شرع متین کے لیے اپنی جان کو نثار کر دیا اور آپ سید الشہداء اور صدیق ہیں اور جس نے حضرت حسین کی شہادت کا انکار کیا اور آپ کو باغی کہتا ہے تو اس نے خطائے فاحش کی۔''

ایک محقق رقمطراز ہیں:

''ہم یزید پر لعنت کرتے ہیں اس لیے کہ ہمارے امام احمد بن حنبل نے اس پر لعنت کی ہے اور اسی طرح ابن جوزی نے ہمارے پہلے ساتھیوں سے لعنت کا جواز پیش کیا ہے اور وہ جو امام غزالی نے منع کیا ہے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر توجہ نہیں دی ہے:

((اَلَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا))

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لیے اہانت والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

اور اس سے بڑھ کر کیا اذیت ہو سکتی ہے کہ فوج یزید نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل، اصحاب اور اقربا کو اور اہل مدینہ کو قتل کیا اور ان کی بے حرمتی کی اور اس بات کا یزید نے حکم دے رکھا تھا اور اس پر یزید کا خوش ہونا تواتر سے ثابت ہے اور اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

یزید نے، اللہ اس پر لعنت کرے، جو کہا:

((لیت اشیاخی ببدر شھدوا))

''کاش! جنگ بدر کے سارے بزرگ آج موجود ہوتے۔''

Marfat.com

حالانکہ یہ بنوخزرج نے مسلمان ہونے کی صورت میں کہا تھا:

((قد قتلنا القوم من ساد اتهم و عدلناه ببدر فاعتدل))

''بے شک! ہم نے ان (کفار) کے سرداروں کو قتل کیا اور ہم نے ان کے ساتھ بدر میں انصاف کیا تو یہ عدل ہے۔''

یزید کا بدر میں قتل ہونے والے اپنے بڑوں کا حوالہ دینا ہی اس کے کفر و الحاد کے لیے کافی ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جیسی جلیل القدر ہستی اتنے بڑے جابر اور ظالم کی بیعت کیسے کرتی، جبکہ یہ سب کچھ خاندانی عظمت اور غیرت کے تقاضے کے خلاف تھا۔ پھر اس کے باوجود بھی کوئی امام عالی مقام کو معاذ اللہ باغی کہے تو صراط مستقیم سے بھٹکنے کی وجہ سے گویا خطائے فاحش کا ارتکاب کر رہا ہے۔

اور تعجب ہے کہ ان حقائق کے ہوتے ہوئے پھر رسوائے زمانہ یزید کو کوئی امیر المومنین کہے جبکہ اس کے ذاتی جرائم واضح ہو جانے پر اکثر و بیشتر صحابہ کرام نے اس کی بیعت بھی توڑ دی تھی۔

نوفل بن ابوالفرات کہتے ہیں کہ میں خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے پاس ایک روز بیٹھا ہوا تھا کہ یزید کا ذکر آ گیا اور ایک شخص نے یزید کا امیر المومنین یزید بن معاویہ کہہ کر نام لیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز (خلیفۃ المسلمین) نے فرمایا:

''تو یزید کو امیر المومنین کہتا ہے؟ یہ کہہ کر آپ نے حکم دیا کہ اس جرم میں اس کو بیس کوڑے لگائے جائیں۔''

(تاریخ الخلفاء، صفحہ نمبر ۲۱۲)

معلوم ہوا کہ اسلامی حکومت ہو تو یزید کو امیر المومنین کہنے والوں کو درے لگانے چاہئیں۔

یزید امام حسین کے ہوتے ہوئے امیر کیسے ہو سکتا ہے۔؟ اس وقت کے صحابہ کرام اس کی اطاعت سے بیزاری کا اعلان کر چکے تھے۔ مدینہ منورہ کے چند (معتبر) اس کے پاس شام میں جبر و کراہ بھیجے گئے تھے، وہ واپس مدینہ آئے تو عارضی بیعت کو فسخ کر دیا اور کہا:

''یزید اللہ کا دشمن ہے۔ وہ شرابی ہے، زانی ہے، تارک الصلوٰۃ ہے اور محارم کو بھی حلال جانتا ہے۔''

بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ یزید نے قتل حسین کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ ہی وہ اس پر راضی تھا، ہمارے نزدیک یہ خیال غلط ہے کیونکہ یزید کی اہل بیت سے عداوت، ان کی اہانت و ذلت کے اتنے واقعات اس سے سرزد ہوئے ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ بعض لوگ اس کی لعنت کے بارے میں توقف کرتے ہیں تو کیا وہ اس آیت کریمہ:

((اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا))

کے مطابق مستحق لعنت و عذاب نار نہیں ہے۔؟

امام احمد بن حنبل اور ابن جوزی یزید کی لعنت کے قائل ہیں۔

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جب 62 ہجری شروع ہوئی تو یزید پلید نے عثمان بن محمد ابی سفیان کو جو اس کا چچا زاد بھائی تھا، مدینہ منورہ روانہ کیا تاکہ باشندگانِ مدینہ کو یزید کی بیعت پر دعوت دیں۔ عثمان بن محمد نے اہل مدینہ سے ایک جماعت کو یزید کی جانب روانہ کیا۔ اس کے بعد جب یہ جماعت یزید کے پاس سے مدینہ طیبہ واپس آئی تو اس نے یزید پلید کو دشنام طرازی (گالی) پر زبان کھولی اور اس کی بے دینی، شراب نوشی، ممنوعات کے ارتکاب اور کتوں سے کھیلنے کا ذکر کیا اور ساتھ ہی اس کی دوسری بری عادتیں بھی لوگوں سے بیان

Marfat.com

کیں۔ اس کی بیعت سے علیحدگی بھی اختیار کر لی اور بقیہ اہل مدینہ کو اس کے قصد بیعت واطاعت سے روکا۔ منذر ایک شخص تھے جن کا تعلق اسی جماعت سے تھا۔ انہوں نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ مجھ کو یزید نے ایک لاکھ درہم دیئے ہیں اور میرے ساتھ احسان بھی کیے ہیں لیکن میں سچائی کو ہاتھ سے نہ جانے دوں گا۔ یزید شراب نوش اور تارک صوم وصلوٰۃ ہے۔''

عبداللہ بن حنظلہ کہتے تھے:

''میں اس وقت تک یزید کی بیعت سے باہر نہ ہوا اور اس پر خروج نہ کیا جب تک کہ ہم کو آسمان سے پتھر برسنے کا خوف نہ ہوا۔''

ابن جوزی ابوالحسن بداہنی سے جو ثقہ راوی ہیں، نقل کرتے ہیں کہ اہل مدینہ یزید کی علاماتِ فسق وفساد کے ظاہر ہو جانے کے بعد منبر پر چڑھ کر اس کی بیعت کے منکر ہو گئے۔ عبداللہ بن ابی عمرو بن حفص مخزومی نے اپنا عمامہ سر سے اتار کر کہا:

''اگر چہ یزید نے مجھ کو ایک لاکھ درہم صلہ اور انعام دیا ہے۔ نیز میری جائیداد میں بھی اضافہ کر دیا ہے، لیکن وہ اللہ کا دشمن دائم الخمر ہے۔ میں نے اس کی بیعت کو اس طرح اپنے سے علیحدہ کر دیا جس طرح اپنی دستار کو۔''

دوسرا آدمی اٹھا، پاؤں سے اپنی جوتیاں اتار کر اسی طرح یزید کی بیعت توڑ دی، یہاں تک کہ عماموں اور جوتیوں سے مجلس بھر گئی (ڈھیر لگ گیا)۔

اہل غور! پھر ایسے بے باک اور بے حیاء شخص کی بیعت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیسے کر سکتے تھے۔؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی ہے کہ لوگوں کو اس شہر بزرگ کے باشندوں کی تعظیم کرنا چاہیے۔

((قال رسول ﷺ المدينة مهاجري وفيها مضجعي وفيها مبعثي حقيق علىٰ امتي جيراني))

''مدینہ میری ہجرت کا مقام ہے اور اس میں میری خواب گاہ (مزار) ہے اور یہیں سے (قیامت کو) اٹھوں گا۔ میری امت پر لازم ہے کہ میرے ہمسایہ کی حفاظت اور حرمت کریں۔ اس مقام پر ستر ہزار رحمت کے فرشتے ہیں جن سے میری قبر ڈھکی رہتی ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من حفظهم كنت له شهيدًا او شفيعًا يوم القيامة ومن لم يحفظهم سقي من طينة الجبال))

''جو شخص اہل مدینہ کی حرمت کی حفاظت کرے گا میں قیامت کے دن اس کا شفیع ہوں گا اور جو شخص اہل مدینہ کی حرمت کو نگاہ میں نہیں رکھے گا اس کو طینت جبال (یہ ایک حوض ہے دوزخ میں جس میں دوزخیوں کا خون اور پیپ جمع ہوتا ہے۔) پلایا جائے گا''

صحیح مسلم میں آیا ہے:

((لايزيد احداهل المدينة بسوءٍ الااذابه الله فى النار كما ذوب الرضامن اوذوب الملح فى المار))

''جو شخص کہ اہل مدینہ سے بدی کا ارادہ کرے گا وہ شہنشاہ جبار کے عذاب میں گرفتار ہوگا اور آگ میں مانند رنگ کے اور پانی میں مانند نمک کے پگھل جائے گا۔''

حضرت سعید بن مسیتب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں جلوہ افروز تھے۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ مبارک اٹھا کر فرمایا:

Marfat.com

((اَللّٰھم من ارادنی واھل بلدی بسوءٍ فعجل ھلاکه))
''اے اللہ! جو شخص میرے اور میرے اہل شہر کے ساتھ برائی کا خیال کرے اس کو جلد ہلاک کر۔''
نسائی کی روایت میں ہے:
((من اخاف اھل المدینة ظلمًا اخافه اللّٰه و کانت علیه لعنة اللّٰه والملائکة والناس اجمعین))
''جو شخص اہل مدینہ کو ظلماً ڈرائے اس کو اللہ ڈراتا ہے اور اس پر اللہ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔''
جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ اس کا کوئی عمل فرض یا نفل مقبول نہیں ہوتا۔ اسی طرح بہت سے حدیثیں ہیں۔
واقعہ حرہ وہ ہے جو یزید پلید کے زمانہ میں شہادت امام حسین کے بعد واقع ہوا۔ حرہ مدینہ پاک کے اطراف میں ایک میل کے فاصلے پر ایک مقام ہے۔ جو قتل وخونریزی، بے حرمتی اور فساد اس شہر پاک میں واقع ہوا ہے اس کا ذکر ہی پاکیزہ قلوب کی کدورت اور رنجش کا باعث ہے، لیکن چونکہ اس کا واقع ہونا مخبر صادق کے قول کے مصداق ہے۔ آپ نے اس زمانہ سے پیشتر خبر دے دی تھی۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن آئے گا جس میں اہل مدینہ کو مدینہ سے باہر کریں گے۔
لوگوں نے دریافت کیا:
''وہ کون شخص ہوگا جوان کو باہر کرے گا۔؟''
حضرت ابو ہریرہ نے کہا:
''ایک مرد برا۔''
بخاری ومسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے ایک قبیلہ سے ہوگی۔ عرض کیا:
''یارسول اللہ! اس وقت ہمارے لیے کیا حکم فرماتے ہیں۔؟''
آپ نے فرمایا:
''مخلوق سے گوشہ نشینی۔''
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''اللہ کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے! مدینہ میں لڑائی واقع ہوگی اور وہ دین کو ایسا صاف کردے گی جس طرح سر کے بالوں کو مونڈ لیتے ہیں۔ اس دن مدینہ سے باہر نکل جاؤ اگرچہ ایک منزل کی مقدار ہو۔''
دوسری جگہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے:
''اے اللہ! مجھ کو 60 ہجری کے حوادث اور لڑکوں کی حکومت سے محفوظ رکھ اور اس وقت کے آنے سے پہلے مجھے دنیا سے اٹھا لینا۔''
یہ اشارہ یزید کے زمانے کی طرف ہے۔ یزید 60 ہجری میں تخت نشین ہوا اور واقعہ حرہ (۶۳ ہجری) بھی اسی کے زمانے میں وقوع پذیر ہوا۔
واقدی کتاب حرہ میں ایوب بن بشیر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں باہر تشریف لے گئے۔ جب حرہ زہرہ میں پہنچے تو کھڑے ہوگئے اور آیت:

Marfat.com

((اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ))

پڑھی۔صحابہ نے سمجھا شاید حضور کو معلوم ہو گیا کہ اس سفر کا انجام مدعا کے موافق نہ ہوگا۔حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

''یارسول اللہ! آپ نے کیا دیکھا جو استرجاع فرمایا۔؟''

آپ نے جواب دیا:

''کوئی ایسا امر جس کا تمہارے اس سفر سے تعلق نہیں ہے۔''

صحابہ نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! پھر کیا چیز ہے ہم بھی جان لیں۔''

فرمایا:

''اس حرہ سنگستان میں جو لوگ میری امت کے بہترین ہیں میرے صحابہ کے بعد شہید ہوں گے۔''

ایک اور روایت میں ہے:

''جس وقت آپ اس مقام پر پہنچے تھے تو اپنے دست مبارک سے اشارہ فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس حرہ میں میری امت کے بہترین لوگ شہید ہوں گے۔''

کعب بن احبار سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا:

''تورات میں آیا ہے کہ مدینہ پاک کی شرقی سنگستان میں بہت سے مقتول ہوں گے کہ جن کے چہرے قیامت کے دن چودھویں کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔''

ابن زبالہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایک دن بارش بہت ہوئی اور حضرت عمر اپنے دوستوں کے ساتھ مدینہ کے اطراف میں تفریحاً نکلے۔جب اس مقام پر پہنچے جس کو حرہ کہتے ہیں تو دیکھا کہ پانی کی رووادی کی جانب سے رواں تھی۔کعب احبار بھی آپ کے ہمراہ تھے۔انہوں نے کہا:

''اے امیر المومنین! اللہ کی قسم! جس طرح یہ پانی بہہ کر آرہا ہے خون کی رو بھی اس وادی میں اسی طرح رواں ہوگی۔''

یزید بن معاویہ نے مسلم بن عقبہ مری کو شامیوں کا ایک بڑا لشکر دے کر اہل مدینہ سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا تاکہ ان لوگوں کا مدینہ مطہرہ کے حرہ میں نہایت سختی سے قتل کرے اور جتنی شدت کر سکتا ہو کرے۔تین روز تک حرم نبوی کی بے حرمتی کر کے داد بے دینی دے،اسی سبب سے اس واقعہ کو حرہ کہتے ہیں۔یہ جگہ مسجد نبوی سے ایک میل کے فاصلے پر ہے،یہاں ایک ہزار سات سو آدمیوں کو مہاجرین وانصار اور علماء تابعین کے علاوہ شہید کیا اور عورتوں اور بچوں کو علاوہ عوام میں سے دو ہزار آدمیوں کو مار ڈالا۔سات سو حافظ قرآن نیز قوم قریش کے ستانوے افراد کو ظلم کی تلوار سے ذبح کر ڈالا۔فسق وفساد اور زنا کو مباح کر دیا۔کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد ایک ہزار عورتوں نے اولاد زنا کی جنی تھی اور مسجد نبوی میں گھوڑوں کو جولانی دیتے تھے (گھوڑے دوڑاتے تھے) اور غضب کی بات یہ کہ روضہ شریف ومنبر شریف کی درمیانی جگہ میں جس کی بابت صحیح حدیث میں آیا ہے کہ یہ (روضۃ من ریاض الجنۃ) جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے،یہاں پر ان کے گھوڑے لید اور پیشاب کرتے تھے۔

Marfat.com

قرطبی کہتے ہیں کہ اہل اخبار کا بیان یوں ہے کہ مدینہ منورہ اس زمانے میں مطلقاً آدمیوں سے خالی تھا اور اس شہر پاک کے میوے اور پھل وحوش اور چوپایوں کی غذا ہوتے تھے، کتے اور دوسرے جانوروں نے مسجد شریف میں رہنا شروع کر دیا تھا۔ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح پر یہ خبر دی تھی اس کا اسی طرح ظہور ہوا۔

یزید پلید نے مسلم ابن عقبہ کو (مدینہ منورہ پر چڑھائی کے لیے) بھیجا اور اس کو وصیت کر دی کہ اگر تجھے (دوران مہم) کوئی حادثہ پیش آ جائے تو حصین بن نمیر کو اپنا جانشین بنا دینا اور مزید حکم دیا کہ جن لوگوں کے لیے تجھے بھیجتا ہوں ان کو تین مرتبہ مقصد کی طرف بلانا، اگر وہ قبول کر لیں تو چھوڑ دینا، ورنہ ان سے جنگ کرنا۔ اس کے بعد جب ان پر غالب آ جانا تو تین دن تک حرم مدینہ منورہ کو حلال بنا دینا اور یہاں سے جتنا مال اور ہتھیار حاصل ہوں فوج میں تقسیم کر دینا۔

آخر کار یزیدیوں کی فوج کو غلبہ ہوا۔ یزید کے حکم کے بموجب تین دن تک حرم مدینہ مباح رہا، لوٹ مار، قتل و غارت گری اور عورتوں کے ساتھ بدکاری ان کا پیشہ ہوا۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جب مدینہ منورہ پر (یزید کی طرف سے) لشکر کشی کی گئی تو مدینہ کا کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو اس شخص کے لشکر کے ظلم وتشدد سے بچا ہو، ہزار ہا صحابہ شہید ہوئے۔ مدینہ شریف کو خوب لوٹا گیا اور ہزاروں لڑکیوں سے حرم محترم میں زنا بالجبر کیا گیا۔

علامہ سبط ابن جوزی لکھتے ہیں:

((قال هشام بن حسان ولدت الف امرة بعد الحرة من غير زوج))

"یزیدی فوج نے تین دن تک مدینہ طیبہ کی کنواری لڑکیوں سے حرم پاک میں زنا بالجبر کیا اس سے تقریباً ایک ہزار کنواری لڑکیوں نے زنا کی اولاد جنی۔"

حضرت سعید بن مسیب تابعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((لما كان ايام الحره لم يوذون فى مسجد النبى ﷺ ثلاثاً و لم يقم ولم يبرح سعيد بن مسيب المسجدو كان لا يعرف وقت الصلوٰة الابهمهة يسمعها من قبر النبى ﷺ))

(دارمی، مشکوۃ صفحہ نمبر: ۵۲۷)

"حرہ کے دنوں میں تین دن تک مسجد نبوی میں اذان و اقامت نہ ہوئی اور میرے سوا مسجد میں کوئی نہ تھا اور جب بھی نماز کا وقت آتا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور سے اذان و اقامت کی آواز آتی تھی اور میں اسی اذان و اقامت سے نماز ادا کرتا تھا۔"

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو دیکھا گیا کہ ان کی داڑھی کے تمام بال نہ تھے۔ ان سے دریافت کیا گیا:

"آپ کی یہ صورت کیا ہے۔؟ شاید آپ اپنی داڑھی سے کھیل کرتے (ہاتھ سے بال اُکھاڑتے رہتے) ہیں۔"

فرمایا:

"ایسا نہیں ہے، بلکہ اہل شام کا مجھ پر جو ظلم ہوا ہے اس کے آثار ہیں اور اس کا تعلق واقعہ حرہ سے ہے۔ ایک گروہ میرے گھر میں گھس آیا اور تمام اسباب خانہ داری لے گئے۔ اس کے بعد دوسری جماعت آئی جب گھر میں کوئی چیز نہ پائی تو ان لوگوں میں غصہ اور قہر کی آگ شعلہ زن ہوئی۔ کہنے لگے کہ شیخ کو بلاؤ۔ پھر تو ان لوگوں میں سے ہر ایک نے میری داڑھی کا ایک ایک بال اکھیڑنا

Marfat.com

شروع کیا اور اب جس حالت پر تم مجھے دیکھ رہے ہو ایسا کر دیا۔"

مدینہ منورہ کے اکثر آدمیوں کو تین دن تک قید خانہ میں رکھا۔ اس طرح کہ پانی اور غذا کی خوشبو بھی ان کے دماغ تک نہ پہنچی تھی۔ سعید ابن المسیب کو جو تابعین کبار میں سے تھے، مسلم بن عقبہ کے پاس تشریف لائے اور کہا:

"یزید کی بیعت کرو۔"

سعید بن مسیب نے کہا:

"میں نے ابوبکر اور عمر کی سیرت پر بیعت کی۔"

مسلم بن عقبہ نے کہا:

"میں ان کی گردن مارنے کا حکم دیتا ہوں۔"

ایک آدمی نے کھڑے ہو کر گواہی دی کہ یہ مجنون (پاگل) ہیں تو مسلم بن عقبہ نے ان کے جرم سے درگزر کیا۔

مذکورہ بالا سطور میں بیان کیے گئے وہ واقعات ہیں جن کا تعلق براہِ راست واقعہ حرہ سے ہے جس میں سرکار مدینہ کے مدینہ طیبہ کی حرمت کو بیان فرمانے کے باوجود نظر انداز کیا گیا اور اپنی آخرت کو تباہ کرنے سے بھی گریز نہ کیا گیا۔

یزید کے حکم پر مدینہ طیبہ کے صحابہ، انصار و مہاجرین اور قراء کرام اور عامۃ المسلمین کو نہایت ہی بے دردی سے شہید کیا گیا اور پردہ نشین دوشیزاؤں کی عصمت دری کی گئی، مسجد نبوی اور جنت کی کیاری کی حرمت کو پامال کیا گیا۔ مسجد شریف میں اذان واقامت اور نماز باجماعت کے نظام کو درہم برہم کیا گیا۔ گنبد خضریٰ کے تقدس کا بھی لحاظ نہ رکھا گیا۔ جور و جفا اور ظلم و ستم کے طوفان برپا کیے گئے۔ حضرت ابوسعید خدری جیسی پروقار شخصیت کو جسمانی اذیتیں دی گئیں۔ گویا یزید اور اس کے حواریوں نے اپنے لیے جہنم رسید ہونے کے تمام انتظامات خود مہیا کیے۔ پھر ایسے اہل علم و دانش پر صد افسوس ہے کہ وہ ابھی تک یزید کو حق کی راہ پر جانتے ہیں اور امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معاذ اللہ باغی۔ یہ لوگ یزید پلید کی حمایت کرتے ہوئے اپنی آخرت کو یزید کے ساتھ دیکھنا چاہتے ہیں۔

امام عالی مقام حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعض صحابہ اور عامۃ المسلمین میں صرف فرق یہ تھا کہ امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بروقت شقی یزید کی خباثت کو جان کر اس کی بیعت کا انکار کیا اور اس پر استقامت کو قائم رکھا، یہاں تک کہ افراد خانہ کے ساتھ اپنی جان بھی قربان کر دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی حرمت کو قائم رکھا جبکہ دیگر بعض صحابہ نے امام عالی مقام کی شہادت کے بعد یزید پلید کو حدود شرعیہ کی پائمالی کرتے ہوئے دیکھ کر اس کی بیعت توڑ دی اور اس کو ملامت کیا، جس کی بناء پر واقعہ حرہ رونما ہوا اور خود بھی ان کو دین متین کی حرمت کو قائم رکھنے پر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر کے دادِ وفا حاصل کی۔

قرطبی کہتے ہیں:

"مسلم بن عقبہ کی موت واقعہ (حرہ) کے تین دن بعد مدینہ کے راستے میں واقع ہوئی تھی۔ اس کا پیٹ زرد پانی اور پیپ سے بھر گیا تھا۔ نہایت بری طرح سے (فالج میں مبتلا ہو کر) جان نکلی۔"

قساوت قلبی کا حال یہ تھا کہ مرنے کے وقت کہتا تھا:

"اے اللہ! لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دینے کے بعد میرے عملوں میں کوئی محبوب ترین عمل جو تیرے دربار میں قابل قبول ہو سوائے

Marfat.com

مدینہ طیبہ کے قتل و غارت کے کوئی نہیں ہے اور اگر تو اس کے باوجود بھی مجھے آتش جہنم میں داخل کرے گا تو مجھ سے بڑھ کر کوئی بد بخت نہ ہوگا۔"

گویا کہ وہ بد بخت مدینہ طیبہ کی حرمت کو پائمال کرنا اور قتل و غارت کرنا بڑی سعادت مندی سمجھتا تھا یہ اس کی ستمگری کا حال تھا۔

مسلم بن عقبہ نے مدینہ طیبہ کی حرمت کو پائمال کرنے کے بعد اپنی موت سے پہلے حصین بن نمر سکونی کو بلایا اور کہا:

"یزید نے میرے بعد تجھ کو والی بنانے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ تو جلد مکہ کی طرف متوجہ ہو اور ابن زبیر (صحابی رسول کے قتل) کے کام میں تاخیر نہ کر اور ان کے قتال میں کوتاہی سے کام مت لے۔ منجنیق (اس وقت کی توپ) نصب کر اور اگر ان کے ساتھی خانہ کعبہ میں پناہ لیں تو ان سے خوف زدہ مت ہو، بلکہ اپنے کام کو انجام دو اور منجنیق کو کام میں لاؤ۔"

حصین بن نمیر نے اس کی وصیت کے مطابق مکہ پہنچ کر چونسٹھ دن تک اس شہر معظم کا محاصرہ کر کے داد جنگ و جدال دی۔ منجنیق سے کعبہ معظمہ پر پتھر برسائے۔ ان لوگوں میں سے ایک شخص نیزہ کے سر پر آگ روشن کیے ہوئے تھا۔ ایک ہوا آئی اور خانہ کعبہ میں آگ لگ گئی۔ اسی اثناء میں یزید پلید کی موت کی خبر پہنچی۔ یزید ذات الجنب و نمونیہ کے مرض میں مبتلا ہو کر مر گیا۔ اہل شام اور بنو اُمیہ میں پریشانی پیدا ہوگئی۔ سب کے سب ذلیل و خوار ہو کر واپس ہوئے اور سب نے بھاگنا شروع کر دیا۔

واقعہ حرہ کا وقوع بدھ کے دن ستائیس یا اٹھائیس ذی الحجہ ۶۳ ہجری میں ہوا اور مسلم بن عقبہ کی موت محرم کی چاند رات ۶۴ ہجری میں ہوئی اور جنگ مکہ معظمہ اور منجنیق سے بیت اللہ پر سنگباری ہفتہ کے روز تیسری ربیع الاول کو ہوئی تھی اور شقی یزید پلید کی موت پہلی ربیع الآخر واقعہ (حرہ) کے بعد ہوئی۔

یزید پلید کے مدح خواں حدیث قسطنطنیہ کو پیش کر کے یزید پلید کو "مغفور لہم" (جن کی بخشش ہوگئی) میں شامل کرتے ہیں اور اس کی مغفرت اور جنتی ہونے کے دعویدار بنتے ہیں۔

یہ (جہادِ قسطنطنیہ والی) حدیث عام ہے اور بلاشبہ اس کا وعدہ مغفرت بھی جہاد قسطنطنیہ کے ہر شریک کے لیے عام ہے جن میں یزید بھی داخل ہے، مگر انہی قدرتی شرائط کے ساتھ جو طبعًا ایسے مواقع پر قواعد شرعیہ کے تحت ملحوظ ہوتی ہیں۔ مثلاً: حدیث نبوی میں ارشاد ہے:

((اُمَّتِیْ اُمَّةٌ مَرْحُوْمَةٌ))

"میری امت امت مرحومہ ہے (جس کے تمام افراد کے لیے جو قیامت تک آنے والے ہیں رحمت اور مغفرت کا وعدہ ہے)"

مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ امت اجابت میں شامل رہیں۔ اگر معاذ اللہ کوئی مرتد ہو کر امت دعوت میں چلا جائے تو دوسری نصوص سے اس حدیث کی تخصیص ہو جائے گی اور وہ فرد اس وعدہ سے خارج ہو جائے گا۔ اس لیے اس حدیث کا یہ وعدہ قدرتی طور پر بشرط بقاء اجابت ہوگا، مُطلقاً نہ ہوگا۔

اسی طرح یہاں بھی جہاد قسطنطنیہ کے سب شرکاء کے لیے وعدہ مغفرت عام ہے، مگر اسی طبعی شرط کے ساتھ کہ لوگ انہی قلبی کیفیات و احوال اور باطنی نیات و جذبات پر باقی رہیں جن کے ساتھ انہوں نے جہاد کیا تھا، لیکن بعد میں اگر کسی کے قلبی احوال بگڑ جائیں اور تقویٰ کے وہ مقامات باقی نہ رہیں جو وقت جہاد تھے تو طبعًا وہ حکم مغفرت بھی اس خاص فرد کے حق میں باقی

Marfat.com

نہ رہے گا۔

مثال کے طور پر مسلم و بخاری ہی کی ایک روایت کو لیجیے کہ آدمی اہل جنت کے عمل کرتے کرتے جنت سے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ اس میں اور جنت میں بالشت بھر کا فاصلہ رہ جاتا ہے مگر نوشتہ تقدیر سامنے آجاتا ہے اور وہ جہنم میں چلا جاتا ہے اور ایسے ہی برعکس۔ ظاہر ہے کہ یہ جنت و نار کی انجام کرتبدیلی احوال کی تبدیلی ہی پر دائر ہے۔ اندریں صورت اس شخص کی نیکی کرتے رہنے کے دور میں ہر شخص اسے یہی کہے گا کہ فلاں آدمی تو جنتی ہے، لیکن غور کیا جائے تو جنتی درحقیقت اس آدمی کو نہیں کہا جاتا، بلکہ اس کے احوال واعمال کو کہا جاتا ہے۔ وہ جب بھی بدل کہ جہنمی ہو جائیں گے جب ہی پہلا حکم بدل جائے گا اور یہ شخص بھی جہنمی کہلانے لگے گا۔

ٹھیک اسی طرح جہاد قسطنطنیہ والی حدیث کی بشارت مغفرت کے عموم میں یزید بھی شامل تھا جس کے معنی یہ تھے کہ اس کے اس وقت کے احوال واعمال مقبول ومغفور تھے۔

((الیه یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعه))

جب وہ بدلے تو طبعًا وہ بشارت بھی اس کے حق میں باقی نہ رہی۔ اب اگر بدلے ہوئے حالات میں بھی کوئی پہلے ہی حکم کی رٹ لگائی جائے تو یہ شریعت کے اصول وقوانین کا معارضہ ہے۔ پس جب یزید کا اچھا حال تھا بشارت قائم تھی، جب بدل گیا تو بشارت بھی اٹھ گئی۔

جہاد قسطنطنیہ کے وقت کے احوال وجذبات اور تھے، تو بشارت مغفرت دے دی گئی اور بعد کے احوال اور تھے تو وہ بشارت باقی نہ رہی۔ جس کے یہ معنی ہوئے کہ وہ تبشیر مغفرت پہلے ہی سے ان احوال کے ساتھ مشروط تھی جو قضائے معلق کی شان ہوتی ہے، لیکن اس سے بھی زیادہ واقعات سے اقرب اس حدیث کی تشریح یہ ہے کہ جہاد قسطنطنیہ سے یزید کی سابقہ سیئات کی مغفرت کردی گئی تو وہ ''مَغْفُوْرٌ لَھُم'' میں حقیقتاً داخل ہو گیا، لیکن بعد کی سیئات کی مغفرت کا اس میں کچھ وعدہ نہیں تھا، اس لیے آئندہ کے فسق کا حکم دوسرا ہوگا۔ اسی صورت میں ''مغفور لہم'' کو ایسا اَبدی حکم سمجھنا کہ یزید کے مرتے دم تک کے تمام فسق وفجور کی مغفرت ہوگئی یا وہ ہمیشہ کے سیئات سے محفوظ اور معصوم بنا دیا گیا محض ذہنی اختراع ہے حدیث کا مدلول نہیں۔

اسی طرح حضرت عبادہ بن الصامت سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے:

((مَنْ شَہِدَ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ النَّارَ))(رواہ مسلم)

''جس نے اللہ تعالیٰ کی اُلوہیت ووحدانیت اور محمد کی رسالت کی شہادت دی اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے۔''

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من مات وھو یعلم انه لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دخل الجنة))(رواہ مسلم)

''جس کا اس بات پر یقین ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ اسی حالت پر مر گیا تو وہ جنت میں داخل ہوا۔''

ہر دو روایت سے جو چیز ثابت ہوتی ہے وہ یہی ہے کہ جنت میں داخل ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اُلوہیت ووحدانیت اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی رسالت پر ایمان ہو اور اگر کوئی کلمہ پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی اُلوہیت ووحدانیت کا قائل نہ رہے تو وہ نہ تو جنت میں جائے گا اور نہ ہی اس پر دوزخ کی آگ حرام ہوگی کہ اس نے ارتکاب کفر کیا ہے۔

Marfat.com

اسی طرح جہاد قسطنطنیہ کلمہ مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ کا مصداق جب تک ہے کہ وہ اس کا اہل ہو اور اگر کسی شخص نے اس کے بعد اہل بیت عظام کو اذیت پہنچائی یا پھر ناحق ان کے قتل کا ارتکاب کیا تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچائی اور اللہ و رسول کو اذیت پہنچانے والا بحکم نص قطعی مستوجب عذاب نار ہے۔

بریں بنا یزید کو جنتی کہنا بے مقصد اور بے محل ہے کہ وہ مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ کے اعزاز سے خارج ہو گیا ہے۔

پیش کیے گئے حقائق و دلائل کے حوالہ سے کوئی بھی حق پسند اور صاحب علم و دانش یزید پلید کو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل سے بے خبر اور بری الذمہ قرار نہیں دے سکتا، بلکہ سانحہ کربلا کا اہتمام یزید عنید کے زیر حکم اور زیر کمان ہوا۔

اس لیے یزید شقی کی حمایت کرنے والوں کے اپنے انجام بد سے آگاہ رہنا چاہیے کہ قاتلانِ حسین کی طرح ان کا حشر بھی ایسا نہ ہو جیسا کہ ابن زیاد، شمر لعین، خولی بن یزید اور حُرملہ کا ہوا۔

اقوال سیدنا امام حسین

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

☆: ''ہر زنگ آلود چیز کی پالش ہوتی ہے اور دل کی پالش استغفار ہے۔''

☆: ''بعض تقریر اور بیان سحر ہوتا ہے اور بعض شعر حکمت ہوتے ہیں۔''

☆: ''اونچی محافل میں بیٹھنے کی ادنیٰ جگہ پر راضی ہو جانا تواضع میں سے ہے۔''

☆: ''مہمان کے ساتھ گھر کے دروازہ تک نکلنا سنت ہے۔''

☆: ''اپنی اولاد سے نفی کرنا (ان کو اپنی اولاد نہ ماننا) گناہ کبیرہ ہے۔''

☆: ''جس کے اخلاق اچھے ہوں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب شخص ہے۔''

☆: ''یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ چھوٹوں سے علم طلب کیا جائے گا۔''

☆: ''بیٹھ کر نماز پڑھنے کا ثواب کھڑا ہو کر پڑھنے سے نصف ہے۔''

☆: ''گوشت کھاتے وقت دل کو فرحت حاصل ہوتی ہے۔''

☆: ''نعمت والوں کے حاسد ہوتے ہیں، ان سے بچتے رہنا۔''

☆: ''حقدار کو تیز بولنا ہی ہوتا ہے۔''

☆: ''جس چیز کو اللہ امانت رکھے تو اس کی حفاظت کرتا ہے۔''

☆: ''ہر گھر کا دروازہ ہوتا ہے اور قبر کا دروازہ پاؤں کی طرف سے ہے۔''

☆: ''ہر دین کی کوئی خوبی ہوتی ہے اور اسلام کی خوبی حیاء ہے۔''

☆: ''ہر درخت کا پھل ہوتا ہے اور دل کا پھل اولاد ہے۔''

☆: ''ہر ایک شے کا کوڑا (بے کار بات) ہے اور مساجد کا کوڑا کثرت حلف اور قسمیں اُٹھانا ہے۔''

Marfat.com

☆: ''ہر شے کی فراست ہوتی ہے جسے اشراف ہی جانتے ہیں۔''
☆: ''یہ بات فضول خرچی کی ہے کہ تو جو چاہے کھائے۔''
☆: ''بعض علم مثل پوشیدہ چیز کے ہیں۔''
☆: ''مسلمان کی ناحق ہتک کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔''
☆: ''عرب کا ہلاک ہونا قرب قیامت کی علامات میں سے ہے۔''
☆: ''وہ بہت برے لوگ ہیں جو انسانوں کو فروخت کرتے ہیں۔''
☆: ''اپنی معیشت کو درست کرنا انسان کی عقلمندی میں سے ہے۔''
☆: ''مسلمان کو کھانا کھلانا اسباب مغفرت میں سے ہے۔''
☆: ''روزے میں امانت ہے۔''
☆: ''انسان اپنے دوست کے نظریات پر ہوتا ہے۔ پس دیکھنا چاہیے کہ کس سے دوستی کرتا ہے۔''
☆: ''تابعداری کرنا نیکی ہے۔''
☆: ''شفاعت گناہ کبیرہ والوں کیلئے ہوگی۔''
☆: ''صدقہ اس وقت دینا چاہیے جب خود محتاج نہ ہو۔''
☆: ''بیٹا ترکش کا تیر ہوتا ہے۔''
☆: ''میں اللہ کا غلام ہوں اور غلاموں کی طرح کھاتا ہوں۔''
☆: ''اگلے لوگوں کو اختلاف نے ہلاک کیا تھا۔''
☆: ''حج کا کمال یہ ہے کہ اپنے گھر سے احرام باندھ کر نکلا جائے۔''
☆: ''ایسے بھی اللہ کے بندے ہیں کہ اگر اللہ کے نام پر قسم کھائیں تو اللہ اسے پوری (سچی) کرتا ہے۔''
☆: ''بخشش کے اسباب سے ایک یہ ہے کہ مسلمان کو خوش کیا جائے۔''
☆: ''ایمان ایک قمیض کی طرح ہے۔''
☆: ''تابعداری نیک امر میں ہوتی ہے۔''
☆: ''غلام کے ترکہ کا وارث غلام کو آزاد کرنے والا ہے۔''
☆: ''قسم کا نتیجہ حانث ہونا ہے یا پشیمانی۔''
☆: ''لوگ ان سو اونٹوں کی طرح ہیں جن میں سے ایک بھی سواری کے لائق نہیں۔''
☆: ''عالم علم سے سیر نہیں ہوتا حتی کہ جنت میں جا پہنچتا ہے۔''
☆: ''مومن کو ہر تکلیف کے عوض جزاء دی جائے گی۔''

Marfat.com

☆: ''پرہیزگاری کے ساتھ کوئی چیز برابری نہیں کرسکتی۔''

☆: ''آگ کا عذاب اللہ کے سوا کوئی دوسرا نہ دے۔''

☆: ''کوئی ایک دوسرے کو منہ سے نہ کاٹے۔''

☆: ''جس قوم کی سردار عورت ہو اس کو اللہ تقدیس عطا نہیں کرتا۔''

☆: ''جو شخص یتیم پر رحم کرے اس کو اللہ قیامت کے روز عذاب نہیں دے گا۔''

☆: ''مومن خیانت نہیں کرتا۔''

☆: ''زمانہ کو گالی نہ دو۔''

☆: ''جس چیز میں نرمی ہو وہ زینت والی ہو جاتی ہے۔''

☆: ''جو شخص اللہ کے خوف سے رویا ہو وہ جہنم میں داخل نہ ہوگا۔''

☆: ''کوئی شخص ایک معاملہ میں دو فیصلے نہ کرے۔''

☆: ''لعنت کرنے والے قیامت کے روز نہ شفیع بنیں گے نہ گواہ۔''

☆: ''مومن کیلئے مناسب نہیں کہ اپنے نفس کو ذلیل کرے، جبکہ دین کے باعث اُسے عزت حاصل ہو چکی ہو۔''

☆: ''دعا کے ساتھ کوئی ہلاک نہیں ہوتا۔''

☆: ''جو عزت کی تمنا کرے اس کو عزت حاصل نہ ہو۔''

☆: ''گھر میں ایسی چیز نہ ہونی چاہیے جو نماز سے مشغول کرے۔''

☆: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے آل محمد! عمرہ کا احرام حج کیساتھ باندھ لو۔''

☆: ''لوگوں میں بعض وہ لوگ ہیں جن کے لئے دل نرم ہو جاتا ہے۔''

☆: ''عورتوں کے ساتھ مشورہ کرنے سے پرہیز کرو۔''

☆: ''تیرا کھانا پرہیزگار کے سوا کوئی نہ کھائے۔''

☆: ''اللہ کے حکم کو غالب کرو اللہ تمہیں غالب کردے گا۔''

☆: ''جنگ سے نہ بھاگ اگرچہ شہید بھی ہو جائے۔''

☆: ''جب تو تنہا ہو تو اللہ کا ذکر بہت کیا کر۔''

☆: ''اپنے بالوں کی عزت کر۔''

☆: ''ایک ساعت عدل کرنا ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے۔''

☆: ''انسان زاہد نہیں بن سکتا جب تک متواضع نہ ہو۔''

☆: ''اللہ کی حدود میں سفارش مت کیا کرو۔''

Marfat.com

☆: ''گن گن کر مت رکھا کر اللہ بھی تجھ کو گن کر دے گا۔''

☆: ''اپنا منہ سجدہ کرتے وقت خاک آلودہ کرلیا کرو۔''

☆: ''عورتوں پر جہاد فرض نہیں کیا گیا۔''

☆: ''نیک دوست بہت بنایا کر کہ یہ تیرے لئے شفیع ہوں گے۔''

☆: ''ایک ساعت ظلم کرنا ساٹھ برس گناہ کرنے سے سخت تر ہے۔''

☆: ''جس گھر میں بچے نہ ہوں اس میں برکت نہیں ہوتی۔''

☆: ''صدقہ ضرور دینا چاہیے۔''

☆: ''مسلمان میں اپنے عمل سے نہیں بلکہ رحمت الٰہی سے داخل ہوگا۔''

☆: ''اللہ سے زیادہ غیرت والا کوئی نہیں۔''

☆: ''بکریوں کا ریوڑ رکھو اس میں برکت رکھی گئی ہے۔''

☆: ''اللہ پاک ہے، وہ پاک کے سوا کو قبول نہیں کرتا۔''

☆: ''خود پر آرام ووقار کو لازم کرلو۔''

☆: ''اپنے اوپر قناعت کو لازم کرلے اور فرائض کو ادا کر۔''

☆: ''یاجوج ماجوج آدم کی اولاد سے ہیں۔''

☆: ''دین میں حد سے تجاوز کرنے سے بچو۔''

☆: ''فقیر ہو کر مرنا غنی ہو کر نہ مرنا۔''

☆: ''اپنا موذن عمدہ شخص مقرر کرو۔''

☆: ''موت کیلئے اس کے آنے سے پہلے تیاری کرلے۔''

☆: ''اللہ فحش کے عادت منداور زبردستی فحش کہنے کو برا جانتا ہے۔''

☆: ''مساکین سے محبت کر اور ان کو قریب کر۔''

☆: ''سخاوت کیا کرو اور گن گن کر نہ دیا کرو کہ گن کر دینے سے اللہ تمہیں بھی گن کر دے گا۔''

☆: ''صدقہ کیا کرو اگرچہ آدھی کھجور کا ہو۔''

☆: ''جو شخص بغیر مانگے دے اسے قبول کرلیا کرو۔''

☆: ''جب خریدو تو ماپ کر خریدو اور جب بیچو تو ماپ کر بیچو۔''

☆: ''اپنی خوراک حلال رکھو تمہاری دعا قبول ہوگی۔''

☆: ''انسان کی قدر وقیمت اس کی طاقت کے اعتبار سے ہوتی ہے۔''

Marfat.com

☆: ''انسان کی صداقت اس کی مردانگی کے اعتبار سے ہوتی ہے۔''

☆: ''انسان کی شجاعت کا پیمانہ حمیت وخودداری ہے۔''

☆: ''انسان کی عفت کا پیمانہ غیرت وحیاء ہے۔''

☆: ''کامیابی دوراندیشی سے ہے۔''

☆: ''بھوکے شریف اور پیٹ بھرے کمینے کے حملے سے بچو۔''

☆: ''دوراندیشی فکر وتدبر کو کام میں لانے سے حاصل ہوتی ہے۔''

☆: ''جب کوئی شخص جماعت کی امامت کرائے تو مقتدیوں کی جگہ سے اونچی جگہ پر کھڑا نہ ہو۔''

☆: ''جب کوئی شخص تجھے اپنے خون کا امین بنائے تو اسے قتل مت کر۔''

☆: ''جوتے کا تسمہ ٹوٹنا بھی مصائب سے ہے۔''

☆: جب اللہ کسی کو بے وقعت کرنا چاہے تو وہ اپنے مال کو تعمیر پر لگا دیتا ہے۔''

☆: ''مسافر کا اپنے احباب کو سلام کہنا مسنون ہے۔''

☆: جب تو چاہے کہ تجھ سے لوگ محبت کریں تو دنیا سے بے رغبت ہو جا۔''

☆: ''جب تو گناہ کرے تو نیکی بھی کرلے (تاکہ یہ نیکی اس گناہ کو مٹا دے)''

☆: ''جب تم میں سے کوئی کسی سے مشورہ طلب کرے تو وہ مشورہ دے۔''

☆: ''جب تو رات کو بیدار ہو تو نماز (تہجد) پڑھ۔''

☆: ''جب کوئی مسلمان ہو ختنہ کرے، اگرچہ عمر میں بڑا ہو۔''

☆: ''جب تم کو کام تھکا دیں تو اہل قبور کی زیارت کرو۔''

☆: ''جب کوئی آدمی غسل کرے تو ہر ایک عضو کو تین مرتبہ دھوئے۔''

☆: ''بوقت ولادت جب بچہ روئے اور فوت ہو جائے تو اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے اور وہ وارث ہوگا۔''

☆: ''فرض نماز کے لیے امام سے پہلے کھڑا نہیں ہونا چاہیے۔''

☆: ''امام فرض نماز کو مقتدیوں کیلئے ہلکا کرے۔''

☆: ''جب اللہ کسی بندے پر نعمت کا فضل کرتا ہے تو پسند کرتا ہے کہ اس پر اس نعمت کا اثر دیکھا جائے۔''

☆: ''جب دو ولی نکاح پڑھا دیں تو پہلا نکاح پڑھانے والا زیادہ حقدار ہے۔''

☆: ''جب تم جنازہ کے ساتھ چلو تو جنازہ رکھنے سے پہلے مت بیٹھو۔''

☆: ''غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کرسکتا۔''

☆: ''جب تم سے کوئی تمنا کرے تو بہت کرے، کیونکہ وہ اپنے رب سے دعا کرتا ہے۔''

Marfat.com

☆: ''جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی کوئی چیز لے تو اس کو دکھا دے۔''

☆: ''باوضو رہنے والا جب تک بے وضو نہ ہو وہ نماز (کے حکم) میں ہے۔''

☆: ''جلدی ثواب والی اطاعت صلہ رحمی کرنا ہے۔''

☆: ''لوگوں میں بڑا گنہگار وہ ہے جو باطل میں غور وخوض کرنے والا ہو۔''

☆: ''قربانی وہ بہتر ہے جو زیادہ قیمت والی نفیس اور موٹی ہو۔''

☆: ''مومن کا بہترین عمل اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔''

☆: ''جنت میں سب سے کم داخل ہونے والی عورتیں ہوں گی۔''

☆: ''انسان کے اکثر گناہ اس کی زبان سے سرزد ہوتے ہیں۔''

☆: ''یہ امت امتِ مرحومہ ہے۔''

☆: ''جن کے گھر والوں کا کھانا تھوڑا ہوتا ہے ان کے گھر منور ہوتے ہیں۔''

☆: ''جنت والے ہر جمعہ کے روز اللہ سے ملاقات کریں گے۔''

☆: ''آسمان والے اذان کے علاوہ زمین والوں کی کوئی بات نہیں سنتے۔''

☆: ''جنت الفردوس والے عرش کی کرکڑاہٹ کی آواز سنیں گے۔''

☆: ''تمہاری اولاد اللہ کا عطیہ ہے۔''

☆: ''قیامت کے دن لوگوں کا پہلا حساب خون کے متعلق ہوگا۔''

☆: ''ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ کمینے لوگ مؤذن ہوں گے۔''

☆: ''قیامت سے پہلے تیس دجال وکذاب پیدا ہوں گے۔''

☆: ''تلبیہ زور سے کہنا سنت ہے۔''

☆: ''جہنم جمعہ کے سوا تمام دنوں میں بھڑکائی جاتی ہے۔''

☆: ''سچا وعدہ ایمان کی نشانی ہے۔''

☆: ''تمہارا بہتر دین وہ ہے جو آسان ہو۔''

☆: قوم کا ساقی سب سے آخر میں پینے والا ہوتا ہے۔''

☆: ''اس امت کے شریر لوگ وہ ہیں جو صحابہ پر جرأت کرتے ہیں۔''

☆: ''لوگوں میں شریر وہ ہے جس کی شرارت سے خوف ہوتا ہو۔''

☆: ''شہاب شیطان کا نام ہے۔''

☆: ''صدقہ فطر حق اور واجب ہے۔''

Marfat.com

☆: ''قیامت کے دن متقی لوگ انبیاء کرام کے ساتھی ہوں گے۔''

☆: ''بنی اسرائیل نے از خود کتاب لکھ کر اس کی پیروی کی اور تورات کو چھوڑ دیا۔''

☆: ''امت کے قریب بہت سے جھوٹے آئیں گے، ان سے بچتے رہنا۔''

☆: ''اللہ اکبر کہنے کا حکم جبرائیل علیہ السلام لے کر آئے تھے۔''

☆: ''اللہ پر نیک گمان کرنا عبادت ہے۔''

☆: ''اہل جنت کے قاری حضرت داؤد علیہ السلام ہوں گے۔''

☆: ''مومنوں کی اولاد جنت میں ہے اور حضرت ابراہیم ان کے کفیل میں۔''

☆: ''اس امت کی سیر و سیاحت جہاد فی سبیل اللہ میں ہے۔''

☆: ''جو لوگ دریا میں شہید ہوتے ہیں ان کا درجہ خشکی کے شہداء سے بڑا ہے۔''

☆: ''پوشیدہ صدقہ دینا اللہ کے غضب کو بجھاتا ہے۔''

☆: ''باپ کے تعلق کو میل جول سے محفوظ رکھنا باپ کے بعد اس کی صحبت کو محفوظ رکھتا ہے۔''

☆: ''جناب علی نے جناب عباس سے پہلے ہجرت کی تھی۔''

☆: ''اللہ کے گھروں کو آباد کرنے والے اللہ والے ہی ہیں۔''

☆: ''ہر ایک اذان کے بعد دو نفل ہیں۔''

☆: ''اس امت کی فنا آپس میں بعض کی بعض سے (لڑائی کے ذریعے) ہوگی۔''

☆: ''جنت میں حوروں کا مجمع لگا کرے گا۔''

☆: ''نماز بھی ایک اہم کام ہے۔''

☆: ''انسان کا مال آزمائش ہے اور اس کی زوجہ و اولاد (بھی) آزمائش ہے۔''

☆: ''دو خصلتیں اللہ کو پسند ہیں: حلم (بردباری) اور حیاء۔''

☆: ''پاک دامن عورت پر الزام لگانا سو برس کی عبادت کو بھی ضائع کر دیتا ہے۔''

☆: ''ایک قوم جہنم سے بوجہ شفاعت کے نکلے گی۔''

☆: ''اللہ کی ایسی مخلوق بھی ہے جو لوگوں کو علامات سے پہچانتی ہے۔''

☆: ''اللہ کا ایک فرشتہ ہے جو شکلیں بنانے پر مقرر ہے۔''

☆: ''اللہ کے (جنت میں) بہت سے ایسے شہر ہیں جن میں صرف رجب کا روزہ رکھنے والے داخل ہوں گے۔''

☆: ''اسلام کیلئے روشنی اور علامت ہے جیسے کہ راستے کے روشن نشان۔''

☆: ''و ہر کا زوجہ کے ساتھ وہ تعلق ہے جو کسی کو حاصل نہیں۔''

Marfat.com

☆: ''جس علم سے فائدہ نہ اٹھایا جائے وہ اس خزانے کی طرح ہے جو خرچ نہ کیا جائے۔''

☆: ''چچاباپ کی ہم شاخ ہے۔''

☆: ''اس امت کی فنا نیزہ اور طاعون سے ہوگی۔''

☆: ''جنت میں محافل ہوں گی جو علماء کے گرد گھومیں گئیں۔''

☆: ''جنت میں ایک درجہ ہے جسے صرف غم رسیدہ لوگ حاصل کریں گے۔''

☆: ''پنج گانہ نماز میں لوگوں کیلئے (عبادت) کا شغل ہے۔''

☆: ''گول مول (خلاف تصریح) باتیں جھوٹ کی گنجائش و وسعت رکھتی ہیں۔''

☆: ''حوض کوثر پر آسمان کے ستاروں کے برابر پیالے ہوں گے۔''

☆: ''حضرت اسماعیل کی قبر حجر اسود کے پاس ہے۔''

☆: ''زیادہ کھانا برا ہے۔''

☆: ''ہر نماز ان گناہوں کو مٹاتی ہے جو اس سے پہلے سرزد ہوئے ہوں۔''

☆: ''اللہ کے ایک فرشتہ کا سر حضرت ادریس کی گود میں ہے، وہ درزیوں کے لئے بخشش مانگتا ہے۔''

☆: ''اللہ کے ایسے بندے موجود ہیں جن کو اس نے لوگوں کے کام نمٹانے کیلئے لگا رکھا ہے۔''

☆: ''ہر افطار کے وقت رات میں اللہ آگ سے (گنہگاروں) کو آزاد کرتا ہے۔''

☆: ''عقلمندوں پر بیوقوفوں کا غلبہ رہتا ہے۔''

☆: ''شیطان کے کئی شکار اور کئی جال ہیں۔''

☆: ''روزہ دار کی افطار کے وقت کی دعا رد نہیں کی جاتی۔''

☆: ''طعام کھا کر شکریہ ادا کرنے والے کیلئے روزہ دار صابر جیسا اجر ہے۔''

☆: ''خط کا جواب دینا سلام کے جواب دینے کی طرح لازم ہے۔''

☆: ''تیرے لئے تکلیف اٹھانے اور خرچ کرنے کے برابر ثواب ہے۔''

☆: ''مسجد کی طرف جانے والے ہر قدم کے بدلے ایک درجہ ہے۔''

☆: ''ہر دوڑنے والے کی انتہا ہوتی ہے اور ہر دوڑنے والی کی انتہا موت ہے۔''

☆: ''ہر شے کا دروازہ ہوتا ہے اور عبادت کا دروازہ روزہ ہے۔''

☆: ''ہر شے کیلئے ایک راستہ ہوتا ہے اور جنت کا راستہ علم ہے۔''

☆: ''ہر ایک غم ختم ہونے والا ہے مگر جہنم کا غم ختم ہونے والا نہیں۔''

☆: ''دعائے عافیت بہت مانگا کرو۔''

Marfat.com

☆: ''اندھے پر سلام نہ کہنا خیانت ہے۔''

☆: ''رات کا کھانا ترک کرنا بڑھاپا لاتا ہے۔''

☆: ''از میں انگلی ہلانا (تشہد میں اشارہ کرنا) شیطان کو دور کرتا ہے۔''

☆: ''صاحب مروّت شخص کو تکلیف دینے سے دور رہو۔''

☆: ''سخی کا گناہ معاف کر دیا کرو کیونکہ جب وہ لغزش کرے اللہ اس کا ہاتھ پکڑتا ہے۔''

☆: ''دنیا میں مومن کیلئے تحفہ فقر ہے۔''

☆: ''غنی شخص اگر جہاد میں ہو اس کے لئے زکوٰۃ لینا حلال ہے۔''

☆: ''اپنا منہ اللہ تعالیٰ کے واسطے (سجدہ میں) خاک آلودہ کرو۔''

☆: ''جو شخص توبہ کرے اس پر گناہ کو چھوڑنا آسان ہے۔''

☆: ''غازی جو ایک تسبیح پڑھے اس کیلئے ستر ہزار نیکیاں ہوتی ہیں۔''

☆: ''وضو کے بعد داڑھی کو کنگھا کرنا فقر کو مٹاتا ہے۔''

☆: ''اپنے نام اچھے لوگوں کے نام پر رکھو اور حاجتیں خوش رووں سے طلب کرو۔''

☆: ''مصافحہ دلوں کے حسد کو دور کر دیا کرتا ہے۔''

☆: ''اس امت کے برگزیدہ شخصوں کو تیزی عارض ہوگی۔''

☆: ''عورتوں سے نکاح کرو کیونکہ یہ مال لاتی ہیں۔''

☆: ''سر اور داڑھی کا کنگھا کرنا بدن سے بیماری کو ہٹا دیتا ہے۔''

☆: ''زمین ہر ایک پر گواہی دے گی اس عمل کی جو اس کی پشت پر کیا ہوگا۔''

☆: ''جمعہ کے روز (اعمال صالحہ پر) نیکیاں بڑھا دی جاتی ہیں۔''

☆: ''حج کی ادائیگی میں جلدی کرو، کیونکہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ آئندہ کیا معاملہ پیش آئے گا۔''

☆: ''پگڑی باندھو کہ اس سے تم بردباری میں بڑھ جاؤ گے۔''

☆: ''پگڑیاں عرب کا تاج ہیں۔''

☆: ''اللہ کی پناہ مانگو مرعوب ہونے سے۔''

☆: ''اللہ کی پناہ مانگو ظاہر اور باطن کے فتنوں سے۔''

☆: ''دن کو سر پوشیدہ رکھنا ہوشیاری ہے اور رات کو شک کا کام ہے۔''

☆: ''ایک گھڑی (اللہ کی عظمت میں) فکر کرنا ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔''

☆: ''اللہ کی مخلوق میں فکر کرو اور اللہ کی ذات میں فکر مت کرو۔''

Marfat.com

☆: ''نیک عمل کیلئے جاتے ہوئے نزدیک نزدیک قدم رکھو کیونکہ یہ نیکیوں کو بڑھاتا ہے۔''
☆: ''آسودگی میں اللہ کیلئے عبادت کرو اللہ تعالیٰ تم سے تنگی میں احسان کرے گا۔''
☆: ''علم سیکھو پیشتر اس کے کہ وہ (علماء کے فوت ہونے سے) اٹھالیا جائے۔''
☆: ''علم سیکھو اور علم کیلئے وقار سیکھو۔''
☆: ''منافقانہ عاجزی کرنے سے اللہ کی پناہ مانگو۔''
☆: ''ہر ایک اضطراز کا کفارہ دو رکعت ہے۔''
☆: ''کامل نعمت'' جنت میں داخل ہونا اور جہنم سے بچ نکلنا ہے۔''
☆: ''ایک دوسرے کو کھانا ہدیہ کرنے سے رزق میں فراخی ہوتی ہے۔''
☆: ''خطوط کے ذریعے اہل وعیال ورشتے داروں سے ملاپ رکھو۔''
☆: ''اللہ کا تقویٰ ہر حکمت کی اصل ہے۔''
☆: ''قیامت سے پہلے لڑکیاں اور زنا کی اولاد زیادہ ہو جائے گی۔''
☆: ''کامل نیکی یہ ہے کہ تو پوشیدہ میں بھی وہ عمل کیا کرے جو لوگوں کے سامنے کرتا ہے۔''
☆: ''اپنی اچھی نیتوں پر نماز کامل کرو۔''
☆: ''انسان کی فصاحت بیانی میں اس کی خوبصورتی ہے۔''
☆: ''عورت کا جہاد اپنے خاوند سے اچھا برتاؤ ہے۔''
☆: ''کم صبری بڑی مصیبت ہے۔''
☆: ''تم سخاوت کرو اللہ تم پر سخاوت کرے گا۔''
☆: ''نیک بخت اور بد بخت دونوں پر قلم چل چکا۔''
☆: ''فقیر کی جانب سے غنی کو بدلہ دعا اور نصیحت (خیر خواہی) کرنا ہے۔''
☆: ''انسان کی دنیاوی جنت اس کا گھر ہے۔''
☆: ''سخت بلا یہ ہے کہ عیال زیادہ ہو اور آمدنی کم۔''
☆: ''مومن کے لیے پہلا تحفہ یہ ہے کہ اس کا جنازہ پڑھنے والوں کو بخش دیا جاتا ہے۔''
☆: ''جنت میں جانے والا پہلا غلام وہ ہوگا جس نے اللہ تعالیٰ اور اپنے آقاؤں کی تابعداری کی ہوگی۔''
☆: ''آخرت کی پہلی عدالت قبر ہے جس میں شریف وکمینہ کا فرق نہیں۔''
☆: ''ظالم اور ان کے مددگار جہنم میں جائیں گے۔''
☆: ''دنیا میں شکم بھرنے والے آخرت میں بھوکے رہیں گے۔''

Marfat.com

☆: ''قرآن والے اللہ کے اہل اور اللہ کے خاص ہیں۔''

☆: ''یمن والے حاجیوں کی زینت ہیں۔''

☆: ''فارس والے اسحاق بن ابراہیم کی اولاد ہیں۔''

☆: ''آسان ربا (سود) اپنے بھائی کی آبرو میں دست درازی کرنا ہے۔''

☆: ''میرے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مزدور کی مزدوری اس کے پسینے خشک ہونے سے پہلے دیدو۔''

☆: ''اللہ کے اولیاء وہ لوگ ہیں کہ جن کے دیکھنے سے اللہ یاد آجائے۔''

☆: ''اول زمین کا بایاں حصہ خراب ہوگا، پھر دایاں حصہ۔''

☆: ''علم کا اول اللہ کی معرفت ہے اور آخر تفویض امر ہے۔''

☆: ''لوگوں سے سب سے پہلے تواضع اٹھایا جائے گا۔''

☆: ''سب سے پہلے میزان میں انسان کا اپنے اہل وعیال کا خرچہ رکھا جائیگا۔''

☆: ''قصی وہ پہلا شخص ہے جس نے ابن مرہ کے بعد از سر نو کعبہ تعمیر کیا۔''

☆: ''سب سے پہلے حضرت ادریس علیہ السلام نے قلم سے لکھا۔''

☆: ''سلیمان بن داود وہ پہلے شخص ہیں جن کیلئے حمام بنایا گیا۔''

☆: ''مونچھ کو سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام نے کترا تھا۔''

☆: ''سبحان ربی الاعلی سب سے پہلے میکائیل نے کہا تھا۔''

☆: ''حمد کہنے والے جنت میں پہلے بلائے جائیں گے۔''

☆: ''جنت میں پہلے غلام، فقیہ اور شہید داخل ہوگا۔''

☆: ''اولاد اللہ کی بخشش ہے ان کی کمائی سے کھایا جاسکتا ہے۔''

☆: ''پانی پلانا ایسا عمل ہے جس کا اجر بڑا ہے اور تکلیف کم۔''

☆: ''اللہ کے دوست مازی ہیں۔''

☆: ''سب سے پہلے امانت ناپید ہوگی۔''

☆: ''آسمان میں سب سے پہلے اذان جبریل علیہ السلام نے دی۔''

☆: ''بڑھاپے سے سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام گھبرائے۔''

☆: ''سب سے پہلے امابعد کا کلمہ داؤد نے کہا اور یہ فصل خطاب ہے۔''

☆: ''اندھے قیامت کے روز سب سے پہلے اللہ کو دیکھیں گے۔''

☆: ''دعا میں قافیہ بندی اور سجع بندی سے بچو۔''

Marfat.com

☆: ''ایسے کام سے بچو جس سے عذر پیش کرنا پڑے۔''

☆: ''اللہ کے حوصلہ (درگزر کرنے) سے مغرور نہ بنو۔''

☆: ''خود کو عیش پرستی سے بچاؤ کیونکہ اللہ کے بندے عیش پرستی نہیں کرتے۔''

☆: ''خود کو برے ہم نشین سے بچاؤ کہ تمہاری بھی ویسی ہی شناخت ہوگی۔''

☆: ''اپنی جان کو خیانت سے بچاؤ کہ یہ بری عادت ہے۔''

☆: ''جھوٹ سے بچو۔ جھوٹ ایمان سے ہٹا دیتا ہے۔''

☆: ''ایسی فوج سے بچو جو دشمن کے مقابلہ سے بھاگ جائے اور غنیمت میں خیانت کرے۔''

☆: ''سرخ رنگ سے بچو یہ شیطان کو زینت میں بہت پسند ہے۔''

☆: ''ایسے امر سے خود کو بچا جس میں معذرت کرنی پڑے۔''

☆: ''توبہ میں تاخیر کرنے سے بچو۔''

☆: ''برے افعال والے سے خود کو بچا کہ وہ جہنم کا ٹکڑا ہے۔''

☆: ''خود کو عورتوں سے بچاؤ۔''

☆: ''خود کو ظلم سے بچاؤ کہ یہ قیامت کے اندھیروں سے ہے۔''

☆: ''قرضہ سے بچو کہ وہ رات کو غم ہے اور دن کو ذلت۔''

☆: ''قبرستان میں پیشاب کرنے سے بچو کہ اس سے برص کی بیماری ہوتی ہے۔''

☆: ''خود کو دو افراد کے درمیان برائی ڈالنے سے روکو کہ یہ حرکت نیکیوں کیلئے تباہ کن ہے۔''

☆: ''غلو سے بچو! اگلے لوگ اسی سبب سے ہلاک ہوئے۔''

☆: ''خود کو مزاح کرنے سے بچاؤ کہ یہ مومن کی رونق کھو دیتی ہے۔''

☆: ''خود کو چغل خوری اور باتیں پہنچانے سے بچاؤ۔''

☆: ''خود کو ظلم کرنے سے بچاؤ کہ ظلم دلوں کو خراب کرتا ہے۔''

☆: ''اے لوگو! بے شک قریش اہل امانت ہیں۔''

☆: ''جو شخص اُمید کی راہ میں لگاتار دوڑتا ہے وہ موت سے ٹھوکر کھاتا ہے۔''

☆: ''جوانمرد کی غلطیوں سے چشم پوشی کرو۔''

☆: ''رعب کو ناکامی سے اور حیاء کو محرومی سے ملا دیا گیا ہے۔''

☆: ''فرصت کے مواقع بادلوں کی طرح گزر جاتے ہیں، لہذا نیکیوں کی فرصت کو غنیمت سمجھو۔''

☆: ''جس کا عمل سست ہو اس کو اس کا خاندان تیز رفتار نہیں کرتا۔''

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 10:

حضرت زین العابدین

کنیت ولقب:

امام علی بن حسین کی کنیت ابو محمد اور ابوالحسن ہے۔امام علی ابن حسین کا لقب سجاد و زین العابدین ہے۔

ولادت:

امام زین العابدین مدینہ منورہ میں ہجرت کے تینتیسویں (33) سال پیدا ہوئے۔بعض روایتوں میں آپ کا سال پیدائش چھتیس (36) یا اڑتیس (38) ہجری ہے۔

والد اور والدہ:

آپ کے والد کا نام امام حسین بن علی بن ابی طالب تھا اور آپ کی والدہ کا نام شہر بانو۔

زین العابدین لقب:

امام علی بن حسین زین العابدین کے لقب سے یوں مشہور ہوئے کہ ایک رات آپ نماز تہجد میں مشغول تھے کہ شیطان ایک سانپ کی شکل میں ظاہر ہوا تاکہ اس ہیبت ناک شکل سے آپ کو عبادت سے باز رکھ کر لہو ولعب میں مشغول کردے۔حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی، یہاں تک کہ سانپ نے آپ کے پاؤں کا انگوٹھا اپنے منہ میں ڈال لیا،لیکن آپ نے پھر بھی کوئی توجہ نہ دی۔اس نے آپ کے انگوٹھے کو نہایت سختی سے کاٹا جس سے آپ کو بہت درد محسوس ہوا۔اس پر بھی آپ نے نماز قطع نہ کی۔اللہ تعالیٰ نے آپ پر منکشف کردیا کہ وہ شیطان ہے۔آپ نے اسے برا بھلا کہا اور مارا۔پھر کہا:

''اے ذلیل وکمینے! دور ہو جا۔!''

جونہی سانپ دور ہوا آپ کھڑے ہوگئے۔دریں اثناء آپ نے ایک آواز سنی،لیکن قائل نظر نہ آیا۔کہنے والا کہتا تھا:

''آپ زین العابدین (عبادت کرنے والوں کی زینت) ہیں۔آپ زین العابدین ہیں۔آپ زین العابدین ہیں۔''

طوق وسلاسل:

امام زہری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ عبدالملک بن مروان کے حکم سے ان کے پاؤں باندھے گئے،ہاتھوں میں زنجیریں اور گردن میں طوق ڈالے گئے اور ان پر پاسبانوں کو مقرر کیا گیا۔میں نے انہیں سلام وداع کرنے کے لئے اجازت چاہی۔آپ اس وقت ایک خیمہ میں تھے۔میں انہیں اس حال میں دیکھ کر رو دیا اور کہا:

''کیا ہی اچھا ہوتا اگر آپ کی جگہ مجھے پابند سلاسل کردیا جاتا اور آپ سلامت رہتے۔''

آپ نے فرمایا:

''اے زہری! تو سمجھتا ہے کہ میں ان طوق وسلاسل سے تکلیف میں ہوں۔اگر میں چاہوں تو یہ فوراً اتر جائیں،مگر ایسی مثالیں رہنی چاہئیں تاکہ تم عذاب الٰہی کو یاد رکھو اور محشر میں تم پر آسانیاں واقعہ ہوں۔''

Marfat.com

اس کے بعد آپ نے زنجیر کو اپنے ہاتھوں سے اتار پھینکا اور پاؤں کو پھندے سے آزاد کر لیا۔ پھر فرمایا:

''اے زہری! میں ان کے ساتھ اس حال میں دو منزلوں سے زیادہ نہ جاؤں گا۔''

جب چار دن گزرے تو آپ کے نگاہبان مدینہ منورہ واپس چلے گئے۔ پھر آپ کو مدینہ بلاتے رہے، لیکن آپ کو نہ پاسکے۔ ان میں بعض کا بیان ہے کہ ہم ایک جگہ مقیم تھے اور آپ کی سخت نگرانی کر رہے تھے۔ صبح ہوئی تو محمل میں ہمیں کچھ نظر نہ آیا۔

امام زُہری بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد میں عبدالملک بن مروان کے پاس گیا۔ اس نے مجھ سے حضرت زین العابدین کا حال دریافت کیا۔ مجھے جو علم تھا اس کے مطابق کہہ دیا۔ وہ کہنے لگا:

''جس وقت میرے گماشتوں نے انہیں گم کر دیا تو وہ میرے پاس چلے آئے اور کہنے لگے: میرے اور تمہارے درمیان کون سی چیز واقعہ ہوئی ہے۔؟ میں نے کہا: ذرا ٹھہریئے۔! تو آپ نے فرمایا: میں بالکل نہیں ٹھہروں گا۔ پھر آپ باہر چلے گئے اور میں اللہ کی قسم! ان کے دبدبہ وجلال سے ڈر گیا۔''

امام زہری جب بھی حضرت علی بن حسین کو یاد کرتے تو رو دیتے اور کہتے:

''وہ واقعی زین العابدین ہیں جو ایران کے بادشاہ یزدگرد کی بیٹی سے ہیں۔''

یزدگرد نوشیروانِ عادل کی اولاد میں تھا۔

وضو کے وقت چہرہ کا زرد ہونا:

جب آپ وضو فرماتے تو آپ کا چہرہ زرد ہو جاتا اور جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی۔ جب آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا:

''تم جانتے ہو کس کے حضور میں پیش ہونا ہے۔؟ (خوفِ الٰہی سے میری یہ حالت ہو جاتی ہے۔)''

ایک دفعہ امام زین العابدین گھر میں نماز ادا کر رہے تھے کہ گھر میں آگ لگ گئی۔ آپ سجدہ میں ہی پڑے رہے۔ لوگوں نے ہر چند شور مچایا:

''اے ابن رسول اللہ! اے ابن رسول اللہ! آگ بھڑ اٹھی! آگ بھڑک اٹھی۔!''

لیکن آپ نے سجدہ سے سر نہ اٹھایا۔ جب آگ بجھ گئی تو آپ سے پوچھا گیا:

''آپ آگ سے غافل کیوں رہے؟''

آپ نے جواب دیا:

''آخرت کی آگ کے ڈر سے۔''

حضرت خضرؑ سے ملاقات:

علامہ جامی بیان فرماتے ہیں کہ ایک ثقہ راوی کہتا ہے کہ ایک دن میں حضرت علی بن حسین کے ہاں گیا۔ میرا جی نہ چاہا کہ میں انہیں آواز دوں۔ میں باہر بیٹھا رہا، یہاں تک وہ باہر تشریف لے آئے۔ میں نے السلام علیکم کہا اور دُعا دی۔ آپ نے بھی مجھے وعلیکم السلام کہا۔ پھر ایک دیوار کے قریب آئے اور فرمایا:

''اے فلاں! اس دیوار کو دیکھتے ہو؟''

میں نے کہا:

Marfat.com

"ہاں! یا ابن رسول!"

آپ نے فرمایا:

"میں ایک دن اس دیوار کے ساتھ تکیہ لگا کر غمگین بیٹھا تھا کہ میں نے اچانک ایک خوب صورت وخوشحال ہستی جس کے کپڑے نہایت عمدہ اور نفیس تھے اپنے سامنے کھڑی دیکھی، جو میری طرف دیکھ کر کہہ رہی تھی: اے علی بن حسین! تم مجھے غمگین کیوں نظر آ رہے ہو؟ اگر دنیا کے باعث غمناک وغمگین ہو تو دنیا ایک روزی ہے جسے ہر نیک وبد کھاتا ہے۔"

میں نے کہا:

"میرا دُکھ درد دنیا کے لئے نہیں ہے کیونکہ دنیا کا معاملہ وہی ہے جو آپ نے بیان فرمایا ہے۔"

پھر اس ہستی پاک نے فرمایا:

"اگر تمہارا غم واندوہ آخرت کے لیے ہے تو وہ ایک سچا وعدہ ہے جس میں ایک بادشاہ قاہر فیصلہ کرے گا۔"

میں نے کہا:

"میرا غم اس وجہ سے بھی نہیں ہے کہ آخرت تو ویسی ہی ہوگی جیسا آپ فرماتے ہیں۔"

پھر انہوں نے فرمایا:

"اے علی! پھر تمہارا غم واندوہ کس وجہ سے ہے؟"

میں نے کہا:

"میں فتنہ ابن زبیر (حجاج کے مکہ پر حملہ کرنے) سے ہراساں ہوں۔"

وہ ہستی بولی:

"اے علی! آیا تو نے کوئی ایسا شخص دیکھا ہے جس نے اللہ سے کوئی چیز مانگی ہو اور اللہ نے اسے نہ دی ہو؟"

میں نے کہا:

"نہیں۔"

پھر کہا:

"آیا تو نے کوئی ایسا شخص دیکھا ہے جو اللہ سے ڈرتا ہو اور اللہ نے اس کے لیے کفایت کارنہ کی ہو؟"

میں نے کہا:

"نہیں۔"

بعد ازاں وہ ہستی غائب ہوگئی۔

وہ خضر علیہ السلام تھے جو آپ سے حرف ہائے راز کہہ رہے تھے۔

چڑیوں کی گفتگو:

ایک راوی کا بیان ہے کہ میں ایک دن حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس تھا کہ ان کے اردگرد بہت سی چڑیا ذبح کی جارہی تھیں۔

آپ نے فرمایا:

Marfat.com

''اے فلاں! تمہیں کچھ پتہ ہے کہ یہ چڑیاں کیا کہتی ہیں۔؟''

میں نے کہا:

''مجھے کچھ پتہ نہیں۔''

آپ نے فرمایا:

''یہ پروردگار کی تقدیس بیان کرتی ہیں اور تجھ سے روزی طلب نہیں کرتیں۔''

زاہد و راغب:

ایک رات ایک سائل یہ کہہ رہا تھا:

((این الزاھدون فی الدنیا الراغبون فی الاخرۃ))۔

''وہ دنیا کے زاہد کہاں ہیں جو آخرت کی طرف راغب ہیں۔''

جنت البقیع کی طرف سے ایک غیر مرئی شخص کی آواز سنائی دی کہ وہ علی بن حسین (امام زین العابدین) ہیں۔

ہرن کو امان:

ایک دن آپ اپنے غلاموں، بچوں اور دیگر لوگوں کے ساتھ صحرا میں آگئے اور چاشت کے کھانے کے لیے دسترخوان بچھا دیا۔
وہیں ایک ہرن آکر ٹھہر گیا۔ آپ نے اس کی طرف منہ کر کے کہا:

''میں علی بن حسین بن علی بن ابو طالب ہوں اور میری ماں فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ تم چلے آؤ اور ہمارے ساتھ چاشت کھاؤ۔''

ہرن آیا اور آپ کے ساتھ جو کچھ چاہا کھایا۔ پھر ایک طرف چلا گیا۔ غلاموں میں سے ایک نے کہا:

''اسے ذرا پھر بلائیے۔''

آپ نے فرمایا:

''ہم اسے پناہ دیں گے، تم اس کی پناہ نہ ٹھکراؤ۔''

انہوں نے کہا:

''ہم ہرگز نہیں ٹھکرائیں گے۔''

حضرت زین العابدین بولے:

''میں علی بن حسین بن علی بن ابو طالب ہوں۔ میری والدہ فاطمہ بنت رسول اللہ ہے۔''

وہ ہرن پھر آگیا اور دسترخوان کے نزدیک ٹھہر گیا اور ان کے ساتھ کچھ کھانا شروع کر دیا۔ ان لوگوں میں سے ایک نے اس ہرن کی پشت پر ہاتھ رکھا تو وہ بھاگ گیا۔

حضرت زین العابدین نے فرمایا:

''تم نے میری پناہ (جو میں نے ہرن کو دی تھی) کو ٹھکرا دیا ہے۔ اب میں تم سے کوئی بات نہ کروں گا۔''

ایک دن آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ صحرا میں بیٹھے تھے کہ ایک ہرنی آگئی، آپ کے متصل کھڑی ہو گئی اور اپنا پاؤں زمین پر مار کر زور سے چیخنے لگی۔ حاضرین نے پوچھا:

Marfat.com

''اے ابن رسول اللہ! یہ ہرنی کیا کہتی ہے۔؟''

آپ نے فرمایا:

''یہ کہتی ہے کہ فلاں قریشی کل میرا بچہ اٹھالایا ہے اور میں نے کل سے دودھ نہیں پلایا۔''

یہ سن کر بعض حاضرین کے دل میں شک گزرا۔ آپ نے اس قریشی کو بلایا۔ وہ آگیا تو آپ نے فرمایا:

''یہ ہرنی شکایت کرتی ہے کہ تم اس کا بچہ اٹھالائے ہو جسے اس نے ابھی دودھ نہیں پلایا تھا۔ اب وہ مجھ سے درخواست کر رہی ہے کہ میں تجھے اس کا بچہ واپس کرنے کے لئے کہوں تاکہ وہ اسے دودھ پلالے۔ دودھ پلانے کے بعد واپس کردے گی۔''

اس قریشی نے بچہ لاکر حاضر کردیا۔ ہرنی نے دودھ پلایا تو حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ نے قریشی سے کہا:

''وہ بچہ چھوڑ دے۔''

اس نے بچہ کو چھوڑ دیا اور حضرت زین العابدین نے اس کی ماں سمیت آزاد کردیا۔ وہ چوکڑیاں بھرتی شور مچاتی چلی گئی۔ حاضرین مجلس نے پوچھا:

''یا ابن رسول اللہ! یہ کیا کہتی ہے؟''

آپ نے فرمایا:

''تمہیں بالفاظ ''جزاک اللہ خیراً'' دعا دیتی ہے۔''

اونٹنی کی سستی:

ایک دن امام زین العابدین کی اُونٹنی راہ میں سستی و کاہلی کرنے لگی۔ آپ نے اس بٹھادیا اور اسے تازیانہ و عصا دکھا کر کہا:

''تیز تیز چلو! ورنہ اس تازیانے اور ڈنڈے سے تمہیں سزادوں گا۔''

اونٹنی نے تیز چلنا شروع کردیا اور اس کے بعد چلنے میں سستی سے کام نہ لیا۔

حضرت زین العابدین کی کرامت:

ایک دفعہ طواف کرتے ہوئے ایک عورت اور ایک مرد کے ہاتھ حجر الاسود سے چمٹ گئے۔ ہر چند کوشش کی گئی لیکن وہ چمٹے ہی رہے۔ لوگوں نے رائے دی کہ ان کے ہاتھوں کو کاٹ دیا جائے۔ اسی اثناء میں حضرت زین العابدین وہاں آنکلے اور انہیں دیکھ کر آگے آگئے۔ آپ نے اپنا دستِ مبارک ان کے ہاتھوں پر پھیرا تو ان کے ہاتھ چھوٹ گئے اور وہ وہاں سے چلے گئے۔

عبدالملک کا خط:

عبدالملک بن مروان نے حجاج کو تحریری طور پر ہدایت کی کہ وہ بنی عبدالمطلب کے قتل سے باز آجائے، کیونکہ آلِ ابوسفیان اس بارے میں مبالغہ کرتی ہے کہ ان (بنو امیہ) کی سلطنت جلد مطلع ہوگئی۔ حضرت زین العابدین نے عبدالملک بن مروان کو لکھا:

''کیا تم نے فلاں دن اور فلاں وقت حجاج بن یوسف کو کوئی ایسا ویسا خط تحریر کیا ہے۔؟ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ خط اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آیا ہے جس کے باعث تیرے ملک کو اس نے ثبات و دوام بخشا ہے۔''

آپ نے وہی عبارت لکھ کر خط ایک غلام کو دیا اور اسے اپنی اونٹنی پر سوار کر کے عبدالملک کی طرف بھیج دیا۔ عبدالملک نے

Marfat.com

خط کی تاریخ کو اپنے خط کے مطابق پایا تو اسے آپ کے حق پر ہونے کا اعتبار آ گیا، بہت خوش ہوا اور اسی اونٹنی پر اتنے درہم و دینار لاد کر آپ کو بھیج دیئے جن کی وہ متحمل ہو سکتی تھی۔

ابن کاہل کے لیے بددعا:

منہال بن عمرو کہتے ہیں کہ حج کے دنوں میں میں حضرت زین العابدین کو ملنے گیا تو آپ نے مجھ سے خزیمہ بن کاہل الاسدی کے متعلق پوچھا۔ میں نے عرض کیا:

''وہ کوفہ میں موجود ہے۔''

آپ نے اس کے لیے بدیں الفاظ بددُعا کی:

((اللھم اوقدہ حرا بحدید اللھم اوقد حرا النار))

''اے اللہ! اسے لوہے کی حرارت سے جلا دے۔ اے اللہ! اسے آگ کی حرارت سے جلا دے۔''

جب میں کوفہ میں واپس آیا تو معلوم ہوا کہ مختار بن ابی عبیدہ خروج کر چکا تھا۔ میں نے اس سے رشتہ دوستی مضبوط کیا اور اس سے ملنے کے لیے گھوڑے پر سوار ہو کر گیا۔ اس کے ہاں گیا تو وہ بھی گھوڑے پر سوار ہو رہا تھا۔ میں اس کی معیت میں ایک ایسے مقام پر پہنچا جہاں اس نے ایک شخص کا انتظار کرنا شروع کر دیا۔ اچانک خزیمہ کو حاضر کیا گیا۔ مختار نے کہا:

''الحمدللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے تم پر حاوی کیا ہے۔''

اس نے جلاد کو بلایا تاکہ اس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دے۔ اس کے بعد اس نے آگ لانے کے لیے کہا جس میں خزیمہ کو پھینک دیا گیا اور وہ جل گیا۔ میں نے اس واقعہ کا مشاہدہ کیا تو کہا:

''سبحان اللہ۔''

مختار نے مجھے ''سبحان اللہ'' کہنے کی وجہ پوچھی تو میں نے حضرت زین العابدین کی بددُعا کا قصہ سنا دیا۔ اس نے مجھے قسم دے کر اس کی تصدیق چاہی۔ میں نے کہا:

''ہاں میں نے ان سے خود سنا ہے۔''

مختار گھوڑے سے نیچے اترا، دو رکعت نماز نفل ادا کی اور بعد ازاں دیر تک سجدے میں پڑا رہا۔ سر سجدے سے اٹھا کر وہاں سے چل دیا۔ میں بھی اس کے ساتھ روانہ ہوا۔ راستے میں میرا گھر تھا۔ میں نے ازراہِ اخلاق اسے گھر پر ٹھہرنے کے لیے کہا تاکہ کھانا حاضر کروں۔ مختار بولا:

> ''اے منہال! جب تم نے مجھے خود بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت زین العابدین کی دعا کو شرفِ قبولیت بخشا ہے تو پھر مجھے کچھ کھانے کے لیے کیوں کہتا ہے۔؟ میں تو آج شکرانے کا روزہ رکھوں گا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی توفیق بخشی ہے کہ میں نے حضرت زین العابدین کی فرمائش کے مطابق خزیمہ کو سزا دی ہے۔''

پانچویں بیٹے:

امام زین العابدین حضرت امام حسین کے پانچ بیٹوں میں سے پانچویں بیٹے تھے۔ کربلا کے دن آپ اپنے والد ماجد کے ہمراہ موجود تھے۔ ان میں سے تین تو اپنے باپ کے ہمراہ شہید کر دیئے گئے، وہ ابوبکر، عبداللہ اور علی اکبر ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

علی کو بچا لیا۔ بخار نے انہیں جنگ میں شرکت کرنے سے روکے رکھا، ان کے ایک بھائی کا نام عمر تھا جو ان سے چھوٹے تھے، کربلا سے واپس آنے کے بعد ان کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ وہ بچپن میں ہی وفات پا گئے تھے۔
صرف حضرت علی زین العابدین سے ہی حضرت امام حسین کی نسل پھیلی۔ آپ اپنے دادا کی خلافت کے زمانہ میں کوفہ میں ۳۸ ہجری میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ کریمہ شہر بانو ایران کے آخری بادشاہ یزدجرد کی بیٹی تھیں۔ انہیں کی پیدائش کے بعد وہ حالت نفاس میں تھیں اور اسی نفاس میں انہوں نے وفات پائی۔

دل دہلا دینے والے واقعات:

اپنے دادا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی کے آخری سالوں میں جو واقعات رونما ہوئے اور اپنے چچا حضرت حسن کی خلافت اور جو کچھ اس میں وقوع پذیر ہوا، نیز حضرت معاویہ کے حق میں آپ کی خلافت سے دستبرداری کے جو جو واقعات ظاہر ہوئے وہ سارے کے سارے انہوں نے دیکھے، کوفہ میں کچھ زیادہ دیر آپ کا قیام نہیں رہا، بلکہ اپنے والد ماجد، چچا اور اپنے خاندان کے ہمراہ مدینہ منورہ لوٹ آئے۔

علم وتقویٰ کی دولت سے مالا مال:

مدینہ میں انہوں نے اپنے بچپن کا دوسرا دور اپنا لڑکپن اور جوانی گزاری، جہاں نبوت کے ورثے صحابہ اور تابعین کی نشانیاں، مسجد نبوی شریف، علم کے حلقے اور اہل جنت کے دو سرداروں اور جناب رسول اللہ ﷺ کے نواسوں یعنی اپنے باپ اور چچا کی نگہداشت ونگرانی انہیں میسر تھی۔ اب یہ نوجوان بہت نیک پرورش پاتا ہے۔ کتاب اللہ کو یاد کرتا ہے، صحابہ کرام سے جو حدیثیں سنتا ہے، انہیں روایت کرتا ہے اور علم فقہ حاصل کرتا ہے۔ یہاں تک علم وتقویٰ کے لحاظ سے تابعین کی نسل کے نوجوانوں میں سے سب سے بہتر نوجوان بن کر ابھرتا ہے۔ نافع بن جبیر سے روایت ہے، انہوں نے علی بن الحسین سے کہا:

(("غفر الله لك انت سيد الناس و افضلهم تذهب الى هذا العبد فتجلس معه يعنى زيد بن اسلم فقال انه ينبغي للعلم ان يتبع حيثما كان"))

''اللہ تعالیٰ تمہاری بخشش فرمائے، تم لوگوں کے سردار اور ان سب سے افضل ہو، تم اپنے ایک غلام کے پاس جا کر بیٹھتے ہو، یعنی زید بن اسلم؟ فرمایا: حصول علم کیلئے ضروری ہے کہ اس کا پیچھا کیا جائے جہاں بھی ہو۔''

مشہور اہل علم تابعی:

حضرت علی بن الحسین دن بدن علم وفقہ میں ترقی کرتے جاتے ہیں، حتیٰ کہ ان کا شمار تابعین کے بڑے بڑے علماء اور فقہاء میں ہونے لگ جاتا ہے، جب ان کے والد ماجد کی شہادت ہوئی تو وہ واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ چنانچہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کی قرابت اور ان کے شہید والد ماجد جن کی سوائے ان کے کوئی اولاد باقی نہیں رہی تھی، کی یاد سے اپنا تعلق برقرار رکھنے کی خاطر لوگوں کی نظروں میں ان کی عزت وقار اور مودت ومحبت میں اضافہ ہوتا ہی چلا گیا۔
آپ حصول علم کی طرف زیادہ توجہ دینے لگے۔ عبادت میں بھی آپ کی مشغولیت اس درجہ بڑھ گئی کہ آپ کا لقب زین العابدین پڑ گیا۔ آپ کی کنیت ابوالحسن تھی۔

Marfat.com

فرزدق کے اشعار:

اپنے زمانہ میں حضرت زین العابدین کا جو مقام و مرتبہ تھا اس کا اس سے پتہ چلتا ہے کہ جب ہشام بن عبدالملک اپنے بھائی ولید کی خلافت کے زمانہ میں حج کے ارادہ سے مکہ معظمہ آیا۔ اس نے رکن یمانی کو بوسہ دینا چاہا مگر بہت زیادہ بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے وہ ایسا نہ کر سکا، اس کیلئے منبر بچھایا گیا، اس پر چڑھ کر وہ بوسہ دے سکا۔ اہل شام حلقہ باندھ کر اس کے گرد اگرد کھڑے ہو گئے۔ اتفاقاً اسی دوران حجر اسود کو بوسہ دینے کیلئے حضرت امام زین العابدین بھی تشریف لے آئے۔ لوگوں نے آپ کے احترام و اجلال کے پیش نظر آپ کیلئے راستہ کھلا چھوڑ دیا۔ آپ خوبصورت لباس زیب تن کئے ہوئے تھے، آپ کی صورت بہت اچھی اور شکل بڑی پیاری تھی، اہل شام نے ہشام سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ اس نے کہا: میں اسے نہیں جانتا۔

مشہور شاعر فرزوق وہاں موجود تھا، اس نے کہا: میں انہیں پہچانتا ہوں اور یہ اشعار پڑھنے لگ گیا:

هذا الذى تعرف البطحاء فطاته
والبيت يعرفه الحل والحرم
هذا ابن خير عباد الله كلهم
هذا التقى النقى الطاهر العلم
اذاراته قريش قال قائلها
الى مكارم هذا ينتهى الكرم
يغضى حياء و يغضى من مهابته
فما يكلم الا حين يتسم
مشتقه من رسول الله نبعته
طابت عناصر باؤ الخيم والشيم
هذا ابن فاطمة ان كنت جاهله
بجده انبياء الله قد ختموا
كلتا يديه غياث عم نفعهما
تستو كفان ولا يعرو هما عدم
ماقال لا قط الا فى تشهده
لولا التشهد كانت لاه نعم
من محشر جهم دين نو بغضهم
كفرو فربهم منجى و معتصم
مقدم بعد ذكر الله ذكر هم
فى كل حكم و مختوم به الكلم

Marfat.com

ان عد اھل التقی کانوا ائمتھم
او قیل من خیر اھل الرض قیل ھم
فلیس قولك من ھذا بضائرہ
العرب تعرف من انکرت العجم

''یہ وہ ہستی ہے جس کے قدموں کی چھاپ وادی مکہ بھی پہچانتی ہے، بیت اللہ شریف اور حل وحرم بھی اسے پہچانتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں میں سے بہتر کا بیٹا ہے، یہ پرہیزگار، صاف ستھرا، پاکباز اور سردار ہے۔ جب قریش نے انہیں دیکھا تو ان کا ایک کہنے والا کہنے لگا۔ یہ وہ ہے جس کی خوبیوں پر سب خوبیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ حیاء کی وجہ سے اپنی نظریں نیچی رکھتا ہے مگر اس کی ہیبت کی وجہ سے اس کے آگے نظریں جھکائی جاتی ہیں، اور اس کی ہیبت کی وجہ سے اس سے بات تک بھی نہیں کی جاسکتی مگر صرف اسی وقت جبکہ وہ مسکرا رہا ہو۔ اس کی اصل جناب رسول اللہ سے ہے۔ اس کے شجرے اور نسب کے سارے عنصر پاکیزہ ہیں۔ ساری خصلتیں اور عادتیں عمدہ ہیں۔ یہ فاطمہ کا بیٹا ہے اگر تو اس سے ناواقف ہے تو جان لے، اس کے نانا پر تمام انبیاء اللہ کی نبوت ختم ہوگئی۔ اس کے دونوں ہاتھ بارش کی طرح سخاوت کرنے والے ہیں ان کا نفع عام ہے، جو ہر ایک کو پہنچتا ہے۔ ان کا فیض ڈھیرے ڈھیرے جاری ہے۔ یہ نہ دینے اور نہ ہونے سے واقف نہیں، اس نے سوائے تشہد کے کبھی ''لا'' نہیں کہا۔ اگر تشہد نہ ہوتا تو اس کی ''نہیں بھی'' ہاں ہوتی۔ اس کا تعلق اس گروہ سے ہے جن سے محبت رکھنا ہی دین ہے اور جن سے بغض رکھنا کفر ہے، جن کا قرب ذریعہ نجات اور پناہ گاہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بعد ہر حکم میں ان کا ذکر مقدم ہے اور تمام گفتگوؤں اور کلموں کیلئے یہی مہر تصدیق ہیں، اگر پرہیزگاروں کا شمار کیا جائے تو یہ ان کے امام ہیں یا یہ پوچھا جائے کہ اہل زمین میں سے سب سے بہتر کون ہیں، تو کہا جاتا ہے کہ یہی لوگ۔ اے ہشام! تیرا یہ کہنا کہ یہ کون ہے۔؟ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا، کیونکہ جس کو تو نہیں جانتا اسے عرب وعجم سب جانتے ہیں۔''

کثرت عبادت:

امام زین العابدین جنابِ نبی کریم ﷺ جو کتاب وسنت لے کر آئے اور جس پر آپ کے دادا حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور آپ کے باپ حسین قائم تھے، اس پر سختی سے عمل کرنے والے تھے، عقیدہ، عبادت اور عمل کے لحاظ سے ذرہ بھر بھی اس سے نہیں ہٹتے تھے۔ بہت زیادہ دنیا سے کنارہ کش رہنے والے اور پرہیزگار تھے۔ آپ کی پھوپھی اس کثرت عبادت کے سبب جس سے آپ اپنے جسم کو تھکا دیتے تھے، آپ پر خوف کھانے لگیں اور آپ کی صحت کے بارے میں فکرمند ہوگئیں۔ چنانچہ انہوں نے صحابی رسول اللہ ﷺ حضرت جابر بن عبداللہ کو آپ کے پاس بھیجا تاکہ اس بارے آپ سے گفتگو فرمائیں۔ آپ نے حضرت جابر سے فرمایا:

''میں اپنے والدین کی اقتداء میں ہمیشہ ان کے طریقہ پر چلتا رہوں گا، یہاں تک کہ ان سے جاملوں، شیخین حضرات ابوبکر وعمر اور خلیفہ راشد حضرت عثمان کے بارے ان کی رائے بہت اچھی تھی، ان سے بہت زیادہ محبت رکھتے تھے، ان کے سارے اعمال و افعال کی بہت قدردانی کیا کرتے تھے۔ تمام صحابہ سے بے حد محبت تھی۔''

حضرت ابوبکر وعمر کے مخالفین کا رد:

جب حب اہل بیت کی آڑ لینے والوں میں سے بعض نے حضرات ابوبکر وعمر کے حق میں زبان طعن دراز کی تو امام زین العابدین

Marfat.com

نے ان سے تعرض کیا، ان کے مکر کا انکشاف کیا اور ان سے اپنی برأت کا اعلان فرمایا۔ حافظ ابن کثیر نے محمد البقار بن زین العابدین سے روایت کی ہے کہ ان کے والد ماجد کے پاس عراق کے کچھ لوگ حاضر ہوئے۔ انہوں نے حضرت ابو بکر و عمر کا تذکرہ کیا اور انہیں برا بھلا کہا۔ پھر حضرت عثمان کو بھی برا بھلا کہنے لگے۔ آپ نے ان سے فرمایا: مجھے بتائیے کیا آپ لوگ مہاجرین اولین سے ہیں؟ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((''الذین اخر جو من دیار هم و اموالهم یبتغون فضلاً من الله و رضواناً و ینصرون الله ورسوله''))

''وہ لوگ جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رضامندی چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ کی مدد کرتے ہیں۔''

انہوں نے کہا: نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا تم ان لوگوں میں سے ہو جن کے بارے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((''الذین تبو ء و الدار و الایمان من قبلهم یحبون من هاجر الیهم''))

''وہ لوگ جنہوں نے ان سے پہلے گھر اور ایمان کو اپنا ٹھکانہ بنایا ہے وہ ان سے محبت رکھتے ہیں جنہوں نے ان کی طرف ہجرت کی۔''

وہ کہنے لگے: نہیں۔ فرمایا: تو پھر میں گواہی دیتا ہوں کہ تم تیسرے فرقہ میں سے بھی نہیں ہو جن کے بارے اللہ عزوجل نے فرمایا ہے:

((الذین جاء و امن بعدهم یقولون ربنا اغفرلنا ولا خواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا))

''وہ لوگ جو ان کے بعد آئے کہتے ہیں: اے رب ہمارے! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لے آئے اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کیلئے کینہ نہ رکھ۔''

لہٰذا میرے پاس سے اٹھ جائیے! اللہ تعالیٰ تمہیں برکت نہ دے اور تمہاری منازل تمہارے قریب نہ کرے۔ فی الحقیقت تم اسلام کا مذاق اڑانے والے ہو اور تم اہل اسلام سے ہو ہی نہیں۔''

جن لوگوں نے حضرت ابو بکر و عمر اور عثمان کے حق میں زبان طعن دراز کی تھی، اور جو جھوٹ اور تہمت وہ ان کے باپ اور دادا کے بارے میں گھڑتے تھے، اس سے آپ نے تکلیف محسوس کی اور ان کے بارے میں فرمایا:

''تمہیں کس چیز نے جھوٹ پر آمادہ کیا ہے اور کس چیز نے تمہیں اللہ تعالیٰ پر اتنی جرأت دلائی ہے؟ ہم اپنی قوم کے نیک لوگوں میں سے ہیں اور بس ہمارے لئے یہی کافی ہے کہ ہمارا شمار اپنی قوم کے صالح لوگوں میں سے ہو۔''

حضرت عثمان کا قتل ناحق تھا:

ابن سعد نے اپنی سند کے ساتھ یحییٰ بن سعید سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ علی بن حسین نے مجھ سے فرمایا:

((''ماقتل عثمان علی وجه الحق''))

''حضرت عثمان حق کی بنیاد پر قتل نہیں کیے گئے۔''

Marfat.com

حضرت سعید بن جبیر سے محبت:

مسعود بن مالک نے کہا کہ مجھ سے علی بن الحسین نے پوچھا:

''سعید بن جبیر کا یہ عمل کیسا تھا؟''

میں نے جواب دیا: ٹھیک تھا۔ پھر انہوں نے بتایا: یہ وہ آدمی ہے جس کا گزر ہمارے پاس سے ہوتا تھا۔ ہم ایک دوسرے سے فرائض اور دیگر ان چیزوں کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ ہمارے لئے نفع مند بنا دے۔ ہمارا کوئی ایسا عمل نہیں جس کی بنیاد پر یہ لوگ ہم پر الزام لگا سکیں اور پھر اپنے ہاتھ سے عراق کی طرف اشارہ کیا۔''

اپنے زمانے سے سب سے بڑھ کر عبادت گزر:

حضرت علی بن الحسین بڑے عابد، زاہد، وفا کیش، سخی اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے تھے، آپ کے معاصرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ سب لوگوں سے بڑھ کر عبادت گزار تھے۔ ابونعیم نے ''الحلیۃ'' میں روایت کی ہے کہ عتبی نے ہم سے بیان کیا ہے۔ انہوں نے کہا:

((''کان علی بن الحسین اذا فرغ من وضوئه اخذته رعدة و نفضة فقیل له فی ذلك فقال : ماتدرون بین یدی من اقوم و من اناجی''))

''علی بن الحسین جب وضوء سے فارغ ہوتے، تو آپ پر کپکپی طاری ہو جاتی اور آپ کا رنگ فق ہو جاتا۔ اس بارے میں آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا: تم کیا جانو میں اب کس کے سامنے کھڑا ہونے والا ہوں اور کس سے سرگوشی کرنے لگا ہوں؟''

شب بیدار اور روزہ دار:

امام زین العابدین کثرت سے روزے رکھنے والے اور راتوں کو قیام فرمانے والے تھے۔ آپ کی لونڈی سے جب آپ کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ کبھی بھی دن کے وقت میں نے آپ کو کھانا پیش نہیں کیا اور ہرگز رات کے وقت آپ کیلئے بستر نہیں بچھایا۔

اللہ کے خوف کی کیفیت:

طاؤس نے کہا کہ میں نے مسجد حرام میں میزاب رحمت کے نیچے ایک شخص کو دیکھا جو دعا مانگ رہا تھا اور اپنی دعاؤں میں بہت گریہ وزاری کر رہا تھا، جب وہ فارغ ہوا تو میں اس کے پاس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ علی بن الحسین ہیں۔ میں نے کہا:

''اے جناب رسول اللہ کی بیٹی کے بیٹے! تمہیں خوف سے امن میں رکھا گیا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ تم جناب رسول اللہ کے بیٹے ہو۔ دوسری بات یہ کہ آپ کے نانا کی تمہارے لئے شفاعت ہوگی۔ تیسری اللہ تعالیٰ کی رحمت۔''

فرمایا: اے طاؤس! سنو میں بے شک جناب رسول اللہ کا بیٹا ہوں، مگر صرف بیٹا ہونا مجھے نہیں بچا سکے گا۔ میں نے اللہ کے کلام میں اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے سنا ہے:

((فلا انساب بینهم یومئذ و لا یتسائلون))

اور جہاں تک میرے نانا کی شفاعت کا تعلق ہے تو یہ بات بھی مجھے عذاب سے نہیں بچائیگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((ولا یشفعون الالمن ارتضی))

Marfat.com

"وہ شفاعت نہیں کریں گے مگر صرف اسی کی جس کے لئے سفارش کرنا اللہ تعالیٰ پسند کرے"۔
اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بے شک یہ "قریب من المحسنین" نیکوکاروں کے قریب ہے، میں نہیں جانتا کہ میں نیکوکار ہوں یا نہیں۔"

پرہیزگاری:

آپ کی پرہیزگاری اس درجہ تک پہنچ گئی تھی کہ ایک دفعہ آپ نے فرمایا (جیسا کہ آپ سے روایت کیا گیا ہے):

((واللہ انی لارجوان یعطی اللہ للمحسنین منا اجرین، واخاف ان یجعل علی المسی منا وزرین))

"بخدا مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم (اہل بیت) میں سے نیکوکاروں کو دوگنا اجر عطا فرمائے گا اور اس بات کا بھی ڈر ہے کہ ہم میں سے جو برائی کرے گا اس پر دو بوجھ ہوں گے۔"

شب وروز میں ایک ہزار نفل:

آپ دن اور رات میں تقریباً ایک ہزار رکعات پڑھا کرتے تھے۔ اس میں کوئی اچنبے کی بات نہیں، کیونکہ ہمیں اس بات کا اچھی طرح علم ہے کہ آپ کے نانا ﷺ کس قدر کثرت سے قیام فرمایا کرتے تھے اور آپ کے والد ماجد اور دادا پرہیزگاری اور تقویٰ کے کس درجہ پر فائز تھے اور نبی کریم ﷺ اپنے اہل بیت اور اپنی امت کو کس قدر کثرت سجود کی ترغیب دیا کرتے تھے۔

مسلم نے اپنی صحیح میں کعب اسلمہ خادم رسول ﷺ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

((''کنت ابیت مع رسول اللہ ﷺ فاتیته، بوضوئه و حاجته فقال سلنی فقلت اسائلک مرافقتک فی الجنة، فقال او غیر ذلک قلت ھو ذاک، قال فاعنی علی نفسک بکثرة السجود''))

"میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رات گزارتا تھا، میں ایک دفعہ آپ کیلئے وضو کا پانی اور دیگر ضرورت کی چیزیں لے کر آیا۔ فرمایا: مجھ سے مانگئے جو مانگنا چاہتے ہو۔ میں نے عرض کی: میں جنت میں آپ کی رفاقت مانگتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے علاوہ کچھ اور حاجت بھی ہے، میں نے عرض کی: بس یہی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے نفس پر کثرت سجود کے ساتھ میری مدد کیجئے۔"

لقب......زین العابدین:

سعید بن المسیب نے علی بن الحسین کیلئے زین العابدین کا لقب مطلقاً استعمال کیا ہے اور ان سے ابن تیمیہ نے یوں روایت کیا ہے:

((علی بن الحسین زین العابدین وقرۃ عین الاسلام، لکثرۃ ما اشتھر عنه من عبادۃ وزھد و ورع و تسامح و علو اخلاق))

"علی بن الحسین عبادت گزاروں کی زینت اور اہل اسلام کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ یہ کثرت عبادت، دنیا سے بے رغبتی، پرہیزگاری، رحم وکرم اور بلندی اخلاق کے باعث ہے۔"

Marfat.com

خوشبو لگانا اور سادہ لباس پہن کر نماز ادا کرنا:

جب آپ نماز پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو عطر دان سے خوشبو لگاتے جو آپ نے مسجد میں ہی رکھا ہوا تھا۔ کستوری کی خوشبوئیں اس سے مہکتی تھیں۔ جب نماز پڑھنے لگتے تو اپنا زینت والا لباس اتار دیتے اور اظہار عجز کیلئے سخت قسم کا لباس زیب تن فرمالیتے۔

عبادت زین العابدین:

امام زین العابدین سفر و حضر میں رات کی نماز نہیں چھوڑتے تھے۔ آپ بہت زیادہ دعا کرنے والے، عجز و نیاز کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے تھے، سجدہ بہت لمبا فرماتے اور دعا کرتے تھے۔ آپ کثرت سے روزے رکھنے والے اور خاص طور پر رمضان المبارک میں بہت زیادہ نیکیاں کرنے والے تھے۔ اکثر اوقات بھیڑ کا گوشت پکواتے اور فقراء و مساکین میں تقسیم فرمادیتے اور خود روٹی اور کھجور کے ساتھ روزہ افطار کرتے۔

حج وعمرے:

ایسے ہی آپ بہت حج اور عمرے کرنے والے اور ان کی طرف اپنے دوستوں کو بھی رغبت دلانے والے تھے۔ آپ نے ایک سے زائد بار اپنے والد ماجد اور عم محترمہ کی اقتداء میں پاپیادہ حج کیے، ویسے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر ۲۰ سے زیادہ حج کیے۔

ابونعیم نے ''حلیہ'' میں روایت کی ہے کہ مدینہ منورہ سے مکہ جاتے ہوئے اپنی اونٹنی پر رحم کھاتے اسے مارتے نہیں تھے۔ دوران طواف اور حج کے سارے مواقف میں بہت زیادہ دعا کرنے والے اور رکن کو بہت بوسے دینے والے تھے۔ کنکریاں مارنے پیدل چل کر جاتے تھے۔ حج کے دوران خصوصاً اور ویسے دیگر سارے احوال واقعات میں بہت زیادہ صدقہ کرنے والے تھے۔

صدقہ وخیرات:

ابن کثیر نے روایت کی ہے کہ رات کا صدقہ رب تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے دل اور قلب کو جلا بخشتا ہے اور قبر کو اور قیامت کے دن کے اندھیروں کو دور کرتا ہے۔ ابن سعد نے اپنے شیخ جنہیں ''مستقیم'' کہا جاتا تھا اسے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم علی بن حسین کے پاس تھے۔ سائل جب ان کے پاس آتا تو آپ اسے دیکھ کر اسے کچھ دینے کیلئے اٹھ کھڑے ہوتے اور فرماتے: بے شک صدقہ سائل کے ہاتھ میں جانے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں پہنچ جاتا ہے۔

جب آپ سائل کو صدقہ پیش کرتے تو پہلے اسے بوسہ دیتے اور پھر عطا فرماتے۔ ابونعیم نے حبیب بن الحسن سے ''الحلیہ'' میں روایت کی ہے، انہوں نے ابوحمزہ الشمالی سے روایت کی۔ ابوحمزہ نے کہا: حضرت علی بن الحسین رات کے وقت چمڑے کا ایک تھیلا جس میں خیرات کرنے کے لئے روٹی رکھی ہوتی تھی، اپنی پیٹھ پر اٹھائے ہوئے ہوتے تھے اور فرماتے:

''بے شک پوشیدہ طور پر صدقہ دینا رب تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتا۔''

عبداللہ بن احمد بن حنبل سے روایت ہے کہ انہوں نے شبیہ بن نعامۃ سے روایت کی۔ شیبہ بن نعامۃ نے کہا کہ حضرت علی بن الحسین بخل سے کام لیتے تھے، مگر جب ان کی وفات ہوئی تو لوگوں کو معلوم ہوا کہ وہ مدینہ منورہ میں اہل بیت کے تقریباً سو افراد کو روزانہ کھانا مہیا کرتے تھے۔

Marfat.com

جریر نے حدیث سنائی (یا ان کے پیشرو نے روایت کی) کہ حضرت امام زین العابدین کی جب وفات ہوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ ان کی پشت مبارک پر اس چمڑے کے تھیلے کے نشانات تھے جو وہ عموماً رات کے وقت اپنی پیٹھ پر اٹھایا کرتے تھے۔

سلیمان بن احمد سے روایت ہے کہ انہوں نے عمر بن ثابت سے روایت کی۔ عمر بن ثابت نے کہا کہ جب حضرت علی بن الحسین کا انتقال ہوا، لوگوں نے انہیں غسل دیا تو ان کی پشت پر سیاہ رنگ کے نشانات دیکھنے لگ گئے۔ لوگوں نے کہا:

''یہ کیا ہے؟''

تو کہا گیا کہ وہ ہمیشہ رات کے وقت آٹے کا تھیلا اپنی پشت پر اٹھاتے تھے تاکہ فقراء اہل مدینہ کو عطا کریں، یہ اس کے نشانات ہیں اور حدیث میں ہے کہ مدینہ والوں میں سے کچھ لوگ زندگی بسر کر رہے تھے۔ مگر انہیں یہ پتہ تک نہیں تھا کہ ان کی روزی کہاں سے آتی ہے، جب ان کا انتقال ہوا تو جو کھانا پیتا رات کے وقت انہیں ملتا تھا، وہ کھو بیٹھے۔ مدینہ والے کہا کرتے تھے:

''ہم خفیہ صدقہ سے اس وقت تک محروم نہیں ہوئے جب تک علی بن الحسین کی وفات نہیں ہوئی۔''

حجاج بن آرطاۃ نے ابی جعفر بن علی سے روایت کی ہے کہ ان کے والد حضرت علی بن الحسین نے جو کچھ ان کے پاس تھا اللہ کے نام پر تقسیم کر دیا اور فرمایا: ''ان اللہ یحب المومن المذنب التواب'' بے شک اللہ تعالیٰ گنہگار اور بہت زیادہ توبہ کرنے والے شخص سے محبت رکھتا ہے۔''

لباس مبارک:

حضرت علی بن الحسین بڑے عظیم المرتبت، باہیبت، حسین اور روشن چہرے والے تھے۔ کامل تواضع اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ ان پر اللہ تعالیٰ کے جو انعامات تھے ان کے اظہار کو پسند فرماتے تھے۔ ابن سعد نے اپنی سند کے ساتھ عبداللہ بن ابی سلیمان سے روایت کی ہے، عبداللہ بن ابی سلیمان نے کہا کہ حضرت علی بن الحسین جب چلتے تو آپ کا دست مبارک آپ کی ران سے تجاوز نہ کرتا (تکبرانہ چال نہ چلتے) اور آپ اپنے ہاتھ کو ہلاتے نہیں تھے۔ گرمیوں میں آپ مصر سے لائے گئے کپڑوں کا جوڑا زیب تن فرماتے۔ جب سردیوں کا موسم آتا تو انہیں خیرات کر ڈالتے۔

ابن سعد نے مالک بن اسماعیل سے روایت کی ہے کہ امام زین العابدین ایک ریشمی چادر پچاس دینار میں خریدتے تھے۔ سردیوں کا موسم اس میں گزارتے پھر اسے بیچ کر اس کی قیمت خیرات کر دیتے تھے اور مصر کے اشمونی کپڑوں میں سے دو کپڑوں میں موسم گرما گزارتے اور لباسوں میں سے مذکورہ بالا دو لباسوں میں سے ہی کوئی لباس پہنتے اور قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرماتے:

(("من حرم زینة الله التی اخرج لعباده والطیبات من الرزق"))

''اللہ کی وہ زینت اور پاکیزہ چیزیں جو اس نے اپنے بندوں کیلئے پیدا کی ہیں، کس نے حرام کی ہیں۔؟''

تیل لگاتے اور غسل کے بعد جب احرام باندھنے کا ارادہ فرماتے تو خوشبو استعمال کیا کرتے، عموماً سفید عمامہ باندھا کرتے اور اپنی پیٹھ کے پیچھے اپنا عمامہ مبارک ڈھیلا چھوڑ دیتے (اور اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے)

Marfat.com

امام زین العابدین کا حلیہ:

امام زین العابدین بہت باوقار، کشادہ رُو اور ہشاش وبشاش چہرے والے تھے، یہ وہ چہرہ تھا جس میں میراث نبوت اور اہل بیت کی عظمت جھلکتی نظر آتی تھی جو آپ کو بیک وقت ہیبت ومحبت اور جلال واحترام کا مرکز بنا دیتی تھی۔

ہنسی کو برا سمجھنا:

جب آپ ہنستے تو آپ کی تمام تر ہنسی تبسم ہی ہوتا، آپ کی نظر میں ہنسی انسان کے وقار کو ختم کر دیتی ہے اور اس سے علم میں کمی واقع ہوتی ہے۔ ابن سعد نے احمد بن جعفر سے روایت کی۔ انہوں نے فقیل بن غزوان سے، انہوں نے کہا کہ علی بن الحسین نے فرمایا کہ جو ایک دفعہ ہنسا اس نے علم کو منہ سے نکال باہر پھینکا۔

تواضع:

آپ کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ آپ نے اپنی ایک لونڈی آزاد کی اور پھر اس سے شادی کر لی اور اپنی بیٹی کی شادی بھی اپنے ایک غلام سے کر دی۔ عبدالملک بن مروان نے انہیں خط لکھا جس میں ان کے اس فعل پر انہیں ملامت کی۔ آپ نے انہیں جواب میں قرآن کریم کی یہ آیت لکھی:

((''لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة''))

''جناب رسول اللہ صفیہ بنت حیی کو آزاد کیا تھا اور پھر اس سے شادی کر لی تھی۔ زید بن حارثہ کو آزاد کیا اور اپنی پھوپھی زاد زینب بنت جحش کی شادی ان سے کر دی۔

یہ آپ کے متواضع ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کے فقیہ ہونے کی بھی دلیل ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی آپ کے متواضع ہونے کا پتہ دیتی ہے کہ آپ حضرت عمر کے مولیٰ اسلم کے حلقہ درس میں آ کر بیٹھا کرتے تھے، چنانچہ قریش کے ایک آدمی نے آپ سے کہا کہ آپ قریش کو چھوڑ کر بنی عدی کے ایک غلام کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ نے اسے جواب دیا: انسان ہمیشہ وہاں بیٹھتا ہے جہاں سے اسے نفع ملے۔

رسول اللہ ﷺ کی قبر انور پر حاضری:

اسی قسم کی ایک اور روایت بھی ہے، جسے ابن سعد اپنی سند کے ساتھ سلیمان بن عبداللہ بن زرارہ سے روایت کرتے ہیں اور انہوں نے یہ زید بن حازم سے روایت کی، زید بن حازم نے کہا کہ میں نے علی بن حسین اور سلیمان بن یسار کو دیکھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی قبر انور اور منبر کے درمیان چاشت بلند ہونے تک بیٹھے رہتے۔ آپس میں گفتگو کیا کرتے۔ جب اٹھنے کا ارادہ کرتے تو عبداللہ بن ابی سلمۃ ان کو سورۃ پڑھ کر سناتے، جب وہ تلاوت سے فارغ ہوتے تو دونوں مل کر دعا کرتے۔

حکومت کے ہر معاملے سے پرہیز......واقعہ حرہ:

حضرت علی بن الحسین نے اپنی زندگی حصول علم، عبادت اور زہد وتقویٰ میں گزار دی اور ہر اس چیز سے اجتناب کرتے رہے جو خلفاء اور امراء کے غصہ کو آپ پر بھڑکانے کا موجب بن سکتی ہو۔ چونکہ آپ واقعہ کربلا کے ان احوال وخطرات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے جن کا سامنا آپ کے والد ماجد جناب رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کے بیٹے، ان کے ہمراہی پاکباز اہل

Marfat.com

بیت اور روشن چہروں اور پیشانیوں والے ہیروؤں کو ہوا، ایسے خطرات جن کے وقوع کا تصور بھی ناممکن تھا۔ آپ نے اپنی مبارک زندگی کا نصب العین ہی اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر پر راضی رہنے اور اس کے حضور سر تسلیم خم کرنا ٹھہرالیا تھا۔ یہی وہ چیز ہے جو آپ کی گہرائی ایمان، صفائی عقیدہ، بلندی خلق، کینوں کو برانگیختہ کرنے، نفرت کا بیج بونے اور عداوتوں کو بھڑکانے سے آپ کے بلند و برتر ہونے کی گواہی دیتی ہے، حالانکہ آپ کے دل کی گہرائیوں میں چھپے ہوئے گہرے زخم تھے، آپ نے دورانِ فتنہ نیز فتنہ کے بعد مدینہ منورہ کا گھیراؤ، اس میں قتل و قتال اور خون ریزی وغیرہ جیسے حالات میں مشکل ترین اوقات گزارے تھے۔ یہ سارا کچھ اس وقت ہوا جب اہل مدینہ نے حکومت یزید کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ مگر نہ تو علی بن الحسین اور نہ ہی آپ کے چچا محمد بن الحنفیہ اور نہ ہی بنی ہاشم کا کوئی فرد ان میں شریک ہوا، بلکہ الٹا امام زین العابدین نے مروان بن الحکم، اس کی خواتین اور اس کے ساز و سامان کی حفاظت کی۔

طبری نے محمد بن سعد سے، انہوں نے محمد بن عمر سے روایت کی ہے کہ جب اہل مدینہ نے عثمان محمد کو نکال دیا تو مروان بن الحکم نے حضرت عبد اللہ ابن عمر سے کہا کہ وہ اس کے گھر والوں کو اپنے ہاں پناہ دے دیں، مگر انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر اس نے علی بن الحسین سے بات کی تو انہوں نے فرمایا: میں یہ کروں گا۔ چنانچہ اس نے اپنی خواتین خانہ کو حضرت علی بن الحسین کے پاس بھیج دیا، آپ اپنی ازواج طاہرات اور مروان کی ازواج کو لے کر مدینہ منورہ سے نکل کھڑے ہوئے اور انہیں مقام ینبع میں لے آئے اور ایک روایت میں ہے کہ انہیں طائف پہنچایا، جب حضرت زین العابدین کو امیر لشکر مسلم بن عقبہ کے پاس لایا گیا جس نے ہر طرح کا ظلم اور سختی روا رکھتے ہوئے انقلاب مدینہ کو دبایا تھا تو اس نے آپ کو خوش آمدید کہا، تخت پر اپنے ساتھ بٹھایا اور کہا کہ امیر المومنین نے مجھے آپ کے حق میں وصیت کی ہے۔ پھر اپنا گھوڑا منگوایا، اس پر زین کسی گئی، اس پر آپ کو سوار کروایا اور اسی پر آپ کو واپس گھر لوٹایا اور اہل مدینہ کے ساتھ جو بیعت شرط طے کی گئی تھی، اس کے مطابق یزید کی بیعت کرنے کا آپ کو پابند نہیں بنایا۔

طبقات الکبریٰ میں محمد الباقر بن علی بن الحسین سے روایت کی گئی ہے کہ حرۃ کے دن کے بارے ان سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کے اہل بیت میں سے کسی نے بھی اس دن جنگ میں حصہ لیا تھا۔؟ آپ نے فرمایا کہ اس دن کوئی بھی اپنے گھر سے باہر نہیں نکلا۔ وہ اپنے گھروں میں ہی بند رہے۔ جب مسرف آیا۔ اس نے لوگوں کا قتل عام کیا تو حضرت علی بن الحسین کے بارے پوچھا اور کہنے لگا:

''مجھے کیا ہوا؟ میں ان کو کیوں نہیں دیکھ رہا۔؟''

میرے والد ماجد کو جب اس کی آمد کی خبر ہوئی تو آپ اس کے پاس تشریف لائے ہ اس وقت آپ کے ہمراہ علی بن الحنفیہ کے دونوں بیٹے عبد اللہ اور حسن بھی تھے۔ جب اس نے میرے والد ماجد کو دیکھا تو انہیں خوش آمدید کہا اور کہنے لگا کہ امیر المومنین نے مجھے آپ کے ساتھ بھلائی کی وصیت کی ہے۔ میرے باپ نے جواب میں فرمایا: اللہ تعالیٰ امیر المومنین کو قائم رکھے۔ اس نے علی کے دونوں بیٹوں کو بھی خوش آمدید کہا، پھر وہ سب حضرت کے پاس سے چل دیئے۔

مروان کے ساتھ تعلقات:

یزید کے بیٹے معاویہ بن یزید کے بعد مروان بن الحکم خلیفہ بنا۔ حضرت زین العابدین کے اس کے ساتھ دوستانہ مراسم

Marfat.com

تھے اور مبنی بر محبت تعلق تھا۔ مروان نے حضرت امام زین العابدین کو یہ مشورہ دیا کہ وہ شادی کر لیں تا کہ ان کی نسل بڑھے۔ آپ نے قلت مال کی وجہ سے اس سے عذر کیا۔ مروان نے تقریباً دس لاکھ روپے آپ کو قرض دیئے۔ چنانچہ آپ نے شادی کر لی۔ پھر مروان نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ وہ ان سے بالکل واپس نہ لیں۔

عبدالملک بطور خادم زین العابدین:

عبدالملک بن مروان نے جو کہ بڑا عابد، زاہد اور فقیہ تھا، اپنے زمانہ خلافت میں حضرت امام زین العابدین کی بڑی عزت و تکریم کی اور بنی ہاشم کے ساتھ بھلائی کی وصیت کی۔ امام زین العابدین نے اس پر اس کا شکریہ ادا کیا۔ عبدالملک نے ایک اونٹ دراہم اور پوشاکوں سے لدا ہوا آپ کی خدمت میں بھیجا اور یہ گزارش کی کہ اپنی نیک دعاؤں میں اسے یاد رکھیں۔

ہشام بن اسماعیل سے درگزر کرنا:

ولید بن عبدالملک نے اپنے زمانہ خلافت میں ہشام بن اسماعیل کو مدینہ منورہ کی گورنری سے معزول کر کے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو وہاں کا گورنر مقرر کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ ہشام کو جواب طلبی کیلئے لوگوں کے سامنے کھڑا کریں۔ ہشام خوف زدہ ہوا کہ کہیں حضرت امام زین العابدین اس کی زیادتوں کا ذکر نہ کریں، مگر حضرت امام زین العابدین نے اپنے قریبی لوگوں کو حکم دیا کہ وہ ہشام کو کوئی تکلیف نہ پہنچائیں۔ چنانچہ امام زین العابدین ہشام کے قریب سے گزرے، اس وقت وہ لوگوں کے سامنے کھڑا تھا مگر آپ نے اس کی کوئی شکایت نہ کی۔ اس پر ہشام نے کہا:

(("اللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ"))

"اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کہاں اپنی رسالت رکھے (یعنی اس خاندان کو جانتا ہے جو رسالت کے قابل ہے)"

وفات:

جس رات آپ کی وفات ہوئی آپ نے اپنے بیٹے حضرت محمد باقر سے فرمایا:

"بیٹا! میرے وضو کے لیے پانی لاؤ۔"

وہ پانی لائے تو آپ نے مزید پانی منگایا کیونکہ پہلے پانی میں کوئی چیز مردہ تھی۔ رات اندھیری تھی۔ حضرت باقر دیا لائے اور احتیاط سے دیکھا تو اس میں چوہا مرا ہوا تھا۔ آپ کے لیے اور پانی لایا گیا جس سے آپ نے وضو کیا اور کہا:

"اے بیٹا! آج رات میرا وقتِ رحلت ہے۔"

اس کے بعد اپنے بیٹے سے کچھ وصیتیں کیں۔

حضرت علی بن الحسین نے ۱۲ محرم چورانوے ۹۴ھ میں تقریباً اٹھاون سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ جونہی لوگوں نے آپ کی وفات کی خبر سنی جو آناً فاناً مدینہ منورہ کے کونہ کونہ میں پہنچ گئی تو ان کے دل رنج و غم سے بھر گئے۔ بے ساختہ ان کی زبانوں پر تعزیتی کلمات اور رنج والم اور رحمت بھرے الفاظ جاری ہو گئے۔ انہوں نے ان کے محاسن بیان کرنے شروع کر دیئے۔ سارے لوگ ہر طرف سے اور خاص طور پر اہل مسجد آپ کے دولت کدہ میں جمع ہو گئے۔

آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ اس کی کسی کو اطلاع نہ دی جائے اور جنازہ لے جانے میں جلدی کی جائے۔ نیز روئی کے کپڑوں میں ان کو کفن دیا جائے اور ان کی نعش پر کستوری یا عطر وغیرہ نہ لگایا جائے۔ لوگوں کی بہت بڑی تعداد نے آپ کو نماز

Marfat.com

جنازہ میں شرکت کی اور وہ بقیع الغرقد تک آپ کے جنازہ کے ساتھ گئے۔ آپ کے عم محترم حضرت حسن اور رسول اللہ کے چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس کے پہلو میں آپ کیلئے قبر کھودی گئی۔ آپ کے بیٹے محمد الباقر آپ کی قبر میں اترے اور آخری آرام گاہ میں آپ کو اتارا اور آپ کے ساتھ ہی علم، نیکی اور تقویٰ کو بھی چھپا دیا۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اور اس کی خوشنودی آپ کو حاصل ہو۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ نے اپنے پیچھے چودہ اولادیں چھوڑیں، جن میں سے دس لڑکے تھے، اسی نسل پاک سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے حضرت حسین شہید کی نسل بڑھی اور یہ نسل روئے زمین کے دور اور نزدیک کے خطوں میں ایسے منتشر ہوئی جیسے ستارے، اللہ تعالیٰ اس پاک مبارک اور حسی ومعنوی میل کچیل اور گندگیوں سے مبرا نسل کی، ایسے ہی حفاظت فرمائے اور اس میں برکت دے جیسے کہ اس نسل پاک کے جد امجد حضرت محمد ﷺ ان کی نانی پاک فاطمہ البتول اور ان کے اجداد کرام علی بن ابی طالب اور نواسے حسین شہید اور زین العابدین بن الحسین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حفاظت فرمائی۔ بے شک وہ سب خوبیاں والا اور بزرگ و برتر ہے۔

یہ ہیں علی بن الحسین زین العابدین جن کے بارے میں بڑے اختصار کے ساتھ اس قدر جلد بازی میں ہم نے گفتگو کی ہے اور ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ ہماری طرف سے اور تمام مسلمانوں کی طرف سے انہیں بہتر جزا عطا فرمائے، بلاشبہ آپ ایک اچھا نمونہ اور ایک ایسی مثال اعلیٰ ہیں، جو لائق پیروی ہے۔ آپ کی ذات میں اپنے جد امجد ﷺ اور اپنے والد ماجد کے بہت سارے اخلاق موجود تھے، اللہ تعالیٰ نے اخلاق عالیہ اور صفات عظیمہ کے ساتھ آپ کو نوازا تھا۔ جن کے بل بوتے پر آپ نے میراث نبوت کی نہ صرف نسب کے لحاظ سے حفاظت کی، بلکہ علمی، اخلاقی، صاحب فضیلت ہونے اور ایک ایسا نمونہ ومثال ہونے کے لحاظ سے بھی، جو لائق تقلید ہے۔

آپ کی ایک ناقہ تھی جو مکہ معظمہ جاتی تو آپ اس کے پالان کے آگے تازیانہ لٹکا دیتے۔ بدیں وجہ تمام راستہ اسے مارنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ جب آپ کا وصال ہوا تو وہ اپنی چھاتی زمین پر رکھ کر آہ وزاری کرتی تھی۔ حضرت باقر نے آکر دیکھا تو فرمایا:

''اٹھ اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے۔''

وہ اٹھی تو انہوں نے فرمایا:

''اسے چھوڑ دو، وہ جا رہی ہے۔''

اس کے بعد وہ تین دن زندہ رہی اور پھر مرگئی۔

اقوال زین العابدین

☆: حضرت علی بن الحسین سے چند اقوال مروی ہیں جو آپ کی زیادتی عقل، صداقت اور تقویٰ پر دلالت کرتے ہیں۔ حافظ ابن عساکر نے سفیان بن عیینہ سے، انہوں نے زہری سے روایت کی ہے، زہری نے کہا: میں نے عابدین کے سردار علی بن الحسین کو جو ایک دفعہ اپنے نفس کا محاسبہ کر رہے تھے اور اپنے رب سے سرگوشی کر رہے تھے، یہ فرماتے سنا:

Marfat.com

''اے نفس! دنیا کے ساتھ تیرا مطمئن ہو جانا حتمی بن چکا ہے اور اسے آباد کرنے کی طرف تیرا میلان اور جھکاؤ زیادہ ہو گیا ہے، جو تیرے اسلاف گزر چکے ہیں ان سے تو نے کیوں نہ عبرت پکڑی اور ان سے جو تیرے ساتھی اور ہم نشین تھے جنہیں زمین نے اپنے اندر چھپا لیا اور وہ جو تیرے بھائی تھے جن کی وجہ سے تجھے درد کا سامنا ہوا اور وہ تیرے ہم نشین، تیرے ساتھی جو زمین کے پیٹ میں منتقل ہو گئے، حالانکہ اس سے پہلے وہ سب کے سب زمین کی پشت پر تھے، مگر اب اس کے پیٹ میں ہیں۔ ان کی خوبیاں اس میں گویا اب بوسیدہ اور کرم خوردہ حلقے اور دائرے ہیں۔ نسلاً بعد نسلٍ موت کے ہاتھوں نے کتنوں کو کاٹ ڈالا، کس قدر بوسیدگی کے سبب زمین کی ہیئت بھی بدل ڈالی اور وہ جو تم قسم کے لوگ تیرے ساتھ رہتے تھے انہیں اپنی مٹی میں غائب کر دیا اور قبروں کی طرف رخصت کر دیا، اپنی طرف مائل ہونے والے کو اس نے کس قدر دھوکہ دیا ہے، اپنے اوپر مٹنے والے کو کس طرح پچھاڑ دیا ہے، اس نے ٹھوکر کھا کر گرنے والے کو اپنی ٹھوکر اور لغزش سے نہیں اٹھایا۔ ہلاکت کے گڑھے سے اسے نہیں نکالا، اس کے دکھ سے اسے شفاء نہیں بخشی، اس کی بیماری سے اسے نجات نہیں دی اور اپنی ذلت و عار سے اسے نہیں نکالا۔

(طبقات ابن سعد ۸/۱۱۶۔۱۲۰، تاریخ الفسوی ۳/۳۳۲، الاستیعاب ۴/۲۵۸، الاصابہ ۴/۲۶۵، اسد الغابہ ۷/۵۶، تاریخ الاسلام ۲/۲۷۵، تہذیب التہذیب ۱۲/۴۰۷، شذرات الذہب ۱/۶۱، مسند احمد ۶/۳۲۴، ۴۴۹، المستدرک ۴/۲۵۔۲۸، مجمع الزوائد ۹/۳۵۰ کنز العمال ۱۳/۷۰۶)

☆: آپ کے مشہور اقوال میں چند ایک یہ بھی ہیں:

''اے بیٹے! فاسق کی صحبت اختیار نہ کر، وہ تمہیں ایک لقمہ یا اس سے بھی کم میں جسے وہ حاصل نہیں کر رہا، کے بدلے بیچ ڈالے گا اور نہ ہی بخیل کی صحبت اختیار کر، کیونکہ وہ اپنے اس مال سے تجھے محروم کر دے گا جس کا تو شدت کے ساتھ محتاج ہو گا اور نہ ہی جھوٹے کی صحبت اختیار کر کیونکہ وہ سراب کی مانند ہے جو دور والی چیز تیرے قریب کرتی ہے اور قریب والی تجھے دور دکھاتی ہے اور نہ ہی احمق کی صحبت اختیار کر، کیونکہ وہ یہ ارادہ رکھتا ہے کہ تمہیں نفع دے مگر اپنی حماقت کے سبب تمہیں نقصان پہنچا دیتا ہے اور نہ ہی رشتہ و تعلق توڑنے والے کی صحبت اختیار کرو کیونکہ وہ کتاب اللہ میں ملعون قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(("فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض و تقطعوا آرحامکم، اولئك کالذین لعنھم الله فاصمھم واعمی ابصارھم"))

''زمین میں فساد پھیلایا اور رشتوں کو کاٹا پس یہی لوگ ہیں کہ جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان کو بہرے، گونگے اور اندھے بنا دیا۔''

☆: فرمایا: اللہ تعالیٰ بہت زیادہ توبہ کرنے والے گنہگار سے محبت رکھتا ہے۔

☆: فرمایا: نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے منع کرنے کو ترک کرنے والا کتاب اللہ کو گویا اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینکنے والا ہے۔

☆: فرمایا: لوگوں کے سردار سخی اور پرہیز گار لوگ ہی ہوتے ہیں اور روز آخرت کے سردار دیندار، اہل فضل و علم اور پرہیز گار لوگ ہوں گے، کیونکہ علماء نبیوں کے وارث ہیں۔

☆: فرمایا: جس میں چار خصلتیں پائی جائیں اس کا ایمان کامل ہو گیا، اس کے گناہ کے نامہ اعمال سے مٹا دیئے گئے اور وہ اپنے رب عزوجل سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس سے راضی ہو گا۔ یہ وہ شخص ہے جس نے محض اللہ تعالیٰ کی رضاء کیلئے اس چیز کو پورا کیا جو لوگوں کیلئے اس نے اپنے اوپر لازم قرار دے دی تھی۔ لوگوں کے ساتھ اس کی زبان سچی ہے، اس نے ہر اس چیز سے حیاء کی جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی بری ہے اور لوگوں کے نزدیک بھی۔ نیز اس کا برتاؤ اپنے گھر والوں کے ساتھ بھی اچھا

Marfat.com

رہا۔

☆: فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام اعمال سے افضل عمل سنت پر عمل ہے۔

☆: فرمایا: جس چیز سے بعد میں تجھے عذر خواہی کرنا پڑے اس سے اجتناب کر۔

☆: فرمایا: کسی سے دشمنی نہ کر خواہ تیرا گمان بھی ہو کہ وہ تجھے نقصان پہنچا سکتا ہے اور کسی کی دوستی میں کمی نہ کر خواہ تجھے یہ گمان بھی ہو کہ وہ تجھے کوئی نفع نہیں دے گا، کیونکہ تجھے کیا پتہ کہ تجھے دوست سے کس وقت امید رکھنی چاہیے۔

☆: فرمایا: حسد کرنے والا مرتبہ حاصل نہیں کرسکتا۔

☆: فرمایا: بہت زیادہ کینے رکھنے والا بڑا مایوس اور غمگین ہو کے مرتا ہے۔

☆: بڑا بھائی وہ ہے جو جب تو امیر ہو تو تیری دیکھ بھال کرتا ہے اور جب فقیر ہو جاتا ہے تو تجھ سے تعلق توڑ لیتا ہے (مال و مدد نہیں مانگتا)۔

☆: فرمایا: بری تقدیر کے ساتھ راضی رہنا درجات یقین میں سے سب سے بلند درجہ ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 11:

حضرت محمد بن علی بن حسین

امام باقر کا نام محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہے۔آپ کی کنیت ابو جعفر اور لقب باقر ہے۔آپ کو باقر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ آپ مختلف علوم میں وسعت نظر کے مالک تھے اور ان کی خوب تشریح وتصریح فرماتے۔

امام باقر کی والدہ کا نام فاطمہ تھا جو حضرت امام حسن بن علی کی بیٹی تھیں۔آپ کی پیدائش مدینہ منورہ میں ماہِ صفر کی تیسری تاریخ کو بروز جمعہ المبارک ستاون ہجری میں ہوئی۔حضرت امام حسین کی شہادت سے تین سال پہلے۔

ایک ثقہ راوی کا بیان ہے کہ ہم محمد بن علی بن حسین (امام باقر) کے ہمراہ ہشام بن عبدالملک کے گھر کے پاس سے اس وقت گزرے جب وہ اس کی بنیاد رکھ رہا تھا۔آپ نے فرمایا:

''اللہ کی قسم! یہ گھر خراب وخستہ ہو جائے گا اور لوگ اس کی مٹی تک کو اکھاڑ کر لے جائیں گے۔یہ پتھر جن سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے کھنڈرات میں تبدیل ہو جائیں گے۔''

راوی کہتا ہے:

''مجھے آپ کی اس بات سے تعجب ہوا کہ ہشام کے گھر کو کون خراب اور تباہ کر سکتا ہے۔؟ جب ہشام نے وفات پائی تو ولید بن ہشام کے کہنے پر اس گھر کو مسمار کر دیا گیا اور مٹی کو اس حد تک کھودا گیا کہ مکان کی بنیاد کے پتھر نظر آنے لگے۔یہ سب کچھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔''

اسی راوی کا بیان ہے کہ میں حضرت باقر کے ساتھ تھا کہ آپ کا بھائی زید بن علی ہمارے پاس سے گزرا۔آپ نے فرمایا:

''اللہ کی قسم! یہ کوفہ میں خروج کرے گا اور لوگ اسے قتل کر دیں گے اور اس کے سر کو گلی کوچوں میں پھیراتے ہوئے یہاں لے آئیں گے اور نیزے پر لٹکا دیں گے۔''

ہمیں آپ کی ان باتوں سے تعجب ہوا کیونکہ مدینہ میں کبھی کسی کو نیزہ پر نہیں لٹکایا گیا تھا،لہٰذا جب ان کے سر کو لایا گیا تو اس کے ساتھ سولی بھی تھی۔

فیض بن مطر کہتے ہیں:

''میں حضرت امام ابو جعفر باقر کے ہاں حاضر ہوا تو میں نے چاہا کہ میں نماز عشاء ادا کرنے کے لیے جگہ کے بارے میں سوال کروں۔میں نے ابھی سوال بھی نہ کیا تھا کہ آپ نے حدیث بیان کر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی کشادہ زمین پر جہاں گھاس کثرت سے ہو نماز ادا کر لیا کرتے تھے۔''

ایک اور راوی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت باقر سے ملاقات کی اجازت طلب کی۔لوگوں نے مجھے کہا:

''عجلت سے کام نہ لو،کیونکہ ان کے پاس تمہارے بھائی بند بیٹھے ہیں۔''

ابھی وہ باہر نہ آئے تھے کہ بارہ افراد تنگ قباؤں میں ملبوس اور ہاتھ پاؤں میں دستانے اور موزے پہنے ہوئے باہر آئے۔انہوں

Marfat.com

نے السلام علیکم کہا اور چلے گئے۔ اس کے بعد میں حضرت باقر کے پاس حاضر ہوا، میں نے پوچھا:
''یہ کون تھے جو ابھی ابھی آپ کے پاس سے گئے ہیں؟ مجھے تو کچھ پتہ نہیں چلا یہ کون تھے۔''
آپ نے فرمایا:
''یہ تمہارے بھائی جن ہیں۔''
میں نے پوچھا:
''کیا آپ انہیں دیکھ لیتے ہیں؟''
آپ نے فرمایا:
''ہاں! جس طرح تم حلال وحرام کے متعلق استفتاء کرتے ہو اسی طرح وہ بھی آ کے پوچھتے ہیں۔''

ایک اور راوی نے کہا ہے کہ ہم حضرت محمد بن علی کے ساتھ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی درمیانی وادی میں سفر کر رہے تھے۔ اس وقت آپ ایک خچر پر سوار تھے، میں ایک گدھے پر سوار تھا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ کوئی شخص پہاڑی سے اتر کر ان کے نزدیک آیا۔ وہ آپ کے خچر کی نگہبانی کرتا رہا اور ایک بھیڑیا اپنے ہاتھوں کو خچر کی زین کے آگے رکھ کر بہت دیر تک ان سے گفتگو کرتا رہا اور وہ سنتے رہے۔

آخر آپ نے اس بھیڑیئے سے کہا:
''اب چلے جاؤ! جس طرح تم چاہتے تھے میں نے کر دیا ہے۔''
بھیڑیا چلا گیا۔ آپ نے مجھ سے کہا:
''تجھے پتہ ہے یہ کیا کہتا تھا۔؟''
میں نے کہا:
''اللہ، اس کا رسول اور رسول کا بیٹا زیادہ جاننے والے ہیں۔''
آپ نے فرمایا:
''وہ کہہ رہا تھا کہ میری جفت اس وقت دردِ زہ میں مبتلا ہے۔ دعا کیجئے تا کہ اللہ تعالیٰ اسے خلاصی دے اور میری نسل سے کسی کو بھی آپ کے ارادت کیشوں پر مسلط نہ کرے۔''
چنانچہ میں نے دعا کی۔

ایک شخص کا بیان ہے کہ میں مدینے میں تھا کہ اچانک دور سے تاریکی ظاہر ہوئی۔ یہ تاریکی کبھی گہری ہو جاتی اور کبھی غائب ہو جاتی۔ جونہی میرے قریب آئی تو میں نے دیکھا کہ ایک سات آٹھ سالہ بچہ مجھے السلام علیکم کہہ رہا ہے۔ میں نے جواب دیا۔ بعد ازاں میں نے اس سے پوچھا:
''آپ کہاں سے آئے ہیں؟''
اس نے جواب دیا:
''میں اللہ کی طرف سے آیا ہوں۔''
میں نے پوچھا:

Marfat.com

''تمہارا زادِراہ کیا ہے؟''

اس نے کہا:

''میرا زادِراہ تقویٰ ہے۔''

میں نے پوچھا:

''تو کون ہے؟''

اس نے کہا:

''میں ایک عربی انسان ہوں۔''

میں نے پوچھا:

''تمہارا کس خاندان سے تعلق ہے؟''

اس نے کہا:

''میں قریشی ہوں۔''

میں نے پوچھا:

''آپ کا خاص کر کس قبیلے سے تعلق ہے؟''

اس نے کہا:

''میں ہاشمی ہوں۔''

میں نے پوچھا:

''آپ کس کے بیٹے ہیں؟''

اس نے کہا:

''میں علوی ہوں۔''

اس کے بعد اس نے اشعار پڑھنا شروع کر دیئے۔

ایک بزرگ روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت باقر کے ہاں گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ ایک کنیز باہر آئی، وہ جوانی میں قدم رکھ رہی تھی، مجھے بہت اچھی لگی۔ میں نے اس کے پستانوں کو چھوتے ہوئے کہا:

''اپنے آقا سے کہو فلاں شخص دروازے پر حاضر ہے۔''

اندر سے آواز آئی:

''اندر آجاؤ! ہم تمہارے انتظار میں ہیں۔''

میں اندر گیا تو عرض کیا:

''حضور! میرا بدی کا کوئی ارادہ نہ تھا۔''

آپ نے فرمایا:

''تم سچ کہتے ہو، لیکن یہ کبھی تصور نہ کرنا کہ یہ در و دیوار ہماری آنکھوں کے سامنے ویسے ہی بحیثیت حجاب ہوتے ہیں جیسے تمہاری

Marfat.com

آنکھوں کے سامنے! اگر ایسا ہو تو تمہارے ہمارے درمیان فرق کیا رہا۔؟ اب کبھی ایسی حرکت نہ کرنا۔''

ایک راوی کا بیان ہے کہ دو عورتیں بنام حبابہ اور رابلیہ حضرت باقر سے ملنے آئیں۔ آپ نے فرمایا:

''تم ہمارے پاس دیر سے کیوں آئی ہو؟''

حبابہ بولی:

''میرے بال سفید ہو گئے ہیں۔ میں انہیں ٹھیک کرنے میں مشغول رہتی ہوں۔''

حضرت باقر نے فرمایا:

''مجھے دکھاؤ۔''

اس نے دکھائے تو آپ نے اپنا دست مقدس ان پر پھیرا جس سے وہ سیاہ ہو گئے۔

پھر فرمایا:

''اسے آئینہ دکھاؤ۔''

اس نے آئینہ دیکھا تو اس کے بال سیاہ ہو چکے تھے۔

حضرت ابو بصیر جو آنکھوں کی روشنی سے محروم ہو گئے تھے، کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے حضرت باقر سے کہا:

''کیا آپ محافظِ دین پیغمبر ہیں۔؟''

آپ نے فرمایا:

''ہاں۔!''

میں نے کہا:

''پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔''

آپ نے کہا:

''ہاں!''

میں نے کہا:

''کیا آپ بھی وہ علوم میراث میں ملے ہیں؟''

آپ نے کہا:

''ہاں۔!''

میں نے کہا:

''آپ کو یہ طاقت ہے کہ مردوں کو زندہ کر دیں، مادرزاد اندھوں کو بینا بچا کر رکھتے ہیں؟''

آپ نے فرمایا:

''ہاں! میں اللہ کے حکم سے بتا سکتا ہوں۔''

پھر فرمایا:

''میرے سامنے آ کر بیٹھ جاؤ۔''

Marfat.com

میں بیٹھ گیا۔ آپ نے اپنا دست مبارک میرے چہرے پر پھیرا۔ میری آنکھیں روشن ہوگئیں۔ چنانچہ میں نے کوہ و بیابان اور زمین و آسمان کی وسعتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ آپ نے پھر اپنا ہاتھ میرے چہرے پر پھیرا تو میں اپنی پہلی حالت پر آ گیا۔

آپ نے مجھ سے پوچھا:

''ان دو حالتوں میں سے کس حالت کو پسند کرتے ہو یہ کہ تمہاری آنکھیں درست ہو جائیں اور تمہارا حساب اللہ کے سپرد ہو یا تمہاری آنکھیں ایسی ہی رہیں اور تم بغیر حساب کے جنت الفردوس میں جاؤ۔''

میں نے کہا:

''میں تو اس چیز کو پسند کرتا ہوں کہ میں نابینا ہی رہوں اور جنت میں بے حساب و کتاب جاؤں۔''

ایک دوسرے راوی کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت باقر گھوڑے پر سوار کہیں جا رہے تھے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ ابھی تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ دو آدمیوں سے ملاقات ہوگئی۔ حضرت باقر نے فرمایا:

''یہ چور ہیں، انہیں پکڑ لو اور مضبوطی سے باندھ دو۔''

آپ کے غلاموں نے انہیں اچھی طرح باندھ دیا۔ آپ نے اپنے ایک معتمد سے فرمایا:

''اس پہاڑ پر جاؤں، وہاں ایک غار ہے، اس میں سے جو بھی ملے وہ لے آؤ۔''

وہ گیا اور وہاں سے دو صندوق سامان کے بھر کے لے آیا۔ ایک صندوق میں کسی اور جگہ سے سامان بھر لایا۔ آپ نے فرمایا:

''ان کے مالکوں میں سے ایک یہاں موجود ہے اور دوسرا موجود نہیں۔''

جونہی ہم مدینہ واپس پہنچے تو ان میں سے ایک نے دوسرے پر استحقاق کا دعویٰ کر رکھا تھا اور مدینے کے گورنر اسے سرزنش کر رہے تھے۔ حضرت باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''ان کو سرزنش نہ کیجئے۔!''

پھر آپ نے دونوں صندوق ان کے مالکوں کو دے کر فرمایا:

''چوروں کے ہاتھ کاٹ دو۔''

آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ ان چوروں میں سے ایک چور نے کہا:

''اللہ کا شکر ہے! میرا ہاتھ فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کاٹا گیا اور ان کے دست حق پرست پر میری توبہ قبول ہوئی۔''

آپ نے فرمایا:

''ہاں! توبہ کا عہد کرو کیونکہ ایک سال کے بعد تم اس دار فانی سے چلے جاؤ گے۔''

اس شخص نے توبہ کر لی اور توبہ کے بعد پورا ایک سال جیا۔

اس کے تین روز بعد اس صندوق کا ایک اور مالک آ موجود ہوا۔ آپ نے اس سے کہا:

''تمہارے صندوق میں ایک ہزار دینار ہے جو تمہارا ہے اور ایک ہزار دینار کسی اور کا ہے اور چند اس طرح کے کپڑے بھی ہیں۔''

اس نے کہا:

''اگر جناب کو پتہ ہے تو اس کا نام بتا دیجئے۔''

آپ نے فرمایا:

Marfat.com

''اس کا نام محمد بن عبدالرحمٰن ہے جو بہت صالح اور نیک بخت آدمی ہے۔وہ بہت زیادہ صدقہ وخیرت کرتا ہے اور پابندی سے نماز ادا کرتا ہے۔اب دروازے پر تمہارا انتظار کر رہا ہے۔''

جس شخص سے آپ یہ باتیں کر رہے تھے وہ نصرانی تھا۔اس نے یہ بچی باتیں سنیں تو کہا:

''لاریب! اللہ ہی ایک ایسی ہستی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔''

یہ کہہ کر وہ مسلمان ہوگیا۔

جناب ابوبصیر روایت کرتے ہیں کہ حضرت باقر نے فرمایا:

''مجھے ایک ایسے شخص کا حال معلوم ہے جو اگر دریا کے کنارے کھڑا ہو جائے تو دریا کے تمام جانوروں، ان کی ماؤں، چچیوں اور خالاؤں کے نام جان لیتا ہے۔''

ایک راوی کہتا ہے کہ ہم ایک گروہ کی شکل میں حضرت باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آستانے پر حاضر ہوئے تو ہمیں ایک شخص کی خوش الحانی سے کچھ سریانی زبان میں پڑھنے کی آواز سنائی دی۔ ہمارے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کوئی اہل کتاب کچھ پڑھ رہا ہے۔ہم اندر گئے تو آپ کے سوا کوئی شخص موجود نہ تھا۔ہم نے عرض کیا:

''ہمیں ابھی ابھی ایک شخص سریانی میں کچھ پڑھتا ہوا سنائی دیا تھا وہ کہاں ہے؟''

آپ نے فرمایا:

''مجھے فلاں نبی کی مناجات یاد ہیں۔جب میں اسے پڑھتا ہوں تو وہ مجھ رُلا دیتی ہے۔''

ایک دن امام باقر مدینہ میں چند آدمیوں کے ساتھ بیٹھے تھے کہ آپ نے اپنا سر نیچے جھکا لیا۔پھر سر اٹھایا کر فرمایا:

''تمہاری حالت یہ ہوگی کہ کسی وقت کوئی شخص مدینہ میں چار ہزار افراد کے ساتھ آکر تین روز تک قتل عام کرے گا۔ پھر تمہارے مقاتلوں کو قتل کرے گا۔وہ تمہارے لیے بہت سے مصائب پیدا کر دے گا جن کو تم دور نہ کرسکو گے۔ یہ واقعہ آئندہ سال ہوگا۔ تمہیں اس سے بچنا چاہیے۔میں جو کچھ کہتا ہوں سچ کہتا ہوں۔اسے یقین محکم سے مانو۔''

لیکن اہل مدینہ نے آپ کی ان حقیقت افروز باتوں کی طرف توجہ نہ دی اور چند آدمیوں کے سوا سب کہنے لگے:

''ایسا کبھی نہیں ہوسکتا۔''

بنی ہاشم کو معلوم تھا کہ آپ جو بھی کہہ رہے ہیں سچ کہہ رہے ہیں۔ چنانچہ آئندہ سال حضرت باقر تمام بنو ہاشم کے ساتھ مدینہ سے باہر چلے گئے۔اس کے بعد نافع الازرق مدینہ میں آیا اور اس نے وہی کچھ کیا جو آپ نے فرمایا تھا۔اس واقعہ کے بعد اہل مدینہ نے کہا:

''اب حضرت باقر جو بھی فرمائیں گے ہم اس سے سرِ مو تجاوز نہیں کریں گے کیونکہ یہ اہل بیت نبوت سے ہیں اور جو بھی کہتے ہیں حق وصداقت پر مبنی ہوتا ہے۔''

ایک دوسرے راوی کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمایا:

''میرے والد امام باقر نے مجھے وصیت کی کہ جب میں مروں تو میری تغسیل وتدفین خود کرنا کیونکہ امام کے لیے یہ کام امام ہی سرانجام دیتا ہے۔''

Marfat.com

ایک شخص نے کہا:

''آپ کا بیٹا عبداللہ جلد ہی دعویٰ امامت کرنے والا ہے، کیونکہ وہ لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیتا ہے۔''

آپ نے فرمایا:

''اسے چھوڑو! اس کی عمر بہت کم ہوگی۔''

امام جعفر کہتے ہیں:

''جب میرے والد نے وفات پائی تو میں نے انہیں غسل دیا اور میرے بھائی عبداللہ نے دعویٰ امامت کیا اور اس مدت سے زیادہ زندہ نہ رہا جتنی کہ میرے والد نے بتائی تھی۔''

حضرت امام جعفر سے روایت ہے کہ ایک دن میرے والد امام باقر نے مجھ سے کہا:

''میری عمر صرف پانچ سال رہ گئی ہے۔''

جب انہوں نے وفات پائی تو ہم نے ماہ و سال شمار کیے وہی مدت نکلی جتنی آپ نے بتائی تھی۔

امام باقر نے 114 ہجری میں ستاون سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کی قبر جنت البقیع میں اپنے والد محترم امام زین العابدین کے پاس ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 12:

حضرت امام جعفر صادق

امام جعفر کا نام جعفر بن محمد باقر بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہے۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور بعض کے نزدیک ابواسماعیل ہے۔ آپ صادق کے اشہر ترین لقب سے معروف ہیں۔

آپ کے والد امام باقر تھے اور آپ کی والدہ کا نام ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابوبکر الصدیق ہے۔ اُم فروہ کی ماں حضرت اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیق ہیں۔ اسی باعث حضرت جعفر نے فرمایا:

''مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دوبار جنم دیا۔''

امام جعفر کی ولادت بمقام مدینہ منورہ 83 ہجری میں بروز سوموار ماہ ربیع الاوّل کے آخری عشرہ میں ہوئی۔

امام جعفر صادق عظمائے اہل بیت سے ہیں اور ان میں سے تمام سے اعلم ہیں اور اس قدر کہ کثرتِ علوم مفیضہ جو اُن کے قلب پر نازل ہوئے ان کا احاطہ فہم وادراک نہیں کر سکتے اور بھی علوم آپ سے روایت کیے جاتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ کتاب جفر جو عبدالمومن کے توسط سے مغرب میں رائج ہے آپ کا ہی کلام ہے۔

یہ کتاب جفر کے نام سے مشہور ہے جو آپ کے اسرار علوم پر مشتمل ہے اور اس کا تذکرہ حضرت سیدنا امام علی بن موسیٰ کے ملفوظات میں صریحاً پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے جس وقت مامون الرشید نے آپ کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تو آپ نے فرمایا:

''جفر و جامعہ دونوں ایک دوسرے کا خلاف ہیں۔ آپ اس دعویٰ میں سچے تھے کیونکہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے علوم غابر و مزبور ہیں، جنہیں ہم سینوں میں چھپائے رکھتے تھے اور کانوں تک پہنچا دیتے ہیں اور پھر ہمارے پاس جفر احمر، جفر ابیض اور مصحف فاطمہ بھی ہے، لیکن علم جامعہ میں وہ تمام چیزیں پائی جاتی ہیں جن سے لوگوں کو واسطہ رہتا ہے۔ ان کی تفسیر وتشریح بھی لوگ ہم سے پوچھا کرتے ہیں۔''

آپ نے فرمایا:

''غابر وہ علم ہے جس کی روشنی میں مستقبل کے تمام حالات سے آگاہی ہوتی ہے اور مزبور وہ علم ہے جس کی روشنی سے گزشتہ واقعات کا علم ہوتا ہے اور وہ علم جو دل میں پوشیدہ ہوتا ہے، اس سے مراد الہام ہے اور وہ جو لوگوں کے کانوں تک پہنچاتے ہیں، یہ ملائکہ کی باتیں ہیں جن کو ہمارے کان ہی سن سکتے ہیں اور کوئی ان کی شخصیتوں کو نہیں دیکھ سکتا، لیکن جفر احمر حضور علیہ السلام کا ایک قسم کا اسلحہ ہے اور ہم اہل بیت اس کو کبھی بھی ظاہر نہیں کرتے۔ جب تک کہ اہل بیت سے یمن و برکت حاصل کرنا مقصود نہ ہو، لیکن جفر ابیض سے مراد یہ ہے کہ تورات، انجیل، زبور اور قرآن پاک کے تمام علوم حاصل کیے جائیں، لیکن مصحف فاطمہ سے مراد یہ ہے کہ اس میں وہ تمام واقعات واسماء جو قیامت تک ظاہر ہونے والے ہیں موجود ہیں اور جامعہ ایک ایسی کتاب ہے جو ستر گز لمبی ہے اس کی عبارت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ترتیب دی ہے۔ اس کو حضرت علی نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اور قیامت تک انسانوں کی ضرورت کی ہر چیز اس میں موجود ہے حتیٰ کہ ریت سے لے کر کوزے اور آدھے کوزے تک کی سزا بھی

Marfat.com

ہے۔"
امام جعفر کی زبان جوہرفشاں سے جو بھی حقائق معارف اور وقائق حکم صادر ہوئے وہ زبان زدِ خاص و عام ہیں اور اہل اسلام نے اپنی کتابوں میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

خلیفہ منصور عباسی نے ربیع کو حکم دیا کہ حضرت جعفر صادق کو میرے دربار میں پیش کرو۔ جب ربیع ان کو لے کر آئے تو منصور نے کہا:

((قتلني الله ان لم افتنك جند بحيلةٍ))

"اللہ تعالیٰ مجھے مار ڈالے اگر میں کسی حیلے یا کسی گروہ کے ذریعے کوئی فتنہ اٹھاؤں تو۔ مگر تم فتنہ انگیزی کرتے ہو اور چاہتے ہو کہ مسلمانوں کی خونریزی ہو۔"

حضرت جعفر صادق نے فرمایا:

"میں نے ایسی کسی بات کی خواہش کی ہے، نہ عملی طور پر کچھ کیا ہے۔ اگر تمہارے پاس کوئی ایسی بات پہنچی ہے تو محض کسی جھوٹ بکنے والے کی وساطت سے پہنچی ہے۔ اگر عیاذاً باللہ تمہارے بیان کے مطابق کوئی فتنہ انگیزی کی ہے تو اس کی مثال یوں ہے: جناب یوسف علیہ السلام پر بھائیوں نے ظلم کیا تو انہوں نے معاف فرما دیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام بیماری میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے صبر کیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو کچھ عطا ہوا تو انہوں نے شکر ادا کیا۔ یہ سب پیغمبر تھے اور تمہارا نسب بھی ان سے ملتا ہے۔"

منصور کہنے لگا:

"آپ سچ کہتے ہیں۔"

چنانچہ اس نے آپ کو بلا کر تخت پر اپنے پاس بٹھا لیا۔ پھر کہا:

"آپ کی یہ بات فلاں شخص نے مجھے بتائی تھی۔"

خلیفہ نے اسے حاضر ہونے کا حکم دیا۔ وہ حاضر ہوا تو اس سے پوچھا:

"آیا تم نے یہ باتیں حضرت جعفر الصادق سے سنی ہیں؟"

اس نے کہا:

"ہاں!"

خلیفہ نے کہا:

"کیا تم اس کی قسم کھا سکتے ہو۔؟"

اس نے کہا:

"ہاں۔!"

پھر اس نے یوں قسم کھانا شروع کی:

((باالله الذى لا اله الا هو عالم الغيب و الشهادة))

"قسم ہے اس کی جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں! وہ عالم غیب و شہادت ہے۔"

Marfat.com

حضرت جعفر نے فرمایا:

''اے خلیفہ! میں اسے قسم دیتا ہوں۔''

خلیفہ نے کہا:

''ہاں! آپ اسے قسم دیں۔''

آپ نے اس شخص سے کہا:

''کہو:

((بویت من حول اللّٰہ وقوته والنجات الیٰ حول و قوتی لقد فعل کذا و کذا جعفر وقال کذا و کذا جعفر))

وہ اس طرح قسم کھانے سے احتراز کرنے لگا۔ آخر قسم کھالی اور قسم کھاتے ہی حاضرین کے سامنے پھڑک کر مر گیا۔

منصور نے کہا:

''اس ملعون کو گھسیٹ کر باہر لے جاؤ۔''

ربیع کہتے ہیں:

''جب حضرت جعفر صادق منصور کو ملنے آئے تو آپ نے زیر لب کچھ پڑھنا شروع کر دیا۔ آپ اپنے لبوں کو جنبش دیتے رہے اور منصور کا غصہ فرو ہوتا رہا۔ اس نے آپ کو بڑی دیر تک اپنے پاس بٹھایا اور آپ سے خوشنودی کا اظہار کیا۔ جب آپ خلیفہ سے اٹھ کر باہر آئے تو میں (ربیع) نے کہا: یہ شخص (خلیفہ) تو آپ پر سخت ناراض تھا جب آپ تشریف لائے تو آپ نے زیر لب کیا پڑھا تھا جو خلیفہ کا غصہ یکدم فرو ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: میں اپنے دادا حسین علیہ السلام کی تلقین کردہ یہ دعا پڑھ رہا تھا:

((یا عدتی شدتی و یا غوثی عند کربتی احرسنی بعینك التی لا تنام و اکنفی برکنك الذی لا یرام))

ربیع کہتے ہیں:

''میں نے یہ دعا یاد کر لی اور جب بھی مجھے کوئی مشکل پیش آئی میں نے اسے پڑھا اور وہ مشکل آسان ہو گئی اور مجھے راحت نصیب ہوئی۔''

ربیع کا بیان ہے کہ میں نے حضرت جعفر صادق سے پوچھا:

''آپ نے اس شخص کو قسم پوری کرنے سے پہلے دوسری قسم کیوں دی؟''

آپ نے فرمایا:

''بندہ اللہ تعالیٰ کی یکسوئی سے عظمت بیان کرتا ہے تو اسے حلم کی دولت عطا ہوتی ہے جس سے وہ اپنی سزا سے مطلع ہو جاتا ہے، چنانچہ میں نے اسے قسم دی تو اللہ تعالیٰ نے جو تمہارے کانوں نے سنا ہے کے سبب اس کا جلد ہی مواخذہ کر لیا۔''

ایک دن خلیفہ منصور نے اپنے دربان کو ہدایت کی کہ حضرت جعفر کو میرے پاس پہنچنے سے پہلے شہید کر دینا۔ اسی دن حضرت جعفر تشریف لائے اور منصور کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ منصور نے دربان کو بلایا، اس نے دیکھا کہ حضرت جعفر تشریف فرما ہیں۔ جب آپ واپس تشریف لے گئے تو منصور نے دربان کو بلا کر کہا:

Marfat.com

''میں نے تجھے کس بات کا حکم دیا تھا؟''

دربان بولا:

''اللہ کی قسم! میں نے حضرت جعفر کو آپ کے پاس آتے دیکھا ہے نہ جاتے، بس اتنا نظر آیا کہ وہ آپ کے پاس بیٹھے تھے۔''

منصور کے ایک درباری کا بیان ہے کہ میں نے ایک روز منصور کو غمگین و پریشان دیکھا تو کہا:

''اے خلیفہ! آپ متفکر کیوں ہیں؟''

وہ بولا:

''میں نے علویوں کے ایک بڑے گروہ کو مروادیا ہے، لیکن ان کے سردار کو چھوڑ دیا ہے۔''

میں نے کہا:

''وہ کون ہے؟''

وہ کہنے لگا:

''وہ جعفر بن محمد ہے۔''

میں نے کہا:

''وہ تو ایسی ہستی ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں محو رہتی ہے، اسے دنیا کا کوئی لالچ نہیں۔''

خلیفہ بولا:

''مجھے معلوم ہے کہ تم اس سے کچھ ارادت وعقیدت رکھتے ہو حالانکہ پورے ملک کو اس سے کوئی دلچسپی اور امید وابستہ نہیں۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک میں اس کا کام تمام نہ کردوں آرام سے نہ بیٹھوں گا۔''

چنانچہ اس نے جلاد کو بلا کر حکم دیا:

''جونہی جعفر بن محمد آئے، میں اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لوں گا تم اسے شہید کر دینا۔''

پھر حضرت جعفر صادق کو بلایا۔ میں آپ کے ساتھ ساتھ ہولیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ زیرلب کچھ پڑھ رہے تھے جس کا مجھے پتا نہ چلا، لیکن میں نے اس چیز کا مشاہدہ ضرور کیا کہ منصور کے محلوں میں ارتعاش پیدا ہو گیا۔ وہ ان سے اس طرح باہر نکلا جیسے ایک کشتی سمندر کی تندوتیز لہروں سے باہر آتی ہے۔ اس کا عجیب حلیہ تھا، وہ لرزہ براندام، برہنہ سر اور برہنہ پا حضرت جعفر صادق کے استقبال کے لیے آیا اور آپ کے بازو کو پکڑ کر اپنے ساتھ تکیہ پر بٹھایا اور کہنے لگا:

''اے ابن رسول اللہ! آپ کیسے تشریف لائے ہیں۔؟''

آپ نے فرمایا:

''تو نے بلایا اور میں آگیا۔''

پھر کہنے لگا:

''کسی چیز کی ضرورت ہے تو فرمائیں۔''

آپ نے فرمایا:

''مجھے بجز اس کے کسی چیز کی ضرورت نہیں کہ تم مجھے یہاں بلایا نہ کرو۔ میں جس وقت خود چاہوں آجایا کروں گا۔''

Marfat.com

آپ اٹھ کر باہر تشریف لائے گئے تو منصور نے اسی وقت جامہائے خواب طلب کئے اور رات گئے تک سوتا رہا، یہاں تک کہ اس کی نماز قضا ہوگئی، بیدار ہوا تو نماز ادا کر کے مجھے بلایا اور کہا:

''جس وقت میں نے جعفر بن محمد کو بلایا تو میں نے ایک اژدہا دیکھا جس کے منہ کا ایک حصہ زمین پر تھا اور دوسرا حصہ میرے محل پر۔ وہ مجھے فصیح و بلیغ زبان میں کہہ رہا تھا: مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ اگر تم سے حضرت جعفر صادق کو کوئی گزند پہنچی تو تجھے تیرے محل سمیت فنا کر دوں گا۔'' اس پر میری طبیعت غیر ہوگئی، جو تم نے دیکھ ہی لی ہے۔''

میں نے کہا:

''یہ جادو یا سحر نہیں ہے۔ یہ تو اس اسم اعظم (قرآن) کی خاصیت ہے جو حضور علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ چنانچہ آپ نے جو چاہا وہی ہوتا رہا۔''

علامہ ابن جوزی نے کتاب ''صفۃ الصفوۃ'' میں لیث بن سعد سے یہ اسناد خود روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں موسم حج میں مکہ معظمہ میں نماز عصر ادا کر رہا تھا، فراغت کے بعد میں کوہِ ابوقبیس کی چوٹی پر چڑھ گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور دعا مانگ رہا ہے۔ یارب! یارب! یہ کہتے ہوئے اس کا سانس ٹوٹ گیا، پھر کہا:

''یا رباہ! یا رباہ!''

اس پر بھی اس کا سانس ٹوٹ گیا۔ پھر یا اللہ! یا اللہ! کہتے ہوئے اس کا سانس ٹوٹ گیا۔ پھر یا حی! یا حی! پڑھنے لگا۔ اس پر بھی اس کا سانس ٹوٹ گیا۔ پھر اس نے یا رحیم! یا رحیم! پڑھا تو بھی اس کا سانس ٹوٹ گیا۔ پھر یا ارحم الراحمین! پڑھنے لگا۔ اس دفعہ بھی اس کا سانس ٹوٹ گیا۔ اس نے سات بار اس طرح کیا، پھر کہا:

((اللھم انی اھتنی من ھذا العیب اللھم و ان برادی قد اخلقا))

ابھی اس کی دعا ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ میں نے وہاں ایک گچھا انگوروں کا اور دو نئی چادریں پڑی ہوئی دیکھیں۔ اس وقت انگور کہیں بھی دستیاب نہ تھے۔ جب وہ ان انگوروں سے کچھ کھانے لگا تو میں نے بھی شرکت کی درخواست کی۔ اس نے کہا:

''تم کیوں شریک ہوتے ہو۔؟''

میں نے کہا:

''اس وجہ سے کہ آپ نے دعا فرمائی اور میں نے آمین کہا۔''

اس نے کہا:

''میرے پاس آؤ! کھاتے جاؤ اور کوئی دانہ بچا کر نہ رکھنا۔''

یہ ایسے انگور تھے جن کا بدل ملنا محال تھا، میں نے ایسے انگور کبھی نہ کھائے تھے۔ میں کھا کر سیر ہوگیا، لیکن ان میں سے ایک بھی کم نہ ہوا۔ پھر کہنے لگا:

''ان دونوں چادروں میں سے جو چاہو اٹھا لو۔!''

میں نے کہا:

''مجھے ضرورت نہیں۔''

اس نے کہا:

Marfat.com

''ذرا اِدھر اُدھر ہو جاؤ! میں ان چادروں کو چھپانا چاہتا ہوں۔''

میں ایک طرف اوجھل ہو گیا تو اس نے ایک سے ازار بنالیا اور دوسری سے اوڑھنی اور دونوں پرانی چادروں کو جو نیچے بچھائی تھیں، ہاتھ میں پکڑ لیا اور چل دیا۔ میں بھی اس کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ جب صفا و مروہ پر پہنچے تو اسے ایک شخص ملا جس نے کہا:

''اے ابن رسول اللہ! میرا تن ڈھانپیے اللہ تعالیٰ تمہارا تن ڈھانپے گا۔''

اس نے وہ دونوں چادریں اسے دے دیں۔ میں اس شخص کے پیچھے پیچھے چلتا گیا، میں نے پوچھا:

''یہ چادریں دینے والے کون ہیں؟''

تو اس نے کہا:

''یہ جعفر بن محمد باقر ہیں۔''

بعد ازاں میں نے ان سے حدیث سننے کے لیے بہت خواہش کی، لیکن وہ نہ مل سکے۔

داؤد بن علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت جعفر صادق کے کسی غلام کو قتل کر دیا اور اس کا مال و منال ضبط کر لیا۔ حضرت جعفر صادق اس کے پاس گئے۔ وہ اس وقت اپنی چادر کو زمین پر بچھا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا:

''تو نے میرے غلام کو قتل کر کے اس کا مال لوٹ لیا ہے۔ میں تمہارے لیے اللہ کی قسم! بددعا کروں گا۔''

داؤد نے بر سبیل مذاق کہا:

''کیا تم مجھے ڈراتے دھمکاتے ہو۔؟''

حضرت جعفر صادق اپنے گھر چلے گئے اور تمام رات قیام و قعود میں گزار دی۔ صبح ہوئی تو آپ نے داؤد کے لیے بددعا کی، ابھی ایک گھنٹہ بھی نہ گزرا تھا کہ لوگوں میں سے کسی نے داؤد کو قتل کر دیا۔

جناب ابو بصیر کا بیان ہے کہ میں مدینہ منورہ گیا تو میرے ساتھ ایک کنیز بھی تھی، میں نے اس سے جماع کیا، بعد ازاں حمام میں جانے کے لیے باہر آیا۔ میں نے دیکھا کہ بہت سے حضرات حضرت امام جعفر صادق کی زیارت کے لیے ان کے مکان پر جا رہے ہیں۔ میں بھی ان کے ہمراہ ہولیا۔ جب حضرت امام صاحب کے دولت کدہ پر حاضر ہوئے تو آپ کی نظر مجھ پر پڑی۔ آپ نے فرمایا:

''اے بصیر! تمہیں شاید پتا نہیں کہ پیغمبروں اور ان کی آل و اولاد کی قیام گاہوں پر جنابت کی حالت میں نہیں آتے۔''

میں نے کہا:

''اے ابن رسول اللہ! میں نے احباب کو آپ کی طرف آتے دیکھا تو مجھے اندیشہ ہوا کہ شاید آپ کی زیارت کی دولت پھر ہاتھ نہ آئے اس لیے میں آ گیا۔''

یہ کہہ کر میں نے توبہ کی کہ میں آئندہ ایسا نہ کروں گا اور پھر باہر آ گیا۔

ایک اور صاحب کا بیان ہے کہ میرا ایک دوست تھا جسے منصور نے محبوس کر دیا۔ میری ملاقات حضرت جعفر صادق سے حج کے موسم میں میدان عرفات میں ہوئی۔ آپ نے مجھ سے میرے دوست کے متعلق پوچھا۔ میں نے کہا:

''حضور! وہ ویسے ہی قید میں ہے۔''

آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ کچھ دیر بعد فرمایا:

Marfat.com

''اللہ کی قسم! تمہارے دوست کو بری کر دیا گیا ہے۔''

راوی کہتا ہے:

''جب میں حج سے فارغ ہو کر واپس آیا تو میں نے اپنے دوست سے پوچھا: تمہاری کس دن رہائی ہوئی۔؟ کہنے لگا: مجھے یومِ عرفہ کو بعد از نماز عصر چھوڑ دیا گیا تھا۔''

ایک راوی کا بیان ہے کہ میں نے مکہ معظمہ میں ایک چادر خریدی اور مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ کسی دوست کو نہ دوں گا، تاکہ میری وفات کے بعد مجھے کفن کا کام دے۔ میں عرفات سے مزدلفہ میں واپس آیا تو چادر گم ہوگئی۔ مجھے بہت دُکھ ہوا۔ جب میں علی الصبح مزدلفہ سے میدان منیٰ میں آیا تو میں مسجد خیف میں بیٹھ گیا۔ اچانک ایک شخص جو حضرت امام جعفر صادق کے پاس سے آیا تھا، آ کر کہنے لگا:

''تجھے امام جعفر بلاتے ہیں۔''

میں جلدی سے آپ کے پاس گیا اور السلام علیکم کہہ کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

''آیا تم چاہتے ہو کہ تمہیں تمہاری چادر مل جائے جو تمہاری وفات کے بعد کفن کا کام دے۔؟''

میں نے عرض کیا:

''ہاں! حضور دے دیجئے! لیکن وہ تو گم ہوگئی ہے۔''

آپ نے اپنے غلام کو آواز دی جو ایک چادر لے کر آگیا۔ میں نے دیکھا تو یہ وہی چادر تھی۔ آپ نے فرمایا:

''اسے لے لو اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔''

ایک راوی کا بیان ہے کہ ایک دن میں مکہ معظمہ میں حضرت جعفر صادق کی معیت میں جا رہا تھا کہ ہمیں ایک ایسی عورت کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہوا جس کے سامنے ایک مردہ گائے پڑی ہوئی تھی اور وہ عورت اپنے بچوں کے ساتھ گریہ و زاری میں مصروف تھی۔ حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا:

''کیا تم چاہتی ہو کہ اللہ تعالیٰ گائے کو زندہ کر دے۔؟''

وہ بولی:

''آپ مذاق کیوں کرتے ہیں، میں تو پہلے ہی مصیبت زدہ ہوں۔؟''

آپ نے فرمایا:

''میں مذاق نہیں کرتا۔''

بعد ازاں آپ نے دعا فرمائی، گائے کے سر اور پاؤں کو چھوا، پھر اسے بلایا تو وہ جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ بعد ازاں حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں میں مل جل گئے اور وہ عورت آپ کو پہچان نہ سکی۔

پچاس حج کرنے کی دُعا:

ایک شخص نے امام جعفر سے دعا کی التماس کی کہ اللہ تعالیٰ مجھے اتنا کچھ عطا کرے کہ میں بہت سے حج کروں۔ آپ نے دعا کی:

''اے اللہ! اسے اتنا دے کہ پچاس حج کرلے۔''

Marfat.com

چنانچہ اس نے پورے پچاس حج کیے، لیکن جب ایک دن حج کرنے کے لیے مقامِ جحفہ پہنچا تو غسل کرنے کی خواہش کی۔
جونہی پانی کو ہاتھ لگایا تو پانی کی تند و تیز موجیں اسے بہا لے گئیں، اور وہ انہی میں ڈوب گیا۔
امام جعفر کی وفات بروز سوموار نصف رجب المرجب 148 ہجری میں ہوئی۔
امام جعفر کی قبر جنت البقیع واقع مدینہ منورہ میں ہے۔ اسی جنت البقیع میں آپ کے والد حضرت امام باقر، آپ کے دادا حضرت زین العابدین اور ان کے تایا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبریں ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 13:

حضرت موسیٰ کاظم

امام موسیٰ کاظم کا نام موسیٰ بن جعفر بن محمد باقر بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہے۔
آپ کی پیدائش اتوار کے دن ہوئی۔ صفر المظفر کی نو راتیں گزر چکی تھیں اور سن 128 ہجری تھی۔
آپ کی ولادت مقام ابواہ پر جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ہے، واقعہ ہوئی۔
امام موسیٰ کی کنیت کاظم ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ کاظم کے لقب نے آپ کے حلم کو بڑھایا اور آپ نے حد سے بڑھنے والوں سے درگزر کیا۔

امام موسیٰ کی والدہ ام ولد حمیدہ بربریہ تھیں۔

حضرت شفیق بلخی فرماتے ہیں کہ حج کے سفر کے دوران میں سرزمین قادسیہ میں جا نکلا۔ وہاں میں نے ایک خوبصورت اور بلند قامت نوجوان کو دیکھا جس نے پشمینہ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ کندھے پر ایک شملہ ڈالا ہوا تھا اور پاؤں میں نعلین تھے۔ وہ بہت سے انسانوں میں سے نکلتا ہوا ایک جگہ اکیلا آکر بیٹھ گیا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ یہ نوجوان طبقہ صوفیاء سے معلوم ہوتا ہے اور شاید چاہتا ہے کہ اس سفر میں مسلمانوں پر بار بن جائے۔ اس لیے ضروری ہے کہ میں اسے جا کر سرزنش کروں تاکہ وہ اس کام سے باز آجائے۔ جونہی میں اس کے نزدیک پہنچا تو اس نے کہا:

((یاشفیق اجتنبو کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم))

''اے شفیق! اکثر گمان سے بچا کرو! کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔''

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ میں نے دل ہی دل میں خیال کیا کہ یہ عجیب بات ہوئی ہے۔ اس نے تو میرا نام اور مافی الضمیر کہہ دیا ہے یہ کوئی بے انتہا نیک آدمی ہے۔ مجھے اس سے معافی مانگنی چاہیے۔ میں نے ہر چند تیز چلنے کی کوشش کی لیکن اسے نہ پا سکا۔

دوسری منزل پر پہنچے تو میں نے اسے مشغول نماز دیکھا، اس کے جسم پر لرزہ طاری تھا اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ میں نے پھر چاہا کہ اس سے معافی مانگو۔ تھوڑی دیر توقف کے بعد میں اس کی طرف چل دیا۔ اس نے کہا:

''اے شفیق! یہ آیت پڑھو:

((وانی غفاراً لمن تاب وامن و عمل صالحاً ثم اھتدی))

''اور بے شک میں بخشنے والا ہوں توبہ کرنے والوں کو اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے پھر ہدایت حاصل کر لی۔''

یہ کہا اور مجھے چھوڑ کر چل دیا۔ میں سمجھا کہ یہ نوجوان ابدالوں میں سے ہے جس نے دو بار میرے دل کی بات بتادی ہے۔

جب ایک اور جگہ پہنچے تو میں نے اسے ایک کنویں پر کھڑا دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چرمی ڈول تھا جس سے وہ پانی نکالنا چاہتا تھا، لیکن وہ ڈول ہاتھ سے کنویں میں جا پڑا۔ اس نے آسمان کی طرف چہرہ کر کے کہا:

((ان ربی اذالظلمت الماء و قوتی اذا اردت اطعام اللھم سید الی غیر ھا فلا تقدیماً))

Marfat.com

راوی کہتا ہے:
اللہ کی قسم! میں نے پانی کو اوپر آتے ہوئے دیکھا۔ اس نوجوان نے اپنا ہاتھ بڑھا کر ڈول کو صحیح آب سے اٹھا لیا اور اس سے وضو کر کے چار رکعت نماز ادا کی۔ پھر وہ ایک ریت کے ٹیلے کی طرف چل دیا اور اپنی مٹھی میں تھوڑی سی ریت پکڑ کر اس ڈول میں ڈال دی۔ پھر اسے خوب ہلایا اور پی گیا۔ یہ دیکھا تو میں اس کے پاس گیا اور السلام علیکم کہا۔ آپ نے وعلیکم السلام کہا۔ میں نے کہا:

''مجھے کھانا کھلایئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت کچھ دے رکھا ہے۔''

اس نوجوان نے کہا:

''اے شفیق: ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ظاہر و باطن نعمتیں مجھے ملتی رہتی ہیں۔ اس لیے تو اللہ تعالیٰ کے بارے میں نیک گمان رکھ۔''

پھر اس نے مجھے وہی ڈول دیا جس میں سے میں نے پانی پیا۔ اس میں ستو اور شکر تھا۔ مجھے اللہ کی قسم! ان سے شیریں اور لذیذ چیز میں نے کبھی نہیں پی تھی۔ میں سیر و سیراب ہو گیا یہاں تک کہ چند دن تک مجھے اکل و شرب کی حاجت نہ رہی۔ اس کے بعد وہ مجھے نظر نہ آیا۔

جب مکہ معظمہ پہنچے تو میں نے ان کو تہجد پڑھتے ہوئے دیکھا۔ وہ نہایت خشوع و خضوع سے نماز پڑھ رہا تھا اور آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ یہ سلسلہ تمام رات جاری رہا۔ صبح ہوئی تو نماز فجر کے بعد طواف کرنے لگ گیا۔ طواف کر کے باہر چلا گیا۔ میں بھی اس کے پیچھے ہو لیا۔ میں نے دیکھا کہ اب اس کے پاس کئی غلام اور خدام تھے اور لوگوں نے اس کو گھیر رکھا تھا اور کہہ رہے تھے:

''السلام علیك یا ابن رسول الله!''

میں نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت موسیٰ بن جعفر بن محمد باقر بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہیں۔ میرے منہ سے برجستہ نکلا:

''اس سید سے اس قسم کی عجیب و غریب باتوں کا صدور کوئی تعجب کی بات نہیں۔''

ایک شخص کی روایت ہے کہ جب حضرت موسیٰ کاظم کو خلیفہ مہدی نے پہلی بار بغداد میں طلب کیا تو آپ نے مجھے ضروریات زندگی بازار سے خرید لانے کو کہا۔ جونہی آپ کی نظرِ انتخاب مجھ پر پڑی تو آپ نے مجھے بہت مغموم و پریشان دیکھا۔ فرمایا:

''اے فلاں! کیا بات ہے؟ تم پریشان نظر آتے ہو؟''

میں نے کہا:

''مغموم و محزون کیوں نہ ہوں؟ آپ ایک ایسے ظالم کے پاس جا رہے ہیں جس کے پاس جانے کا انجام معلوم نہیں کیا ہوگا۔''

آپ نے فرمایا:

''کوئی ڈر نہیں۔ میں فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو واپس آ جاؤں گا۔ لہٰذا تم اوّلِ شب میرا انتظار کرنا۔''

میں نے اس دن سے شب و روز شمار کرنا شروع کر دیئے۔ روزِ موعود آیا تو میری انتظار کشی کوئی رنگ نہ لائی۔ آفتاب غروب ہو گیا، لیکن مجھے کوئی شخص آتا ہوا دکھائی نہ دیا۔ میرے دل میں شیطان لعین نے وسوسے ڈالے۔ میں ان وسوسوں سے بہت ڈرا اور مجھ

Marfat.com

پر ایک عظیم اضطراب غالب آ گیا۔ ناگاہ مجھے عراق کی طرف سے ایک تاریکی نظر آئی اور جناب موسیٰ کاظم اس تاریکی کے آگے آگے ایک خچر پر سوار یہ آواز دے رہے ہیں:

''اے فلاں! اے فلاں!''

میں نے کہا:

''اے ابن رسول اللہ! میں حاضر ہوں۔''

آپ نے فرمایا:

''قریب تھا کہ تم وہم وگمان میں پڑ جاتے۔''

میں نے عرض کیا:

''بالکل! حضور یہی بات تھی۔''

پھر میں نے کہا:

''الحمدللہ! آپ کو اس ظالم سے خلاصی حاصل ہوئی۔''

آپ نے فرمایا:

''وہ ایک بار اور مجھے بلائے گا لیکن اس دفعہ مجھے خلاصی حاصل نہ ہوگی۔''

ایک آدمی مدینہ منورہ میں مجاور تھا۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے ایک مکان کرایہ پر لے رکھا تھا اور زیادہ میں حضرت موسیٰ کاظم کی خدمت میں ہی رہتا۔ ایک دن سخت بارش ہوئی۔ میں نے خدمت میں حاضر ہونے کا لباس پہنا۔ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو السلام علیکم کہا۔ آپ نے وعلیکم السلام کہا۔ پھر فرمایا:

''اے فلاں! ابھی اپنے گھر چلے جاؤ کیونکہ تمہارے گھر کی چھت تمہارے مال واسباب پر گر گئی ہے۔''

میں واپس آیا تو دیکھا کہ میرے گھر کی چھت بہہ گئی تھی۔ میں نے چند آدمیوں کو کرایہ پر لیا جنھوں نے میرا سامان نیچے سے نکالا۔ میری کوئی چیز سوائے ایک طشتری کے گم نہ ہوئی۔ اس سے میں وضو کرتا تھا، آپ کو پتہ چلا تو آپ نے چند لمحوں کے لیے مراقبہ کیا، پھر فرمایا:

''میرا خیال ہے تم اسے کسی جگہ بھول گئے ہو۔ جاؤ! اپنی سرائے کے مالک کی کنیز سے پوچھو کہ میری طشتری تم نے تو نہیں اٹھائی۔ اگر اٹھائی ہے تو مجھے واپس دے دو۔ وہ تمہیں واپس دے دی گی۔''

میں نے واپس جا کر کنیز سے کہا:

''میں فلاں جگہ اپنی طشتری بھول گیا تھا، تم آئی تھیں اور اٹھا کر لے گئی تھیں، وہ مجھے واپس کر دو تا کہ میں وضو کرلوں۔''

وہ اسی حالت میں گئی اور لا کر پیش کر دی۔

خلیفہ نے دوسری بار امام موسیٰ کاظم کو مدینہ منورہ سے بغداد بلایا اور محبوس کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ یحییٰ خالد برکی نے ہارون الرشید کے حکم سے کھجوروں میں زہر ملا کر امام موسیٰ کاظم کو کھلائی تھیں جس سے آپ کی شہادت واقع ہوئی۔

آپ سے مروی ہے کہ جب انہیں زہر دی گئی تو فرمایا:

Marfat.com

''مجھے آج زہر دے دی گئی ہے اور کل میرا بدن زرد ہو جائے گا۔ پھر نصف بدن سُرخ ہو جائے گا، پھر سیاہ ہو جائے گا۔ اس کے بعد میں فوت ہو جاؤں گا۔''

چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا آپ نے کہا تھا۔

امام موسیٰ کاظم بروز جمعۃ المبارک مطابق 25 رجب المرجب 186 ہجری میں ہارون الرشید کی قید میں فوت ہوئے۔

امام موسیٰ کاظم کی قبر بغداد میں ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 14:

امام علی رضا کاظم

امام علی رضا کی پیدائش مدینہ منورہ میں بروز پنج شنبہ ۱۱ ربیع الاول ۱۵۳ ہجری میں ہوئی یعنی اپنے دادا جعفر صادق کی وفات کے ۳۵ سال بعد۔

آپ کا نام علی رضا بن موسیٰ بن جعفر بن محمد باقر بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہے۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔

جب آپ کے والد موسیٰ کاظم آپ سے مخاطب ہوتے تو کہتے:

''اے ابوالحسن!''

جیسے آپ کے والدِ گرامی کی کنیت کاظم ہے ایسے ہی آپ کی کنیت بھی کاظم ہے۔ حضرت موسیٰ کاظم سے روایت ہے:

''میں نے اپنی کنیت اپنے اس بیٹے (علی رضا) کو دے دی ہے۔''

امام علی رضا کا لقب رضا ہے۔ ابی جعفر محمد بن علی رضا سے کہا گیا کہ ان کا نام ان کے والد محترم نے مامون الرضا رکھا تھا اور انہیں عہدہ ولایت کی بھی وصیت فرمائی تھی تو آپ نے کہا:

''اللہ سبحانہ نے ان کا نام الرضا رکھا تھا کیونکہ وہ آسمانوں میں اللہ کی رضا تھے اور زمین میں اس کے رسول مقبول کی رضا تھے۔''

امام علی رضا کے والد موسیٰ کاظم فرمایا کرتے:

''میرے بیٹے کو رضا کہہ کر پکارو۔''

امام علی رضا امام موسیٰ کاظم کے دلعزیز بیٹے ہیں۔ آپ کی والدہ اُم ولد ہیں جن کے بہت سے نام ہیں۔ مثلاً: اُروی، نجمہ، شمانہ اور اُم البنین۔

حضرت حمیدہ حضرت امام موسیٰ کاظم کی والدہ تھیں۔ ایک رات حضرت حمیدہ نے جناب حضور نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا:

''نجمہ کی شادی اپنے بیٹے موسیٰ سے کردو کیونکہ ان سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو تمام اہل زمین سے بہتر ہوگا۔''

حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جناب امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: تیرا بیٹا علی نور الٰہی سے ہے جو اس کی حکمتیں بیان کرے گا۔ اس کی رائے صائب ہوگی جس میں خطا نہ ہوگی۔ وہ جاہل نہیں عالم ہوگا اور اس کی مجلس میں حکماء اور علماء ہوں گے۔''

خلیفہ مامون الرشید نے امام علی رضا کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا۔ جب بھی آپ اسے ملنے کے لیے تشریف لے جاتے خدام و حجاب آپ کا استقبال کرتے اور مامون کے دروازے پر جو پردہ آویزاں ہوتا اسے اٹھا دیتے تاکہ آپ اندر چلے جائیں۔

Marfat.com

آخر کار اس بارے میں مختلف و باصفا افراد کے ساتھ چند بندگانِ حرص و ہوا اُلجھ گئے ۔ حضرت علی رضا تشریف لائے تو وہ بیٹھے ہوئے تھے، آپ کو دیکھ کر بے اختیار اٹھ کھڑے ہوئے اور استقبال کر کے پردہ کو اٹھا دیا۔ جب آپ اندر تشریف لے گئے تو وہ ایک دوسرے کو کہنے لگے:

''ہم نے ایسا کیوں کیا؟''

دوسری بار پھر اس بات پر متفق ہوئے کہ اب ایسا نہ کریں گے ۔ جب آپ بار دیگر تشریف لائے تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کو السلام علیکم کہا، لیکن پردہ اٹھانے میں کچھ لیت و لعل کی ۔ اللہ تعالیٰ نے پیشتر اس کے کہ وہ پردہ اٹھاتے ایسی ہوا چلا دی جس نے پردہ اٹھا دیا۔ جب آپ اندر تشریف لے گئے تو ہوا بند ہوگئی اور جب واپس آنے کا ارادہ کیا تو ہوا پھر چلنے لگی اور پردہ اُٹھ گیا۔ ان (حاسدوں نے) دیکھا تو کہنے لگے:

''جسے اللہ تعالیٰ جل جلالہ عزیز رکھے اس کی کوئی بھی ہتک نہیں کر سکتا۔''

بعد ازاں وہ اسی طرح خدمت انجام دینے لگے۔

حضرت دعبل بن علی الخزاعی جو اپنے زمانے کے افصح ترین شعراء میں سے تھے، کہتے ہیں کہ جب میں نے ''مدارس آیات خلت من تلاوۃ'' قصیدہ لکھا اور حضرت امام علی رضا کی خدمت میں پیش کیا تو اس وقت خراسان میں مامون الرشید کا ولی عہد بھی موجود تھا۔ میں نے اسے بھی سنایا تو اس نے پسند کیا اور مجھے کہنے لگا:

''اس قصیدہ کو کسی کے پاس مت پڑھنا، سوائے اس شخص کے جسے میں چاہوں۔''

یہ خبر مامون الرشید کو پہنچی تو اس نے مجھے دربار میں طلب کیا اور تمام احوال پوچھنے کے بعد کہا:

''قصیدہ مدارس آیات'' سناؤ۔''

میں نے لیت و لعل کیا۔ پھر اس نے حضرت علی رضا کو بلایا۔ وہ تشریف لائے تو کہا:

''اے ابوالحسن! میں نے دعبل سے ''قصیدہ مدارس آیات'' کے متعلق کہا تھا لیکن اس نے نہیں سنایا۔''

حضرت علی رضا نے فرمایا تو میں نے پڑھ دیا۔ آپ نے پسند فرمایا۔ مامون نے پچاس ہزار دینار عطا کیے اور اتنے ہی دینار حضرت علی رضا کی خدمت میں پیش کیے۔ میں نے عرض کیا:

''یا سیدی! میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اپنے کپڑوں میں سے کوئی کپڑا عطا کریں جس سے میں اپنا کفن بناؤں۔''

آپ نے مجھے ایک کرتہ اور ایک تولیہ دیا۔ یہ دونوں چیزیں نہایت عمدہ تھیں، پھر فرمایا:

''انہیں سنبھال کر رکھنا، کیونکہ ان سے تمہیں تمام آفات سے تحفظ ملے گا۔''

اس کے بعد میں عازم عراق ہوا۔ راستے میں ہمیں ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ میرے پاس صرف ایک پرانا کرتہ بچا اور مجھے اس کرتے اور تولیے کا بہت افسوس تھا جو آپ نے مجھے دیئے۔ آپ کے اس ارشاد پر کہ انہیں سنبھال کر رکھنا۔ یہ تمہاری حفاظت کریں گے۔

میں بہت متفکر تھا کہ اچانک میں نے چوروں میں سے ایک چور کو گھوڑے پر سوار آتے دیکھا۔ اس نے میرا جامہ بارانی پہنا ہوا تھا۔ وہ میرے سامنے آکر کھڑا ہوگیا اور اپنے ساتھیوں کا انتظار کرنے لگا۔ وہ سب آگئے تو اس نے ''مدارس آیات خلت من تلاوۃ'' پڑھنا شروع کر دیا اور ساتھ ساتھ روتا بھی رہا۔ میں نے دل میں کہا:

Marfat.com

''یہ عجیب ماجرا ہے کہ یہ ڈاکو بھی طریق محبت اہل بیت اختیار کیے ہوئے ہے۔ للہذا مجھے خواہش پیدا ہوئی کہ حضرت رضا کی دونوں چیزیں مجھے واپس مل جائیں۔''

میں نے کہا:

''اے سردار! یہ قصیدہ کس نے کہا ہے؟''

کہنے لگا:

''تجھے اس سے کیا۔؟''

میں نے کہا:

''میں اس کے متعلق کچھ راز رکھتا ہوں جو بتاؤں گا۔''

اس نے کہا:

''اس کا مصنف اس سے بھی مشہور ہے۔''

میں نے پوچھا:

''وہ کون ہے؟''

تو اس نے کہا:

''وہ دعبل بن علی شاعرِ آلِ محمد ہے۔''

میں نے کہا:

''اے سردار! دعبل میں ہی ہوں اور یہ قصیدہ میں نے ہی کہا ہے۔''

اس نے بہت سی باتیں پوچھیں اور اہل قافلہ کو بلا کر تمام احوال پوچھے۔ تمام لوگوں نے گواہی دی کہ دعبل یہی ہے۔ اس پر اس ڈاکو نے قافلہ والوں سے جو بھی چھینا تھا، سب واپس کر دیا اور کوئی چیز اپنے پاس نہ رکھی اور ہمارا محافظ بن کر ہمیں خطرے کے تمام مقامات سے گزارا۔ اس طرح میں نے اور تمام اہل قافلہ نے اس کرتے اور تولیے کی برکت سے اس بلا سے خلاصی پائی اور ہمارا تحفظ ہوا۔

دعبل کا قصیدہ مندرجہ ذیل ہے:

ذکرت محل الربع من عرفات
فاسبکیت دفع العین بالعبرات
مدراس آیات خلت من تلاوۃ
و منزل وحی مقفر العرضات
لال رسول اللہ بالحنیف من منٰی
وبالبیت والتعریف والحجرات
دیار علی والحسین و جعفر
و خمزت والجاد ذی التفتات

Marfat.com

ديار عفاها جود كل معاند
ولم تعت بالايام والتنوات
ديار عبدالله والفضل صقوة
سليل رسول الله ذي الدعوات
منازل كانت الصلوعة والمتقى
وامعصوم والتظهير واحسنات
منازل جبريل الامين يحلها
من الله بالسليم والزكوة
منازل وحى الله معدن علمه
سبيل الرشاد واضح الطرفات
منازل وحى الله ينزل حولها
على احمد الروحات والعددات
فاين الاولىٰ شطت بهم غره الوٰى
افنين فى الاقطار مختلفات
هم همآل ميراث النبى اذا انتموا
وهم خير سادات و خير ممات
مطاعيم فى الاحسار كل مشهد
نقد شرفوا بالفضل والبركات
اذا لم شاح الله فى صلواتنا
بذكر لم يقبل الصلوة
ائمة عدل يهتدى بفعانهم
ولومن منهم ذلة العشرات
فامرب رذ قلبى وبصيرة
و زوجهم يا رب فى الحسنات
ديار رسول الله اصبحن مبلقعا
و دار زياد اصبحت حمرات

Marfat.com

و آل رسول الله هلب رقاب هم
و آل زياد غلظ القصرات
و آل رسول الله نذ في نحورهم
و آل زياد زينوا الحجلات
و آل رسول الله يسبى حريمهم
و آل زياد آمنوا السراات
و آل زياد فى القصور مصدونة
و آل رسول الله فى القلوات
فيا وارثى علم النبى و آله
عليكم السلام دائم النفخات
لقد آمنت نفسى بكم فى حيوتنا
والى ارجوا لا من عند ممات

بعض روایتوں کے مطابق اس قصیدہ کے پچاس بیت اور ہیں۔ جب دعبل پڑھتے پڑھتے اس شعر پر پہنچا:

و قبر لبغداد النفس زكيه
تضمتها الرحمن فى العرفات

''اگر چہ اس پاکیزہ جسم کو بغداد میں دفن کیا گیا تھا مگر خدائے رحمان نے آپ کی قبر کو میدانِ عرفات تک وسعت دے دی۔''

حضرت علی رضا نے فرمایا:

''اے دعبل! اس جگہ ایک شعر کا الحاق میری طرف سے کرلوتا کہ تمہارا قصیدہ مکمل ہو جائے۔''

دعبل نے کہا:

''اے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درست ہے۔''

حضرت علی رضا نے فرمایا:

و قبر بطوس بالها من مصعة الخت
على الاحشار بالزفرات

دعبل نے پوچھا:

''اے ابن رسول اللہ! یہ قبر کس کی ہوگی؟''

آپ نے فرمایا:

Marfat.com

''میری۔ اور بہت جلد طوس اہل بیت، محبوں اور دوستوں کے آنے جانے کی جگہ ہوگی۔ جو بھی میری زیارت کو آئے گا اس غربت میں میرے ساتھ ہوگا اور عرصہ محشر میں اس کی مغفرت ہوگی۔''

ایک قزاق نے کسی تاجر کو راستہ میں موسم سرما میں پکڑ لیا اور اس کے منہ کو برف کی طرف کر کے لٹا دیا، یہاں تک کہ اس کی زبان بے کار ہوگئی اور وہ بولنے سے محروم ہوگیا۔ جب وہ خراسان پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت علی رضا نیشاپور تشریف لے گئے ہیں۔ اس نے اپنے آپ سے کہا:

''وہ اہل بیت میں سے ہیں۔ ان کی خدمت میں حاضری سے شاید کوئی علاج ہو سکے۔''

اس نے رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت امام علی رضا کی خدمت میں حاضر ہے اور طلب شفاء کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا:

''کمونی، پودینہ صحرائی اور نمک لے کر انہیں پانی میں بھگولو اور دو تین بار منہ میں رکھو تو شفا پاؤ گے۔''

خواب سے بیدار ہوا تو اسے اس پر اعتبار نہ آیا۔ جب نیشاپور پہنچا تو پتا چلا کہ آپ باہر تشریف لے گئے ہیں اور کسی رباط میں مقیم ہیں۔ وہ تاجر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا ماجرا سنایا، لیکن خواب کا ذکر نہ کیا۔ جناب امام رضا نے فرمایا:

''تمہاری دوا وہی ہے جو میں نے تمہیں خواب میں بتائی تھی۔''

اس نے لکھ کر عرض کیا:

''اے ابن رسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ دوبارہ سنوں۔''

آپ نے فرمایا:

''تھوڑی سی کمونی، پودینہ صحرائی اور نمک لے کر پانی میں تر کر لو اور دو تین بار منہ رکھو گے تو شفا پاؤ گے۔''

اس شخص نے ایسا ہی کیا اور شفایاب ہوگیا۔

ایک راوی کا بیان ہے:

''جب میں نے حج کا ارادہ کیا تو میری لونڈی نے ایک نہایت عمدہ ریشمی کپڑے سے جامہ احرام تیار کیا۔ جب وقت احرام آیا تو میرے دل میں ریشمی کپڑے کے احرام کی حلت و حرمت کا اندیشہ پیدا ہوا۔ میں نے ریشمی احرام ترک کر دیا اور کوئی اور کپڑا پہن لیا۔ جب میں مکہ پہنچا تو حضرت علی رضا کی خدمت میں ایک خط کے ساتھ وہ کپڑا بھی بھیج دیا، لیکن اس میں یہ لکھنا بھول گیا کہ ریشمی کپڑے سے احرام باندھنا جائز ہے یا ناجائز۔ حالانکہ میں نے خط اسی نسبت سے ارسال کیا تھا، یہاں تک کہ قاصد خط کا جواب لے کر آ گیا۔ خط کے آخر میں لکھا تھا کہ محرم ریشمی احرام باندھ لے تو کوئی حرج نہیں۔''

ایک راوی کا بیان ہے کہ میں ایک دن حضرت امام رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک باغ میں باتیں کر رہا تھا کہ اچانک ایک چڑیا آ کر زمین پر گر پڑی اور اضطراب کی حالت میں آہ و فغاں کرنے لگی۔ حضرت امام نے فرمایا:

''تجھے معلوم ہے کہ یہ کیا کہتی ہے۔؟''

میں نے عرض کیا:

''اللہ شانہ، اس کا رسول اور ابن رسول اللہ خوب جانتے ہیں۔''

آپ نے فرمایا:

Marfat.com

''یہ کہتی ہے کہ اس گھر میں ایک سانپ ظاہر ہوا ہے جو چاہتا ہے کہ میرے بچوں کو چٹ کر جائے۔''

آپ نے مجھے فرمایا:

''اُٹھو اور اس گھر میں جا کر سانپ کو مار دو۔''

میں اٹھا اس اور اس گھر میں جا کر دیکھا تو سانپ چکر کاٹ رہا تھا، میں نے اسے ہلاک کر دیا۔

ایک راوی کا بیان ہے کہ میری بیوی حاملہ تھی جسے میں حضرت امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لے گیا اور عرض کیا:

''حضور! دعا فرما دیں رب العزت اسے فرزند عطا کرے۔''

آپ نے فرمایا:

''تمہاری بیوی دو بچوں سے حاملہ ہے۔''

واپسی پر میں نے خیال کیا کہ ایک کا نام محمد رکھوں گا اور ایک نام علی۔ آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا:

''ایک کا نام علی رکھنا اور ایک کا نام ام عمر۔''

جب دونوں بچے دنیا میں آئے تو ایک لڑکا تھا اور ایک لڑکی۔ علی اور ام عمر بالترتیب نام رکھے گئے۔ ایک دن میں نے اپنی ماں سے پوچھا:

''اُم عمر کیا نام ہے؟''

میری ماں نے جواب دیا:

''میری ماں (روای کی نانی) کا نام اُم عمر تھا۔''

جب مامون الرشید نے امام علی رضا کو عہدہ خلافت پیش کیا تو آپ نے قبول نہ کیا۔ اس کی یہ استدعا اور آپ کا انکار دو ماہ تک چلتا رہا۔ آخر بات جب حد سے بڑھ گئی تو وعید و تہدید تک پہنچی تو آپ نے قبول کر لیا۔ آپ نے اس معاملہ میں بہت کچھ لکھا جس کے آخر میں یہ الفاظ ثبت تھے:

((والجفرو النجامعه بد لان علی ذٰلك وما ادری ما یفعل بی ولا بکم ان الحکم الا الله یقص الحق و هو خیر الفاصلین لٰکننی اِتثلتُ اماء امیر المومنین و اثرت رضاء والله یعصمنی و ایّاہ))

ابو الصلت بروی کے قصہ سے بھی امام علی رضا کی کرامات کا ظہور ہوتا ہے۔ ابو صلت کہتا ہے کہ ایک دن میں حضرت امام علی رضا کے سامنے کھڑا تھا تو آپ نے مجھ سے کہا:

''اس قبر پر جاؤ۔ یہ قبر ہارون الرشید کی ہے۔ اس کی چاروں طرف سے مٹی اٹھالاؤ۔''

میں آپ کے حکم کے مطابق مٹی اٹھالایا۔ آپ نے سونگھی اور پھر پھینک دی اور پھر کہا:

''جلدی ہی یہاں میرے لیے ایک گڑھا کھودیں گے جس میں سے ایک پتھر ظاہر ہوگا جسے خراسان کے تمام گورکن بھی نہیں ہلا سکتے۔''

پھر آپ نے فرمایا:

''فلاں جگہ سے مٹی لے آؤ۔''

Marfat.com

میں لے آیا تو فرمایا:

''وہاں میرے لیے ایک گڑھا کھودیں گے جو سات ہاتھ گہرا ہوگا، پھر اس کے درمیان قبر شق کریں گے اور اگر فرمانِ شاہی پورا نہ ہوا تو پھر لحد ہی بنائیں گے، جو دو ہاتھ ہوگی، اسے اللہ کریم جل جلالہ جس قدر چاہے فراخ و کشادہ کر دے گا۔ یہ گڑھا کھودتے وقت میرے سرہانے کی طرف سے ایک قسم کی تری پیدا ہوگی۔ میں نے جس بات کی تمہیں تعلیم دی ہے وہی کرنا۔ پانی جوش کھائے گا اور لحد اس سے بھر جائے گی۔ اس میں تجھے چھوٹی چھوٹی مچھلیاں نظر آئیں گی۔ یہ روٹی جو میں تجھے دیتا ہوں چھوٹی چھوٹی کر کے پانی میں ڈال دینا تا کہ وہ کھالیں۔ جب کچھ نہ بچے گا تو ایک بڑی مچھلی آئے گی جو چھوٹی مچھلیوں کو کھا جائے گی۔ جب ان مچھلیوں میں سے کوئی بھی باقی نہ بچے گی تو بڑی مچھلی غائب ہو جائے گی۔ جب غائب ہو جائے تو تم اپنا ہاتھ پانی پر رکھ دینا اور جو میں نے تمہیں کہا ہے وہی کہہ دینا، یہاں تک کہ پانی کی سطح نیچی ہو جائے اور کچھ نہ بچے۔ یہ سب کچھ مامون الرشید کی موجودگی میں کرنا۔''

پھر کہا:

''اے ابوصلت کل میں مامون کو ملنے آؤں گا۔ اگر میں اپنے سر پر کوئی چیز پہن کر نہ آؤں تو مجھ سے بات کر لینا اور اگر میرے سر پر کوئی چیز ہوئی تو پھر مجھ سے بات نہ کرنا۔''

جب صبح ہوئی تو حضرت امام علی رضا نے کپڑے پہنے اور مامون الرشید کے غلام کا انتظار کرنے لگے۔ آپ مامون کے پاس گئے اس کے ہاں میووں کے طبق رکھے ہوئے تھے اور وہ ہاتھ میں انگور کے خوشے پکڑے ہوئے تھا۔ مامون الرشید آپ کو دیکھ کر اپنی جگہ سے اٹھا اور آپ سے معانقہ کر کے آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور آپ کو بٹھایا۔ پھر وہ انگور کے خوشے آپ کو دیئے اور کہا:

''اے ابن رسول اللہ! کیا آپ نے کبھی ان انگوروں سے بہتر انگور دیکھے ہیں۔؟''

امام نے کہا:

''اچھے انگور تو بہشت میں دیکھے ہوں گے۔''

پھر مامون نے کہا:

''کھایئے۔!''

حضرت امام علی رضا نے فرمایا:

''مجھے معذور سمجھو۔''

مامون نے بات کو ذرا بڑھا کر کہا:

''آخر کون سی چیز مانع ہے؟ شاید! آپ مجھے متہم سمجھتے ہیں۔''

یہ کہہ کر اس نے آپ سے وہ خوشہ لے لیا اور چند دانے کھا کر دوسری دفعہ حضرت امام رضا کو دے دیا۔ آپ نے اس میں سے دو تین دانے کھائے اور باقی رکھ دیا۔ پھر اٹھ کھڑے ہوئے۔ مامون نے کہا:

''آپ کہاں جا رہے ہیں؟''

آپ نے جواب دیا:

''جہاں تم نے بھیجا۔''

پھر اپنے سر مبارک پر کوئی چیز باندھ کر باہر تشریف لے آئے۔ میں نے آپ سے کلام نہ کی۔ آپ اپنی سرائے میں آئے اور فرمایا:

Marfat.com

''سرائے کا دروازہ بند کردو۔''

تعمیل حکم پر آپ اپنے بستر پر سو گئے اور میں سرائے میں حیران و غمگین کھڑا رہا، اچانک میں نے ایک خوب صورت نوجوان کو دیکھا جس کے بال مشک بو اور عطر رسا تھے۔ اس کی شکل حضرت امام رضا سے بہت ملتی جلتی تھی۔ میں بھاگ کر اس کے پاس گیا اور عرض کیا:

''آپ کہاں سے تشریف لے آئے دروازہ تو بند تھا؟''

اس نوجوان نے کہا:

''مجھے وہ شخص لایا ہے جو ایک لمحہ میں مدینہ سے لے آتا ہے۔''

میں نے پوچھا:

''آپ کون ہیں؟''

تو کہا:

''میں حجۃ اللہ محمد بن علی ہوں اور اپنے باپ کے پاس آیا ہوں۔''

انہوں نے مجھے کہا:

''چلے آؤ۔''

جب حضرت رضا نے اسے دیکھا تو آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور معانقہ کر کے اپنے سینے سے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا اور اپنے بستر پر لے گئے۔ وہ نوجوان اپنا چہرہ اپنے والد کی طرف کر کے بیٹھ گیا اور کچھ راز کی باتیں کیں جن کی مجھے کچھ سمجھ نہ آئی۔ بعد ازاں میں نے حضرت رضا کے دونوں لبوں پر برف کی طرح سفید کچھ جھاگ دیکھی جسے محمد بن علی نے چاٹ لیا۔ پھر اس نوجوان نے اپنے والد کے کپڑوں میں اپنا ہاتھ ڈالا تو چڑیا کی طرح ان کے سینہ سے کوئی چیز باہر نکل آئی اور نیچے گر گئی۔ اسی وقت حضرت امام علی رضا کا انتقال ہو گیا۔ جناب محمد بن علی رضا نے فرمایا:

''اے ابوصلت! اُٹھو! اور بیت المال سے پانی اور تختہ لاؤ۔''

میں نے عرض کیا:

''بیت المال میں پانی ہے، نہ تختہ۔''

آپ نے فرمایا:

''میں جو کہتا ہوں اس کی تعمیل کرو۔''

میں بیت المال میں گیا تو وہاں پانی اور تختہ موجود پایا جسے میں لے آیا۔ میں نے یہ چاہا کہ آپ کی مدد کروں، لیکن آپ نے فرمایا:

''اے ابوصلت! میری کوئی اور مدد کرنے کو حاضر ہے۔''

آپ نے حضرت علی رضا کو غسل دیا اور پھر کہا:

''بیت المال میں ایک کپڑوں کا صندوق ہے اس میں کفن اور سامان حنوط موجود ہیں وہ لے آؤ۔''

میں گیا اور دیکھا کہ وہاں وہ صندوق موجود تھا جسے میں نے قبل ازیں کبھی نہیں دیکھا۔ اس صندوق کو لا کر رکھا تو آپ نے حضرت علی رضا کو کفن دے کر نماز جنازہ ادا کی، پھر کہا:

''تابوت لے آؤ!''

Marfat.com

میں نے عرض کیا:
''میں جاتا ہوں تاکہ بڑھئی کو تابوت بنانے کے لیے کہوں۔''
آپ نے کہا:
''بیت المال میں جاؤ۔''
میں گیا تو وہاں تابوت دیکھا جو میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ میں وہ تابوت لے آیا جس میں آپ نے امام علی رضا کو لٹا دیا، پھر دو رکعت نماز پڑھنا شروع کی۔ ابھی نماز ختم نہ ہوئی تھی کہ تابوت اپنی جگہ سے اٹھنا شروع ہوا۔ مکان کی چھت پھٹ گئی اور تابوت اس میں سے نکل کر فضا میں چلا گیا۔ میں نے عرض کیا:
''اے ابن رسول اللہ! مامون کو بھی بلا لینا چاہیے۔''
آپ نے فرمایا:
''خاموشی سے کام لو! تابوت ابھی واپس آ جائے گا۔''
پھر فرمایا:
''اے ابوصلت! کوئی ایسا پیغمبر نہیں جس کا انتقال مشرق میں ہو اور اس کا وصی مغرب میں واصل بحق ہو، بجز اس کے کہ ان کی رُوحیں اور جسم آپس میں مل جائیں۔''
یہ بات ابھی اتمام کو نہ پہنچی تھی کہ گھر کی چھت پھٹی اور وہ تابوت نیچے آ گیا۔ آپ نے حضرت امام کو تابوت سے باہر نکالا اور بستر پر اس طرح لٹا دیا، گویا وہ بیٹھے ہوئے ہوں اور ان پر کوئی کفن وغیرہ نہیں۔ پھر کہا:
''اٹھو اور دروازہ کھولو۔''
میں نے دروازہ کھولا تو مامون مع اپنے غلاموں کے گریہ وزاری کرتا ہوا، گریبان چاک کرتا ہوا اور سر پر طمانچے مارتا ہوا اندر آیا اور کہا:
''یا سیداہ فجعت بك یا سیداہ''
اس کے بعد ان کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہو گئے تو حضرت امام محمد بن علی نے کہا:
''جاؤ آپ کی قبر کھودو۔''
میں اس جگہ گیا تو جو کچھ حضرت امام علی رضا نے فرمایا تھا ویسا ہی مشاہدہ کیا۔ مامون الرشید نے پانی اور مچھلیوں کو دیکھا تو کہا:
''امام رضا سے جس طرح زندگی میں عجیب باتوں کا صدور ہوتا تھا زندگی کے بعد بھی ویسا ہی ہوتا ہے۔''
مامون کے ایک درباری نے سنا تو کہا:
''اے خلیفہ! تجھے پتا ہے کہ اس کا اشارہ کس طرف ہے؟ یہ اشارہ اس حقیقت کی طرف ہے کہ تمہاری حکومت کثرت اور اطاعت میں ان مچھلیوں کی طرح ہے۔ جب تمہارے مرنے کا وقت آئے گا اور تمہاری زبان کے بند ہونے کے آثار پیدا ہوں گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ایک ایسے شخص کو مسلط کرے گا جو تمہیں فنا کر دے گا۔''
مامون نے کہا:
''آپ بجا فرماتے ہیں۔''
ابوصلت سے دوسری روایت ہے کہ جب مامون حضرت امام علی رضا کے دفن سے فارغ ہوا تو کہا:

Marfat.com

''آپ نے جو باتیں تم سے کہی تھیں وہ مجھے بتاؤ۔''

میں نے کہا:

''وہ تو میں اسی وقت بھول گیا تھا۔''

چونکہ میں نے سچ نہیں بولا تھا، اس لیے اس نے مجھے قید میں ڈال دیا۔ میں ایک سال قید میں رہا اور میری روزی سخت تنگ ہوگئی۔

میں نے کہا:

''بارِالٰہی! محمد وآلِ محمد کے صدقے میری روزی میں کشائش پیدا کر دے۔''

ابھی میری دعا ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ میں حضرت علی رضا کے دیدار سے مشرف ہوا۔ آپ فرما رہے تھے:

''اے ابوصلت! پریشان ہوگئے ہو۔؟''

میں نے عرض کیا:

''ہاں! حضور!''

آپ نے فرمایا:

''اٹھو اور باہر جاؤ۔''

آپ نے میرے ہاتھوں کے بندھنوں کو چھوا تو وہ کھل گئے۔ پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور سرائے سے باہر تشریف لے آئے۔ نگہبان اور غلام دیکھتے رہے، لیکن کسی کو مجھ سے بات کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ آپ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی امان وتحفظ میں چلے جاؤ۔ اب تم مامون کو ملو گے نہ وہ تمہیں ملے گا۔''

ابوصلت کہتے ہیں:

''میں نے اس وقت سے مامون کو نہیں دیکھا۔''

ایک راوی سے روایت ہے کہ میں نے خراسان میں حضرت امام علی رضا سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے:

''جب مجھے مدینہ منورہ طلب کیا گیا تو میں نے اپنے تمام عمال کو جمع کر کے کہا: مجھ پر گریہ کرو تاکہ میں تمہاری گریہ وزاری کو سنوں۔ بعدازاں میں نے بارہ ہزار درہم ان میں تقسیم کیے اور کہا کہ اب میں تمہارے پاس دوبارہ نہیں آؤں گا۔''

امام علی رضا کا انتقال طوس میں سناباد کے گاؤں میں ہوا۔

ان کا روضہ ہارون الرشید کی قبر کے مغرب کی طرف ہے، جسے سرائے حمید بن قحطبۃ الطائی کہتے ہیں۔

آپ کا انتقال بروز جمعۃ المبارک رمضان 202 ہجری میں ہوا۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 15:

امام ابو جعفر تقی

امام تقی کا نام محمد تقی بن علی رضا بن موسیٰ بن جعفر بن محمد باقر علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہے۔ آپ کی کنیت ابوجعفر ہے۔

امام تقی کا نام اور کنیت حضرت امام باقر سے ملتی ہے، اسی لیے آپ کو ابوجعفر ثانی بھی کہتے ہیں۔ آپ کا لقب ''تقی'' اور ''جواد'' ہے۔ آپ کی والدہ اُم ولد تھیں جن کا نام خیزران تھا۔ بعض نے ریحانہ بھی لکھا ہے۔ کہتے ہیں یہ حضرت ماریہ قبطیہ کے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔

امام محمد تقی کی ولادت مدینہ منورہ میں بمطابق رجب المرجب ۱۹۵ میں ہوئی۔

والد محترم حضرت امام علی رضا کی وفات کے بعد جناب امام تقی بارہ سال کی عمر میں بغداد کے کوچے میں لڑکوں کے ساتھ کھڑے تھے کہ اتفاق سے مامون الرشید کا جو شکار کی غرض سے باہر جارہا تھا وہاں سے گزر ہوا۔ تمام لڑکے ایک طرف بھاگ گئے، لیکن حضرت امام تقی ایک جگہ کھڑے رہے۔ مامون الرشید نے نزدیک آکر آپ کو دیکھا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں میں حسنِ قبولیت بخشا تھا۔ مامون نے پوچھا:

''اے لڑکے! تو دوسرے بچوں کے ساتھ ایک طرف کیوں نہیں گیا؟''

حضرت امام تقی نے فی الفور جواب دیا:

''اے امیر المومنین! راہ تنگ تو نہیں جسے میں آپ کے چلنے کے لیے کشادہ کروں اور میں نے کوئی جرم بھی نہیں کیا جس سے میں ڈر کر بھاگ جاتا اور میں یہ حسن ظن رکھتا ہوں کہ آپ کسی کو بلا جرم سزا نہیں دیتے۔''

مامون الرشید کو آپ کا یہ طرزِ تکلم بہت پسند آیا اور آپ سے پوچھا:

''تمہارا نام کیا ہے۔؟''

آپ نے کہا:

''میرا نام محمد ہے۔''

مامون نے پوچھا:

''آپ کس کے بیٹے ہیں؟''

آپ نے جواب دیا:

''میں امام علی رضا کا لڑکا ہوں۔''

مامون آپ کے والد کے نام پر بہت خوش ہوا اور جدھر جانا تھا چلتا بنا۔ اس کے پاس بہت سے شکاری باز تھے۔ جب شہر سے باہر نکلا تو ایک باز کو ایک چکور کے پیچھے چھوڑا۔ وہ باز غائب ہو گیا اور دیر تک غائب ہی رہا۔ کچھ دیر بعد واپس آیا تو اس کی چونچ میں

Marfat.com

ایک زندہ چھوٹی سی مچھلی تھی۔ مامون کو اس سے سخت تعجب ہوا اور اسے اپنے ہاتھ میں لیے واپس آگیا۔ جب اس جگہ پہنچا جہاں حضرت امام تقی لڑکوں کے ساتھ کھڑے تھے تو لڑکے حسبِ دستور ایک طرف ہو گئے، لیکن حضرت امام تقی کھڑے رہے۔ خلیفہ مامون نزدیک پہنچا تو کہا:

''اے محمد!''

آپ نے کہا:

''لبیک یا امیر المومنین!''

خلیفہ نے آپ سے پوچھا:

''بتاؤ! میرے ہاتھ میں کیا ہے؟''

آپ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی بلحاظِ مشیت اپنی قدرت کے سمندر میں ایک چھوٹی سی مچھلی (ولایت) ہے جو خلفاء اور بادشاہوں کے ہاتھوں میں جانے سے روک لی جاتی ہے اور اہلِ نبوت اس سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں۔''

مامون الرشید یہ بات سن کر ششدر رہ گیا اور آپ کی طرف دیر تک دیکھتا رہا۔ پھر کہا:

''آپ حقیقۃً ابنِ رضاء ہیں۔''

بعد ازاں اس نے وہ انعام جو آپ کو دیا کرتا تھا دوگنا کر دیا۔

خلیفہ مامون الرشید امام ابوجعفر ثانی تقی کے ادب اور فضل و کمال کا جو آپ کو بچپن میں ہی حاصل تھا، کا معترف تھا، اس لیے اس نے اپنی بیٹی ام فضل کا نکاح آپ سے کر دیا اور اسے آپ کے ہمراہ مدینہ منورہ بھیج دیا اور ہر سال ہزار ہزار درہم بھیجتا رہا۔

حضرت امام تقی کی زوجہ اُم فضل نے اپنے باپ مامون کو مدینہ منورہ سے شکایت لکھ بھیجی کہ حضرت تقی مجھ سے لڑتے جھگڑتے ہیں اور دوسری بیوی کے خواہشمند ہیں۔ مامون نے اسے جواب میں یوں لکھا:

''میں نے تیرا نکاح اس سے اس لیے نہیں کیا تھا کہ میں حلال چیز کو اس پر حرام کر دوں۔ آئندہ خبردار! مجھے اس قسم کی باتیں کہنا، نہ لکھنا۔''

آپ کے اقوال:

العامل بالظلم والمعین له والراضی باه شرکاءٍ

العلماء یوم العدل علی الظالم اشد من یومٍ جورٍ علی المظلوم

العلماء غربا کثرۃ الجهال بینهم

المصیر علی المصبة علی الشامة بها

من امل فاجراً کان ادنیٰ عقوبة الحرمان

اثنان علیلان ابدًا صحیح کتمی وعلیل مخلط

ایک شخص بیان کرتا ہے کہ امام تقی کے اصحاب میں سے ایک کے ساتھ سفر پر جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ سفر اختیار کرنے سے پیشتر ہم حضرت تقی کی خدمت میں حاضر ہوئے تا کہ الوداع کہیں۔ آپ نے فرمایا:

Marfat.com

''آج باہر مت جاؤ! کل تک رُکے رہو۔''

باہر آئے تو میرا ساتھی کہنے لگا:

''میں تو جا رہا ہوں کیونکہ میرا دوست تو باہر جا چکا ہے۔''

یہ سن کر میں حیران و پریشان کھڑا رہ گیا اور وہ چلتا بنا۔ رات کو جس وادی میں ٹھہرا تھا، سخت سیلاب آیا اور وہ ڈوب کر مر گیا۔

- امام ابو جعفر ثانی یعنی امام تقی کی وفات بروز بدھ ۲۶ ذوالحجہ ۲۱۰ ہجری معتصم کے ایام خلافت میں ہوئی۔

کہا جاتا ہے کہ امام جعفر ثانی یعنی امام تقی کی وفات زہر خورانی سے ہوئی، لیکن یہ صحیح نہیں۔

امام تقی کی قبر بغداد شریف میں اپنے دادا حضرت موسیٰ کاظم کی قبر کی پچھلی طرف ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 15:

امام ابوالحسن عسکری

امام عسکری کا نام علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن باقر بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہے۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ آپ کو ابوالحسن ثالث بھی کہتے ہیں۔ آپ ہادی اور عسکری کے لقب سے مشہور ہیں۔

آپ کی والدہ اُم ولد ہیں جن کا نام شمانہ ہے۔ کہتے ہیں یہ اُم فضل بنت مامون کی لونڈی تھیں۔

آپ کی ولادت بمطابق ۱۳ رجب المرجب ۲۱۴ ہجری کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔

ایک دن امام عسکری من رائے کے کسی گاؤں میں گئے ہوئے تھے کہ ایک اعرابی آپ کی تلاش میں آ گیا۔ لوگوں نے اسے بتایا کہ آپ فلاں گاؤں میں گئے ہوئے ہیں۔ وہ اعرابی آپ کے پیچھے چلا گیا۔ آپ سے ملا تو آپ نے اسے پوچھا:

''کیسے آئے ہو؟''

اعرابی کہنے لگا:

''میں ان لوگوں میں سے ہوں جن کا قلبی لگاؤ آپ کے جدِ امجد امام علی رضا سے تھا۔ میں ایک ایسے قرضِ خطیر کے زیر بار ہوں جسے ادا نہیں کر سکتا اور آپ کے سوا کوئی اور میری گردن سے یہ بار اتار نہیں سکتا۔''

آپ نے فرمایا:

''کبیدہ خاطر نہ ہو۔''

آپ نے اسے وہیں ٹھہرا لیا۔ صبح ہوئی تو آپ نے اعرابی سے کہا:

''دیکھو! میں تم سے کچھ باتیں کہوں گا لیکن تمہارا فرض ہے کہ میری کسی بات کی مخالفت نہ کرنا۔''

اعرابی نے عرض کیا:

''حضرت! میں آپ کی کسی بات کی مخالفت ہرگز نہیں کروں گا۔''

حضرت عسکری نے اپنے دستِ مبارک سے ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ اعرابی کو اتنے پیسے دے دو جو اس کے قرض سے زیادہ ہوں۔ کیوں کہ میرے ذمے اس کا قرض ہے۔

پھر آپ نے فرمایا:

''وہ خط لے جاؤ۔ جب میں سر من رائے واپس آؤں تو میرے پاس آ جانا اور مجلس میں بیٹھے ہوئے مجھ سے ادائیگی قرض کا مطالبہ کرنا اور بے شک دو چار سنا بھی دینا۔ ہاں! البتہ! میری نصیحت کی مخالفت نہ کرنا۔''

اعرابی نے اس بات کا وعدہ کیا اور خط ہاتھوں میں تھام لیا۔ جب حضرت عسکری سر من رائے میں واپس آئے تو آپ کی خدمت میں بہت سے احباب و محبین وغیرہم حاضر ہوئے۔ وہ اعرابی بھی حاضر ہو گیا اور خط باہر نکال کر حضرت کی نصیحت کے مطابق مطالبہ پیش کر دیا۔ آپ اس سے نرم نرم باتیں کرتے جاتے اور اظہار معذوری کر کے ادائیگی قرض کا وعدہ بھی کرتے جاتے۔ اس

Marfat.com

واقعہ کی خبر خلیفہ متوکل کو پہنچی تو کہنے لگا:

''آپ کے پاس تیس ہزار دراہم لے جاؤ۔''

دراہم پہنچے تو آپ نے انہیں اعرابی کے آنے تک سنبھال کر رکھ چھوڑے۔ اعرابی آیا تو آپ نے فرمایا:

''لو! لے جاؤ اور اپنا قرض ادا کرو اور جو باقی بچے اسے اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا، اور مجھے معذور ہی خیال کرنا۔''

اعرابی یہ بات سن کر کہنے لگا:

''یا ابن رسول اللہ! اللہ کی قسم! جو آپ نے مجھے مرحمت فرمایا ہے مجھے تو اس سے تیسرے حصے سے بھی کم رقم کی امید تھی۔ سچ ہے! اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ فلاں چیز کو کہاں بھیجنا ہے۔''

ایک بار خلیفہ متوکل بیمار ہو گیا، اس کے جسم پر پھوڑا نکل آیا جس کے علاج ومعالجہ سے اطباء عاجز آ گئے۔ خلیفہ کو موت نظر آنے لگی۔ ایک دن فتح بن خاقان جو خلیفہ کے مقربین میں سے تھا، کہنے لگا:

''کسی کو حضرت عسکری کے پاس بھیجو! شاید! وہ کوئی ایسی چیز جانتے ہوں جو منفعت بخش ثابت ہو۔''

چنانچہ ایک شخص کو آپ کی خدمت میں بھیجا گیا۔ آپ نے فرمایا:

''فلاں چیز کو اس کے زخم پر رکھ دو! ان شاء اللہ تعالیٰ! نفع آور ثابت ہوگی۔''

مجوزہ چیز کو متوکل کے پاس لایا گیا تو حاضرین ٹھٹھا مخول کرنے لگے۔ فتح بن خاقان کہنے لگا:

''تجربہ کرنے میں کیا حرج ہے؟ لاؤ وہ چیز۔''

خادموں نے حضرت عسکری کی فرمودہ دوائی حاضر کی جسے پھوڑے پر رکھ دیا گیا۔ بس رکھنے کی دیر تھی کہ پھوڑا بہنے لگا اور تمام گندا مادہ خارج ہو گیا۔ متوکل کی صحت یابی کی خبر اس کی ماں کے گوش گزار کر دی گئی جس نے دس ہزار دینار ایک ہمیانی میں بند کیے، اس پر مہر لگائی اور حضرت امام عسکری کی خدمت میں بھیج دی۔ متوکل کو صحت کاملہ مل گئی۔

جب متوکل نے امام عسکری کو مدینہ منورہ سے عراق میں طلب کیا تو آپ سرمن رائے میں ایک ایسی جگہ قیام پذیر ہوئے جسے ''خان الصعالیک'' کہتے تھے۔ یہ قیام گاہ کچھ اچھی نہ تھی۔ آپ کے متوسلین میں سے صالح بن سعید نامی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

''اے ابن رسول اللہ! آپ کے قربان جاؤں! یہ گروہ تو آپ کی قدر ومنزلت کو پردہ اخفاء میں رکھنے اور آپ کی آب وتاب کو مٹانے کے درپے ہے، اسی لیے آپ کو اس مکان میں قیام کے لیے ٹھہرایا گیا ہے۔''

آپ نے فرمایا:

''اے سعید! تو بھی تو اسی جگہ ہے۔''

چنانچہ آپ نے اپنے دست مبارک سے اشارہ کیا تو نہایت عمدہ قسم کے باغات، بہتی ہوئی ندیاں اور ایسے محلات جن میں باعفت حسین وجمیل عورتیں اور چمکتے ودمکتے موتیوں کی طرح چھوٹے چھوٹے لڑکے تھے، ظاہر ہو گئے۔

صالح بن سعید کہتا ہے:

''یہ دیکھ کر میں مغلوب حیرت ہو گیا۔''

آپ نے فرمایا:

Marfat.com

''اے ابن سعید! ہم جہاں بھی ہوں یہ چیزیں ہمارے ساتھ ہوتی ہیں۔ یاد رکھو! ہم خان الصعالیک میں نہیں ہیں۔''

متوکل کے گھر بہت سے پرندے تھے جن کی چہچہاہٹ سے کسی کو کسی کی بات کی سمجھ نہ آتی تھی، لیکن حضرت عسکری جس وقت بھی اس کے ہاں جاتے تو پرندے خاموش ہو جاتے اور جب گھر سے باہر آتے تو بولنا شروع کر دیتے۔

ایک ہندوستانی شعبدہ باز متوکل کے ہاں آیا ہوا تھا جو عجیب و غریب شعبدے دکھاتا تھا۔ ایک دن متوکل نے اسے کہا:

''اگر تم محمد بن علی (امام عسکری) کو شرمندہ و خجل کر دو تو تمہیں ایک ہزار دینار دوں گا۔''

شعبدہ باز نے کہا:

''اچھا چند پتلی پتلی روٹیاں دستر خوان پر رکھ دو اور مجھے ان کے پہلو میں بٹھا دو۔''

خلیفہ نے ایسا ہی کیا۔ حضرت عسکری نے روٹی پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ شعبدہ باز نے ایک ایسا عمل کیا جس کے اثر سے روٹی اُٹھ کر حضرت عسکری سے دور چلی جاتی۔ اس نے اس طرح تین بار عمل کیا جس سے اہل مجلس ہنسنے لگے۔ اسی مسجد میں ایک قالین تھا جس پر شیر کی شکل کھنچی ہوئی تھی۔ حضرت عسکری نے اس شیر کو اشارہ کیا:

''اِسے پکڑلو۔!''

وہ کھال شکل سچ مچ کا شیر بن گئی۔ پھر اس شعبدہ باز پر جست لگائی اور اسے زمین میں گاڑ دیا اور پھر اسی قالین پر واپس چلا گیا۔ متوکل نے ہر چند عرض کی کہ آپ شعبدہ باز کو زمین سے نکال لیں مگر آپ نے عرض قبول نہ کی اور فرمایا:

''اللہ کی قسم! تم اب اس شعبدہ باز کو پھر نہ دیکھو گے۔''

لہٰذا وہ مجلس سے باہر آ گیا اور اس کے بعد اسے کسی نے نہ دیکھا۔

امام عسکری مستنصر کے زمانے میں بغداد کے مضافات میں قصبہ سر من رائے میں بروز دوشنبہ جمادی الاخری کے آخری ایام میں ۲۵۴ ہجری میں فوت ہوئے۔

امام عسکری کی قبر انور سر من رائے کی اس سرائے میں ہی ہے جو آپ کی ذاتی ملکیت تھی۔

کہتے ہیں کہ حضرت علی ہادی کا مشہد قم میں ہے لیکن یہ بات درست نہیں۔ ہاں یہ بات درست ہے کہ فاطمہ بن موسیٰ بن جعفر کا مشہد شہر قم میں ہے اور حضرت رضا علی بن محمد موسیٰ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جس نے ان کے مشہد کی زیارت کی وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 16:

امام ابو محمد حسین زکی

حضرت امام زکی کا نام حسین بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن باقر بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہے۔
آپ کی کنیت ابو محمد اور لقب ''زکی'' ہے۔
آپ کے القاب ''خالص'' و ''سراج'' ہیں۔آپ اپنے والد محترم کی طرح عسکری کے لقب سے بھی مشہور ہیں۔
آپ کی والدہ اُم ولد تھیں۔ان کا نام سوسن تھا لیکن اور نام سے بھی پکاری جاتی تھیں۔
آپ کے والد حضرت امام علی عسکری نے اپنی بیوی کا نام حدیث رکھا تھا۔
آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں ۲۳۱ ہجری میں ہوئی۔بعض نے ۲۳۲ ہجری بھی کہا ہے۔
محمد بن علی بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بیان ہے کہ مجھ پر روزی بہت تنگ ہوگئی۔میرے والد نے مجھے حضرت امام زکی کی خدمت میں حاضری کے لیے کہا کیونکہ آپ جود وسخا میں مشہور ہیں۔میں نے والد سے پوچھا:

''کیا آپ انہیں جانتے ہیں۔؟''

انہوں نے فرمایا:

''نہیں!میں انہیں نہیں جانتا اور میں نے آپ کو کبھی دیکھا بھی نہیں۔''

چنانچہ ہم مقصد برآوری کے لیے عازم سفر ہوئے۔میرے والد نے رستے میں مجھے کہا:

''ہم حاجت مند ہیں!اگر وہ ہمیں پانچ سو روپے دے دیں تو دو سو کے ہم کپڑے بنالیں،دو سو کا آٹا دانہ خرید لیں گے اور باقی سو روپے دوسری اشیاء خوردنی وضروری پر خرچ کر دیں گے۔''

میں نے اپنے دل میں کہا:

''ہوسکتا ہے آپ مجھے تین سو روپے دیں،میں سو روپے کے کپڑے،سو روپے کے دیگر اخراجات اور سو روپے کا گدھا خرید کر کوہستان چلا جاؤں گا۔''

جب ہم آپ کے دولت کدہ پر حاضر ہوئے اور کوئی بات نہ کی۔آپ کا غلام باہر آیا اور کہنے لگا:

''علی بن ابراہیم اور اس کا بیٹا محمد اندر آجائیں۔''

ہم اندر گئے اور السلام علیکم عرض کیا۔آپ نے فرمایا:

''اے علی!تمہیں اس وقت تک یہاں آنے میں کون سی بات مانع رہی۔؟''

میرے باپ نے عرض کیا:

''میرے آقا!مجھے شرم آتی تھی کہ اس حال میں آپ کے پاس آؤں۔''

جب ہم باہر آئے تو آپ کا غلام ہمارے پیچھے پیچھے آیا۔اس نے ایک ہمیانی جس میں پانچ سو درہم تھے میرے والد کو دی اور کہا:

Marfat.com

''اس میں پانچ سو درہم ہیں، دو سو کپڑوں کے لیے، دو سو آٹے دانے کے لیے اور بقایا دیگر خرچ کے لیے۔''

پھر ایک اور ہمیانی مجھے دی اور کہا:

''اس میں تین سو درہم ہیں، سو درہم کپڑوں کے لیے، سو دیگر اخراجات کے لیے اور سو گدھا خریدنے کے لیے، لیکن یہ ضروری ہے کہ بجانب کوہستان نہ جاؤ، کسی اور جگہ چلے جاؤ۔''

اُس جگہ کی طرف اس نے اشارہ بھی کر دیا۔ میں نے وہاں جا کر شادی کر لی اور اسی روز مجھے دو ہزار درہم ہاتھ آئے۔

ایک شخص کا بیان ہے:

''میں نے حضرت سید ناز کی سے اپنی غربت کی شکایت کی۔ اس وقت آپ کے ہاتھ میں تازیانہ تھا۔ آپ نے اس سے زمین کھودی اور اسی سبب سے پانچ سو درہم کا سونا نکل آیا۔ آپ نے وہ سارے کا سارا مجھے عطا کر دیا۔''

ایک شخص کا بیان ہے کہ میں قید خانے میں تھا۔ میں نے قید کی تنگی اور جیل کی گرانی کی شکایت حضرت زکی کو لکھ بھیجی۔ میں چاہتا تھا کہ اپنی تنگ دستی کے متعلق کچھ لکھ کر بھیجوں لیکن شرم مانع تھی۔ اس لیے اس ضمن میں کچھ نہ لکھ سکا۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

''تم آج ظہر کی نماز اپنے گھر پر ہی پڑھو گے۔''

اللہ کے فضل و کرم سے میں قید سے رہا ہو گیا اور میں نے نمازِ ظہر گھر جا پڑھی۔ اچانک مجھے آپ کا قاصد آتا ہوا دکھائی دیا جو میرے لیے سو دینار لا رہا تھا۔ اس کے ساتھ ایک خط بھی تھا جس میں مرقوم تھا:

''جس وقت بھی تجھے پیسوں کی ضرورت ہو بغیر شرم و عار مانگ لیا کرو کیونکہ تم جس چیز کی بھی طلب کرو گے تمہیں وہی ملے گی۔''

ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے امام زکی سے ایک مسئلہ پوچھنے کے لیے ایک عریضہ لکھا اور میں چاہتا تھا کہ چوتھے روز کے بخار کے متعلق بھی آپ سے پوچھ لوں، لیکن مجھے یہ بات لکھنا یاد نہ رہی۔ آپ نے جواب میں لکھا:

''تمہارے مسئلے کا جواب یہ ہے۔ تم یہ بھی چاہتے تھے کہ چوتھے روز کے بخار کے متعلق بھی پوچھوں لیکن تم بھول گئے۔ دیکھو آیت شریف:

((یا نار کونی برداً وسلاماً علی ابراھیم))

کاغذ پر لکھ کر محموم (جسے بخار ہوا ہو) کے گلے میں آویزاں کر دو۔''

میں نے ایسا ہی کیا اور محموم کو آرام آ گیا۔

ایک شخص کہتا ہے کہ میں امام زکی کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک خوبصورت نوجوان اندر آ گیا۔ میں نے دل میں خیال کیا:

''بھلا! یہ کون ہو سکتا ہے؟''

حضرت زکی نے فرمایا:

''یہ میری بیوی کا چچازاد بھائی ہے۔ اس کے پاس پتھر کا ایک ٹکڑا ہے جس پر میرے آبائے کرام نے اپنی اپنی انگشتریاں رکھی ہیں اور اس پر مہریں کندہ ہو گئی ہیں۔ یہ میرے پاس بھی اسی غرض سے آیا ہے تاکہ میں بھی اپنی انگشتری اس پر رکھوں۔''

چنانچہ آپ اس نوجوان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

''اپنا سنگ پارہ لاؤ۔''

Marfat.com

وہ اٹھا کر آپ کے پاس لے آیا۔ آپ نے ایک جگہ اپنی انگشتری رکھی۔ یہ انگشتری سادہ تھی اس پر کوئی نقش نہ تھا، لیکن مہر نکل آئی اس پر ''الحسن بن علی'' کے الفاظ نقش ہو گئے، جسے میں پڑھ رہا ہوں۔ بعد ازاں جب وہ نوجوان باہر آیا تو میں نے اس سے پوچھا: ''کیا تو نے کبھی آپ کو دیکھا ہے؟''

اس نے کہا: ''اللہ کی قسم! میری مدت سے خواہش تھی کہ آپ کا دیدار کروں۔ اسی وقت ایک نوجوان آیا جسے میں نے نہیں دیکھا تھا۔ اس نے کہا: اُٹھو اور اندر آ ؤ، تو میں اندر آ گیا۔''

امام زکی کی وفات سر من رائے میں ۲۶۰ ہجری میں ہوئی۔ آپ اپنے والد امام علی عسکری کے پہلو میں دفن کیے گئے۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 18:

سیدنا امام مہدی

حضرت امام مہدی صاحب کا نام نامی محمد ہوگا۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام عبداللہ اور والدہ ماجدہ کا اسم گرامی حضرت آمنہ ہوگا۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہوگی۔ سلسلۂ نسب آپ کا سادات سے ہے۔ فاطمی ہوں گے۔ حسنی ہوں گے۔ حسینی ہوں گے۔ جائے پیدائش مدینہ طیبہ ہوگی۔ ہجرت گاہ بیت المقدس ہوگی۔

آپ کا رنگ گندمی، جسم مبارک دبلا، قد درمیانہ، کشادہ پیشانی، اونچی ناک، پتلا بانسہ، دونوں بھنوؤں میں فاصلہ، آنکھیں سرگیں، دانت مبارک چمکدار اور الگ الگ (سامنے کے دونوں دانتوں کے درمیان کچھ خلا) داہنے گال پر کالا تل، چہرہ ایسا روشن جیسے چمکتا ہوا ستارہ، گھنی داڑھی اور ہاتھ کی ہتھیلیاں چوڑی ہوں گی۔ امام مہدی کے زبان مبارک میں لکنت ہوگی اور اتنی زیادہ لکنت کہ بعض اوقات بات کرنے میں دیر ہوگی تو گھبرا کر بائیں ران پر سیدھا ہاتھ ماریں گے۔

عوام الناس میں ظہور کے وقت عمر مبارک چالیس سال ہوگی۔ آپ کا لباس آپ کا سفید ہوگا۔ آپ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص اطہر' آپ کی تلوار مبارک اور جھنڈا بھی (بطور نشانی) ہوگا۔ آپ کی بیعت کی جگہ مکہ معظمہ خانہ کعبہ میں رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان کی کشادہ جگہ ہے۔ جہاں بڑے اطمینان وسکون سے آپ کی بیعت کی تقریب مکمل ہوگی۔ باوجود اس کے کہ اس سے باہر عظیم فتنہ وفساد برپا ہوگا۔

آپ اخلاق وسیرت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہوں گے۔ آپ مسلمانوں سے انتہائی الفت ومحبت سے پیش آئیں گے۔ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔ دنیا میں حد سے زیادہ امن وامان قائم ہوجائے گا۔ ایک عورت چار پانچ عورتوں کو اپنے ساتھ لے کر دور دراز فاصلہ سے حج کے لئے جائے گی اور عورتیں ہر طرح سے سلامت رہ کر واپس اپنے وطن پہنچ جائیں گی۔

ہرن اور بکریاں، شیر اور بھیڑیوں کے ساتھ چرتی پھریں گی۔ چھوٹے بچے سانپ اور بچھوؤں سے کھیلیں گے لیکن وہ انہیں کوئی گزند نہ پہنچائیں گے۔

آپ مال ودولت بے شمار تقسیم فرمائیں گے۔ زمین وآسمان کے فرشتے، ہوا کے پرندے، جنگل کے وحشی جانور اور دریا کی مچھلیاں سب آپ سے خوش ہوں گے۔ آپ کے زمانے میں ساری امت چین وسکون پائے گی۔

آسمان سے متواتر بارش ہوگی۔ زمین سے پیداوار بکثرت ہوگی۔ زمین میں ایک سیر بیج بویا جائے گا تو سات سو سیر تک غلہ پیدا ہوگا۔ عمریں بڑھ جائیں گی۔ آپ کے ساتھی دن میں مجاہد اور رات میں عابد ہوں گے۔ کفار ومشرکین سے آپ کی بڑی بڑی جنگیں ہوں گی۔ دشمنوں کو شکست ہوگی۔ آپ شہر کے شہر فتح کر ڈالیں گے۔ حتی کہ مشرق ومغرب سب آپ کے زیر نگیں

Marfat.com

ہو جائیں گے۔

بیت المقدس کا آرائشی سامان آپ کا خزانہ ہوگا۔لوگ آپ کی طرف اس طرح آئیں گے جیسے شہد کی مکھیاں اپنے بادشاہ کی طرف جاتی ہیں۔حق تعالیٰ ہزار فرشتوں کے ساتھ آپ کی مدد فرمائے گا۔

ارشادربانی ہے:

(ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعی فی خرابھا اولئك ماکان لھم ان یدخلوھا الاخائفین لھم فی الدنیا خزی ولھم فی الآخرۃ عذاب عظیم)

”اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ کی مسجدوں سے روکے اُن میں اس کا نام لئے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے اُن کو نہ پہنچتا تھا کہ مسجدوں میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے' اُن کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور اُن کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔“

(پارہ اوّل، آیت 114)

تفسیر قرطبی میں (لھم فی الدنیا خزی) کا مطلب حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ ”دنیا میں اُن کی رسوائی“ یہ ہوگی کہ قرب قیامت حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں عموریہ' قسطنطنیہ' روم اور ان کے دیگر ممالک مسلمان فتح کرلیں گے۔

تفسیر طبری میں اسی آیت کے تحت حضرت سدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث نقل کی ہے جس میں یہی بیان کیا گیا ہے کہ اس سے مراد حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں عیسائی ممالک کا فتح ہونا اور (جو اسلام کے خلاف ہتھیار اٹھائیں گے) اُن کا قتل عام کیا جانا اُن کی رسوائی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم میں ابن مریم (علیہما السلام) نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا (اس وقت کی نماز کی امامت امام مہدی رضی اللہ عنہ فرمائیں گے)۔“

(صحیح بخاری' باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام' رقم الحدیث 3265 رقم الصفحۃ 1272 الجزء الثالث مطبوعۃ دار ابن کثیر' یمامۃ' بیروت۔ صحیح مسلم' باب نزول عیسیٰ بن مریم' رقم الحدیث 55 رقم الصفحۃ 136 الجزء الاول مطبوعۃ دار احیاء التراث العربی' بیروت۔ صحیح بن حبان' رقم الحدیث 68.2 رقم الصفحۃ 216 الجزء 15 مطبوعۃ موسسۃ الرسالۃ' بیروت۔ المسند المستخرج علی صحیح الامام مسلم' باب کیف انتم اذا نزل بکم ابن مریم' رقم الحدیث 393 رقم الصفحۃ 99 الجزء الاول مطبوعۃ دار المعرفۃ' بیروت۔ المعجم الاوسط' رقم الحدیث 92.3 رقم الصفحۃ 86 الجزء التاسع 336 الجزء الثانی مطبوعۃ موسسۃ قرطبۃ مصر۔ الایمان لابن مندۃ' رقم الحدیث 413 رقم الصفحۃ 515 الجزء الاول مطبوعۃ موسسۃ الرسالۃ' بیروت۔ السنن الواردۃ فی الفتن' رقم الخطاب' رقم الحدیث 4882' رقم الصفحۃ 294 الجزء الثالث مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت۔ عون المعبود' رقم الحدیث 309 الجزء 11 مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت۔ تغلیق التعلیق' باب نزول عیسیٰ رقم الصفحۃ 40 الجزء الرابع مطبوعۃ دار المکتب الاسلامی' بیروت و دار عمار' عمان' اردن)۔

اس امت میں امام مہدی ہی وہ شخصیت ہیں جو عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی امامت فرمائیں گے۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ' رقم الحدیث 34649 رقم الصفحۃ 513 الجزء السابع' مطبوعۃ مکتبۃ الرشد' الریاض۔ الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 1107 رقم الصفحۃ 373 الجزء الاول' مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاھرۃ)

Marfat.com

حضرت کعب سے روایت ہے:

''دجال بیت المقدس میں مسلمانوں کا محاصرہ کیے ہوگا اور اس وقت مسلمان شدید قحط میں مبتلا ہوں گے حتی کہ وہ بھوک کی وجہ سے اپنی کمانوں یا تیروں یا نیزوں کا نرم حصہ کھانے لگیں گے۔ اس حال میں کچھ دن گزاریں گے کہ یہ لوگ ایک دن صبح کے وقت جبکہ ابھی کچھ اندھیرا ہی ہوگا ایک آواز سنیں گے' یہ آواز سن کر یہ لوگ کہیں گے کہ یہ تو کسی پیٹ بھرے شخص کی آواز ہے۔ وہ اس شخص کی جستجو کریں گے تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔ پھر نماز قائم ہوگی اور مسلمانوں کے امام امام مہدی نماز پڑھانے کے لئے مصلیٰ پہ جا چکے ہوں گے۔ اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کے امام مہدی پیچھے ہٹیں گے (تا کہ وہ آگے آ کر نماز کی امامت فرمائیں) لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ نماز آپ ہی پڑھایئے کیونکہ اقامت آپ کے لئے کہی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان لوگوں کے ساتھ نماز ادا فرمائیں گے۔ اس کے بعد مسلمانوں کے امیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرار پائیں گے۔''

(الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 1613' رقم الصفحۃ 577' الجزء الثانی' مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاھرۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس کے بعد ایک آدمی جو سفیانی کہلائے گا دمشق کی گہرائی (عمق) یعنی اس کے ایک نشیبی علاقے سے نکلے گا اور عام لوگ جو اس کی اتباع کریں گے وہ کلب سے ہوں گے۔ وہ اتنا زیادہ قتل عام کرے گا کہ حاملہ عورتوں کے پیٹوں کو بھی پھاڑے گا۔ اس سے مقابلہ کے لئے قیس قبیلہ جمع ہوں گے تو انہیں بھی وہ قتل کر دے گا۔ وہ کسی کو کسی گناہ سے نہیں روکے گا۔ ایک آدمی میرے اہل بیت میں سے مقام حرہ میں نکلے گا جس کی خبر سفیانی کو پہنچے گی تو اپنے لشکروں میں سے ایک لشکر اس کی طرف بھیجے گا جو ان کو شکست دے گا۔ پھر سفیانی اپنے دوسرے سپاہیوں کے ساتھ ان کی طرف آئے گا یہاں تک کہ جب وہ زمین کے بیابان (مقام بیداء) میں پہنچے گا تو انہیں دھنسا دیا جائے گا اور ان میں سے کوئی بھی نہیں بچے گا سوائے اس شخص کے جو واپس جا کر انہیں اس واقعہ کی خبر دے۔''

(المستدرک علی الصحیحین' رقم الحدیث 8586' رقم الصفحۃ 565' الجزء الرابع' مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ' بیروت)

ابو جعفر سے روایت ہے:

''سفیانی کوفہ اور بغداد میں داخل ہونے کے بعد اپنے لشکر کو چاروں طرف پھیلا دے گا اور نہر کی دوسری طرف سے خراسان والے اُسے مدد پہنچائیں گے۔ اہل مشرق اپنے لشکر لائیں گے اور قتل کے لئے ان پر حملہ کریں گے۔ جب اسے یہ خبر پہنچے گی تو وہ ایک عظیم لشکر اصطخر بھیجے گا جس پر بنی امیہ کا ایک آدمی امیر ہوگا۔ ان کا ایک حادثہ قومس میں ہوگا۔ ایک حادثہ رے شہر کے مضافات میں اور ایک حادثہ تخوم زرنج میں پیش آئے گا۔ اس کے بعد سفیانی اہل کوفہ اور دیگر شہر والوں کے قتل کا حکم دے گا۔ اس وقت کالے جھنڈے خراسان سے آئیں گے۔ ان سب لوگوں پر بنی ہاشم کا ایک نوجوان جس کی دائیں ہتھیلی پر ایک تل ہوگا حاکم ہوگا۔ اللہ اس کا کام اور طریقہ آسان کر دے گا۔ پھر تخوم خراسان میں ایک حادثہ ہوگا اور ہاشمی رے کے راستے چلے گا تو بنی تمیم کے غلاموں میں سے ایک آدمی جس کا نام شعیب بن صالح ہوگا اصطخر میں اموی کے پاس جائے گا۔ جہاں شعیب بن صالح و مہدی اور ہاشمی بیضاء اصطخر میں ملیں گے۔ یہاں اُس اموی اور ان کے لشکروں کے درمیان ایسی گھمسان کی جنگ ہوگی کہ گھوڑے خون اپنے گٹنوں تک روند ڈالیں گے۔ پھر ان کے پاس بجستان سے عظیم لشکر آئیں گے جن پر بنی عدی کا ایک آدمی امیر ہوگا' جس سے اللہ اپنے انصار اور جنود کو غالب فرمائے گا۔ پھر رے کے دو واقعوں کے بعد مدائن میں ایک حادثہ ہوگا اور عاقر قوفا

Marfat.com

میں ہر چیز تباہ کردینے والی جنگ ہوگی جس کے بارے میں ہر نجات پانے والا خبر دے گا۔ اس کے بعد بابل میں ایک تباہ کن واقعہ ہوگا۔ ایک واقعہ نصیبین کے علاقے میں کسی جگہ ہوگا۔ پھر ایک قوم اخوص پر ان کے سرداروں کی نکلے گی۔ وہ عزت دار لوگ ہوں گے۔ ان کے عام لوگ کوفہ اور بصرہ کے ہوں گے۔ یہ لوگ کوفہ کے قیدیوں کو چھڑا لیں گے۔''

(الفتن لنعیم بن حماد، رقم الحدیث 913 رقم الصفحۃ 316 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید القاھرۃ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب سفیانی دریائے فرات عبور کر کے ایک جگہ پہنچے گا جو ''عاقرقوفا'' کہلاتی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل سے ایمان محو فرما دے گا۔ وہ وہاں ''دجیل'' نامی نہر تک ستر ہزار آدمی قتل کرے گا جو اپنی تلواروں کو سونتے ہوئے ہوں گے۔ وہ بیت الذہب پر غالب ہو جائیں گے اور جنگ کرنے والوں اور بہادروں کو قتل کریں گے۔ عورتوں کے پیٹوں کو پھاڑیں گے۔ کہیں گے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس عورت کے پیٹ میں کوئی لڑکا پرورش پا رہا ہو (جو بعد میں بڑا ہو کر ہمارے مقابل آجائے)۔ قریش کی کچھ عورتیں ''دجلہ'' کے کنارے کشتی والوں سے فریاد کریں گی کہ ہمیں ہمارے لوگوں تک پہنچا دو، لیکن وہ بنی ہاشم سے بغض رکھنے کی وجہ سے انہیں کشتی میں نہیں بیٹھائیں گے۔ اس لیے تم بنو ہاشم سے بغض مت رکھو، کیونکہ انہی میں سے نبی رحمت ہیں اور انہی میں سے (جعفر) طیار ہیں جو جنت میں ہیں۔ جہاں تک عورتوں کا تعلق ہے تو جب رات آئے گی تو فساق کے ڈر سے سب سے پست جگہ (کسی سرنگ یا خندق وغیرہ) میں پناہ لیں گی۔ پھر لوگوں (مسلمانوں) کو اللہ کی مدد آ پہنچے گی، یہاں تک کہ بغداد اور کوفہ کے جو بچے اور عورتیں سفیانی کے پاس قید ہوں گی وہ انہیں بھی چھڑا لیں گے۔''

(الفتن لنعیم بن حماد، رقم الحدیث 885 رقم الصفحۃ 304 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید القاھرۃ۔ تاریخ بغداد، رقم الصفحۃ 39 الجزء الاول مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

راشد بن صعد اور ضمرہ بن حبیب اور ان کے مشائخ سے روایت ہے:

''سفیانی اپنے گھوڑوں اور لشکروں کو بھیجے گا تو وہ ارضِ خراسان اور ارض فارس کے اکثر شہری علاقوں پر حملہ کریں گے جس کی وجہ سے اہل مشرق ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے اور ان سے جنگ کریں گے۔ (اس کے علاوہ بھی) ان کے درمیان کئی واقعات ہوں گے۔ جب اہل مشرق کو اس سے لڑتے ہوئے بہت عرصہ ہو جائے گا تو وہ ایک ہاشمی شخص کے ہاتھ پر بیعت کرلیں گے جو اس دن مشرق کے آخر میں ہوگا۔ وہ اہل خراسان کو لے کر چلے گا جن کا سردار بنی تمیم کا ایک غلام شخص ہوگا۔ وہ زرد رنگ اور کم داڑھی والا ہوگا۔ اس کے مقابلہ میں پانچ ہزار سپاہیوں کو لے کر نکلے گا۔ جب اسے اس بات کی خبر پہنچے گی تو وہ اس کے ہاتھ پر بیعت کرلے گا جس کے بعد یہ اس کو لشکر پر امیر بنا دے گا (اور یہ اتنا بہادر ہوگا کہ) اگر پہاڑ بھی اس کے سامنے آجائیں تو یہ ان کو بھی گرا دے۔ اس کا اور سفیانی کے گھوڑوں کا آمنا سامنا ہوگا۔ یہ ان کو شکست دے گا اور ان کے بہت سے سپاہی قتل کردے گا۔ ان کو ایک شہر سے دوسرے شہر تک مسلسل پسپا کرتا رہے گا حتی کہ عراق تک ان کا پیچھا کرے گا۔ پھر ان کے اور سفیانی کے لشکر کے درمیان دوبارہ جنگ ہوگی۔ اس کے بعد غلبہ سفیانی کو حاصل ہوگا اور ہاشمی بھاگ جائے گا۔ پھر جب شعیب بن صالح کو شام کی طرف سے مہدی کے چلے جانے کی اطلاع ملے گی تو وہ ان کی راہ ہموار کرتے ہوئے خفیہ طور پر بیت المقدس پہنچے گا۔''

(الفتن لنعیم بن حماد، رقم الحدیث 915 رقم الصفحۃ 321 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید القاھرۃ)۔

زہری سے روایت ہے:

''سفیانی سے اہل شام بیعت کریں گے اور وہ اہل مشرق سے قتال کر کے انہیں فلسطین سے پسپا کر کے ایک بنجر چراگاہ میں ٹھہر

Marfat.com

جائیں گے۔ پھر آمنے سامنے مقابلہ ہوگا اور شکست اہل مشرق کی ہوگی، یہاں تک کہ وہ حمص پہنچ جائیں گے۔ پھر دوبارہ جنگ کریں گے اس وقت بھی شکست اہل مشرق کی ہوگی اور اب کی دفعہ وہ ایک ویران شہر یعنی قرقیسیا پہنچ جائیں گے۔ پھر جنگ کریں گے اور اس مرتبہ بھی اہل مشرق شکست کھائیں گے اور بھاگتے ہوئے عاقر قوفا پہنچ جائیں گے۔ پھر جنگ کریں گے تو اس وقت بھی شکست اہل مشرق کی ہوگی اور سفیانی ان کے اموال کو لوٹ لے گا۔ اس کے بعد سفیانی کے حلق میں ایک پھوڑا نکلے گا۔ وہ صبح کے وقت کوفہ میں داخل ہوگا اور شام کو اپنے لشکر کے ساتھ وہاں سے نکلے گا۔ جب وہ لوگ ملک شام کے قریب پہنچیں گے تو وہ فوت ہو جائے گا۔ پھر اہل شام بغاوت کر کے ابن کلبیہ کے ہاتھ بیعت کرلیں گے جس کا نام عبداللہ بن یزید بن کلبیہ ہوگا' جو دھنستی آنکھوں والا اور بدشکل ہوگا۔ اہل مشرق کو سفیانی کی موت کی خبر پہنچے گی تو وہ کہیں گے: اہل شام کی حکومت چلی گئی۔ اس پر وہ بھی اٹھ کھڑے ہوں گے یعنی بغاوت کر دیں گے۔ جب ابن کلبیہ کو اس واقعہ کا پتہ چلے گا تو وہ ایک جماعت کے ساتھ ان پر حملہ کرے گا۔ الویہ کے مقام پر لڑائی ہوگی اور شکست اہل مشرق کی ہوگی۔ ابن کلبیہ کا لشکر کوفہ میں داخل ہو جائے گا۔ لڑنے والوں کو قتل کر دیا جائے گا۔ بچوں اور عورتوں کو قیدی بنالیا جائے گا۔ کوفہ کو تباہ و برباد کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد وہ وہاں سے ایک لشکر حجاز کی طرف روانہ کرے گا۔''

(الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 860 رقم الصفحۃ 294 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاہرۃ)

کعب سے روایت ہے:

''جب سفیانی واپس ہو جائے گا تو اہل مغرب کو دعوت دے گا اور وہ لوگ اس طرح اس کے پاس جمع ہوں گے کہ اس طرح کبھی کسی کے حکم پر جمع نہیں ہوں گے۔ اس لئے کہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے علم میں پہلے سے ہے۔ پھر وہ کوفۃ الانبار سے ایک فوج بھیجے گا۔ دونوں جماعتیں قرقیسیا کے مقام پر اکٹھی ہو جائیں گی۔ ان دونوں پر صبر اتارا جائے گا۔ مددان سے اٹھالی جائے گی۔ جس کی وجہ سے دونوں فنا ہو جائیں گی اور اگر وہ لشکر مغرب کی طرف سے ہو جو چھوٹی لڑائی میں تھا تو اس وقت اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندے کی تباہی ہوگی جو حمص پر حملہ کرے گا اور یہ شخص سب سے برا اور مکار شخص ہوگا۔ یہ شخص دمشق کو جلا کر تباہ کر دے گا اور اسی کے ہاتھوں مشرق والوں کی تباہی ہے۔''

(الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 862 رقم الصفحۃ 295 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاہرۃ)

حضرت کعب نے کہا:

''سفیانی اپنے گھوڑوں اور لشکریوں کو بھیجے گا جو مشرق کے اکثر لوگوں جن میں سے اکثر کا تعلق خراسان اور فارس سے ہوگا، سے جنگ کریں گے اور وہ اہل مشرق بھی ان سے جنگ کریں گے۔ ان دونوں کے درمیان کئی مقامات پر معرکے ہوں گے۔ جب اہل مشرق کو سفیانی سے جنگ کرتے ہوئے لمبا عرصہ گزر جائے گا تو وہ بنو ہاشم کے ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور وہ شخص اُن دنوں مشرق کے آخری علاقوں میں ہوگا۔ اس کے بعد وہ ہاشمی اہل خراسان کا لشکر لے کر نکلے گا جس کے ہراول دستہ کا سردار بنو تمیم کا ایک غلام ہوگا' پیلی رنگت اور کم داڑھی والا اور اس تمیم کو جب ہاشمی کے خروج کی اطلاع ملے گی تو وہ اس کے پاس آئے گا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے اپنے پچاس ہزار سپاہیوں کے ساتھ اس ہاشمی کے لشکر میں شامل ہو جائے گا۔ پھر وہ ہاشمی اس تمیمی شخص کو اپنے ہراول دستہ کا سردار بنا دے گا۔ اب ان کا لشکر اتنا طاقتور ہو جائے گا کہ ان کی راہ میں اگر کوئی مضبوط پہاڑ بھی آیا تو یہ اسے پاش پاش کر دیں گے۔ پھر ان کی سفیانی سے جنگ ہوگی' اس جنگ میں سفیانی کو شکست ہوگی اور اس کے بے شمار

Marfat.com

آدمی مارے جائیں گے۔ ہاشمی کا یہ لشکر سفیانی کے لشکر کو شکست دیتے ہوئے انہیں ایک شہر سے دوسرے شہر میں دھکیلتے جائیں گے حتی کہ انہیں عراق تک دھکیل دیں گے۔ اس کے بعد ایک معرکہ میں سفیانی غالب ہو جائے گا اور یہ ہاشمی شکست کے بعد جان بچاتے ہوئے بھاگ جائے گا۔ اس دوران شعیب بن صالح خفیہ طور پر بیت المقدس جائے گا جہاں وہ لوگوں کو امام مہدی کی حمایت پر ابھارے گا کیونکہ اسے معلوم ہو چکا ہوگا کہ امام مہدی ظہور فرما کر ملک شام جا چکے ہیں۔''

ولید نے بیان کیا:

''یہ ہاشمی امام مہدی کا علاتی بھائی ہوگا اور بعض نے کہا کہ یہ ان کا چچازاد بھائی ہوگا۔''

ولید کہتے ہیں:

''بعض مشائخ نے یہ بتایا کہ ہاشمی اس معرکہ میں شہید نہیں ہوگا بلکہ وہ شکست کھانے کے بعد مکہ معظمہ جائے گا اور جب امام مہدی ظہور فرمائیں گے تو یہ ان کے ساتھ ہو جائے گا۔''

(الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 915 رقم الصفحۃ 321 الجزء الاول' مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاھرۃ)

حضرت ارطاۃ فرماتے ہیں:

''سفیانی ہر اس شخص کو جو اس کا کہنا نہیں مانے گا قتل کرا دے گا، آرے سے کٹوا دے گا، کڑاہیوں میں پکوا دے گا اور اس کا یہ فتنہ چھ ماہ تک رہے گا۔''

(الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 223' رقم الصفحۃ ۹۴ الجزء الاول' مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاھرۃ)

سفیانی کے خروج کے وقت آسمان میں نشانی دیکھی جا سکے گی۔

(الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 624 رقم الصفحۃ 224 الجزء الاول' مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاھرۃ)۔

حضرت عمار بن یاسر سے روایت ہے:

''جب ملک شام کا معاملہ ابن ابی سفیان (سفیانی) کے ہاتھوں میں چلا جائے تو تم لوگ مکہ چلے جانا۔''

(الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 698 رقم الصفحۃ 246 الجزء الاول' مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاھرۃ)۔

جناب زہری سے روایت ہے:

''جب کالے جھنڈے والوں کے درمیان آپس کے کسی معاملہ پر اختلاف ہو جائے گا تو ان پر زرد جھنڈے والے چڑھ دوڑیں گے اور ان کی مڈبھیڑ اہل مصر کے ایک پل کے پاس ہوگی۔ جہاں اہل مشرق و اہل مغرب کے درمیان سات جھڑپیں ہوں گے بالآخر اہل مشرق شکست کھا کے رملہ چلے جائیں گے۔ پھر اہل شام اور اہل مغرب کے درمیان کوئی مسئلہ پیدا ہو جائے گا' اس موقع پر اہل مغرب شامیوں کی قلت کے باعث انہیں دھمکی آمیز الفاظ میں کہیں گے کہ ہم یہاں تمہاری مدد کے لئے آئے ہیں اور تم لوگ ہمارے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہو؟ اگر ایسی بات ہے تو ہم درمیان سے ہٹ جاتے ہیں تم خود ہی ان مشرقیوں سے نمٹ لو۔ تو یہ وہ وقت ہوگا جب سفیانی ظاہر ہوگا' اہل شام اس کی پیروی کریں گے اور پھر یہ خود ہی مشرقیوں سے نمٹ لیں گے۔''

(الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 772 رقم الصفحۃ 270 الجزء الاول' مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاھرۃ)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

''جب کالے جھنڈے والے مشرق سے اور زرد جھنڈے والے مغرب سے آجائیں اور دمشق میں ان کا آمنا سامنا ہو تو یہ بہت

Marfat.com

ہی مصیبت وابتلا کا وقت ہوگا۔''

(الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 783 رقم الصفحۃ 272 الجزء الاول' مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاھرۃ)

ارطاۃ کہتے ہیں:

''سفیانی کوفہ میں داخل ہو کر تین روز تک اسے مقید و محصور رکھے گا اور ساٹھ ہزار افراد کو قتل کرے گا۔ پھر اٹھارہ راتیں اس شہر میں رہ کر اس کے اموال تقسیم کرتا رہے گا اور مکہ معظمہ میں اس کا داخل ہونا قرقیسیا میں ترکوں اور رومیوں سے جنگ کرنے کے بعد ہوگا۔ پھر ان میں انتشار پیدا ہوگا۔ ایک گروہ ان میں سے خراسان لوٹے گا اور سفیانی کے گھڑ سوار دستوں کو قتل کرے گا' قلعوں کو منہدم کر ڈالے گا یہاں تک کہ کوفہ میں داخل ہو جائے گا اور اس کا ارادہ اہل خراسان پر حملہ کرنے کا ہوگا اور خراسان میں ایک جماعت ظاہر ہوگی جو لوگوں کو مہدی کی حمایت و نصرت کی ترغیب دے گی۔ پھر سفیانی کچھ سپاہی شہر میں بھیجے گا جو آل محمد کے کچھ لوگوں کو پکڑ کر کوفہ لے جائیں گے۔ اس وقت مہدی اور منصور کوفہ سے جان بچاتے ہوئے نکلیں گے' سفیانی ان کی تلاش میں کچھ لوگوں کو روانہ کرے گا' جس وقت مہدی اور منصور مکہ معظمہ پہنچیں گے اُس وقت سفیانی کا لشکر مقام بیداء (ایک صحرا) میں پڑاؤ ڈالے گا جسے وہیں دھنسا دیا جائے گا۔

((ثم یخرج المھدی حتی یمر بالمدینۃ بالکبریت من کان فیھا من بنی ھاشم))

''پھر مہدی نکلیں گے یہاں تک کہ شہر میں جو بھی بنو ہاشم ہوں گے مہدی ان کو گولہ بارود کے ساتھ گزاریں گے جس سے وہ بھاگ جائیں گے۔ پھر مہدی کوفہ پہنچیں گے اور وہاں جتنے بنی ہاشم قید ہوں گے انہیں چھڑا لیں گے۔

بعد ازاں ایک گروہ نکلے گا جنہوں نے کوفہ چھوڑ دیا ہوگا انہیں قوم کا سردار کہا جاتا ہے' ان کے پاس بہت کم اسلحہ ہوگا اور ان میں اہل بصرہ کے کچھ افراد ہوں گے۔ وہ سفیانی کے ساتھیوں سے مقابلہ کریں گے اور ان کے پاس کوفہ کے جو قیدی ہوں گے انہیں چھڑا لیں گے اور مطیع و فرمانبردار کالے جھنڈے مہدی کے پاس بھیجے جائیں گے۔''

(الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 893 رقم الصفحۃ 308 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاھرۃ)

محمد بن حنفیہ سے روایت ہے:

''ایک کالا جھنڈا بنی عباس کا نکلے گا۔ پھر خراسان سے ایک دوسرا کالا جھنڈا نکلے گا۔ ان لوگوں کی ٹوپیاں کالی ہوں گی اور ان کے کپڑے سفید ہوں گے اور ان کے آگے ایک آدمی ہوگا جو شعیب بن صالح یا صالح بن شعیب کہلائے گا (یہ شک راوی کو ہے) جو کہ بنی تمیم سے ہوگا۔ یہ لوگ سفیانی کے ساتھیوں کو شکست دیں گے، یہاں تک کہ وہ شخص بیت المقدس آئے گا اور مہدی صاحب کو حکمران بنانے کی تیاری کرے گا۔ اس کے بعد مہدی کی مدد کے لئے ملک شام سے تین سو آدمی آئیں گے' اس کے نکلنے اور مہدی کو حکومت سپرد کیے جانے کے درمیان بہتر مہینے ہوں گے۔''

(الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 894 رقم الصفحۃ 310 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاھرۃ)

حضرت عبداللہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میری امت میں ایک شخص ظاہر ہوگا جس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا، جس کی عادات میری عادات کے موافق ہوں گی اور وہ زمین کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و ستم سے بھر چکی ہوگی۔''

(صحیح ابن حبان' رقم الحدیث 6825 رقم الصفحۃ 237 الجزء 15 مطبوعۃ موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس کے بعد رکن اور مقام (ابراہیم) کے درمیان ایک آدمی کے ہاتھ پر بیعت کی جائے گی اور بیت اللہ کی حرمت کو کوئی پامال نہ کرے گا، سوائے وہاں کے رہنے والوں کے اور جب وہ اس کی حرمت کو پامال کریں تو عربوں کی ہلاکت کے بارے میں کچھ نہ پوچھو (پھر تو اتنی تباہی ہوگی کہ بس الامان والحفیظ)۔ پھر حبشی لوگ ظاہر ہوں گے اور وہ اُس کو اتنا ویران کر ڈالیں گے کہ اُس کے بعد وہ کبھی آباد نہ ہوگا اور یہ وہ لوگ ہوں گے جو اُس کے خزانے کو نکالیں گے۔''

(صحیح ابن حبان، رقم الحدیث 6827 رقم الصفحہ 239 الجزء 15 مطبوعۃ موسسۃ الرسالۃ، بیروت۔ المستدرک علی صحیحین، رقم الحدیث 8395 رقم الصفحہ 499 الجزء الرابع، مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ موارد الظمان، باب علامۃ ھدم الکعبۃ، رقم الحدیث 255 الجزء الاول، مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ مسند احمد، رقم الحدیث 8604 رقم الصفحہ 351 الجزء الثانی، مطبوعۃ موسسۃ قرطبۃ، مصر۔ مسند الطیالسی، رقم الحدیث 2373 رقم الصفحہ 312 الجزء الاول، مطبوعۃ دار المعرفۃ، بیروت۔ اخبار مکۃ رقم الحدیث 763 رقم الصفحہ 365 الجزء الاول، مطبوعۃ دار خضر، بیروت)

حضرت ابو امامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تمہارے اور رومیوں کے درمیان چار مرتبہ صلح ہوگی، چوتھی صلح اہل ہرقل کے ایک آدمی کے ساتھ ہوگی جو سات سال قائم رہے گی۔''

عبد آلاف کے ایک شخص جو مستورد بن خیلان کہلاتا تھا، نے عرض کیا:

'یارسول اللہ! اس دن لوگوں کا امام (حاکم یا بادشاہ) کون ہوگا۔؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ایک چالیس سالہ شخص، گویا کہ اس کا چہرہ ایک روشن ستارہ ہے جس کے دائیں رخسار پر کالا تل ہوگا اور وہ روئی سے بنے ہوئے دو لمبے جبے (چوغے) پہنے ہوئے ہوگا' (دیکھنے میں وہ ایسا لگے گا) گویا کہ وہ بنی اسرائیل کا کوئی شخص ہے۔ بیس سال حکومت کرے گا۔ خزانوں کو نکالے گا اور شرک کے شہروں کو فتح کرے گا۔''

(المعجم اکبیر، رقم الحدیث 7495 رقم الصفحہ 101 الجزء الثامن مطبوعۃ العلوم والحکم، الموصل، طبع دوم۔ لسان المیزان، رقم الحدیث 1153 رقم الصفحہ 383 الجزء الرابع مطبوعۃ موسسۃ الاعلی للمطبوعات، بیروت، طبع سوم۔ الاصابۃ، رقم الحدیث 7933 رقم الصفحہ 89 الجزء السادس مطبوعۃ دار الجلیل، بیروت)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''رمضان میں ایک دھماکہ سنائی دے گا۔ شوال کے مہینہ میں شور و غوغا ہوگا۔ ذی قعد میں قبائل آپس میں الجھیں گے۔ ذی الحج میں خون بہایا جائے گا۔ رہا محرم کا مہینہ تو اس مہینہ کا کیا کہنا۔ اس ماہ میں اتنی کثرت سے قتال ہوگا کہ بس۔''

اس جملہ کو تین مرتبہ فرمایا۔

صحابہ نے پوچھا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ دھماکہ کیا ہے۔؟''

فرمایا:

Marfat.com

''یہ ماہ رمضان میں جمعرات کی نصف شب میں ہوگی' جس سے سونے والا جاگ اٹھے گا اور پردہ دار خواتین گھبراہٹ سے پردہ سے باہر آجائیں گی۔ اس سال زلزلے بھی بہت آئے ہوں گے تو اس دن جمعہ کی نماز فجر کے بعد اپنے اپنے گھروں میں جاکے دروازے اچھی طرح بند کرلینا' گھر کی تمام کھڑکیاں، روشن دان اور ہر طرح کا سوراخ وغیرہ بھی بند کرلینا' اپنے آپ کو چھپالینا اور اپنے کان بند کرلینا۔ پھر جب اس آواز کو محسوس کرو (سنو) تو سجدے میں گرکر ''سبحان القدوس سبحان القدوس ربنا القدوس'' کہنا' کیونکہ جو شخص یہ عمل کرے گا وہ نجات پائے گا' جو یہ عمل نہیں کرے گا وہ ہلاک ہوگا۔''

(الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 638 رقم الصفحۃ 228 مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاھرۃ)

عمرو بن شعیب اپنے والد اور دادا کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ذی القعدہ میں قبائل آپس میں گروہ بندیاں کریں گے اور اسی سال حاجی لوٹ مار کرے گا۔ منیٰ میں گھمسان کی لڑائی ہوگی جس میں بہت سے لوگ قتل ہوں گے اور خون بہائے جائیں گے یہاں تک کہ ان کے خون عقبہ جمرہ پر بہہ جائیں گے۔ یہاں تک کہ جنگ کرنے والے بھاگ جائیں گے' پھر ایک شخص کو رکن اور مقام (مقام ابراہیم) کے درمیان لایا جائے گا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے گی جبکہ وہ اس امر کو ناپسند کرتا ہوگا' اس سے کہا جائے گا کہ اگر اب بھی انکار کریں گے تو ہم آپ کی گردن اڑادیں گے۔ اس کے بعد اس کے ہاتھ پر اہل بدر کی تعداد جتنے لوگ بیعت کریں گے جن سے آسمان و زمین کے رہنے والے سب ہی خوش ہوں گے۔''

(الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 986 رقم الصفحۃ 341 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاھرۃ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''لوگ اکٹھے حج کریں گے اور اکٹھے ہی امام کے ساتھ عرفہ میں جمع ہوں گے' پھر جب وہ منیٰ پہنچیں گے تو اچانک ان لوگوں پر دیوانگی جیسی کیفیت طاری ہوجائے گی اور قبائل ایک دوسرے سے ناراض ہوکر آپس میں لڑ پڑیں گے۔ یہاں تک کہ عقبہ سے خون بہہ اُٹھے گا۔ اس وقت لوگ اپنے سب سے بہتر آدمی سے فریادرسی کے لئے اس کے پاس جائیں گے، جبکہ وہ اپنے چہرے کو کعبہ سے لگائے رو رہا ہوگا اور گویا کہ میں اسے اور اس کے آنسوؤں کو دیکھ رہا ہوں۔ لوگ کہیں گے کہ آگے بڑھیئے ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ وہ کہے گا: تمہارا ناس جائے! کتنے وعدے تم لوگوں نے توڑے ہیں اور کتنا خون تم نے بہایا ہے؟ (یہ سب باتیں ہوں گی مگر بعدازاں) وہ ناگواری کے ساتھ بیعت کرلیں گے۔ لہٰذا اگر تم لوگ ان کو پالو تو ان کے ہاتھ پر بیعت کرلینا کیونکہ وہی مہدی ہیں زمین میں اور وہی مہدی ہیں آسمان میں۔''

(الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 987' رقم الصفحۃ 341 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاھرۃ۔ المستدرک علی صحیحین' رقم الحدیث 8537 الجزء الرابع مطبوعۃ دارالکتب العلمیۃ' بیروت۔ السنن الواردۃ فی الفتن' رقم الحدیث 560 رقم الصفحۃ 1044 الجزء الخامس' مطبوعۃ دارالعاصمۃ' الریاض)

ابان بن ولید بن ابی معیط نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''اللہ تعالیٰ لوگوں میں ناامیدی پھیل جانے کے بعد مہدی کو بھیجے گا۔ یہاں تک کہ لوگ یہ بھی سمجھ بیٹھیں گے کہ کوئی مہدی نہیں آئے گا۔ ان کے انصار و مددگار اہل شام کے کچھ لوگ ہوں گے جن کی تعداد تین سو پندرہ آدمی یعنی اصحاب بدر کی تعداد کے قریب ہوگی۔ وہ ملک شام سے ان کے پاس آئیں گے اور انہیں مکہ معظمہ کے مرکزی گھر کے ایک گھر میں پالیں گے۔ وہاں

Marfat.com

سے انہیں صفا کے مقام پر لائیں گے، پھران کی ناگواری کے باوجودان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ وہ ان کو دو رکعتیں سفروالی نماز پڑھائیں گے پھر مقام ابراہیم پر جائیں گے اور منبر پر چڑھیں گے۔''
(الفتن لنعیم بن حماد، رقم الحدیث 990 رقم الصفحۃ 342 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید، القاھرۃ)

حضرت کعب سے روایت ہے:
''مہدی کے ساتھی بہترین لوگ ہوں گے، ان کے مددگار اور ان سے بیعت کرنے والے کوفہ و بصرہ اور یمن و شام کے ابدال ہوں گے۔ اگلے حصہ پر حضرت جبرائیل ہوں گے اور پچھلے حصے پر حضرت میکائیل علیہما السلام۔ حضرت میکائیل بعد میں واپس چلے جائیں گے۔ وہ مہدی مخلوق میں محبوب ہوں گے، ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اندھے فتنوں کو بجھادے گا اور زمین پرامن ہوجائے گی یہاں تک کہ ایک عورت پانچ عورتوں کے ساتھ حج کرے گی جن کے ساتھ کوئی مرد نہیں ہوگا، وہ اللہ کے سوا کسی اور چیز سے نہ ڈریں گی۔ زمین اپنی پیداوار کو اور آسمان اپنی برکت کو ظاہر کردے گا۔''
(الفتن لنعیم بن حماد، رقم الحدیث 1030 رقم الصفحۃ 356 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید، القاھرۃ)

حضرت طاؤس سے روایت ہے:
''مہدی کی علامت یہ ہے کہ وہ حاکموں پر سخت ہوں گے، مال خرچ کرنے میں سخی ہوں گے اور مساکین پر بہت رحم کرنے والے ہوں گے۔''
(الفتن لنعیم بن حماد، رقم الحدیث 1031 رقم الصفحۃ 356 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید، القاھرۃ)۔

حضرت کعب سے روایت ہے:
''مہدی کو مہدی اس لئے کہتے ہیں کہ ان پر ایک ایسی پوشیدہ چیز (تابوت سکینہ) ظاہر کی جائے گی جو چھپ گئی ہے۔ وہ تورات اور انجیل کو انطاکیہ نامی ایک علاقہ سے نکالیں گے۔''
(الفتن لنعیم بن حماد، رقم الحدیث 1023 رقم الصفحۃ 355 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید، القاھرۃ)

حضرت کعب سے روایت ہے:
''مہدی کو مہدی اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ تورات کے بعض اجزاء کی طرف رہنمائی کریں گے اور انہیں شام کے پہاڑوں سے نکالیں گے، یہودیوں کو اس اصل تورات کی پیروی کی دعوت دیں گے جن میں سے بہت سے لوگ مسلمان ہوجائیں گے۔ پھر انہوں نے تقریباً تیس ہزار کا ذکر کیا (تیس ہزار یہودی مسلمان ہوجائیں گے)۔''
(الفتن لنعیم بن حماد، رقم الحدیث 1035 رقم الصفحۃ 357 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید، القاھرۃ)

سلیمان بن عیسیٰ سے روایت ہے:
''مجھے خبر پہنچی ہے کہ مہدی کے ہاتھوں بحیرہ طبریہ سے تابوت سکینہ ظاہر ہوگا جسے وہاں سے لاکر بیت المقدس میں ان کے سامنے رکھا جائے گا۔ جب یہود اس کو دیکھیں گے تو سوائے چند ایک یہودیوں کے سب کے سب مسلمان ہوجائیں گے، اس کے بعد مہدی کی وفات ہوگی۔''
(الفتن لنعیم بن حماد، رقم الحدیث 1050 رقم الصفحۃ 360 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید، القاھرۃ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

''پھر مہدی نکلیں گے جن کے سر پر ایک فرشتہ ہوگا جو پکار کر کہے گا: یہ مہدی ہیں لہٰذا تم ان کی اتباع کرو۔''

(مسند الشامین' رقم الحدیث 937 رقم الصفحہ 71 الجزء الثانی' مطبوعۃ موسۃ الرسالۃ' بیروت۔ الفردوس بماثور الخطاب' رقم الحدیث 8920 رقم الصفحہ 510 الجزء الخامس مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ' بیروت۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال' رقم الحدیث 198' رقم الصفحہ 188 الجزء الاول مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ' بیروت)۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تمہارے اور رومیوں کے درمیان چار مرتبہ صلح ہوگی' چوتھی صلح اہل ہرقل میں سے ایک آدمی کے ہاتھ پر ہوگی جو سات سال تک قائم رہے گی۔''

عبد آلاف میں سے ایک آدمی جس کو مستورد بن خیلان کہا جاتا تھا، نے کہا:

''یارسول اللہ! اس دن لوگوں کا امام کون ہوگا۔؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میری اولاد میں سے چالیس سال کی عمر والا ایک شخص۔ جس کا چہرہ گویا کہ چمکتا ہوا ستارہ ہے، جس کے دائیں رخسار پہ کالا تل ہوگا، دو لمبے قطوانی جبوں میں ملبوس ہوگا، گویا کہ وہ بنی اسرائیل کا کوئی شخص ہے، بیس سال تک حکومت کرے گا، خزانوں کو نکلوائے گا اور شرک کے شہروں کو فتح کرے گا۔''

(مجمع الزوائد' رقم الصفحہ 318 الجزء السابع دار الکتاب العربی' بیروت۔ مسند الشامین' رقم الحدیث 1600 رقم الصفحہ 410 الجزء الثانی' مطبوعۃ موسۃ الرسالۃ' بیروت۔ المعجم الکبیر' رقم الحدیث 7495 رقم الصفحہ 101 الجزء الثامن' مطبوعۃ مکتبۃ العلوم والحکم' الموصل۔ لسان المیزان رقم الحدیث 1153 رقم الصفحہ 383 الجزء الرابع' مطبوعۃ موسۃ الاعلمی للمطبوعات' بیروت۔ الاصابۃ' رقم الحدیث 7933 رقم الصفحہ 89 الجزء السادس' مطبوعۃ دار الجبل' بیروت)

حضرت کعب سے روایت ہے:

''جب تم بنو عباس کی ہلاکت دیکھو اور کالے جھنڈے والوں کو اپنے گھوڑے شام کے زیتونوں سے باندھنا دیکھو اور اللہ ان کے لئے اصہب کو ہلاک کردے گا اور انکے ہاتھوں پر اکثر اہل بیت ہلاک ہوں گے یہاں تک کہ ان میں سے کوئی اموی باقی نہیں رہے گا مگر وہ نقصان پہنچانے والے گروہوں (بنو جعفر و بنو عباس) سے بھاگنے والا اور چھپ جانے والا اور جگروں کو کھانے والی کا بیٹا دمشق کے منبر پر بیٹھے گا اور بربر قبیلہ اپنے لشکر شام لے آئے گا' تو یہی مہدی کے نکلنے کی علامت ہے۔''

(الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 910 رقم الصفحہ 314 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاھرۃ)

ابو قبیل فرماتے ہیں:

''ایک ہاشمی شخص اپنی حکومت میں بنو امیہ پہ اتنا ظلم ڈھائے گا کہ ان کے بچوں کے علاوہ سب کو قتل کردے گا۔ پھر بنو امیہ کا ایک شخص ظاہر ہوگا جو اتنے لوگوں کو قتل کرے گا کہ سوائے عورتوں کے کوئی نہیں بچے گا۔ اس کے بعد مہدی کا ظہور ہوگا۔''

(الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 821 رقم الصفحہ 282 الجزء الاول' مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاھرۃ)۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

''مقام بیداء پر ایک لشکر کا دھنسنا امام مہدی کے ظہور کی علامت ہے۔''

Marfat.com

(الفتن لنعیم بن حماد، رقم الحدیث 950 رقم الصفحۃ 322 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید، القاھرۃ)۔

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا:

''جب سفیانی کے گھوڑے کوفہ کی طرف اہل خراسان کی تلاش میں اور اہل خراسان مہدی کی طلب میں نکلیں، تو وہ اور کالے جھنڈوں کے ساتھ ہاشمی جس کا سردار شعیب بن صالح ہوگا ملیں گے، وہ اور سفیانی کے ساتھی باب اصطخر پر ملیں گے، ان کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوگی، کالے جھنڈے والے غائب ہو جائیں گے اور سفیانی کے گھوڑے بھاگ جائیں گے۔ اس وقت لوگ مہدی کی تمنا کریں گے اور ان کی تلاش کریں گے۔''

(الفتن لنعیم بن حماد، رقم الحدیث 912 رقم الصفحۃ 316 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید، القاھرۃ)

حضرت کعب فرماتے ہیں:

''مغرب سے کچھ جھنڈے آئیں گے جن کا سردار کندہ نامی قبیلہ کا ایک لنگڑا شخص ہوگا۔ ان کا ظاہر ہونا امام مہدی کے ظہور کی علامتوں میں سے ہے۔''

(الفتن لنعیم بن حماد، رقم الحدیث 952 رقم الصفحۃ 322 الجزء الاول، مطبوعۃ مکتبۃ التوحید، القاھرۃ)

عبدالسلام بن مسلمہ سے روایت ہے کہ ابوقبیل نے فرمایا:

''سفیانی ایک لشکر مدینہ منورہ کی طرف بھیج کر یہ حکم دے گا کہ وہاں بنی ہاشم کا جو بھی شخص ملے اسے قتل کر دیا جائے یہاں تک کہ حاملہ عورتوں کو بھی۔ تو وہ قتل کریں گے یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں ان میں سے کوئی نہ پہچانا جائے گا اور لوگ اس کے ڈر سے صحراؤں، پہاڑوں اور مکہ معظمہ کی طرف بھاگ کر منتشر ہو جائیں گے، یہاں تک کہ ان کی عورتیں بھی۔ اس کا لشکر ان میں کچھ دن تک لوٹ مار کرے گا اور بہت قتل و غارت کے بعد لوٹ جائے گا، لیکن اس کے بعد بھی اسکی دہشت کی وجہ سے ان میں سے کوئی شخص نظر نہ آئے گا، سوائے ڈرے سہمے لوگوں کے، یہاں تک کہ مکہ معظمہ میں مہدی کا امر ظاہر ہو جائے اور جب وہ ظاہر ہوں گے تو ان میں سے ہر ہدایت چاہنے والا مکہ معظمہ میں ان کے پاس چلا آئے گا۔''

(الفتن لنعیم بن حماد، رقم الحدیث 931 رقم الصفحۃ 326 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید، القاھرۃ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنگ میں فتحیاب ہوئے، اور ایسی فتح ہوئی کہ اس سے پہلے ایسی فتح نہیں ہوئی تھی۔ میں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! آپ کو مبارک ہو اب جنگ ختم ہوگئی۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ابھی تو معاملہ بہت دور ہے۔ اے حذیفہ! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! ابھی اس کے علاوہ چھ واقعات اور بھی ہیں جو وقوع پذیر ہوں گی۔ ان میں سے پہلا واقعہ میرا وصال ہے۔''

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا:

''پھر بیت المقدس فتح ہوگا۔ پھر دو بڑے گروہ آپس میں لڑیں گے جس سے قتل و غارتگری بہت ہوگی اور ان دونوں گروہوں کا مقصد ایک ہی ہوگا (حکومت)۔ پھر تم پر موت مسلط ہوگی، تو تم ایسے مرو گے جیسے جانور مرتے ہیں۔ پھر مال کی کثرت ہوگی حتی

Marfat.com

کہ ایک آدمی دوسرے کو (صدقہ کے) سودینار دینا چاہے گا تو وہ نہیں لے گا۔ پھر کچھ عرصہ بعد روم کالڑکا ان کے بادشاہوں کی اولاد میں سے پیدا ہوگا وہ ایک دن میں اتنا بڑھے گا جتنا ایک بچہ ایک ماہ میں بڑھتا ہے' اور ایک ماہ میں اتنا بڑھے گا جتنا کہ بچہ ایک سال میں بڑھتا ہے۔ لوگ اس کو پسند کرنے لگیں گے اور اسے اتنا چاہیں گے کہ اس سے پہلے کسی اور کو اتنا نہ چاہا ہوگا' پھر وہ اس کو بادشاہ بنالیں گے۔ ایک دن وہ کہے گا کہ ہم کب تک عربوں کو یہ زمین دیتے رہیں گے؟ وہ تو تم سے یہ علاقے آہستہ آہستہ حاصل کرتے جارہے ہیں' حالانکہ ہم ان سے زیادہ ہیں اور سمندر و خشکی میں ہماری تعداد ان سے کہیں زیادہ ہے' لہٰذا اس سلسلہ میں تم مجھے مشورہ دو۔ چنانچہ قوم کے سردار اسکے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ آپ صحیح کہتے ہیں۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ وہ بادشاہ کہے گا: اسی کی قسم جس کی قسم ہم کھاتے ہیں! اب ہم ان (مسلمانوں) کو ختم کر کے ہی دم لیں گے۔ اس کے بعد وہ روم (یورپ) کے جزائر کی طرف پیغامات بھیجے گا' جواب میں وہ لوگ اس کی معاونت کے لئے اسی جھنڈے بھیجیں گے' ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار سپاہی ہوں گے۔ ہوتے ہوتے اس کے پاس سات لاکھ چھ سو فوجی جمع ہو جائیں گے۔ اس کے بعد (وہ روم سے زادِراہ بھی مانگے گا) اور ہر جزیرہ سے تین سو بحری جہاز اس کے پاس جمع ہو جائیں گے۔ بعدازاں وہ بادشاہ بھی ایک کشتی میں ان کے ساتھ سوار ہوگا۔ اس روز اس کی فوج ایک بہت بڑے حصے میں پھیلی ہوئی ہوگی حتیٰ کہ انطاکیہ اور عریش کے درمیان کا علاوہ ان ہی لوگوں سے بھر جائے گا۔ چنانچہ اس دن (مسلمانوں کا) خلیفہ گھوڑوں اور پیادوں کا ایک بڑا لشکر تیار کرے گا جس کا شمار نہ ہوگا' اور وہ بھی اپنے لوگوں سے مشورہ کرے گا اور کہے گا کہ اس بارے میں تم لوگوں کا کیا مشورہ ہے۔ مجھے بتاؤ' کیونکہ میں ایک بہت بڑا معاملہ دیکھ رہا ہوں' اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو پورا فرمائے گا اور اپنے دین کو تمام ادیان پر غالب فرمائے گا' مگر فی الحال (مسلمانوں پر) یہ بڑی مصیبت کا وقت ہے' اس سلسلہ میں میرا خیال ہے کہ فی الوقت میں تم سب کو لیکر مدینہ منورہ چلا جاؤں جو اللہ کے رسول کا شہر ہے۔ اور پھر وہاں سے میں عربوں اور اہل یمن کی طرف پیغام بھیجوں' اور عجم کی طرف بھی کہ جیسے بھی ہو جہاد کی تیاری کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ اس کا مددگار ہے جو اللہ تعالیٰ کے دین کا مددگار ہے اور اس وقت اگر ہم یہ علاقہ ان کے لئے خالی کر دیں تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ پھر وہ لوگ اس شہر میں آئیں گے جو مسلمانوں کا شہر اور ان کی پناہ گاہ ہے' وہاں سے وہ عرب کے ہر علاقہ میں پیغام بھیجیں گے' جواب میں وہاں سے بھی لشکر آنے لگیں گے حتیٰ کہ شہر میں جگہ کم پڑ جائے گی۔ پھر وہ لوگ تیار ہو کر ایک ساتھ نکلیں گے اور اس بات پر اپنے امام کی بیعت کریں گے کہ (ہم اللہ کی راہ میں اتنا جہاد کریں گے) یا تو اللہ تعالیٰ ہمیں فتح عطا فرمائے گا یا پھر ہم شہید ہو جائیں گے۔ چنانچہ وہ لوگ ایسا شدید جہاد کریں گے کہ ان کی تلواریں ٹوٹ جائیں گی۔ اختتام جنگ پر وہ لوگ لوٹ آئیں گے۔ رومی سردار کہے گا: یہ لوگ اس زمین کی خاطر کٹنے مرنے کے لئے بھی تیار ہیں۔ یہ تو تم سے اس طرح لڑنے آئے ہیں جیسے یہ زندہ ہی نہیں رہنا چاہتے۔ میں ان کو لکھتا ہوں کہ عجم کے جو لوگ تمہارے پاس ہیں انہیں ہمارے حوالے کر دو تو ہم یہ علاقہ خالی کر دیں گے' کیونکہ اب ہمیں ان سے لڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر وہ ہماری یہ بات مان لیں تو ٹھیک ورنہ ہم بھی اس وقت تک لڑیں گے جب اللہ تعالیٰ ہم دونوں کے درمیان کوئی فیصلہ نہ فرمادے۔ یہ پیغام جب مسلمانوں کے سردار تک پہنچے گا تو وہ اپنے لشکر میں موجود عجمیوں کو اجازت دے گا کہ جو لوگ بھی رومی سردار کے پاس جانا چاہتے ہیں چلے جائیں۔ ان میں سے ایک شخص کھڑا ہو کر کہے گا کہ ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اس بات سے کہ ہم اسلام کے بجائے کوئی اور دین اختیار کریں۔ لہٰذا وہ سب دوبارہ ویسی ہی بیعت کریں گے جیسی کہ پہلی مرتبہ کی تھی۔ اسکے بعد مسلمانوں اور عیسائیوں کا لشکر دوبارہ آمنے سامنے ہوگا اور اللہ کے دشمن مسلمانوں کو دیکھ کر اپنی بہادری دکھانے کے لئے خوب لڑائی کی تدبیریں کریں گے اور لڑنے کی بہت خواہش کریں گے۔ اب مسلمان بھی اپنے ہتھیار سونت

Marfat.com

لیں گے اور اپنی میانیں توڑ دیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں پر غضب فرمائے گا' مسلمان انہیں اتنا قتل کریں گے کہ ان کا خون ان کے گھوڑوں کی رانوں تک پہنچ جائے گا۔ ان کے باقی ماندہ لوگ بھاگ جائیں گے اور بھاگ کر ایسی کھلی فضا میں پہنچ جائیں گے جہاں وہ ایک دن ایک رات بڑے سکون سے گزاریں گے' اور سمجھیں گے کہ ہم مسلمانوں کی پہنچ سے دور ہو گئے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ پھر ان پر آندھی بھیجے گا' جو انہیں لوٹا کر اسی جگہ لے آئے گی جہاں سے وہ بھاگے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ مہاجرین کے ہاتھوں ان کو قتل کرائے گا اور اتنا قتل کرائے گا کہ ان میں سے ایک سپاہی بھی نہیں بچے گا جو کم سے کم واپس جا کر کسی کو کچھ بتا سکے کہ ان کے ساتھ کیا ہوا۔ اے حذیفہ! تب کہیں جا کے یہ جنگ ختم ہوگی۔ اس کے بعد جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا لوگ آرام سے رہیں گے' کچھ عرصہ بعد ان کو معلوم ہوگا کہ دجال مشرق کی طرف سے نکل چکا ہے۔''

(الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 1254 رقم الصفحۃ 422 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاھرۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''مہدی کے ہاتھ پر رکن اور مقام (مقام ابراہیم) کے درمیان بیعت کی جائے گی' وہ نہ کسی سونے والے کو جگائیں گے اور نہ ہی کسی کا خون بہائیں گے۔''

(الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 991 رقم الصفحۃ 342 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاھرۃ)۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''عنقریب ایک فتنہ ہوگا' لوگ ایک ساتھ نماز پڑھیں گے، ایک ساتھ حج کریں گے، ایک ساتھ عرفہ جائیں گے، ایک ساتھ قربانی کریں گے لیکن ان کے کتے کے کاٹے جیسی دیوانگی پیدا ہو جائے گی جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کو قتل کرنے لگیں گے اور اتنی زیادہ خونریزی ہوگی کہ عقبہ تک خون بہہ جائے گا یہاں تک کہ بری ہونے والا سمجھے گا کہ اس کی علیحدگی اسے نفع نہیں پہنچائے گی۔ پھر وہ ایک نوجوان آدمی کو مجبور کریں گے جو اپنی پیٹھ کو رکن سے لگائے ہوئے ہوگا اس کے اعضاء کانپ رہے ہوں گے، وہ زمین میں مہدی کہلاتا ہوگا اور آسمان میں بھی مہدی ہوگا۔ تو جو شخص ان کو پائے وہ ان کی اتباع کرے۔''

(الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 993 رقم الصفحۃ 343 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاھرۃ)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے:

''جب کالے جھنڈے والے سفیانی کے اس لشکر کو شکست دیں گے جس میں شعیب بن صالح ہوگا تو لوگ مہدی کی تمنا کر کے ان کو تلاش کریں گے۔ وہ مکہ معظمہ سے نکلیں گے۔ اس وقت ان کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا ہوگا۔ وہ دو رکعت نماز پڑھیں گے' اس وقت لوگ امام مہدی کے ظہور سے مایوس ہو چکے ہوں گے' کیونکہ ان پر مصیبت و آزمائش طویل ہو چکی ہوگی۔ جب امام مہدی نماز سے فارغ ہوں گے تو لوٹ کر کہیں گے: اے لوگو! امت محمدیہ پہ ابتلاء کا وقت ہے اور ان کے اہل بیت پر خاص طور سے آزمائش ہے، ہمیں مغلوب کر دیا گیا اور ہم پر ظلم کیا گیا۔''

(الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 996 رقم الصفحۃ 344 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاھرۃ)

ابو جعفر سے روایت ہے:

''مکہ معظمہ میں مہدی عشا کے وقت ظاہر ہوں گے اور ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار' کچھ علامات اور نور و بیان کی قوت ہوگی۔ جب عشاء کی نماز پڑھ لیں گے تو با آواز بلند کہیں

Marfat.com

گے: ''اے لوگو! میں تمہیں اللہ اور اپنے رب کے سامنے (حساب کے لئے) کھڑے ہونے کو یاد دلاتا ہوں۔ بیشک اس نے حجت بتائی ہے اور انبیاء کو مبعوث فرمایا اور کتاب کو نازل کیا اور تمہیں حکم دیا ہے کہ تم کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ اس کی اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے رہو اور یہ کہ تم زندہ چھوڑ دو جس کو قرآن نے زندہ رکھنا چاہا ہے اور اسے قتل کرو جسے قرآن نے قتل کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ تم ہدایت پر (آپس میں) مددگار اور تقویٰ پر (باعث) تقویت بنو، کیونکہ دنیا کی فنا اور زوال کا وقت قریب آچکا ہے اور اس کے رخصت ہونے کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ بیشک میں تمہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف' اس کی کتاب پر عمل کی طرف باطل کو ختم کرنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو زندہ کرنے کی طرف بلاتا ہوں۔ پھر وہ اہل بدر کی تعداد کے موافق تین سو تیرہ آدمیوں میں خزاں کی سی کھڑکھڑاہٹ پیدا کریں گے (شاید اپنی شعلہ بیانی اور جوشیلی تقریر سے) وہ رات کے راہب اور دن کے شیر ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ مہدی کو سرزمین حجاز پر فتحیاب فرمائے گا اور وہاں کی جیلوں میں جو بنی ہاشم قید ہوں گے ان کو آزاد کرائیں گے۔ کوفہ میں کالے جھنڈے والے اتریں گے جو مہدی کی بیعت کرنے آئیں گے' مہدی اپنی فوجوں کو ہر طرف بھیجیں گے' ظالموں کو ماریں گے' شہر ان کے لئے سیدھے ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ پر قسطنطنیہ کو فتح فرمائے گا۔''

(الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 999 رقم الصفحۃ 345 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاھرۃ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''جب تجارتیں اور راستے منقطع ہو جائیں گے اور فتنے بڑھ جائیں گے تو (اس موقع پر) سات قابل اور باصلاحیت اشخاص مختلف علاقوں سے نکلیں گے جن میں سے ہر شخص کے ہاتھ پر کم و بیش تین سو پندرہ آدمی بیعت کریں گے۔ یہاں تک کہ وہ سب مکہ معظمہ میں جمع ہو جائیں گے اور ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ تم یہاں کیسے آئے ہو؟ (تمہارے یہاں آنے کا مقصد کیا ہے؟) وہ کہیں گے: ہم ایسے شخص کی تلاش میں آئے ہیں جن کے ہاتھ سے یہ فتنے ختم ہو جائیں اور ان کے ذریعہ قسطنطنیہ فتح کرایا جائے۔ ہمیں اُن کا اور ان کے والدین کا نام معلوم ہے۔ انہیں ہم ان کے حلیہ سے پہچان لیں گے۔ جس کے بعد وہ ساتوں اشخاص اس بات پر متفق ہو جائیں گے اور انہیں تلاش کرنا شروع کریں گے۔ بالآخر وہ مکہ معظمہ میں ان تک پہنچ جائیں گے اور ان سے کہیں گے کہ آپ فلاں بن فلاں ہیں؟ وہ کہیں گے نہیں میں تو انصار کا ایک آدمی ہوں (وہ اپنے آپ کو چھپائیں گے) اور اس بہانے وہ ان سے بچ نکلیں گے، لیکن وہ لوگ ان کے جان پہچان والوں اور دیگر لوگوں سے ان کے بارے میں معلومات کرتے رہیں گے۔ آخر انہیں بتایا جائے گا کہ ہاں وہ وہی ہیں جنہیں تم تلاش کر رہے ہو، لیکن اس ڈھونڈا ڈھونڈی اور تلاش کے دوران وہ مدینہ منورہ پہنچ چکے ہوں گے۔ لوگ انہیں مدینہ منورہ میں تلاش کریں گے لیکن وہ ان سے بچ کر دوسرے راستے سے دوبارہ مکہ معظمہ چلے جائیں گے۔ لوگ انہیں مکہ معظمہ میں تلاش کریں گے اور یہاں انہیں پالیں گے۔ عرض کریں گے: آپ فلاں بن فلاں ہیں۔ آپ کی والدہ فلانۃ بنت فلاں ہیں اور آپ میں فلاں فلاں علامات ہیں اور آپ پہلے بھی ایک دفعہ ہمیں غچہ دے کر نکل چکے ہیں۔ اب آپ اپنا ہاتھ پھیلائیے تاکہ ہم آپ کی بیعت کریں۔ وہ (بہانہ کرتے ہوئے) کہیں گے: میں تمہارا مطلوبہ شخص نہیں ہوں' میں فلاں بن فلاں انصاری شخص ہوں' البتہ تم میرے ساتھ آؤ میں تمہیں اس سے ملاتا ہوں جس کی تمہیں تلاش ہے۔ یہاں تک کہ وہ دوبارہ ادھر اُدھر ہو کر ان سے بچ نکلیں گے۔ اب لوگ انہیں مدینہ منورہ میں تلاش کریں گے لیکن وہ وہاں سے پھر مکہ معظمہ چلے جائیں گے۔ لوگ بھی ڈھونڈتے ڈھانڈتے مکہ معظمہ پہنچیں گے اور انہیں مکہ معظمہ میں رکن کے پاس پالیں گے۔ اس وقت لوگ ان سے عرض کریں گے کہ اگر اب بھی آپ ہم سے بیعت نہ لیں گے تو ہمارا

Marfat.com

گناہ اور ہمارا خون سب آپ کی گردن پر ہوگا' اور دیکھئے یہ سفیانی کا لشکر ہے جو ہماری تلاش میں ہے، اس ہر (قبیلہ) جرم کا ایک آدمی امیر ہے۔ پھر کہیں جا کے امام مہدی رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان کشادہ جگہ میں بیٹھ کر اپنا ہاتھ پھیلائیں گے جہاں ان سے بیعت کی جائے گی۔ اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ لوگوں کے سینوں میں ان کی محبت ڈال دے گا جس کی وجہ سے وہ ایک ایسی قوم کے ساتھ چلیں گے جو دن میں شیر اور رات میں راہب (عبادت گزار) ہوگی۔''

(الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 1000 رقم الصفحہ 345 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاھرۃ)

ابو صادق سے روایت ہے:

''مہدی کا ظہور اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک سفیانی مستقل فتنے نہ پھیلانے لگے۔''

(الفتن لنعیم بن حماد' رقم الھدیث 955 رقم الصفحہ 333 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاھرۃ)

مطر الوراق سے روایت ہے:

''مہدی کا ظہور اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک اللہ تعالیٰ کا اعلانیہ انکار نہ کیا جانے لگے۔''

(الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 957 رقم الصفحہ 333 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ لاتوحید' القاھرۃ)

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا:

''مہدی کا ظہور اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک ایک تہائی قتل نہ کیے جائیں' ایک تہائی مر نہ جائیں اور ایک تہائی باقی نہ رہ جائیں۔'' (الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 959 رقم الصفحہ الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاھرۃ)

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''ظہور مہدی کی علامت یہ ہے کہ جب ترک تم پر لوٹ مار کریں (حملہ کریں) اور تمہارا وہ خلیفہ مر جائے جو مالوں کو جمع کرتا ہے اور اس کے بعد ایک کمزور خلیفہ مقرر کیا جائے جس کی بیعت لوگ دو سال بعد توڑ دیں۔ (اس وقت) دمشق کی مسجد کے مغربی حصہ میں ایک دھنساؤ ہوگا۔ ملک شام سے تین افراد نکلیں گے' اہل مغرب مصر کی طرف خروج کریں گے۔ یہی سفیانی کی بھی علامت ہے۔'' (الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 963 رقم الصفحہ 334 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاھرۃ)

ابو محمد سے منقول ہے:

ابو شہاب سے روایت ہے:

''موسم حج میں آل ابو سفیان ثانی کا ایک شخص امیر مقرر کیا جائے گا اور اس کے ساتھ ایک وفد بھیجا جائے گا' جب یہ لوگ موسم حج تک پہنچ جائیں گے تو ایک آسمانی آواز سنیں گے: خبردار! تمہارا امیر فلاں شخص ہے اس کے ساتھ ہی ایک آواز زمین سے سنائی دے گی کہ اس نے جھوٹ بولا۔ پھر ایک آواز آسمان سے آئے گی کہ اس نے سچ کہا۔ یہ سلسلہ لمبا ہو جائے گا اور لوگ سمجھ نہیں پائیں گے کہ دونوں میں سے کس کی بات مانیں (لیکن) بیشک آسمان والا اس آواز کی تصدیق کرے گا جو پہلی دفعہ آسمان سے لگائی گئی ہوگی۔ لہٰذا جب تم اس آواز کو سن لو تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہی کی بات سب سے بلند ہے اور شیطان کی بات سب سے نیچی ہے۔'' (الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 975 رقم الصفحہ 337 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاھرۃ)

شہر بن خوشب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''محرم کے مہینہ میں آسمان سے ایک آواز سنی جائے گی کہ خبردار اللہ کا خالص دوست وہ ہے جس نے فلاں شخص کو خلیفۃ اللہ تسلیم

Marfat.com

کیا' لہٰذا تم لوگ فیصلے کرنے اور فتنوں اور جھگڑوں کوختم کرنے کے سلسلہ میں ان کی بات سنو اوران کی اتباع کرو۔''
(الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 980 رقم الصفحۃ 338 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاھرۃ)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے:
''حسف (دھنس جانے) کے بعد دن کے شروع میں آسمان سے ایک آواز سنائی دے گی کہ حق آلِ محمد میں ہے۔ پھر ایک منادی دن کے آخر میں ندا کرے گا: حق عیسیٰ کی اولاد میں ہے' لیکن یہ اوراس جیسی بات شیطان کی طرف سے ہوگی۔''
(الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 973 رقم الصفحۃ 339 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاھرۃ)

ارطاۃ سے روایت ہے:
''لوگ جب منیٰ اور عرفات میں جمع ہو جائیں گے اور قبائل بھی ایک دوسرے کے مقابلہ کے لئے جمع ہو جائیں' تو اس وقت آسمان سے ایک آواز سنائی دے گی: خبر دار! تمہارا امیر فلاں شخص ہے' (اس کے بعد ایک دوسری آواز آئے گی کہ) اس نے جھوٹ بولا ہے (اس کے بعد پھر آواز آئے گی) خبر دار! اس پہلے نے ہی سچ کہا ہے۔ وہ شدید جنگ لڑیں گے۔ ان کا سب سے بڑا ہتھیار براذغ ہوگا اور یہ براذغ کا لشکر ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی تم آسمان میں ایک دُمدار ستارہ دیکھو گے۔ جنگ شدید ہو جائے گی یہاں تک کہ حق کے مددگاروں میں سے صرف چند (وہ بھی) اہل بدر کی تعداد کے برابر رہ جائیں گے۔ وہ جائیں گے اور اپنے امیر (امام مہدی) کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔''
(الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 985 رقم الصفحۃ 340 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاھرۃ)

کعب سے روایت ہے:
''امام مہدی اللہ کے سامنے ایسے خاشع (عاجزی دکھانے والے) ہوں گے جیسے گدھ کا خشوع کہ وہ اپنے پروں کو پھیلا دیتا ہے۔'' (الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 1061 رقم الصفحۃ 364 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاھرۃ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''مہدی روشن پیشانی والے اوراونچی ناک والے ہوں گے۔''
(الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 1063 رقم الصفحۃ 364 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاھرۃ)

حضرت کعب سے روایت ہے:
''مہدی اکیاون یا باون سال کے ہوں گے۔''
(الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 1066 رقم الصفحۃ 365 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاھرۃ)۔

عبداللہ بن حارث سے روایت ہے:
''مہدی جس وقت ظاہر ہوں گے اس وقت ان کی عمر چالیس سال ہوگی' اپنے حلیہ سے وہ بنی اسرائیل کے ایک شخص لگیں گے۔ (الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 1067 رقم الصفحۃ 365 الجزی الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاھرۃ)

حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہدی کی صفات بتانا شروع کیں تو ان کی زبان میں لکنت کا بھی ذکر فرمایا اور یہ بھی کہ جب گفتگو میں سستی آجائے گی (جب دیر ہو جائے گی اور لفظ منہ سے ادا نہیں ہوگا) تو وہ

Marfat.com

اپنی بائیں ران پر اپنا سیدھا ہاتھ ماریں گے، ان کا نام میرے نام جیسا ہوگا، ان کے اور میرے والد کا نام بھی ایک ہی ہوگا۔''
(الفتن لنعیم بن حماد، رقم الحدیث 1069 رقم الصفحۃ 365 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید، القاھرۃ)

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے:

''مہدی کی پیدائش مدینہ منورہ میں ہوگی، وہ اہل بیت نبی میں سے ہوں گے، ان کا نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اور ان کے والد کا نام حضور کے والد کے نام جیسا ہوگا۔ ان کی جائے ہجرت بیت المقدس ہوگی، گھنی داڑھی اور سرگیں آنکھوں والے ہوں گے، سامنے اوپر کے دو دانت کچھ زیادہ ہی چمکدار ہوں گے، چہرہ پر تل ہوگا، اونچی ناک اور روشن پیشانی والے ہوں گے۔ ان کے کندھے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانی ہوگی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روئیں دار چادر سے بنے ہوئے کالے جھنڈے کے ساتھ نکلیں گے۔ ان کے پاس ایک چوکور صندوق ہوگا جس میں پتھر ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت سے لے کر ابھی تک اسے نہیں کھولا گیا اور نہ کھولا جائے گا، یہاں تک کہ مہدی کا ظہور ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ تین ہزار ملائکہ کے ذریعہ ان کی مدد فرمائے گا جو ان کے مخالفین کے چہروں اور پیٹھوں پہ ماریں گے۔ مہدی تیس سے چالیس سال کی عمر میں ظاہر ہوں گے۔'' (الفتن لنعیم بن حماد، رقم الحدیث 1073 رقم الصفحۃ 366 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید، القاھرۃ)

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا:

''مہدی گندمی رنگ والے ایک قریشی نوجوان ہیں جو ایک مضبوط اور طاقتور مرد ہیں۔''
(الفتن لنعیم بن حماد، رقم الحدیث 1074 رقم الصفحۃ 366 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید، القاھرۃ)

حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ میں نے سعید بن مسیب سے کہا:

''کیا مہدی کا ظہور حق ہے۔؟''

انہوں نے کہا:

''حق ہے۔''

میں نے کہا:

''کس میں سے ہوں گے۔؟''

انہوں نے کہا:

''قریش میں سے۔''

میں نے کہا:

''کون سے قریش میں سے؟''

انہوں نے کہا:

''بنی ہاشم سے۔''

میں نے کہا:

''کون سے بنی ہاشم سے؟''

انہوں نے کہا:

Marfat.com

''بنی عبدالمطلب سے۔''

میں نے کہا:

''کون سے بنی عبدالمطلب سے؟''

انہوں نے کہا:

''سیدہ فاطمہ کی اولاد سے۔'' (الفتن لنعیم بن حماد رقم الحدیث 1082 رقم الصفحۃ 368 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید القاهرۃ)

ارطاۃ بن منذر سے روایت ہے:

''بربر آئیں گے اور فلسطین اور اُردن کے درمیان پڑاؤ ڈالیں گے۔ ان کی طرف مشرق اور شام سے جماعتیں آئے گی جو جابیہ میں ٹھہریں گی۔ صخر کی اولاد میں سے ایک شخص ضعف کی حالت میں نکل کر مغرب کے لشکروں سے (ثنیۃ البیان) پر مقابلہ کر کے انہیں وہاں سے ہٹا دے گا۔ پھر دوسرے دن ان سے مقابلہ کر کے انہیں وہاں سے ہٹا دے گا۔ وہ اس کے پیچھے کی طرف ہٹ جائیں گے۔ پھر تیسرے دن ان سے دوبارہ مقابلہ کر کے انہیں عین الریح کی طرف دھکیل دے گا۔ پھر ان کو ان کے رئیس کے مرنے کی خبر پہنچے گی' اس موقع پر دو تین فرقوں میں بٹ جائیں گے۔ ایک فرقہ بزدلی دکھا کر واپس چلا جائے گا' ایک فرقہ حجاز چلا جائے گا اور ایک فرقہ صخری کے ساتھ ہو جائے گا۔ صخر کی اولاد میں سے وہ شخص باقی گروہوں کے پاس روانہ ہو جائے گا، یہاں تک کہ ثنیۃ فتق میں پہنچے گا، جہاں دوبارہ ان کا آمنا سامنا ہو جائے گا۔ اس موقع پر صخری کو ان پر فتح حاصل ہو جائے گی۔ پھر وہ مشرق اور مغرب کی جماعتوں کی طرف متوجہ ہو کر ان سے مقابلہ کرے گا اور جابیہ اور خربہ کے درمیان ان پر فتح حاصل کر لے گا یہاں تک کہ گھوڑے خون میں نہا جائیں گے۔ اہل شام اپنے رئیس کو قتل کر کے صخری سے جا ملیں گے' وہ دمشق میں قتل و غارت کرے گا۔ مشرق سے کچھ کالے جھنڈے والے نکل کر کوفہ میں ٹھہریں گے' ان کا رئیس وہاں چھپ جائے گا اور اس کے چھپنے کی جگہ معلوم نہیں ہوگی' اب وہ لشکر انتظار کرے گا۔ پھر ایک شخص جو بطن وادی میں چھپا ہوا ہوگا نکل کر اس لشکر کی قیادت سنبھالے گا اور وہ اصل میں اس غصہ کی وجہ سے نکلے گا جو اسے صخری پر ہوگا کیونکہ صخری نے اس کے خاندان پر بہت ظلم ڈھائے ہوں گے' وہ مشرق کی افواج کو ملک شام کی طرف لے جائے گا۔ صخری کو اس کی روانگی کی خبر پہنچے گی تو وہ اہل مغرب کی فوجوں کے ساتھ اس کا پیچھا کرے گا اور حمص (ملک شام کا ایک شہر) کے پہاڑ پر دونوں فوجیں مل جائیں گی' ان کی اس لڑائی میں ایک بڑی مخلوق ہلاک ہو جائے گی۔ مشرقی لوٹ جائے گا۔ صخری اس کا پیچھا کر کے قرقیسیا اور پھر مجمع البحرین پر اس کو جا لے گا جہاں دونوں کا آمنا سامنا ہوگا۔ اس وقت مشرقی لشکر کو صبر دیا جائے گا اور مشرقی کی فوجوں کے ہر دس آدمیوں میں سے سات آدمی قتل ہو جائیں گے۔ پھر صخری کی فوجیں کوفہ میں داخل ہو جائیں گی اور کوفہ والوں کو وہ ذلیل کر دے گا۔ وہ ایک مغربی لشکر کو ایک مشرقی لشکر کے مقابلے کے لئے بھیجے گا جو ان کے قیدیوں کو لے آئیں گے' ابھی یہی حال ہوگا کہ اچانک مکہ معظمہ میں مہدی کے ظاہر ہونے کی خبر آ جائے گی (یہ خبر سن کر) وہ کوفہ سے امام مہدی کے مقابلہ کے لئے ایک فوج (مکہ معظمہ) بھیجے گا جو (راستے ہی میں) دھنسا دی جائے گی۔ اہل مغرب اور اہل مشرق کے درمیان فسطاط کے پل پر سات دن تک جنگ ہوگی۔ پھر وہ عریش پر مقابلہ کریں گے تو شکست اہل مشرق کی ہوگی یہاں تک کہ وہ اردن پہنچ جائیں گے پھر اس کے بعد ان پر سفیانی خروج کرے گا اور وہ رومی جو حمص میں ہوں گے وہ اس کے بارے میں ہر قوم سے ڈریں گے (یا ڈرائیں گے) اور کہیں گے: تو ہلاک ہو۔''

(الفتن لنعیم بن حماد رقم الحدیث 796 رقم الصفحۃ 275 الجزء الاول مطبوعۃ مکتوبۃ التوحید القاهرۃ)

Marfat.com

حضرت کعب سے روایت ہے:
''مہدی رومیوں کے قتال کے لئے لشکر لے جائیں گے اور ان کو دس آدمیوں کی عقل و فراست دی جائے گی۔ وہ انطا کیہ (یہ اٹلی کا ایک شہر ہے جو موجودہ عیسائیت کا مرکز ہے) میں ایک غار سے تابوت سکینہ کو نکال لیں گے جس میں وہ تورات ہوگی جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی تھی اور وہ انجیل بھی ہوگی جو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی تھی۔ وہ اہل تورات (یہودیوں) کے درمیان ان کی تورات سے اور اہل انجیل (عیسائیوں) کے درمیان ان کی انجیل سے فیصلے کریں گے۔'' (الفتن لنعیم بن حماد، رقم الحدیث 1022 رقم الصفحہ 355 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید القاھرۃ)

نوف بکالی سے روایت ہے:
''امام مہدی کے جھنڈے پر (البیعۃ للہ) لکھا ہوگا کہ بیعت اللہ کے لئے ہے۔''
(الفتن لنعیم بن حماد، رقم الحدیث 1026 رقم الصفحہ 356 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید القاھرۃ۔ السنن الواردۃ فی الفتن، رقم الحدیث 583 رقم الصفحہ 1062 الجزء الخامس، مطبوعۃ دار العاصمۃ الریاض)

خطیب نے اپنی کتاب ''متفق و متفرق'' میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''روم میرے ایک شہزادے کے خلاف لشکر کشی کرے گا جس کا نام میرے نام جیسا ہوگا۔ دونوں کے لشکر اعماق میں جنگ کریں گے، نتیجہ میں کم و بیش ایک تہائی مسلمان شہید ہو جائیں گے۔ دوسرے دن (یا کچھ عرصہ بعد دوبارہ) پھر ان کے درمیان جنگ ہوگی، اور اس موقع پر بھی کم و بیش اتنے ہی مسلمان شہید ہو جائیں گے۔ تیسرے دن (یا کچھ عرصہ بعد تیسری دفعہ) ان کے درمیان پھر جنگ ہوگی، لیکن اس دفعہ رومیوں کو شکست ہوگی۔ اس کے بعد مسلمانوں پر فتوحات کے دروازے کھلتے چلے جائیں گے یہاں تک کہ مسلمان قسطنطنیہ فتح کرلیں گے۔ پھر اس دوران کہ مسلمان ابھی آپس میں مال غنیمت تقسیم ہی کر رہے ہوں گے کہ کوئی پکارنے والا چیخ چیخ کر کہے گا کہ تمہاری غیر موجودگی میں دجال تمہارے گھروں میں نکل چکا ہے۔''
(الحاوی للفتاوی، رقم الصفحہ 67 الجزء الثانی، مطبوعۃ دار الباز للنشر والتوزیع، مکۃ المکرمۃ)

ابو جعفر سے روایت ہے:
''وہ کالے جھنڈے والے جو خراسان سے نکلیں گے چلتے چلتے کوفہ پہنچیں گے۔ پھر جیسے ہی مکہ مکرمہ میں امام مہدی کا ظہور ہوگا یہ ان کی بیعت کرلیں گے۔''
(الفتن لنعیم بن حماد، رقم الحدیث 909 رقم الصفحہ 314 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید القاھرۃ)۔

حضرت ارطاۃ نے فرمایا:
''جس یمنی خلیفہ کے ہاتھ پر قسطنطنیہ فتح ہوگا اسی کے ہاتھ پر روم فتح ہوگا۔ اسی زمانہ میں دجال ظاہر ہوگا۔ اسی کے زمانہ میں عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ وہ ہاشمی شخص ہوگا اور اسی کے ہاتھوں ہند فتح ہوگا۔ یہ غزوہ ہند وہ ہے جس کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہند کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ ایک یمنی بادشاہ بیت المقدس سے ہند ایک لشکر بھیجے گا تو وہ ارض ہند کو فتح کرلیں گے اور وہاں کے خزانے بیت المقدس لے جائیں گے اور وہ بادشاہ ہند کے بادشاہوں کو زنجیریں پہنا کر اپنے دربار میں حاضر کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس لشکر والوں کی مغفرت فرمادے گا۔ پھر وہ لشکر واپس

Marfat.com

بیت المقدس جائے گا (جب وہ وہاں پہنچیں گے) تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پالیں گے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اگر میں نے اس غزوہ ہند کو پالیا اور جب ہم وہاں سے فتحیاب ہوکر واپس لوٹیں گے تو میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ضرور بالضرور ملوں گا اور ان کو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بتاؤں گا کہ میں آپ کی خدمت میں رہا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا: وہ وقت تم سے دور ہے۔''

(الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 1235' 1236' 1238 رقم الصفحۃ 409 الجزء الاول' مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاھرۃ)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک کہ میرے خاندان کا ایک شخص جو کہ میرا ہمنام ہوگا پورے عرب کا حاکم نہ بن جائے۔''

(سنن الترمذی' باب ماجاء فی المھدی' رقم الحدیث 2230' رقم الصفحۃ 505 الجزء الرابع' مطبوعۃ داراحیاء التراث العربی' بیروت۔ سنن ابی داؤد' کتاب المھدی' رقم الحدیث 4282' رقم الصفحۃ 106 الجزء الرابع' مطبوعۃ دارالفکر۔ مسند البزار 4-9' زر بن حبیش عن عبداللہ' رقم الحدیث 1804 رقم الصفحۃ 204 الجزء الخامس' مطبوعۃ مکتبۃ العلوم والحکم' المدینۃ۔ مسند احمد' مسند عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ' رقم الحدیث 3572 رقم الصفحۃ 376 الجزء الاول' مطبوعۃ موسسۃ قرطبۃ' مصر۔ المعجم الکبیر' رقم الحدیث 10218 رقم الصفحۃ 134 الجزء العاشر' مطبوعۃ مکتبۃ العلوم والحکم' الموصل۔ السنن الواردۃ فی الفتن' رقم الحدیث 568 رقم الصفحۃ 1052 الجزء الخامس' مطبوعۃ دارالعاصمۃ' ریاض۔ تذکرۃ الحفاظ' رقم الحدیث 502 رقم الصفحۃ 488 الجزء الثانی' مطبوعۃ دارالصمیعی' الریاض۔ سیر اعلام النبلا' الفلاس ع' رقم الصفحۃ 472 الجزء 11' مطبوعۃ موسسۃ الرسالۃ' بیروت۔ العلل المتناھیۃ' حدیث فی خروج المھدی' رقم الحدیث 1435 رقم الصفحۃ 857 الجزء الثانی' مطبوعۃ دارالکتب العلمیۃ' بیروت۔ المحدث الفاصل' رقم الصفحۃ 329 الجزء الاول' مطبوعۃ دارالفکر' بیروت)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اگر دنیا کا صرف ایک ہی دن باقی رہ جائے گا تب بھی اللہ تعالیٰ اس دن کو اتنا طویل فرمادے گا کہ اس وقت میں میرے اہل بیت میں سے ایک شخص ظاہر ہو جو میرا ہمنام ہوگا، اس کے والد کا نام بھی وہی ہوگا جو میرے والد کا ہے۔ وہ روئے زمین کو عدل وانصاف سے ایسا بھر دے گا جیسا کہ وہ ظلم وستم سے بھر چکی ہوگی۔''

(سنن ابوداؤد' کتاب المھدی' رقم الحدیث 4282 رقم الصفحۃ 102 الجزء الرابع' مطبوعۃ دارالفکر' بیروت۔ المعجم الاوسط' رقم الحدیث 1233 رقم الصفحۃ 55 الجزء الثانی مطبوعۃ دارالحرمین' قاھرہ۔ المعجم الکبیر' رقم الحدیث 10222 رقم الصفحۃ 135 الجزء 10 مطبوعۃ مکتبۃ العلوم والحکم' موصل۔ السنن الواردۃ فی الفتن' رقم الحدیث 571 رقم الصفحۃ 1054 الجزء الخامس مطبوعۃ دارالعاصمۃ' ریاض۔ المنار المنیف' رقم الحدیث 328 رقم الصفحۃ 143 الجزء الاول مطبوعۃ مکتب المطبوعات الاسلامیۃ' حلب)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نئی باتیں نہ پیدا ہو جائیں، اس لئے ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میری امت میں ایک مہدی ظاہر ہوگا جو پانچ یا سات یا نو تک زندہ رہے گا۔''

یہاں یہ پانچ، سات، نو کا شک زید عمی کو ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے پوچھا:

''اس تعداد سے کیا مراد ہے۔؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

''سال۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ان کے پاس ایک شخص آئے گا اور کہے گا: اے مہدی! مجھے عطا کیجئے مجھے عطا کیجئے' تو امام مہدی اس کے دامن کو مال ودولت سے اتنا بھر دیں گے جتنا وہ اٹھا سکے گا۔''

(سنن الترمذی' باب' رقم الحدیث 2232 رقم الصفحۃ 505 الجزء الرابع' مطبوعۃ دار احیاء التراث العربی' بیروت۔ مسند احمد' رقم الحدیث 11179 رقم الصفحۃ 21 الجزء الثالث' مطبوعۃ موسسۃ قرطبۃ' مصر۔ العلل المتناھیۃ' رقم الحدیث 1440 رقم الصفحۃ 858 الجزء الثانی' مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ' بیروت)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں چند ہاشمی جوان آئے جنہیں دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں بھر آئیں۔ ہم نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی ایسی بات ضرور دیکھتے ہیں جس سے ہمیں دکھ ہوتا ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہم وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے دنیا کے بدلے آخرت عطا کی ہے' بہت جلد ایسا وقت آنے والا ہے کہ میرے اہل بیت نہایت تکالیف اور سختی میں مبتلا ہوں گے۔ ان پر بڑی مصیبتیں آئیں گی حتی کہ مشرق اور مغرب سے کچھ لوگ آئیں گے جن کے ہمراہ سیاہ جھنڈے ہوں گے۔ ان کا مقصد دنیا کے خزانوں پر قبضہ کرنا نہ ہوگا لیکن لوگ ان کی راہ روکیں گے' اس لئے وہ لوگوں سے جنگ کریں گے' اللہ انہیں فتح عنایت فرمائے گا اور جس کام کا ارادہ کیا ہوگا وہ پورا ہوگا۔ اس وقت یہ لوگ اپنی حکومت کو پسند نہ کریں گے' بلکہ میرے اہل بیعت میں سے ایک شخص کو اپنا سردار مقرر کریں گے اور وہ زمین کو اس طرح عدل وانصاف سے بھر دیں گے جس طرح لوگوں نے اسے ظلم سے بھر دیا ہوگا' لہٰذا تم میں سے جو شخص اس زمانہ کو پائے وہ ان کا ساتھ دے اگرچہ اسے برف پر گھٹنوں کے بل ہی کیوں نہ گھسٹ کر جانا پڑے۔''

(سنن ابن ماجۃ' باب خروج مھدی' رقم الحدیث 4082 رقم الصفحۃ 1266 الجزء الثانی مطبوعۃ دار الفکر' بیروت۔ مستدرک علی صحیحین' رقم الحدیث 8434 رقم الصفحۃ 511 الجزء الرابع مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ' بیروت۔ مصباح الزجاجۃ' باب خروج المھدی' رقم الحدیث 202 الجزء الرابع مطبوعۃ دار العربیۃ' بیروت۔ مصنف ابن ابی شیبۃ' رقم الحدیث 37727 رقم الصفحۃ 1556 رقم الصفحۃ 354 الجزء الرابع مطبوعۃ مکتبۃ العلوم والحکم' الحدیث 1556 رقم الحدیث 10031 رقم الصفحۃ 85 الجزء 10 مطبوعۃ مکتبۃ العلوم والحکم' موصل۔ السنۃ لابن ابی عاصم' رقم الحدیث 1499 رقم الصفحۃ 633 الجزء الثانی مطبوعۃ المکتب الاسلامی' بیروت۔ السنن الواردۃ فی الفتن' باب ماجاء فی المھدی' رقم الحدیث 546 رقم الصفحۃ 1029 'الجزء الخامس مطبوعۃ دار العاصمۃ' ریاض۔ الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 895 رقم الصفحۃ 310 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' قاھرۃ۔ المنار المنیف' رقم الحدیث 341 رقم الصفحۃ 149 الجزء الاول مطبوعۃ مکتب المطبوعات الاسلامیۃ' حلب۔ دلائل النبوۃ للاصبھانی' رقم الحدیث 327 رقم الصفحۃ 226 الجزء الاول مطبوعۃ دار طیبۃ' ریاض)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میری امت میں مہدی پیدا ہوں گے' اگر وہ دنیا میں بہت کم عرصہ بھی رہے تو سات برس ورنہ نو برس تو ضرور رہیں گے۔ ان کے زمانہ میں میری امت اس قدر خوش ہوگی کہ اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔ زمین کا ان کے زمانہ میں یہ حال ہوگا کہ جس قدر

Marfat.com

اس میں پھل پیدا کرنے کی صلاحیت ہوگی سب پیدا کرے گی کچھ بھی باقی نہ رکھے گی' مال کی اس قدر فراوانی ہوگی کہ ان کے سامنے ڈھیر لگا ہوگا'لوگ ان سے کہیں کے جناب مہدی' ہمیں دیجئے' وہ کہیں گے ہاں جتنا جی چاہے لے جاؤ۔''

(سنن ابن ماجۃ' باب خروج المہدی' رقم الحدیث 4083رقم الصفحۃ 1366 الجزء الثانی مطبوعۃ دار الفکر' بیروت۔ مستدرک علی صحیحین' رقم الحدیث 8675رقم الصفحۃ 601الجزء الرابع مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ' بیروت۔ الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 1048 رقم الصفحۃ 360الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید قاھرہ۔ الکامل فی ضعفاء الرجال' رقم الصفحۃ رقم الحدیث 201الجزء الثالث مطبوعۃ دار الکفر' بیروت۔ العلل المتناھیۃ رقم الحدیث 1441رقم الصفحۃ 859الجزء الثانی مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت۔ السنن الواردۃ فی الفتن' رقم الحدیث 550رقم الصفحۃ 2035الجزء الخامس مطبوعۃ دار العاصمۃ' ریاض۔ الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث 8737رقم الصفحۃ 457الجزء الخامس مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ' بیروت)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلمنے ارشاد فرمایا:

''تمہارے ایک خزانے کے پاس تین خلفاء کے بیٹے قتل کیے جائیں گے' لیکن ان میں سے کسی کو بھی وہ خزانہ میسر نہ ہوگا۔ اس کے بعد مشرق کی جانب سے سیاہ نشان نمودار ہوں گے۔ وہ تمہیں ایسا قتل کریں گے کہ اس سے پہلے کسی نے نہ کیا ہوگا۔''

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ اور بیان فرمایا جسے میں یاد نہ رکھ سکا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اللہ کا خلیفہ مہدی ظاہر ہوگا۔ جب تم اسے ظاہر ہوتے دیکھو تو اگر گھٹنوں کے بل برف پر گھسٹ کر بھی جانا پڑے تو اس کی بیعت کر لینا کیونکہ وہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہوگا۔''

(سنن ابن ماجۃ' باب خروج المہدی' رقم الحدیث 4084رقم الصفحۃ 1367الجزء الثانی مطبوعۃ دار الفکر' بیروت۔ المستدرک علی صحیحین' رقم الحدیث 8432رقم الصفحۃ 510الجزء الرابع مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت۔ مصباح الزجاجۃ' رقم الصفحۃ 203الجزء الرابع مطبوعۃ دار العربیۃ بیروت۔ مسند الرویانی' رقم الحدیث 647رقم الصفحۃ 417الجزء الاول مطبوعۃ موسۃ قرطبۃ' قاھرہ۔ السنن الواردۃ فی الفتن' رقم الحدیث 548رقم الصفحۃ 1032الجزء الخامس مطبوعۃ دار العاصمۃ' ریاض)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مہدی ہم میں سے یعنی اہل بیت میں سے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ایک ہی رات میں ان میں خلافت اور مہدیت کی صلاحیت پیدا فرمادے گا۔''

(سنن ابن مساجۃ' باب خروج المہدی' رقم الحدیث 4085رقم الصفحۃ 1367الجزء الثانی مطبوعۃ دار الفکر' بیروت۔ مصباح الزجاجۃ' رقم الصفحۃ 204الجزء الرابع مطبوعۃ دار العربیۃ بیروت۔ مصنف ابن ابی شیبۃ' رقم الحدیث 37644رقم الصفحۃ 513الجزء السابع مطبوعۃ مکتبۃ الرشد' ریاض۔ مسند البزار' رقم الحدیث 644رقم الصفحۃ 243الجزء الثانی مطبوعۃ مکتبۃ العلوم والحکم' مدینۃ منورۃ۔ مسند احمد' رقم الحدیث 645رقم الصفحۃ 84الجزء الاول مطبوعۃ موسۃ قرطبۃ مصر۔ مسند ابی یعلی' رقم الحدیث 465رقم الفتن' رقم الحدیث 579رقم الصفحۃ 1059الجزء الخامس مطبوعۃ دار العاصمۃ ریاج۔ الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 1053 رقم الصفحۃ 361الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید قاھرہ۔ الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث 6669رقم الصفحۃ 222الجزء الرابع مطبوعۃ دار الکتاب العربی' بیروت۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال' رقم الحدیث 9452رقم الصفحۃ 155الجزء السابع مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت۔ الکامل فی ضعفاء الرجال رقم الحدیث 2.95رقم

Marfat.com

الصفحۃ 185 الجزء السابع مطبوعۃ دار الفکر' بیروت۔ ضعفاء العقیلی' رقم الحدیث 2100 رقم الصفحۃ 465 الجزء الرابع مطبوعۃ دار المکتبۃ العلمیۃ' بیروت۔ تھذیب التھذیب' رقم الحدیث 294 رقم الصفحۃ 152 الجزء 110 مطبوعۃ دار الفکر' بیروت۔ تھذیب الکمال' رقم الحدیث 6773 رقم الصفحۃ 181 الجزء 31 مطبوعۃ موسسۃ الرسالۃ' بیروت۔ العلل المتناھیۃ' رقم الحدیث 1432 رقم الصفحۃ 856 الجزء الثانی مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ' بیروت)

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ام سلمہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اسی دوران ہمارے درمیان مہدی کا تذکرہ شروع ہوگیا۔ حضرت ام سلمہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:

''وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد میں سے ہوں گے۔''

(سنن ابن ماجۃ' باب خروج المھدی' رقم الحدیث 4086 رقم الصفحۃ 1368 الجزء الثانی مطبوعۃ دار الفکر' بیروت۔ المستدرک علی الصحیحین' رقم الحدیث 8672 رقم الصفحۃ 601 الجزء الرابع مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ' بیروت۔ سنن ابوداؤد' کتاب المھدی' رقم الحدیث 4284 رقم الصفحۃ 107 الجزء الرابع' مطبوعۃ دار الفکر' بیروت۔ المعجم الکبیر' رقم الحدیث 566 رقم الصفحۃ 267 الجزء 23 مطبوعۃ مکتبۃ العلوم والحکم' موصل، السنن الواردۃ فی الفتن' رقم الحدیث 565 رقم الصفحۃ 1049 الجزء الخامس مطبوعۃ دار العاصمۃ ریاض۔ التاریخ الکبیر' رقم الحدیث 1171 رقم الصفحۃ 474 رقم الصفحۃ 463 الجزء الثانی مطبوعۃ دار الصبعی' ریاض۔ سیر اعلام النبلاء' رقم الصفحۃ 663 الجزء الثانی مطبوعۃ موسسۃ الرسالۃ بیروت۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال' رقم الحدیث' 293 رقم الصفحۃ 126 الجزء الثالث مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ' بیروت۔ الکامل فی ضعفاء الرجال' رقم الحدیث 697 رقم الصفحۃ 196 الجزء الثالث مطبوعۃ دار المکتبۃ العلمیۃ' بیروت۔ الاکمال لابن ماکولا' رقم الصفحۃ 276 الجزء السابع مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ' بیروت۔ العلل المتناھیۃ' رقم الحدیث 1446 رقم الصفحۃ 860 الجزء الثانی مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ' بیروت۔ المنار المنیف' رقم الحدیث 334 رقم الصفحۃ 146 الجزء الاول مطبوعۃ مکتب المجبوعات الاسلامیۃ' حلب۔)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی تعالیٰ عنہا سے مخاطب ہوکر فرمایا:

''اے فاطمہ! مجھے اُس ذات پاک کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! اس امت کے مہدی تمہارے دونوں بیٹوں کی نسل میں پیدا ہوں گے۔ جب دنیا میں قتل وغارت اور فتنے بڑھ جائیں گے' چھوٹا اپنے سے بڑے کی عزت نہیں کرے گا' بڑا اپنے سے چھوٹے پر شفقت نہیں کرے گا' ایسے میں وہ مہدی ظاہر ہوں گے۔ وہ گمراہوں کے قلعے فتح کرلیں گے۔ اُس آخری دور میں دین کو وہ ایسے ہی پھیلائیں گے جیسے میں نے اسے دورِ اول میں پھیلایا ہے۔ دنیا کو عدل وانصاف سے ایسے بھردیں گے جیسا کہ وہ ظلم وستم سے بھر چکی ہوگی۔''

(المعجم الاوسط' رقم الحدیث 6540 رقم الصفحۃ 327 الجزء الثانی' مطبوعۃ دار الباز للنشر والتوزیع' مکۃ المکرمۃ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مہدی میری نسل سے ہوں گے' کشادہ پیشانی اور اونچی ناک والے ہوں' زمین کو عدل وانصاف سے ایسے بھردیں گے جیسے وہ ظلم وستم سے بھرگئی ہوگی اور سات سال تک حکومت کریں گے۔''

(سنن ابوداؤد' کتاب المھدی رقم الحدیث 4285 رقم الصفحۃ 107 الجزء الرابع مطبوعۃ دار الفکر' بیروت۔ المعجم الاوسط' رقم الحدیث 9460 رقم الصفحۃ 176 الجزء التاسع مطبوعۃ دار الحرمین' قاھرہ۔ العلل المتناھیۃ' رقم الحدیث 1443 رقم الصفحۃ 859 الجزء الثانی مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ' بیروت۔ المنار المنیف' رقم الحدیث 330 رقم الصفحۃ 144 الجزء الاول مطبوعۃ مکتب المطبوعات الاسلامیۃ' حلب۔ صحیح

Marfat.com

ابن حبان' رقم الحدیث 6826 رقم الصفحۃ 238 الجزء 15 مطبوعۃ موسۃ الرسالۃ' بیروت۔ مجمع الزوائد' باب ماجاء فی المھدی' رقم الصفحۃ 314 الجزء السابع مطبوعۃ دارالریان للتراث قاھرہ۔ مسند ابی یعلی' رقم الحدیث 1128 رقم الصفحۃ 367 الجزء الثانی مطبوعۃ دارالمامون للتراث' دمشق)

محمد بن علی سے روایت ہے کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور سے پہلے دو نشانیاں ایسی ظاہر ہوں گی جو کہ زمین و آسمان کی پیدائش سے لیکر اب تک ظہور نہیں ہوئی ہیں۔ اول یہ کہ ماہِ رمضان کی پہلی تاریخ کو چاند گرہن ہوگا اور دوسری یہ کہ (اسی ماہ کے) نصف میں سورج کو بھی گرہن لگے گا اور جب سے اللہ تعالیٰ نے زمین و آزسمان پیدا فرمائے ہیں' چاند سورج کو اس طرح کا گرہن کبھی نہیں لگا ہوگا۔''

(سنن دارقطنی' رقم الحدیث 10 رقم الصفحۃ 65 الجزء الثانی مطبوعۃ دارالمعرفۃ' بیروت۔ کشف الخفاء رقم الحدیث 2661 رقم الصفحۃ 381 الجزء الثانی مطبوعۃ موسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت ولید سے روایت ہے کہ مجھے حضرت کعب نے بتایا ہے کہ ظہور مہدی سے پہلے مشرق سے ایک ایسا ستارہ نکلے گا جس کی کئی دُمیں ہوں گی۔ مہدی کے نکلنے سے پہلے رمضان کے مہینہ میں دو دفعہ سورج کو گرہن لگے گا۔

(الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 642 رقم الصفحۃ 229 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاھرۃ)۔

ولید سے روایت ہے کہ کعب نے کہا:

''مہدی سے پہلے ایک ستارہ مشرق سے نکلے گا اور زمین والوں کے لئے ایسی روشنی کرے گا جیسے چودھویں رات کے چاند کی روشنی ہوتی ہے۔'' (الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث' 64 رقم الصفحۃ 229 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاھرہ)۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مہدی میری اولاد میں سے ایک شخص ہیں' ان کا رنگ عربوں کے رنگ کی طرح ہوگا اور جسم اسرائیلیوں جیسا ہوگا۔ ان کے داہنے رخسار پہ ایک تل ہوگا جو روشن ستارے کی طرح ہوگا' وہ زمین کو عدل وانصاف سے ایسا ہی بھر دیں گے جیسا کہ وہ ظلم و ستم سے بھر چکی ہوگی۔ ان کے دور خلافت میں زمین و آسمان والے سب ان سے خوش ہوں گے حتیٰ کہ فضا میں محو پرواز پرندے بھی ان سے خوش ہوں گے۔''

(کشف الخفاء رقم الحدیث 2661 رقم الصفحۃ 381 الجزء الثانی مطبوعۃ موسۃ الرسالۃ بیروت۔ الفردوس بماثور الخطاب' رقم الحدیث 6667 رقم الصفحۃ 221 الجزء الرابع مطبوعۃ دارالکتب العلمیۃ' بیروت۔ العلل المتناھیۃ' رقم الحدیث 1439 رقم الصفحۃ 858 الجزء الثانی مطبوعۃ دارالکتب العلمیۃ' بیروت)

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ایک ایسا فتنہ برپا ہوگا جس کے ایک طرف سکون ہوگا تو دوسری طرف ہنگامہ۔ اس وقت آسمان سے ندا کی جائے گی: خبردار! تمہارا امیر فلاں شخص ہے۔''

(مجمع الزوائد' رقم الصفحۃ 316 الجزء السابع مطبوعۃ دارالکتاب العربی' بیروت۔ معجم الاوسط' رقم الصفحۃ 60 الجزء الخامس مطبوعۃ دارالکتاب العربی' بیروت۔ علل الدارقطنی' رقم الصفحۃ 213 الجزء الرابع مطبوعۃ دارالکتاب العربی' بیروت۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال' رقم الحدیث 761 رقم الصفحۃ 214 الجزء الثامن مطبوعۃ دارالکتب العلمیۃ' بیروت)

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''مہدی نکلیں گے اس حال میں کہ ان کے سر پر ایک عمامہ ہوگا جس پر ایک منادی ہوگا جو پکار رہا ہوگا کہ یہ مہدی اللہ کے خلیفہ ہیں تم ان کی اتباع کرو۔''

(میزان الاعتدال فی نقد الرجال' رقم الحدیث 5321' رقم الصفحۃ 433 الجزء الرابع مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ' بیروت۔ لسان المیزان' رقم الحدیث 313 رقم الصفحۃ 105 الجزء الاول مطبوعۃ موسۃ الاعلمی للمطبوعات' بیروت۔ الکامل فی ضعفاء الرجال' رقم الصفحۃ 295 الجزء الخامس مطبوعۃ دار الفکر' بیروت۔ الفردوس بماثور الخطاب' رقم الحدیث 8920 رقم الصفحۃ 510 الجزء الخامس مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ' بیروت)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''مہدی ایک گاؤں سے ظاہر ہوں گے جس کو کرعہ کہا جاتا ہے۔ ان کے سر پر ایک عمامہ ہوگا جس کے ایک طرف سے ایک غیبی منادی یہ ندا کر رہا ہوگا: لوگو سنو! یہ مہدی ہیں ان کی اتباع کرو۔''

(الکامل فی ضعفاء الرجال' رقم الحدیث 1435 الجزء الخامس مطبوعۃ دار الفکر' بیروت۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال' رقم الحدیث 5321 رقم الصفحۃ 433 الجزء الرابع مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ' بیروت۔ معجم البلدان' رقم الصفحۃ 452 الجزء الرابع مطبوعۃ دار الفکر' بیروت)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان مقام بدر کے رہنے والے چند لوگ ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ پھر اس کے پاس اہل عراق کی جماعتیں اور اہل شام کے ابدال آئیں گے۔ اس کے بعد اہل شام کا ایک لشکر اس سے لڑنے کے لئے نکلے گا یہاں تک کہ جب وہ مقام بیداء پر ہوں گے تو ان کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔

((فیغزوھم رجل من قریش اخوانہ من کلب فیلتقون فیھزمھم اللہ فالخائب من خاب من غنیمۃ کلب))

''پھر اس سے لڑنے کے لئے قریش کا ایک آدمی نکلے گا جس کے ماموں کلب (قبیلہ) کے ہوں گے۔ ان کی جنگ ہو جائے گی' اللہ تعالیٰ ان کو شکست دے گا' تو محروم وہی ہوگا جو کلب کی غنیمت سے محروم رہا۔''

(معجم الاوسط' رقم الحدیث 9459 رقم الصفحۃ 176 الجزء التاسع مطبوعۃ دار الحرمین' قاھرہ۔ مجمع الزوائد' رقم الصفحۃ 314 الجزء السابع مطبوعۃ دار الریان للتراث' قاھرہ۔ مصنف ابن ابی شیبۃ' رقم الحدیث 37223 رقم الصفحۃ 460 الجزء السابع مطبوعۃ مکتبۃ الرشد' ریاض۔ المعجم الکبیر' رقم الحدیث 656 رقم الصفحۃ 295 الجزء 230 مطبوعۃ مکتبۃ العلوم والحکم' موصل۔ المستدرک علی صحیحین' رقم الحدیث 8328 رقم الصفحۃ 478 الجزء الرابع مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ' بیروت)

ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''مغرب کا بادشاہ مشرق کے بادشاہ کی طرف پیش قدمی کر کے اسے قتل کر ڈالے گا' وہ ایک لشکر مدینہ منورہ کی طرف روانہ کرے گا جسے دھنسا دیا جائے گا۔ پھر ایک دوسرا لشکر روانہ کرے گا جس سے مقابلہ کے لئے مدینہ منورہ کے بعض لوگ تیاری کریں گے اور ایک شخص حرم شریف میں آکر پناہ لے گا' لوگ اس کے اردگرد اس طرح جمع ہو جائیں گے جیسے آئے ہوئے متفرق پرندے' یہاں

Marfat.com

تک کہ اس کے پاس تین سو چودہ آدمی جمع ہو جائیں گے جن میں کچھ عورتیں بھی ہوں گی' وہ ہر جبار (زور آور' طاقتور) اور جبار کے بیٹے پر غالب آجائے گا اور ایسا عدل ظاہر کرے گا جس کی وجہ سے زندہ لوگ اپنے مردوں کی تمنا کریں گے۔ اس طرح وہ سات سال تک زندہ رہے گا' پھر اس طرح زمین کے نیچے کا حصہ اس کے اوپر کے حصے سے بہتر ہوگا۔''

(مجمع الزوائد' رقم الصفحۃ 314 الجزء السابع دار الریان للتراث' القاھرہ۔ المعجم الاوسط' رقم الحدیث 5473، رقم الصفحۃ 334 الجزء الخامس' مطبوعۃ دار الحرمین' القاھرۃ)

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''آخر زمانہ میں ایک فتنہ ہوگا جو لوگوں میں اس طرح رچ بس جائے گا جیسے سونا اپنے معدن میں حل ہو جاتا ہے، لہٰذا تم لوگ اہل شام کو گالی نہ دو کیونکہ ان میں ابدال بھی ہیں لیکن ان کے بُروں کو گالی دو۔ عنقریب اہل شام پر زوردار بارش برسائی جائے گی جو ان کی جماعت کو متفرق کردے گی یہاں تک کہ اگر ان سے لومڑیاں بھی لڑیں تو وہ بھی ان پر غالب آجائیں گے۔ اس وقت میرے اہل بیت میں سے ایک شخص تین جھنڈوں کی جماعت کے ساتھ نکلے گا' ان کو زیادہ سمجھنے والا پندرہ ہزار اور کم سمجھنے والا بارہ ہزار سمجھے گا' وہ سات جھنڈوں سے لڑیں گے جن میں سے ہر ایک جھنڈے کے نیچے ایک آدمی ہوگا جو حکومت کا طالب ہوگا' اللہ تعالیٰ ان سب کو قتل کردے گا اور مسلمانوں کو ان کی الفت و نعمت اور ان کا دور و نزدیک یعنی ہر شخص کو لوٹا دے گا، یعنی مسلمانوں کو ہر قسم کی نعمتیں اور سکون دوبارہ میسر آجائے گا۔''

(مجمع الزوائد' رقم الصفحۃ 317 الجزء السابع دار الکتاب العربی' بیروت۔ المستدرک علی الصحیحین' رقم الحدیث 8658 رقم الصفحۃ 596 الجزء الرابع' مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ' بیروت۔ المعجم الاوسط' رقم الحدیث 3906 رقم الصفحۃ 176 الجزء الرابع' مطبوعۃ دار الحرمین' القاھرۃ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''میری امت میں سے ایک شخص نکلے گا جو میری سنت کی بات کرے گا۔ اللہ عزوجل اس کے لئے آسمان سے بارش برسائے گا اور زمین کی برکت اُگائے گا جس کی وجہ سے زمین عدل و انصاف سے بھر جائے گی جس طرح کہ ظلم و ستم سے بھر چکی ہوگی۔ وہ اس امت پر سات سال حکومت کرے گا اور بیت المقدس میں نازل ہوگا (ہجرت کرے گا)۔''

(مجمع الزوائد' رقم الصفحۃ 317 الجزء السابع دار الکتاب العربی' بیروت۔ مجمع الاوسط' رقم الحدیث 1075 رقم الصفحۃ 15 الجزء الثانی' مطبوعۃ دار الحرمین' القاھرۃ۔ فضائل بیت المقدس' باب ذکر ان المھدی ینزل بیت المقدس' رقم الحدیث 44 رقم الصفحۃ 72 الجزء الاول' مطبوعۃ دار الفکر' سوریۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اگر دنیا کا صرف ایک بھی دن باقی رہ جائے گا تو بھی اللہ عزوجل اسے اتنا طویل فرمادے گا کہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص جبل دیلم اور قسطنطنیہ کا مالک ہو جائے گا۔''

(سنن ابن ماجۃ' رقم الحدیث 2779 رقم الصفحۃ 928 الجز الثانی دار الفکر' بیروت۔ مصباح الزجاجۃ' رقم الصفحۃ 160 الجزء الثالث مطبوعۃ دار العربی' بیروت)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

''میں تمہیں سات ایسے فتنوں سے باخبر کرتا ہوں جو میرے بعد ہوں گے۔ایک فتنہ مدینہ سے اٹھے گا اور ایک فتنہ مکہ سے۔ایک فتنہ یمن سے اور ایک فتنہ شام سے۔ایک فتنہ مشرق سے اور ایک فتنہ مغرب سے۔اور ایک فتنہ شام کے مرکز سے اور یہی فتنہ سفیانی کا فتنہ ہوگا۔''

(الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 87 رقم الصفحۃ 55 الجزء الاول' مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاہرۃ۔مصباح الزجاجۃ' رقم الصفحۃ 160 الجزء الثالث مطبوعۃ دار العربی' بیروت)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''سفیانی خالد بن یزید بن ابی سفیان کی اولاد میں سے ہوگا۔اس کے چہرے پہ چیچک کے داغ ہوں گے' اس کی آنکھ میں سفید نکتہ ہوگا' دمشق کی مضافاتی بستی 'یابس' سے نکلے گا' ابتدا میں اس کے ساتھ صرف سات آدمی ہوں گے۔''

(الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 812 رقم الصفحۃ 279 الجزء الاول' مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاہرۃ)

حارث بن عبداللہ سے روایت ہے:

''ابوسفیان کی اولاد میں سے ایک شخص خشک وادی میں لال جھنڈے لیکر نکلے گا۔جس کی کلائیاں پتلی اور گردن مضبوط ہوگی' گردن رنگت میں پیلی یا سیاہی مائل ہوگی' اس کی پیشانی پر عبادت کا نشان ہوگا۔

(الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 815 رقم الصفحۃ 280 الجزء الاول مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاہرۃ)

سفیانی وادی یابس سے نکلے گا اور جب اس کا فتنہ بڑھے گا تو دمشق کا حکمران اس کی سرکوبی کے لئے اس کے پاس آئے گا تو وہ سفیانی کا جھنڈا (لشکر) دیکھ کر ہی شکست تسلیم کرلے گا۔

عبدالقدوس کہتے ہیں:

''اس وقت دمشق کا سربراہ کوئی عباسی شخص ہوگا۔''

(الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 813 رقم الصفحۃ 280 الجزء الاول' مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاہرۃ)

ضمرہ کہتے ہیں:

''سفیانی گورا چٹا اور گھنگھریالے بالوں والا آدمی ہوگا۔جو کوئی بھی اس سے مال میں سے کچھ لے گا قیامت کے دن وہ اس کے پیٹ میں آگ کا گولہ بنے گا۔'' (الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 814 رقم الصفحۃ 280 الجزء الاول' مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاہرۃ)

حضرت کعب فرماتے ہیں:

''سفیانی کا نام عبداللہ ہوگا۔'' (الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 820 رقم الصفحۃ 281 الجزء الاول' مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاہرۃ)

ابوقبیل فرماتے ہیں:

''سفیانی بہت شریر سربراہ ہوگا۔علماء و معززین کو قتل کرے گا' انہیں بالکل فنا کردے گا۔وہ ان حضرات سے مدد چاہے گا اور انکار پر انہیں قتل کرادے گا۔''

(الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 825 رقم الصفحۃ 283 الجزء الاول' مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاہرۃ)

حدیث میں ہے:

Marfat.com

''اہل عرب سفیانی کا مقابلہ کرنے کے لئے ملک شام میں جمع ہوں گے جہاں ان کے درمیان جنگ ہوگی۔ یہ جنگ ہوتے ہوتے مدینہ منورہ تک پہنچ جائے گا۔ پھر بقیع غرقد کے پاس شدید جنگ ہوگی۔''

(الفتن لنعیم بن حماد' رقم الحدیث 857 رقم الصفحۃ 293 الجزء الاول' مطبوعۃ مکتبۃ التوحید' القاھرۃ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جس نے دجال کا انکار کیا وہ بھی کافر اور جس نے مہدی کا انکار کیا وہ بھی کافر۔''

(الحاوی للفتاوی' رقم الصفحۃ 83 الجزء الثانی مطبوعۃ دار الباز للنشر والتوزیع' مکۃ المکرمۃ)۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

''ایک خلیفہ کی وفات کے وقت اختلاف واقع ہوگا۔ اس وقت اہل مدینہ میں سے ایک صاحب مکہ مکرمہ کی طرف چھپ کر کوچ کر جائیں گے۔ اہل مکہ سے کچھ لوگ ان کے پاس آئیں گے اور انہیں اپنا امیر بنانا چاہیں گے، لیکن وہ اس کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ آخر کار حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی جائے گی۔ بعد ازاں ملک شام سے ان کے مقابلہ کے لئے ایک لشکر بھیجا جائے گا جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان مقام بیداء پر زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ جب لوگ ایسا دیکھیں گے تو شام کے ابدال اور عراق کے لشکر حاضر ہو کر ان کی بیعت کریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ قریش سے ایک آدمی کو کھڑا کرے گا جو بنی کلب کا بھائی ہوگا' وہ ایک لشکر بھیجے گا جس پر مہدی فتح پائیں گے۔ بنی کلب کی فوج یہی ہوگی۔ اس پر افسوس ہے جو بنی کلب کے مال غنیمت میں شامل نہ ہوا۔ پھر مال تقسیم کر دیا جائے گا اور لوگوں میں تمہارے نبی کی سنت رائج کر دی جائے گی۔ اسلام اپنا غلبہ ظاہر کرے گا۔ وہ امام مہدی سات سال رہنے کے بعد وفات پا جائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔''

امام ابوداؤد صاحب نے فرمایا کہ ہشام سے بعض نے نو سال اور بعض نے سات سال بھی روایت کیا ہے۔

(سنن ابوداؤد' کتاب المہدی' رقم الحدیث 4286 رقم الصفحۃ 107 الجزء الرابع مطبوعۃ دار الفکر' بیروت۔ صحیح ابن حبان' رقم الحدیث 6757 رقم الصفحۃ 158 الجزء 15 مطبوعۃ موسسۃ الرسالۃ' بیروت۔ موارد الظمان' رقم الحدیث 1881 رقم الصفحۃ 464 الجزء الاول مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ' بیروت۔ مجمع الزوائد' رقم الصفحۃ 315 الجزء السابع مطبوعۃ دار الریان للتراث' قاہرہ۔ المعجم الاوسط' رقم الحدیث 1153 رقم الصفحۃ 35 الجزء الثانی مطبوعۃ دار الحرمین قاہرہ۔ مسند احمد' رقم الحدیث 26731 رقم الصفحۃ 316 الجزء السادس مطبوعۃ دمۃ قرطبۃ' مصر۔ مسند ابی یعلی' رقم الحدیث 6940 رقم الصفحۃ 369 الجزء 120 مطبوعۃ دار المامون للتراث' دمشق۔ المعجم الکبیر' رقم الحدیث 931 رقم الصفحۃ 390 الجزء 230 مطبوعۃ مکتبۃ العلوم والحکم' موصل۔ السنن الواردۃ فی الفتن' رقم الحدیث 595 رقم الصفحۃ 1083 الجزء الخامس مطبوعۃ دار العاصمۃ' ریاض)

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 3:

رسول اللہ کے دیگر رشتہ دار

فصل نمبر 1:

خلفائے اربعہ......رسول اللہ کے سسر اور دامادوں کے فضائل

قرآن درشان یاران نبی:

1: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ارشاد الٰہی:

((مثلھم فی التوراۃ ومثلھم فی الانجیل کزرع اخرج شطئہ فازرہ فاستغلظ فستوی علی سوقہ))(سورۃ فتح، آیت 29)

''نبی کے صحابہ کی مثال ایک کھیتی کی سی ہے جس نے اپنے پتے نکالے، پھر انہیں قوت دی تو وہ گھنی ہوگئی اور اپنی شاخ پر سیدھی کھڑی ہوگئی۔''

میں کھیتی سے مراد نبی علیہ السلام ہیں، پتے ابوبکر صدیق کی ذات ہے، یہ کھیتی عثمان غنی کی برکت سے گھنی ہوئی اور علی مرتضیٰ کی قوت پر سیدھی کھڑی ہوگئی۔

اسے جوہری نے اور ابن عبداللہ نے اپنی امالی میں روایت کیا ہے۔

2: حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں سورۃ العصر تلاوت کی۔ پھر عرض کیا:

''یارسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان! اس سورۃ کی تفسیر کیا ہے۔؟''

فرمایا:

''والعصر اللہ فرماتا ہے: مجھے قسم ہے دن کی آخری ساعات کی۔''

((ان الانسان لفی خسرا))

(بے شک انسان سخت نقصان میں ہے) یہ ابوجہل ہے۔

((الاالذین آمنوا))

''(سوائے ایمان والوں کے) یہ ابوبکر صدیق ہیں۔''

((وعملو الصالحات))

''(اور اچھے عمل کرنے والوں کے) یہ عمر فاروق ہیں۔''

((وتواصوابالحق))

''(جو سچی بات کی تلقین کرتے ہیں) یہ عثمان غنی ہیں۔''

Marfat.com

((وتواصوا بالصبر))

''(اور جو صبر کی وصیت کرتے ہیں) یہ علی مرتضیٰ ہیں۔''

اسے واحدی نے بیان کیا ہے۔

سب امتوں سے افضل:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''انبیاء و مرسلین کے سوا تمام جہانوں پر اللہ نے میرے صحابہ کو عظمت دیدی ہے۔ پھر صحابہ میں سے ابوبکر، عمر، عثمان اور علی کو افضلیت سے نواز دیا اور میری امت کو تمام امتوں سے افضل بنا دیا ہے۔ پھر امت میں سے جو لوگ پہلی سے چوتھی صدی تک آئیں گے بعد والوں سے افضل ہیں۔''

اسے بزار نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور بزار سے عبدالحق نے کتاب ''الاحکام'' میں اسے لیا ہے۔ جبکہ ابن سمان نے بھی الموافقہ میں یہ حدیث مختصراً نقل کی ہے جس کے بعض الفاظ یہ ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے انبیاء و مرسلین کے سوا اگلے پچھلے تمام جہانوں پر میرے صحابہ کو افضلیت عطاء فرمائی ہے۔''

خلفائے اربعہ اور رسول اللہ سے تعلق:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

''اے علی! اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ ابوبکر کو اپنا وزیر، عمر کو مشیر، عثمان کو سہارا اور تجھے اپنا مددگار بناؤں۔ تو تم چار ہوئے۔ جن کے متعلق اللہ نے ام الکتاب (لوح قدرت) میں لکھ دیا ہے کہ انہیں دوست رکھے گا تو مومن اور ان سے حسد رکھے گا تو صرف منافق۔ تم ہی میرے جانشین۔ میری ذمہ داریوں کو اٹھانے والے اور امت کے آگے میری صداقت کی دلیل ہو۔ لہٰذا یہ رشتہ توڑ نہ دینا اور سیدھے راستے سے دائیں بائیں ہٹ نہ جانا۔''

اسے ابن سمان نے موافقہ میں روایت کیا ہے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور طریق کے ساتھ بھی یہ حدیث روایت کی ہے۔

چاروں کی محبت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ان چار آدمیوں کی محبت صرف اور صرف مومن کے دل میں ہی یکجا موجود ہو سکتی ہے: ابوبکر، عمر، عثمان اور علی۔''

اسے ابن سمان اور ابن ناصر سلامتی نے روایت کیا ہے۔

محبوبانِ الٰہی:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ان چاروں (سیدنا ابوبکر، عمر فاروق، عثمان غنی اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم) سے اللہ کے محبوبان محبت کرتے ہیں اور اللہ کے دشمن بغض رکھتے ہیں۔''

اسے ملاں نے سیرت میں روایت کیا ہے۔

Marfat.com

خلفائے اربعہ کی خصوصیات:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ابوبکر میرا وزیر ہے اور امت میں میرا نائب' عمر میرا حبیب ہے اور میری زبان سے بولنے والا' عثمان مجھ سے ہے اور علی میرا بھائی اور میرا علم بردار ہے۔''

اسے ابن سمان نے موافقۃ میں روایت کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ ابوبکر پر رحمت نازل کرے جس نے مجھ سے اپنی بیٹی بیاہی پھر مجھے دار ہجرت (مدینہ منورہ) کی طرف اٹھا لایا۔ غار میں میرا ساتھی رہا اور اپنے مال سے بلال کو آزاد کیا۔ عمر پر اللہ رحم کرے جو سچی بات کہہ دیتا ہے خواہ وہ کڑوی ہو۔ جب کوئی بھی اس کا ساتھی نہ ہو (اتنے تنہا مجبور ہو) تو بھی حق بات کہہ دیتا ہے۔ عثمان پر اللہ کی رحمتیں ہوں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں اور علی پر اللہ رحمت برسائے۔ اے اللہ! علی جہاں جائے حق اس کا ساتھ نہ چھوڑے۔''

اسے ترمذی خلعی اور ابن سمان نے روایت کیا ہے۔

چار یار:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ممبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ حمد وثنا کے بعد فرمایا:

''لوگو! تمہیں کیا ہے کہ میرے صحابہ کے بارے میں اختلاف رکھتے ہو؟ جانتے نہیں کہ میرے اہل بیت اور میرے صحابہ کی محبت اللہ نے امت پر روز قیامت تک فرض فرما دی ہے۔''

پھر فرمایا:

''ابوبکر کہاں ہے۔''

انہوں نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ! میں یہ موجود ہوں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میرے قریب آ جاؤ!''

آپ نے انہیں سینے سے چمٹا کر ان کی آنکھوں کے درمیان ماتھے کا بوسہ لیا۔ ہم (صحابہ) نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمانِ مبارک رخساروں پر آنسو بہا رہی ہیں۔ پھر آپ نے ابوبکر کا ہاتھ پکڑ کر بلند آواز سے فرمایا:

''مسلمانو! یہ ابوبکر صدیق ہے۔ تمام مہاجرین وانصار کا سردار اور میرا ساتھی ہے۔ جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا تو اس نے میری تصدیق کی۔ لوگوں نے مجھ سے صرف نظر کیا تو اس نے مجھے پناہ دی اور بلال کو میری رضا کے لیے اپنے مال سے خرید کو آزاد کیا۔ اس سے دشمنی رکھنے والے پر اللہ اور تمام جہان کی لعنت اور اللہ اس سے بری ہے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے ہاں سرخرو ہونا چاہتا ہے وہ ابوبکر صدیق کی عداوت سے باز آ جائے۔ یہ باتیں دوسروں تک پہنچا دو۔''

پھر فرمایا:

''ابوبکر! بیٹھ جاؤ! اللہ نے تمہارے لیے ان باتوں کا فیصلہ فرما دیا ہے۔''

Marfat.com

پھر فرمایا:

عمر بن خطاب کہاں ہے؟''

عمر فاروق رضی اللہ عنہ جلدی سے سامنے آگئے اور عرض کیا:

''یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قریب آجاؤ۔''

وہ قریب آئے تو آپ نے انہیں سینے سے لگا کر پیشانی پر بوسہ دیا۔ ہم (صحابہ) نے آپ کے رخساروں پر آنسو بہتے دیکھے۔ پھر آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر باآواز بلند فرمایا:

''مسلمانو! یہ عمر بن الخطاب تمام مہاجرین و انصار کا سردار۔ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اسے اپنا مددگار اور مشیر بناؤں۔ اس کے دل، زبان اور ہاتھ پر اللہ حق بات اتارتا ہے، خواہ کوئی حمایتی نہ ہو۔ یہ حق بات کہنے سے نہیں رکتا چاہے سچی بات کتنی ہی کڑوی کیوں نہ ہو۔ احکام الٰہی کی بجا آوری میں کسی انسان کی ملامت گھڑی کو خاطر میں نہیں لاتا۔ شیطان اس کی شخصیت سے بھاگتا ہے۔ یاد رکھو! عمر جنتیوں کا نور ہے۔ اس کے دشمن پر اللہ اور تمام جہانوں کی لعنت ہے۔ اللہ بھی اس سے بری اور میں بھی اس سے بری۔''

پھر فرمایا:

''عثمان بن عفان کہاں ہے۔؟''

تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فوراً سامنے آئے اور عرض کیا:

''میں حاضر ہوں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قریب بلا کر سینے سے لگایا۔ آپ کے رخساروں پر آنسو بہہ رہے تھے۔ پھر آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر بلند آواز سے فرمایا:

''مسلمانو! یہ مہاجرین و انصار کا سردار ہے۔ انہی کے بارے ہمیں اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اسے اپنا سہارا اور داماد بناؤں۔ اگر میری تیسری بیٹی بھی ہوتی تو میں اسی سے بیاہتا۔ اس سے فرشتے حیا کرتے ہیں۔ اس کے دشمن پر اللہ اور تمام جہانوں کی لعنت ہے۔''

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''علی بن ابی طالب کہاں ہے؟''

حضرت علی رضی اللہ عنہ عجلت میں سامنے آکر بولے:

''میں حاضر ہوں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میرے قریب آؤ!''

وہ قریب آئے تو آپ نے ان سے معانقہ کیا اور آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ جبکہ آنسو آپ کے گالوں پر بہہ رہے تھے۔ اس کے بعد آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر بلند آواز سے فرمایا:

Marfat.com

''مومنو! یہ مہاجرین وانصار کا سردار ہے۔ میرا بھائی، میرے چچا کا بیٹا اور میرا داماد ہے۔ میرے گوشت خون اور بالوں کا حصہ ہے۔ حسن وحسین کا والد ہے جو نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ یہ تمہارا دوست ہے اور اللہ کا شیر ہے۔ اور دشمنانِ الٰہی کے لیے لٹکتی تلوار ہے۔ اس کے دشمن پر اللہ اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔ اللہ بھی اس سے بری اور میں بھی اس سے بری۔ جو شخص اللہ کے ہاں سرخرو ہونا چاہتا ہے وہ علی کی عداوت سے باز رہے۔ جو لوگ موجود ہیں وہ دوسروں تک یہ باتیں پہنچادیں۔''

پھر فرمایا:

''ابوالحسن! بیٹھ جاؤ اللہ نے تمہارے لیے یہ باتیں لکھ دی ہیں۔''

اسے ابوسہل نے شرف النبوت میں بیان کیا ہے۔

محبت خلفاء فرض:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے تم پر ابوبکر، عمر اور علی کی محبت ایسے ہی فرض قرار دی ہے جیسے نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج فرض ہے۔ جو ان کی عظمت کا منکر ہے اللہ نہ اس کی نماز قبول کرے گا، نہ زکوٰۃ، نہ حج۔''

اسے ملاں نے سیرت میں ذکر کیا ہے۔

محمد بن وزیر کا خواب:

حضرت محمد بن وزیر سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا۔ میں نے قریب ہو کر عرض کیا:

''الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ!''

جواب ملا:

''وعلیک السلام یا محمد بن وزیر! تمہاری کوئی حاجت ہے؟''

میں نے عرض کیا:

''ہاں یارسول اللہ! عیال زیادہ ہے اور مال تھوڑا۔ چاہتا ہوں کہ آپ مجھے چند دعائیں ارشاد فرمادیں جنہیں میں سفر حضر میں ہر وقت پڑھتا رہا کروں، تاکہ میری غربت ختم ہو جائے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بیٹھ جاؤ اور یہ تین دعائیں ہیں جنہیں ہر مشکل کے وقت اور ہر نماز کے بعد پڑھا کرو۔''

((یاقدیم الاحسان))

''اے ہمیشہ سے احسان فرمانے والے!''

((ویامن احسانه فوق کل احسان))

''وہ ذات جس کا احسان ہر احسان سے بڑا ہے۔''

((ویامالك الدنیا والآخرة))

''اے دنیا وآخرت کے مالک!''

Marfat.com

پھر آپ کی نگاہ التفات اٹھی تو فرمایا:

''اسلام اور سنت پر مرنے کی کوشش کرو۔ ابوبکر' عمر' عثمان اور علی کی محبت پر مرنے کی کوشش کرو، کیونکہ ایسی موت کے بعد جہنم نزدیک نہیں آتی۔''

صفات انبیاء کرام:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میری امت میں انبیاء میں سے ہر نبی جیسا ایک شخص ضرور موجود ہے۔ ابوبکر ابراہیم علیہ السلام کی مثل ہے۔ عمر موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے۔ عثمان حضرت ہارون علیہ السلام کے مشابہ ہے اور علی بن ابی طالب میری مانند ہے۔''

اسے ملاں اور خلعی نے روایت کیا ہے۔

ابوبکر وعمر ایک مٹی اور عثمان وعلی ایک مٹی سے ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ابوبکر وعمر ایک مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں اور عثمان اور علی ایک مٹی سے اٹھائے گئے ہیں۔''

سیدنا آدم اور خلفائے اربعہ:

1: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا:

''جبریل نے مجھے بتلایا کہ اللہ نے جب آدم علیہ السلام کے جسد میں روح ڈالی تو مجھے حکم ہوا کہ ایک جنتی سیب کا رس لا کر جناب آدم علیہ السلام کے گلے میں ٹپکاؤں۔ میں نے ایسے ہی کیا۔ تو یارسول اللہ! اس سے بننے والے پہلے نطفہ سے آپ کا جوہر بنا۔ جبکہ دوسرے سے ابوبکر کا، تیسرے سے عمر کا، چوتھے سے عثمان کا اور پانچویں سے علی کا جوہر بنا۔ آدم علیہ السلام نے فرمایا: یہ کون ہیں جنہیں اتنا بڑا اعزاز بخشا گیا؟ اللہ نے فرمایا: یہ تمہاری اولاد میں سے پانچ وجود ہیں جنہیں میں نے تمام مخلوق پر افضلیت دی ہے۔ پھر جب حضرت آدم علیہ السلام سے خطا ہوئی تو انہوں نے عرض کیا: اے پروردگار! ان پانچ برگزیدہ ہستیوں کے صدقے میں میری توبہ قبول فرما۔ تو اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔''

2: امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کو نبی علیہ السلام تک پہنچاتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

'میں ابوبکر' عمر' عثمان اور علی ہم پانچوں پیدائش آدم علیہ السلام سے قبل عرش اعظم کی دائیں جانب انوار کی شکل میں تھے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تو ہمیں ان کی پشت میں لاٹھہرایا گیا۔ پھر ہم پاک صاف پشتوں میں سے منتقل ہوتے رہے۔ تا آنکہ مجھے اللہ نے حضرت عبداللہ کی پشت میں، ابوبکر کو ابوقحافہ کی' عمر کو خطاب کی' عثمان کو عفان کی اور علی کو ابوطالب کی پشت میں لا اتارا۔ پھر انہیں میرا صحابی بنا دیا گیا۔ اور ابوبکر کو صدیق' عمر کو فاروق' عثمان کو ذوالنورین اور علی کو میرا وصی بنا دیا گیا۔ تو انہیں گالی دینا مجھے گالی دینا ہے اور مجھے گالی دینا اللہ کو دینا ہے اور جو اللہ کو گالی دے اللہ اسے ناک کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینکے گا۔''

اسے ملاں نے اپنی سیرت میں روایت کیا ہے۔

روز قیامت سب سے پہلے قبور سے محشور ہونا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

''سب سے پہلے میرے لیے زمین پھٹے گی اور پھر ابوبکر (پھر عمر) پھر عثمان، پھر علی کے لیے پھٹے گی۔ اس کے بعد ہم آ کر جنت البقیع والوں کو اٹھائیں گے اور مکہ والوں کا انتظار کریں گے۔ ان کے لیے زمین پھٹے گی (تو وہ نکل کر ہمارے پاس آ پہنچیں گے) اور پھر سارا جہان زمین سے باہر آ جائے گا۔''

روز قیامت خلفاء اربعہ کی امتیازی شان:

1: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ابوبکر صدیق کو یہ عرض کرتے دیکھا:

''یا رسول اللہ! روز قیامت سب سے پہلے کس کا حساب ہوگا؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ابوبکر! تمہارا۔''

انہوں نے عرض کیا:

''پھر کس کا ہوگا؟''

فرمایا:

''عمر کا۔''

عرض کیا:

''پھر کس کا؟''

فرمایا:

''علی کا۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''پھر کس کا؟''

فرمایا:

''عثمان کا۔''

پھر آپ نے فرمایا:

''میں نے اللہ سے دعا کی ہے کہ عثمان کا حساب میرے سپرد کر دے تو اللہ نے میری دعا قبول فرمائی۔''

اسے خجندی نے روایت کیا ہے۔

2: خجندی نے یہ بھی کہا ہے کہ حافظ بغدادی کے بقول اسی حدیث کی دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری ایک پوشیدہ حاجت اللہ نے پوری کر دی کہ عثمان کا حساب پوشیدہ لیا جائے۔''

ان دونوں روایات کا مفہوم باہم متعارض نہیں ہے۔ اس لیے کہ پہلی حدیث کا بھی یہی مفہوم ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حساب لوگوں کے درمیان آشکارانہ کیا جائے۔ سو یہ دعا قبول ہوگئی۔

زبان نبوت سے خلفاء اربعہ کیلئے اعلان جنت:

1: حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم علیہ السلام کی تلاش میں نکلا تو آپ کو مدینہ شریف کے باغات میں

Marfat.com

سے ایک باغ میں ایک درخت کے نیچے محو استراحت پایا۔ میں نے آپ کو بیدار نہ کرنا چاہا۔ البتہ کھجور کی ایک خشک ٹہنی میں نے کسی مقصد کے لیے توڑی تو اس کی آواز سے آپ جاگ گئے اور یوں گویا ہوئے:

''تمہیں اور دوسرے تیسرے اور چوتھے شخص کو جنت کی مبارک باد ہو۔''

اتنے میں ابوبکر آ گئے۔ آپ نے انہیں جنت کی بشارت دی۔ پھر عمر آئے تو انہیں بھی بشارت دی گئی۔ پھر عثمان آئے تو انہیں بھی جنت کا مژدہ سنایا گیا، پھر حضرت علی آ گئے تو انہیں بھی آپ نے جنت کی بشارت عطا فرمائی۔''

اسے ابوبکر اسماعیلی نے اپنے معجم میں روایت کیا ہے۔

2: حضرت کعب بن عجز سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں تمہیں جنتی مردوں کی خبر نہ دوں؟''

ہم نے عرض کیا:

''کیوں نہیں! یا رسول اللہ''

فرمایا:

''نبی جنت میں ہے، صدیق جنت میں ہے، شہید جنت میں ہے اور اللہ کی رضا کے لیے اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کرنے والا شخص بھی جنتی ہے۔''

اسے خثیمہ بن سلیمان نے روایت کیا ہے۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضرت ابوبکر کے لیے صدیقیت ثابت ہے اور صحابہ ثلاثہ کے لیے شہادت۔

خلفاء اربعہ نبی کریم کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے:

1: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شہر کے دروازہ سے نکلے اور کیفیت یہ تھی کہ دایاں ہاتھ ابوبکر صدیق کے کندھے پر اور بایاں عمر فاروق کے کندھے پر رکھا تھا۔ عثمان غنی نے پیچھے سے دامن پکڑ رکھا تھا اور علی مرتضیٰ آگے آگے تھے۔ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

''ہم پانچوں یونہی جنت میں داخل ہوں گے۔ جو ہم میں فرق کرے اس پر اللہ کی لعنت ہے۔''

2: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد نبوی کی طرف آیا۔ نبی علیہ السلام کے بارے میں پوچھنے پر معلوم ہوا کہ آپ باہر کو نکل گئے ہیں۔ میں بھی ادھر کو ہو لیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ اریس نامی باغ میں واقع کنویں پر جا پہنچے تھے۔ میں باغ کے دروازہ پر بیٹھ گیا جو کھجور کی لکڑی سے بنا ہوا تھا۔ آپ نے باغ میں قضائے حاجت فرمائی، وضو کیا اور کنوئیں کی کافی چوڑی منڈیر پر چڑھ کر اس کے بیچوں بیچ بیٹھ گئے۔ میں دروازے کے اندرونی جانب بیٹھا رہا اور دل میں ٹھان لی کہ آج میں نے اللہ کے رسول کی پہرا داری کرنی ہے۔ اتنے میں ابوبکر صدیق آ گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے پوچھا:

''کون؟''

جواب ملا:

''ابوبکر۔''

Marfat.com

میں نے کہا:

"ٹھہریئے۔!"

یہ کہہ کر میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

"ابوبکر اندر آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔؟"

آپ نے فرمایا:

"انہیں بلالاؤ اور انہیں جنت کی بشارت دے دو۔"

تو حسب ارشاد میں واپس آ کر ابوبکر صدیق کو اندر لے آیا اور انہیں بتایا کہ نبی علیہ السلام آپ کو جنت کی بشارت عطا فرماتے ہیں۔ چنانچہ وہ اندر آئے اور نبی علیہ السلام کے دائیں پہلو میں منڈیر پر بیٹھ گئے اور آپ کی تقلید کرتے ہوئے پاؤں کنوئیں میں لٹکا لیے۔ میں (ابوموسیٰ اشعری) واپس آ کر پھر دروازہ میں بیٹھ گیا۔ جب کہ میں (شہر میں) اپنے بھائی کو وضو کر کے اپنے پیچھے آنے کو کہہ آیا تھا۔ اب دل میں سوچ رہا تھا کہ اگر میرا بھائی یہاں آ پہنچے تو کیا اچھا ہو (کہ شاید اسے بھی جنت کی بشارت مل جائے) اتنے میں کوئی شخص دروازے پر دستک دینے لگا۔ میں نے پوچھا:

"کون؟"

جواب ملا:

"عمر بن الخطاب۔"

میں نے کہا:

"ٹھہریئے۔!"

پھر میں نے نبی علیہ السلام کو جا کر اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا:

"اسے اندر آنے دو اور جنت کی بشارت بھی دے دو۔"

چنانچہ میں نے ایسے کیا۔ تو وہ آئے اور منڈیر پر نبی علیہ السلام کے بائیں پہلو میں کنوئیں میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ میں واپس آ کر اپنی جگہ بیٹھ گیا اور بھائی کا انتظار کرنے لگا۔"

خلافت کی خبر:

اہل تشیع کے شیخ الطائفہ اور امام الکل علامہ ابوجعفر طوسی اپنی کتاب تلخیص الشانی، جلد سوم، صفحہ 39 میں اسی حدیث کے مفہوم کو جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ یوں بیان کرتے ہیں:

((واستدلوا علی صحة امامته بما روی عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم امره عند اقبال ابی بکر ان یبشره بالجنة' وبالخلافة بعده وان یبشر عمر بالجنة' وبالخلافة بعد ابی بکر))

"اہل سنت نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت کی صحت پر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو جب ابوبکر آئے تھے یہ حکم دیا کہ انہیں جنت کی اور میرے بعد خلافت کی بشارت دے دو۔ اسی طرح جب عمر فاروق آئے تو آپ نے حضرت انس کو پھر حکم دیا کہ انہیں جنت کی اور ابوبکر کے بعد خلافت

Marfat.com

کی بشارت دے دو۔''

حوض کوثر کے چاروں کونوں پر خلفاء اربعہ متعین ہوں گے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میرے حوض کے چار کونے ہیں۔ پہلا کونہ ابوبکر صدیق کے ہاتھ میں ہوگا۔ دوسرا عمر فاروق' تیسرا عثمان غنی اور چوتھا کونہ حضرت علی کے ہاتھ میں ہوگا۔ تو جو شخص ابوبکر صدیق سے محبت اور عمر سے عداوت رکھے اسے ابوبکر حوض کوثر سے نہیں پلائیں گے۔ جو حضرت علی سے محبت اور عثمان غنی سے دشمنی رکھے اسے علی نہیں پلائیں گے (جو ان چاروں میں سے کسی ایک کا بھی دشمن ہوگا وہ حوض کوثر سے محروم رہے گا) یاد رکھو! ابوبکر صدیق سے محبت رکھنے والے نے اس عمل سے اپنا دین مضبوط کیا' عمر فاروق سے عقیدت رکھنے والے نے اپنے لیے ہدایت کا راستہ متعین کر لیا، عثمان غنی کا محب اللہ کے نور سے روشن ہو گیا اور علی مرتضیٰ کے حُبّ دار نے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا۔''

اسے ابوسعد نے شرف النبوۃ میں روایت کیا ہے۔ علاوہ ازیں علامہ غیلانی نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

روز قیامت خلفاء اربعہ کے خصوصی اختیارات:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''روز قیامت عرش کے نیچے ایک منادی ندا کرے گا: محمد کے صحابی کہاں ہیں؟ تو ابوبکر صدیق' عمر فاروق' عثمان غنی اور علی مرتضیٰ کو پیش کیا جائے گا۔ چنانچہ ابوبکر صدیق سے کہا جائے گا: آپ جنت کے دروازہ پر کھڑے ہو جائیں۔ اللہ کی رحمت سے جسے چاہیں داخل کریں اور اللہ کے علم سے جسے چاہیں واپس کر دیں۔ عمر فاروق سے کہا جائے گا: آپ ترازو پر کھڑے ہو جائیں اور اللہ کی رحمت سے جس کے نیک اعمال چاہیں بڑھائیں اور اللہ کے علم سے جس کے چاہیں گھٹائیں۔ عثمان غنی کو دو خلعتیں پہنائی جائیں گی۔ اللہ فرمائے گا: اے عثمان! انہیں پہن لیجیے۔ جب سے میں نے زمین و آسمان بنائے ہیں تب سے آپ کے لیے یہ خلعتیں بنا دی تھیں۔ اور علی مرتضیٰ کو جنت کے ایک درخت جسے اللہ نے اپنے دست قدرت سے اگایا ہے، سے بنایا ہوا ایک عصا دیا جائے گا کہ اس سے برے لوگوں کو حوض کوثر سے ہٹائیں۔''

اسے ابن غیلان نے روایت کیا ہے۔

برابر درجہ:

علامہ محب الدین طبری فرماتے ہیں کہ بعض اہل علم سے یہ کہتے سنا گیا ہے کہ اللہ نے فضیلت و کرامت مس چاروں خلفاء کو برابر درجہ عطا فرمایا ہے۔

چار یاران نبی کے اسماء کی تحریر:

امام جعفر صادق اپنے والد حضرت امام باقر سے اور وہ اپنے آباء سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کیا میں تمہیں یہ بتلاؤں کہ عرش پر کیا لکھا ہے۔؟''

ہم نے عرض کیا:

Marfat.com

''یارسول اللہ! کیوں نہیں؟''

فرمایا:

''عرش پر لکھا ہے:

((لااله الاالله محمدرسول الله ابوبكر الصديق عمر الفاروق عثمان الشهيد على الرضا))

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ ابوبکر سچے ہیں، عمر حق و باطل میں فرق کرنے والے ہیں، عثمان شہید ہیں اور علی سے اللہ راضی ہے۔''

اسے ابوسعد نے شرف النبوۃ میں بیان کیا ہے۔

لواء الحمد اور خلفاء اربعہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا:

''لواء الحمد کیا ہے؟''

فرمایا:

''اس کے تین حصے ہیں۔ پہلے پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور سورہ فاتحہ تحریر ہے۔ دوسرے پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تحریر ہے اور تیسرے پر ابوبکر الصدیق، عمر فاروق، عثمان ذوالنورین، علی المرتضیٰ ثبت ہے۔''

اسے ملاں نے سیرت میں روایت کیا ہے۔

چار یارانِ نبی کی خلافت پر دال احادیث:

1: حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا:

''خلافت میرے بعد تیس سال رہے گی۔ پھر بادشاہت آجائے گی۔''

حضرت سفینہ کہتے ہیں:

''حضرت ابوبکر کی خلافت دو سال، حضرت عمر کی دس سال، حضرت عثمان کی بارہ سال اور حضرت علی کی چھ سال (پانچ سال چھ ماہ اور سیدنا حسن کی چھ ماہ) تھی۔''

اسے ابوحاتم نے روایت کیا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت دو سال تین ماہ اور دس دن، حضرت عمر فاروق کی خلافت دس سال چھ ماہ اور پانچ دن، حضرت عثمان غنی کی خلافت بارہ دن کم بارہ سال اور حضرت علی کی خلافت چار سال اور آٹھ ماہ رہی۔ یہ کل مدت انتیس سال پانچ ماہ اور تین دن بنتی ہے۔ امام حسن نے حضرت علی کی جانشینی میں پانچ چھ ماہ جو حکومت کی ہے وہ ایک اعتبار سے خلافت حضرت علی کا ہی تکملہ تھی۔ اس طرح خلافت کی مدت مکمل تیس سال ہی بن جاتی ہے۔

2: حضرت سہل بن ابی خثیمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میرے بعد چار خلفاء ہوں گے اور مدت خلافت تیس سال ہوگی۔ پہلے نبوت ہے، پھر خلافت، پھر بادشاہت، پھر جبریت وطواغیت (ظلم وتشدد) اور پھر عدل وانصاف ہوگا (امام مہدی کے دور میں) گویا اس امت کا اول وآخر بہتر ہے۔''

Marfat.com

اسے ابوالخیر قزدینی حاکمی نے روایت کیا ہے۔

3: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اللہ نے یہ خلافت ابوبکر صدیق کے ہاتھوں پر کھولی۔ عمر نے اسے دوگنا اور عثمان غنی نے تین گنا کر دیا اور مجھ پر اس کی انتہا ہوگئی۔ ٹھیک اسی طرح جیسے نبی علیہ السلام پر نبوت کی انتہا ہوئی ہے۔''

4: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے اس وقت ہی رخصت ہوئے ہیں جب آپ نے مجھ سے یہ عہد لے لیا کہ ابوبکر صدیق میرے بعد خلیفہ ہوں گے، پھر عمر فاروق، پھر عثمان غنی اور پھر میں خلیفہ ہوں گا۔ صرف مجھی پر خلافت بند نہ ہوگی۔'' (یہ حدیث موضوع ہے۔)

5: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تب ہی رخصت ہوئے ہیں جب آپ نے مجھے یہ بھید دے دیا کہ میرے بعد ابوبکر صدیق خلیفہ بنیں گے۔''

نوٹ: یہ حدیث صحت سے دور ہے کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق کی بیعت سے حضرت علی مرتضیٰ نے چھ ماہ توقف کیا ہے۔ پھر حضرت عثمان غنی کی خلافت کے بارے میں حضرت عمر فاروق کی مقرر کردہ خلافت کمیٹی کے فیصلے کا انتظار بھی کیا ہے اور یہ ناممکن ہے کہ نبی علیہ السلام نے آپ کو مذکورہ بات سمجھائی ہو اور اتنا عرصہ آپ اسے بھولے ہی رہیں۔ اگر واقعتاً ایسا ہوتا تو ابوبکر صدیق کی بیعت کرنے والے سب سے پہلے جناب علی ہوتے۔

6: ابوبکر ہزلی نے اپنے شیخ اور انہوں نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''جب تمہیں حکومت دی جائے گی تو قبول کرو گے؟''

عرض کیا:

''مر جاؤں گا! یا رسول اللہ!''

فرمایا:

''عمر تم؟''

عرض کیا:

''جب تو ہلاک ہو جاؤں گا۔''

فرمایا:

''عثمان تم؟''

عرض کیا:

''کھاؤں گا کھلاؤں گا۔ مستحقین کو ان کے حقوق دوں گا اور کسی پر ظلم نہ کروں گا۔''

فرمایا:

''علی تم؟''

عرض کیا:

Marfat.com

''قوت لایموت لوں گا۔ آواز پست رکھوں گا۔ پھل (حقوق) بانٹوں گا اور انگارے تپا کر رکھوں گا (مجرموں کیلئے)''

فرمایا:
''تم سب کو حکومت ملے گی پھر اللہ تمہارے اعمال کا حساب لے گا۔''

یہ چاروں روایات ابن سمان نے موافقہ میں روایت کی ہیں۔

7: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! میں نے خواب دیکھا ہے کہ آسمان سے ایک ڈول لٹکایا گیا، ابوبکر نے اسے دونوں طرف سے پکڑ کر تھوڑا سا پیا، پھر عمر فاروق آئے اور اسے دونوں طرف سے پکڑ کرا تنا پیا کہ پہلو نکل آئے، پھر عثمان غنی آئے اور دونوں طرف سے پکڑ کر پینا چاہا تو وہ چھلک پڑا۔ چنانچہ کچھ پانی ان کے اوپر گرا اور پھر انہوں نے اس سے اتنا پیا کہ پسلیاں پھول گئیں، پھر حضرت علی نے آکر اس سے پینا چاہا تو وہ چھلک پڑا۔''

اسے خجندی نے روایت کیا ہے۔

''حضرت ابوبکر صدیق کے تھوڑا سا پینے کا اشارہ ان کی دو سالہ قلیل المدت خلافت کی طرف ہے۔ حضرت عمر فاروق کے پہلو نکلنا ان کی طویل المدت خلافت (بارہ سال کی) غمازی ہے اور حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضٰی کے پکڑنے سے ڈول کا چھلکنا ان کے ادوار میں ہونے والی بغاوتوں کا غماز ہے۔

اتباع رسول میں آپ کے خلفاء کی تین تین اشیاء سے محبت:

مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایک بار فرمایا:

''لوگو! تمہاری دنیا میں سے صرف تین چیزیں اللہ کی طرف سے میرے لیے پسندیدہ قرار دی گئی ہیں: خوشبو، عورتیں، جب کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ نعہ نے فوراً عرض کیا:

''یارسول اللہ! مجھے بھی ساری دنیا میں سے صرف تین چیزیں ہی پسند ہیں۔ آپ کے نورانی چہرے کو دیکھتے رہنا، آپ پر قربان کرنے کے لیے مال اکٹھا کرنا اور آپ سے رشتہ قرابت جوڑ کر آپ کے دامن سے وابستہ رہنا۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! مجھے بھی تین چیزوں ہی سے محبت ہے۔ بھوکے انسان کو کھلانا، پیاسے کو پلانا اور ننگے کو کچھ پہنانا۔''

حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''مجھے بھی یارسول اللہ! تین ہی چیزیں محبوب ہیں۔ گرمیوں کے روزے، مہمانوں کی ضیافت اور میدان کارزار میں تلوار سے جہاد۔''

اسے بھی خجندی نے روایت کیا ہے۔

مشترکہ فضائل:

1: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنت میں کوئی ایسا درخت نہیں جس کے ہر پتے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے تین صحابہ کا نام نہ لکھا ہو۔''

Marfat.com

اسے صاحب ''دیباج'' اور ابوالخیر قزوینی حاکمی نے روایت کیا ہے۔

2: حضرت سوید بن یزید سالمی کہتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں آیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اکیلے بیٹھے ہیں۔ میں نے موقعہ غنیمت جانا اور پاس آکر بیٹھ گیا۔ اتنے میں کچھ لوگ آگئے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرنے لگے۔ جس پر جناب ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جو واقعہ دیکھا تھا اس کے بعد میں عثمان غنی کو بھلائی کے سوا کسی لفظ کے ساتھ یاد نہیں کرسکتا۔ میں (ابوذر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوتوں میں بھی آپ کے ساتھ رہا کرتا تھا تا کہ کچھ نہ کچھ علم حاصل ہوتا رہا کرے۔ تو ایک دن آپ باہر تشریف لے گئے۔ ایک جگہ پہنچ کر آپ تشریف فرما ہوئے۔ میں بھی پیچھے جا کر پہنچا اور سلام کرکے پاس بیٹھ گیا۔ آپ نے پوچھا: تم کیسے آئے؟ عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول کے لئے۔ ابھی یہ بات ہوئی تھی کہ اچانک وہاں ابوبکر صدیق آپہنچے اور سلام عرض کیا۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا: کیسے آئے ہو؟ عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول کے لیے۔ یہ عرض کرکے آپ نبی علیہ السلام کی دائیں طرف بیٹھ گئے۔ اتنے میں عمر فاروق آگئے اور سلام کرکے ابوبکر صدیق کی دائیں جانب جاگزیں ہوئے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا: عمر کیسے آئے ہو؟ عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول کے لئے۔ ابھی یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ عثمان غنی آگئے اور سلام کہہ کر عمر فاروق کی دائیں جانب جلوہ آراء ہوگئے۔ نبی علیہ السلام نے پوچھا: کیوں آئے ہو؟ عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول کے لئے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات یا نو کنکریاں اٹھائیں اور انہیں ہاتھ میں لیا تو وہ تسبیح کہنے لگیں حتی کہ شہد کی مکھی جیسی بھنبھناہٹ سنائی دینے لگی۔ آپ نے انہیں اٹھا کر ابوبکر صدیق کے ہاتھ میں دے دیا تو وہ پھر تسبیح کہنے لگیں۔ جب انہوں نے انہیں زمین پر رکھا تو چپ ہوگئیں۔ نبی علیہ السلام نے انہیں اٹھا کر عمر فاروق کو تھما دیا تو وہ حسب سابق شہد کی مکھی جیسی آواز میں تسبیح پکارنے لگیں۔ جب آپ نے انہیں زمین پر رکھا تو کنکریاں چپ ہوگئیں۔ نبی کریم علیہ السلام نے وہ اٹھا کر عثمان غنی کو پکڑا دیں۔ جب عثمان غنی کے ہاتھ میں آئیں تو پھر تسبیح بول اٹھیں آواز حسب سابق تھی۔ جب عثمان غنی نے انہیں زمین پر رکھا تو وہ گونگی ہوگئیں۔''

3: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین سے سات کنکریاں اٹھائیں تو آپ کے ہاتھوں میں انہوں نے تسبیح کہنا شروع کردی۔ آپ نے کنکریاں ابوبکر صدیق کو پکڑا دیں تو ان کے ہاتھ میں بھی تسبیح کہہ رہی تھیں۔ ان سے عثمان غنی نے لے لیں تو ان کے ہاتھ میں بھی تسبیح کہتی جا رہی تھیں۔

ان دونوں احادیث کو خثیمہ بن سلیمان اور علی بن نعیم نے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث دلائل النبوۃ (ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ) جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 555 کے تحت موجود ہیں۔

4: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار احد کے پہاڑ پر چڑھے۔ آپ کے پیچھے حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی چڑھ آئے تو احد پہاڑ کانپنے لگا۔ نبی کریم علیہ السلام نے اسے پاؤں کی ٹھوکر لگا کر فرمایا:

''ٹھہر جا! تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہی تو ہیں۔''

اسے امام احمد بن حنبل، بخاری، ترمذی اور ابوحاتم نے روایت کیا ہے۔

Marfat.com

5: حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حرا پہاڑ پر جلوہ افروز تھے۔آپ کے ساتھ ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم بھی تھے کہ اچانک پہاڑ ہلنا شروع ہو گیا۔نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

''حرا! ٹھہر جا! تجھ پر نبی یا صدیق یا دو شہید ہی تو ہیں۔''

اسے امام احمد بن حنبل نے روایت کیا ہے۔یہ حدیث مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔اس روایت میں حضرت علی، جناب طلحہ، حضرت سعد اور جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے نام بھی موجود ہیں۔

6: حضرت ثمامہ حضرت عثمان غنی سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام مکہ کے پہاڑ ''ثبیر'' پر ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور میرے سمیت موجود تھے کہ پہاڑ ہلنے لگا، بلکہ اس کے دامن میں سے کئی پتھر ٹوٹ ٹوٹ کر زمین پر گرنے لگے۔آپ نے اسے پاؤں مبارک کی ٹھوکر لگائی اور فرمایا:

''ثبیر! ٹھہر جا! تجھ پر نبی، صدیق اور دو شہید ہی تو ہیں۔''

اسے ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

7: ثبیر اور حرا مکہ شریف میں باہم قریب قریب دو مشہور پہاڑ ہیں جبکہ اُحد مدینہ منورہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے جس کے بارے میں فرمانِ رسول ہے کہ یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔تاہم روایات کا اختلاف اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ یہ واقعہ متعدد بار ہوا ہے۔کبھی احد پر، کبھی ثبیر پر اور کبھی حراء پر۔

یاد رہے یہ امر بالکل واضح ہے کہ مذکورہ احادیث میں صدیق سے ابوبکر اور دو شہیدوں سے عمر فاروق اور عثمان غنی مراد ہیں، کیوں کہ بظاہر ابوبکر صدیق نے شہادت نہیں پائی جب کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان کے حصہ میں ظاہراً یہ سعادت آئی ہے۔

8: امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنے والد امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

''عراقیو! ہم سے اسلامی محبت رکھو! اللہ کی قسم! ہمارے ساتھ تمہاری محبت ایک دور میں گالی گلوچ سے آلودہ ہو جائے گی (ہماری محبت میں تم ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو گالی دینا شروع کر دو گے۔)''

9: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان موجود تھے اس وقت ہی ہم تمام صحابہ سے ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی اور علی مرتضیٰ کو افضل سمجھا کرتے تھے۔''

اسے ابوالحسن حزی نے روایت کیا ہے۔

خلفائے راشدین اور حضرت علی کا نذرانہ عقیدت:

1: اصبغ بن نباتہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا:

''امیر المومنین! نبی علیہ السلام کے بعد کون افضل ہے؟''

فرمایا:

Marfat.com

''ابوبکر۔''
میں نے کہا:
''پھر کون؟''
فرمایا:
''عمر فاروق''
میں نے کہا:
''پھر کون؟''
فرمایا:
''عثمان غنی''
میں نے کہا:
''پھر کون؟''
فرمایا:
''میں خود۔''

اسے ابوالقاسم نے اپنی کتاب میں روایت کیا ہے۔

2: حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک بار طویل خطبہ ارشاد فرمایا جس کے آخری الفاظ یہ تھے:

''یاد رکھو! اس امت میں نبی علیہ السلام کے بعد سب سے افضل ابوبکر صدیق ہیں۔ پھر ان کے بعد عثمان غنی اور ان کے بعد میں خود ہوں۔ میں نے یہ بات تمہاری گردنوں میں ڈال دی ہے، اب تم کوئی عذر نہیں کرسکتے (کہ ہمیں خلفاء ثلاثہ کی عظمت کا علم نہ ہوا تھا)۔''

3: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ میرے جانشینوں پر رحم کرے۔''
عرض کیا گیا:
''وہ کون ہیں یارسول اللہ!''
فرمایا:
''جو میرے بعد آئیں گے۔ میری احادیث اور میری سنت کو پیش نظر رکھیں گے اور انہیں لوگوں تک پہنچائیں گے۔''

اسے نظام الملک نے روایت کیا ہے۔

4: حضرت علی فرماتے ہیں:

''میرے اور ابوبکر صدیق کے بارے مین نبی علیہ السلام نے فرمایا: تم میں سے ایک کے ساتھ جبرائیل ہے اور دوسرے کے ساتھ میکائیل واسرافیل ہے۔''

Marfat.com

خلفاء راشدین کی بارگاہ میں حضرت ابن عباس کا ہدیہ عقیدت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ ان پر رحم کرے۔ ان کی یہ صفات تھیں: قرآن کی تلاوت کرنا۔ گناہ سے نفرت کرنا۔ نیکی کا حکم کرنا۔ برائی سے روکنا۔ رضائے الٰہی کے لیے صبر کرنا۔ بے حیائی کی طرف رغبت سے بے خبری۔ رات بھر کی عبادت۔ دن بھر کا روزہ۔ معرفت الٰہی۔ خوف الٰہی۔ اللہ کی حرام کردہ امور سے دوری۔ اور ہلاک کرنے والے اعمال سے اعراض۔ صدیق اکبر تقویٰ وقناعت میں ساتھیوں پر سبقت لے گئے تھے۔ ان کی امانت اور نیکی بے مثل تھی۔ جوان پر اعتراض کرے اللہ کی اس پر تا روزِ قیامت لعنت ہو۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا:

''صدیق اکبر کی مہر کا نقش کیا تھا۔؟''

فرمایا کہ آپ کی مہر پر یہ کندہ تھا:

((عبدذلیل لرب جلیل))

''عزت والے رب کا حقیر بندہ۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال ہوا کہ عمر فاروق کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔؟

آپ نے فرمایا:

''اللہ ابوحفص پر رحم کرے۔! آپ اسلام کے علم بردار۔ یتیموں کے ملجاء۔ ایمان کے مرکز۔ احسان کی انتہا۔ کمزوروں کے میزبان۔ بادشاہوں کے لیے دلیل راہ دین حق کا قلعہ اور دستگیر مومناں تھے۔ آپ نے دین واضح تر کر دیا اور ممالک فتح کر کے چپے چپے پر ذکر اللہ جاری کر دیا۔ مشکل کا وقت ہو یا آسانی کا آپ ہر وقت اللہ کا شکرادا کرتے رہا کرتے تھے۔ آپ سے بغض رکھنے والے کو اللہ روز قیامت شرمندہ کرے گا۔''

پوچھا گیا:

''آپ کی مہر کا نقش کیا تھا۔؟''

حضرت عباس نے فرمایا:

((اللہ المعین لمن صبر))

''صبر کرنے والوں کا اللہ مددگار رہے۔''

حضرت ابن عباس سے پوچھا گیا:

''آپ عثمان غنی کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟''

انہوں نے فرمایا:

''اللہ! ابوعمرو پر رحم کرے! آپ نیک لوگوں سے بہتر۔ دوستوں میں سے برگزیدہ، کثیر الاستغفار، شب زندہ دار، دوزخ کا ذکر چھڑ جانے پر کثرت سے گریہ کناں، شب و روز مفید کاموں میں مشغول، ہر بزرگی کے خواہاں' آخرت میں نجات دلانے والے ہر عمل کے شیدا' ہر ہلاکت خیز عمل سے گریزاں، وفادار، باکردار، پاک باز، جنگ تبوک کے تنگدست اسلامی لشکر کے سرپرست'

Marfat.com

بیر رومہ کے واقف اور داماد رسول تھے۔آپ کے قاتلوں کو اللہ قیامت تک دردناک عذاب میں مبتلا رکھے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا:

''حضرت عثمان کی مہر کا نقش کیا تھا۔؟''

آپ نے فرمایا:

((اللھم احینی سعیدًا و امتنی شھیدًا))

''اے اللہ! مجھے سعادت کے ساتھ زندہ رکھ اور شہادت کے ساتھ مار۔''

اور اللہ کی قسم! واقعتا آپ سعادت کے ساتھ دنیا میں رہے اور شہادت کے ساتھ یہاں سے گئے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا:

''آپ حضرت علی کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟''

حضرت ابن عباس نے فرمایا:

''اللہ ابوالحسن پر رحمت نازل کرے۔! آپ ہدایت کا مینار' تقوے کی کان' عقل کا پہاڑ' دانائی کا محور' مجسم فیاضی' انسانی علوم کی انتہا' اندھیروں میں چمکتے نور' دین متین کے داعی' اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے والے' خلفاء میں سب سے زیادہ متقی' نبی علیہ السلام کے بعد قائم ہونے والی خلافت کمیٹی کے ممبران میں سب سے زیادہ معزز' صاحب قبلتین' حسنین کریمین کے پدر اور خیر النساء کے شوہر تھے۔آپ سے بہتر کوئی آدمی نہ میری آنکھوں نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا۔آپ حرب وضرب کے ماہر اور ہم پلہ دشمنوں کے لیے ہلاکت تھے۔آپ سے حسد رکھنے والے پر اللہ اور اس کی تمام مخلوق کی قیامت تک لعنت ہو۔''

پوچھا گیا:

''حضرت علی کی مہر کا نقش؟''

فرمایا:

((للہ الملك))

''اللہ ہی کی تمام حکومتیں ہیں۔''

(مروج الذہب۔ بلمسعودی الشیعی ج 3 صفحہ 7۔ناسخ التواریخ حالات امام حسن مجتبیٰ ج 1 صفحہ 301 تا صفحہ 304)

امام زین العابدین بن امام حسین اور خلفائے راشدین:

سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے والہانہ محبت کا ثبوت شیعہ کتب میں بھی ملتا ہے۔چنانچہ کوفی لوگوں (شیعوں) کا ایک گروہ آپ کے پاس آیا اور آپ کے سامنے پہلے تین صحابہ کے متعلق نازیبا الفاظ کہے۔آپ نے ان سے فرمایا:

''اے صحابہ پر اعتراض کرنے والو! کیا تم مہاجرین میں سے ہو جن کے متعلق قرآن یہ کہتا ہے:

((الذین اخرجوا من دیارھم واموالھم یبتغون فضلاً من اللہ ورضواناً وینصرون اللہ ورسولہ اولئك ھم الصدقون))

عراقی وفد نے جواب دے دیا:

Marfat.com

''ہم مہاجرین میں سے نہیں ہیں۔''

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''کیا تم انصار میں سے ہو جن کی عظمت قرآن میں یوں مذکور ہے:

((الذین تبوئوا الداز و الایمان من قبلھم))

وفد نے جواب دیا:

''ہم انصار میں سے بھی نہیں۔''

آپ نے فرمایا:

''پھر تمہیں ان مقدس ہستیوں کے متعلق اعتراضات کرنے کا کیا حق ہے؟''

((اخرجوا فعل اللہ بکم))

''میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ! اللہ تمہیں اس بری حرکت کی سزا دے۔''

(کشف الغمہ، جلد دوم، صفحہ 78۔ جلاء العیون، جلد اول، صفحہ 393)

عبداللہ بن امام حسن اور خلفائے راشدین:

1: حضرت عبداللہ بن حسن بن علی المرتضی رضی اللہ عنہم سے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا:

''میں ان کی فضیلت کا قائل ہوں اور ان کے لئے استغفار کرتا ہوں۔''

عرض کیا گیا:

''ممکن ہے آپ یہ بات بطور تقیہ کہہ رہے ہوں جب کہ آپ کے دل میں یہ بات نہ ہو۔''

آپ نے فرمایا:

''اگر ایسا ہو تو مجھے نبی علیہ السلام کی شفاعت نہ ملے۔''

2: حضرت عبداللہ بن امام حسن فرماتے ہیں:

''حضرت ابوبکر وعمر پر اللہ درود بھیجتا ہے اور جو ان پر درود نہ پڑھے تو اللہ اس پر سے رحمت اٹھالیتا ہے۔''

3: حضرت عبداللہ بن امام حسن نے ایک رافضی (شیعہ) سے فرمایا:

''اگر تم ہمسائے نہ ہو تو تمہیں قتل کر دینا بہت بڑا اجر ہے۔''

4: ابی محمد بن صالح حضرت عبداللہ بن امام حسن کا قول نقل کرتے ہیں کہ آپ نے مجھے فرمایا:

''اے ابن صالح! مجھے کعبہ کے رب کی قسم! امامت کے بارے میں تمہارا عقیدہ سراسر باطل ہے (کہ ایک امام کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا ہوتا ہے اور ایک ہی نسل سے ہوتے ہیں۔ یا پھر یہ کہ امامت فقط حضرت علی کی نسل سے خاص ہے اور امام گناہوں سے انبیاء کی طرح معصوم ہوتا ہے اور اس کا انکار کفر ہوتا ہے وغیرہ۔)''

حضرت عبداللہ بن امام حسن کا یہ ارشاد اہل تشیع کے عقیدہ امامت کی تردید کیلئے نہایت ٹھوس اور وزنی حجت ہے۔ شیعوں کے نزدیک تمام اعمال وعقائد اسلامیہ میں امامت اہم ترین عقیدہ ہے، بلکہ ان کے بقول انبیاء سے بھی بارہ اماموں کی امامت کا

Marfat.com

اقرار کروایا گیا مگر اس حقیقت سے کسی کو قطعاً انکار نہیں کہ قرآن میں عقیدہ امامت کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں، بلکہ ایسا اشارہ بھی نہیں جبکہ عقیدہ توحید و رسالت پر نصف سے زیادہ آیات قرآنیہ وارد ہیں۔ یونہی نماز روزہ اور حج وزکوۃ کے بارے میں نصوص قرآنیہ شمار سے باہر ہیں تو اگر عقیدۂ امامت ان سب سے اہم تر تھا تو کسی جگہ اس کا ذکر بھی چاہئے تھا۔

حضرت حسن مثنیٰ بن امام حسن بن علی المرتضیٰ اور خلفائے راشدین:

حضرت حسن مثنیٰ نے ایک غالی رافضی سے فرمایا:

''تم پر ہلاکت ہو۔ ہم سے صرف اسلامی محبت رکھو۔ اگر ہم اللہ کی اطاعت کریں تو ہمیں چاہو۔ نافرمانی کریں تو ہماری مخالفت کرو۔''

وہ رافضی کہنے لگا:

''آپ تو نبی علیہ السلام کے قریبی رشتہ دار ہیں۔''

فرمایا:

''اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری بغیر اعمال صالحہ کارگر ہوتی تو رسول کے قریبیوں کو نفع کردیتی۔ مجھے تو ڈر ہے کہ اگر ہم دین کی پیروی نہ کریں تو ہمیں دوگنا عذاب ہو اور یہ امید بھی ہے کہ ہر نیکی کا ثواب ہمیں دوگنا ملے گا۔ اگر ہمارے آباؤ اجداد اور ہماری ماؤں نے ہمیں دین کی باتیں نہیں بتلائیں اور ہمیں ان کی ترغیب ونصیحت نہیں کی تو انہوں نے ہم پر ظلم کیا ہے۔ تم لوگوں کی نسبت ہم اپنے آباء کے زیادہ قریب اور تربیت وتبلیغ کے زیادہ مستحق ہیں۔ اگر واقعتاً یہ بات درست ہوتی (جیسا کہ اہل تشیعہ کا عقیدہ ہے) کہ نبی علیہ السلام نے حضرت علی کو مسلمانوں کا فرمانروا بنایا تھا اور لوگوں کو ان کی حکومت تسلیم کرنے کا امر فرمایا تھا تو پھر حضرت علی اس بات میں بہت بڑے مجرم ہیں کہ انہوں نے اللہ کے نبی کا فرمان پورا کرنے کی جدوجہد کیوں نہیں کی۔''

رافضی کہنے لگا:

''نبی علیہ السلام نے کیا یہ نہیں فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے؟''

حضرت حسن مثنیٰ نے فرمایا:

''اگر ایسا ہی تھا تو نبی علیہ السلام نے علی کی خلافت صاف صاف اعلان کیوں نہ کیا: من کنت مولاہ جیسا مبہم اعلان کیوں کیا۔؟ جب کہ نماز روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ قرآن وحدیث میں بڑی صراحت سے بیان ہوئے ہیں۔ نبی علیہ السلام کو تو پھر یوں اعلان کرنا چاہئے تھا۔ لوگو! یاد رکھو میرے بعد خلیفہ علی ہے۔ اللہ کی بات مانو اور اس کی اطاعت کرو (مگر ایسے اعلان نہیں فرمایا گیا۔)''

امام باقر بن زین العابدین اور خلفائے راشدین:

1: ابن ابی حفصہ سے روایت ہے کہ میں نے امام محمد باقر اور امام جعفر صادق سے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں سوال کیا تو امام باقر نے فرمایا:

''وہ دونوں عدل کرنے والے حکمران تھے۔ تم ان سے دوستی رکھو اور ان کے دشمنوں سے نفرت کرو۔''

یہ کہہ کر آپ اپنے بیٹے (امام جعفر) کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

Marfat.com

"اے جعفر! کیا تمہارا نانا صدیق اکبر نہیں؟ مجھے اپنے نانا نبی علیہ السلام کی شفاعت نصیب نہ ہو اگر میں حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر سے دوستی اور ان کے دشمنوں سے نفرت نہ رکھوں۔"

2: حضرت امام باقر سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

"ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت نہ جاننے والا شخص سنت نبوی سے جاہل رہا ہے۔"

3: امام باقر سے سوال کیا گیا:

"شیخین (حضرت ابوبکر و عمر) کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے۔؟"

آپ نے فرمایا:

"وہ میرے محبوب ہیں۔ میں ان کے لیے استغفار کرتا ہوں اور میں نے تو اپنے خاندان اہل بیت میں جسے بھی دیکھا ابوبکر و عمر کا گرویدہ ہی پایا ہے۔"

4: حضرت امام باقر رحمۃ اللہ علیہ سے اس قوم کے بارے میں سوال کیا گیا جو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو گالی دیتی ہے تو آپ نے فرمایا:

"یہ لوگ اسلام سے برگشتہ ہو گئے ہیں۔"

5: امام باقر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"شیخین (حضرت ابوبکر و عمر) میں شک کرنے والے نے سنت نبوی میں شک کیا ہے۔ شیخین کا بغض بھی منافقت ہے اور انصار صحابہ کا بغض بھی منافقت۔ بنو ہاشم، بنی تیم (خاندان صدیق اکبر) اور بنی عدی (خاندان عمر فاروق) میں اسلام سے پہلے رنجشیں تھیں، مگر اسلام کے بعد یہ ایک دوسرے کے جانی دوست ہو گئے۔ اللہ نے ان کے دلوں سے تمام عداوتیں سلب کر لیں۔ حتیٰ کہ ایک بار ابوبکر صدیق کے پہلو میں درد تھا تو علی مرتضیٰ آگ پر ہاتھ تپا تپا کر ان کے پہلو پر پھیرتے تھے تاکہ ان کا درد جلد ختم ہو۔ انہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہے:

((ونزعنا مافی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقبلین))

(سورۃ الحجرات:47)

"ہم نے ان کے دلوں سے ہر کدورت نکال لی ہے۔ اور وہ روز قیامت جنت میں تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوں گے۔"

6: جناب جابر جعفی کہتے ہیں کہ مجھے امام باقر نے فرمایا:

"جابر! مجھے اطلاع ملی ہے کہ عراق کے کچھ لوگ ہماری محبت کا دعویٰ کرنے کے باوجود ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی گستاخی کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ میں نے انہیں اس کا حکم دیا ہے۔ انہیں میری یہ بات پہنچا دے کہ میں ان سے بری ہوں۔ اس اللہ کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر مجھے حکومت مل جائے تو میں ایسے گستاخوں کا خون بہا کر اللہ کی رضا حاصل کروں گا۔ اگر میں شیخین سے محبت نہ رکھوں تو روز قیامت مجھے اپنے نانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت حاصل نہ ہو۔"

7: جابر جعفی کہتے ہیں کہ مجھے امام باقر نے فرمایا:

"کوفیوں شیعوں کو بتلا دے کہ میں اس شخص سے بیزار ہوں جو ابوبکر و عمر سے بیزار ہے۔"

Marfat.com

8: امام جعفر روایت کرتے ہیں کہ امام باقر نے فرمایا:
''نبی علیہ السلام کے دور مبارک میں ابوبکر صدیق کی آل آل محمد کہلاتی تھی۔ خیبر فتح ہوا تو وہاں کی کھجوریں اور چھوارے مہاجرین وانصار کے مابین تقسیم کیے گئے، جبکہ گندم اور جو بنو ہاشم میں بانٹے گئے اور ابوبکر صدیق کی آل کو بنو ہاشم کے ساتھ رکھا گیا، کسی اور کو ساتھ نہیں ملایا گیا۔''

9: امام باقر نے فرمایا:
''بے شک ابوبکر صدیق نے تلوار پر زیور چڑھایا ہوا تھا۔''
ایک شخص بولا:
''آپ ابوبکر کو صدیق کہتے ہیں؟''
آپ غصے سے اچھل پڑے فرمایا:
((ومن لم یقل له الصدیق فلاصدق اللہ قولاً فی الدنیا ولافی الآخرۃ))
''ہاں! وہ صدیق ہے اور جو انہیں صدیق نہ کہے اللہ اسے دنیا و آخرت میں جھوٹا کرے۔!''

(کشف الغمہ، جلد2، صفحہ 147)

زید شہید بن زین العابدین اور خلفائے راشدین:

1: حضرت زید شہید پسر امام زین العابدین فرماتے ہیں:
''جو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے بیزار ہے وہ حضرت علی سے بھی بیزار ہے۔ اب جو چاہے آگے آئے یا پیچھے ہٹ جائے۔''

2: حضرت زید شہید رحمۃ اللہ علیہ سے ایک بار سوال ہوا:
''آپ حضرت ابوبکر و حضرت عمر کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟''
آپ نے فرمایا:
''میں انہیں اپنا محبوب رکھتا ہوں۔''
عرض کیا گیا:
''انہیں جو تبرا کرتا ہو؟''
فرمایا:
''میں موت تک اس سے بیزار ہوں۔''

3: ابی ابن ابی رود حسن مغیرہ واسطی کہتے ہیں کہ حضرت زید شہید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک جماعت حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی:
''رسول اللہ کے بیٹے! آپ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق پر تبرا کرتے ہوئے حکومت وقت سے علم بغاوت بلند کریں۔''
آپ نے فرمایا:
''ہرگز نہیں!''
وہ کہنے لگے:
''ہم پھر آپ سے بیزار ہیں۔ بصورت دیگر آپ شیخین کی عداوت کے ساتھ خروج کریں تو ہمارے ساٹھ ہزار سر آپ کے

Marfat.com

قدموں میں ہوں گے اور تلواریں انہیں اڑا چکی ہوں گی۔"

آپ نے جواب دیا:

"ٹھہرو! میں تمہیں نبی کی حدیث سناؤں۔ میرے والد امام زین العابدین اپنے والد امام حسین سے اور وہ اپنے والد حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: اے علی! تجھے بشارت ہو تم اور تمہارے محب جنت میں جائیں گے۔ مگر یاد رکھو! ایک قوم تمہیں چاہنے والی آئے گی وہ اپنی زبانوں پر اسلام ظاہر کریں گے مگر اسلام سے یوں نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے ان کا لقب رافضی ہوگا۔ اے علی! اگر انہیں تم پاؤ تو قتل کر دو! وہ مشرکین ہیں۔"

اس کے بعد حضرت زید بن امام زین العابدین نے فرمایا:

"اللہ کی قسم! وہ قوم تم ہو۔"

پھر کہا:

"اے اللہ! یہ لوگ دنیا و آخرت میں میرے دشمن ہیں۔"

اس کے بعد آپ نے اس قوم کے لیے بددعا کی۔

4: حضرت زید بن زین العابدین سے باغ فدک کے غصب کیے جانے کی بابت سوال کیا گیا۔ (کہ حضرت ابو بکر صدیق نے سیدہ فاطمہ سے ان کا فدک نامی باغ ناحق طور پر چھین لیا تھا؟) آپ نے فرمایا:

"سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ابو بکر صدیق سے کہا تھا کہ یہ باغ نبی علیہ السلام مجھے دے گئے ہیں۔ انہوں نے کہا: اپنے اس دعویٰ پر گواہ لائیں تو وہ ایک مرد اور ایک عورت کو لے آئیں۔ ابو بکر صدیق نے کہا: نہیں! یہ گواہی نا کافی ہے۔ ایک مرد اور لائیں یا ایک عورت اور لائیں، تا کہ مرد کے ساتھ مرد مل کر یا مرد اور عورت کے ساتھ دوسری عورت مل کر گواہی کا نصاب پورا ہو جائے اور اسلامی عدل و انصاف کے مطابق فدک آپ کے حوالہ کر دیا جائے تو سیدہ فاطمہ یہ بات پوری نہ کر سکیں۔"

اس کے بعد حضرت زید نے فرمایا:

"اللہ کی قسم! اگر فدک کا معاملہ میرے سامنے فیصلہ کے لیے لایا جاتا تو میں وہی فیصلہ کرتا جو ابو بکر صدیق نے کیا۔"

(شرح نہج البلاغہ مصنفہ ابن ابی حدید، جلد 4 صفحہ 82) (شرح نہج البلاغہ مصنف ابن میثم، جلد 5، صفحہ 107)

5: دوسری روایت میں ہے کہ حضرت زید بن زین العابدین نے فرمایا:

"صدیق اکبر نے فرمایا: نبی علیہ السلام باغ فدک سے تم اہل بیت کے لیے روزی بھر مال علیحدہ کر کے باقی غرباء میں تقسیم کر دیتے تھے میں بھی ایسے ہی کروں گا۔

((فرضيت فاطمة بذالك واخذت العهد عليه))

"سیدہ فاطمہ یہ فیصلہ سن کر راضی ہو گئیں اور اس پر عہد لے لیا۔"

((ثم قال زيد وايم الله لو رجع الامر الى لقضيت فيه بقضاء ابى بكر))

"پھر حضرت زید نے کہا: اگر یہ معاملہ فدک میرے پاس لایا جاتا تو میں بھی ابو بکر والا ہی فیصلہ کرتا۔"

6: حضرت زید بن زین العابدین فرماتے ہیں:

"جس نے ابو بکر صدیق و عمر فاروق کو گالی دی اس پر اللہ تعالیٰ، تمام فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔

Marfat.com

امام جعفر صادق بن محمد باقر اور خلفائے اربعہ:

1: مفضل بن عمر اپنے باپ سے اور مفضل کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے صحابہ کے متعلق سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا:

''ابوبکر صدیق کا دل مشاہدہ ربوبیت سے بھرا تھا اور آپ اللہ کے سوا سب کچھ غیر موجود پاتے تھے۔ اسی لیے آپ ہر وقت یہ کہتے رہا کرتے تھے: لا الہ الا اللہ۔ عمر فاروق کی نگاہ میں ماسویٰ اللہ سب کچھ حقیر و صغیر تھا۔ اس لیے آپ کا تکیہ کلام تھا: اللہ اکبر۔ عثمان غنی اللہ کے سوا ہر ایک چیز کو ناپائیدار اور فانی سمجھتے تھے اور تمام صفات کا جامع صرف اللہ ہی کو جانتے تھے۔ اسی لیے اکثر کہتے رہا کرتے تھے: سبحان اللہ۔ اور حضرت علی بن ابی طالب سمجھتے تھے کہ جہان اللہ ہی سے ہے، اللہ ہی کے ارادہ کے ساتھ قائم ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ جائے گا۔ اس لیے آپ الحمد للہ سے رطب اللسان رہتے تھے۔''

اسے خجندی نے اربعین میں روایت کیا ہے۔

2: امام جعفر خود فرماتے ہیں:

''مجھے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ جنا ہے تو کیا کوئی آپ اپنے باپ کو گالی دے سکتا ہے۔؟''

(احقاق الحق، صفحہ 7) اور ناسخ التواریخ حالات امام جعفر ج 1 صفحہ 11)

3: امام جعفر سے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا:

''جو ان سے بیزار ہے میں اس سے بیزار ہوں۔''

عرض کیا گیا:

''شاید آپ یہ بات بطور تقیہ فرما رہے ہیں؟''

فرمایا:

''نہیں اس طرح تو میں اسلام سے نکل جاؤں گا اور مجھے نبی علیہ السلام کی شفاعت حاصل نہ ہوگی۔''

4: امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جتنی مجھے حضرت علی کی شفاعت کی آرزو ہے اسی قدر میں ابوبکر صدیق کی شفاعت کا طلب گار ہوں۔''

5: امام جعفر صادق کا ارشاد ہے:

''حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق پر تبرا کرنے والے سے اللہ تعالیٰ بیزار ہے۔''

6: امام جعفر سے کسی نے کہا:

''سنا ہے کہ آپ ابوبکر و عمر سے بیزار ہیں۔؟''

آپ نے فرمایا:

''ایسے شخص سے تو اللہ تعالیٰ بیزار ہوتا ہے۔ مجھے تو امید ہے کہ ابوبکر صدیق سے میری رشتہ داری کا نفع اور برکت مجھے اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔ مجھے جب کوئی تکلیف ہوتی ہے تو اپنے ماموں عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔''

Marfat.com

7: امام جعفر صادق فرمایا کرتے تھے:
"میں انتخاب نہیں کر سکتا کہ اپنے کس دادا کی شفاعت کی دعا کروں۔ ابو بکر صدیق کی یا علی مرتضٰی کی۔ اور جو شخص ابو بکر کا لقب صدیق نہیں سمجھتا اللہ تعالیٰ اسے ہر مقام پر جھوٹا کرے۔"

8: امام جعفر صادق نے بستر علالت پر فرمایا:
"اے اللہ! میں ابو بکر و عمر سے محبت رکھتا ہوں۔ اگر میرے دل میں اس کے سوا کچھ ہو تو مجھے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو۔"

9: امام جعفر سے شیخین کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا:
"ایسے انسانوں کے بارے پوچھ رہے ہو جو جنت کے پھل کھا رہے ہیں؟"

10: اہل تشیع کی مشہور کتاب فروغ کافی، کتاب الروضہ، باب غلامات قیام القائم میں ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمایا:
"ہر روز شام کو آسمانوں میں ندا ہوتی ہے کہ حضرت عثمان غنی اور اس کے پیرو جنتی ہیں اور کامیاب۔"

حضرت موسیٰ کاظم اور خلفائے راشدین:

امام موسیٰ کاظم فرماتے ہیں:
"میرے والد ماجد امام جعفر صادق نے فرمایا: ابو بکر میرا نانا ہے اور عمر میرا داماد۔ تو کیا میں اپنے نانا اور داماد کو گالی دوں۔؟"
یہ تمام احادیث جو ائمہ اہل بیت کے مذکورہ اقوال پر مشتمل ہیں حافظ ابو سعید رازی نے الموافقہ کتاب میں بیان کی ہیں۔

☆☆☆

فصل نمبر 2:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچے

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دس چچا تھے، جن کے نام یہ ہیں:

حارث۔	زبیر۔
ابو طالب۔	حمزہ۔
ابولہب۔	غیداق۔
ذوالمقوم۔	ضرار۔
عباس۔	قثم مغیرۃ۔

ان میں سے صرف دو اسلام لے آئے وہ حمزہ اور عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔

Marfat.com

شیر بہادر حمزہ بن عبدالمطلب

اللہ اور رسول کے شیر:

حمزہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول کے شیر ہیں۔

چچا اور رضاعی بھائی:

آپ رسول اللہ ﷺ کے حقیقی چچا اور رضاعی بھائی ہیں، ان دونوں حضرات کو ابولہب کی لونڈی ثوبیہ نے دودھ پلایا تھا۔

کنیت اور دیگر خصوصیات:

آپ کی کنیت ابوعمارہ تھی۔ آپ کی والدہ ماجدہ ہالہ بنت اہیب بن عبد مناف بن زہرہ ہیں۔ وہ حضرت آمنہ (رضی اللہ عنہا) بنت وھب جناب رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ کی چچازاد بہن تھیں۔ آپ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے سگے بھائی تھے جو حضرت زبیر بن العوام کی والدہ ماجدہ ہیں (رضی اللہ عنہم اجمعین)

ولادت اور سخاوت و بہادری:

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت جناب رسول اللہ ﷺ کی پیدائش سے دو سال پہلے ہوئی تھی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ چار سال پہلے۔ آپ قریش کے شہ سواروں میں ایک مشہور شہ سوار، ان کے سرداروں میں سے ایک سردار اور ان کے چند سخیوں میں سے ایک مرد سخی تھے۔

قبول اسلام:

جناب رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے چھٹے سال اسلام لے آئے، ان کے وجود کی برکت سے جناب رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو تقویت ملی اور ان کے بعض معاملات ان کے لئے ہموار ہو گئے۔ حالانکہ اس سے پہلے ان پر قریش کی ہیبت طاری تھی مگر اب انہیں یقین ہو گیا تھا کہ حضرت حمزہ جناب رسول کریم ﷺ کی مدافعت کیلئے سینہ سپر رہیں گے۔

(مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔)

جنگ بدر و احد میں شرکت:

جناب حمزہ نے رسول کریم ﷺ کی مدد کرنا اپنے اوپر لازم قرار دیدیا تھا۔ انہوں نے مدینہ منورہ ہجرت کی، وہاں جناب نبی کریم ﷺ نے ان کے اور زید بن حارثہ کے درمیان مواخات قائم کی۔ وہ جنگ بدر میں شریک ہوئے۔ اس جنگ میں انہوں نے دست بدست لڑائی کی اور بہت بڑی آزمائش سے دوچار ہوئے اور احد کی جنگ میں بھی جناب رسول اللہ ﷺ کی مدافعت میں دو تلواروں سے جنگ کی حتیٰ کہ شہید کر دیئے گئے۔ آپ سید الشہداء یعنی شہیدوں کے سردار ہیں۔

آپ کی فضیلت:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جناب نبی کریم ﷺ سے روایت کی:

((سيد الشهداء عند الله يوم القيامة حمزة بن عبد المطلب))

Marfat.com

''اللہ تعالیٰ کے ہاں قیامت کے دن تمام شہیدوں کے سردار حمزہ بن عبدالمطلب ہوں گے۔''

ان سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((سید الشهداء حمزة ورجل قام الی امام جائر فامره و نهاه فقتله))

''شہیدوں کے سردار حمزہ ہیں اور وہ شخص جو ایک ظالم حاکم کے سامنے کھڑا ہوا اسے اچھی بات کا حکم دیا اور برے کام سے منع کیا اور نتیجتاً بادشاہ نے اسے قتل کر دیا۔''

حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا:

((''حمزه یقاتل فی یوم احدبین یدی رسول الله بسیفین ویقول انا اسد الله''))

''حضرت حمزہ جنگ احد میں جناب رسول اللہ ﷺ کے آگے آگے دو تلواروں سے لڑتے تھے اور فرماتے تھے: میں اللہ تعالیٰ کا شیر ہوں۔''

حضرت قیس بن عباس سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوذر کو قسم کھاتے سنا کہ یہ آیت ''ہذان خصمان اختصموا فی ربھم'' حضرت علی، حمزہ، عبیدہ بن الحارث، شیبہ بن ربیع عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ کے حق میں نازل ہوئی۔ انہوں نے جنگ بدر کے دن لڑائی کی۔

شہادت:

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ احد میں شہید ہوئے، انہیں کڑی آزمائش کے بعد دھوکے سے قتل کر دیا گیا۔ انہوں نے اس جنگ میں تقریباً تیس مشرکین کو تہ تیغ کیا۔ آپ کی شہادت کا قصہ مشہور ہے۔ امام بخاری اور دیگر محدثین نے اس کو روایت کیا ہے۔ آپ کی شہادت پندرہ شوال سن تین ہجری میں ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر چون برس کی تھی۔ آپ اور آپ جیسے دیگر حضرات کے بارے میں اللہ عزوجل کا یہ قول نازل ہوا:

((من المومنین رجال صدقوا ماعاهدوا الله علیه فمنهم من قضی نحبه و منهم من ینتظر وما بدلو تبدیلا))

''مومنین میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اللہ سے جو عہد باندھا تھا اسے سچا کر دکھایا۔ ان میں سے کوئی اپنی منت پوری کر چکا اور کوئی راہ دیکھ رہا ہے اور وہ ذرا نہ بدلے۔''

(سورۃ احزاب)

جنگ احد کے دن آپ کی بہن صفیہ حضرت حمزہ کیلئے دو کپڑے لائیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ کو یہ ناگوار گزرا کہ وہ حضرت حمزہ کو اس حال میں دیکھیں۔ مشرکین نے بڑی بری طرح ان کا مثلہ کیا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے ان کے بیٹے زبیر کو ان کو روکنے کیلئے بھیجا۔

حضرت صفیہ اور شہادت سیدنا امیر حمزہ کی خبر:

زبیر کہتے ہیں کہ میں اپنی والدہ صفیہ کی طرف دوڑتا ہوا گیا۔ پیشتر اس کے کہ وہ مقتولین کے پاس پہنچتیں، میں ان کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے میرے سینہ میں تھپڑ مارے (وہ بڑی بہادر عورت تھیں) اور کہا:

Marfat.com

''مجھ سے دور ہو جایئے! مجھے چھوڑ دیجئے۔! ورنہ میں تم سے راضی نہیں ہوں گی۔''

وہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے آپ کے بارے میں یہی ارادہ فرمایا ہے، وہ کہتے ہیں: یہ سنتے ہی وہ رک گئیں اور جو دو کپڑے ان کے ساتھ تھے نکالے، مجھے دیتے ہوئے فرمایا:

''میں اپنے بھائی حمزہ کیلئے لائی ہوں۔ مجھے ان کی شہادت کی خبر ملی ہے۔ آپ ان دونوں میں ان کو کفن دے دیجئے۔''

کفن:

وہ کہتے ہیں کہ ہم وہ دو کپڑے لائے تا کہ ان دونوں کپڑوں میں حضرت حمزہ کو کفن دیں۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے پہلو میں ایک انصاری بھی مقتول ہیں، ان کے ساتھ بھی وہی کچھ کیا گیا ہے جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا گیا تھا۔ ہمیں یہ ناگوار گزرا اور شرم محسوس ہوئی کہ ہم حضرت حمزہ کو دو کپڑوں میں کفن دیں اور انصاری بے کفن رہیں، ہم نے یہ تدبیر کی، ایک کپڑا حضرت حمزہ کیلئے مختص کر دیا اور ایک انصاری کے لئے۔ ہم نے ان دونوں کا قد ناپا، ان میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا۔ ہم نے ان دونوں کے درمیان قرعہ اندازی کی، چنانچہ ہم نے ان دونوں میں سے ہر ایک کو اسی کپڑے میں کفن دیا جو اس کے حصے میں آیا۔

رسول اللہ کا غم وحزن:

جناب نبی کریم ﷺ کو ان کا بڑا رنج ہوا۔ جب وہ شہید ہوئے اور ان کا مثلہ کیا گیا تو آپ ﷺ ان کی طرف دیکھنے لگے۔ اس وقت آپ ﷺ کو بڑا دکھ ہو رہا تھا اور فرما رہے تھے:

''اے چچا! اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔ آپ قرابت داری کا بہت پاس رکھنے والے تھے، بہت بھلائیاں کرنے والے تھے۔ آج کے بعد اے چچا! جیسی تکلیف مجھے آپ کی وجہ سے پہنچی ہے کسی اور کی وجہ سے کبھی بھی نہیں پہنچے گی۔ آپ بحیثیت ایک مشفق چچا ہونے کے میرے سب سے زیادہ قریبی ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کا تعزیت فرمانا......اور صبر کی تلقین:

حضرت حمزہ اور ان کے دوسرے شہید بھائیوں کی خود اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے تعزیت فرمائی مگر اس کے ساتھ ساتھ حضرت حمزہ کا انتقام لینے کے سلسلہ میں مقتول مشرکین کے مثلہ سے بھی منع فرمایا اور صبر کی تلقین فرمائی۔ چنانچہ فرمایا:

((وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به ولئن صبرتم لهو خير الصابرين واصبر وما صبرك الا بالله ولا تحزن عليهم ولا تك في ضيق مما يمكرون))

''اگر سزا دو تو اتنی دو جتنی تمہیں دی گئی اور اگر صبر کرو تو یقیناً یہ بات صبر کرنے والوں کیلئے بہتر ہے اور صبر کرو اور نہیں ہے تمہارا صبر مگر اللہ کے ساتھ اور ان پر غم نہ کھایئے اور جو وہ مکر کرتے ہیں اس سے تنگی محسوس نہ کیجئے۔''

نزول آیت کریمہ:

چنانچہ حضرت حمزہ اور دیگر شہداء احد کے حق میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول نازل ہوا:

((ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتاً بل احياء عند ربهم يرزقون))

''اور ہرگز ہرگز ان لوگوں کو مردہ خیال نہ کیجئے جو اللہ کے راستے میں مارے گئے بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے۔''

Marfat.com

سیدالشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر اللہ رحم کرے اور ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جانا آپ کو مبارک ہو۔!

العباس بن عبدالمطلب ...... جناب رسول اللہ ﷺ کے عم محترم

قول عباس......رسول اللہ سے پہلے پیدا ہوں:

ابوالفضل العباس بن عبدالمطلب جناب رسول اللہ ﷺ کے محترم چچا ہیں۔ آپ حضور ﷺ سے دو یا تین سال پہلے پیدا ہوئے۔ ابوزین سے روایت ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ بڑے ہیں یا نبی اللہ! انہوں نے فرمایا:

((هو اكبر وانا ولدت قبله))

''وہ مجھ سے بڑے ہیں مگر میں پیدا ان سے پہلے ہوا ہوں۔''

آپ کی والدہ:

آپ کی والدہ ماجدہ نتیلہ بنت جناب بن کلیب ہیں وہ پہلی عرب عورت ہیں جنہوں نے بیت اللہ شریف پر ریشمی غلاف چڑھایا تھا۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ اس کا سبب یہ تھا کہ ایک دفعہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنی صغرسنی میں کہیں گم ہو گئے تھے۔ ان کی والدہ نے منت مانی تھی کہ اگر وہ مل گئے تو وہ کعبہ پر غلاف چڑھائے گی۔ چنانچہ جب انہوں نے ان کو پالیا تو اپنی نذر پوری کرنے کی غرض سے بیت اللہ شریف پر غلاف چڑھایا۔

حاجیوں کو پانی پلانے کی ذمہ داری:

زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا شمار سرداران قریش میں ہوتا تھا۔ ان کے ذمے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کی تعمیر کا کام تھا۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی معیت میں بیعت عقبہ میں حاضر ہوئے تھے۔ یہ وہ وقت تھا جب انصار نے آپ ﷺ کی بیعت کی تھی۔ اس وقت تک آپ اسلام نہیں لائے تھے۔ جناب نبی کریم ﷺ نے ان سے بیعت لی۔

جنگ بدر میں قید ہونا:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ جناب نبی کریم ﷺ کا ہاتھ مبارک پکڑے ہوئے تھے۔ ایسا وہ اس بیعت کو پختہ کرنے کی غرض سے کر رہے تھے۔ وہ انتہائی مجبوری اور ناپسندیدگی کے عالم میں مشرکین کے ہمراہ میدان بدر کی طرف نکلے۔ قریش کی ہزیمت کے بعد قید ہو گئے اور قید سے رہائی پانے کی خاطر اپنی فدیہ ادا کر کے اپنی جان چھڑا لی اور مکہ لوٹ آئے۔

مکہ میں رسول اللہ کے معاون:

یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ پہلے اسلام لے آئے تھے مگر اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے تھے۔ اب وہ قریش کے حالات باقاعدہ جناب رسول اللہ ﷺ کو لکھنے لگے۔ مکہ میں کمزور مسلمانوں کے آپ مددگار و معاون تھے۔ آپ نے مدینہ منورہ ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا:

Marfat.com

((" مقامك بمكة خير "))

" آپ کا مکہ میں ٹھہرا رہنا بہتر ہے۔"

بعد ازاں فتح مکہ سے کچھ وقت پہلے آپ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

فتح مکہ اور غزوۂ حنین:

فتح مکہ کے وقت آپ وہاں موجود تھے۔ جنگ حنین میں جب لوگ شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے تو آپ جناب رسول اللہ ﷺ کی ہمرکابی میں ثابت قدم رہے۔ آپ اس وقت جناب رسول اللہ ﷺ کے خچر مبارک کی باگ پکڑے ہوئے تھے۔

جناب نبی کریم ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اعلان کریں کہ بھگوڑے واپس آجائیں۔ چنانچہ انہوں نے آواز دی، آپ چونکہ بہت بلند آواز تھے۔ لوگوں نے جب ان کی آواز سنی تو واپس آ گئے اور مشرکین پر دوبارہ حملہ کر کے انہیں شکست دی۔

(کنز العمال ۱۳/۵۲۱ الہیثمی "المجمع" ۹/۲۷۰ میں اس کو لائے ہیں اس کے رجال صحیح والے رجال ہیں۔ تہذیب الاسماء واللغات ۱/۲۵۷ طبقات ابن سعد ۴/۷۔۸)

جناب عباس کا احترام:

جناب رسول اللہ ﷺ ان کا اتنا احترام کرتے جتنا والد کا کیا جاتا ہے، ان کی بڑی تعظیم کرتے، ان کی عزت افزائی فرماتے اور ان کی بات مانتے، صحابہ کرام بھی ہمیشہ انہیں مقدم رکھتے، ان سے مشورہ کرتے۔ وہ بڑی پختہ رائے کے مالک تھے، بڑے سخی تھے۔ قریش کی رشتہ داری کا بڑا پاس رکھنے والے اور ان کے ساتھ بھلائی کرنے والے تھے۔ زبیر بن بکار نے کہا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بنو ہاشم کے بے لباس لوگوں کے لئے لباس تھا، ان کے بھوکوں کے لئے پیالہ (کھانا) تھا۔ وہ ان کیلئے سراپا عفو و کرم تھے۔

جناب عباس کی شان میں اشعار:

ابراہیم بن ہرمہ ان کی شان میں کہتے ہیں:

و كانت لعباس ثلاث نعدها
اذا ما جناب الحی اصبح اشبها
فسلسلة تنهی الظلوم و جفنة
تباح فيكسوها السنام المزغبا
وحلة عصب مانزال معدة
لعار ضريك ثوبة قدتهيبا

"حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی تین خصوصیات ہیں، جنہیں ہم شمار کرتے ہیں: جب قبیلہ کی چراگاہ قحط سالی کا شکار ہو جاتی ہے تو ان کے پاس ایک زنجیر ہے جو ظالموں کا ہاتھ ظلم سے روکتی ہے اور ایک ایسا بڑا پیالہ ہے جس کا کھانا لوگوں کیلئے مباح کر دیا جاتا ہے، جس کو وہ نرم کوہان کا لباس پہناتے ہیں، یعنی اس میں (اونٹ کی) نرم کوہان کی چربی بھری ہوتی ہے اور رنگین پوشاکیں جو

Marfat.com

اس بدحال فقیر کیلئے ہمیشہ تیار رکھی جاتی ہیں جس کا کپڑا پرانا ہو چکا ہوتا ہے۔"
ان اشعار کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ زمانہ قحط میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وطیرہ یہ تھا کہ آپ ظلم وستم کرنے والوں کا ہاتھ پکڑ لیتے تھے، بھوکوں کو کھانا کھلانے کیلئے اونٹ ذبح کرتے تھے اور ننگوں کو لباس پہناتے تھے۔

جناب عمر وعثمان اور تعظیم سیدنا عباس:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت عباس کی بڑی عزت و احترام کیا کرتے تھے۔ ان حضرات کے زمانہ خلافت میں جب کبھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ان کے پاس سے گزر ہوتا تو اگر وہ کسی سواری پر سوار ہوتے تو ان کے جناب رسول اللہ ﷺ کے چچا ہونے کی وجہ سے بطور تعظیم سواری سے اتر پڑتے اور اس وقت تک سوار نہ ہوتے جب تک وہ گزر نہ جاتے۔

(حاکم نے المستدرک ۳/۱۹۴ میں اس کو روایت کیا ہے۔ اسے صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ۳۹۶۶ نمبر کے تحت المغازی کے تفسیر کے باب میں اس کی روایت کیا ہے۔ فتح الباری ۷/۲۹۶، ۸/۴۴۳ اور مسلم نے اپنی صحیح ۴/۲۳۲۳ اور ابن ماجہ نے (۲۸۳۵) میں۔)

حضرت عباس کے وسیلے سے دعا:

صحیح بخاری اور دیگر حدیث کی کتابوں میں منقول ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں جب کبھی قحط پڑتا تو آپ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش طلب کیا کرتے تھے اور کہتے:

"اے اللہ! ہم تیری طرف پہلے تیرے نبی کا وسیلہ پیش کیا کرتے تھے تو ہمیں بارش سے سیراب فرما دیتا تھا اور اب ہم تیری طرف تیرے نبی ﷺ کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں، ہمیں بارش سے سیراب کر۔"

تو بارش آجاتی اور وہ سیراب کر دیئے جاتے۔

(طبقات ابن سعد ۴/۱۰، المستدرک، الحاکم ۴/۳۲۳-۳۲۴ حافظ ابن حجر "الاصابہ"۔ تہذیب الاسماء واللغات ۱/۲۵۸۔ الطبقات ۴/۱۰۴، المستدرک ۴/۳۲۳ اور سیر اعلام النبلاء ۲/۹۹ دیکھیے۔ مسلم جہاد کے باب (غزوہ حنین، حدیث نمبر ۱۷۷۵ میں، حاکم ۳/۳۲۷-۳۲۸ اور عبد الرزاق (۹۷۳۱) سیر اعلام النبلاء ۲/۹۳)

یہ حدیث السقاء میں باب سوال الناس الامام لاستقاء اذا قحطوا (امام کا لوگوں سے یہ مطالبہ کرنا کہ جب وہ قحط کا شکار ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کریں) اور فضائل الصحابہ باب (ذکر العباس) میں وارد ہوئی ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری نے کہا ہے کہ زبیر بن بکار نے "الانساب" میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر جس انداز میں دعا مانگی اس کی وضاحت کی اس سلسلہ میں جو قول منقول ہے، اسے اسناد کے ساتھ روایت کیا۔ وہ یہ کہ حضرت عباس کے وسیلہ سے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارش کی طلب کی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے حضور یوں عرض گزار ہوئے:

((اللهم انه لم ينزل بلاء الا بذنب، ولم يكشف الا بتوبة وقد توجه القوم بي اليك لمكاني من نبيك وهده ايدينا اليك بالذنوب ونوا صيا اليك بالتوبة فاسقنا الغيث، فارختت السماء مثل الجبال حتى اخصيت الارض وعاش الناس، وكان فلك عام الرمادة سنة ثمان عشره))

"اے اللہ! ہم پر جب بھی کوئی مصیبت نازل ہوئی ہے تو ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہی ہوئی ہے اور ہم سے دور نہیں ہوئی مگر

Marfat.com

تیرے حضور توبہ کرنے سے، جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ میرا جو تعلق ہے اس کو وسیلہ بنا کر میرے ذریعے یہ قوم تیرے حضور متوجہ ہوئی ہے۔ یہ ہمارے ہاتھ ہیں جو گناہوں کے ساتھ تیری جناب میں اٹھے ہوئے ہیں اور ہمارے ماتھے توبہ کے ساتھ تیری جناب میں سجدہ ریز ہیں، ہمیں بارش سے سیراب کردے۔''

تو پہاڑوں کی مانند آسمان نے پانی چھوڑ دیا، اتنی بارش ہوئی کہ زمین سرسبز شاداب ہوگئی۔ لوگوں میں زندگی کی نئی لہر دوڑ گئی۔ یہ سال عام الرمادہ کہلاتا ہے۔ یہ سن اٹھارہ ہجری کا واقعہ ہے۔

احادیث کی روشنی میں سیدنا عباس کی فضیلت:

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((اخبر نی ابن عباس رضی الله عنهما ان النبی ﷺ قال "العباس منی و انامنه"))

''حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بتایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''عباس مجھ سے ہیں اور میں عباس سے''

(ترمذی نمبر ۳۷۵۹، المناقب، باب مناقب العباس رضی اللہ عنہ ۵/۶۱۰ اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے، نسائی نے ''الکبریٰ'' میں مناقب کے باب (العباس ابن عبدالمطلب) میں، حاکم نے المستدرک ۳/۳۲۵) میں نقل کی ہیاور کہا ہے کہ یہ صحیح الاسناد ہے، ذہبی نے اس کو تسلیم کیا ہے۔)

حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ ہم بقیع الخل میں تھے، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے۔ انہیں دیکھ کر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((هذا العباس بن عبد المطلب اجود قریش کفاو اصلها))

''یہ عباس بن عبدالمطلب ہیں جو عطا کرنے کے لحاظ سے سارے قریش سے بڑھ کر سخی ہیں اور ان سب سے بڑھ کر صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔''

(احمد ۱/۱۸۵ البزار اور ابو یعلی نے اس کی تخریج کی ہے۔ اس کے رجال سوائے محمد بن طلحہ کے صحیح والے رجال ہیں۔ ابو حاتم نے کہا کہ وہ سچائی کے مرتبہ پر فائز ہیں، وہ اپنی طرف سے حدیث لکھتے ہیں۔ ان کے ساتھ حجت نہیں پکڑی جاسکتی۔ ابن حبان نے انہیں ثقات میں شمار کیا ہے اور کہا ہے کہ بعض اوقات ان سے غلطی ہو جاتی ہے۔ بہت ساروں نے انہیں ثقہ شمار کیا ہے۔ مجمع الزوائد ۹/۲۶۸، تہذیب التھذیب ۹/۲۳۷، حاکم، نے مستدرک ۳/۳۲۸ میں اسے روایت کیا ہے۔ اسے صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے ان سے موافقت کی ہے۔)

عبدالمطلب بن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب سے روایت ہے کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور وہ غصے میں معلوم ہوتے تھے۔ میں اس وقت جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا:

''اے چچا! تمہیں کس چیز نے غصہ دلایا ہے؟''

عرض کی:

''یارسول اللہ! ہمارا اور قریش کا آپس میں کیا واسطہ ہے۔؟ وہ جب ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو خوش چہروں کے ساتھ ملتے ہیں اور جب ہم سے ملتے ہیں تو ان کے چہرے ناخوش ہوتے ہیں۔''

راوی نے کہا کہ یہ سن کر جناب رسول اللہ ﷺ اس قدر غضبناک ہوگئے کہ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہوگیا۔ پھر فرمایا:

Marfat.com

((والذی نفسی بیده لا یدخل قلب رجل الایمان حتی یحبکم لله و رسوله ثم قال یا ایها الناس من اذی عمی فقد اذانی فانما عم الرجل صنو آبیه))

(ترمذی نے ۳۷۵۸ نمبر کے تحت (مناقب العباس رضی اللہ عنہ ۵/۶۱۱ میں، نسائی نے سنن الکبری میں مناقب کے باب (العباس بن عبد المطلب رضی الہ عنہ) میں اسے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے۔ حدیث مبر ۳۷۶۲ المناقب باب (مناقب العباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ) ۵/۶۱۱ اور کہا ہے کہ ہم اس حدیث کو سوائے اس واسطہ کے اور کسی واسطہ سے نہیں جانتے۔ یہ حسن غریب ہے۔)

''قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ کسی آدمی کے دل میں ایمان اس وقت تک داخل نہیں ہوسکتا جب تک وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی خوشنودی کیلئے تم سے محبت نہ کرے۔ پھر فرمایا: جس نے میرے چچا کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی، کیونکہ ایک آدمی کا چچا اس کے باپ کا ہم مثل اور اس کے مشابہ ہوتا ہے۔''

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جب سوموار کی صبح ہو تو تم اپنے بیٹے کو لے کر میرے پاس آنا تا کہ میں تم کو ایسی دعا دوں جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہیں اور تمہارے بیٹے کو نفع دے۔ چنانچہ جب حضور ﷺ نے صبح کی اور ہم نے بھی صبح کی تو ہم آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ جناب نے ہمیں چادر پہنائی، پھر یوں دعا فرمائی:

((اللهم اغفر للعباس وولده مغفرة ظاهرة و باطنة لا تغادر ذنبا، اللهم احفظه فی ولده))

''اے اللہ! عباس اور اس کے بیٹے کی ایسی ظاہری اور باطنی بخشش فرما جو کسی گناہ کو بھی نہیں رہنے دیتی۔ اے اللہ! ان کے بیٹے کے حق میں ان کی نگہبانی فرما۔''

(تہذیب الاسماء واللغات ۱/۲۵۸، سیر اعلام النبلاء ۲/۹۷ طبقات ابن سعد ۴۱۸ الاستیعاب ۴/۳۴۵، اسد الغابہ ۸/۳/۱۷۳ الاصابہ ۴/۳۴۸ تہذیب الاسماء واللغات ۲/۳۴۹، طبقات خلیفہ ۱۳۳ تاریخ الاسلام ۲/۳۸، المستدرک ۴/۵۰۔۵۱ مجمع الزوائد ۹/۲۵۵، کنز العمال ۱۳/۶۳۔)

وصال:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ۳۲ ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی، اس وقت ان کی عمر شریف ۸۸ برس کی تھی۔

جنازہ و تدفین:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور انہیں راضی کر دے۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 3:

رسول اللہ ﷺ کی پھوپھیاں

جناب رسول کریم ﷺ کی چھ پھوپھیاں تھیں جن کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں:
ام حکیم جنہیں البیضاء کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔
وبرۃ۔ عاتکہ۔
صفیہ۔ اروی۔
امیمہ۔

مذکورہ خواتین میں سے حضرت صفیہ اسلام لے آئیں، اروی اور عاتکہ کے اسلام کے بارے میں اختلاف ہے۔ یہ عاتکہ وہی ہیں جنہوں نے جنگ بدر کا خواب دیکھا تھا، ان کا قصہ مشہور ہے۔ حضرت صفیہ حضرت عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف کی بیٹی، جناب رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی، اللہ تعالیٰ کے شیر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی سگی بہن اور حواری رسول اللہ ﷺ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ تھیں۔ وہ بڑی بہادر صحابیہ اور شاعرہ تھیں، سب سے پہلے جس شخص سے انہوں نے شادی کی وہ حارث بن حرب بن امیہ تھے جو ابوسفیان بن حرب کے بھائی تھے۔ جب ان کی وفات ہوگئی تو انہوں نے العوام بن خویلد سے شادی کی جو سیدہ النساء حضرت خدیجہ بنت خویلد کے بھائی تھے، ان کے بطن سے تین بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام کچھ اس طرح ہیں:

زبیر۔ سائب۔ عبدالکعبہ۔

آپ سب سے پہلے ہجرت کرنے والی عورت تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کی ساری پھوپھیوں میں سے آپ کے اسلام پر اجماع ہے۔ وہبی نے کہا ہے:

((وما اعلم من اسلمت مع حمزة اخيها الام الزبير وولدها))

"سوائے حضرت زبیر کی والدہ اوران کے بیٹے کے اور کسی کے بارے مجھے معلوم نہیں ہوسکا کہ وہ اپنے بھائی حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اسلام لائے تھے۔"

جنگ احد میں ان کے بھائی حمزہ سید الشہداء شہید کر دیئے گئے۔ ان کی شہادت پر انہیں بڑا غم ہوا، وہ ایک صبر کرنے والی خاتون تھیں اور حصول ثواب کی طلب گار تھیں، جنگ خندق کے دن وہ حضرت حسان بن ثابت کے قلعے میں مقیم تھیں۔ قلعے سے اتریں اور ڈنڈے کے ساتھ ایک یہودی کو قتل کر دیا۔ حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے حضرت صفیہ الہاشمیہ سے روایات کی۔ انہوں نے فرمایا:

"میں پہلی عورت تھی جس نے ایک مرد کو قتل کیا۔ میں حسان بن ثابت کے قلعے میں تھی اور جب نبی کریم ﷺ نے خندق کھودی اور آپ ﷺ مع صحابہ وہاں تھے تو حضرت حسان ہم عورتوں اور بچوں کی حفاظت کیلئے ہمارے ہمراہ تھے۔ یہود کا ایک آدمی

Marfat.com

ہمارے پاس سے گزرا، وہ قلعے کا چکر لگانے لگ گیا۔ میں نے حسان سے کہا کہ یہ یہودی جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو قلعے کا چکر لگا رہا ہے اور مجھے خطرہ ہے کہ کہیں وہ ہماری ان خفیہ جگہوں کی اطلاع اپنی قوم کو نہ کر دے اور اس وقت حالت یہ ہے جناب رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب ہماری مدد کو نہیں آ سکتے۔ آپ براہ کرم اٹھیے اور اسے قتل کر دیجئے۔

حضرت حسان کیونکہ بیمار تھے اس لیے انہوں نے کہا: اے عبدالمطلب کی بیٹی! اللہ تعالیٰ تمہاری بخشش فرمائے۔ بخدا تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں اس کو قتل کرنے کی اپنے اندر ہمت نہیں پاتا۔ حضرت صفیہ فرماتی ہیں کہ جب انہوں نے یہ کہا کہ اور اس وقت اور کوئی چیز مجھے ان کے پاس نظر نہیں آئی۔ پھر قلعے کی طرف واپس آ گئی، میں نے کہا: اے حسان! اب تو اترو اور اس کے ہتھیار اتار لو۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب یہ آیت: **وانذر عشیر تك الاقربین** نازل ہوئی تو جناب نبی کریم ﷺ اٹھے اور اعلان فرمایا:

"اے فاطمہ بنت محمد! اے صفیہ بنت عبدالمطلب! اے عبدالمطلب کے بیٹے! اگر تم ایمان نہ لاؤ تو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں، میں تمہاری کچھ مدد نہیں کر سکتا۔ ہاں البتہ میرے مال سے جو چاہو مجھ سے مانگو۔"

حضرت صفیہ جناب رسول اللہ ﷺ کا ان الفاظ میں مرثیہ کہتی ہیں:

عین جودی بدمعة وسهود
واندبی خیر هالك مفقود
وازاندبیالمصطفی بحزن شدی
خالط القلب فهو کالمعمود
کدت اقصی الحیاة لما اتاه
قدر خط فی کتاب مجید
فلقد کان بالعباد رئوفا
ولهر حمة و خیر رشید
رضی الله عنه حیا و میتا
وجزاه الجنان یوم الخلود

"میری آنکھ! خوب آنسو بہا اور خوب جاگ، اور سب سے بہتر ہستی اور ہم سے کھو جانے والے پر غم کے آنسو بہا۔ مصطفیٰ ﷺ پر ایسے شدید غم کے ساتھ وہ جو دل کی ہر رگ و پے میں ایسے سما چکا ہو کہ گویا جب ان کا وہ وقت اجل آیا جو ذی شان کتاب میں مکتوب تھا تو قریب تھا کہ میں اپنا کام تمام کر دیتی۔ بے شک آپ خلق خدا کے ساتھ بہت ہی مہربان تھے، ان کیلئے سراپا رحمت تھے اور اعلیٰ درجے کے باشعور اور ہدایت یافتہ تھے۔ زندگی اور وصال دونوں میں اللہ ان سے راضی ہو اور ہمیشہ رہنے والے دن اللہ تعالیٰ انہیں باغہائے جنت عطا فرمائے۔"

سن بیس ہجری میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں حضرت صفیہ کی وفات ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر ستر برس سے کچھ اوپر تھی۔ انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ حضرت صفیہ سے راضی ہوں۔ کس قدر وہ اطاعت گزار اور پرہیزگار خاتون تھیں۔ زہے نصیب کہ وہ جناب رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی بھی تھیں۔

☆☆☆

فصل نمبر 4:

رسول اللہ ﷺ کی لونڈیاں اور غلام

آپ ﷺ کی لونڈیاں

آپ ﷺ کی لونڈیوں کے نام یہ ہیں:

سلمی (ام رافع)۔ میمونہ بنت سعد۔

خضرہ۔ رضوی۔

رزینہ۔ ام ضمیرۃ۔

میمونہ بنت ابی عسیب۔ ماریہ۔

ریحانہ۔

آپ ﷺ کے غلام

رسول اللہ ﷺ کے غلام درج ذیل تھے:

1: اسلم ان کی کنیت ابورافع تھی۔
2: ایک اور ابورافع بھی تھے ان کا ایک بیٹا تھا جس کا نام البہی تھا۔
3: احمر۔
4: اسامہ بن زید۔
5: افلح۔
6: انسہ ان کی کنیت ابومسروح تھی۔
7: ایمن ابن ام ایمن۔
8: ثوبان جن کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔
9: ذکوان اور یہ بھی کہا گیا کہ ان کا نام مہران تھا۔
10: طہمان۔
11: ابورافع۔
12: رباح الاسود۔
13: زید بن حارثہ۔
14: زیدان بن بولا۔
15: سابق۔
16: سالم۔
17: سلمان الفارسی۔
18: ابوکبشہ سلیم اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اوس ہیں۔
19: سعید۔
20: ابوکندیر شقران ان کا نام صالح تھا۔
21: ضمیرہ بن ابی ضمیرہ۔
22: عبداللہ بن عبدالغفار۔

Marfat.com

23: فضالہ الیمنی۔
24: م کیسان۔
25: مہران ان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن تھی۔ یہی سفینہ ہیں اور کہا گیا ہے کہ سفینہ کا نام رومان تھی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نام عیسیٰ تھا۔
26: مدعم۔
27: نافع۔
28: نفیع ان کی کنیت ابوبکرہ تھی۔
29: الثقفی، وردان ہشام۔
30: یسار۔
31: ابوایثلہ۔
32: ابوالحمرا۔
33: ابوالسمح۔
34: ابوضمیرہ۔
35: ابوعبیدہ ان کا نام سعید تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نام عبید تھا۔
36: ابومویہتہ۔
37: ابوواحدہ کرکرہ۔
38: مابورا۔
39: ابولبابہ۔
40: ابولقیط۔
41: ابوہند۔

((اللهم صلى على سيدنا محمد و على ازواجه و ذريته كما صليت على سيدنا ابراهيم، و بارك على سيدنا محمد و على ازواجه و ذريته كما باركت على سيدنا ابراهيم انك حميد مجيد))

☆☆☆

Marfat.com

الجزء الثالث:

اہل بیت نبی سے متعلق مسائل واحکام

باب نمبر 1:

سادات کے القاب......سید وشریف

سادات کے لیے خاص لفظ سید:

لوگ اہل بیت کی نسل پر سید اور شریف کا اطلاق کرتے ہیں۔ میں نے بہت کوشش کی ہے کہ میں سادات اور اشراف کے درمیان جو حقیقی فرق پایا جاتا ہے اسے معلوم کروں۔ چنانچہ ان دونوں لقبوں کے معنی ومقصود کو پہچاننے کیلئے ہم لغت میں ان کے اصل استعمال کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

السید کا معنی ڈکشنری کی رو سے:

لسان العرب میں یوں آیا ہے کہ لفظ ''السید'' کا اطلاق کارکن، صاحب عمل، صاحب ملک باعزت، فاضل (صاحب فضیلت) صاحب کرم بردبار، قوم کی تکلیف پر صبر کرنے والے، خاوند، رئیس اور سبقت لے جانے والے شخص پر ہوتا ہے۔

ابن شُمیل کہتے ہیں:

''سید وہ ہوتا ہے جو دوسروں پر عقل، مال، نفع رسانی اور حمایت ومدافعت کے لحاظ سے فوقیت رکھتا ہو، ادائیگی حقوق کی خاطر مال عطا کرنے والا ہو، بہ نفس نفیس دوسروں کا معین ومددگار ہو۔ ایسا شخص سید (سردار) کہلاتا ہے۔''

عکرمہ نے کہا:

''سید وہ ہوتا ہے جسے اس کا غصہ مغلوب نہ کر سکے۔''

قتادہ نے کہا:

''سید وہ شخص ہوتا ہے جو عابد ومتقی اور بردبار ہو۔''

ابو خیرہ نے کہا:

''سید کو سید اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ لوگوں پر سیادت وحکومت کرتا ہے یعنی ان سب سے بڑا ہوتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ ﷺ سید کون ہے؟ فرمایا یوسف بن یعقوب ابن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام سید ہیں۔ صحابہ نے عرض کی۔ آپ کی امت میں سید کون ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا ہو اور اسے جود وسخا سے بھی حصہ ملا ہو۔ وہ اپنے رب تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور لوگوں سے شکایت نہ کرے۔ حدیث میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ تمام بنی آدم سید ہیں۔ ایک مرد اپنے گھر والوں کا سید (سردار) ہوا کرتا ہے اور عورت اپنے گھر والوں کی سیدہ (ملکہ) ہوتی ہے۔''

حدیث میں آتا ہے کہ جناب رسول اللہ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سید (سردار) ہے اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان فیصلہ کروائے گا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو سید اور حصور (عورتوں سے اجتناب کرنے والا) کہہ کر پکارا ہے، غالباً اس سے مراد (اللہ بہتر جانتا ہے) وہ شخص ہے جو عفت و پاکیزگی اور گناہوں سے اجتناب کے لحاظ سے دوسروں پر فوقیت رکھتا ہو۔

حدیث میں ہے: میں اولاد آدم کا سردار ہوں، فخر نہیں۔

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آزاد کروایا تو بعض صحابہ کی زبان پر یہ کلمہ جاری ہو گیا:

(("ابو بکر سیدنا، واعتق سیدنا"))

"ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار بلال کو آزاد کروایا ہے۔"

رسول اللہ نے انصار کو حکم دیا:

(("قوموا لسید کم"))

"اپنے سردار کے لیے تعظیماً کھڑے ہو جاؤ یعنی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبیلہ اوس کے سردار کیلئے۔"

اور یہ حقیقت ہے کہ انصار میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیثیت ایسے ہی تھی جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مہاجرین میں۔

الشریف کا معنی:

ابن منظور لسان العرب میں لکھتے ہیں:

((الشرف الحسب بالا باء ، شرف يشرف شرفاً و شرفه شرفة و شرفة فهو شريف والجمع اشراف، والشرف والمجد لا يكونان الا با لاباء ويقال رجل شريف و رجل ماجدله آباء متقدمون نفى الشرف قال والحسب والكرم يكونان، وان لم يكن آباء لهم شرف))

"لغت میں آباؤ اجداد کے مفاخر گنوانے کو کہتے ہیں، اور جسے خاندانی برتری حاصل ہو وہ شریف کہلاتا ہے۔ اس کی جمع اشراف آتی ہے۔ شرافت و بزرگی ملتی ہی آباؤ اجداد کے صدقے سے ہے اور جس شخص کو مجد و شرافت حاصل ہو ایسے شخص کو عربی میں رجل شریف اور رجل ماجد کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ یہ وہ شخص ہوتا ہے جس کے آباؤ اجداد کو عزت و شرافت میں سبقت حاصل ہو۔ ابن منظور نے کہا کہ اگر چہ اس شخص کے ایسے آباؤ اجداد نہ بھی ہوں جنہیں عز و شرف حاصل تھا تو بھی علو منزلت اور کرامت اسے حاصل ہو سکتی ہے۔

القاموس المحیط کے مصنف کہتے ہیں:

"الشرف (محرکۃ) بلندی، بلند مرتبہ اور بزرگی کو کہتے ہیں، اور یہ چیز آباؤ اجداد اور بلندی حسب و نسب کے ذریعے ہی حاصل ہوتی ہے۔"

ہاشمیوں کے لیے خاص:

جہاں تک شریف کے لقب کا تعلق ہے، اس کا اطلاق قرون اولیٰ (اسلام کے اول زمانوں) میں ہاشمیوں پر بطور اسم علم سے کیا جاتا تھا۔

Marfat.com

اسلامی ممالک کا طرز عمل:

اس صفت کے ساتھ ہاشمیوں کو موصوف کرنے کے سلسلہ میں مختلف اسلامی ممالک کا مختلف طرز عمل رہا۔ عراق والے سوائے بنی عباس کے اور کسی کو شریف کہہ کر نہیں پکارتے تھے، مگر اہل شام اور دیگر لوگ مثلاً: اہل مصر یہ لقب اسی کو دیتے جو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ کی نسل سے ہوتا۔

جہاں تک حجاز کا تعلق ہے اس کا معاملہ کچھ اور تھا، وہ اس نام کا اطلاق صرف شخص پر کرتے تھے جو حسنی و حسینی ہونے کے ساتھ ساتھ حاکم مکہ بھی ہوتا، اسے شریف مکہ بھی کہا جاتا تھا۔ مگر ان میں سے جو والی مکہ نہ ہوتا اس کو صرف سید کہا جاتا۔ میں نے اشراف کی بہت ساری قدیم دستاویزات دیکھی ہیں جن میں ان حضرات میں سے بجز امرائے مکہ کے کسی کو شریف کی صفت سے متصف نہیں کیا گیا۔ ملحقہ عنوانات اور دستاویزات جو میں نے دیکھی ہیں اگر ان کا مالک امرائے مکہ میں سے ہوتا تو ان کے بارے میں یوں لکھا ہوتا:

(("حفر السيد فلان بن السيد فلان"))

''فلاں سید کا فلاں بیٹا فوت ہو گیا ہے۔''

مگر اشراف میں سے ان لوگوں کی کثرت کے باعث جو والیانِ مکہ ہوتے، نیز حجاز میں اشراف کے بہت سارے قبائل کے اس جداعلیٰ کی طرف منسوب ہونے کے سبب جس کے ہاتھوں میں مکہ معظمہ کی زمام کار رہی۔ یہ لقب بطور اسم علم ان کیلئے استعمال کیا جاتا تھا۔

سید اور شریف میں فرق:

حجاز کے سارے کے سارے اشراف حسنی حسینی ہیں۔ مذکورہ بالا وضاحت سے یہ بات ہم سمجھ گئے ہیں کہ شرافت و سیادت کا مطلب برتری، امتیاز اور معنوی و مادی بلندی ہے، مگر ایک بات ہے کہ وہ ''السید'' کا لقب ہر اس شخص کیلئے استعمال کرتے ہیں جسے فوقیت و برتری حاصل ہوتی، مگر ''الشریف'' کا لفظ صرف اس کیلئے مخصوص کرتے ہیں جو اپنے آباء کے تفوق اور ان کی برتری کا وارث ہوا، لیکن اپنے اس زمانہ میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ ''السید'' کا لقب صرف اولاد حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے استعمال کرتے ہیں اور ''الشریف'' کا لقب اولاد حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے۔ غالباً ایسے کرنے میں وہ اسباط کو مدنظر رکھتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنے والد گرامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد بطور خلیفہ بیعت کی گئی، مگر اس کے برعکس حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے ایسی کوئی بیعت وجود میں نہیں آئی۔ یہی وجہ ہے کہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ ''الشریف'' کا لقب ہر اس شخص کو دیتے ہیں جو اہل بیت اور ان کی اولاد میں سے حاکم وقت رہا ہو اور ''السید'' کا لقب اس کے بھائی، اس کے چچازاد بھائیوں اور اس کی اولاد کیلئے استعمال کرتے ہیں، کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کو ''السید'' کے لقب سے یاد کرتے ہیں کیونکہ ان کے والد ماجد کے حق میں یہ حدیث وارد ہوئی ہے۔

ان ابنی هذا سید (میرا یہ بیٹا سردار ہے) اور یہ پہلے بیان کے برعکس ہے۔

مگر بہت سارے اسلامی ممالک میں ان دونوں لقبوں کے درمیان کوئی فرق روا نہیں رکھا جاتا، وہ ان دونوں یا ان میں سے کسی ایک کا بھی اطلاق ہر اس شخص پر کرتے ہیں جو اہل بیت کی نسل سے ہو، خواہ حسنی ہو یا حسینی، ہم دیکھتے ہیں کہ محققین کے

Marfat.com

درمیان یہ بحث اکثر جاری رہتی ہے کہ اہل بیت کی بیٹیوں کی اولاد اور بیٹے جنہیں یہ نسبت حاصل ہے کیا وہ بھی ان حضرات میں سے ان کے مردوں کی اولاد کی طرح سید اور اشراف ہیں یا نہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ سارے کے سارے اشراف ہیں اور اہل بیت میں سے ہیں، اور اس بارے میں ہمارا قول یہ ہے:

(("ابن اخت القوم منهم"))

"قوم کی بہن کا بیٹا انہیں میں سے ہوا کرتا ہے۔"

اس بارے میں ہم سورۃ انعام کی آیت کریمہ سے دلیل پکڑتے ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی اولاد کے بارے میں یوں بیان کرتی ہیں:

(("ومن ذرية داؤدو سليمان وايوب و يوسف و موسىٰ و هارون و كذلك نجزى المحسنين و ذكر و يحيىٰ و عيسىٰ والياس كل من الصالحين"))

"اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون اور ہم ایسے ہی بدلہ دیتے ہیں نیکو کاروں کو اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو، یہ سب ہمارے قرب کے لائق ہیں۔"

(("هل هناك فرق بين السيدو الشريف"))

"کیا "السید" اور "الشریف" میں کوئی فرق ہے؟"

جب لوگ بعض حضرات کیلئے "الشریف" اور کچھ دوسروں کے لئے "السید" کا لقب اختیار کرتے ہیں تو لغت میں ان دونوں الفاظ و القاب کی سابقہ وضاحت کے بعد میں کہتا ہوں کہ بے شک ان دونوں لقبوں کے درمیان لغوی فرق ان دونوں کو باہم پیوستہ کر دیتا ہے۔ خواہ ہم سید کے لقب کے عام ہونے اور شریف کے لقب کے خاص ہونے کا قرار ہی کیوں نہ کریں۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، کیونکہ سارے کے سارے جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں اور آپ اولاد آدم کے سردار ہیں، یہ فخر نہیں، بلکہ حقیقت ہے۔ آپ امت کے امام، اس کے قائد، اور اللہ تعالیٰ کے سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرنیوالے ہیں، اور آپ ﷺ کی ساری اولاد نے آپ ہی سے یہ شرف اور یہ سرداری ورثہ میں پائی ہے۔ آپ کے بعد کے زمانہ میں ان کا کوئی بادشاہ بھی اس درجہ تک نہیں پہنچ سکا کہ وہ اس کے باعث آپ کے ساتھ نسبت کا جو شرف ہے اس پر فوقیت کا دعویٰ کر سکے، وہ شرف جس میں وہ سب مساوی ہیں خواہ وہ ان کے حاکم ہوں یا غیر حاکم، کیونکہ یہ شرافت تو شرافت نبوت ہے۔ ملک و حکومت کی شرافت کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اب یہ بات واضح ہے کہ یہ شرف و کمال ایمان کا مرہون منت ہے، کیونکہ کفر کے ساتھ کوئی شرف نہیں۔ سیادت و شرافت تو صرف اور صرف ایمان اور اطاعت رسول ہی سے ملتی ہے۔ شرف نبوت اپنی حقیقت کے اعتبار سے شرف ایمان و جہاد ہے۔ محض آباؤ اجداد کی وجہ سے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے کافر بیٹے کی ان کے ساتھ پدری رشتہ کی نفی فرما دی اور ان کے اہل بیت سے انہیں خارج قرار دے دیا، جیسا کہ قرآن کریم میں وارد ہے:

((يا نوح انه ليس من اهلك انه عمل غير صالح))

"اے نوح! وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں۔ بے شک اس کے کام بڑے نالائق ہیں۔"

Marfat.com

یعنی ایک کافر ایک مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا۔

جب بسبب کفر سب سے مال میں وراثت ختم ہو جاتی ہے تو پھر شرف اعلیٰ میں تو یہ بطریق اولیٰ ختم ہو جاتی ہے، مگر وقوع معصیت کی صورت میں، ہم اس شرف کی نفی نہیں کرتے، کیونکہ توبہ کی امید تو ہے، بلکہ ایسے گناہ کے واقع ہونے پر بھی جو سزا وار حد شرعی ہے، جناب رسول کریم ﷺ نے اسلامی اخوت کی بقا کی خبر دی۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس صحابی کی تعریف فرمائی، جس نے اس شخص کی مدد کی تھی، جس پر حد جاری کی گئی اور اس کے بارے میں فرمایا:

((لانه رحم اخاه المصاب))

''بے شک اس نے اپنے مصیبت زدہ بھائی پر رحم کھایا۔''

لہٰذا یہ شخص جس پر قطع کی حد جاری کی گئی تھی اسے اس صحابی کا بھائی قرار دیا جنہوں نے اس کی ہمدردی اور مدد کی تھی۔ اس ساری بحث سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں السید اور الشریف میں کوئی فرق نہیں، اور وہ سب کچھ جو اس بارے میں منقول ہے وہ کسی حد تک فقط ایک عرف محدود ہے، عرف عام نہیں، ہر سید شریف ہے اور ہر شریف سید ہے۔

یہ بات جانی پہچانی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت مریم علیہا السلام کے بیٹے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے کوئی مردان کا باپ نہیں مگر اس کے باوجود آیت کریمہ نے انہیں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کیا ہے۔ بیٹیوں کے بیٹوں کے اپنی ماں کے جد اعلیٰ کی طرف منسوب ہونے کی یہی دلیل ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ سادات واشراف ہی وہ ہیں جو حضرت فاطمہ الزہرا اور سیدنا علی بن ابی طالب کریم اللہ وجہ کی نسل سے ہیں۔ نسبی پہلو اور جناب سیدنا رسول اللہ ﷺ سے ساتھ نسبت رکھنے کے لحاظ سے ان دونوں لقبوں میں کوئی فرق نہیں۔

اور اطاعت حکم الٰہی:

((''قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی''))

''فرما دیجئے! میں تم سے اور کوئی اجر نہیں مانگتا، سوائے میرے رشتہ داروں کی محبت کے۔''

حسن وحسین کی اولاد:

مذکورہ بالا آیت کریمہ کے پیش نظر وہ سارے کے سارے ہماری عزت ہمارے احترام اور ہماری محبت کے لائق وحقدار ہیں، وہ سارے جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں۔ اب جو چیز لائق ذکر ہے وہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے معزز نواسوں حسن وحسین کی پاک اولاد بہت سارے اسلامی ملکوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ جہاں کہیں بھی وہ پائے جاتے ہوان کا کوئی نہ کوئی بڑا ہوتا ہے جس کی طرف وہ اپنے تمام اہم معاملات میں رجوع کرتے ہیں۔ وہ عموماً علماء اور فضلا میں سے ہوتا ہے۔ وہ نقیب الاشراف کے لقب سے ملقب ہوتا ہے وہی اہل بیت کی نسل سے پھوٹنے والے روشن وظاہر وباہر، شجرہ نسب کی حفاظت کرتا ہے، خواہ وہ اہل بیت اپنے جد امجد حضرت حسن کی طرف سے ہوں یا حضرت حسین کی طرف سے، ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ بعض اہل بیت دونوں حضرات حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ براہ راست تعلق نسبت رکھتے ہیں۔ بعض دفعہ ان کے ایسے القاب بھی ہوتے ہیں جو ان کے جد امجد ﷺ جن کی طرف وہ منسوب ہیں کی مناسبت سے ہوتے ہیں۔

اہل بیت کی بصرہ اور حضر موت کی طرف ہجرت اور لوگوں کی اصلاح کی کوششیں:

چوتھی صدی ہجری کے اوائل میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ کے نواسوں میں سے بعض اہل بیت نے بصرہ سے حجاز کی طرف

Marfat.com

اور بعد ازاں حضر موت کی طرف ہجرت کی۔ جہاں جزیرہ عرب کا مشرقی حصہ خوارج کے زیر تسلط اور قرامطہ کے زیر اثر تھا۔ حضر موت میں بعض اہل بیت ان بگڑے ہوئے مذاہب کی تردید اور صحیح و خالص اسلام کی طرف لوگوں کو واپس لانے کیلئے میدان عمل میں آگئے۔ انہوں نے شافعی مسلک کی اشاعت کی۔ اس کام میں انہیں بڑی تائید حاصل ہوئی، بڑے بڑے معرکوں میں گھسے جو کامیاب رہے۔ حتیٰ کہ ان کی کوششوں سے دین صحیح سے منحرف بہت سارے لوگ بھی تائب ہو گئے اور صراط مستقیم کی طرف واپس لوٹ آئے اور انہوں نے بدعتی اور کینہ پرور لوگوں کا خاتمہ کر دیا۔

اہل بیت ہند میں:

پھر کچھ زیادہ دیر نہ گزری کہ اہل بیت میں سے بعض حضرات نے تجارت اور دعوت الی اللہ کی غرض سے جانب ہند بحری سفر اختیار کیا۔ وہاں پہنچ کر انہیں بہت بڑی کامیابیاں حاصل ہوئیں۔

دیگر جزائر میں تشریف لے جانا اور جہاد و تبلیغ کا فریضہ:

بعد ازاں ان میں سے بعض نے مذکورہ بالا مقصد کے پیش نظر بحر چین کے جزائر ارخبیل کی طرف ہجرت کی۔ ان میں سے بعض دیگر تو براہ راست ریاست اسلامیہ کا علم ہاتھ میں تھامے ان جزائر کی طرف آئے اور یہاں دعوت پھیلانے کا کام شروع کیا تو انہیں بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔ بعض نے ان جزائر میں امرء و ملوک سے رشتہ داریاں کر لیں، جس کے نتیجہ میں اسلامی حکومتوں کی بنیاد پڑی اور وہ لوگ مع ان باشندوں کے دعوت دین کے کام میں لگ گئے۔ اس مقصد کیلئے انہوں نے خاص قسم کی کشتیاں بنائی ہوئی تھیں جو ان جزائر کی طرف جو ہزاروں کی تعداد میں تھے انہیں لے جایا کرتی تھیں۔ ایسے ہی اسلام جزائر مالیزیا، انڈونیشیا، فلپائن، ملایا، جاوا، سماٹرا وغیرہ میں پھیلا۔

اہل بیت چین میں:

پھر ان مبلغین میں سے بعض حضرات نے اسلام پھیلانے کی غرض سے چین کے میدانی علاقہ میں مستقل قیام کیا تو ان کی کوششوں سے اسلام برما، تھائی لینڈ، کمبوڈیا اور دیگر بہت سارے ملحقہ علاقوں میں پہنچ گیا۔ اب مہاجرین اہل بیت کے جب ان علاقوں کے اصلی باشندوں کے ساتھ اجتماعی روابط و تعلقات مضبوط ہو گئے اور ان کے ساتھ ان کی دینی و دنیوی مصلحتیں وابستہ ہو گئیں تو اہل بیت نے ان دور افتادہ علاقوں میں رہن سہن اختیار کر لیا، مگر اس سب کچھ کے باوجود اس وقت سے لے کر آج تک وہ اس خاندانی رشتہ کا جو انہیں اہل بیت سے پیوستہ کرتا ہے اور اعلیٰ و ارفع اخلاق اور عمدہ عادات و خصائل جو انہیں ورثہ میں ملیں، بہت پاس رکھتے ہیں اور یہی حال ہندوستان، پاکستان اور تمام اسلامی ملکوں میں ہے۔

افریقہ کے علاقوں میں تشریف لے جانا:

اہل بیت کی یہ جنوب مشرقی ایشیاء کی طرف ہجرت صرف ہندوستان، براعظم چین اور جزائر ارخبیل تک ہی محدود نہ رہی، بلکہ بعض نے تو افریقہ کے جنوب مشرقی ساحلی علاقہ کی طرف جانے کیلئے بحری سفر اختیار کیا۔ جب وہ علاقے جو اہل بیت کی طرف منسوب تھے، شمالی افریقہ میں ظلم و بربریت کا نشانہ بنے تو بہت سارے اہل بیت اپنی جان بچانے کی خاطر ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ کچھ ان میں سے وسطی، جنوبی اور مغربی افریقہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

جو سید نہ ہو اور سید ہونے کا دعویٰ کرے:

اس لئے ہمارے لئے اہل بیت کی طرف منسوب چند لوگوں کا براعظم سودا میں پایا جانا، اچنبے کی بات نہیں، یہ ایک مستند تاریخی

Marfat.com

حقیقت ہے۔حدیث میں آتا ہے:

((الناس موتمنون علی انسابھم))

''لوگ اپنے نسبوں پر امین بنائے گئے ہیں۔''

مگر یہ بات احتیاط اور تحقیق و تفتیش سے مانع نہیں کیونکہ بعض لوگ اس شجرہ نسب اور دیگر شجرہ ہائے نسب کا ناحق دعویٰ رکھتے ہیں۔اب اگر اس مبارک اور پاکیزہ نسب کے دعویدار کی صحت دعویٰ پر کسی کو شبہ ہو تو اس کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اس سے اس دعویٰ پر ثبوت طلب کرے۔

☆☆☆

باب نمبر 2:

کیا اہل بیت کیلئے صدقہ حلال ہے

صدقہ کی دو قسمیں ہیں:

1: ایک فرضی صدقہ جسے زکوٰۃ، عشر اور فطرانہ کا نام دیا جاتا ہے۔

2: دوسرا نفلی صدقہ۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((خذمن اموالھم صدقة تطھر ھم وتز کیھم بھا))

''اے محبوب ان کے مال میں سے زکوٰۃ وصول کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کردو۔'' (التوبہ:۱۰۳)

Marfat.com

فصل نمبر 1:

فرضی صدقات لینا اہل بیت کے لیے حرام ہیں

مفسرین حضرات نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد زکوۃ یعنی فرضی صدقہ ہے۔ اس میں کچھ اختلاف نہیں کہ صدقہ کی مذکورہ بالا دونوں قسمیں جناب رسول اللہ ﷺ کے لئے حلال نہیں تھیں۔

((روی الامام مسلم بسنده عن ابی هریره قال :قال رسول الله ﷺ :انی لا نقلب الی اهلی فاجد التمرة ساقطة علی فراش ثم ارفعها لا کلها ثم اخشی ان تکون صدقة یعینی ﷺ من یده)) (اس حدیث کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے)

''امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی۔ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ جاتا ہوں۔ وہاں کھجور کا ایک دانہ اپنے بستر پر پڑا ہوا پاتا ہوں۔ اسے کھانے کے ارادہ سے اٹھا لیتا ہوں، مگر اس خوف سے کہ کہیں یہ صدقہ کے مال سے نہ ہو پھینک دیتا ہوں (یعنی حضور ﷺ اسے اپنے ہاتھ مبارک سے پھینک دیتے تھے)۔

صدقہ فرض یعنی زکوۃ جیسا کہ آپ ﷺ پر حرام ہے، ایسے ہی آپ کی آل پر بھی حرام ہے۔

((سمع ابن زیاد ابو هریرة یقول :اخذ الحسن بن علی تمرة من تمر الصدقة فجعلها فی فیه، فقال رسول الله ﷺ کخ کخ (بالفتح و سکون الخاء و یجوز کسر الکاف مع تنوین الخاء) ارم بها اما علمت انا لا نا کل الصدقة))

''ابن زیاد نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھا کر منہ میں رکھ لی۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''کخ کخ'' اسے پھینک دیجئے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم صدقہ کا مال نہیں کھاتے۔''

(صحاح ستہ و دیگر معتبر کتب احادیث)

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 2:

نفلی صدقات اور اہل بیت

مگر نفلی صدقہ کے اہل بیت پر حرام ہونے یا نہ ہونے کے سلسلہ میں فقہاء میں اختلاف ہے۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کے اس سلسلے میں دو قول ہیں۔ ان دونوں میں صحیح ترین وہ ہے جو اس صدقہ کو بھی ان کیلئے حرام گردانتا ہے۔

صدقہ یا زکوٰۃ کی اہل بیت الطاہرین پر حرمت کے سبب کی وضاحت جناب سیدنا حضرت محمد مصطفی ﷺ نے خود ایک طویل حدیث میں فرمائی ہے۔ ہم اس میں سے صرف آپ ﷺ کا یہ قول لیتے ہیں:

((ان الصدقة لا تنبغی لال محمد، انما هی اوساخ الناس"))

"بے شک صدقہ آل محمد کیلئے مناسب نہیں۔ یہ تو لوگوں کی محض میل کچیل ہے۔"

اس حدیث مذکورہ بالا کی شرح میں امام نووی یوں فرماتے ہیں:

((ومعنی اوساخ الناس انها تطهير لا موالهم و نفوسهم))

"اساخ الناس کا معنی لوگوں کے اموال اور ان کے نفوس کو پاک کرنا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: خذ من اموالهم صدقة تطهر هم و تزكيهم بها" وہ ان کی میل کچیل کے دھوون کی طرح ہیں۔ اس آیت میں اہل بیت کی پاکیزگی و نظافت، ان کے بلند مرتبہ ہونے اور ان کی طہارت کا بیان مقصود ہے۔ اسی سبب سے یہ حضرات نہ تو جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں اور نہ ہی بعد میں صدقات میں سے کچھ لیتے تھے۔ بلکہ اموال غنیمت کے پانچویں حصہ میں سے اپنا حصہ وصول کرتے تھے۔ اسی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ سورۃ انفعال مین یوں فرماتا ہے:

((واعلموا انما غنمتم من شیء فان لله خمسه وللرسول ولذی القربی))

اللہ تعالیٰ کے قول 'طلرسول' کی تفسیر مفسرین نے یہ کی ہے کہ خمس میں سے ایک حصہ جناب رسول کریم ﷺ اور آپ کے رشتہ داروں کو دیا جائے گا اور وہ بنی ہاشم ہیں۔ (شرح صحیح مسلم، جلد۱، صفحہ نمبر:۳۷۰)

بعض آئمہ نے جن کے سرخیل حضرت امام شافعی ہیں، بنی عبدالمطلب کو بھی ان رشتہ داروں میں شمار کیا ہے، جن کی طرف آیت کریمہ میں اشارہ کیا گیا ہے، والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے اور سارے کے سارے اسی خمس میں شریک ہیں۔ اس خمس کے ذریعے سے جس میں اہل بیت مع دیگر لوگوں کے ﷺ شریک تھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے رشتہ دار اپنی حاجات کے برلانے اپنی معاشی ضروریات پوری ہو جانے کی وجہ سے زکوٰۃ وصدقات سے مستغنی تھے۔ دولت مندوں میں سے نیک اور بہتر لوگ جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کی رشتہ داری کے باعث اظہار محبت کے طور پر انہیں تحفے تحائف پیش کیا کرتے تھے۔ حدیث شریف میں آتا ہے:

((تهادو تحابوا))

"ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو تا کہ ایک دوسرے سے محبت کرنے لگ جاؤ۔"

Marfat.com

ہدیہ ان لوگوں کیلئے جائز ہے کیونکہ سرکار دو عالم ﷺ ہدیہ کا مال کھاتے تھے۔ پھر زمانہ نے چکر کاٹا مسلمانوں کی شوکت و سطوت کمزور پڑ گئی۔ نہ اب ان کے لئے وہ سلسلہ فتوحات باقی رہا اور نہ ان سے حاصل ہونے والا مال غنیمت نتیجتاً اہل بیت کو اس ذریعہ سے جو مالی امداد و اعانت ملتی تھی، وہ کمزور پڑ گئی، حتیٰ کہ ایک وقت ایسا آیا کہ وہ بالکل ہی بند ہو گئی، کیونکہ اس کا سب سے بڑا ذریعہ مال غنیمت تھا، وہ اب ختم ہو گیا مگر دنیا میں ابھی تک کچھ نہ کچھ بھلائی اور نیکی موجود تھی۔ کچھ خوشحال اور دولت مند انہیں وظائف دے دیا کرتے تھے جن کی وجہ سے وہ لوگوں کے آگے دست سوال دراز کرنے سے کسی حد تک بے نیاز رہے۔ وہ انہیں نہ تو کسی شخص کا اور نہ ہی کسی طرح کا صدقہ حاصل کرنے کا محتاج ہونے دیتے تھے۔ مگر آج جو حال ہو گیا ہے وہ ہمارے سامنے ہے۔ جب حالت ایسی ہے تو اب اہل بیت کیا کریں۔ یہ صحیح ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی امت مرحومہ ہے (اس پر رحم کیا گیا ہے) اور خیر اس سے کبھی بھی منقطع نہیں ہو گی، مگر ایسے اہل خیر کم ہو گئے جو اہل بیت کے حالات کی خبر رکھتے، ان کی حاجات کو پورا کرتے، ان کی ضروریات پر لبیک کہتے اور ان کی عزتوں کا خیال رکھتے ہیں۔ لوگ تو اپنی دنیا میں محو ہو گئے (بجز ان کے جن پر تیرے رب کی رحمت ہے) حتیٰ کہ وہ اپنے عزیز و اقارب سے بھی غافل ہو گئے چہ جائیکہ پڑوسی اور چہ جائیکہ اہل بیت، مگر دین آسان ہے، تکلیف (پابندی فرائض) میں استطاعت شرط ہے جیسا کہ اللہ کریم کا فرمان ہے: لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا اور فقہاء کا قول ہے: ''الضرورات تبیح المعذورات'' ضرورتیں ممنوعات کو بھی مباح بنا دیتی ہیں۔ قحط والے سال میں سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چوری کے جرم میں ہاتھ کاٹے جانے کی سزا مؤخر فرما دی تھی اور صحابہ جو اللہ کے پیغامات کو پہنچانے والے تھے، صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے، اور اس کے سوا کسی اور سے نہیں ڈرتے تھے ان سب نے اسی فیصلے پر اتفاق کیا۔ حتیٰ کہ ان حضرات میں سے ایک نے حضرت عمر سے کہا:

((''واللہ ان اعوججت لنقومن اعوجا جك بسیوفنا''))

''بخدا! اگر آپ راہ راست سے ہٹ گئے تو ہم اپنی تلواروں سے آپ کی اس کج روی کو ٹھیک کر دیں گے۔''

اسلام کی اس مبنی بر حکمت قانون سازی کی روشنی میں جو ہمیشہ حالات کو پیش نظر رکھتی ہے، ان کا پورا پورا پاس رکھتی ہے اور خواہشات کے سامنے نہیں جھکتی، بہت سارے بلند پایہ علماء نے حالات کے پیش نظر اہل بیت کے اغنیاء کو چھوڑتے ہوئے ان کے فقراء کے لئے زکوٰۃ کے حلال ہونے کا فتویٰ دے دیا۔

علیشؒ مالکی کی ''شرح منح الجلیل علی مختصر خلیل'' میں یوں آیا ہے:

((ومحل عدم اعطا بنی ھاشم اذا کانوا اغنیاء او اعطو ما یکفیھم من بیت المال فان لم یُعطعوا شیاء منه او اعطوا منه مالا یکفھم واضرھم الفقر، فاعطائوھم افصل من اعطاء غیر ھم، وان یَصْلوا الی اباحته اکل المیتة خلافا للباجی، صیانة لھم عن خدمة ذمی او ظالم او اکتساب حرام کمکس))

''بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا اس وقت تک جائز نہیں جب تک وہ امیر ہوں یا بیت المال سے انہیں اتنا مال عطا کیا جائے جو ان کی ضروریات پوری کرے۔ اگر انہیں بیت المال سے کچھ نہ دیا جائے یا اتنا دیا جائے جو انہیں کفایت نہ کرتا ہو یا فقر کی سختی میں مبتلا ہوں تو اس صورت میں دوسرں کو دینے کی بجائے انہیں دینا افضل ہے۔ خواہ وہ اس حد تک نہ بھی پہنچیں جہاں مردار کھانے کی بھی اجازت ہوا کرتی ہے۔ اس میں علامہ باجی کا اختلاف ہے۔ یہ محض اس لئے ہے کہ تا کہ انہیں کسی ذمی یا ظلم کی خدمت گزاری یا

Marfat.com

حرام کمائی، مثلاً دلالی یا چنگی کی کمائی سے بچایا جاسکے۔''

''جواھر الاکلیل علی مختصر خلیل'' میں بھی ایسے ہی وارد ہوا ہے، اس کی علت بھی یہی بیان کی گئی ہے کہ تا کہ انہیں اپنی بقا کے لئے گھٹیا امور کا ارتکاب نہ کرنا پڑے۔ خلیل کے قول یا دونوں قسم کے صدقات کے آپ ﷺ اور آپ کی اولاد پر حرام ہونے کے سلسلہ میں صریح عبارت یوں ہے:

''کہا فقط آپ کی اولاد یعنی بنی ہاشم پر دونوں صدقے حرام ہیں، خواہ ان میں سے بعض بعض کو دیں اور مستند بات یہ ہے کہ نفلی صدقہ آل رسول پر حرام نہیں ہے اور فرضی صدقہ کی یعنی زکوٰۃ وغیرہ کی حرمت اس وقت ثابت ہوتی ہے جب مال میں سے انہیں اتنا دیا جائے جتنے کہ وہ مستحق ہیں، اگر ایسا نہ ہو تو پھر اگر وہ فقر و غربت کی تنگی میں مبتلا ہوں تو فرضی صدقہ ان کیلئے لینا جائز ہے، خواہ اس درجہ تک نہ بھی پہنچیں جہاں مردار کھانا بھی جائز ہو جاتا ہے مگر اس کا یہ معنی نہیں کہ جو تحائف اور صدقات ان کو پہنچتے ہیں اور جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کی رشتہ داری کے پیش نظر اور اس اکرام کی خاطر اور گمنامی پر ان کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ صدقات فی الحقیقت ان پر حرام ہیں مگر مذکورہ بالا شرط پر وہ سب لوگوں سے بڑھ کر ان کے حقدار ہیں، اگر ان میں سے جو کام کرنے پر قادر ہو وہ کام کرے اور محنت، مشقت اور کوشش کرنے کے بعد بھی اگر اس کو احتیاط ہو تو پھر ان کی اس ضرورت کو زکوٰۃ کے ذریعے سے پورا کیا جائے گا، شرط یہ ہے کہ اس کے رشتہ داروں یا مخیر حضرات میں سے کوئی بھی اس ذمہ داری کا اٹھانے والا نہ ہو۔''

اس سب کچھ کے باوجود مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اہل بیت کو مال زکوٰۃ اور مال حرام کھانے پر مجبور نہ کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کتاب عزیز میں فرمایا ہے:

((''قل لا اسئلکم علیه اجراً اِلّا المودة فی القربیٰ''))

حضور ﷺ کے رشتہ کی محبت ایمان کی محبت کی طرح ہے ممکن ہے کوئی اس کا دعویٰ کرے۔ مگر سوائے عمل کے کوئی چیز اس کے دعویٰ کو سچا ثابت نہیں کر سکتی۔

اللہ تعالیٰ نے جب بھی ''فالذین امنوا'' فرمایا ہے تو اکثر اوقات اس کے بعد یہ بھی ذکر کیا ہے، **وعملو الصالحات** کیونکہ ایمان اس چیز کا نام ہے جو دل میں ثابت و راسخ ہو جائے اور جو دل میں جم جائے اس کا حال سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو معلوم نہیں۔ اس کی تصدیق صرف اور صرف عمل سے ہی ہو سکتی ہے۔ وہ شخص جھوٹا ہے جو اہل بیت کی محبت کا دعویٰ تو رکھتا ہے مگر ان کی مدد کرنے، ان کے ساتھ احسان کرنے اور ان کے مقاصد کو پورا کرنے کیلئے اپنی تمام تر کوشش صرف کرنے سے پیچھے ہٹتا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ ان میں سے صالح لوگوں کو بھی اپنی ذات، اپنی اولاد اور اپنے ہر پیارے سے پیارے پر ترجیح دینے سے کتراتا ہے، تو پھر اس شخص کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے جو انہیں تکلیف دیتا ہو اور ان کے حقوق غصب کرتا ہو۔ اگر اہل بیت میں سے حاجت مندوں کا مال زکوٰۃ یا صدقہ کھانا گناہ ہے تو پھر یہ گناہ تو ان اغنیاء کے سر ہے جو اہل بیت کے حقوق ادا کرنے سے غافل ہیں، جن کو پورا کرنے کا قرآن کریم نے واضح انداز میں حکم دیا ہے اور رسول کریم ﷺ نے بھی اپنی ثابت و صحیح احادیث میں اس کی طرف رغبت دلائی ہے۔

اس پس منظر کے تحت ہم اپنی رائے میں زکوٰۃ کو اہل بیت کیلئے مطلقاً مباح قرار نہیں دیتے، بلکہ جن قیود کا آپ مشاہدہ کر چکے ہیں، ان کے دائرہ کار کے اندر رہتے ہوئے ان کے لئے اسے جائز گردانتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں

Marfat.com

فرمایا ہے:

((فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ))

''جو مجبور ہوا اس حال میں کہ وہ سرکشی کرنے والا نہیں ہے اور نہ ہی حد سے تجاوز کرنے والا ہے، اس پر کچھ گناہ نہیں۔''

اور اس کا گناہ اس شخص پر لوٹتا ہے جس نے اسے صدقہ لینے پر مجبور کیا۔

☆☆☆

باب نمبر 3:

اہل اسلام اہل بیت کی برائی کا بدلہ بھی اچھائی سے دیں......ان کی نسبت دیکھیں

(((ماذا تفعل اذا اساء الیک احد من آل البیت)))

''اگر اہل بیت میں سے کوئی تیرے ساتھ زیادتی کرے تو تیری جوابی کارروائی کیا ہوگی؟''

کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ اگر اہل بیت کا کوئی فرد کسی ایسے دوسرے شخص پر جو اہل بیت کے زمرہ میں داخل نہیں ظلم کرے تو کیا اہل بیت کے ساتھ برتاؤ کے سلسلہ میں کوئی خاص آسمانی قوانین ہیں؟ بلاشبہ شریعت ایک ہے، تمام کے تمام لوگ اولاد آدم سے ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے بنے ہیں، تو لہٰذا وہ سارے کے سارے اللہ عزوجل کے سامنے برابر ہیں، اسی حقیقت کی ترجمانی اولاد آدم کے سردار صلوات اللہ علیہ وسلامہ نے فرمادی۔ جبکہ آپ نے اکابرین مخزوم سے فرمایا:

((واللہ لو ان فاطمۃ بنت محمد سرقت لقطعت یدھا))

''بخدا اگر فاطمہ دختر محمد بھی چوری کرتیں تو میں ان کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔''

یہ ہے جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمان، اور فاطمہ سے زیادہ کون حضور کا محبوب ہوسکتا ہے، اور فاطمۃ البتول الطاہرۃ المطہرۃ سے بڑھ کر اور کون زیادہ قریبی اور قوی شخصیت ہوسکتی ہے۔ اگر بفرض محال ان کا نسب اہل بیت سے نہ بھی ملتا تو پھر بھی کم از کم ان کی پاکبازی ان کا اخلاص، ان کا خلق اور ان کا عمل صالح ان کو ان سے ضرور ملا دیتا۔ جیسا کہ سیدنا سلمان الفارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے تقویٰ اور عمل صالح اور خلوص کی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ نے اہل بیت میں سے ہونے کا شرف بخشا، مگر اس سب کچھ کے باوجود آپ فرما رہے ہیں: ''لقطعت یدھا'' حالانکہ وہ جگر گوشہ رسول ہیں۔ نماز کے بعد اپنے والد اعظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔

مگر بے شک لوگ شریعت اسلامیہ میں محض تقویٰ کی بنیاد پر ایک دوسرے پر فضیلت لے جاتے ہیں، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

((ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم))

جس نے تقویٰ میں خلل ڈالا اور حدود اللہ سے تجاوز کیا وہ قانون کی گرفت سے نہیں بچ سکتا خواہ اس کا مرتبہ، اس کا درجہ،

Marfat.com

اس کا حسب ونسب کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو، وہ خواہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کیوں نہ ہوں۔
اہل بیت باوجود اس کے کہ جناب رسول کریم ﷺ کے اکرام اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:
((''قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ''))
کی اطاعت گزاری کے پیش نظر اہل بیت کی مودت ومحبت ہم پر لازم ہے مگر اس سب کچھ کے باوجود سوائے ایمان و تقویٰ کے اور کوئی چیز بھی اہل بیت کا جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تعلق ورشتہ قائم نہیں کرسکتی، جناب رسول اللہ ﷺ کا آپ کے چچا ابولہب سے بڑھ کر اور کون قریبی تھا، مگر کفر اور عداوت رسول کے باعث اس کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہوگیا، اسلام میں کوئی خاندانی عصبیت نہیں جس کی وجہ سے میزان عدالت میں خلل آئے اور نہ ہی ''پدرم سلطان بود'' والی بات ہے، جس کی وجہ سے قانون انصاف متذبذب ہو جائے اور اس راستے پر چل پڑے جس راستے پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کو چلانے کا ارادہ نہیں فرمایا۔ (جس نے زمین وآسمان حق کے ساتھ پیدا فرمائے ہیں، اور اپنے رسول پر کتاب حق کے ساتھ نازل فرمائی اور ہمیں حکم دیا:
((ان اقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان))
''انصاف کے ساتھ ترازو قائم نہ رکھیں اور تولنے میں کمی بیشی نہ کریں۔''
اور ہمارے لئے واضح فرمادیا:
((ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم))
''تم میں سے سب سے زیادہ معززوہ ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔''
جناب رسول کریم ﷺ نے ہر اس شخص کیلئے اس حقیقت کی وضاحت فرمادی ہے، جس کا بھی آپ کے ساتھ پاکیزہ خونی رشتہ ہے اور محض نسب پر بھروسہ کرنے سے انہیں خوب ڈرایا ہے۔ جیسا کہ ''من ابطابہ عملہ لم یسرع بہ نسبہ'' جس کا عمل اس کو نجات دلوانے میں پیچھے رہ جائے اس کا نسب اس کی فوری بخشش کا سامان مہیا نہیں کرسکتا۔

((وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال :قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین نزل :(وانذر عشیر تک الاقربین) قال :یا معشر قریش او کلمۃ نحوھا، اشتروا انفسکم لا اغنی عنکم من اللہ شیئا ویا فاطمۃ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سلینی ماشئت من مالی لا اغنی عنک من اللہ شیئا))

''اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ جب یہ آیت کریمہ: وانذر عشیر تک الاقربین نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے گروہ قریش! یا اسی طرح کا کوئی اور کلمہ کہا: اشتروا انفسکم لا اغنی عنکم من اللہ شیئا و یافاطمۃ بنت محمد سلینی ماشئت من مالی اغنی عنک من اللہ شیئا۔ اپنی جانوں کو خریدلو (آزاد کرالو) میں اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا۔ اے فاطمہ بنت محمد! میرے مال سے جو چاہو مانگ لو۔ مگر میں اللہ کے مقابلے میں تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا۔''
ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے قریش کو بلا بھیجا، وہ جمع ہوئے، پہلے تو آپ نے بیک وقت سب کو پکارا پھر

Marfat.com

خاص خاص کا نام لیا، اور فرمایا:

''اے اولاد کعب بن لوی! اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ۔ اے بنی مرۃ بن کعب! اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ۔ اے بنی عبد شمس! اپنی جانوں کو جہنم سے نجات دلاؤ۔ اے بنی ہاشم! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ۔ اے بنی عبد المطلب! اپنے آپ کو آتش جہنم سے بچاؤ۔ اے فاطمہ! اپنی جان کو آگ سے بچاؤ، آزاد کراؤ۔ میرا اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تم پر کوئی اختیار نہیں۔ ہاں سنو! تمہاری میرے ساتھ رشتہ داری ہے میں اسے ایسے جوڑوں گا جیسے جوڑنے کا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے اور ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے ابلیس پر لعنت فرمائی اور اسے اپنی رحمت سے دور کر دیا، کیونکہ اس کا خیال تھا کہ وہ اصل جس سے اس کی تخلیق ہوئی، یعنی آگ وہ اس اصل مٹی سے اعلیٰ واشرف ہے جس سے سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا گیا۔''

جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''آل محمد کل تقی'' ہر پرہیز گار آدمی آل محمد ﷺ ہے۔ یہ اس لئے فرمایا کہ کہیں آپ ﷺ کی اولاد نسب کے دھوکے میں نہ پڑ جائے۔ ان کی اصل مٹی ہے، رشتہ داری پر تکیہ نہ کریں۔ کیونکہ حقیقی شرف اللہ تعالیٰ کے ہاں تقویٰ ہی ہے اور بس، یہی سبق جناب سیدنا حضرت محمد ﷺ نے اپنی آل اولاد اور اپنے اہل قرابت کو سکھایا ہے۔ وحی محفوظ بھی اسی کی تائید کر رہی ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

((یانوح انه لیس من اهلك انه عمل غیر صالح))

''اے نوح! وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے کیونکہ اس کے عمل اچھے نہیں ہیں۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حقیقی نبوت (بیٹا ہونا) کا مرجع عمل صالح کو قرار دیا۔

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی نبی اور اپنے خلیل سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا:

((''انی جاعلك للناس اماماً''))

''میں تمہیں لوگوں کا مقتدا بنانے والا ہوں تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی: ''ومن ذریتی'' اے اللہ! اور میری اولاد میں بھی امام بنا، تو حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا: لا ینال عھدی الظالمین ''میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔''

جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی اولاد اور دیگر تمام لوگوں کی رہبری کیلئے اسی کو اساس بنایا:

((اولئك الذین هدی الله، فبهد اهم اقتده))

''یہی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی تو تم ان کی راہ پر چلو۔''

مگر اس کے ساتھ ساتھ ایک اور نقطہ نظر بھی ہے جو کسی بھی چیز کو اس قانون عام سے مستثنیٰ ہرگز نہیں گردانتا بلکہ احسان اور مہربانی کو اپنے دائرہ کار میں شمار کرتا ہے اور طالب عدل وانصاف کا حق سلب نہیں کرتا۔

اور محاورتاً کہا جاتا ہے کہ ایک آنکھ کیلئے ہزاروں آنکھوں کی عزت کی جاتی ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مثالیں بیان فرمائیں ہیں تاکہ ہم ان معاملات میں جو اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد کے تعطل کا سبب نہیں بنتے اور ان کی مخلوق میں سے کسی کیلئے بھی خسارے کا موجب نہیں ہوتے ان کے ساتھ احسان وشفقت اختیار کریں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

((و کان ابو هما صالحاً فاراد ربك ان یبلغا اشد هما و یستخرج کنز هما))

''ان دونوں کا باپ نیک آدمی تھا۔ تیرے رب کی مشیت یہ ہوئی کہ وہ دونوں سن بلوغ کو پہنچ جائیں اور اپنا خزانہ نکال لیں۔''

اللہ تعالیٰ نے اس کا صرف اور صرف اس لئے ارادہ فرمایا کہ ان دونوں کا باپ ایک نیک آدمی تھا۔

Marfat.com

کہا گیا ہے (اور اللہ تعالیٰ ہی کو خوب معلوم ہے) کہ آیت کریمہ میں جس باپ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، وہ مذکورہ بالا لڑکوں کا ساتواں دادا بنتا تھا، وہ فرماتا ہے جس کا فرمانے والا عزیز وقوی ہے:

((والذين آمنوا، واتبعتم ذريتهم بايمان الحقنا بهم ذريتهم))

''وہ جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی اختیار کی ہم نے ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیا۔''

اور ایک قرآت کے مطابق ذریۃ ذریاتھم (صیغہ جمع کے) ساتھ آیا ہے۔

یہ اللہ عزوجل کی طرف سے اپنے بندوں پر انتہائی فضل وکرم کے طور پر ہے، حدیث میں آیا ہے:

((قال ابن عباس ان الله عزوجل يرفع ذرية المومن معه فى درجة فى الجنة وان كان لم يبلغها يعمله لتقر بها عينه))

''حضرت عبداللہ ابن عباس نے فرمایا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ایک مومن کی اولاد کو جنت میں اسی درجہ تک پہنچا دیں گے جس درجہ میں ان کا باپ ہوگا تا کہ ان کی وجہ سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔''

خواہ اپنے عمل کے لحاظ سے وہ اس درجہ تک نہ بھی پہنچ سکتے ہوں۔ یہ محض مومن کی آنکھیں ٹھنڈی کرنے (یعنی اس کے سرور) کے لئے ہوگا تو اب اس میں کوئی اچنبے کی بات نہیں کہ یہ جو کہا جاتا ہے، ایک آنکھ کی خاطر ہزاروں آنکھوں کی عزت کرنا پڑتی ہے یعنی ایک شخص کو خوش رکھنے کیلئے ہزاروں کو خوش رکھنا پڑتا ہے۔

مگر یہ اس وقت ہے کہ جب عزت وتکریم محض کرم الٰہی کا نتیجہ ہو اور اس سے کوئی حد الٰہی تعطل کا شکار نہ ہوتی ہو اور نہ ہی کسی دوسرے کے حق کے ضیاع کا باعث بنتی ہو، بلکہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں احسان کا راستہ اپنانے کی ترغیب دلائی ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

((وان تعفوا وتصفحوا و تغفروافان الله غفور رحيم))

''اگر معاف کردو، درگزر کرو اور بخش دو تو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے اور رحم کرنے والا ہے۔''

اہل بیان نے کہا کہ اس آیت میں اطناب ہے کیونکہ اگر تعفوا وتصفحوا و تغفروا تین افعال کا ذکر کرنے کی بجائے صرف ایک فعل کے ذکر پر اکتفاء کیا جاتا تو بھی کافی رہتا مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں احسان کی طرف راغب کرنے اور اس پر برانگیختہ کرنے کیلئے ان افعال کو مکرر اً ذکر فرمایا۔ وہ احسان خواہ کسی شخص کے ساتھ بھی ہو وہ کوئی بھی ہو اور کسی خاندان اور نسل سے تعلق رکھتا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((وآن تعفوا اقرب للتقوىٰ ولا تنسوا الفضل بينكم))

''اگر معاف کردو تو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اپنے مابین مہربان کرنے کو نہ بھولو۔''

اور یہ آیت کریمہ اگرچہ مطلقہ عورتوں کے ایک گروہ کے حق میں نازل ہوئی مگر جیسا کہ علم کے ماہرین کہتے ہیں کہ یہاں عموم لفظ کا اعتبار ہے نہ کہ خصوص سبب کا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((فمن عفا واصلح فاجره على الله))

Marfat.com

''بس جس نے معاف کردیا اور اصلاح کی تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔''

اس طرح بہت ساری دیگر آیات کریمہ اور احادیث شریفہ اس بارے وارد ہوئی ہیں۔ اب سوچنے کا مقام یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ایک زیادتی کرنے والے کو عفو و درگزر سے کام لینے پر آمادہ فرماتا ہے، وہ خواہ کوئی بھی ہو تو پھر اہل بیت نبی ﷺ کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے جو رسول اللہ ﷺ کے رشتہ دار ہیں، آپ کے اہل خاندان ہے، آپ کی اولاد ہیں۔ اگر سیدنا حضرت محمد ﷺ محض رسول ہی ہوتے اور آپ نے صرف وہی کردار ہی ادا کیا ہوتا جس کی ادائیگی ہر رسول سے مطلوب ہے تو پھر بھی ہم پر واجب تھا کہ ہم ہر اس شخص کی عزت و تکریم کرتے جو آپ سے متعلق ہوتا، خواہ جسمانی نسب کے لحاظ سے یا روحانی نسب کے ذریعے سے، اور یہ اس لئے کہ ہماری طرف پیغام رسالت پہنچانے کے سلسلے میں جن مشقتوں کا ان کو سامنا ہوا اور اس راہ میں جو جو تکالیف انہوں نے برداشت کیں، ان کا یہی تقاضا ہے مگر جناب رسول کریم ﷺ نے تو صرف پیغام رسالت کی ادائیگی پر ہی بس نہیں کی بلکہ آپ تو ایسے تھے جیسے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے حق میں فرماتا ہے:

((عزیز علیه ماعنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم))

''جو چیز تمہیں مشقت میں ڈالے وہ آپ پر بڑی گراں ہے، تم پر بڑا حرص رکھنے والے ہیں، مومنین کے ساتھ بہت ہی مہربانی کرنے والے اور رحم کرنے والے ہیں۔''

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((''النبی اولی بالمومنین من انفسم''))

''نبی مسلمانوں کی جانوں کی بلسبت ان کے زیادہ قریب ہیں۔''

ایک بار پھر یہ آیت اولی بالمومنین من انفسھم پڑھیے اور سوچیے کہ کس حد تک اور کس درجہ تک ہمارے معاملات میں آپ ﷺ کو دلچسپی ہے یہ عنایت اور یہ دلچسپی اس درجہ تک پہنچی کہ آپ ﷺ ہماری اپنی جانوں سے بھی ہمارے زیادہ قریب ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ ﷺ ہمارے آباؤ اجداد کی طرف سے یا ہماری اولاد یا ہماری اپنی طرف سے ہمارے زیادہ قریب ہیں۔

میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ ﷺ!

میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں مجھے بتایئے کہ تم اس شخص کے بیٹے کے ساتھ کیا سلوک کرو گے جس کے بیٹے نے تم پر ظلم کیا ہو یا تمہارے ساتھ زیادتی کی ہو مگر اس کے باپ کے تم پر بے بہا احسانات ہوں۔ کیا اس کے والد کے اپنے ساتھ احسانات آپ یاد نہیں کریں گے؟ کیا اپنے اوپر اس کی مہربانیوں کا تمہیں اندازہ نہیں ہوگا؟ کیا آپ اس کے ساتھ اس کا سا برتاؤ کریں گے جس نے آپ کے ساتھ برائی کی اور اس کے والد کے ساتھ تمہاری نہ تو پہلے سے کوئی جان پہچان ہے اور نہ اس کا تم پر کوئی پیشگی احسان ہے؟ پھر کیا ہوگا جبکہ اس کے باپ پر یہ بات بہت گراں ہو کہ تم محرومی کا شکار ہو یا تمہیں کوئی تکلیف پہنچے وہ تم پر بہت ہی شفیق اور تم پر بہت ہی رحم کرنے والا ہو، بلکہ کیا ہوگا جبکہ اس کا باپ اور اس کا دادا اپنی جان کی نسبت تیرے زیادہ قریب ہوں، وہ تیرے نفع کیلئے اپنے آپ کو نقصان پہنچانا گوارا کرلیں۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے:

ومن اذا ریسب الزمان صدعك
شنت فیك شمله لیجمعك

''وہ ہے کہ جب حوادثات زمانہ نے تجھے منتشر کردیا تو اس نے تجھے جمع رکھنے کی خاطر اپنے اتحاد کی دھجیاں اڑادیں۔''

Marfat.com

اس شخص کے بیٹے، پوتے یا قریبی کے بارے میں تیرا طرزِ عمل کیا ہوگا جس نے تیرے ساتھ برائی کی یا تیرے حقوق میں سے کوئی حق مارا، تجھے اس بات کی طاقت ضرور ہے کہ کسی بھی جائز طریقے سے تو اپنا حق اس سے وصول کرے یا پھر اپنا بدلہ اس سے لے لے، مگر ایسا کرنے کی صورت میں کیا تو اپنے آپ کو نیکی اور بھلائی کرنے والوں میں سے شمار کر سکتا ہے؟

ایسے ہی اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہم پر بہت بڑا حق ہے اور ان کے اس حق کی یہ عظمت ان کے جد امجد صلوات اللہ علیہ وسلامہ کے ہم پر عظیم حق رکھنے کے باعث ہے اور آپ ﷺ کا حق تو خواہ وہ کوئی بھی ادا نہیں کر سکتا، تو پھر تو اس کا حق کیسے چکا سکتا ہے جو تیری اپنی جان کے مقابلہ میں بھی تیرے زیادہ قریب ہو، جس کا یہ حال ہو اس کا حق تو کس طرح ادا کر سکتا ہے مگر اس سب کچھ کے باوجود اس نے تجھ سے اپنے رشتہ داروں کی محبت سے زائد اور کچھ طلب نہیں کیا اور کیا ان کی رشتہ داری کی محبت اس کا چیز نام ہے کہ ہم برائی کا بدلہ برائی دے دیں۔ اگر ایسا ہے تو پھر کل قیامت کے دن کس طرح تو ان کو منہ دکھائے گا، حالانکہ کل تو ان کی شفاعت کا محتاج ہوگا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور تیری شفاعت کرنی ہے، مگر تیرا حال یہ ہے کہ تو ان کے نواسوں میں سے ان کے ایک نواسے کے ساتھ وفا بھی نہیں کر سکا اور پھر انہوں نے تجھ سے سوائے ان کی محبت کے کچھ اور طلب ہی نہیں کیا۔

اپنے اسلاف کو دیکھئے وہ اہل بیت کے ساتھ کیا برتاؤ کیا کرتے تھے۔ ابو الولید الباجی نے کہا:

”جس وقت منصور نے حج کیا تو جعفر بن سلیمان کو حضرت امام مالک سے بدلہ لینے پر مامور کیا اور انہیں بلا بھیجا تا کہ ان سے قصاص لیا جائے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔ بخدا جب بھی میرے بدن سے کوڑا اٹھتا (یعنی وہ کوڑا جن سے یہ جعفر بن سلمان ان کو مارتے تھے) تو میں اسی وقت اس کو اس سے بری قرار دے دیتا تھا اور یہ محض جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کی رشتہ داری کے باعث تھا۔“

الفردوسی نے کہا:

”جب حضرت امام مالک کو مارا گیا اور انہیں سخت تکلیف پہنچائی گئی تو وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ انہیں اٹھا لیا گیا۔ لوگ ان کے پاس ان کی تیمارداری کے لئے حاضر ہوئے تو جب انہیں افاقہ ہوا تو فرمایا: اے لوگو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے مارنے والے کو معاف کر دیا۔“

فردوسی نے کہا:

”دوسرے دن پھر ہم ان کی عیادت کو گئے تو وہ کچھ جو ہم نے ان سے پہلے دن سنا تھا، انہیں بتا دیا اور انہیں کہا کہ آپ کو تکلیف پہنچائی گئی۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ مجھے ڈر ہوا کہ میں کل مر جاؤں اور جناب نبی کریم ﷺ سے میری ملاقات ہو تو اس پر مجھے شرم آئے گی کہ اگر میری وجہ سے آپ کے اہل بیت میں سے کوئی جہنم میں چلا جائے۔“

جناب رسول اللہ ﷺ کی خاطر آپ کے رشتہ داروں سے محبت ایسی ہونی چاہیے اور پھر عفو درگزر بھی ایسا ہو۔ اخلاق بھی ایسے بلند ہوں، ایمان ایسے عروج پر ہو اور مردانگی اس قدر کامل ہو۔ وگرنہ کوئی فائدہ نہیں۔

آخر میں ہم یہ کہیں گے کہ اہل بیت میں سے اگر کسی نے کسی کے ساتھ برائی کی ہو یا اس کے ساتھ غلط معاملہ کیا ہو یا کسی پر ظلم کیا ہو تو صاحب حق کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اس سے اپنا حق مکمل طور پر وصول کرے مگر زیادتی ذرہ بھر نہ کرے، بلکہ اگر ہو سکے تو بہتر یہی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے اکرام کے پیش نظر اور اہل بیت کے حق میں جو آپ ﷺ کی وصیت ہے اس

Marfat.com

پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اس برائی کرنے والے کو معاف کر دے، ظلم سے دست کش ہو جائے اور اگر اس سے درگزر کرے تو خیر خواہی و درگزر بلاشبہ بڑے عمدہ اور اونچے پائے کے اخلاق ہیں، اسلام انہیں اپنانے کی تعلیم و تربیت دیتا ہے اور انہیں سے آراستہ ہو کر تمام لوگوں کے ساتھ برتنے کا حکم دیتا ہے۔ اہل بیت کے ساتھ تو ایسے اخلاق کا مظاہرہ بہت ہی اعلیٰ و اولیٰ ہے، بلکہ لازم ہے۔

جناب نبی ﷺ کی خیر خواہی اور آپ کی عزت و اکرام کا راز اس میں پوشیدہ ہے کہ اہل بیت کا احترام کیا جائے، ان کی بہتری پر حرص کی جائے، ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے، ان کی رہنمائی کی جائے، اس نسب کی عظمت و شرافت انہیں یاد دلائی جائے اور انہیں یہ باور کرایا جائے کہ اس نسب کی طرف منسوب ہونے کا تقاضا ہے کہ وہ عمدہ اخلاق اور لائق ستائش خصائص اپنے اندر اجاگر کریں اور یہ سارا کچھ حکمت اور عمدہ طریق کے ساتھ وعظ و نصیحت کے ذریعے ہونا چاہیے، تاکہ یہ نصیحت قبول کرنے، تلافی تقصیر اور تصحیح خطا کا بہت بڑا سبب بن سکے۔ ان عمدہ خصائل کی ترغیب دلاتے ہوئے کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے: ''اگر تم ان جیسے نہیں ہو تو کوئی بات نہیں، کم از کم ان کی مشابہت تو اختیار کر لو۔ بے شک اعلیٰ و ارفع لوگوں کی مشابہت اختیار کرنا بھی ذریعہ قوت و فلاح ہے۔''

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 4:

اہل بیت کی ذمہ داریاں

فصل نمبر 1:

اہل بیت کی ذمہ داری...... دنیا اور دنیا داروں سے پرہیز، خواہشات اور حرام کاموں اور حرام رزق سے نفرت

جبکہ دنیا اپنے تمام ترفتنوں، زینتوں، شیرینیوں، اپنی چمک دمک اور اپنی طراوتوں کے ساتھ انسانوں کی طرف متوجہ ہو چکی ہے اور انہوں نے بھی اس سے خوب دل لگا لیا ہے، اس کی لذتوں اور شہوتوں میں پڑ گئے ہیں، اس کے مال واموال اور اس کی حکومت واقتدار سے دھوکہ کھا گئے ہیں، تو ایسے وقت میں اہل بیت سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ اس سے دھوکہ نہ کھائیں خواہ اس کی کتنی ہی بھلائیاں اللہ تعالیٰ ان کو عطا فرمادے اور جان لیں کہ حلال روزی کمانا ان کی ذمہ داری ہے اور مستحب اور مباح وطیب مصارف میں خرچ کرنا ان سے مطلوب ہے اور انہیں ہرگز ہرگز اسراف وتبذیر اور بخل جیسے برے اعمال اور بری عادات میں نہیں پڑنا چاہیے۔ نیز اگر یہ نعمتیں اللہ تعالیٰ ان کو عطا فرمائے تو شکر بجالا کر ان کا حق انہیں ادا کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول انہیں یاد رکھنا چاہیے:

((وابتغ فيما آتاك الله الدار الاخرة ولا تنس نصيبك من الدنيا واحسن كما احسن الله اليك ولا تبغ الفساد في الارض ان الله لا يحب المفسدين))

''اور اللہ تعالیٰ نے آخرت میں جو گھر تمہیں عطا کیا ہے اس کی طلب کر اور دنیا سے بھی اپنا حصہ نہ بھول اور اس طرح بھلائی کر جس طرح اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ بھلائی کی ہے اور زمین میں فساد کی طلب نہ کر، بے شک اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کیلئے جنت کی جو نعمتیں تیار کر رکھیں ہیں، اور اپنی جس رضا اور خوشنودی سے اپنے خاص بندوں کو مشرف فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے اس کے حصول کی امید پر شہوات نفسانی سے اپنا دامن آلود کرنے سے انہیں پہلو تہی کرنا چاہیے اور ان سے انہیں بلند و برتر ہونا چاہیے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ اہل بیت رسول اللہ ﷺ تو درکنار ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 2:

اہل بیت اور نیکی کا اجر اور برائی کا گناہ

((وقدروی عن علی بن الحسین زین العابدین و قرة عین الاسلام انه قال انی لا رجو ان یعطی الله للمحسن منا اجرین، و اخاف ان یجعل للمسیی مناوزرین))

''اہل اسلام کی آنکھوں کی ٹھنڈک حضرت علی بن الحسین زین العابدین سے روایت کی گئی ہے۔انہوں نے فرمایا: مجھے پختہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم میں سے نیکوکار کو دوگنا اجر عطا فرمائے گا مگر اس کے ساتھ ساتھ مجھے یہ خوف بھی ہے کہ ہم میں سے برائی کرنے والے پر دوگنا بوجھ ڈالے گا۔''

☆☆☆

فصل نمبر 3:

اہل بیت کی ذمہ داری......کتاب اللہ اور سنت رسول پر عمل پیرا ہونا

جناب نبی ﷺ وضاحت فرماتے ہیں کہ اہل بیت پر خاص قسم کی ذمہ داری ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کو مضبوطی سے پکڑنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے سب مسلمانوں سے بڑھ کر حق دار ہیں اور یہ چیز ان شاء اللہ تا قیامت ان میں یقینی طور پر موجود رہے گی کیونکہ آپ ﷺ سے مروی ہے۔ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((انی تارك فیكم الثقلین كتاب الله، وعترتی وانهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض وزادالامام احمد والنسائی والترمذی فانظر واكیف تخلفونی فیهما''))

''میں تمہارے اندر دو عظیم الشان چیزیں چھوڑنے والا ہوں،ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری اولاد،اور وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر نہ پہنچ جائیں۔امام احمد،نسائی اور ترمذی میں ان الفاظ کا اضافہ ہے: (فانظر واكیف تخلفو نی فیها)''پس اب سوچو کہ تم ان دونوں کے حق میں میری کیسے نیابت کرتے ہو۔''

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 4:

اہل بیت کی ذمہ داری......شرف کو قائم رکھنا

اس میں کچھ شک نہیں کہ جس کو اس پاکیزہ اور اعلیٰ وارفع گھرانہ نبوی سے شرف نسبت حاصل ہے، جو ساری مخلوق کے سردار، تمام انبیاء ومرسلین میں سے اشرف اور تمام نبیوں میں سے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کا گھرانہ ہے، تو بلاشبہ اسے اعلیٰ و ارفع شرف حاصل ہے۔ یقیناً وہ مرتبہ عظیمہ اور منزل عالی پانے میں کامیاب ہوگیا ہے۔ اس معزز ومکرم رشتہ کے ذریعے اس کی نسبت ایک ایسے اعلیٰ واشرف گھرانے سے ہوگئی ہے جس کی مثل زمین کبھی بھی ساری تاریخ میں نہیں پہچان سکی۔ یہ گھرانہ تو اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے بہتر ہستی اور اولاد آدم کے سردار (افضل الصلوۃ واتم التسلیم) کا گھرانہ ہے اور یہ وہ گھرانہ ہے جو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مسلمانوں کے لئے منارۂ نور رہے گا تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ زمین اور جو کچھ اس پر ہے اس کے وارث نہ ہو جائے (یعنی قیامت قائم ہو جائے) صرف اس دنیا میں ہی نہیں بلکہ قیامت کے میدانوں میں بھی یہ گھرانہ ان کیلئے مینارۂ نور ہوگا۔ جہاں حضور ﷺ لواء الحمد (تعریف کا جھنڈا) اٹھانے والے، شفاعت عظمیٰ، وسیلۃ (بلند مرتبہ) فضیلۃ (فضیلت) مقام محمود (مقام شفاعت) اور خوشگوار و جانفزا حوض کے مالک ہوں گے جس پر اترنے اور آپ کے مبارک ہاتھوں سے اس کا پانی پینے کے ہم مالک ہوں گے جس پر اترنے اور آپ کے مبارک ہاتھوں سے اس کا پانی پینے کے ہم سب متمنی ہوں گے۔ ان شاء اللہ!

ایک ذمہ داری......اپنے گھرانے کی شرافت وعظمت کو برقرار رکھنا:

اس معزز گھرانے کی طرف منسوب ہونے کے کچھ نتائج اور کچھ ذمہ داریاں بھی ہیں جیسا کہ اس نسبت کے کچھ خصائص اور خوبیاں بھی ہیں، اب جبکہ ہم نے اس گھرانے کے خصائص اور خوبیوں کو ملاحظہ کرلیا، اور اس معزز ومکرم رشتہ کی جو شرافت و عظمت ہے اسے بھی جان لیا تو اس کے بعد ہمیں محبوب یہ ہے کہ ہم ایک ایسے شخص کی سی سوچ بچار کریں جو خیر خواہ بھی ہو اور امین بھی اور ایک عظیم وفا کا مظاہرہ کریں جو اس نسل پاک کے مقام ومرتبہ کے لائق ہے، تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ گھرانہ ایک عظیم ورثہ کا مالک ہے۔ نیز اس کی بھاری ذمہ داریاں بھی ہیں۔

جھوٹ موٹ کا دعویٰ نہ کریں:

ایک ضابطہ ہے کہ ہر مقام ومرتبہ، عزت افزائی اور شرافت میں ایک پابندی اور ذمہ داری بھی ہوتی ہے اور ہر نعمت کیلئے شکر واجب ہوتا ہے اور ہر صاحب توقیر کے لئے ایک جوابدہی اور ذمہ داری بھی ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ اسی ضابطہ کے تحت اس نسل پاک کی بھی چند اہم ترین ذمہ داریاں یہ ہیں۔ (اس نسب کی وجہ سے اپنے آپ کو معزز جاننا اور اس کی حفاظت کرنا)

اس نسل پاک کی سب سے پہلی ذمہ داری ہے کہ ہر "شریف" کو جاننا چاہیے کہ اس نسب کے بارے اس سے سوال کیا جائے گا اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس نسب میں وہ شخص ہرگز داخل نہ ہونے پائے جو واقعتاً حقیقتاً اس میں سے نہیں، یہ بات بھی بڑی خطرناک ہے کہ کوئی ایسا شخص جس کے حصہ میں فی الحقیقت ایسا شرف نہیں آیا مگر جھوٹ موٹ اس نسب کا دعویٰ

Marfat.com

کرے یا اس کی طرف اپنی نسبت کرے۔

☆☆☆

فصل نمبر 5:

ایک ذمہ داری......خاندان سے وفاداری

ایسے ہی یہ بھی بہت بڑی غلطی ہے کہ ''سید'' جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنے خاندانی تعلق سے برأت کا اظہار کرے، خواہ اس کا نسب اسے کتنے ہی عذر کیوں نہ سکھا دے اور یہ بھی صحیح نہیں کہ کوئی ایسا شخص جسے اللہ تعالیٰ نے اس خاندانی شرافت سے نوازا ہے کسی دنیوی مقصد کے پیش نظر اس سے دستبردار ہو جائے۔ وہ تو اس شخص کی مانند ہوگا جس نے حصول دنیا کی خاطر اپنا دین بیچ دیا۔ حدیث شریف میں آیا ہے:

((لعن الله الداخل فينا بغير نسب والخارج منا))

''بغیر سبب بغیر کسی نسبی رشتہ کے جو ہم میں داخل ہونے والا ہے اس پر بھی اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے اور جو بغیر کسی واسطہ کے ہم میں سے نکلتا ہے اس پر بھی اللہ کی لعنت ہے۔''

☆☆☆

فصل نمبر 6:

ایک ذمہ داری......لوگوں کے لیے نمونہ

اس نسل پاک کی ایک اور اہم ترین ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ اس نبی ﷺ کو جو حرمت جلیلہ، شرف عظیم اور شہرت ابدی حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو عظمت نفس، پاکیزگی قلب عطا فرمائی ہے اور اس کی بدولت آپ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات اور آل پاک کی بڑے احسن طریقے سے رہنمائی کی اور ان کی چادر تطہیر کی نگہداشت کی، اس کو پہچانے اور یہ محض اس لئے تھا یہ گھرانہ اعمال و اخلاق اور علم و ادب کے لحاظ سے روئے زمین کے تمام گھروں سے اعلیٰ و افضل ہو۔ ایسے ہی جناب رسول اللہ ﷺ تمام مسلمانوں کیلئے مبارک نمونہ ہیں، ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہے اس پر اس کی اتباع واجب ہے، اس کا اعلان قرآن کریم ان الفاظ میں کر رہا ہے:

((لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجو الله واليوم الاخرو ذكر الله كثيرا"))

''جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔ ہر اس شخص کیلئے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہو اور

Marfat.com

اللہ کو بہت یاد کرے۔'' (سورۃ احزاب، آیت:۲۱)

جناب رسول اللہ ﷺ کی زندگی آپ کے جہاد، آپ کی عبادت، آپ کے زہد وتقویٰ، آپ کے قیام وذکر اور آپ کے خوف الٰہی، گریہ زاری اور آپ کے دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے کے سلسلہ میں آپ ﷺ کے کچھ احوال ہماری نظر سے گزرے۔ یہاں تک کہ ایک رات بہت دیر تک قیام کرنے کے باعث آپ کے قدم مبارک میں ورم آ گیا۔ حضرت عائشہ پوچھتی ہیں:

((لم تصنع هذا یا رسول الله ﷺ وقد غضر ما تقدم من ذنبك و ماتاخر))

''اے اللہ کے رسول! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔''

اس کا کیا ہی عمدہ جواب آپ ﷺ دیتے ہیں۔ فرمایا:

''یہ تو درست ہے: افلا کون عبدا شکورا مگر کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔''

(اس حدیث پر بخاری ومسلم کا اتفاق ہے۔)

رسول اللہ کا اسوۂ حسنہ اپنانا:

آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے کے باعث ہی دیکھئے کہ کس طرح آپ نے ازواج مطہرات کے اس مطالبے کو کہ ان پر نان و نفقہ کی وسعت کی جائے، ماننے سے انکار فرما دیا اور پھر کیسے اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ دونوں اور ان کے بعد والی آیات اتاریں۔ (وہ آیات جن میں ازواج مطہرات کو یوں اختیار دیا گیا) فرمایا:

((یا ایها النبی قل لا زواجك ان کنتن تردن الحیوة الدنیا وزینتها فتعالین امتعکن واسر حکن سراحا جمیلا وان کنتن تردن الله ورسوله والدار الاخرة فان الله اعدللمحسنات منکن اجراً عظیما))

''اے غیب کی خبر دینے والے! اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زیب وزینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مال و دولت دے کر اچھی طرح رخصت کر دوں اور اگر اللہ، اس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو بے شک اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکوکاروں کے لئے بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔''

اور پھر کیسے اپنی محبوب اور معزز بیٹی کو قیدیوں میں سے ایک لونڈی دینے سے انکار کر دیا جو روزمرہ کاموں میں ان کا ہاتھ بٹاتی اور اس سلسلہ میں جس مشکل کا ان کو سامنا تھا، اس میں ان کی مددگار و معاون بنتی بلکہ اس کے بدلے آپ ﷺ نے ان کو یہ سکھایا کہ وہ روزانہ سونے سے قبل ۳۳ دفعہ سبحان اللہ، ۳۳ دفعہ الحمد للہ اور ۳۴ دفعہ اللہ اکبر پڑھ لیا کریں۔

(صحاح ستہ اور کتاب ''ہکذا صام رسول اللہ ﷺ کی فصل'' مع النبی فی قیام رمضان دیکھئے۔)

جب وہ صبح نیند سے بیدار ہوں گی تو اپنے آپ کو چاک و چوبند اور تھکاوٹ سے مبرا پائیں گی۔

سیدہ فاطمہ اور دیگر اعلیٰ شخصیتوں کا اسوہ:

اسی پاک نسل کے فرائض میں سے پہلا فرض یہ بھی جاننا ہے کہ وہ اس معزز نمونہ زندگی کو اپنانے کے سبب لوگوں سے زیادہ لائق وحق دار ہیں، بے شک یہ آپ ﷺ کا اسوہ ہے، آپ کی معزز بیٹیوں جن کی سردار فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں اور

Marfat.com

ان دونوں کی معزز اور بابرکت اولاد حسن، حسین، زینب اور ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اسوہ ہے اور پھر ان باقی حضرات کا اسوہ ہے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نواسے، پوتے اور ان کے بعد آنے والی ان کی اولاد ہے۔ اسی سبب سے اہل بیت اپنے بیٹوں کی ایسی صحیح تربیت اور تعلیم کے ذمہ دار ہیں جو اس انداز سے انہیں اپنے معاملات نمٹانے کا ذمہ دار بنا دے۔ جو جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کی نسبت کے لائق ہے، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان سے کوئی غلطی سرزد ہی نہیں ہوتی یا کسی گناہ کا ان سے ارتکاب ہی نہیں ہوتا۔ آخر کار وہ بھی تو بشر ہیں اور دیگر انسانوں کی طرح غلطی کا ان سے سرزد ہونا ممکن ہے، مگر یہ مناسب نہیں کہ وہ سرکشی میں پڑے رہیں یا اس قدر تساہل سے کام لیں کہ اس پاک نسل اور اس مبارک خانوادہ کے ساتھ زیادتی کر بیٹھیں۔

اسوۂ ازواج مطہرات:

اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات سے بہ نسبت عام عورتوں کے زیادہ ذمہ داری اٹھوائی جبکہ انہیں ان الفاظ کے ساتھ خطاب فرمایا:

((یانساء النبی من یات منکن بفا حشه مبینه یضاعف لها العذاب ضعفین و کان ذلك علی الله یسیرا))

''اے نبی ﷺ کی بیویو! جو تم میں سے کھلی بے حیائی کا ارتکاب کرے اس کیلئے دوگناہ عذاب ہوگا اور یہ بات اللہ کیلئے بہت آسان ہے۔'' (سورۃ الاحزاب، آیت: ۳۲)

اگر ازواج مطہرات کو آپ ﷺ کا حرم پاک ہونے کی خصوصیت حاصل نہ ہوتی تو ان کی اتنی ذمہ داری بھی نہ ہوتی۔ وحی تو ان کے آنگن میں اتر رہی تھی، وہ آپ کے ساتھ زندگی بسر کر رہی تھیں اور اس مثالی گھرانے اور اس مثالی نبی کی تمام ذمہ داریوں میں شریک تھیں۔ کھانے، پینے، لباس ذکر و فکر، خوف خدا، صیام و قیام، کثرت بکاء و گریہ زاری اور رب العالمین کے حضور آپ کے عجز و نیاز کے سلسلہ میں آپ کی زندگی کا جس طرح یہ مشاہدہ کر رہی تھیں اس میں دیگر خواتین ان کی شریک نہیں تھیں۔ چنانچہ اسی ضمن میں ارشاد باری ہے:

((ومن یقنت منکن لله ورسوله و تعمل صالحاً نؤتها اجرها مرتین واعتدنا لها رزقا کریما یانساء النبی لستن کا حدمن النساء ان اتقیتن فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبه مرض وقلن وقوله معروفا وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلیة الاولی واقمن الصلوٰة واتین الزکاة واطعن الله و رسوله انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطهر کم تطهیرا))

''اور تم میں سے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اسے ہم اس کا اجر دگنا دیں گے اور اس کیلئے ہم نے باعزت روزی تیار کر رکھی ہے۔ اے نبی کی بیویو! تم دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تقویٰ اختیار کرو تو نرم لہجہ سے بات نہ کرو۔ کہیں وہ لالچ نہ کرے جس کے دل میں بیماری ہے اور اچھی بات کہو اور اپنے گھروں میں رہو اور پہلی جاہلیت کا سا بناؤ سنگار اختیار نہ کرو۔ نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو۔ اللہ تو بس یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی

Marfat.com

ناپاکی دور کر دے اور تمہیں خوب ستھرا کر دے۔'' (سورۃ احزاب، آیت ۳۳)

اس میں کچھ شک نہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی ازواج کو ایک گونہ خصوصیت حاصل ہے جو مسلمانوں کی مائیں ہیں، پاکیزہ ہیں، فرمانبردار اور اطاعت گزار ہیں، سچی ہیں۔ صبر کرنے والیاں ہیں اور خضوع و خشوع کرنے والیاں ہیں، جس طرح انہوں نے مشکلات پر صبر کیا، اس کی مثال ان کے زمانے کی عورتوں بلکہ تمام زمانوں کی عورتوں میں ملنی مشکل ہے، کیونکہ وہ ایک مثال اور نمونہ ہیں اور ان پر عظیم ذمہ داری ڈالی گئی۔

☆☆☆

فصل نمبر 7:

سادات کے لیے اہل بیت کی زندگیوں میں نمونے

جب ہم نے یہ جان لیا تو ہمیں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس پاک نسل پر کونسی ذمہ داریاں ڈالی گئیں وہ جو رحم اور پاکیزہ خون کے بندھنوں میں بندھی ہوئی ہے۔ یہی پاکیزہ خون اس کی رگوں میں موجزن ہے۔ اس گھرانے کی نسل کے برگزیدہ لوگوں کو عظیم ذمہ داریاں سونپی گئیں اور انہیں وہ خوبیاں اور فضائل حاصل ہوئے جو زہد و تقویٰ، نیکی، قربانی اور جود و سخا، میں ان کے عظماء اور ان کی سادات کے بارے منقول ہیں۔ ان کی مثالیں اور نمونے ہم فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا وارضاھا کی زندگی مبارکہ اور امام راشد و عابد خلیفہ زاہد حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت زہرا سے، ان کی اولاد امام حسن، امام حسین اور حضرت زینب کی زندگیوں میں دیکھ چکے ہیں، اس سلسلے میں خصوصی طور پر ہم امام حسن کے اس دن کے طرز عمل کا تذکرہ کرتے ہیں جس دن آپ مسلمانوں کو خونریزی سے بچانے اور اپنے جد امجد حضرت محمد ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کے لئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے جنہوں نے ان کے حق میں فرمایا تھا:

((ان ابنی هذا سید ولعل الله ان یصلح به بین فئتین من المسلمین))

''بے شک میرا یہ بیٹا سردار ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کروائے گا۔''

جب ان کو اپنے جد امجد ﷺ کی یہ حدیث پہنچی تو انہوں نے اس پر عمل پیرا ہو کر آپ ﷺ کی امید کو پورا کر دکھایا اور ایک عرصہ تک فتنہ کی آگ شعلہ زن رہنے کے بعد بجھ گئی۔ اللہ اور رسول ﷺ کی رضا جوئی اور دنیا اور آخرت میں مسلمانوں کی بھلائی کی خاطر اس ذی عزت و عظمت سید کی قربانی نے مشرق و مغرب کے مسلمانوں کی آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیا اور یہ محض اللہ کے فضل اور اس کے انعام کے سبب سے ہوا۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 8:

اہل بیت سے مصنف کی اپیلیں

1: اسی وجہ سے میں اہل بیت سے جو میرے محبوب اور میرے سادات کرام ہیں اپیل کرتا ہوں کہ وہ قرآن کریم کی بڑے عاجزانہ انداز میں خشوع وخضوع کے ساتھ تلاوت کرنے، اس میں گہرا غور وفکر کرنے اور جو اخلاق کریمہ اس میں مذکور ہیں انہیں عملی طور پر اپنانے پر حریص ہوں تا کہ جناب رسول کریم ﷺ کیلئے اچھا نمونہ بنیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی طرف سے فوز وفلاح حاصل ہو اور مسلمانوں کی طرف سے عزت ووقار اور احترام ومودّت کا نذرانہ انہیں پیش کیا جائے۔

2: اس میں ذی وقار اہل بیت سے یہ اپیل بھی کرتا ہوں کہ وہ مسلمانوں کیلئے علمی اور عملی لحاظ سے شمع ہدایت بنیں اور تمام امت سے بڑھ کر اللہ کے دین کے ضیاع اور اس کے تقدس کا پردہ چاک ہونے اور اس کے نبی ﷺ کی سنت کے ترک پر غیرت کھانے والے ہوں۔

3: دنیا سے اعراض اور آخرت کی طرف توجہ کے سلسلے میں اہل بیت کو اپنے جد امجد ﷺ کو اپنے لئے نمونہ بنانا چاہیے، وہ نیکی کا حکم کرنے والے اور اس کی طرف سبقت کرنے والے ہوں، برائی سے روکنے والے اور اس سے کنارہ کشی کرنے والے بنیں، یہی وہ نفع بخش تجارت ہے جو ان کے شرف نسبت کے لائق ہے اور یہی وہ میدان ہے جس میں سبق ان سے مطلوب ہے۔

☆☆☆

باب نمبر 5:

اہل بیت کے لیے تنبیہات...... چند التجائیں

فصل نمبر 1:

اہل بیت اہل سنت سے محبت کریں اور اپنے چھپے ہوئے دشمنوں سے ہوشیار رہیں

جو بات اہل بیت کو جاننا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ انہیں تمام مسلمانوں، اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ، مسلمانوں کے آئمہ اور عوام سب کا خیر خواہ ہونا چاہیے۔ مسلمانوں کی خیر خواہی مواضع ومواقع اختلاف سے ان کی دوری، اہل بدعت، ان کی افترا پردازیوں اور ان کے بنی برخطا اقوال سے جو اہل بیت عظام کے بارے میں وہ ہمیشہ گھڑتے رہتے ہیں اور جو قرآن کریم اور سنت نبوی کے صریح احکام کے منافی ہیں اور دین میں نقل ودرایت اور مستند اور معروف باتوں کے معارف ہیں اور جن پر گزشتہ زمانوں میں تمام علمائے اہل سنت وجماعت کا اجماع رہا ہے۔ ان سے ان کیلئے پرہیز لازم ہے۔

Marfat.com

ایسے ہی یہ بھی انہیں جاننا چاہئے کہ ان میں کچھ لوگ اس طرح کے بھی ہیں جو اہل بیت اطہار کی محبت میں غلو کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو حب اہل بیت کو اپنی خواہشات نفسانی، اپنی فریب کاری اور اپنی پوشیدہ آراء کی اشاعت اور اپنے گمراہ کن عقیدہ کو پروان چڑھانے کا ذریعہ سمجھتے ہیں مگر درحقیقت وہ اہل بیت کے بدترین دشمن ہیں اور بلاشبہ ان کے سینے نبی کریم ﷺ کیلئے کینے کی آگ میں جل رہے ہیں۔ جنہوں نے اپنے دین متین کے ذریعے سے ان کے باطل عقائد کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا وہ اہل بیت اطہار کے ساتھ بھی کینہ رکھتے ہیں۔ بہت سارے فتنے اور مصائب و مشکلات جن میں مسلمان مبتلا ہوئے ان سب کے پیچھے انہیں لوگوں کا ہاتھ تھا اور یہ وہ فتنے اور امتحانات تھے جن کے سبب بہت سارے بے گناہ لوگوں کا پاک خون بہا۔

ان حضرات کیلئے اس حقیقت کا جاننا بھی ضروری ہے کہ سنی العقیدہ مسلمان ہی اہل بیت کے ساتھ سچی محبت رکھنے والے ہوتے ہیں۔ ان کی یہ محبت اس پختہ عقیدہ سے پھوٹ رہی ہوتی ہے جو عقیدہ ان کیلئے اس محبت کو ہر مومن کیلئے واجب گردانتا ہے اور جس کی بنیاد اور اصل آیات قرآن کریم اور الصادق الامین کے اقوال میں سے صحیح و ثابت احادیث ہیں۔ ابن تیمیہ نے کہا کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا یہ قول:

((ان اللہ و ملئکته، یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیه و سلموا تسلیما))

نازل ہوا تو صحابہ کرام نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ وہ کس طرح آپ پر درود پڑھیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم یوں پڑھو:

((اللھم صلی علی محمد وازواجه و ذریته))

امام ابن تیمیہ نے آپ ﷺ کے اس قول:

((ان اللہ اصطفی، کنانة من ولد اسماعیل و اصطفی، قریشا من کنانة و اصطفی من قریش بنی ھاشم، واصطفانی من بنی ھاشم))

سے یہ استنباط کیا کہ اہل بیت تمام مخلوق خدا سے افضل ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کے اعمال افضل اعمال ہیں۔

بعض جلیل القدر علماء نے اس سے یہ مسئلہ بھی اخذ کیا ہے کہ بہت ساری احادیث کے مطابق جو ہماری نظر سے گزری ہیں حب اہل بیت فرض ہے۔

بلکہ جو شخص اس حدیث صحیح:

((''انی تارك فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی وانھما لن یفتر قاحتی یردا علی الحوض''))

میں غور وخوض کرتا ہے تو اس کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ اہل بیت ہی علم واستقامت میں مسلمانوں کے رہبر ورہنما ہیں اور وہ ان کی نظر میں دین اسلام جس کو حضرت محمد ﷺ لے کر آئے ہیں اس مضبوطی کے ساتھ تھام لینے کی زندہ مثالیں ہیں۔

اسی سبب سے اہل بیت کرام کے یہ شایان شان ہے کہ وہ اس اعلیٰ سطح پر فائز ہوں جو ان کے مقام ومرتبہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ مرتبہ تطہیر کے لائق ہو اور اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے اس فضل اور جو اللہ تعالیٰ نے ان کی شان میں خاص طور پر اور مسلمانوں کے حق میں عام طور پر اتارا ہے اس کو یاد کریں اور اس مضبوط رشتہ کو بھی یاد رکھیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ مربوط کئے ہوئے ہے اور اس کے احکام کی پابندی کے سلسلہ میں ان پر خصوصی ذمہ

Marfat.com

داری ڈالتا ہے۔

اے اہل بیت کرام! یہ نسب کریم تمہیں مبارک ہو، تمہارے دامن کو مسرتوں سے معمور کردے اور ہم اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہیں کہ ان ذمہ داریوں کے اٹھانے اور ان فرائض کی ادائیگی میں وہ تمہارا حامی و ناصر ہو۔ نتیجتاً تم ایسے اللہ کے بن جاؤ جیسے اس کی رضا ہو اور رسول ﷺ کے بھی ایسے بن جاؤ جیسے انہیں محبوب ہو اور مسلمانوں کیلئے بہترین نمونہ ثابت ہوں۔

وبا اللہ التوفیق، والحمد للہ رب العالمین

میں اللہ تعالیٰ سے اس کی توفیق چاہتا ہوں، اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں جو سارے جہانوں کا پالنہار ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 2:

اہل بیت جان لیں کہ صحابہ کرام محبّ رسول واہل بیت تھے......اہل بیت صحابہ کی محبت کا جواب محبت سے دیں

اہل بیت لوگوں کے ورغلانے میں نہ آئیں اور صحابہ کرام سے دشمنی مول نہ لیں، یقیناً یہ بات اہل بیت حضرات کیلئے جاننا ضروری ہے کہ سارے کے سارے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اہل بیت سے گہری اور سچی محبت رکھتے تھے۔ اس پر کثیر شواہد موجود ہیں جن کے ذکر کی گنجائش یہاں نہیں۔ اس لئے اہل بیت پر بھی فرض ہے کہ وہ مہاجرین و انصار جنہوں نے ان سے محبت کی ہے وہ بھی ان سے محبت کریں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مبین میں بہت سارے مقامات میں بہت عمدہ اور اچھے طریقے سے تعریف فرمائی ہے۔ چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

((للفقرا المهاجرين الذين اخرجوا من ديار هم واموالهم يبتغون فضلا من ربهم و رضوانا و ينصرون الله و رسوله اولئك هم الصادقون، والذين تبوّاء الدار والايمان من قبلهم يحبون من هاجرا اليهم ولا يجدون فى صدور هم حاجة مما اوتوا و يوثرون على انفسهم ولو كان بهم خصاصة و من يوق شح نفسه فاؤلئك هم المفلحون))

(سورۃ الاحزاب)

''ان نادار مہاجرین کے لئے جنہیں اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکالا گیا وہ اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی مدد کرتے ہیں، وہی سچے ہیں اور وہ جنہوں نے ان سے پہلے گھر اور ایمان کو ٹھکانہ بنایا

Marfat.com

وہ ان سے محبت کرتے ہیں، جنھوں نے ان کی طرف ہجرت کی اور جو کچھ انہیں دیا گیا اپنے دلوں میں اس کی حاجت نہیں پاتے اور اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ خواہ انہیں خود ہی ضرورت کیوں نہ ہو، جو جان کے لالچ سے بچایا گیا وہی فلاح پانیوالے ہیں۔"

آنے والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے مسلمانوں کی یہ تعریف فرمائی ہے کہ وہ تمام صحابہ کرام سے اس وجہ سے محبت کرنے والے ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں تکلیفیں برداشت کیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہمیں دین پہنچایا گیا، اس دین کو لے کر اللہ کے ملکوں کی سیاحت کی ہے، چنانچہ ان کی کاوشوں سے یہ دین اللہ کے ملکوں میں پھیل گیا۔ اپنی جانوں اور اپنے مالوں سے اس دین کی مدد کی۔ ان کا بڑا رتبہ ہے، امت پر ان کی محبت واجب ہے، ان سے دشمنی صرف وہی رکھتا ہے جو منافق ہے اور انہیں برا وہی کہتا ہے جو کج عقیدہ ہے۔ ان کیلئے دعا مطلوب ہے اور ان کی دشمنی سے دلوں کو پاک کرنا فرض ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا:

((والذین جاء و امن بعد هم یقولون ربنا اغفرلنا و لا خواننا الذین سبقونا بالایمان و لا تجعل فی قلوبنا غلاً للذین آمنوا ربنا انك رؤف رحیم))

"اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں بھی بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ایمان کے ساتھ ہم سے سبقت کر چکے ہیں اور اہل ایمان کیلئے ہمارے دلوں میں کینہ نہ رکھ، بے شک تو بہت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کے ساتھ اپنی رضامندی کی گواہی دی ہے۔ چنانچہ بہت سارے مقامات میں ان کے بارے فرمایا ہے:

((رضی الله عنهم و رضوا عنه))

"اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔"

اور ان کی تعریف کرتے ہوئے اور ان کے تقویٰ کی گواہی دیتے ہوئے ان کے بارے میں فرمایا:

((والزمهم کلمة التقویٰ و اکنوا احق بها و اهلها))

"اور تقویٰ کی بات ان کیلئے لازم کر دی اور وہ اس کے زیادہ حقدار اور اس کے اہل تھے۔"

اور اللہ تعالیٰ نے ان اوصاف حمیدہ کے ساتھ صحابہ کرام کی تعریف فرمائی ہے جو ان کی فضیلت اور شرافت پر دلالت کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ اس سے پہلے تورات و انجیل میں ان کی صفت بیان فرمائی گئی۔ آیت کریمہ بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کر رہی ہے:

((محمد رسول الله والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم، تراهم رکعا سجدا یبتغون فضلا من الله و رضوانا سیما هم فی وجوههم من اثر السجود، ذلك مثلهم فی التوراة و مثلهم فی الانجیل کزرع اخرج شطئه فازره فاستغلظ فاستوی علی سوقه یعجب الزراع لیغیظ بهم الفکار، وعد الله الذین آمنوا وعملو الصالحات منهم مغفرة واجر عظیم))

Marfat.com

کیا ہی نفیس و عمدہ ہیں یہ اوصاف، کتنی ہی اچھی ہیں یہ خصوصیات اور کتنا بڑا ہے یہ وعدہ۔
کاش ہم ان کی معیت میں ہوتے تو ہم بھی فوز عظیم حاصل کرتے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ان کی محبت اور ان کی اتباع نصیب فرمائے۔ بے شک تمام صحابہ کرام خواہ وہ مہاجرین میں سے ہوں یا انصار میں سے ان کی محبت فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان کی جو تعریف فرمائی ہے وہ اس کی تصدیق ہے اور یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علم پر اعتماد ہے کیونکہ اس نے اپنے ساتھ ایمان لانے کو اس کی کتاب کی تصدیق کی اور اس کے رسول ﷺ اور اس کے اہل بیت کی محبت کو ان کے دلوں میں راسخ کر دیا تھا۔
عمومی طور پر مسلمانوں کے یہ لائق و مناسب ہے کہ صحابہ کے درمیان جو کچھ واقع ہوا ہے، اس پر اس بیاد پر راضی رہیں کہ وہ تقدیر الٰہی تھی جس کو ٹالا نہیں جا سکتا تھا اور وہ قضا تھی جو بدل نہیں سکتی تھی اور حکم تھا جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا رد کرنے والا کوئی نہیں اور اللہ محاسبہ کرنے کے لحاظ سے کافی ہے۔

((تلك امة قد خلت لها ما كسبت ولكم ما كسبتم ولا تسالون، عما كانوا يعملون (ولا تزرو وازرة وزرء آخرى))

''یہ امت ہے جو گزر چکی ان کے لئے ہے جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لئے ہے جو تم نے کمایا اور جو وہ عمل کرتے تھے اس کا تم سے سوال نہیں کیا جائے گا اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔''
نبی کریم ﷺ کے زمانہ انور اور خلفائے راشدین کے روشن و تاباں زمانہ میں صحابہ کرام باہمی محبت، ایک دوسرے کی مدد اور ایک دوسرے کی خیر خواہی میں مثال اعلیٰ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جناب ابو بکر صدیق وہ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں یوں فرماتا ہے:

((ثانی اثنین اذهما فی الغار اذیقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا))

''دو میں دوسرا جب وہ دونوں غار میں تھے۔ جب اپنے ساتھی سے فرماتا تھا: غم نہ کھا بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔''
وہ آپ ﷺ کی تصدیق کرنے والے تھے، آپ کے ساتھی تھے، آپ کے حبیب تھے، آپ کے محب تھے، محب اہل بیت تھے، ان کی عزت و توقیر کرنے والے تھے اور ان کے رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات جوڑنے والے اور ان کے ساتھ اچھائی کرنے و الے تھے۔ صحیح بخاری میں آیا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

((ارقبو آل محمد فی اهل بیته))

''اہل بیت کا احترام کرو۔''
اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

((والله لقرابة رسول الله ﷺ احب الی ان اصل من قرابتی))

''بخدا جناب رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات استوار رکھنا اپنے رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات جوڑنے کی بہ نسبت مجھے زیادہ محبوب ہے۔''
چنانچہ آپ کے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان لگاتار سلسلہ مودت و محبت قائم رہا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ان کے بڑے سچے اور مخلص وزیر رہے جیسا کہ ان کے بعد امیر

Marfat.com

المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں یہ فریضہ انہوں نے بڑے اخلاص وصداقت کے ساتھ سرانجام دیا۔
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان محبت اس نوبت تک پہنچی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بیاہ دی۔اس شرف کے حصول پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ کوئی بھی خوش نہیں تھا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس شادی کے بعد کیسے آپ عالم خوشی میں لوگوں سے یوں کہتے پھرتے تھے:

((الا تھنونني))

''آپ لوگ مجھے مبارکباد کیوں نہیں دیتے؟''

ایسے ہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے دونوں صاحبزادوں حضرت حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت محبت رکھتے تھے۔ چنانچہ ہم نے دیکھا کہ کیسے انہوں نے ان حضرات کیلئے پانچ پانچ ہزار درہم مقرر کئے اور اپنے بیٹے عبداللہ کیلئے دو ہزار، جب اس بارے میں عبداللہ نے اپنے باپ سے گفتگو کی تو فرمانے لگے:

((ويحكم يا عبد الله هل لك جد كجدهما، او جدة كجدتهما، او ام كامهم او اب كابيهما))

''تیری خرابی ہو! اے عبداللہ کیا تیرا نانا ان کے نانے جیسا ہے یا تیری نانی ان کی نانی جیسے ہے یا تیری ماں ان کی ماں جیسی ہے یا باپ ان دونوں کے باپ جیسا ہے۔؟''

جب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لائے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت خوش ہوئے اور ان سے فرمانے لگے:

''بخدا! جس دن آپ اسلام لائے ہیں آپ کا اسلام مجھے اپنے باپ خطاب کے اسلام سے بھی (اگر وہ اسلام لاتے) زیادہ محبوب لگا ہے، کیونکہ آپ کا اسلام جناب رسول اللہ ﷺ کو خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ عزیز ہے۔''

اہل بیت کے ساتھ احسان کرنے اور ان کی عزت واکرام کے معاملہ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی حال تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس فتنہ کبریٰ کے زمانہ میں، جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زندگی چلی گئی، ان سے اجازت طلب کی کہ وہ ان کی مدافعت کریں اور ان کے لئے جنگ کریں مگر انہوں نے اجازت نہ دی۔ اس کے باوجود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی حفاظت ومدافعت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ ان کے دونوں بیٹے، رسول پاک ﷺ کے نواسے حسن وحسین ان کی حفاظت کرنے والوں کے ہراول دستے میں شامل تھے۔ وہ دونوں باقاعدہ ان کے دروازے پر پہرہ دیتے رہے، مگر ظالم گھر کے پچھواڑے سے دیوار پھلانگ کر اندر داخل ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آپ کے حق میں جاری ہو گیا اور وہ بشارت آپ کے حق میں پوری ہو گئی جو جناب رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اس دن سنائی تھی جس دن آپ ﷺ حضرت ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی معیت میں احد پہاڑ پر تشریف فرما تھے، اسی اثناء وہ کانپنے لگ گیا۔ آپ ﷺ اس سے یوں مخاطب ہوئے:

((اثبت يا احد فانما عليك نبي و صديق و شهيدان))

''اے احد! اپنی جگہ قائم رہ۔ تجھ پر تو ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔''

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 3:

تزکیہ نفس اور تقویٰ کو اختیار کرنا اہل بیت کے لیے ناگزیر ہے

اہل بیت یہ بھی جان لیں کہ صالحین اور مقربین اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرف بہت جلدی کرنے والے ہوتے ہیں اور سب لوگوں سے بڑھ کر اللہ سے ڈرنے والے اور اس کی اطاعت کرنے والے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو اپنے عزت وکرامت والے گھر میں جو جنات النعیم تیار کر رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں رواں دواں ہیں، باقی لوگوں کی بہ نسبت ان پر زیادہ حرص رکھنے والے ہوتے ہیں، اسی وجہ سے تو انہیں دیکھے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور خشوع وخضوع کرنے والے، اس کا ذکر کرنے والے، اس کے فرائض پر قائم رہنے والے اور نوافل کے ذریعے سے اس کی قربت کے حصول کیلئے کوشش کرنیوالے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان کی تعریف یوں بیان فرمائی ہے:

((انهم كانوا قبل ذلك محسنين كانوا قليلا من الليل مايهجعون ، وبالا سحارهم يستغفرون و في اموالهم حق للسائل و محروم))

''اس سے پہلے وہ نیکوکار تھے، رات کو بہت ہی کم سوتے تھے صبح کے اوقات میں بخشش طلب کرنے والے تھے۔ ان کے مالوں میں سائل اور محروم کا حق تھا۔''

بے شک اہل بیت ہی صلاح وتقویٰ والے ہیں، وہ اس بات کے زیادہ لائق ہیں کہ مقربین ونیکوں میں سے ہوں، صالحین واخیار میں شمار ہوں اور وہ یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس قول سے انہیں خطاب فرمایا ہے، اس کو یاد رکھیں:

((انما يريد الله ليذهب عنكم الزجس اهل البيت و يطهر كم تطهيرا))

''اللہ تو بس یہی چاہتا ہیں اے اہل بیت کہ ناپاکی کو تم سے دور کر دے اور تمہیں خوب ستھرا بنا دے۔'' (سورۃ احزاب)

بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کو پاک فرمایا ہے، انہیں عزت بخشی ہے اور ان پر صدقہ کا مال حرام قرار دیا ہے جیسا کہ اپنے رسول ﷺ پر حرام کیا تھا، کیونکہ صدقہ لوگوں کی میل کچیل ہے (یعنی ان کو پاک کرنے والا ہے) یہ گویا تطہیر کے قبیل سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کیلئے مقرر فرما دی ہے، چنانچہ آپ ﷺ سے صحیح حدیث وارد ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((ان الصدقة لا تحل لمحمد ﷺ ولا لآل محمد ﷺ))

''بے شک صدقہ نہ تو حضرت محمد ﷺ کیلئے اور نہ ہی آل محمد ﷺ کیلئے حلال ہے۔''

اللہ عزوجل نے اس کا بدلہ انہیں یہ دیا کہ مال غنیمت میں ان کا حصہ مقرر فرما دیا۔ چنانچہ فرمایا:

((ما آفاء الله على رسوله من اهل القرىٰ فلله و للرسول ولذى القربىٰ واليتامى والمساكين وابن السبيل كى لا يكون دولة بين الا غنياء منكم وما آتاكم الرسول فخذوه و مانها كم عنه فانتهوا، واتقوا الله الشديد العقاب)) (القرآن)

Marfat.com

''اللہ تعالیٰ نے بستیوں والوں سے جو مال غنیمت اپنے رسول ﷺ پر لوٹایا ہے، وہ اللہ کے لئے اس کے رسول ﷺ کیلئے، رشتہ داروں کیلئے، یتیموں کیلئے، مسکینوں کیلئے اور مسافروں کے لئے ہے تاکہ یہ مال تم میں سے صرف امراء کے درمیان گردش نہ کرتا رہے، جو رسول اللہ ﷺ تمہیں عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔''

اور اہل بیت کے یہ شایان شان ہے کہ وہ معنوی میل کچیل، گھٹیا صفات، قبیح اعمال، خواہ وہ صغیرہ گناہوں کی صورت میں ہوں یا کبیرہ کی، سے مجتنب رہیں اور یہ محض اپنے رب تعالیٰ کی رضا کی خاطر، اپنے جدامجد جناب رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے کیلئے اور آپ کی طرف اور پاک آباء اور پاک امہات کی طرف ان کی جو نسبت ہے، اس کے احترام و توقیر کیلئے ہو۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل بیت کی تطہیر کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب عورتوں پر پردہ فرض کیا تو سب سے پہلے جناب نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات سے اس کی ابتداء کی، پھر آپ ﷺ کی بیٹیوں کو اس کا حکم دیا۔ بعد ازاں مومنین کی عورتوں کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((یاایھا النبی قل لا زواجك و بناتك و نساء المومنین یدنین علیھن من جلا بیبھن ذلك ادنی، ان یعرفن فلا یوذین و كان الله غفوراً رحیماً))

''اے نبی! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مومنین کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی چادریں اپنے چہروں کے قریب کئے رہیں، یہ اس کے زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچانیں نہ جائیں اور انہیں تکلیف نہ دی جائے اور اللہ تعالیٰ ہی بخشنے والا اور رحم کرنیوالا ہے۔''

(سورۃ الاحزاب)

ایسے ہی جناب رسول ﷺ زہد و تقویٰ میں بھی نمونہ تھے۔ اپنے اہل بیت کے حق میں بھی آپ کی یہی خواہش تھی کہ وہ بھی ایسے ہوں اور یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں جو اس حدیث میں فرماتی ہیں کہ جس حدیث کو امام بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے:

((ما شبع آل محمد ﷺ منذ قدم المدینة من طعام بر ثلاث لیال حتی قبض))

''آل محمد ﷺ جب سے آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے لگا تار تین دن رات کبھی بھی گندم کی روٹی سے سیر نہیں ہوئی۔''

اسی طرح ایک حدیث مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

((ما شبع آل محمد ﷺ من خبز شعیر یومین متتابعین حتی قبض))

''آل محمد ﷺ لگا تار دو دن حضور ﷺ کے وصال تک کبھی بھی جو کی روٹی سے سیر نہیں ہوئے۔''

اس میں اہل بیت کی عورتوں کیلئے قیامت تک ایک خاص اور دائمی ہدایت و رہنمائی کا سامان ہے، ان کے شایانِ شان یہ ہے کہ وہ اس کا پورا خیال رکھیں اور اس کی پوری پوری نگہداشت کریں اور تمام عورتوں سے بڑھ کر بڑی سختی سے پردے کی پابندی کرنے والی ہوں اور اس پر حریص ہوں تاکہ وہ اپنی دیگر مومن بہنوں کیلئے نمونہ اور مثال بنیں۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 4:

اہل بیت اپنی نسبت پر بھروسہ نہ کر بیٹھیں...... اہل بیت نیک اعمال کی طرف توجہ دیں

میں اہل بیت حضرات کو اپنے جدامجد ﷺ کا وہ قول یاد دلاتا ہوں جو انہوں نے اس وقت فرمایا جب قرآن کریم کی آیت ''وانذر عشیر تك الاقربین'' اتری، اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈر سنایا:

((یا معشر قریش انقذوا انفسکم من النار، یا معشر بنی عبد المطلب انقذوا انفسکم من النار یافاطمة بنت محمد ﷺ انفذی نفسك من النار فاننی واللہ لا املك لکم من اللہ شیئا الا ان لکم رحما سابلها ببلا لها''))

''اے گروہ قریش! اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ، اے گروہ بنی عبدالمطلب! اپنی جانوں کو جہنم سے بچاؤ۔ اے فاطمہ بنت محمد! اپنی جان کو دوزخ سے آزاد کرو۔ بخدا میں اللہ کے مقابلے میں تمہارے حق میں کوئی طاقت نہیں رکھتا۔ سنو تمہاری میرے ساتھ رشتہ داری ہے۔ میں اس کو ایسے جوڑتا ہوں جیسے اللہ نے مجھے جوڑنے کا حکم دیا ہے۔''

امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((یا بنی عبد المطلب اشتروا انفسکم من اللہ، یا صفیة عمة رسول اللہ ﷺ یا فاطمة بنت رسول اللہ ﷺ اشریا انفسکما من اللہ فانی لا اغنی عنکما من اللہ شیئا سلانی من مالی ماشئما''))

''اے اولاد عبدالمطلب! اللہ تعالیٰ سے اپنی جانیں خریدو۔ اے صفیہ! رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی اور اے فاطمہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی! اللہ تعالیٰ سے اپنی جانیں خریدو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اپنی جانیں آزاد کروالو۔ میں اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا۔ ہاں میرے مال میں سے جس قدر چاہو مجھ سے مانگو۔''

اور فرمایا:

((من بطاء عمله لم یسر به نسبه))

''جس کے عمل نے اسے پیچھے کر دیا اس کا نسب اسے آگے نہیں لے جا سکتا۔''

اسی سبب سے میں اہل بیت کو متنبہ کرتا ہوں، حالانکہ وہ میرے محبوب اور میرے سردار ہیں کہ کہیں وہ ان خوشخبریوں پر جو نسب رکھنے والوں کیلئے بیان ہوئی ہیں، بھروسہ نہ کر بیٹھیں۔ جناب رسول کریم ﷺ باوجود یقینی جنتی ہونے کے، ساری اللہ کی مخلوق سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے اور اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق سے زیادہ متقی تھے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے اشاد فرمایا:

((''اما واللہ انی اتقاکم للہ واخشا کم له''))

''سنو! بخدا میں تم سب سے بڑھ کر اللہ کے لئے تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں اور تم سب سے بڑھ کر اس سے ڈرنے والا ہوں۔''

ایک مسلمان کے یہ شایان شان نہیں کہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ رشتہ داری کے خواہ کیسے ہی مقام پر فائز کیوں نہ ہو اور

Marfat.com

تقویٰ میں اس کا کوئی بھی درجہ اورمرتبہ کیوں نہ ہووہ محض اسی پر بھروسہ کر کے عمل سے پہلوتہی کرے، بلکہ عقلمند مسلمان وہ ہے جو اس بڑے دن کیلئے اپنے آپ کو تیار کرتا ہے جس کے بارے میں ارشادالٰہی ہے:

((یوم تذهل کل مرضعة عما ارضعت وتضع کل ذات حمل حملها و تری الناس سکاری و ماهم بسکاری ولکن عذاب الله شدید))

''اس دن کو یادکرو جس دن کی دہشت کی وجہ سے ہر دودھ پلانے والی اس کو بھول جائے گی، جس کو دودھ پلایا اور ہر حاملہ اپنا حمل گرادے گی اور لوگوں کو تو دیکھے گا کہ وہ گویا نشہ میں ہیں، مگر فی الحقیقت نشہ میں نہیں ہیں، اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔''

اوراپنے شماراورحساب(اندزے) میں یہ بات رکھتا ہے کہ قرآن کریم کی نازل ہونے والی آخری آیت یہ ہے:

((واتقو یوما ترجعون فیه الی الله ثم تو فی کل نفس ما کسبت وهم لا یظلمون))

''اس دن سے ڈرو جس دن تم اللہ کے حضور لوٹائے جاؤ گے، پھر ہر جان کو جو اس نے کمایا اس کا پوراپورا بدلہ دیا جائے گا اوران پر ظلم نہیں ہوگا۔'' (القرآن)

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:

((''لن یدخل احد الجنة بعمله قالوا ولا انت یا رسول الله ﷺ قال ولا انا الا ان یتغمدنی الله برحمته منه و فضل''))

''کسی کا عمل اسے جنت میں نہیں پہنچائے گا۔عرض کیا گیا: کیا آپ کا عمل بھی یارسول اللہ!فرمایا: ہاں میرا عمل بھی مجھے جنت میں نہیں پہنچائے گا،مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور فضل کے ساتھ مجھے ڈھانپ لے۔''

☆اختتام☆

Marfat.com